سیرتِ رسول ﷺ پر تحریر کی جانیوالی ایک ادبی کتاب

الرّسول ﷺ

مؤلّف

سردار احمد قادری

ایل۔ایل۔ایم (برسلز یونیورسٹی بیلجیئم)

کتاب محل

سیرتِ رسول ﷺ پر تحریر کی جانیوالی ایک ادبی کتاب

الرّسُول ﷺ

مؤلّف
پیرزادہ مولانا سردار احمد قادری
ایل۔ایل۔ایم (برسلز یونیورسٹی بیلجیئم)

کتاب محل
دربار مارکیٹ لاہور 0321-8836932

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
مؤلف	پیرزادہ مولانا سردار احمد قادری
ناشر	محمد فہد 0321-8836932
قیمت	1400 روپے 40 ڈالر 20 پاؤنڈ

کتاب محل

دربار مارکیٹ لاہور

نئی، پرانی، عربی، فارسی، اُردو، انگریزی کتب کا مرکز

ادارے کے پاس 100 سالہ پرانے نسخہ جات دستیاب ہیں

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں

مسودہ دیں تیار کتاب لیں

ارہ احسان گیلانی صاحب (چیئرمین خورشید گیلانی ٹرسٹ) کا مشکور ہے کہ انہوں نے ایسی ادبی کتاب کا تعارف کروایا

Marfat.com

اعترافِ حقیقت

میرے کریم آقا یہ کرم نہیں تو کیا ہے
مجھ جیسا کمترین بھی سیرت نگار ہے

Marfat.com

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ

الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ

عَدَدَمَا عَلِمْتَ وَزِنَةَ مَا عَلِمْتَ

وَمِلْءَ مَا عَلِمْتَ

Marfat.com

انتساب

والد محترم شیخ طریقت حضرت محمد سعید قادری رحمۃ اللہ کے نام

جس کے فیض کرم اور دعائے خصوصی سے بارگاہ مصطفوی کی

اس ادنیٰ خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

Marfat.com

مقصدِ تالیف

قوت عشق سے ہر پشت کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

(علامہ محمد اقبال)

فروغ اسم محمد ﷺ ہو بستیوں میں منیر
قدیم یاد نئے مسکنوں سے تازہ ہو

(منیر نیازی)

Marfat.com

فہرست

①	شہر امن	مکۃ المکرمۃ	20
②	سردار قوم	ہاشم	24
③	شہر امن کا قائد	عبدالمطلب	27
④	بے مثل نوجوان	عبداللہ	33
⑤	ولادت باسعادت	معجزات کا آغاز	36
⑥	حضور ﷺ کا بچپن	معصومیت مصطفیٰ	40
⑦	حضور ﷺ کی جوانی	کردار کی عظمت	52
⑧	تزکیہ نفس	دائمی حق کا سفر ذات	68
⑨	آغاز دعوت	مشکلات کا سامنا	75
⑩	عزیمت واستقامت	بے مثال قائد	93
⑪	السابقون الاولون	ستاروں کا جھرمٹ	120
⑫	الاسراء والمعراج	سید الاولین والآخرین	134
⑬	سفر ہجرت	انقلاب کا پیش خیمہ	148
⑭	آغاز حکومت	انقلابی طرز سیاست	168
⑮	بدر احد وخندق وخیبر	بے مثال سپہ سالار	237
⑯	حضور ﷺ کی محافل	باتوں سے خوشبو آئے	315
⑰	حدیبیہ	فتح مکہ کی بشارت	351
⑱	فتح مکہ	عالمی قیادت کی نوید	376
⑲	آخری حج	عالمگیر پیغام	453
⑳	وصال مبارک	قیادت کا تسلسل	461
	پیغام ﷺ رسالتمآب اور عصر حاضر		474

Marfat.com

مصنف کی دیگر تالیف

کوفہ سے اسلام آباد تک (تاریخ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دو قومی نظریہ

اسلام کا تصور کائنات

اندازِ بیاں (اخباری کالم) غیر مطبوعہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم.

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تین بڑی نعمتوں سے نوازا ہے جن میں سے نعمت عظمیٰ رسول اکرم ﷺ ہیں۔ بمطابق ارشاد باری تعالیٰ:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔ [سورۃ آل عمران ، آیت :164]

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

دوسری نعمتیں بھی رسول اکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے امت مسلمہ کو عطا ہوئیں جس میں سے پہلی نعمت قران کریم ہے۔ جو کامل، مکمل اور اکمل ضابطہ ہدایت ہے اور ایک زندہ و ورشن معجزہ ہے۔ اور دوسری نعمت نعمت اسلام ہے جسے بمطابق ارشاد خداوندی قران حکیم میں ذکر کیا گیا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دینا.

[سورۃ المآئدۃ ، آیت : 3]

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔''

کسی نے کیا خوب کہا:

ہمہ قران در شان محمد

چنانچہ قران حکیم میں حضور ﷺ کو شاھد، مبشر، بشیر و نذیر، سراج منیر، داعی الی اللہ اور بمطابق ارشاد باری تعالیٰ ''انک لعلیٰ خلقٍ عظیم''، حامل خلقِ عظیم بیان کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی عظمتوں کو احاطہ تحریر میں لانا محال ہے، اگر اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے تو رسول کریم ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ذوالفضل العظیم ہے تو ارشاد خداوندی ''وکان فضل اللہ علیک عظیما'' کے مطابق حضور ﷺ صاحب فضل عظیم ہیں۔ معجزات تو سب انبیاء کو عطا ہوئے لیکن سب سے زیادہ معجزات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو عطا فرمائے جن میں لافانی (EVER LASTING MIRACLE) قران کریم ہے اور حضور ﷺ کو معراج جیسا معجزہ عطا ہوا۔ بقول شاعر

عظمت شب معراج کی جانے کوئی

جس کے استقبال میں رک جائے نبضِ کائنات

گو کائنات کی نبضوں پر گرفت اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن نبضِ کائنات حضور اکرم ﷺ کے لئے اللہ کے حکم سے رک جاتی ہے۔ المختصر اللہ تعالیٰ ربّ رحمت ہے، حضور ﷺ رسول رحمت ہیں اور اسلام قانون رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے رؤف و رحیم ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ مؤمنوں کے لئے رؤف و رحیم ہیں۔ غالب نے کیا خوبصورت بات کہی ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

آں ذات پاک مرتبہ دان محمدا ست

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا کس قدر عمدہ اور محبوب ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کی ادائیں پسند ہیں لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اسے حضور ﷺ کی اداؤں کو اپنانا چاہیے۔"

ہر محبّ صادق حضور ﷺ پر اپنا سب کچھ فدا کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہے لیکن ایک شاعر نے کیا خوب کہا۔

ما را چہ ہست لاف غلامئ مصطفٰے
ما کمترین غلام بلالِ محمدیم

عزیز محترم پیرزادہ سردار احمد قادری سلمہ اللہ تعالیٰ بجا طور پر ہدیہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم پر قلم اٹھایا ہے حضور ﷺ پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے اتنا کسی پر نہیں لکھا گیا۔ یو این کے ایک سروے کے مطابق وہ عظیم ہستی صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے جن کے متعلق سب سے زیادہ لکھا گیا ہے۔

ایک زرتشتی مصنف ایم این ڈھلا (M N DHALLA) نے اپنی کتاب "دی ہسٹری آف زوروسٹرین زازم (THE HISTORY OF ZOROSTERIANSISM) میں لکھا ہے:

"We know each and every thing of MUHAMMAD we know some thing about JESUS and BUDDHA and we know practically nothing about ZOROASTER

ترجمہ: ہم محمد ﷺ کے متعلق ہر ایک چیز جانتے ہیں، ہم عیسیٰ علیہ السلام اور مہاتما بدھ کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ اور عملی طور پر ہم زرتشت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔

مشہور فرانسیسی مفکر LAMARTINE حضور اکرم ﷺ کے مجمع کمالات ہمہ پہلو شخصیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے

"Philosopher , orator, apostle, warrior, conqueror of ideas, restorer of rational dogmas of cult without images, the founder of twenty territorial empires and of one spiritual empire, that is MUHAMMAD . As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask, is there any man greater than he?

ترجمہ: فلسفی، خطیب، پیغمبر، جنگجو، فاتح تصورات، غیر محسوس منطقی نظریات کو بحال کرنے والا، بیس علاقائی سلطنتوں کو ایک روحانی سلطنت میں ڈھالنے والا بانی، اس شخصیت کا نام ہے محمد، انسانیت عظمت کے جس معیار سے بھی جانچے کیا اسے آپ ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی عظیم نظر آئے گا۔

آپ نے ایک زرتشتی مؤرخ اور ایک مشرک کا حضور ﷺ کی عظمت کے مختصر پہلوؤں کا بیان ملاحظہ فرمایا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام و مرتبہ اور درجہ عطا فرمایا جو کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ

Marfat.com

عالمی، آفاقی اور آخری نبی ہیں اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک آنے والی نوع انسان کے لئے آپ ہی دائمی نمونہ عمل ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے ایک فاضل نے سائنسی حوالے سے ایک چونکا دینے والا مضمون تحریر کیا جو نوائے وقت میں کئی کالموں پر مشتمل شائع ہوا۔ جس میں اس نے بتایا کہ قیامت آنے میں صرف سوا کروڑ برس رہ گئے ہیں۔ راقم الحروف نے جب اسے پڑھا تو ذہن اس طرف گیا کہ قیامت کب آئے گی کسی کو معلوم نہیں لیکن اگر اس سائنسی حوالے کو پیش نظر رکھا جائے تو قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے بہترین ضابطۂ حیات (DIVINE GUIDENCE) قران حکیم ہے اور بہترین قانون رحمت اسلام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اسوۂ حسنہ یعنی دائمی نمونہ عمل قرار دیا ہے۔

ایسی عظیم شخصیت پر قادری صاحب نے اپنے دلنشیں اسلوب اور انداز میں جو زیر نظر تصنیف پیش کی ہے وہ کتب سیرت میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ قادری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زبان و ادب سے جو گہرا شغف عطا فرمایا ہے اسکی چاشنی قارئین کو کتاب پڑھتے وقت یقیناً محسوس ہوگی اور وہ انکے منفرد اسلوب بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

بارگاہ صمدیت میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے اپنے رسول کریم حبیب پاک شاہ لولاک ﷺ کے طفیل انہیں حضور ﷺ کی سیرت کے اور پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

احقر العباد

(ڈاکٹر) بشیر احمد صدیقی

مانچسٹر، برطانیہ

سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

12 دسمبر 2009 بمطابق 25 ذی الحجہ 1430 ہجری

Marfat.com

عرض مدعا

یہ 2006ء کے رمضان المبارک کی ایک سہانی صبح تھی جب میں نے نماز فجر پڑھنے اور تلاوت قرآن مجید کے بعد کاغذ قلم سنبھالا اور لکھنا شروع کر دیا۔ میں اس موضوع پر لکھنے کا آغاز کر رہا تھا جس پر نسل انسانی کے ہر مذہب، رنگ، نسل، جغرافیہ اور زبان کے لوگوں نے اپنی بساط کے مطابق لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی بھی حق ادا کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکا۔ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ مدحت سرکار مدینہ ﷺ ایک ایسا بحر بیکراں ہے جسکی گہرائی کی وسعت تک ذہن و نظر کی رسائی ممکن نہیں۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے　　تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

بحمد اللہ تعالیٰ بچپن ہی سے گھریلو ماحول ایسا ملا جہاں صبح و شام ذکر محبوب خدا ﷺ ہوتا تھا۔ صد شکر کہ اولیاء کاملین کے خاندان میں پیدائش اور پرورش نصیب ہوئی۔ میرے والد محترم حضرت پیر محمد سعید قادری رحمتہ اللہ میرے بچپن ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مجھے خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ میرے والد گرامی رحمتہ اللہ علیہ کو غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سے اور اُن کو ان سے خصوصی محبت تھی اور یہ دونوں بزرگ جب آپس میں ملاقات کرتے تو انکی باہمی محبت و عقیدت کا منظر قابل دید ہوتا تھا۔ مجھے اعزاز حاصل ہے کہ میں نے سیدی احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سے خلوت اور جلوت میں علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ اپنے والد محترم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تقریباً چالیس سال تک میں نے اپنی محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ سے (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقامات نصیب فرمائے) ہمیشہ محبت رسول ﷺ کا درس سنا۔ وہ خود محبوب کبریاء علیہا الصلوۃ والسلام کا ہر محفل اور ہر بزم میں تذکرہ فرماتی رہتی تھیں۔ خود بھی اشکبار ہوتیں اور دوسروں کو بھی سوز و گداز کی کیفیت سے سرشار کرتی تھیں۔ میری والدہ محترمہ سن 2000 میلاد مصطفےٰ ﷺ اور وصال مصطفےٰ ﷺ کے دن مدفون ہوئیں وہ جمعہ کا دن تھا۔ ان کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میں اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام اور مدحت سرکار مدینہ ﷺ کے لئے وقف کر دوں۔ بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ میں اپنی استطاعت کے مطابق دینی اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہا۔ اگرچہ یورپ میں قانون میں ماسٹر ڈگری (ایل ایل ایم) کرنے کے لیے آیا تھا۔ لیکن میرے والدین کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ رب العالمین نے مجھے یورپین کمیونٹی کے مرکزی شہر برسلز (بیلجیم) میں ایک مرکزی جامع مسجد ''مسجد العابدین'' کے لئے احباب کے تعاون سے عمارت خرید کر اسلامک اینڈ کلچرل سینٹر کے قیام کی سعادت نصیب فرمائی۔

جب سے ہوش سنبھالا اور ہاتھ میں قلم پکڑا سیرت پاک پر لکھنے کی خواہش اور آرزو ہمیشہ دل میں انگڑائیاں لیتی تھی۔ لیکن لکھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ میں نے مختلف موضوعات پر لکھا۔ تاریخ اور شخصیات میرا پسندیدہ موضوع ہے۔ ہندوستان میں احیائے اسلام کی تاریخ ساز انقلابی تحریک کے قائد شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے افکار کی روشنی میں حضرت مجدد اور دو قومی نظریہ کے عنوان سے مقالہ ''التخصص فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' کے امتحان کی ضرورت کے تحت لکھا جسے بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ تاریخ اسلام کے موضوع پر کتاب ''کوفہ سے اسلام آباد'' تک لکھی۔ محترم مجیب الرحمٰن شامی نے اسے ''قومی ڈائجسٹ'' میں سلسلہ وار شائع کیا۔ مختلف رسائل، جرائد اور اخبارات میں مضامین اور کالم کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا رہا لیکن سیرت طیبہ پر لکھنے بیٹھتا تھا تو سمجھ نہیں آتا تھا کیسے لکھوں۔ کیا لکھوں؟ پھر میں نے ایک نعت کا ایک شعر کہیں پڑھا اور اسکا ورد کرتا رہا۔ بار بار پڑھتا رہا۔ آنسوؤں سے آنکھوں کا وضو کرتا تھا اور پڑھتا تھا۔

Marfat.com

پڑھتا رہتا تھا اور آنسوؤں کا نذرانہ سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بھیجتا رہتا تھا۔

اک قلم خاص عنایت ہو محبت سے مجھے — روشنی اس میں جو بھر جائے تو میں نعت لکھوں

سیرت طیبہ میرے آقا کریم ﷺ کی ایک نعت ہی تو ہے۔ سیرت نگاری حیات طیبہ کے ایک ایک لمحہ کی قصیدہ خوانی ہے۔ خراج عقیدت ہے۔ اظہار محبت ہے۔ پھر یوں ہوا کہ میں نے قلم پکڑا اور لکھنا شروع کر دیا۔ میرے دوست احباب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم کہانی کے انداز میں جب تاریخی واقعات سناتے ہو تو ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ تمہاری گفتگو میں بیان کئے گئے واقعات بھولتے نہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہی انداز سیرت پاک کی اس کتاب کے لئے اختیار کیا جائے جسے لکھنے کی آرزو ایک عرصہ سے دل میں لئے پھرتا ہوں۔

میں نے اپنے ذہن میں عہد رسالت مآب ﷺ کے مناظر کے متعلق سوچا۔ پھر منظر ایک ایک کر کے میرے تخیلات میں یکے بعد دیگرے آتے گئے۔ میں نے ان مناظر کی فہرست بنالی اور پھر پہلے منظر کو لکھنے بیٹھ گیا۔ منظر نگاری ہر باب کے آغاز میں کرتا رہا اور پھر اسکی تفصیلات کو اس سے متعلقہ باب میں لکھنا شروع کیا۔ ابتدائی چند باب بہت جلد لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے لئے بہت زیادہ کتابوں کے مطالعہ اور مواد ڈھونڈنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ علماء اکیڈمی لاہور میں سیرت طیبہ کا موضوع میرا پسندیدہ موضوع تھا۔ ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے سیرت ابن ہشام کو تفصیل سے پڑھایا تھا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ دینی مدارس میں سیرت طیبہ کا موضوع کیوں نہیں پڑھایا جاتا۔ بچپن میں طالبعلموں کا ذہن ہر چیز کو فوراً قبول کر لیتا ہے اور ذہن کی تختی میں محفوظ کر لیتا ہے۔ میں جب جلال پور پیروالا میں اپنے ابتدائی تعلیمی عرصے میں خاندانی مدرسہ میں اور پھر مدرسہ انوار العلوم ملتان میں صرف نحو اور فقہ کے اصول کے اسباق پڑھتا تھا تو ذہن میں خیال آتا تھا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی حیات طیبہ کے متعلق بھی کوئی سبق کوئی درس ہونا چاہیئے۔ لیکن بہت بعد جا کر پتہ چلا کہ ہمارے دینی مدارس میں سیرت طیبہ کو موضوع کے طور پر پڑھایا ہی نہیں جاتا۔ احادیث مبارکہ پڑھائی جاتی ہیں اور وہ بھی آخری سال میں تبرکاً۔

اس لئے جب بادشاہی مسجد لاہور کے پہلو میں قائم علماء اکیڈمی میں سیرت طیبہ کو بطور مضمون پڑھا تو دل کی عجیب حالت ہوئی۔ دوسرے ساتھی طلبہ تاریخ قبل از اسلام، عربوں کی معاشی سیاسی اور تمدنی حالت، اسلامی نظام حیات اور فلسفہ جہاد جیسے موضوعات میں دلچسپی لیتے تھے اور اس حوالے سے سیرت طیبہ کو سمجھنے اور پڑھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن میرا معاملہ جدا تھا۔ میں ہر اس منظر پر اپنی توجہ مرتکز رکھتا تھا۔ جس میں سید الوجود رسول اکرم ہادیٔ اعظم نور مجسم رحمت دو عالم ﷺ تشریف فرما ہوں دل چاہتا تھا کہ ان محفلوں، ان مہموں اور معرکوں کا ذکر ہوتا رہے جس میں میرے آقا کریم ﷺ کی موجودگی ہو اور آپ ﷺ کا تذکرہ بار بار آتا رہے۔ پھر میرا اشتیاق بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ میں ہر اس کتاب اور ہر اس خطاب کو توجہ سے پڑھتا اور سنتا تھا جس میں اس بات کا تذکرہ ہو کہ میرے آقا ﷺ گفتگو کسطرح فرماتے، خاموش ہو کر سکوت فرماتے تو کیفیت کیا ہوتی، مسکراتے تو محفل کا کیا رنگ ہوتا کبھی چہرہ اقدس پر غصے کے آثار کے نمایاں ہو جاتے تو صحابہ کرام پر کیا گزرتی تھی۔ الغرض آپ ﷺ کا بزم آراء ہونا، آرام کرنا، سونا، سو کر اٹھنا، عبادات میں مہمک ہونا، گھر والوں سے مختلف معاملات سے متعلق اظہار خیال فرمانا، مسجد نبوی شریف میں اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں وعظ و نصیحت فرمانا، امن ہو یا حالت جنگ، سفر ہو یا حضر آپ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ فرمانا، جوانی کے دور میں تجارت فرمانا، تجارتی سفر اختیار کرنا، آپ ﷺ کی سماجی، معاشرتی، عائلی، ازدواجی اور منصب نبوت کے اعلان کے بعد استقامت اور عزیمت سے بھرپور زندگی کے واقعات اور انکی تفصیلات میرا پسندیدہ موضوع تھا۔ لہذا مجھے سیرت طیبہ پر جہاں سے بھی مواد میسر آتا اسے اولین فرصت میں پڑھتا تھا۔ جہاں کسی صاحب بصیرت سے اس حوالے سے گفتگو سننے کا موقع ملتا اسے ذہن نشین کر لیتا تھا اور سوچتا رہتا تھا کہ کاش کبھی مجھے بھی سعادت میسر آئے کہ میں بھی نثر میں مدحت رسالت مآب ﷺ تفصیل سے لکھ سکوں۔ بالآخر اللہ رب العالمین نے مجھے یہ توفیق اور سعادت بخشی کہ اسکے فضل و کرم سے میں نے بھی سیرت طیبہ

Marfat.com

کے موضوع پر لکھنے کے لئے قلم اٹھایا اور لکھنے کا آغاز کر دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ نہ مجھے محقق ہونے کا دعوٰی ہے نہ صاحب اسلوب قلم کار ہونے کا گمان لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں نے حتی الوسع یہ کوشش کی ہے کہ میں ان کروڑوں قارئین کے دلوں پر دستک دے سکوں جو کہانی کے انداز میں خیالی افسانوں کو پڑھتے ہیں اور اسکے کرداروں میں کھو جاتے ہیں۔ میری حقیری سی کوشش ہے کہ امت مسلمہ بالخصوص اسکی نوجوان نسل اس کتاب کے ذریعے سے ماضی کے جھرونکوں سے تاریخ کے اندر جھانکے اور اپنے آپ کو دامن مصطفی ﷺ سے وابستہ کر لے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے در کی غلامی ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز ہے۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلی نے حقیقت کی ترجمانی کی تھی جب انہوں نے لکھا

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

جب میں نے اس کتاب کے ابتدائی ابواب لکھ لئے تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں بھی سیرت نگاروں کے عظیم قافلے میں شامل ہو گیا ہوں۔ مجھے بچپن ہی سے شعر کہنے کی عادت ہے اور یہ میرے خون میں شامل ہے کیونکہ میرے دادا جان حضرت حافظ فتح محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ جو تقریباً ایک صدی پہلے ضلع ملتان کے تاریخی شہر جلال پور پیر والا میں رشد و ہدایت اور شریعت کے رہبر تھے اور شیخ طریقت تھے۔ فارسی اردو اور سرائیکی زبان کے نامور مصنف اور شاعر بھی تھے۔ یہ نامور صوفی بزرگ اور شاعر حضرت خواجہ غلام فرید کے ہم عصر بھی تھے اور ہم جلیس بھی۔ سیرت طیبہ کے ابتدائی ابواب لکھنے کے بعد ایک دن بیٹھے بیٹھے ایک شعر موزوں ہو گیا جو حسب حال تھا

میرے کریم آقا یہ کرم نہیں تو کیا ہے مجھ جیسا کم ترین بھی سیرت نگار ہے

اس شعر نے مجھے حوصلہ دیا اور پھر میں نے کتاب لکھنے کے دوران جہاں جہاں بھی صحابہ کرام کے نعتیہ اشعار کا تذکرہ کیا ہے وہاں انکے اشعار کو اردو میں شعروں کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ امید ہے بارگاہ رسالت ﷺ میں میری اس کاوش کو پسند کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور باسعادت میں آپ ﷺ کے سامنے پڑھی جانے والی ان عربی نعتوں کا ترجمہ ہے جسے میرے آقا کریم ﷺ نے پسند فرمایا تھا۔

جیسے جیسے اس کتاب کے لکھنے کا عمل آگے بڑھتا رہا موضوع میں وسعت پیدا ہوتی گئی ابتداء میں میرا خیال تھا کہ یہ کتاب تین چار سو صفحات پر مشتمل ہو گی لیکن لکھنے بیٹھتا تو دل نہیں چاہتا تھا کہ اس میں اتنا اختصار ہو کہ موضوع تشنہ رہ جائے۔ جس جس منظر میں میرے آقا کریم ﷺ تشریف فرما ہوتے میری خواہش ہوتی کہ آپ ﷺ کی گفتگو کا ایک ایک فقرہ لکھوں اور قارئین کو اس منظر سے بھی ہم آہنگ کر دوں۔ ان مناظر میں میں نے اپنی توجہ ماحول پر مرتکز کرنے کی بجائے آقا کریم ﷺ کے الفاظ مبارک کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے لب ہائے مقدس سے ادا ہونے والی گفتگو کو محور بنایا ہے۔ یہ ایک بہت مشکل اور نازک مرحلہ تھا کیونکہ آقا دو جہاں ﷺ کی فصیح و بلیغ عربی زبان میں ادا کی گئی پیغمبرانہ مبارک گفتگو کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالنا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ اس میں ذرا سی کوتاہی دائمی خسارہ بن سکتا ہے۔ میرے سامنے ایک شیخ کامل کا یہ شعر ہمیشہ یاد دہانی کے طور پر رہتا تھا

باب جبریل کے پہلو میں ذرا چپکے سے فخر جبریل کو یہ کہتے ہوئے پایا گیا
اپنی پلکوں سے در یار پہ دستک دینا اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

اس لئے ادب بارگاہ رسالت مآب ﷺ ہمیشہ ملحوظ خاطر رہا۔ میں کیا اور میری اوقات کیا؟ بارگاہ رسالت مآب ﷺ عرش سے بھی نازک تر مقام ہے کیونکہ یہاں جنید بغدادی اور بایزید بسطامی جیسے صالحین و کاملین سانس بھی اونچی نہیں لیتے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

Marfat.com

البتہ میں نے منظر نگاری میں یہ جسارت کی ہے کہ فقرے کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے بعض دفعہ مترادف اور متبادل الفاظ کا سہارا لیا ہے جس سے کبھی کبھی فقرہ طویل ہو گیا ہے۔ لیکن اس کتاب کے قاری کے لئے بات کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔ یعنی گفتار سرکار مدینہ ﷺ کو میں نے قارئین کی سہولت کی خاطر کہیں کہیں اضافی وضاحت سے لکھا ہے۔ امید ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اسے قبولیت کی سند ملے گی۔

اب کچھ تذکرہ اس کتاب کو تحریر کرنے کے طویل دورانیے کے پس منظر کا۔ اس کتاب کو لکھنے کے درمیان میں کئی کئی طویل وقفے آئے اسکی مختلف وجوہات تھیں۔ بس یوں سمجھئے کبھی میں چند صفحات لکھ کر سرشاری کی کیفیت میں رہتا اور کبھی اس انتظار میں رہتا کہ جب دربار سرکار مدینہ ﷺ پر حاضری ہوگی تو اگلے صفحات کا آغاز وہاں سے کروں گا۔ میرے آقا کریم ﷺ نے میری توقعات کو ہمیشہ اپنی کرم نوازی سے پذیرائی بخشی بحمد اللہ اس کتاب کی تحریر وتدوین کے دوران چار مرتبہ سفر حجاز نصیب ہوا اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری اور وہاں بیٹھ کر تحریر کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ میری خوش قسمتی دیکھئے کہ ابتدائی باب ہی لکھے تھے کہ مدینہ منورہ سے بلاوا آ گیا۔ وہ ایک روح پرور شام تھی جب اس شہر مقدس سے میرے مخلص اور محترم دوست "الطریقة المحمدیه" کے شیخ حضرت احمد دباغ نے مجھے فون کیا اور کہا کہ مدینہ منورہ کے ایک ہوٹل میں میرے کمرے کے اندر تمہارا بستر لگ گیا ہے اب تم ایک ہفتے کے اندر اندر یہاں پہنچنے کی تیاری کرو۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایک ہفتے کے اندر ویزہ سے لے کر ٹکٹ اور روانگی کے مراحل کیسے طے ہوئے، میں ایک چھوٹا سا بیگ لے کر دوپہر کو لندن کے ہیتھرو ایئرپورٹ سے ہوائی جہاز میں بیٹھ گیا اور پھر اسی دن جگمگاتی شام کو "مطار جدہ الدولی" کے باہر کھڑا ٹیکسی والے کو سمجھا رہا تھا کہ وہ مجھے مقامی ایئرپورٹ لے چلے کیونکہ میں مدینہ منورہ کی فلائٹ پکڑنا چاہتا ہوں۔ جدہ کے بین الاقوامی ایئرپورٹ سے مقامی پروازیں روانہ نہیں ہوتیں ان کے لئے ایک علیحدہ ایئرپورٹ ہے۔ وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ آخری فلائٹ کی بکنگ ہو چکی ہے اور کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔ پھر وہ ٹیکسی والا مجھے جدہ شہر کے عین وسط میں اس جگہ چھوڑ گیا جہاں سے مدینہ منوہ جانے والی ٹیکسیاں روانہ ہوتی ہیں۔ ایک ٹیکسی کا ڈرائیور اونچی آواز میں صدا لگا رہا تھا کہ "واحد نفر مدینہ" یعنی مدینہ جانے والا ایک آدمی آ جائے۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور کہا "انا واحد نفر للمدینہ" یعنی میں مدینہ جانے والا ایک آدمی ہوں۔ اس نے میرا سوٹ کیس اندر رکھا میں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی دو سواریوں کے درمیان بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ صبح تہجد کی آذان کے وقت ہماری گاڑی مسجد نبوی شریف کے قریب آ کر رکی۔ میں "شہر جاناں" میں سترہ سال بعد حاضر ہوا تھا۔ یہ سترہ سال مجھ پر کیسے گزرے یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ مجھے اپنے لڑکپن میں 1970 میں مدینہ منورہ میں بسر کیا ہوا ایک سال کا تعلیمی عرصہ رہ رہ کر یاد آتا تھا۔ بحمد اللہ 1990 حج بیت اللہ کی ادائیگی اور زیارت حرمین طیبین کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ اسکے بعد حجاز مقدس جانے والے ہر دوست کے ہاتھ یہی درخواست بھیجا کرتا کہ سرکار مدینہ کرم فرمائیں اور حاضری کے لئے طلب فرمائیں۔ اور اب حاضری کے لئے بلاوا آ گیا تھا۔ ہوٹل پہنچا تو شیخ احمد دباغ میرا انتظار کر رہے تھے۔ ماہ رجب المرجب 1428 ہجری 2007۔

شب معراج کی صبح کی نماز تھی جب میں سترہ سال بعد حرم نبوی میں حاضر ہو رہا تھا۔ جب تک میں یہاں نہیں آیا تھا یہ سترہ سال میرے لئے سترہ صدیاں بن گئے تھے اور اب یہاں حاضر ہو کر ایسا لگ رہا تھا کہ میں یہاں سے گیا ہی کب تھا۔ میں تو یہی کہیں تھا۔ بارگاہ رسالتمآب ﷺ اس ایک ہفتے کے قیام کے دوران حرم نبوی میں بیٹھ کر کتاب لکھنے کا سلسلہ پھر شروع کیا تو لطف وکرم کی بے مثال عنایات ہوئیں۔ وہ قلم بھی عنائیت کیا گیا جسکی خواہش کی تھی مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ایک ایک ہفتے کی یہ حاضری جیسے چند ساعتوں میں گزر گئی۔ بقول حفیظ تائب

وہی ساعتیں تھیں نصیب کی وہی دن تھے حاصل زندگی — بحضور شافع امتاں میری جن دنوں طلبی رہی

انگلستان واپسی پر کچھ عرصے کے لئے لکھنے میں پھر تساہل آ گیا۔ اگرچہ پورا سال وقفے وقفے سے لکھتا رہا لیکن دل پھر مدینہ منورہ کے وہی رات دن ڈھونڈتا تھا تا کہ کتاب کا مسودہ بھی لکھا جاتا رہے اور "بیٹھا رہوں تصور جاناں کیئے ہوئے"۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضور

Marfat.com

علیہ السلام نے پھر طلب فرمالیا۔2007 میں اکیلا گیا تھا 2008 میں میری اہلیہ بھی ساتھ تھیں یہ انکا پہلا سفر حجاز تھا۔انہوں نے بھی میری طرح اس سفر میں دعا مانگی کہ اب ہر سال اور کہیں کا سفر ہو نہ ہو لیکن اللہ رب العالمین کے گھر اور دیار حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم کی حاضری کا سفر ہر سال نصیب ہوتا رہے۔اس سال بھی مطلوبہ کتابیں اور کتاب کا مسودہ ساتھ لایا تھا مدینہ منورہ میں حرم نبوی میں اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ میں بیٹھ کر تسلی سے لکھتا رہتا تھا۔لوگ میرے اردگرد کتابوں اور مسودات کا ڈھیر دیکھ کر میرے لئے جگہ کشادہ کر دیتے پھر ایسا ہوتا کہ کوئی قہوہ لا رہا ہے تو کوئی کھجور اور مدینہ شریف کی کھجور کا حلوہ پیش کر رہا ہے، پیاس لگتی تو کوئی صاحب ٹھنڈا زم زم لا کر پیش کر دیتے۔ایسا لگتا تھا کہ میں ایسا مہمان ہوں جس پر خدام سرکار مدینہ ﷺ خصوصی شفقت فرما رہے ہیں۔

اگلے سال 2009 میں ہمارے بچے بھی حجاز مقدس کے سفر میں ہمارے ساتھ تھے۔انکی زندگی کا یہ پہلا اور عجیب روح پرور تجربہ تھا۔اس دفعہ میں نے ارادہ کیا کہ کتاب کا آخری باب مکمل کروں گا۔بحمد اللہ میری آرزو پوری ہوئی۔میری دلی خواہش تھی کہ جب میں سید الوجود ﷺ کے وصال مبارک کا باب لکھوں تو مواجہہ شریف کے بالکل ساتھ بیٹھ کر لکھنے کی سعادت حاصل ہو۔سرکار مدینہ ﷺ نے کرم فرمایا میں نے بہت آرام و سکون سے مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھ کر نصف شب سے لے کر صبح کی نماز تک آخری باب کا اکثر حصہ مکمل کر لیا۔باقی حصہ اشراق کے بعد گنبد خضرٰی کے سامنے بیٹھ کر لکھا اور کتاب مکمل ہوگئی۔پھر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔یہ اظہار تشکر تھا۔اب صرف وہ حصہ باقی رہ گیا تھا جسے کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔جس کا عنوان ہے ''پیغام رسالت مآب ﷺ اور عصر حاضر''۔

اگرچہ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے لیکن میں اسے کتاب کے آخر میں شامل کرنا چاہتا تھا۔حرمین شریفین سے واپسی پر اسے مکمل کیا۔کتاب کا مسودہ میں قسطوں میں برادر محترم مجیب الرحمٰن شامی صاحب کو لاہور روانہ کرتا تھا۔کمپوزنگ کے بعد میرے پاس وہ اپنے معتمد خاص محمد فاروق صاحب کی معرفت اس کی سی ڈی بنوا کر بھیجتے اور میں پروف ریڈنگ کے بعد اسے واپس روانہ کرتا۔پروف ریڈنگ میں میری سستی کی وجہ سے ایک سال گزر گیا۔کتاب مکمل ہو چکی تھی اور دل میں دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اس سال سرکار مدینہ ﷺ کے دربار میں حاضری نصیب ہوتی ہے کہ نہیں۔سرکار نے پھر کرم فرمایا۔2010 میں کتاب کا وہ مسودہ ساتھ لے کر گیا جو کمپوز ہو چکا تھا۔اور اسے حرم نبوی میں بیٹھ کر سنانے کے انداز میں پڑھتا رہتا تھا۔میں اس یقین کے ساتھ پڑھتا تھا کہ میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکو سماعت فرما رہے ہیں۔اگر کسی جگہ پر دل میں کھٹکا پیدا ہوتا تو وہ سطر یا پیراگراف تبدیل کر دیتا۔میرا وجدان کہتا تھا کہ سرکار دو جہاں ﷺ اس جگہ عبارت میں تبدیلی کا اشارہ فرما رہے ہیں۔اسکا تجربہ مجھے بار ہا ہوا۔ 2009 میں سیرت نبوی کے حوالے سے مکی دور کے اہم واقعہ کے سیاق و سباق میں الجھا ہوا تھا اور سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہاں کیا لکھوں کیونکہ سیرت طیبہ کی مختلف کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ مختلف انداز سے آیا تھا میں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا تھا اس پر میرا دل مطمئن نہیں تھا۔میں نے بارگاہ نبوت ﷺ کے وسیلے سے اللہ رب العالمین سے مدد طلب کی۔حرم نبوی میں نماز عصر مکمل کی تو ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص نے محبت سے سلام پیش کیا۔اور میرے سامنے کتابوں کا ڈھیر دیکھ کر عربی میں کہا آپ کوئی کتاب لکھ رہے ہیں؟ میں نے بتایا جی ہاں سیرت طیبہ پر لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔کہنے لگے میرے والد شام کے ایک بہت بڑے عالم دین ہیں۔انہوں نے بھی سیرت پر بہت کام کیا ہے۔میں نے نام پوچھا تو انہوں نے بتایا ''شیخ رمضان بوطی'' شیخ رمضان کو کون نہیں جانتا۔میں نے ان کے بیٹے سے اپنے علمی اشکال کا ذکر کیا تو انہوں نے چند فقروں میں وضاحت کر دی۔میرے سوال کا جواب تو مل گیا تھا لیکن ابھی پوری طرح تسلی نہیں ہو رہی تھی۔میں باب ابوبکر الصدیق کے راستے حرم نبوی سے باہر نکل رہا تھا کہ انگریزی زبان کے مشہور محقق اور مصنف شیخ حمزہ یوسف پر نظر پڑگئی۔آگے بڑھ کر ان سے بھی وہی سوال کیا۔اگرچہ وہ اس وقت اپنے مداحوں میں گھرے ہوئے تھے لیکن انہوں نے ایسا تفصیلی جواب دیا کہ تسلی ہوگئی۔اس کتاب کی تحریر کے دوران اسطرح کے کئی واقعات ہیں۔جسے میں سرکار مدینہ ﷺ کی

Marfat.com

نظرِ عنایت کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ آپ کے ذکرِ جمیل پر مبنی کتاب ہے۔ اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ خواہ تحریر یا تقریر یا کسی بھی انداز میں ہو اس کے لکھنے اور بیان کرنے والے پر خدا اور محبوبِ خدا ﷺ کی عنایتیں اور رحمتیں ضرور نچھاور ہوتی ہیں۔

آخر میں ایک ضروری گزارش، اور وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں الفاظ کی ساخت اور زبان و بیان میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے تو اسکی نشاندہی فرمائیں، اگلے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔

میں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں برادر محترم جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے محبت و عقیدت سے اسے آپ تک پہنچانے کا اپنے اشاعتی ادارے "قومی پبلشرز" کی طرف سے اہتمام کیا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے ان الفاظ کو پسند نہیں کریں گے کیونکہ وہ اسکا صلہ میرے اظہارِ تشکر سے نہیں چاہتے بلکہ محبوبِ کبریاء سرورِ کائنات ﷺ کی خوشنودی کا حصول انکا حقیقی سرمایہ ہے۔

سیرتِ طیبہ کی یہ کتاب لکھنے کا مقصد آقا دو جہاں ﷺ کی امت اور بالخصوص ان کروڑوں نوجوانوں کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پاک سے عام فہم انداز سے متعارف کرانا ہے۔ جو حیاتِ مصطفوی اور انقلابِ مصطفوی سے آگاہ نہیں ہیں۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ کفِ پا تک پہنچانا اس کتاب سیرت کا مقصد اولین ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے پیغامِ انقلاب کو تہہ دل سے سمجھنا اور دوسروں تک دعوت و تبلیغ کے احسن انداز سے پہنچانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اس کتاب سیرت لکھنے کا ایک روحانی اور حقیقی مقصد بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب میدان محشر میں ہر طرف افراتفری کا عالم ہو اور ہر کسی کو اپنی پڑی ہو، یوم یفر المرء من اخیه ☆ و امه و ابیه ☆ و صاحبته وبنیه ☆ لکل امرئٍ منهم یومئذشان یغنیه ☆ کے مصداق

جس دن بھائی اپنے بھائی سے بھاگ رہا ہو، ماں باپ اپنا دامن چھڑا رہے ہوں، بیوی اور بچے پہچاننے سے انکار کر رہے ہوں، ہر طرف نفسا نفسی کا ماحول ہو اور کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو، اللہ رب العالمین اپنی شان جلالت کے ساتھ عرشِ الٰہی پر جلوہ افروز ہو اس وقت اگر میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اک نگاہِ کرم مجھ حقیر پر پڑ جائے اور مجھے دیکھ کر آپ کے چہرۂ اقدس پر ایک مسکراہٹ آجائے (جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام) تو اس تبسم آمیز چہرۂ مصطفیٰ ﷺ دیکھ کر میں سمجھوں گا کہ مجھے کائنات کے خزانے حاصل ہوگئے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ یا رسول اللہ روزِ محشر آپ ﷺ کے رخِ انور پر میرے لئے ایک مسکراہٹ کی گزارش ہے، کرم کی ایک نظر کی درخواست ہے، اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لینے کی آرزو ہے۔

نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

آپ کے در کا ایک ادنیٰ سوالی بقول احمد ندیم قاسمی صدا لگا رہا ہے۔

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا — اسکی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

طالب الخیرات

محمد سردار احمد قادری

13 محرم الحرام 1432 ہجری

بمطابق 19 دسمبر 2010

مانچسٹر، انگلستان

Marfat.com

پہلا منظر

ایک باوقار ماں اپنے چھوٹے سے بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ وہ ایک ویران اور وسیع و عریض وادی میں اکیلی ہے۔ اس بچے کے علاوہ اس کے خاندان کا کوئی فرد اس کے ساتھ نہیں ہے۔ کبھی کبھی پریشانی کی ایک لہر اس کے ذہن کے کسی حصے میں سر ابھارتی ہے اور وہ سوچنے لگتی ہے کہ ہم اس ویرانے میں کب تک اس حالت میں رہیں گے، لیکن ایک ہی لمحے بعد عزم و حوصلہ اور تسکین و یقین کے جذبات و احساسات غالب آجاتے ہیں۔ وہ بچے کی وجہ سے فکر مند ہے، اس کو بچے کی بھوک اور پیاس کی شدت کا خیال بار بار ستاتا ہے اور وہ اس بچے کی زندگی کے لئے پانی کی تلاش میں پہاڑ کے دامن میں بار بار چکر لگا رہی ہے، لیکن اسے پورا یقین ہے کہ وہ اس وادی کی تنہائی میں ختم ہو کر نہیں رہ جائے گی۔ اس کے چہرے سے چھلکنے والا عزم و استقامت کا نور یہ بتا رہا ہے کہ اس باہمت اور یقین و ایمان سے معمور خاتون کو مکمل یقین ہے کہ وہ اور اس کا بچہ اس گمنام اور بے آباد وادی میں زندگی کے ایک تاریخ ساز عہد کا آغاز کرنے والے ہیں اور یہ بچہ تاریخ انسانی کا عظیم الشان کردار بنے گا۔ ۔۔۔۔

Marfat.com

شہرِ امن
مکۃ المکرمۃ

اللہ رب العالمین کے دوست (خلیل اللہ) نے جب اپنے وطن کے حالات سے تنگ آ کر بابل ونینوا کی سرزمین سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو ان کا پہلا پڑاؤ ''حران'' تھا وہاں سے وہ مصر پہنچے جہاں پر ایک فرعون کی حکومت تھی، اپنی خدائی کا دعویٰ کرنے والے بھلا رب تعالیٰ کی کبریائی کی دعوت دینے والے کو کب برداشت کر سکتے ہیں، جب مصر میں بھی حالات سازگار نہ رہے تو رب تعالیٰ کے خلیل نے شام کا سفر اختیار کیا اور پھر سرزمین فلسطین میں ایک مقام ''البسیع'' میں رہائش اختیار کی۔ یہاں پر بھی مشکلات کا دور شروع ہوا تو ''قط'' میں آنا پڑا۔ یہ جگہ رملہ اور ایلیا کے درمیان واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست پر بڑھاپا طاری ہو رہا تھا اور خلیل اللہ کی خواہش تھی کہ ہدایت و دعوت کا جو عمل انہوں نے شروع کر رکھا ہے اس کا تسلسل اور فیضان جاری رہے۔ لہٰذا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ سے دوست کی دعا کی قبولیت کی نوید دی گئی۔ چھیاسی سال کی عمر میں رب کریم نے بیٹے کی ولادت سے نوازا تو باپ نے اس نومولود کا نام ایسار رکھا جس سے دعا کی مقبولیت کا اظہار ہوتا تھا۔ نام کا معنی تھا ''اللہ کا سننا'' عبرانی زبان میں اس کا تلفظ ''شماع ایل'' ہے۔ اللہ رب العالمین کے یہ دوست میرے آقا و مولا حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے اور نومولود ان کے لخت جگر سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ تھے۔

نومولود کی ماں کا نکاح اللہ کے دوست سے ایک عجیب واقعہ کے بعد ہوا تھا۔ بات یہ ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ کا دوست دعوت حق کی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے مصر پہنچا تو اس کی نیک سیرت اور خوبصورت بیوی حضرت سارہ بھی ہمراہ تھی۔ بدکار بادشاہ مصر نے حیلے بہانے سے اللہ کے دوست کی بیوی کو محل میں بلا کر برے ارادے سے آگے بڑھنا چاہا تو اس کا ہاتھ جامد و ساکت ہو کر رہ گیا، وہ سمجھ گیا کہ یہ پاک باز عورت عظیم خانوادے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے گڑگڑا کر معافی طلب کی کہ اس کی مجرمانہ جسارت کو معاف کر دیا جائے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی کی درخواست قبول ہوئی اور اس کا ہاتھ پھر سے صحیح و سلامت ہو گیا اس حیرت انگیز واقعہ کے بعد اس بادشاہ نے اپنی بیٹی کا ''خلیل اللہ'' کے ساتھ نکاح کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اس زوجہ محترمہ کو ساتھ لے کر رب تعالیٰ کے حکم سے سرزمین حجاز کی طرف سفر اختیار کرنا پڑا۔ بظاہر حالات جو بھی تھے دراصل شہرِ امن کی بنیاد رکھنا مقصود تھا۔ اس لئے اس طرف آنے کے اسباب بنے۔ ظاہری طور پر سبب یہ تھا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی پہلی بیوی حضرت سارہ نے جب یہ دیکھا کہ دوسری بیوی کو اولاد ہو گئی ہے تو وہ انسانی بشری تقاضے کے تحت اسے برداشت نہ کر سکیں اور اپنے شوہر سے کہا کہ اس بیوی کو کسی اور جگہ چھوڑ کر آئیں۔ دراصل رب تعالیٰ کو نومولود کی والدہ کو ایک خاص مقصد کے لئے ہجرت کرانا تھی۔ لہٰذا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ انہیں ساتھ لے کر ایک بے آب و گیاہ وادی میں پہنچے اور چھوٹے بچے کے ساتھ وہیں چھوڑ کر جانے لگے تو اس ننھے سے شیر خوار بچے کی ماں نے پوچھا:

''کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟''

''میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں'' سیدنا خلیل اللہ کے اس جواب نے اس باہمت خاتون کی ڈھارس بندھائی۔ سیدنا خلیل اللہ نے جانے سے پہلے اپنے رب تعالیٰ سے ایک خاص دعا کی جس سے آنے والے واقعات اور وہاں آباد ہونے والے نئے شہر کے خدوخال نکھر کر

Marfat.com

سامنے آتے ہیں۔ دعائے خلیل قرآن مقدس میں موجود ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

اے میرے رب اس شہر کو امن وامان والا شہر کر دے اور مجھے اور میرے بیٹوں اور ان کی اولاد کو بتوں کو پوجنے سے بچائے رکھنا۔ اے میرے رب میں اپنے کنبے کا ایک حصہ ایک ایسی وادی میں سکونت کے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ یہ جگہ تیرے محترم گھر کے پاس ہے میں نے انہیں یہاں اس لئے بسایا ہے کہ تا کہ یہ تیرے حضور سربسجود رہیں، پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔

نبوت ورسالت کا منبع علم تو دیکھئے! خلیل اللہ کو معلوم ہے کہ یہاں نہ صرف عظیم الشان شہر آباد ہوگا بلکہ یہاں رب تعالیٰ کے گھر (خانہ کعبہ) کی تعمیر کا مرحلہ بھی آئے گا۔ اور اس کو مثابة للناس و امنا یعنی انسانیت کے لئے مرکز اور امن کا صدر مقام بننا ہے۔

شیر خوار بچے کی ماں کو تسکین ہوگئی۔ ظاہری طور پر مال واسباب تو پریشانی کے آثار بنا رہے تھے، لیکن رب کریم پر بھروسہ تھا اور یقین تھا کہ وہ انہیں تنہا نہیں چھوڑے گا اور انہیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔ کچھ ہی دن بعد پانی کا مشکیزہ خالی ہو گیا اور کھجوریں بھی ختم ہو گئیں، خوراک اور پانی ملنے کے امکانات کہیں بھی ظاہری طور پر نظر نہ آتے تھے، ہر طرف پتھریلے ٹیلے تھے یا بغیر آبادی اور کھیتی کے چٹیل میدان۔ صرف ایک سایہ دار درخت تھا جس کے پاس یہ تاریخ ساز خاتون اپنے چھوٹے سے بچے کو رب تعالیٰ کے بھروسے پر لئے بیٹھی تھیں۔ جب بھوک اور پیاس کی شدت سے ننھے بچے نے تڑپنا شروع کیا تو ماں کی ممتا سے برداشت نہ ہو سکا اور بے اختیاری میں دو پہاڑی ٹیلوں (جسے دنیا اب ''صفا'' اور ''مروہ'' کے نام سے جانتی ہے) کے درمیان پانی کی تلاش میں چکر لگانے شروع کر دیئے۔ سات بار ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کبھی چلتی اور کبھی بھاگتی رہیں۔ اب پلٹ کر بیٹے کی طرف جو دیکھا تو ایک عجیب نظارہ تھا، بچہ شدت پیاس سے جہاں ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا، بھاگ کر وہاں پہنچیں اور بے اختیاری میں اسے کہنے لگیں ''زم زم!'' (رک جا رک جا!) اور اس کے ارد گرد ریت اور مٹی سے تہہ بناتی جاتی تھیں تا کہ پانی بہہ کر ضائع نہ ہو جائے۔ رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو رہا تھا، اب اس پانی کو قیامت تک اس خاتون کی عزیمت کی داستان کی یاد دلاتے رہنا تھا۔

اپنے عظیم المرتبت شوہر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہنستے بستے ہوئے گھر اور آبادی کو چھوڑ کر سنسان علاقے میں آ کر ''متوکلہ علی اللہ'' بن کر بیٹھ جانے والی اس خاتون کو اس کی ہجرت کی وجہ سے ''ہاجرہ'' (ہجرت کرنے والی) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سیدہ ہاجرہ کا اصل نام عبرانی زبان میں ''ہاغار'' تھا، لیکن سرزمین حجاز میں آمد کے بعد ''ہاجرہ'' کے نام سے ان کو پکارا جانے لگا۔

ایک ''غیر ذی ذرع'' بغیر کھیتی کی وادی میں پانی کا چشمہ بہتے ہوئے دیکھا تو گزرنے والے ایک قافلے نے سیدہ ہاجرہ سے پوچھا کہ کیا ہم یہاں پڑاؤ ڈال سکتے ہیں؟ سیدہ ہاجرہ نے سمجھ لیا کہ رب تعالیٰ نے یہاں شہر امن بسانے کے منصوبے کا سبب پیدا فرما لیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس قبیلے کو یہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ یہ لوگ یمن سے آئے تھے انہیں ''بنی جرہم'' کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ پہلے ارد گرد کی وادیوں میں رہتا تھا لیکن پانی کا چشمہ یہاں رواں دیکھا تو پھر یہاں آ کر آباد ہو گئے۔

شیر خوار بچہ اب بڑا ہو رہا تھا۔ یہ لڑکپن کی عمر کو پہنچا تو اللہ کے دوست کو حکم ملا کہ جاؤ اور اپنے بیٹے کو اپنے رب کے لئے قربان کر دو۔ اگرچہ یہ حکم ایک خواب کے ذریعے ملا تھا مقام نبوت ورسالت ایک اعلیٰ اور ارفع مقام ومنصب ہے کہ رسول گرامی کے خواب بھی عام انسانوں کی طرح نہیں ہو سکتے اور رسول گرامی کی ذات اقدس کا تو کیا ہی کہنا؟ کوئی بھی انسان منصب نبوت ورسالت کی ہمسری کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے فلسطین سے حجاز کا سفر اختیار کیا اور یہاں آ کر اپنے معصوم بچے سے پوچھا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہاری رائے کیا ہے؟'' بیٹے نے جواب دینے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا، بلکہ فوراً ہی ادب و احترام سے جواب دیا ''ابا جان! آپ وہی کیجئے! جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے'' والد گرامی حیران تو ہوئے ہوں گے کہ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے

Marfat.com

حکم دیا گیا ہے۔ میں نے تو صرف خواب کا ذکر کیا تھا لیکن صالح فرزند یہ بات خوب جانتا تھا کہ خلیل اللہ کا خواب کسی عام انسان کا خواب نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس لئے سر تسلیم خم کیا اور قربانی پر فوراً آمادگی کا اظہار کیا۔ یقیناً یہ فیضان نظر بھی تھا اور سیدہ ہاجرہ کے مکتب کی کرامت بھی تھی لیکن رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان لینا مقصود تھا۔ سعادت مند بچے کے گلے پر چھری چلائی گئی مگر وہ ذبح نہ ہو کر بھی ''ذبیح اللہ'' کے منصب پر فائز ہو گئے۔ اپنے والد گرامی کے فرمان پر اپنی جان کی قربانی پر آمادہ ہونے والا یہ بچہ سید الانبیاء خاتم المرسلین آقائے دو جہاں حضرت سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے خاندان کی حجاز میں ابتداء کرنے والے سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔

مکۃ المکرّمہ اب ایک بڑی آبادی کا شہر بنتا جا رہا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو چکے تھے۔ انہوں نے عربی زبان میں مہارت حاصل کر لی تھی اور بنو جرہم قبیلے کی ایک خاتون سے ان کی شادی ہو گئی تھی۔ ان کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت خلیل اللہ نے اپنے بیٹے سے ملاقات کے لئے مکۃ المکرّمہ کا سفر اختیار کیا لیکن اتفاق سے بیٹے سے ملاقات نہ ہو سکی بہو گھر میں موجود تھیں۔ انہوں نے بہو سے گھر کے حالات پوچھے تو وہ شکایت کا پلندہ لے کر بیٹھ گئیں۔ حضرت خلیل اللہ نے جاتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ اسماعیل سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ رمز شناس بیٹے نے جب یہ پیغام سنا تو اپنے والد گرامی کی منشا کو پہچان گئے۔ بیوی کو طلاق دے دی۔ دوسری مرتبہ بھی جب حضرت خلیل اللہ مکۃ المکرّمہ میں آئے تو بیٹے سے ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ اس دفعہ بہو نے بہت عزت و تکریم دی اور رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ نے یہ پیغام چھوڑا کہ اسماعیل سے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ کو تبدیل نہ کرنا بیٹے نے یہ اطمینان بخش پیغام سنا تو تسکین ہوئی کہ اس دفعہ والد محترم راضی اور خوش ہو کر ہمارے گھر سے واپس فلسطین گئے ہیں۔ تیسری مرتبہ حضرت خلیل اللہ مکۃ المکرّمہ تشریف لائے تو بیٹے سے ملاقات ہوئی سعادت مند نوجوان اور بہادر بیٹے کو دیکھ کر حضرت خلیل اللہ کو بہت خوشی ہوئی۔ جذبات کا عجیب عالم تھا، باپ بیٹا ایک لمبی جدائی کے بعد مل رہے تھے۔ باپ کو اس بات کی راحت تھی کہ جس مقصد کی خاطر اپنے خاندان کو یہاں آباد کیا تھا وہ مقصد حصول کے قریب تھا۔ بیٹا اپنے باپ کے گلے لگ کر عقیدت ومحبت کے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہا تھا۔ آج اس کا عظیم المرتبت والد اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ یہ سفر بہت یادگار سفر تھا کہ اس سفر میں حضرت خلیل اللہ نے بیٹے سے کہا کہ رب تعالیٰ کے گھر (بیت اللہ) کی تعمیر کا وقت آن پہنچا ہے۔ باپ بیٹے نے اس مقدس شہر کے وسط میں پوری انسانیت کے لئے مرکز امن ومحبت اور اطاعت وعبادت کی بنیاد رکھی اور اس گھر کی تکمیل کے بعد باپ بیٹا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوئے تو خلیل اللہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ تو ہی سب کچھ سننے والا اور تو ہی سب کچھ جاننے والا ہے۔ دعا صرف یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ آنے والی نسلوں بلکہ قیامت تک آنے والی انسانیت کی قیادت کے لئے اپنے خاندان کے عظیم المرتبت فرزند کی آمد کی بھی دعا فرمائی۔ اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی جس کا مفہوم یہ ہے:

اے ہمارے رب ان لوگوں کے لئے اپنا وہ پیغمبر مبعوث فرمانا جو ظاہری طور پر تو ان میں سے ہی ہوگا لیکن وحی کا تعلق تیرے ساتھ براہ راست ہوگا۔ وہ تیری آیات ان کو پڑھ کر سنائے گا اور جب وہ آیات بینات کی تلاوت کرے گا تو ان کو تعلیم کتاب بھی دے گا۔ انہیں حکمت و دانائی کا درس بھی دے گا اور ان کے جہالت آمیز دلوں کو ایمان کے نور سے پاک کرے گا تو ہی سب سے بہتر جاننے والا اور حکمت کا منبع و مصدر ہے۔ اس لئے جب تو چاہے گا وہ ہمارا فرزند عظیم اور تیرا عظیم الشان پیغمبر تشریف لے آئے گا۔

دعائے خلیل قبول ہوئی۔ سرور کائنات ﷺ نے خود فرمایا کہ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کی قبولیت کی دلیل ہوں۔

Marfat.com

دوسرا منظر

بیت اللہ کے زائرین مکہ مکرمہ میں جمع ہیں۔

وہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تعمیر کردہ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کے لئے اور حج کے مناسک ادا کرنے کے لئے ہر سال آتے ہیں لیکن اس دفعہ انہوں نے عجب منظر دیکھا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے لئے کھانے کا سامان اپنے ساتھ لاتے تھے لیکن اس دفعہ قبیلہ قریش کے سردار کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ حجاج کرام کے لئے کھانے کا اہتمام اس کی طرف سے ہوگا۔ سب حاجی حیرت و مسرت سے یہ اعلان سن رہے ہیں۔ سب پوچھ رہے ہیں کہ یہ نیا سردار کون ہے جس کو ہماری میزبانی کا خیال آیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ عبد مناف کا بیٹا عمرو ہے جس کو رب تعالیٰ نے مال و دولت سے بھی خوب نوازا ہے اور دل کا بھی بہت بڑا سخی ہے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے سردار قوم کے کارندے کھانے کے بڑے بڑے برتن لا رہے ہیں، ان برتنوں میں لذیذ گوشت اور شوربہ موجود ہے۔ حجاج کرام بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اب کارندے ان برتنوں میں روٹیاں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال رہے ہیں۔ سردار قوم خود اس کام کی نگرانی کر رہا ہے اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں شوربے میں ڈال رہا ہے۔ تاکہ زائرین کعبہ کو کھانا تناول کرنے میں آسانی اور سہولت ہو۔ لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں کہ یہ ''ہاشم'' یعنی ''توڑنے والا'' کون ہے، جو اس طرح نئے انداز سے روٹیاں توڑ کر اور شوربے میں ڈال کر مہمانوں کی ضیافت کا انوکھے انداز میں آغاز کر رہا ہے تو بتانے والے بتاتے ہیں کہ یہی ''توڑنے والا'' (ہاشم) ہی سردار قوم ہے جس کا نام عمرو ہے لیکن اس سردار کی مہمان نوازی کا یہ انداز لوگوں کو اتنا اچھا لگا کہ اس دن کے بعد کسی نے سردار کو اس کے اصل نام سے کم ہی یاد کیا۔

ہر کسی کی زبان پر ایک ہی نام تھا ''ہاشم'' جن سے قریش کا ہاشمی خاندان شروع ہوا۔

سردار قوم سیدنا ہاشم ہمارے آقا و مولا ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی تھے۔

Marfat.com

سردار قوم ہاشمؑ

قبیلہ قریش اپنے نامور قائد قصی کے وقت سے شہر مکہ کی قیادت و سیادت کے فرائض ادا کر رہا تھا، قصی نے خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کی سہولت کے لئے مختلف شعبے بنائے جس میں حجابت، سقایہ اور رفادہ نمایاں تھے۔

''حجابت'' کا شعبہ خانہ کعبہ کی حفاظت اور اس کے دروازہ کو کھولنے کی ذمہ داری سے متعلق تھا۔

''سقایہ'' کا شعبہ پانی پلانے کے لئے تھا، مکۃ المکرمہ میں پانی کا ایک بڑا ذریعہ زم زم تھا لیکن سقایہ کا شعبہ ایک مخصوص تالاب میں پانی جمع کر کے اس میں کھجور اور کشمش ڈال کر اسے میٹھا مشروب بنانے کے لئے سرگرم تھا تاکہ حجاج کرام کو شیریں پانی میسر ہو سکے۔

''رفادہ'' کے شعبے کے ذمہ حاجیوں کی میزبانی تھی، اس شعبے کے زیر انتظام کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ یہ کھانا سب کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ چندے کی رقم سے تیار کیا جاتا تھا اور غریب و نادار لوگوں میں یہ کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ قصی کے بعد قریش میں اختلافات نے سر ابھارنا شروع کر دیا لیکن پھر اس کے بیٹے عبد مناف کے عظیم فرزند ''ہاشم'' کی سیادت و قیادت پر سب متفق ہو گئے جنہوں نے سب سے پہلے اپنی طرف سے تمام حجاج کرام کے لئے کھانے کا بندوبست کر کے عالمگیر شہرت اور دوام حاصل کر لیا۔ ہاشم ایک عظیم المرتبت سردار ہی نہیں تھے بلکہ ایک خوشحال تاجر بھی تھے قرآن مجید نے سورۃ ''القریش'' میں ''رحلۃ الشتاء والصیف ''یعنی سردی اور گرمی کے جن دو تجارتی سفروں کا ذکر کیا ہے یہ سفر بھی ہاشم بن عبد مناف نے شروع کئے تھے، یہ سفر شام اور یمن کی طرف ہوتے تھے، ہاشم کی قیادت اور ان کی عظمت کردار کی دھوم ہر طرف تھی، اس لئے ان کی وجہ سے قریش کے قافلے جہاں بھی جاتے ان کو عزت و احترام دیا جاتا، ان کو راہزنوں اور لٹیروں کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ قوم کا قائد دیانت، امانت کا پیکر ہو تو پھر قوم کا ہر فرد امن و سکون سے رہتا ہے۔ ہاشم کی پالیسیوں کی وجہ سے پوری قوم قریش میں ایک مالی خوشحالی کا دور آ گیا۔ غربت ختم ہو گئی اور ہر طرف امن و سکون کا ماحول پیدا ہو گیا۔

وہ شام (سیریا) کے ایک تجارتی سفر کے دوران یثرب رکے، یہی وہ شہر تھا جس کو ایک دن ان کے خاندان میں پیدا ہونے والے تاریخ انسانیت کے عظیم ترین فرد کا مسکن بننا تھا جس شہر کو مدینۃ الرسول کا اعزاز حاصل کرنا تھا اور جسے ہمارے آقا و مولا کا مدفن بننے کی سعادت حاصل ہونا تھی۔ ہاشم اس شہر پہنچے تو وہاں کے لوگوں کے اخلاق و کردار سے بہت متاثر ہوئے، وہاں کا ایک نامور قبیلہ ''بنو النجار'' تھا۔ اس قبیلہ کی ایک خاتون سلمٰی بنت عمرو سے انہوں نے شادی کر لی۔ وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مکۃ المکرمہ میں آئے۔ بعد ازاں بیوی کے ہمراہ یثرب آ گئے اور کچھ عرصے کے لئے یہیں ٹھہر گئے۔ وہ دراصل شام کی طرف جا رہے تھے اس لئے جب وہ اپنی حاملہ بیوی کو ان کے میکے میں چھوڑ کر جا رہے تھے تو ان کا ارادہ یہی ہو گا کہ وہ سفر شام سے واپسی پر اپنی رفیقہ حیات کو اپنے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے شہر مکۃ المکرمہ لے کر جائیں گے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ سفر شام سے واپس ہی نہ آ سکے۔ وہ فلسطین میں تھے کہ اچانک بیماری نے آ لیا اور ''غزہ'' میں انتقال کر گئے جہاں ان کو دفن کر دیا گیا۔

ہاشم کو قوم کی سرداری کا اعزاز معزز قبائل کی حمایت کی وجہ سے ملا تھا۔ جب ہاشم کی قیادت کے لئے قبائل کی رائے لینے کے لئے مہم شروع کی گئی تو ان کے چچا زاد بھائیوں یعنی بنو عبد الدار نے بھی اپنے حلیف قبائل سے رابطہ کیا لیکن ہاشم کی صلح جو اور قائدانہ صلاحیت والی شخصیت نے پسند نہ کیا کہ ان کی سرداری کی ابتداء خونریزی سے ہو۔ وہ متفقہ طور پر قوم کے قائد بننا چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے

Marfat.com

مخالف قبیلوں نے خون سے بھرے ہوئے ایک پیالے میں ہاتھ ڈال کر یہ باہمی عہد کیا تھا کہ وہ بنو عبدالدار کی حمایت کریں گے۔ یہ ایک واضح اعلان جنگ تھا۔ ہاشم اور ان کے حلیف قبائل کی طرف سے امن کا پیغام تھا۔ ہاشم کا ساتھ دینے والے قبائلی سرداروں نے خوشبو سے بھرے ہوئے پیالے میں ہاتھ ڈال کر ہاشم کی حمایت کا اعلان کیا۔ مشک وعنبر سے لبریز برتن میں ہاتھ ڈال کر خوشبو بھرے ہاتھوں سے ہاشم کی قیادت کو تسلیم کرنے والے فی الحقیقت مکۃ المکرمہ کے شہریوں اور قبائل کے افراد کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اب امن وسکون اور راحت وآرام کا دور شروع ہونے والا ہے۔ ہاشم نے فیصلہ کیا کہ وہ مطلق العنان اور کلی طور پر اختیارات کے مالک سردار کی بجائے مشترکہ قیادت کے تصور کو رائج کریں گے۔ اس وقت مکۃ المکرمہ میں مختلف شعبے اور ادارے کام کر رہے تھے، باہمی صلاح مشورے سے یہ ادارے عبد مناف کے بیٹوں اور عبدالدار کے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ فیصلہ ہوا کہ ''حجابۃ'' یعنی بیت اللہ کی پاسبانی کا فریضہ عبدالدار کے بیٹوں کو دے دیا جائے، یعنی خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کا شرف ان کو حاصل ہوگا۔ وہی اس کی خدمت کریں گے اور کلید برداری بھی۔ اس کے علاوہ لواء یعنی جنگ کا پرچم بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا۔ قوم کے سردار ہاشم اور ان کے بھائیوں کے ذمہ قیادہ کے علاوہ رفادہ یعنی حاجیوں کی میزبانی اور سقایہ یعنی انہیں پانی فراہم کرنا کی خدمات دی گئیں۔ ہاشم نے حجاج کرام کی خدمت کا وہ منفرد اور اچھوتا اسلوب اختیار کیا کہ لوگ ان کے اصل نام کو بھول کر ''ہاشم'' کہنے لگے اور یہ نام اولاد رسول کریم کی بھی پہچان بن گیا ہے۔

Marfat.com

تیسرا منظر

بارہ سال کا ایک بچہ یثرب کے باہر مکہ سے آنے والے مسافر کا راستہ دیکھ رہا ہے، اس کو اس مسافر کا کئی دنوں سے انتظار تھا۔ اس کو جب سے معلوم ہوا کہ اس کا باپ مکۃ المکرمہ کا سردار قوم تھا اور یثرب سے گزرتے ہوئے اس نے اس کی ماں سے نکاح کر لیا تھا اور چلا گیا اور پھر واپس نہیں آ سکا کیونکہ موت نے اس کو واپس آنے کی مہلت نہ دی تھی تو وہ ہمیشہ اپنی ماں سے پوچھا کرتا کہ وہ کب اپنے والد کے شہر جائے گا اور ان کے خاندان کے لوگوں سے ملے گا۔ بیوہ ماں اس خوبصورت بچے کو تسلی دیتی کہ وہ دن ضرور آئے گا اور وہ اپنے باپ کے شہر ضرور جائے گا۔ اس بچے کے سر کے بالوں کے اندر بچپن سے ہی سفیدی تھی جو اس کو دوسرے بچوں سے ممتاز کرتی تھی۔ اس وجہ سے اس کی ماں نے اس کا نام ''شیبہ'' (بوڑھا) رکھا تھا اور بہت محبت وحفاظت سے اس کی پرورش کی تھی۔ بچہ بڑا ہوا تو یہ خبر مکہ مکرمہ پہنچی کہ ہاشم کا ایک بیٹا ''یثرب'' میں موجود ہے۔ ہاشم کے بھائی مطلب کو جب اپنے مرحوم بھائی کی آخری نشانی کی خبر ملی تو وہ یثرب جا کر بچہ کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بچے کو معلوم ہوا کہ اس کا چچا اس کو لینے کے لئے مکہ سے آ رہا ہے کو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ شیبہ اب مکہ مکرمہ سے آنے والے مسافروں کی راہ دیکھا کرتا۔ وہ مکہ جانے کے لئے بے تاب تھا۔ اسے دور سے اونٹ پر مکہ سے آنے والا مسافر نظر آیا تو وہ فرط محبت سے اس جانب چل پڑا۔ چچا مطلب کی نظر جب اس بچہ پر پڑی تو دل نے گواہی دی کہ یہی میرے بھائی ہاشم کا خون ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی۔ بڑھ کر بچے کو سینے سے لگایا اور پھر یہ یتیم بچہ اپنے چچا کی سواری میں اس کے پیچھے بیٹھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماں نے چچا مطلب کی درخواست کے بعد بڑی مشکل سے اپنے لخت جگر کو مکہ جانے دیا۔ وہ اپنے مرحوم شوہر کی یاد سینے سے لگائے جی رہی تھیں اور یہی بچہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مستقبل کی امید تھا۔ شیبہ نے بھی چچا کو بتا دیا تھا کہ وہ مکہ مکرمہ صرف اس شرط پر جائے گا اگر ماں نے اجازت دے دی۔ چچا نے بات ہی ایسی کہہ دی کہ ماں کو اجازت دینا ہی پڑی۔ چچا نے کہا تھا کہ بھابھی جان! آپ اس بچے کو میرے ساتھ جانے دیجئے کیونکہ اس نے سربراہ قوم بننا ہے اور اللہ کے حرم کی خدمت کرنی ہے۔ ماں نے اپنے دل کو تسلی دے لی۔ بچہ چچا کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

شہرِ امن کا قائد، عبد المطلب

مکہ مکرمہ کی قیادت ہاشم کے بعد مطلب کے حصہ میں آئی تھی۔ مطلب جب اپنے یتیم بھتیجے شیبہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگ سمجھے کہ یہ لڑکا شاید مطلب کا غلام ہے جسے وہ ''یثرب'' سے لائے ہیں اور اس طرح سے شیبہ کا نام ''عبد المطلب'' پڑ گیا۔ اگرچہ مطلب نے وضاحت کر دی کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ ہاشم کا بیٹا، لیکن جب ایک دفعہ کوئی نام مشہور ہو جائے تو زبان زد عام و خاص ہو جاتا ہے اور ہر کسی کی زبان پر آ جاتا ہے۔ جس طرح شیبہ کے والد عمرو کو لوگ ان کی دعوتوں کی انفرادیت کی وجہ سے ''ہاشم'' کہنے لگے تھے اسی طرح وہ شیبہ کو مطلب کا غلام یعنی ''عبد المطلب'' کہنے لگے۔ یہی عبد المطلب میرے آقا حضور اکرم ﷺ کے مقدس دادا ہیں ان کے چچا مطلب نے اس قدر محبت سے ان کی پرورش کی اور قوم کی قیادت کے لئے ان کی تربیت کی جس کی وجہ سے انہوں نے بھی عبد المطلب کہلانے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ان میں اپنے عظیم والد اور چچا کی قائدانہ صلاحیتوں کا عظیم ملاپ اور حسن تھا۔ عبد المطلب کے دوسرے چچا عبد شمس اور نوفل تھے۔ عبد شمس تو ان کے والد کے جڑواں بھائی تھے صرف یہی نہیں بلکہ ہاشم کا پاؤں عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑا ہوا تھا، جس کو کاٹ کر علیحدہ کرنا پڑا۔ یعنی اس زمانے میں بھی ایسے طبیب موجود تھے جو اس طرح کی نازک جراحی (آپریشن) کے ماہر تھے۔

عبد شمس اور اس کی اولاد ہاشم کی قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے بغض کینہ اور حسد رکھتی تھی۔ عبد شمس کا بیٹا امیہ تو بہت بڑا حاسد تھا اور علی الاعلان ہاشم سے اپنی نفرت اور بغض کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ امیہ ہمیشہ اس بات سے جلتا رہتا تھا کہ ہاشم نہ صرف قوم کا سردار ہے بلکہ وہ بہادر بھی ہے اور اعلیٰ درجہ کا خطیب بھی۔ وہ اپنے چچا ہاشم کو چڑانے کے لئے اور ان سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے کے لئے کہا کرتا تھا کہ میں تم سے بہتر خطیب اور عالم ہوں بالآخر ہاشم نے اس کا چیلنج قبول کیا اور کہا کہ اگر وہ کمتر ثابت ہو جائے تو اس کو پچاس اونٹنیوں کو ذبح کرنا پڑے گا اور دس سال کے لئے مکہ چھوڑنا پڑے گا۔

امیہ نے ہاشم جیسی عظیم الشان شخصیت سے کب جیتنا تھا؟ ہار اس کے مقدر میں لکھی تھی۔ وہ ہاشم سے ہار کر اور پچاس اونٹنیوں کا جرمانہ ادا کر کے مکہ سے چلا گیا اور شام میں رہا، اس کے خاندان کے ایک فرد یزید نے شام سے ہی حکومت کرتے ہوئے نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان کے افراد کو دردناک انداز سے شہید کرایا تھا۔ مطلب کی وفات کے بعد پوری قوم نے متفقہ طور پر ''شیبہ'' یعنی عبد المطلب کو قوم کا سردار چنا اور سچ تو یہ ہے کہ عبد المطلب نے جس طرح قریش کی سرداری کا حق ادا کیا اس کی مثال نہیں ہے۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ جو عزت و احترام اور جو مرتبہ و مقام عبد المطلب کو قریش مکہ کے اندر نصیب ہوا وہ ان سے پہلے کسی اور سردار کو نصیب نہ ہو سکا۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ بڑے لوگوں کو بڑی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عبد المطلب نے قوم کی سیادت و قیادت کا منصب سنبھالا تو ان کے چچا نوفل نے عبد المطلب کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں عبد المطلب حجاج کرام کی میزبانی کیا کرتے اور ان کو پانی پلانے کا اہتمام کرتے تھے۔ عبد المطلب نے مکہ مکرمہ میں قریش اور دیگر قبائل سے مدد چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تمہارا خاندانی جھگڑا ہے ہم اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ عبد المطلب مکہ والوں سے مایوس ہوئے تو انہوں نے ''یثرب'' میں اپنے ماموں کو مدد کے لئے خط لکھا۔ آپ کے ماموں ابو سعد بن عدی النجار نے آپ کا اشعار سے مزین خط پڑھا تو بھانجے کی مدد کے لئے اسی جاں نثاروں کے ساتھ

Marfat.com

مکہ کی طرف چل پڑے۔ مکہ پہنچتے ہی وہ نوفل کی تلاش میں نکلے اور اسے وہاں جا لیا جہاں وہ قریش کے سرداروں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ انہوں نے اپنے بھانجے سے کہا تھا کہ وہ اس وقت تک بھانجے کے گھر نہیں جائیں گے جب تک وہ نوفل سے مل نہیں لیں گے۔ نوفل نے ابو سعد کو مسلح افراد کے ہمراہ دیکھا تو گھبرا گیا۔ ابو سعد نے تلوار بے نیام کی اور نوفل کو بتا دیا کہ رب تعالیٰ کی قسم اگر تم نے میرے بھانجے کی جائیداد نہ لوٹائی تو اسی تلوار سے تیرا خاتمہ کر دوں گا۔ نوفل نے موت سر پر منڈلاتی ہوئی دیکھی تو قریش کے رؤسا کے سامنے عبدالمطلب کی ساری جائیداد واپس کرنے کی حامی بھر لی۔

لیکن دل کا بغض کہاں ختم ہوتا ہے۔ حسد کی آگ ایک دفعہ جل جائے تو اس کا بجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بظاہر یہ آگ بجھ بھی جائے تو اس کی چنگاریاں کہیں نہ کہیں سلگتی رہتی ہیں اور ان چنگاریوں سے حاسد انسان خود اپنے آپ کو سلگاتا رہتا ہے۔ نوفل کو پتہ تھا کہ عبدشمس کے بیٹے بھی ہاشم کے اس لختِ جگر عبدالمطلب سے نفرت کرتے ہیں۔ عبدشمس کے بیٹوں میں سے ''امیہ'' کی نفرت کو تو تاریخ کے صفحات کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔ ''بنوامیہ'' کے بعض حکمرانوں کی خاندان رسالت سے نفرت ہر کسی پر واضح اور عیاں ہے۔

نوفل نے امیہ کے ساتھ مشترکہ محاذ بنالیا اور اس اتحاد کا مقصد ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کے خلاف مشترکہ مہم چلانا تھی۔ ان کو اس بات سے جلن ہوئی کہ یہ اچانک یثرب سے یہاں مکہ کیسے آ گیا اور پھر کس طرح مقبول عوام وخواص بن کر قائد منتخب ہو گیا، بلاشبہ عبدالمطلب قائد ابن قائد تھے۔ وہ بچپن میں جب نشانہ بازی کیا کرتے تھے تو فخریہ انداز میں اپنی کامیابی کا ذکر یوں کرتے تھے کہ میں ہاشم کا بیٹا ہوں جو وادی بطحا کا سردار تھا۔ وادی بطحا کے سردار ہاشم کے اس بیٹے کے حصے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمت لکھ رکھی تھی کہ جس کی وجہ سے اس کا اعزاز اور مرتبہ دیگر سرداروں سے بلند ہونا تھا۔ انہیں سید الاولین و آلاخرین سرور کائنات ﷺ کا دادا بننا تھا۔ انہیں زم زم کے پانی کے کنواں کو دوبارہ کھولنا تھا اور اس مقدس پانی سے لوگوں کو سیراب کرنا تھا۔ زم زم کا کنواں ایک طویل عرصے سے بند پڑا تھا۔ قبائلی لڑائیوں کی وجہ سے مکہ کے قدیم باشندوں یعنی بنی جرہم نے اس کنویں کو مکہ سے جاتے ہوئے مٹی سے ڈھانپ دیا تھا تاکہ ان کو جلاوطن کرنے والے بنوخزاعہ اس پانی سے استفادہ نہ کر سکیں۔ سینکڑوں برس گزر گئے اور لوگ زم زم کو بھول گئے تھے کہ ایک دن حرم کعبہ میں حطیم کے اندر آرام کرتے ہوئے عبدالمطلب کو خواب میں حکم ہوا کہ وہ چاہ زم زم کی دوبارہ کھدائی کریں اور حاجیوں کو اس کا پانی پلانے کا انتظام کریں۔ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کی مدد سے بتلائی گئی جگہ پر کنواں تلاش کر لیا تو قریش کے دیگر لوگوں نے بھی اس مہم میں حصہ لینے کا ارادہ کیا لیکن یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کے مقدر میں لکھی تھی اس لئے آپ نے کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا۔ جھگڑالو لوگوں نے اس بات پر فتنہ وفساد کھڑا کرنا چاہا تو فیصلہ ہوا کہ بنوسعد کی ایک کاہنہ عورت سے اس کے متعلق فیصلہ لیتے ہیں!۔

عبدالمطلب دیگر لوگوں اور اپنے حامیوں کے ہمراہ اس سفر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں پانی کا ذخیرہ ختم ہوا۔ قریب تھا کہ پانی کی کمی کی وجہ سے قافلے کے لوگ پیاس کی حالت میں فوت ہو جائیں کہ جدامجد مصطفیٰ ﷺ کے اونٹ کے پاؤں کی ٹھوکر سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ برآمد ہو گیا۔ اس حیرت انگیز منظر کو تائید خداوندی سمجھتے ہوئے مخالفین نے زم زم کی کھدائی میں اپنے حصے پر اصرار ترک کر دیا اور مکہ لوٹ آئے اور اس طرح زم زم کی کھدائی اور اس کے پانی کی تقسیم رسول کریم ﷺ کے دادا جان کے حصے میں آئی۔ زم زم کے کنویں کا برآمد ہونا اور یہ اعزاز عبدالمطلب کو حاصل ہونا عبدالمطلب کی قیادت کی ہمہ گیر شہرت کا سبب بن گیا۔

ایک اور تاریخ ساز واقعہ جس نے تاریخ انسانیت میں عبدالمطلب کو خصوصی امتیاز عطا کر دیا ہے وہ بیت اللہ پر ابرہہ کے لشکر کے حملے کے وقت ان کا عزیمت واستقامت سے لبریز قائدانہ کردار ہے ''بیت اللہ'' کی وجہ سے مکۃ المکرمہ کو جزیرۃ العرب میں جو اہمیت اور خصوصیت حاصل تھی اس سے یمن کا حکمران ابرہہ دل میں کڑھتا تھا۔ مکۃ المکرمہ صرف ایک شہر ہی نہیں تھا بلکہ اسے ''ام القریٰ'' یعنی تمام شہروں کی اصل

Marfat.com

اور ماں کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ جابر اور ظالم حکمرانوں کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے سے منسوب ہر چیز کی عزت و توقیر کروانے کے خبط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جس شہر میں رہتے ہیں اس کو بھی خصوصی مقام دلانا چاہتے ہیں۔ یہی ابرہہ نے چاہا تھا، اس نے یمن کے شہر ''صنعا'' میں ایک بہت بڑا کلیسا بنوایا۔ اس کی خواہش تھی کہ لوگ بیت اللہ کی زیارت کی بجائے یہاں آیا کریں لیکن ایسا کیسے ممکن تھا؟ شعائر اللہ کا ادب و احترام تو خالق کائنات کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ کوئی کسی کو اس کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ ابرہہ کے بنوائے ہوئے کلیسا میں جب غلاظت پھینکی گئی تو اس کو پتہ چل گیا کہ حجاز کے ایک قبیلہ بنو کنانہ کے ایک فرد کی طرف سے یہ جسارت کی گئی ہے اس لئے اس کا انتقام لینے کے لئے ابرہہ نے مکۃ المکرّمہ پر حملہ کرنے اور (معاذ اللہ) بیت اللہ کو مسمار کرنے کی غرض سے لشکر کشی کی۔ وہ مکۃ المکرّمہ کے نواح میں وادی محسر میں پہنچا جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہے تو رب تعالیٰ کی فوج کا ایک دستہ پرندوں کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ چھوٹے پرندے جو چڑیوں کی طرح تھے اور جن کو ''ابابیل'' کہا گیا وہ اپنی چونچ اور دونوں پنجوں میں تین کنکریاں لئے ہوئے تھے یہ کنکریاں تباہی کا سبب بن گئیں۔ اگرچہ بظاہر یہ ''حجارۃ من سجیل'' تھیں لیکن یہ جہاں جہاں گرتی تھیں جسموں کو کاٹنا شروع کر دیتی تھیں اور اس طرح ابرہہ کی فوج جانوروں کے کھائے ہوئے بھس کی طرح تہس نہس ہو گئی۔

ابرہہ مکہ کے باشندوں کو ڈرانے کے لئے ہاتھیوں کو ساتھ لایا تھا لیکن یہ ہاتھی بھی اپنے رب کے مقدس گھر کی عظمت سے آگاہ تھے ہاتھیوں کے دستے کے سردار کو کعبۃ اللہ کی طرف حملے کے لئے دوڑایا جاتا تو وہ بیٹھ جاتا دوسری سمت چلنے کے لئے کہا جاتا تو وہ دوڑ پڑتا تھا اس نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا۔ اس طرح نہ ہاتھیوں کا دستہ آگے کی طرف بڑھ سکا اور نہ ہی ابرہہ اور اس کی فوج کا ناپاک منصوبہ کامیاب ہو سکا۔ وہ بیت اللہ کی طرف جانے سے پہلے ہی ملیامیٹ ہو گئے۔ یہ واقعہ ولادت مصطفیٰ ﷺ سے تقریباً دو ماہ پہلے محرم الحرام کے مہینے میں ہوا تھا۔ یہ اس قدر اہم اور تاریخ ساز واقعہ تھا کہ عربوں نے اس واقعہ کی نسبت اور ہاتھیوں کی فوج کے حوالے سے آنے والے سالوں کو ہاتھیوں کے سال (عام الفیل) کے عنوان سے منسوب کر دیا۔ اس حملے کے دوران مکہ کے باشندوں نے یہ حکمت عملی اپنائی کہ ابرہہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی بجائے شہر کے اردگرد پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں چھپ گئے اور جب رب تعالیٰ کے انتقام و عذاب کے بعد ابرہہ اور اس کا لشکر بھاگ گئے تو مکہ کے شہری پہاڑوں اور گھاٹیوں سے اتر کر واپس اپنے اپنے گھروں میں آ گئے۔ ابرہہ نے مکہ مکرمہ پر حملے سے قبل عرب کے دیگر قبائلی سرداروں سے بھی چھیڑ چھاڑ کیں اور اس کو بعض کامیابیاں نصیب ہوئیں جس سے اس کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس نے سوچا کہ وہ آسانی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر کعبۃ المشرفہ کو منہدم کر دے گا۔ اس کی فوج نے مکہ کے باشندوں کا حوصلہ جانچنے اور ان کے جنگی عزائم کا اندازہ لگانے کے لئے مکہ کے باشندوں کے تہامہ کی وادیوں میں چرنے والے اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں ہانک کر اپنے ساتھ لے گئے ان میں دو سو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی تھے۔ ابرہہ نے شہر کے قائد عبدالمطلب سے ملاقات کے لئے اپنے نمائندے حباطہ الحمیری کو بھیجا اور اس کو ہدایات دیں کہ اگر وہ ہمارے مقابلہ اور مزاحمت پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں آگاہ کر دو کہ مکہ کے باشندوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی کیونکہ ہمارا ارادہ صرف بیت اللہ کی عمارت کو گرانے کا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے واضح کر دیا کہ ان کا ارادہ مقابلہ کرنے کا نہیں رب کعبہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بعد ازاں وہ اپنے اور دیگر لوگوں کے اونٹوں کا مطالبہ لے کر ابرہہ سے ملنے تشریف لے گئے۔ ابرہہ نے ان کی بہت عزت و تکریم کی اور خود ان کے ساتھ قالین میں آ کر بیٹھ گیا۔ گفتگو شروع ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ کو اس بات پر حیرانی ہوئی اور اس نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ آپ شہر کی حفاظت اور بیت اللہ کی عزت کے حوالے سے بات کریں گے جس کو میں گرانے کے لئے آیا ہوں اس پر آپ نے وہ فقرہ کہا جو رہتی دنیا تک اہل ایمان کو حضرت عبدالمطلب کے یقین کامل کی یاد دلاتا رہے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اونٹوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا اللہ مالک ہے اور مجھے یقین ہے کہ اپنے گھر کی وہ حفاظت کریگا اور ایسا ہی ہوا۔

Marfat.com

اس وقت تو ابرہہ طنزیہ انداز میں ہنس پڑا۔ غرور اور تکبر آمیز لہجے میں بولا۔ کوئی بھی کعبہ کو میرے حملے سے بچا نہیں سکتا لیکن چشم عالم نے یہ عبرت آمیز منظر دیکھا کہ اس کی فوج کے افراد کے اعضاء کٹ کر گرتے رہے اور سارے فوجی ایک دوسرے پر گرتے رہے اور تڑپ تڑپ کر مرتے رہے۔ ابرہہ وہاں سے بھاگ نکلا لیکن اس کے لئے عذاب کا دورانیہ طویل تھا۔ اس کے جسم کا گوشت آہستہ آہستہ گل سڑ کر جسم سے علیحدہ ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ صنعاء واپس پہنچنے تک صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں پھر اس کا سینہ پھٹا اور بیت اللہ کو گرانے کا ارادہ رکھنے والا ذلت آمیز موت مر گیا۔ مکۃ المکرّمہ کے باشندوں پر آنے والی اس مصیبت اور امتحان کے وقت سردار شہر عبدالمطلب کی قائدانہ صلاحیتیں اور نکھر کر سامنے آ گئیں۔ انہوں نے جذبات میں آ کر طیش اور غصے سے لبریز کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے اپنی قوم کو محفوظ کر لیا۔ حتیٰ کہ وہ ابرہہ جیسے ظالم اور سفاک حکمران کے دربار تک باوقار انداز میں پہنچے اور اس سے اپنے اور قوم کے دیگر افراد کے مویشی واپس لا کر اپنی بہترین حکمت عملی کا مظاہرہ کیا اور رب کعبہ کے گھر کی حفاظت رب تعالیٰ پر چھوڑ دی۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے قوم کے افراد سے تو یہ کہا کہ وہ حفاظت کے نکتہ نظر سے شہر کو چھوڑ کر محفوظ پناہ گاہوں میں چلے جائیں لیکن خود وہ حرم پاک میں موجود رہے۔ لوگ ان کو خطرے کے پیش نظر شہر چھوڑ کر آ جانے پر اکساتے رہتے لیکن انہوں نے فرمایا: کہ میں اللہ تعالیٰ کے حرم سے نہیں نکلوں گا۔ نہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے عزت کا طلبگار ہوں اور نہ اس کی رضا کے بدلے کسی اور چیز کی خواہش رکھتا ہوں۔ جرأت واستقامت کے پیکر عبدالمطلب حرم پاک میں رہ کر رب تعالیٰ کی نصرت کے لئے دعائیں کرتے رہے۔

حضرت عبدالمطلب صرف رئیس بلد ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک عابد شب زندہ دار صالحیت اور تقویٰ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں بلکہ آپ سے وسیلے سے مانگی گئی دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کرتی تھیں۔ قحط کے دوران بارش کے لئے دعا آپ کے وسیلے سے کی جاتی تھی اور اس کی برکت کی وجہ سے رب تعالیٰ کی رحمت سے ابر کرم برس پڑتا تھا۔

Marfat.com

چوتھا منظر

لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو بیت اللہ کے قریب جمع ہے۔ سب لوگ حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک باوقار بوڑھا جس کے چہرے سے نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اپنے نوجوان بیٹے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر لے جا رہا ہے دوسرے ہاتھ میں چھری ہے، وہ اس چھری سے اپنے نوجوان بیٹے کو سب کے سامنے ذبح کر دے گا۔ یہ نوجوان اپنے سب بھائیوں میں سے سب سے زیادہ خوبرو اور سعادت مند ہے، اس کی جوانی ایک مثال بن چکی ہے، نوجوان لڑکیاں اس کو محبت وچاہت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور اس سے شادی کرنے کی آرزو رکھتی ہیں لیکن وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ شہر بھر میں اپنی حیاء اور شرمیلے پن کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔ اب لوگ اپنی سانسیں روکے یہ منظر دیکھ رہے ہیں کہ اس نوجوان بیٹے کو اس کا باوقار بوڑھا باپ ذبح کرنے جا رہا ہے۔ بڑے بوڑھے اس کے باپ سے التجائیں کر رہے ہیں کہ اپنا فیصلہ بدل لو، ایک لمحے کے لئے رک جاؤ، حسن صورت اور سیرت کے اس پیکر بیٹے کو ذبح نہ کرو، نوجوان حسرت سے دیکھ رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کوئی والد کو اپنے اس بیٹے کے ذبح کرنے سے روک دے۔

بڑی عمر کی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں اپنے گھروں کے بالا خانوں اور دریچوں سے المناک کیفیت سے یہ سب کچھ دیکھ رہی ہیں۔ خواتین اس نوجوان کی زندگی بچانے کے لئے اپنے اپنے مردوں کو نوجوان کے بوڑھے باپ کو بیٹے کو ذبح کرنے سے باز آنے پر آمادہ کرانے کے لئے کہہ رہی ہیں۔ لڑکیاں حسرت ویاس کی تصویر بنی ہوئی ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی ڈھلک رہے ہیں، بچے حیرت سے دیکھے جا رہے ہیں لیکن پرعزم بوڑھا اپنے نوجوان بیٹے کو ذبح کر کے اپنی نذر پورا کرنے پر آمادہ نظر آ رہا ہے، وہ کسی کی بات کو خاطر میں نہیں لا رہا، وہ اپنے ارادے میں پختہ اور اپنے فیصلے میں اٹل نظر آتا ہے۔ اس نے منت مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دس بیٹے دیئے تو وہ ان میں سے ایک کو جس کے نام کا قرعہ نکلے گا اللہ کی راہ میں ذبح کر دے گا۔ اب چونکہ دس بیٹے کڑیل جوان ہو گئے ہیں اس لئے وہ اپنی منت پوری کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اور قرعہ فال سب سے چہیتے اور خوبرو بیٹے کے نام نکلا ہے لیکن وہ اپنے رب سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ اس کا دل رنجیدہ ہے لیکن وہ نذر کے وعدے کی خلاف ورزی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اپنا چھوٹا بیٹا ہر باپ کی طرح اس بوڑھے باپ کو بھی بے حد عزیز ہے لیکن وہ رب تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو کس طرح توڑے، یہ تو ممکن ہی نہیں۔ نوجوان کے ننھیال والوں کو بھی خبر ہو گئی تھی وہ بھی منت سماجت کر رہے ہیں کہ تاکہ بوڑھے باپ کو ارادہ بدلنے پر آمادہ کر سکیں۔ اتنے میں نوجوان کا ایک بڑا بھائی آگے بڑھا اور ادب و احترام کے ساتھ اپنے عظیم المرتبت والد کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور تجویز دی ابا جان! کوئی ایسا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی نذر بھی پوری ہو جائے اور ہمارے پیارے بھائی کی جان بھی سلامت رہے؟

وہ کیسے؟

بوڑھے باپ نے حیرت سے اپنی آنکھیں بڑے بیٹے کی طرف گاڑ دیں۔ ہم مشہور خاتون عرافہ کے پاس چلتے ہیں اور اس سے اس کا حل دریافت کرتے ہیں۔ بیٹے کی اس تجویز پر باپ گویا ہوا لیکن میں اپنی نذر کا کیا کروں؟

ابا جان! اس کی فکر نہ کیجئے! کوئی ایسا حل نکل آئے گا کہ آپ کا رب تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ بھی ایفا ہو جائے گا۔

اب باپ اپنے دیگر بیٹوں کے ساتھ عرافہ کے پاس جاتا ہے اور یہ معاملہ اس کے سامنے رکھا جاتا ہے، دانش و حکمت والی یہ عورت اس

Marfat.com

مسئلہ کا آسان حل تجویز کرتی ہے، سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

سب ہی حرم کعبہ کے صحن میں واپس آتے ہیں، اب قرعہ اندازی عبداللہ کے نام اور دس اونٹوں کے درمیان ہوتی ہے کیونکہ ایک شخص ک
خون بہا دس اونٹ ہیں، یعنی دس اونٹوں کی قربانی کے عوض نوجوان بیٹے کو ذبح ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

ہجوم حیرت سے قرعہ اندازی کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے، نتیجہ سامنے آتا ہے اور سب کے چہرے ایک دفعہ پھر غمناک ہو جاتے ہیں۔
قرعہ فال پھر نوجوان کے نام نکل آیا۔ باپ نے دس اونٹ اور بڑھا دیئے اور دوبارہ قرعہ اندازی کی گئی، مجمع پر سکوت کی کیفیت طاری ہے۔
دیکھئے اب کیا نتیجہ نکلتا ہے، ایک دفعہ پھر نوجوان کا نام نکل آیا۔ لیکن باپ نے ہمت نہ ہاری اور دس اونٹ اور بڑھا دیئے۔ قرعہ بار بار بیٹے کے
نام پر نکلتا رہا اور والد اپنے چہیتے اور خوبرو بیٹے کی جان کے بدلے دس دس اونٹ بڑھاتا رہا، حتیٰ کہ سو اونٹ کے بدلے بیٹے کی جان بچ گئی
کیونکہ اب قرعہ فال اونٹوں کے نام پر نکل آیا تھا۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بج گئے۔ چہرے مسرت سے کھل اٹھے اداس ماحول فرحت و
انبساط سے لبریز ہو گیا۔ باپ نے سو اونٹ ذبح کئے اور اسے انسانوں اور جانوروں کے لئے وہیں چھوڑ دیا جس کا جتنا جی چاہا اپنی مرضی کا
گوشت حاصل کیا اس دن ہر طرف اس نوجوان کی زندگی اور پرعزم والد کی استقامت کے چرچے تھے۔ شہر مکہ میں اپنے سب سے چھوٹے
بیٹے کی قربانی پر آمادہ یہ والد حضرت عبدالمطلب تھے اور ذبح ہونے کے لئے اپنے والد کے ساتھ بخوشی آنے والے میرے آقا حضور ﷺ
کے والد گرامی حضرت عبداللہ تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے جس بیٹے نے والد کو ذبح کرنے سے رکنے پر آمادہ کیا تھا وہ حضرت ابوطالب تھے،
جنہیں آنے والے وقتوں میں سرور کائنات کے مربی اور مشفق چچا کا تاریخ ساز کردار ادا کرنا تھا۔

Marfat.com

بے مثال نوجوان، عبداللہ

اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے عبداللہ اپنے دیگر نو بھائیوں کے منظور نظر اور چہیتے تھے۔ ان کے دوسرے بھائیوں کے نام حارث، زبیر، ابوطالب، حمزہ، ابولہب، حجل، عبدالکعبہ، صنعار اور عباس تھے۔ عبداللہ اس دن ذبح ہونے جا رہے تھے لیکن قدرت کو انہیں بچانا منظور تھا۔ انہیں پھر بھی ''ذبیحوں'' کہا جانے لگا، فخر دو جہاں ﷺ نے تحدیث نعمت کے لئے ارشاد فرمایا کہ میں دو ذبیحوں کی اولاد میں سے ہوں۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے نور نظر عبداللہ کی شادی کرنے کا ارادہ کیا تو بہت سی نامور اور خوبرو خواتین نے رشتہ ازدواج قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ وجہ صاف ظاہر ہے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں آمد مصطفیٰ کا نور اپنی کرنیں بکھیرتا تھا اور حضرت عبداللہ کا چہرہ رشک قمر تھا لیکن حضرت عبداللہ نے ہر بار یہی فرمایا کہ میں اپنے والد گرامی کے فیصلے کو ترجیح دوں گا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے اس سعادت مند فرزند کے لئے قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبدامناف بن زہرہ کی صاحبزادی ''آمنہ'' کا رشتہ مانگا۔ زہرہ خاندان کے سردار نے جب قریش کے سردار کو اپنے گھر اپنے خوبرو اور سعادت مند بیٹے کے لئے رشتہ مانگنے کی بات سنی تو خوشی سے کھل اٹھے اور رشتہ طے ہو گیا۔

سرور کائنات کے والدین کا رشتہ طے ہو رہا تھا، سردار قریش کے بیٹے کا نکاح سردار زہرہ کی بیٹی سے ہونے جا رہا تھا جن کے پاکیزہ ملاپ سے سردار انسانیت نے جنم لینا تھا۔

شادی کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنے خاندانی پیشہ تجارت میں دلچسپی لینا شروع کر دی شہر مکۃ المکرمہ تو وادی غیر ذی ذرع میں بسایا گیا تھا لیکن حرمت اور عزت والے گھر کی نگہبانی اور پاسبانی کے عوض قریش مکہ کو پورے عرب میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کے تجارتی قافلے بلاخوف وخطر سردیوں اور گرمیوں میں سفر جاری رکھتے اور کوئی رہزن اور کوئی لٹیرا ان کے مال و دولت کو بری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اور نہ ہی اسے چھیننے کی جسارت کرتا۔ صحرائی قزاقوں کے اس دور میں یہ ایک بہت بڑی نعمت تھی جو بیت اللہ کی خدمت کے عوض قریش کو حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے ہوئے تھے کہ راستے میں بیمار پڑ گئے۔ شام سے واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ میں (جو اس وقت یثرب تھا اور جس کو بعد ازاں شہر نبی کا اعزاز حاصل ہونا تھا)، پہنچ کر حضرت عبداللہ کا سفر آخرت کا وقت آن پہنچا اور اس بے مثال نوجوان نے پچیس سال کی عمر میں اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ رحمت کائنات در یتیم کو ابھی اس کائنات میں تشریف لانا تھا کہ ان کی والدہ محترمہ بیوہ ہو گئیں کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو یتیم پیدا کر کے دنیا بھر کے یتیموں کے لئے مونس اور غمگسار بنانا تھا۔

Marfat.com

پانچواں منظر

رات کا وقت ہے، شہر مکہ میں دن بھر کی مصروفیات کے بعد لوگ مختلف جگہوں پر محفلیں سجا کر بیٹھے ہیں، کہیں شعر وشاعری کا دور چل رہا ہے کہیں محبوب کے وصل وفراق پر مبنی اشعار پڑھے جا رہے ہیں اور کہیں رزمیہ شاعری لوگوں کے خون کو گرما رہی ہے، کسی محفل میں کوئی اپنی فصاحت وبلاغت سے سامعین کو مسحور کر رہا ہے، کسی جگہ علم الانساب کا کوئی ماہر لوگوں کے شجرہ نسب اوران کی خاندانی خصوصیات کو بیان کر رہا ہے، کہیں کوئی کاہن مستقبل کے حالات کی تصویر کشی اپنے انداز میں کر رہا ہے۔

ایک خوشحال تاجر جو یہودی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور تجارت کی غرض سے یہاں آیا ہوا ہے بے چینی سے ادھرادھر گھوم رہا ہے اور بالآخر ایک محفل میں جا پہنچتا ہے جہاں سمجھدار لوگ شہر کے امور پر گفتگو کر رہے ہیں۔

''کیا اس شہر میں آج رات کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے!'' یہودی تاجر کے اس سوال پر سب ہی چونک پڑتے ہیں۔ بڑا ہی عجیب اور غیر متوقع سوال ہے، حاضرین کی نظریں سوال پوچھنے والے پر جم جاتی ہیں۔ پھر لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ اس نے یہ سوال کیوں کہا ہے؟

اتنے میں ایک آدمی جواب دیتا ہے، ''رب کعبہ کی قسم! ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں ہے''۔لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟

''اللہ اکبر!'' یہودی حیرت سے نعرہ تکبیر بلند کرتا ہے۔

''تم ذرا اپنے اپنے خاندان والوں سے دریافت تو کرو''۔

یہودی کے اس اصرار پر لوگ پوچھتے ہیں ''لیکن کیوں؟''

اس لئے کہ یہ رات معمولی رات نہیں ہے، اس رات اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں کو اس کائنات میں بھیجا ہے۔

''اس کی کوئی خاص نشانی؟''

محفل میں سے ایک سوال کیا جاتا ہے۔

''نشانی یہ ہے کہ اس کے کندھوں کے درمیان ایک مخصوص نشان ہوگا'' لوگ محفل ختم ہوتے ہی گھروں کو روانہ ہو رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ یہودی نے یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ دی۔ انہوں نے سن رکھا ہے کہ سابقہ کتب سماوی میں ہادئی برحق کی آمد کے تذکرے اور نشانیاں موجود ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ''کہانہ'' ایک علم ہے۔ لوگ جنات کی مدد سے بعض حالات کا پیشگی اندازہ لگا لیتے ہیں اور کاہنوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ شاید یہودی کو بھی کسی کاہن نے خبر دی ہو۔ یہودی نے ہر ایک شخص سے درخواست کی تھی کہ کسی کو بھی آج کی شب پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں معلوم ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ دوسرے دن ایک شخص یہودی تاجر کے پاس پہنچتا ہے اور بتاتا ہے کہ گزشتہ رات ایک بچے کی ولادت شہر مکہ میں ہوئی ہے۔

''کیا میں اس بچے کو دیکھ سکتا ہوں؟'' یہودی کے لہجے میں اشتیاق اور آرزو کا عنصر غالب ہے۔

''ہاں کیوں نہیں! ہم بچے کے خاندان سے گزارش کریں گے کہ وہ اس بچے کی ہمیں زیارت کرائیں''

Marfat.com

کچھ اور لوگ بھی بچے کے دیدار کے لئے نومولود کے گھر کی طرف چل پڑتے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ بنو ہاشم کے محلے میں کاشانہ سیدہ آمنہ کے سامنے موجود ہیں۔ یہ لوگ ادب واحترام سے بھرپور لہجے میں اندر پیغام بھجواتے ہیں کہ ہمیں اپنے نور نظر کے دیدار کی اجازت دی جائے، ان کی خواہش پوری کی جاتی ہے نومولود دریتیم کو مکہ مکرمہ کے اس نمائندہ افراد کو زیارت کرانے کے لئے لایا جاتا ہے۔ بچے کے چہرے پر نور کا ایک سمندر موجزن ہے۔ سب ہی محبت وعقیدت سے دیکھ رہے ہیں یہودی آگے بڑھ کر کندھوں کے درمیان ''مہر نبوت'' کے نشان کو دیکھتا ہے اور بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔

لوگ حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔

اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کی طبیعت سنبھلتی ہے تو ایک سنجیدہ شخص سوال کرتا ہے۔

تم تو اس بچے کی زیارت کے آرزو مند تھے، دیکھ کر خوش نہیں ہوئے، تمہیں کیا ہوا......؟

یہودی حسرت ویاس سے ٹھنڈی سانس لے کر تاسف آمیز لہجے میں کہتا ہے۔

تم نہیں جانتے کہ کیا ہو گیا ہے!

لوگ حیرت سے پوچھتے ہیں......! بتاؤ کیا ہوا ہے؟

آج سے اسرائیل خاندان سے رسالت ونبوت چلی گئی اور تم خوش قسمت ہو کہ اس بچے کی آمد کی وجہ سے تم لوگ دنیا بھر میں بلندیوں اور عظمتوں کو حاصل کر لو گے۔ پوری دنیا میں تمہاری شہرت اور رفعت کا تذکرہ ہو گا۔

Marfat.com

ولادت باسعادت
معجزات کا آغاز

یہ سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ولادت باسعادت کی رات کا تذکرہ ہے۔ وہ رات کہ جس میں سحر کے آغاز میں ہی رب تعالیٰ نے کائنات کو اپنے محبوب کی آمد سے مشرف فرمایا اور پھر یہ نوید سحر پوری کائنات کے لئے مسرت وفرحت وشادمانی کا عنوان بن گئی۔

آمد مصطفیٰ سے ہی معجزات کا اظہار ہونے لگا۔

شب ولادت رسول کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بیت اللہ میں عہد جاہلیت سے رکھے گئے بت گر پڑے، یہ اس بات کی علامت تھی کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے والا تشریف لے آیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ نے فرمایا کہ آپ کی ولادت کے وقت ''میرے جسم سے ایک نور نکلا'' اس نورانی رسول کا نور ایسا بے مثال تھا کہ آپ کی والدہ محترمہ نے شام کے محلات دیکھ لئے وہ بھی اس نور سے منور ہو گئے۔ اس وقت کی عظیم سلطنت کسریٰ کے حکمران کے محل میں زلزلہ سا آ گیا اور اس کے چودہ آرائشی کنگرے زمین بوس ہو گئے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اب اس کے آخری چودہ بادشاہ ہیں اور پھر یہ سلطنت اس لمحہ میں پیدا ہونے والے خاتم المرسلین کے غلاموں کے قدموں میں ڈھیر ہونے والی ہے۔

ایران کے آتش پرستوں کا ایک ہزار سال سے جلنے والا آتش کدہ یکدم بجھ گیا۔ یہ آتش پرستوں کے غلبے کے خاتمے کی علامت تھی۔

وہ بابرکت اور مقدس صبح جس کے آغاز میں رسول اکرم نور مجسم رحمت دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے وہ سوموار بارہ ربیع الاول تھی۔ یہ وہی سال تھا جس سال ابرہہ کے ہاتھیوں کی فوج کو پسپائی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے اس سال کو ''عام الفیل'' کہا جاتا ہے۔ مصر کے ایک ممتاز عالم اور سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون کی تحقیق کے مطابق عیسوی اعتبار سے یہ 20 اگست 570ء کی تاریخ تھی۔

ولادت کی شب جس خاتون کو سیدہ آمنہ کے کاشانہ میں آمد مصطفیٰ کے ابتدائی لمحات میں حضرت آمنہ کی معاونت اور خدمت کا موقع ملا ان کا نام ''الشفاء'' ہے۔ یہ عظیم المرتبت صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی والدہ محترمہ تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی دایہ بننے کا اعزاز حاصل کرنے والی یہ پاکباز خاتون کہتی تھیں کہ جب حضور پیدا ہوئے تو میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی مجھے یہ کہہ رہا ہے کہ تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔ نور والے اس نبی کی ولادت کے وقت پورے گھر کو بقعہ نور بنتے اور ہر طرف نور کو پھیل جانے کا منظر اس خاتون نے بھی دیکھا۔ انہوں نے اس وقت جو حیرت انگیز منظر دیکھا اس کی یاد ہمیشہ ان کے ذہن میں تازہ رہی اس لئے اعلان نبوت کے بعد یہ ان اولین باسعادت لوگوں میں شامل ہو گئیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام نبوت پر ایمان لانے میں سبقت اور اولیت حاصل کی۔

حضرت آمنہ کو ولادت باسعادت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی کوکھ میں پلنے والا بچہ کوئی عام اور معمولی بچہ نہیں ہے۔ انہیں احساس تھا کہ وہ ایک خاص اور غیر معمولی بچے کو جنم دینے والی ہیں۔ وہ بتاتی تھیں کہ حاملہ ہونے کے وقت مجھے احساس ہی نہیں ہوا، کسی قسم کا بوجھ اور تکلیف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کو حاملہ ہونے کی خبر غیب سے آنے والی ایک آواز نے دی۔ جب ان کو نیم بیداری کے عالم میں یہ آواز سنائی دی کہ تم اس امت کے سردار اور نبی کی ماں بننے والی ہو، پھر کچھ عرصہ بعد ایک غیبی آواز نے انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں آنے اور حاسدین کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا مانگنے کی تلقین کی۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جو چیز سب سے پہلے آپ کے بے مثال ہونے کی دلیل کے طور پر سامنے آئی وہ یہ تھی کہ دوسرے بچوں کی طرح آپ کی ناف کاٹنی نہیں پڑی بلکہ یہ پہلے سی کٹی ہوئی تھی ختنہ بھی ہو چکا تھا۔

حضور علیہ السلام کی آمد کی اطلاع سب سے پہلے آپ کے محترم دادا حضرت عبدالمطلب کو بھجوائی گئی۔ اس وقت آپ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ فوراً اپنی بیوہ بہو کے ہاں تشریف لائے۔ نومولود پوتے کو گود میں اٹھایا پیار سے چوما، ان کی خوشی اور راحت کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ ان کے چہیتے بیٹے عبداللہ کی جواں مرگ نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ عبداللہ کے نور نظر کو سینے سے لگایا تو کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ مرحوم بیٹے کی آخری نشانی کو وہ دیکھتے جاتے تھے اور اپنی بہو سے وہ واقعات بھی سن رہے تھے کہ جو ولادت کے وقت ہوئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ جس بچے کی پیدائش کے وقت مکہ سے لے کر شام تک پورا علاقہ نور سے لبریز ہو گیا ہے اور ماں کے ساتھ ساتھ دایہ نے بھی اس منظر کو دیکھا ہے وہ بچہ پوری دنیا کو پیغام توحید و رسالت کی نورانیت سے لبریز کر دے گا۔

حضرت عبدالمطلب نے بھی شب ولادت مصطفیٰ خانہ کعبہ کے اندر بتوں کے گرنے اور دیوار کعبہ سے آواز آنے کے حیرت ناک مناظر کا مشاہدہ کیا تھا۔ انہوں نے سنا تھا کہ صدا آ رہی ہے کہ مصطفیٰ اور مختار پیدا ہو گیا ہے۔ وہ کفار کا خاتمہ کرے گا اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرے گا۔

اپنے پوتے کو دیکھنے کے بعد وہ اسے اپنے سینے سے لگائے صحن حرم میں آ گئے۔ کعبہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے محبت سے شعر پڑھنے شروع کر دیئے جس میں رب تعالیٰ کی حمد و ثنا تھی۔ بچے کی پیدائش کی خوشی کا اظہار تھا اور اس یقین کا تذکرہ تھا کہ یہ بچہ ہر کسی کا سردار ہوگا اور اس امید اور آرزو کا بیان تھا کہ وہ اسے طاقتور اور غالب دیکھ سکیں اور ہر حاسد کی شر سے محفوظ رہنے کی دعا تھی۔ یہ حضور علیہ السلام کی شان میں سب سے پہلی نعت تھی جو ولادت باسعادت کی صبح کہی گئی اور کہنے والی شخصیت آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب تھے۔

ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کے موقع پر حضرت عبدالمطلب نے قریش مکہ کی دعوت کی اس کا بہت اہتمام کیا گیا تھا۔ اس دن سب نے دریافت کیا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے! سب اس نومولود کا نام سننے کے لئے بے قرار تھے کہ جس کی آمد کی خوشی میں دادا نے اتنی عظیم الشان ضیافت کا انعقاد کیا تھا۔

"محمد"

حضرت عبدالمطلب نے یہ اسم گرامی بتایا تو اس دل آویز نام کی تاثیر سے سب متاثر ہوئے اور پوچھنے لگے کہ یہ تو منفرد اور اچھوتا نام ہے آپ کے خاندان میں یہ نام کبھی نہیں رکھا گیا۔ دادا نے خوشی کے جذبات سے لبریز ہو کر جواب دیا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اسکی مخلوق میرے اس پوتے کی تعریف کریں یوں تو جزیرۃ العرب میں چھ اور اشخاص ایسے تھے کہ جن کا نام محمد رکھا گیا تھا۔ لیکن ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو مقام و مرتبہ رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والا تھا وہ کسی اور کے حصے میں کہاں تھا۔

والدہ کے علاوہ دودھ پلانے کی سعادت سب سے پہلے ابولہب کی خادمہ ثوبیہ کو نصیب ہوئی۔ رضاعت مصطفیٰ کے لئے سب سے زیادہ خدمت کا موقع قبیلہ بنوسعد کی خوش قسمت خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوا۔

Marfat.com

چھٹا منظر

بھوک اور غربت نے اس گھر میں ایک عرصہ سے بسیرا کیا ہوا ہے۔ خاندان کے سب ہی لوگ عسرت اور تنگ دستی کے ہاتھوں پریشان ہیں۔ ایک بوڑھی اونٹنی رہ گئی تھی جس نے دودھ دینا بند کر دیا تھا۔

اس رات چھوٹا بچہ بلک بلک کر روتے روتے سو گیا تھا۔ ماں کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ نیند اس سے گویا ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی تھی۔ وہ کیسے سو سکتی تھی جبکہ اس کا بچہ دودھ کے لئے روتا رہتا ہو۔ نہ ہی اونٹنی میں دودھ تھا اور نہ ہی فاقوں کا شکار لاغر ماں کی چھاتی میں دودھ اتنا تھا کہ بچے کو تسلی ہو سکے۔

سب خاندان اس امید پر جی رہا تھا کہ ابر رحمت برسے۔ بارش ہو اور کھیتیاں پھر سے ہری بھری ہو جائیں اور جانوروں کے ساتھ ساتھ انسانوں کو بھی خوراک اور خوشحالی میسر آ سکے۔ دوسرے دن خاتون نے دیکھا کہ اس کے گاؤں کی کچھ عورتیں شہر کی طرف جا رہی ہیں۔ پوچھنے پر بتایا کہ وہ مکۃ المکرمہ اس لئے جا رہی ہیں کہ شہر کے خوشحال لوگ اپنی اولاد کو دیہات کے صحت مند ماحول میں رہنے اور فصیح زبان سیکھنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں گے اور اس سے ہمیں آمدنی حاصل ہو گی۔ بھوک سے نڈھال بچے کی ماں نے ان خواتین کو مکہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً خیال آیا کہ مجھے بھی مکہ جا کر اپنی قسمت کو آزمانا چاہئے۔ شاید مجھے بھی کسی رئیس زادے کی خدمت کے لئے چن لیا جائے اور اس طرح غربت وعسرت کا یہ دور ختم ہو جائے۔ اس امید پر وہ بھی مکہ جانے والے قافلے میں شریک ہو گئیں۔ دوسرے لوگ تو تیز رفتار سواریوں پر آگے نکل گئے اور اس خاتون نے اپنی کمزور اور لاغر اونٹنی پر سوار آہستہ آہستہ سوئے مکہ اپنا سفر جاری رکھا۔ قافلے والے کبھی کبھی رک جاتے تا کہ اس خاتون کو بھی قافلہ میں ساتھ رکھ سکیں۔ اس خاتون کی وجہ سے سب کو پریشانی کا سامنا تھا۔ اپنی غربت اور سواری کی نقاہت کی وجہ سے یہ خاتون بہت غمزدہ تھیں بالآخر شہر مکہ آ گیا۔ تیز رفتار سواریوں والی خواتین نے خوشحال گھرانوں کا رخ کیا اور سب نے اچھی مالی حیثیت والے خاندانوں کے بچے گود کھلانے اور دودھ پلانے کے لئے حاصل کر لئے۔ اس خاتون نے جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھی قیمت دینے والے خاندانوں کے بچے تو دیگر خواتین کو دے دیئے گئے ہیں۔ البتہ حضرت عبدالمطلب کے یتیم پوتے کو کسی نے گود نہیں لیا۔ وہ یتیم بچہ سمجھ کر اور یہ سوچ کر کہ صحیح اور مناسب معاوضہ نہیں ملے گا نظر انداز کرتے رہے۔ کوئی بھی خاندان اس خاتون کی عسرت تنگدستی اور ظاہری حالت کی وجہ سے اپنا بچہ دینے پر تیار نہیں ہوا تھا۔

خاتون کے خاوند نے کہا "واپس چلیں؟"

"نہیں خدا کی قسم! میں خالی ہرگز واپس نہیں جاؤں گی!"

"لیکن تمہیں تو کوئی بھی اپنا بچہ دینے کو تیار نہیں ہے"

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس یتیم بچے کو ہی لے لیتی ہوں خالی واپس جانے سے بہتر ہے کہ اس بچے کو لے لیا جائے۔ شاید اس کی وجہ سے ہمارے حالات بدل جائیں"۔

"ٹھیک ہے جاؤ! اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو اس بچے کو لے آؤ" شوہر کی بات سن کر خاتون سیدہ آمنہ کے گھر کی طرف چلیں، خاتون کے کانوں میں اس یتیم بچے کے دادا کے الفاظ گونج رہے تھے، جنہوں نے اپنے پوتے کو گود لینے کی درخواست کی تھی اور بتایا تھا کہ اس بچے کو یتیم

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے کسی نے قبول نہیں کیا۔ اگر تم اسے لے لو تو تمہارے لئے یہ بچہ برکت وراحت کا سبب بن جائے گا۔ اس وقت تو خاتون نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن شوہر سے مشورہ کرنے کے بعد وہ اس بچہ کو گود لینے کے لئے سیدہ آمنہ کے گھر پہنچیں تو بچے کو پہلی نظر دیکھتے ہی اس کی کشش ایسی محسوس کی کہ بس دیکھتی ہی رہ گئیں۔ سبز رنگ کے ریشمی بچھونے پر لیٹا ہوا اور سفید رنگ کے کپڑے سے لپٹا ہوا یہ بچہ اس قدر ''من موہنا'' اور پیارا تھا کہ خاتون کا دل کرتا تھا کہ اس کے معصوم چہرے کو بس تکتی رہوں۔ بچے کی ماں، سیدہ آمنہ نے اس خاتون کو والہانہ انداز میں اور محبت وشفقت آمیز کیفیت میں دیدار کرتے ہوئے دیکھا تو ماں کے سینے کو ٹھنڈک ملی کہ بچہ ایک پیار کرنے والی دایہ کی حفاظت میں جا رہا ہے۔

خاتون نے بظاہر گہری نیند سونے والے بچے کے سینے پر پیار سے ہاتھ رکھا تو بچے نے فوراً آنکھیں کھولیں اور ایسی دلنشیں مسکراہٹ بکھیری کہ خاتون کا اداس چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ بچے کی آنکھوں سے جو نور نظر آ رہا تھا اس میں خاتون کو آنے والے وقت میں اپنے لئے خوش بختی اور سعادت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

خاتون نے آگے بڑھ کر بچے کی پیشانی پر اپنے ہونٹ ثبت کر دیئے اور پھر سیدہ آمنہ نے اپنے نور نظر کو نمناک آنکھوں سے الوداع کہتے ہوئے اس پاک باز خاتون کے حوالے کر دیا جس نے بچے کو محبت وشفقت سے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا تھا۔

یہ خاتون قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھنے والی ''حلیمہ'' تھیں جنہیں رحمت کائنات ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ابتدائی سالوں میں رضاعت اور خدمت کا اعزاز حاصل ہونے جا رہا تھا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا بچپن، معصومیت مصطفیٰ

حضور علیہ السلام کے خصوصی مقام و مرتبہ کا احساس حضرت حلیمہ کو پہلے دن سے ہی ہو گیا تھا وہ جب آپ کو لے کر واپس اپنے قافلے کی طرف پہنچیں تو سب سے پہلے اپنا دودھ پیش کیا، نومولود آقا نے دائیں طرف کا دودھ پیا لیکن بائیں طرف کا دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ حلیمہ سمجھ گئیں کہ اس بچے کو اس حقیقت کا احساس ہے کہ میرا ایک بیٹا ہے جس کو دودھ کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے مجھے دونوں طرف کا دودھ نہیں پینا چاہیے۔ حضرت حلیمہ نے بچے کا یہ عدل و انصاف دیکھا تو سمجھ گئیں کہ وہ اپنے ساتھ خیر و برکت کا سبب بننے والا بچہ لے کر آئی ہیں۔ انہیں اس بات کی بھی حیرانی ہو رہی تھی کہ ان کی چھاتیاں تو دودھ سے تقریباً خالی ہو چکی تھیں۔ اب اس فراوانی کا سبب یہ باسعادت بچہ ہے۔

جہاں حضرت حلیمہ نے اپنے گھرانے میں آمد سرکار کی وجہ سے یہ تبدیلی دیکھی وہاں ان کے شوہر نے دیکھا کہ ان کی کمزور اور لاچار اونٹنی بھی صحت مند ہو گئی ہے اور دودھ بھی دینے لگی۔ حضرت حلیمہ کے شوہر نے ایک عرصے کے بعد جی بھر کر دودھ پیا اور اپنی اہلیہ کو بھی دیا۔ پورا خاندان سکون و اطمینان سے سو گیا۔ دوسرے دن جب وہ اپنے گھر کی طرف واپس لوٹ رہے تھے تو بے حد خوش تھے انہیں کائنات کی سب سے بڑی نعمت مل گئی تھی۔ وہی سواری جو مکہ کی طرف آتے ہوئے ایک قدم بھی مشکل سے اٹھاتی تھی اب اس تیز رفتاری سے چل رہی تھی کہ قافلے کے دوسرے لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ کیوں نہ ہوتا......؟ کائنات کا آقا حضرت حلیمہ کا ہم سفر تھا۔ حلیمہ کو اس بچے کی برکات کا احساس ہو چکا تھا۔ قافلے والوں نے سواری کی تیز رفتاری کا سبب پوچھا وہ حیران ہو رہے تھے کہ کیا یہ وہی سواری ہے جو آتے ہوئے کمزوری کی وجہ سے آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

''حلیمہ! کیا تم نے اپنی سواری بدل لی ہے یہ پہلے والی تو نہیں لگتی''

''یہ وہی ہے! لیکن ذرا دیکھو کہ اب میرے ساتھ اس پر کون سوار ہے؟''

حلیمہ بچے کو لے کر اپنے گاؤں کیا پہنچیں گویا ان کے گھر میں خوشحالی کا ایک دور شروع ہو گیا۔ گاؤں کے لوگوں کا ذریعہ آمدنی کھیتی باڑی اور جانوروں کے ریوڑ تھے۔ بھیڑ بکریاں تندرست ہو گئیں، دودھ کی فراوانی ہو گئی، کھیت سبزے سے بھر گئے، دوسرے لوگ رشک سے حلیمہ کے خاندان کو دیکھنے لگے۔ وہ ان کے ریوڑ کی تندرستی دیکھتے تو اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ہمارے جانور بھی وہاں چرانے کے لئے لے جایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چارہ حاصل کرتی ہیں لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ کسی چارہ کا کمال نہیں تھا بلکہ کائنات کے ''چارہ گر'' کے قدموں کی آمد کی برکت تھی۔ وہ بکریاں کسی خاص خوراک سے نہیں بلکہ چہرہ مصطفیٰ کی زیارت سے فرحاں و شاداں رہتی تھیں۔ وہ سبزہ چرنے سے زیادہ حضور کے رخ انور کے دیدار میں مشغول اور منہمک رہتی تھیں۔ یہ منظر خاندان کے سب ہی افراد نے دیکھا تھا۔ حضرت حلیمہ نے ایک دن تو یہ بھی دیکھا کہ جب وہ حضور علیہ السلام کو محبت سے اپنی آغوش میں لے کر بیٹھی تھیں کہ ایک بکری نے آگے بڑھ کر آقا علیہ السلام کو سجدہ کیا اور آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیکر چلی گئی۔

اس بابرکت اور نورانی بچے کے تذکرے بڑھتے بڑھتے پورے قبیلے میں پھیل گئے۔ لوگ بیمار ہوتے یا جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی تو اس پاکیزہ بچے کے ننھے منھے پیارے ہاتھ تکلیف والے حصے پر رکھتے اور درد فوراً ختم ہو جاتا۔ کوئی جانور بیمار ہو جاتا اس پر ننھے محمد مصطفیٰ کا ہاتھ لگایا جاتا اور وہ صحت مند ہو جاتا۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ بچے کو دو سال دودھ پلانے کے لئے ساتھ لائی تھیں یہ دو سال کا عرصہ جیسے پلک جھپکتے ہی گزر گیا۔ بچے کا دودھ چھڑا کر حلیمہ نے مکہ واپس جانے کی تیاری کی تو آنکھ اس پیارے بچے کی جدائی کے تصور سے بھر آئی۔ دل جدائی برداشت کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھا لیکن بچہ تو واپس دینا تھا حلیمہ بچے کو لے کر سیدہ آمنہ کے پاس پہنچیں تو دو سال کے بعد ماں نے اپنے لخت جگر کو دیکھا بچے کو صحت منداور توانا دیکھ کر اطمینان اور سکون ہوا۔ حضرت حلیمہ یہ سوچ کر ہی پریشان اور غمگین ہو رہی تھیں کہ اب اس پیارے بچے محمد ﷺ سے جدائی برداشت کرنا پڑے گی لیکن ان کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ اس من موہنے اور بابرکت بچے کو واپس اپنے ساتھ لے جائیں گی۔

ان دنوں مکہ میں وبائی امراض پھیلے ہوئے تھے۔ حلیمہ نے موقع کو غنیمت سمجھا اور سیدہ آمنہ سے کہا: آپ سے ایک درخواست کرنا تھی اگر آپ اجازت دیں تو......! یہ بچے کی صحت اور سلامتی سے متعلق ہے۔

ہاں ہاں بتایئے! آپ نے بچے کی جس طرح پرورش کی ہے اس سے میں بہت خوش ہوئی ہوں۔

بات دراصل یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ مکہ میں آج کل وبائی بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دل ڈرتا ہے کہ کہیں محمد کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس لئے آپ اگر دوبارہ بچے کو ہمارے حوالے کر دیں تو اچھا ہے۔ اس طرح یہ چند سال مزید ہمارے پاس رہ کر اور مضبوط و صحت مند ہو جائے گا۔

سیدہ آمنہ نے حلیمہ کی بے تابی اور ننھے محمد کو ساتھ لے جانے کی محبت آمیز خواہش دیکھی اور اسے اپنے نور نظر کی صحت اور تندرستی کے حوالے سے زیادہ مناسب اور بہتر سمجھا تو فوراً حامی بھر لی۔

"حلیمہ! آپ محمد کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ یہ میرے ساتھ ہی ہو اور ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہے لیکن تم جس طرح کہہ رہی ہو بچے کی صحت اور سلامتی کے لئے میں اور جدائی برداشت کر لوں گی"۔ سیدہ آمنہ نے بچے کو دوبارہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی تو حضرت حلیمہ کو جیسے کل کائنات کا خزانہ مل گیا۔ وہ خوشی خوشی بچے کو ساتھ لئے واپس طائف کے علاقے میں اپنے گاؤں پہنچیں۔ آپ کے ساتھ پلنے والی دودھ شریک بہن شیما تو خوشی سے دیوانہ وار ننھے بھائی محمد کو چومتی جاتی تھی اور محبت بھرے اشعار پڑھتی جاتی۔ اس لوری میں اپنے بھائی محمد ﷺ کی سلامتی اور جواں دیکھنے کی آرزو تھی اور قوم کا سردار بن جانے کی دعا تھی اور اس کے دشمنوں اور حاسدین کی ذلت کی خواہش تھی۔

رب تعالیٰ نے اس لوری کو حقیقت میں بدلنا تھا اور شیما کو انسٹھ سال بعد اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا۔ خاندان بنو سعد کے لئے راحت و برکت کا سبب بن جانے والے محمد ﷺ کو دوبارہ مکہ سے آئے ہوئے ایک سال ہوا تھا کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہو گیا جس سے سب گھر والے گھبرا گئے۔ یہ واقعہ تھا ہی ایسا غیر معمولی کہ ان کی پریشانی کی وجہ سمجھ میں آتی تھی۔

ہوا یوں کہ ایک دن حضرت حلیمہ کا بیٹا دوپہر کے وقت دوڑتا ہوا اور گھبرایا ہوا گھر آیا اور بتایا کہ ہمارا بھائی محمد ہمارے ساتھ کھیل رہا تھا کہ سفید لباس پہنے ہوئے دو آدمیوں نے اسے پکڑ کر زمین پر لٹایا اور اس کے پیٹ کو چیر دیا۔

حضرت حلیمہ نے یہ سنا تو گھبرا گئیں اور اپنے شوہر کو ساتھ لے کر فوراً اس جگہ پہنچیں۔ وہ ننھے بچے کی سلامتی کے لئے فکر مند تھیں۔ حضرت حلیمہ وہاں پہنچیں تو دیکھا کہ آپ کا چہرہ زرد ہو گیا ہے اور آپ کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت حلیمہ نے آپ کو صحیح سلامت دیکھا تو جان میں جان آئی۔

حلیمہ کے شوہر نے بچے کو سینے سے لگایا۔

"میرے بیٹے کیا ہوا تھا؟"

Marfat.com

''سفید کپڑوں والے دو آدمی آئے تھے جنہوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ میرے پیٹ کو چیر کر اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور پھر میرے پیٹ کو سی دیا''۔

آپ سے یہ واقعہ سنا تو میاں بیوی دونوں متفکر ہو گئے۔ حضرت حلیمہ کے شوہر کا وہم تھا کہ آپ کو جادو آسیب کا کوئی اثر ہو گیا ہے۔

''حلیمہ! اس سے پہلے کہ اس آسیب کے اثرات بڑھ جائیں ہمیں چاہئے کہ بچے کو اس کی والدہ کے پاس چھوڑ آئیں''۔

شوہر کا مشورہ سن کر حضرت حلیمہ بھی آپ کو مکہ لے جانے پر رضامند ہو گئیں۔ آپ کو ساتھ لیا اور سیدہ آمنہ کے گھر پہنچ گئیں۔

سیدہ آمنہ نے حضرت حلیمہ کو اپنے نور نظر کے ساتھ دیکھا تو پریشان ہو گئیں۔

''خیریت تو ہے؟ بچے کو واپس کیوں لے آئی ہیں؟؟''

''جی ہاں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بس ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اور اب بچے کو واپس آپ کے حوالے کر دیں''

''نہیں کوئی بات تو ضرور ہے، آپ بڑی محبت اور چاہت سے بچے کو دوبارہ اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں۔ اب کیا ہوا ہے کہ آپ نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے اور بچہ واپس دینے کا فیصلہ کر لیا ہے''۔

سیدہ آمنہ کے بار بار پوچھنے پر حضرت حلیمہ نے سینہ مبارک کے کھولنے (شق صدر) کا سارا واقعہ سنا دیا۔

''حلیمہ! کیا آپ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ میرے نور نظر کو شیطان تکلیف پہنچائے گا، رب کعبہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ شیطان تو اس بچے کے قریب بھی نہیں آ سکتا''۔

سیدہ آمنہ ماں کے جذبات سے معمور ہو کر اپنے اس عظیم الشان اور بے مثال بچے کی شان و شوکت اور آنے والے وقتوں میں آپ کی عظمتوں کا تذکرہ یوں کرنے لگیں۔

''حلیمہ تم دیکھنا کہ اس بچے کی عظمت و شان ایسے ہوگی جیسے چمکتا ہوا سورج۔ یہ سورج کی طرح پوری دنیا کو روشنی دے گا''۔ پھر سیدہ آمنہ ان دنوں کو یاد کرنے لگیں جب آپ ان کے شکم اطہر میں تھے، وہ فرمانے لگیں:

''جب یہ بچہ پیدا ہوا دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ یہ عظیم المرتبت بیٹا ہے۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو! میں خود اسے پالوں گی''۔

حضرت حلیمہ اس وقت چلی گئیں لیکن کاتب تقدیر نے انہیں صحابیہ کے اعزاز سے بالآخر نوازنا تھا۔

حضور آغوش مادر میں واپس آگئے تو سیدہ آمنہ کے لئے تسکین دل و جاں کا سامان پیدا ہو گیا اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ اب اپنے بچے کو اپنے سامنے پلتا اور بڑھتا ہوا دیکھیں گی اور اس کی عظمتوں کا مشاہدہ کریں گی۔ ایک عرصے سے ان کی خواہش تھی کہ وہ یثرب جا کر اپنے شوہر کی قبر انور کی حاضری دے آئیں۔ وہ اپنے در یتیم کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں تاکہ اپنے نور نظر کو مرحوم والد کی قبر مبارک کی زیارت کرائیں۔ اور اپنے شوہر کو ان کی پاکیزہ نشانی دکھا آئیں۔ اب حضور کی عمر مبارک چھ سال ہو گئی تھی اور آپ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ سفر پر جانے کے قابل تھے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ آپ کو ساتھ لے کر سفر ''یثرب'' پر جائیں اور اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ کی قبر پر سلام پیش کریں۔ سیدہ آمنہ نے اپنے سسر حضرت عبدالمطلب سے اس خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔ سیدہ آمنہ کے ساتھ اس سفر میں آپ کی خادمہ ام ایمن بھی تھیں۔ اصل میں ان کا نام ''برکتہ'' تھا اور سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتی تھیں لیکن ان کی خوش قسمتی دیکھئے کہ انہیں آقا

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''امی بعد امی'' (ماں کے بعد میری ماں) کا اعزاز بخشا تھا۔ یہ معزز خاتون بھی حضور علیہ السلام کے خصوصی مقام و مرتبہ کا مشاہدہ کرتی رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ''صحابیات'' کے مقدس گروہ میں شامل ہونے کی سعادت بخشی۔

اپنے نور نظر کے ساتھ سیدہ آمنہ ام ایمن کے ہمراہ یثرب پہنچیں اور بنو عدی بن النجار خاندان کی مہمان بن کر قیام پذیر ہوئیں۔ یہ قبیلہ حضرت عبدالمطلب کے ننہیال میں سے تھا۔ حضور اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ایک مہینہ تک وہاں رہے، ایک دفعہ آپ نے اس دور کی یادوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔

''اس مکان میں اپنی والدہ کے ہمراہ رہا تھا اور بنی عدی بن النجار کے تالاب میں نہا نہا کر تیراکی میں مہارت حاصل کی تھی''

جس رسول اکرم کی پیدائش سے قبل ہی اہل کتاب اس کی آمد سے آگاہ تھے اور سابقہ کتب سماوی کی بشارتوں اور کاہنوں کی پیشگوئیوں سے باخبر تھے وہ اس مجسم رحمت کی ''یثرب'' میں آمد کے بعد ان کے وجود مسعود سے کس طرح بے خبر رہ سکتے تھے۔ یثرب ان دنوں یہودیوں کا تجارتی اور زرعی لحاظ سے مرکز تھا۔ ایک یہودی نے سرکار دو جہاں ﷺ کو بچپن کے اس دور میں دیکھ لیا تو نام پوچھا: آپ نے نام بتایا تو وہ یہودی کہنے لگا ''یہ بچہ اس امت کا نبی ہے''۔

اس نے اپنے علماء کے پاس جا کر حضور کی آمد کی اطلاع دی اور آپ کے چرچے ہونے لگے۔ سیدہ آمنہ کو یہودیوں کی طرف سے خطرات کا احساس ہونے لگا۔ ام ایمن ان دنوں کو یاد کرتی تھیں جب آپ کے رخ انور کی زیارت کے لئے یہودی کافی تعداد میں آنے لگے، وہ نہ صرف اس بات کو جانتے تھے کہ آپ ہی خاتم النبیین ہیں بلکہ وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ تھے کہ ''یثرب'' شہر ہی آپ کا ''دارالہجرہ'' ہوگا اور اس شہر کی طرف ہی آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائیں گے۔ آپ کی ذات اقدس ہر طرف موضوع سخن بن گئی تو سیدہ آمنہ کے دل کو اندیشوں نے آگھیرا۔ آپ نے مکہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ مختصر قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا لیکن یہ سفر سیدہ آمنہ کے سفر آخرت کا سبب بن گیا۔ راستے میں سیدہ آمنہ بیمار ہو گئیں اور یہ تکلیف جان لیوا ثابت ہوئی۔ انہوں نے حسرت سے اپنے نور نظر کو دیکھا۔ آنے والے وقت میں اس کی قیادت و سیادت کے حوالے سے دیکھے جانے والے خوابوں کو شعروں میں ڈھالا اور آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا: میرے بیٹے! آپ ہی تمام انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائیں گے۔ پھر اپنی خوش بختی کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگیں کہ اگرچہ میں ہر ذی روح کے فنا ہونے کے ابدی اصول کے تحت اس دنیا سے جا رہی ہوں لیکن دنیا ہمیشہ میرا تذکرہ اس حوالے سے کرتی رہے گی کہ میں نے آپ جیسے پاکیزہ بچے کو جنم دیا ہے۔

حضرت اسماء بنت رہم کو یہ اشعار یاد رہے تھے جو ان کو ماں نے سنائے تھے۔ اسماء کی والدہ نے اس منظر کو ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ وہ اس وقت ''ابواء'' میں موجود تھیں جب سیدہ آمنہ نے زندگی کی آخری سانسیں لی تھیں لیکن اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے سیدہ آمنہ نے سید الاولین والآخرین کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا اقرار بھی کیا تھا اور آپ کی عالمگیر قیادت کا اظہار بھی۔

اپنی عمر مبارک کے چھٹے سال جب میرے آقا نے اپنی ماں کی طرح مشفق خاتون ام ایمن کے ہمراہ اپنی والدہ سیدہ آمنہ کو قبر انور میں اتارا ہوگا اور اپنے ننھے منے ہاتھوں سے لحد مبارک پر مٹی ڈال رہے ہوں گے تو دل کی افسردگی کی کیا کیفیت ہوگی۔ والد محترم تو پیدائش سے پہلے ہی اللہ کی رحمت میں چلے گئے تھے اور اب والدہ محترمہ کا وجود مسعود بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سفر کی کیفیت وطن سے دور...... ایک چھوٹی سی بستی...... اور اس میں بنائی گئی ایک تازہ قبر کی مٹی کی مہک...... قبر کی پائنتی کی طرف ایک اداس خاتون ایک چھ سالہ بچے کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہیں۔ یہ بچہ اپنی پیاری ماں کی قبر کو اس صبر و یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے کہ میرا رب مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا!

اگر پیدائش کے فوراً بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہو گیا تھا کہ پنگھوڑے میں ہی اعلان فرما دیں کہ ''میں صاحب کتاب ہوں اور نبی ہوں''

Marfat.com

تو کیا میرے آقا و مولا فداہ ابی وامی کی ذات اقدس کو اس کی خبر نہ تھی کہ مجھے منصب نبوت و رسالت پر فائز کیا جانا ہے اور یہ سارے مصائب یہ ساری آزمائشیں یہ سارے الیے اس منصب عظیم کے تقاضے اور ''اسوۂ حسنہ'' کو ہمیشہ کے لئے پوری انسانیت کے لئے نمونہ کامل بنانے کے مرحلے ہیں۔ میرے غمگسار آقا نے اپنے بچپن ہی میں صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور آنسوؤں کا نذرانہ اپنی پیاری ماں کی قبر مبارک پر موتیوں کی طرح بکھیر کر مکۃ المکرّمہ کی طرف اپنی مراجعت شروع کر دی۔ میرے حضور نے ''ام القریٰ کی طرف یہ سفر ''ام ایمن'' کی شفقت آمیز ہمراہی میں کیا۔ ام ایمن نے اس المناک واقعہ کے بعد جس طرح میرے آقا کی دل جوئی کی اور جس محبت و شفقت سے آپ کو پالا اس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ احساس رہا۔ اس لئے ایک دن فرمایا:

''سفید رنگت والی ماں کا بیٹا ہوں اور میری پرورش کالے رنگ والی ماں نے کی ہے اس طرح میں دو ماؤں کا بیٹا ہوں''۔ مکۃ المکرّمہ پہنچ کر ام ایمن نے جان سے پیارے محمد ﷺ کو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے حوالے کیا۔ طویل العمر دادا نے اپنے یتیم پوتے کو دیکھا تو سینے سے لگایا۔ انہیں یقین تھا کہ رب تعالیٰ جس طرح ابتدائی دور میں اور کمسنی میں ان کے پوتے کو ظاہری امتحان اور حزن و ملال کی کیفیت سے روشناس کرا رہا ہے اس کا کوئی عظیم مقصد ہے۔ سرور کائنات کو پوری دنیا کے لئے مونس و غمگسار بنانا تھا اور سب سے پہلے آپ کو درد و غم کی کیفیت سے آشنا کرانا تھا اور قیامت تک اس طرح کے حالات سے دوچار ہونے والے افراد کے لئے ''نمونہ کامل'' بنانا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کثیر العیال تھے، ان کے بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں ان کی خدمت کے لئے ہمہ وقت حاضر رہتے۔ وہ جہاں تشریف لے جاتے ان کے لئے خصوصی اہتمام کیا جاتا۔ وہ ہمیشہ اپنے محبوب بیٹے عبداللہ کی آخری نشانی ہمارے آقا و مولا ﷺ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے عظیم المرتبت دادا کے ساتھ پورے وقار اور تمکنت کے ساتھ مسند نشین ہوتے۔ آپ کے اندر چھ سالہ بچے کی عمومی عادات کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ عام طور پر اس عمر کے بچے زیادہ تر وقت اپنے ہم عمر بچوں میں گزارتے ہیں اور ان کے ساتھ کھیل کود میں لطف حاصل کرتے ہیں لیکن میرے آقا کا معصوم بچپن تو آپ کی شان رفعت اور خصوصی مقام کا مظہر تھا۔ آپ کے دادا جس احترام و محبت سے اپنے اس چھ سال کے پوتے کے ساتھ پیش آتے سب لوگ اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ اولین دور کے سیرت نگار ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح اپنے دادا کے ساتھ سجادہ نشین ہوتے وہ ایک حیرت انگیز منظر ہوتا۔

بیت اللہ کی دیوار کے سائے میں سب کے لئے قابل احترام اور سردار قوم حضرت عبدالمطلب کے لئے سجادہ بچھایا جاتا، جب آپ اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہو جاتے تو آپ کی ساری اولاد اور قبیلے کے افراد عزت و احترام کے تقاضے کے پیش نظر آپ سے ذرا فاصلے پر بیٹھ جاتے۔ چھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی وامی) کی قائدانہ صلاحیتوں کا اظہار یوں ہوتا کہ آپ پورے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ اپنے دادا محترم کے ہمراہ ان کی نشست پر بیٹھ جاتے۔ مکۃ المکرّمہ کے لوگوں کو یہ منظر کبھی نہیں بھولا کہ جب دادا اور پوتا ایک ہی وقت میں حرم کعبہ کے صحن میں بیت اللہ کے سائے میں سجادہ نشین ہوتے اور قریش کے سارے روسا، افراد اور خاندان بنو ہاشم کے لوگ عزت و احترام کے ساتھ ان کے اردگرد دائرہ بنائے بیٹھے رہتے۔ حضرت عبدالمطلب کے سجادہ پر تو ان کے بیٹوں کو بھی بیٹھنے کی جرأت نہ تھی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر یہ اعتماد ان کے رب کی طرف سے عطا کردہ نہیں تھا تو اور کیا تھا......؟

مشیت خداوندی بچپن کے ان معمولات مصطفیٰ سے مکہ کے لوگوں کو باخبر کر رہی تھی کہ چھ سات سال کا یہ بچہ ہی اس شہر کا قائد بھی ہوگا اور انسانیت کا رہبر بھی۔ حضرت عبدالمطلب کو بھی اپنے اس پوتے کی شان و رفعت کا اندازہ تھا۔ اس لئے جب آپ کے ایک بیٹے نے حضور کو اپنے دادا کے قریب تشریف فرما ہونے سے روکا تو حضرت عبدالمطلب نے فوراً منع کر دیا۔ بیٹے نے عرض کی ابا جان! یہ آپ کے ادب و احترام کے خلاف ہے۔

Marfat.com

یہاں پر تو کسی کو بھی بیٹھنے کی جرأت نہیں ہے۔

"لیکن تم میرے اس بچے کو چھوڑ دو!"

حضرت عبدالمطلب نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کو اپنے قریب بلایا۔ محبت سے سینے سے لگایا آپ کی پشت مبارک پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اور محبت آمیز نظروں سے آپ کے چہرے انور کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"واللہ میرے اس بچے کی تو شان ہی نرالی ہے"۔

حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں اور خاندان قریش کے سرداروں نے خاموشی اختیار کر لی۔ انہیں احساس ہونے لگا کہ یہ بچہ عظیم المرتبت ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو چالیس سال ہو چکی تھی۔ آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی، صدموں نے انہیں نڈھال کر دیا تھا، انہیں اپنے یتیم پوتے کی پرورش کا خیال رہتا اور اس کی فکر دامن گیر رہتی۔ ایک دن انہوں نے سوچا کہ میں کس کی کفالت میں دوں؟ کون اس یتیم کی نگہداشت کرے تو ذہن حضرت ابوطالب کی طرف گیا۔ حضرت ابوطالب سے بڑھ کر کوئی اور مناسب شخصیت ہو ہی نہیں سکتی تھی، ایک تو یہ کہ آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سگے چچا تھے کیونکہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب ایک ہی ماں کے فرزند تھے۔ فاطمہ بنت عمرو بن عائد کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ وہ دو ایسے بیٹوں کی ماں بنیں جن کو عظیم شخصیتوں کا باپ بننا نصیب ہوا۔ ایک کے حصے میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا والد گرامی بننا تھا اور دوسرے نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک کے بیٹے کے سر پر اولین و آخرین کی قیادت اور نبوت و رسالت کا تاج سجنا تھا اور دوسرے نے ولایت و شجاعت کا امام بننا تھا۔ اپنے والد محترم کے بلانے پر حضرت ابوطالب حاضر ہوئے تو بوڑھے باپ نے بیٹے سے ایک وعدہ لیا کہ وہ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی حفاظت اور کفالت کریں گے۔ بیٹے کو بھی اس بھتیجے کی عظمت و خصوصیت کا احساس تھا۔ حضرت ابوطالب نے عہد کیا کہ وہ محمد ﷺ کا ہر طرح سے خیال رکھیں گے اور وقت و حالات نے ثابت کیا کہ حضرت ابوطالب نے اپنے والد محترم سے کیے ہوئے اس عہد کو نبھایا۔ آنے والے چالیس سال سے زیادہ عرصے میں حضرت ابوطالب نے اس بھتیجے کا نہ صرف سہارا بننا تھا بلکہ ہر طرح سے مالی، اخلاقی اور جسمانی حمایت و قربانی و ایثار کا مظاہرہ بھی کرنا تھا اور ہر لمحہ ہر مرحلہ اور ہر قدم پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا پشت پناہ رہنا تھا، حضرت عبدالمطلب نے اطمینان کا سانس لیا اور روح پرواز کر گئی۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایک اور بہت بڑا صدمہ تھا جسے حضور نے صبر سے برداشت کیا۔

والد گرامی کے چہرے کا دیدار نہیں کیا تھا۔

والدہ محترمہ کا سایہ عاطفت زیادہ دیر نصیب نہ ہوا تھا اور دادا محترم کی محبت و شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔

ان حالات میں حضرت ابوطالب نے آگے بڑھ کر اپنے پیارے بھتیجے کا ہاتھ تھام لیا۔ مالی طور پر حضرت عبدالمطلب کے دوسرے بیٹے زیادہ مستحکم اور خوشحال تھے۔ وہ چاہتے تو حضور کی کفالت اپنے کسی کھاتے پیتے اور ثروت مند بیٹے کے سپرد کر دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا! کیوں......؟ اس لئے کہ رحمت کائنات کو انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا، وہ عالمین کے لئے سرچشمہ رحمت ہیں۔ اس لئے مال و دولت اور ظاہری نمود و نمائش کے ماحول میں آپ کی تربیت مقصود نہ تھی۔ "الفقر فخری" (فقیری میرا فخر) کا اعلان کرنے والے رسول اکرم کی ابتدائی تربیت و نگہداشت اس گھرانے میں ہو رہی تھی جہاں ظاہری طور پر اگرچہ مالی حالات بہتر نہ تھے لیکن وہاں حضرت ابوطالب کی سرپرستی بے پناہ محبت و شفقت میسر تھی، آپ کے ساتھ عام بچوں جیسا سلوک نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کا تو اس قدر خیال و احترام ملحوظ رکھا جاتا کہ سب گھر والے آپ کا انتظار کرتے، جب تک محمد ﷺ دستر خوان پر تشریف نہ لائیں دوسروں کو کھانا کھانے کی ابوطالب اجازت نہ دیتے

Marfat.com

تھے۔ محمد ﷺ کو پیار سے دیکھتے رہنا حضرت ابوطالب کے معمولات کا اہم ترین حصہ بن گیا تھا وہ چاہتے کہ حضور کا چہرہ انور ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہے، وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ دن بھر انہیں اپنے ساتھ رکھتے اور رات ہوتی تو اپنے بستر پر اپنے ساتھ سلاتے، وہ راتیں کتنی سہانی تھیں جب چچا اور بھتیجا ایک دوسرے کے گلے لگ کر سو جاتے، چچا ابوطالب کے سینے میں ٹھنڈک پڑ جاتی اور بھتیجے محمد ﷺ کو اپنے پیارے چچا کی محبت میں باپ کا پیار محسوس ہوتا۔

جس طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری سے خاندان حلیمہ سعدیہ میں برکت اور رزق کی فراوانی کا ظہور ہوا تھا اسی طرح حضرت ابوطالب نے بھی حضور کی وجہ سے رزق میں کشادگی کا مشاہدہ کیا، جب کبھی حضور کے بغیر اہل خانہ کھانا کھاتے تو کھانا کم پڑ جاتا۔ مگر میرے آقا کے وجود با مسعود کی برکت سے سب اطمینان سے کھانا تناول کرتے اور پھر بھی بچ جاتا تھا۔ حضرت ابوطالب کو یقین تھا کہ یہ سب اس بابرکت بھتیجے کی وجہ سے ہے اور وہ اس کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا بچپن نظم وضبط کی ایک کامل مثال تھا۔ بچپن ہی سے آپ کے نظام الاوقات متعین تھے۔ عام بچوں کی طرح کھیل کود میں وقت صرف نہیں کرتے تھے، جس طرح حضرت عبدالمطلب کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے اس طرح حضرت ابوطالب کے ساتھ مسند نشین ہوتے، بلاشبہ یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ کو ہی حرم کعبہ کا امین اور سجادہ نشین بننا تھا۔

صبح اٹھتے ہی تازہ دم اور مسکراتے ہوئے چہرے والے محمد ﷺ کو دیکھ کر سب اہل خاندان پر مسرت دن کا آغاز کرتے۔

حضور ﷺ کو بچپن میں کسی نے میلے کچیلے کپڑوں اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ نہیں دیکھا تھا جیسا کہ اس عمر کے بچوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے آپ کا حسین ودلکش بچپن دیکھنے والوں نے اپنی یادوں کے حوالے سے بتایا کہ بچپن ہی سے آپ کی شخصیت میں ایک ایسی رعنائی اور انفرادیت تھی کہ جسے کوئی بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ صاف ستھرا چہرہ مبارک، آنکھوں میں سرمہ، بالوں میں سلیقے سے کنگھی کی ہوئی، اجلا لباس اور باوقار گفتار یہ تھا میرے آقا کا معصوم بچپن، جس کی پاکیزہ کرنیں ہر طرف اجالا پھیلا رہی تھیں۔ ایک دفعہ کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی مکہ اور اس کے گرد ونواح میں قحط کی کیفیت پیدا ہوگئی، لوگ باران رحمت کی دعا کے لئے بیت اللہ میں حاضر ہوئے بابرکت صالح اور متقی لوگوں کے وسیلے سے دعائیں مانگنا دین ابراہیمی پر عمل پیرا ہونے والے ''موحدین'' کا ہمیشہ سے طریقہ اور وطیرہ رہا ہے۔

لوگ حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا کیجئے تا کہ آپ کی دعا کی برکت سے قحط دور ہو اور خوشحالی آئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابوطالب نے ایک بچے کا ہاتھ پکڑا اور اس کو خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ آسمان پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہیں تھا۔ ادھر اس بچے کے جسم اطہر نے دیوار کعبہ کو چھوا اور ادھر آسمان پر رحمت کے بادل ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور چند لمحوں میں بادلوں سے آسمان بھر گیا اور ابر رحمت برسنا شروع ہو گیا۔ لوگ حیرت سے اس بچے کو دیکھ رہے تھے اور رب تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ جس بچے کے جسم پاک کے خانہ کعبہ سے ''مس'' ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گھٹا ہر طرف چھا گئی ہے اور دھواں دھار بارش شروع ہو گئی ہے اس کی ذات بابرکات سے ہی خانہ کعبہ ایک دن بتوں کی آلائش سے بھی پاک ہو گا لیکن قسمت والوں کو ہی وہ دن دیکھنا نصیب ہونا تھا۔ بچپن ہی میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دوسروں کی غمگساری اور پریشانیاں دکھ اور غم بانٹنے کا سلیقہ رب کائنات کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جب یہ دیکھا کہ حضرت ابوطالب کے مالی حالات اچھے نہیں ہیں اور گھرانہ غذائی قلت کا شکار رہتا ہے تو آپ نے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت ابوطالب کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ دس سال کا بچہ کام کرے لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی غیرت گوارا نہیں کرتی تھی کہ وہ کسی پر بوجھ بنیں۔ اس لئے آپ کا اصرار دیکھا تو حضرت ابوطالب نے

Marfat.com

اجازت دے دی اور اس طرح اپنی عملی زندگی کا آغاز میرے آقا نے بکریاں چرانے سے کیا لیکن اس کام میں ہی رب تعالیٰ نے آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کو نکھارنا اور سنوارنا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا کہ اللہ کے ہر نبی نے بکریوں کو چرایا ہے۔ اس میں کیا حکمتیں اور راز پوشیدہ ہیں یہ تو رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن ظاہری طور پر جفاکشی، صبر اور استقامت و ہمت کا جو تجربہ بکریاں چرانے میں ہوتا ہے وہ ہر ذی شعور پر واضح اور عیاں ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام دن بھر بکریاں چرا کر واپس شام کو گھر تشریف لاتے تو بکریوں کے ریوڑ کا مالک معاوضے کے طور پر آپ کو ایک مخصوص مقدار میں دودھ دے دیتا۔ اس زمانے میں زیادہ تر معاوضے خوراک و ضروریات کی اشیاء کی صورت میں دیئے جاتے تھے۔

حضور دودھ لے کر ''دار ابوطالب'' میں تشریف لاتے تو پورا خاندان آپ کی راہ دیکھ رہا ہوتا۔ دس سال کا یہ بچہ پورے خاندان کی کفالت کا سبب بن گیا تھا۔ حضور کے مقدس ہاتھوں سے گھر میں آنے والے اس دودھ میں اس قدر شیرینی حلاوت اور برکت تھی کہ سب اہل خاندان اطمینان و سکون سے یہ دودھ پیتے اور ان کی بھوک پیاس مٹ جاتی جس کے بابرکت ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک پیالہ دودھ سے آنے والے وقت میں ستر صحابہ کرام کی بھوک و پیاس کا سامان ہونے والا تھا اس کے اعجاز سے خاندان ابوطالب کی غذائی ضروریات کو پورا کرنا کون سا مشکل کام تھا۔ نظر تو یہی آتا تھا کہ حضرت ابوطالب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کفالت کی ذمہ داری لی ہوئی ہے لیکن فی الحقیقت خاندان ابوطالب میں حضور کے ورود مسعود سے اہل خانہ کے لئے خیر و برکت کی فراوانی ہوگئی تھی۔ حضرت ابوطالب کمالات مصطفیٰ کا مشاہدہ کرتے رہتے اور عظمت مصطفیٰ کا نقش دل میں مزید پختہ کرتے رہتے انہیں حضور کی برکات کا فیضان اور حضور کے وسیلے سے رحمت کے نزول کا مکمل ادراک تھا۔ حضرت ابوطالب نے حضور کی شان میں ایک قصیدہ میں کہا تھا۔

وابیض یستسقی الغمام بو جھہ
ثمال الیتامی عصمۃ لارامل

''وہ خوبصورت (محمد ﷺ) جس کے چہرہ مبارک کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے یتیموں کے نگہبان اور بیواؤں کے محافظ ہیں''۔

Marfat.com

ساتواں منظر

قافلہ تیار ہے ہر طرف اونٹوں پر کجاوے کسے جا رہے ہیں، سفر کی ضروریات کا ہر سامان ان پر رکھا جا رہا ہے۔ ایک طویل سفر درپیش ہے اس شہر کے لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے معاشی حالات کی بہتری کے لئے شام کے سفر پر جاتے اور وہاں سے وہ سامان لاتے ہیں جو تجارتی مقاصد کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔

مکۃ المکرّمہ میں ہر طرف چہل پہل ہے۔ اکثر خاندانوں کے مرد حسب دستور اس قافلے میں شریک ہیں۔ یمن کی بندرگاہوں سے آنے والا سامان مکہ پہنچ چکا ہے۔ اس مال کو شام تک پہنچانا ہے۔ وہاں سے فلسطین، مصر اور یونان سے آیا ہوا تجارتی سامان مکہ لایا جائے گا۔ اس سے جو نفع ہوگا وہی سال بھر کی ضروریات کے لئے کافی ہوگا۔

خاندان قریش کی بزرگ شخصیت حضرت ابو طالب قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔ حضور کی عمر مبارک بارہ سال ہے وہ اونٹنی پر بیٹھنے لگے تو میرے آقا نے چچا کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔

”کیا بات ہے؟“

چچا نے محبت سے پیارے بھتیجے محمد ﷺ سے پوچھا۔

آپ کو چچا سے اتنا پیار اور سہارا ملا تھا کہ اب چچا کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

”آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں! میرا نہ والد ہے نہ والدہ، آپ ہی میرے لئے سب کچھ ہیں“۔

لہجے میں اس قدر مٹھاس، اپنائیت اور اخلاص ہے کہ چچا سے رہا نہیں گیا۔

”آ جاؤ! میرے ساتھ اونٹنی پر بیٹھ جاؤ“۔

چچا نے بھتیجے کو اپنے ساتھ بٹھا لیا ہے یہ تجارتی قافلہ حضرت ابو طالب کی قیادت میں مکہ سے نکل کر مختلف علاقوں اور وادیوں سے ہوتا ہوا اب سلطنت شام کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ صوبہ موران کا مرکزی شہر ”بصریٰ“ ہے۔ اس علاقے میں عیسائی رہتے ہیں۔ یہاں پر ان کی عبادت گاہ ہے۔ جہاں پر عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو زندگی بھر وقف کرنے والے (راہب) رہتے ہیں۔ اس عبادت گاہ کی عمارت کے جھروکوں سے ایک راہب کی نظر آنے والے قافلے پر پڑتی ہے تو وہ چونک اٹھتا ہے۔ اسے یوں لگتا ہے کہ یہ منظر وہ پہلے سے کہیں دیکھ چکا ہے۔ اسے یاد آیا وہ اپنی مقدس کتابوں میں اس منظر کا تذکرہ پڑھ چکا ہے۔ اس کو یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ ہمیشہ جزیرۃ العرب اور بالخصوص مکہ مکرمہ سے آنے والے قافلوں کو غور سے دیکھا کرتا تھا۔ وہ سوچا کرتا تھا کہ شاید اسے وہ منظر دیکھنے کی سعادت نصیب ہو جائے اور اب جب وہ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ اپنے جسم کو ٹٹول رہا ہے کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

نہیں! یہ حقیقت ہے! بالکل حقیقت!

وہ دیکھ رہا ہے کہ قافلے کے سردار کے پیچھے اونٹنی پر بارہ تیرہ برس کا بچہ بیٹھا ہے جس کے چہرہ کا نور اس کے بے مثال مقام و مرتبہ کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا مسلسل سایہ کر رہا ہے۔ جدھر جدھر اس کی سواری جاتی ہے بادل وہیں چلا جاتا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ اب قافلہ ایک بہت بڑے درخت کی چھاؤں میں اترا ہے۔ لوگ اپنی اپنی سواریوں کو باندھ رہے ہیں تاکہ یہاں سستا لیں اور کچھ دیر

Marfat.com

آرام کر لیں، مکہ کے قافلے والے ہمیشہ اس جگہ پر آ کر آرام کرتے ہیں۔ وہ اس عیسائی عبادتگاہ کے راہب ''جرجیس'' کو جانتے ہیں جس نے کبھی بھی کسی قافلے والوں کو سلام کہنے کے لئے بھی اپنی عبادت گاہ سے باہر آنا گوارہ نہیں کیا تھا وہ ہر وقت اپنی عبادت اور اپنے طریقہ کے مطابق تزکیہ نفس میں مصروف رہتا لیکن آج وہ دریچے میں کھڑا قافلے کو مسلسل دیکھے جا رہا ہے۔

جرجیس دیکھ رہا ہے کہ قافلے والے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گئے ہیں، جگہ کم پڑ گئی ہے۔ یہ بارہ سالہ بچہ دھوپ میں بیٹھ گیا ہے لیکن یہ کیا......؟ اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں جب اس نے دیکھا کہ درخت نے اپنی شاخوں کو پھیلایا اور آگے بڑھ کر اس بچے پر جو رحمت کائنات ہے اور فخر موجودات ہے اپنی ٹھنڈی چھاؤں کر دی۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ جس طرح درخت نے اس بچے کی تعظیم کی ہے دوسرے درخت اور پتھر بھی اپنا اپنا اظہار محبت اس طرح کر رہے ہیں کہ وہ سجدے میں جھک رہے ہیں۔ اس نے پڑھا تھا کہ درخت اور جمادات نبی خدا کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔

وہ بے تابی سے عمارت سے نکلتا ہے اور قافلے والوں کے پاس فوراً جا پہنچتا ہے۔ اسے یقین ہو چکا ہے کہ وہی نبی صادق و امین ہے جس کی آمد کے تذکرے وہ اپنی کتابوں میں پڑھ چکا ہے وہ اسی نبی آخر الزماں سے ملنا چاہتا ہے۔ ان کی مہر نبوت کا دیدار کرنا چاہتا ہے۔

وہ قافلے کے سردار کے پاس آتا ہے اور ان سے درخواست کرتا ہے ''آج آپ سب لوگ میرے مہمان بنیں اور کھانا کھائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی''

قافلے والے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ آج تک اس نے ایسی پیشکش کبھی نہیں کی تھی۔ آج وہ کیسے مہربان بن گیا؟ جرجیس اپنی دانش و علم کی وجہ سے ''بحیرا'' کے لقب سے مشہور ہے۔

''بحیرا! بڑی حیرانی کی بات ہے کہ آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں! ہم اس سے پہلے بھی یہاں آتے رہے ہیں لیکن آپ نے کبھی بھی ہمیں سلام تک نہیں کیا، آج اپنی عبادت گاہ سے اتر کر آنا اور ہمیں دعوت دینا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟''

قافلے کے ایک شخص نے جب یہ سوال کیا تو بحیری سوچنے لگا کہ وہ کیا جواب دے۔ کیا وہ سب کچھ بتا دے؟ کیا وہ اپنے دل کی بات سب پر واضح کر دے؟؟ نہیں! یہ بات سب کو بتانے والی نہیں ہے۔ اس نے سوچا کہ پہلے میں خود شرف ملاقات حاصل کروں تو دل کی بات کروں۔

وہ بات کو ٹالتے ہوئے کہہ رہا ہے۔

''میری کوتاہی ہے کہ اس سے پہلے آپ کو دعوت نہیں دے سکا، آپ مہمان ہیں اور آپ کی عزت افزائی اور ضیافت کا اعزاز حاصل کرنا میرے لئے باعث فخر ہے''۔

شام کو قافلے کے لوگ عیسائی خانقاہ کی طرف جا رہے ہیں بوڑھا راہب محبت سے سب کا استقبال کر رہا ہے۔

''قافلے کے سب لوگ آ گئے ہیں؟''

بوڑھا راہب یقین کرنا چاہتا ہے کہ وہ جس سے ملاقات کا متمنی ہے وہ بھی قافلے کے ساتھ دعوت میں تشریف لا چکے ہیں۔

''سب لوگ آ گئے ہیں صرف ایک بچے کو خیموں اور اونٹوں کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ آئے ہیں''

یہ بات سن کر وہ پریشان ہو جاتا ہے قافلے کے سردار سے وہ گزارش کرتا ہے۔

''آپ اس بچے کو بھی ضرور بلا لیجئے! میں چاہتا ہوں کہ سب ہی اس ضیافت میں شریک ہوں''۔

حضرت ابو طالب اپنے بھائی کو کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو لے آؤ۔ حارث بن عبد المطلب جاتے ہیں اور وہ بچہ ضیافت میں شریک ہوتا ہے

Marfat.com

جس کے وسیلے سے سب کو دعوت دی گئی ہے۔

قافلے والے کھانا کھا چکے تو بوڑھا راہب سب کو ایک ایک کر کے رخصت کر رہا ہے۔ سب جا چکے تو وہ حضرت ابوطالب سے گزارش کرتا ہے۔ ''بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ اور یہ بچہ یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں''۔

حضرت ابوطالب اس کی درخواست کو قبول کر لیتے ہیں اور رک جاتے ہیں۔ ننھے حضور بھی ساتھ ہیں، بحیرا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ وہ نبی آخرالزماں کے قریب آ کر بیٹھ گیا ہے۔ بوڑھا راہب اشتیاق بھری نظروں سے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھتا رہتا ہے وہ آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے اور مناسب لفظوں کی تلاش میں ہے۔ وہ عرب معاشرہ میں جاہلیت کے دور میں پوجے جانے والے بتوں ''لات'' اور ''عزا'' کی قسم دیکر آپ سے پوچھتا ہے۔

''آپ کو لات اور عزا کی قسم! خدا کے لئے آپ میری باتوں کا جواب عنایت کیجئے!''

حضور غصے سے جواب دیتے ہیں

''مجھ سے بات کرنا ہے تو لات اور عزا کے واسطے سے کچھ مت کہنا، جتنا مجھے ان بتوں سے نفرت ہے کسی شے سے نہیں ہے''

وہ کہتا ہے: ''تو پھر میں آپ سے اللہ کے واسطے سے کہتا ہوں کہ جواب دیجئے گا''

''ٹھیک ہے! پوچھو! میں تمہاری بات کا جواب دوں گا''

اپنے بھتیجے کے اعتماد اور رب تعالیٰ کی وحدانیت کے اظہار کے اس حسین سلیقے پر چچا ابوطالب کی خوشی واضح اور عیاں ہے۔ بوڑھا راہب ان تمام علامات کے حوالے سے حضور سے وہ باتیں پوچھ رہا ہے جو نبی صادق وامین کی بنیادی علامات اور صفات کے طور پر سابقہ سماوی کتابوں میں مرقوم وموجود تھیں۔ جیسے جیسے جواب مل رہے ہیں اس کا یقین کامل اور پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ یہی اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں۔

سوال وجواب کا سلسلہ ختم ہوتا ہے تو راہب اجازت طلب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''پشت مبارک پر موجود ''مہر نبوت'' کی زیارت کا شرف عنایت کیجئے! مجھے یقین ہے کہ آپ ہی اللہ کے وہ آخری رسول ہیں جن کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا ''آپ ہی عالمین کے سردار اور رحمت ہیں''۔

''آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟''

حضرت ابوطالب بحیرا سے سوال کرتے ہیں تو وہ بتاتا ہے ''جب آپ لوگوں کا قافلہ یہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو اس بچے کی تعظیم کے لئے سجدہ ریز نہ ہوا ہو۔ میں ان کو ان کی مہر نبوت کے حوالے سے بھی جانتا ہوں جو ان کے کندھوں کے درمیان ہے۔ ان کا ذکر ہم نے اپنی کتابوں میں بھی پڑھا ہے''۔

حضور اپنی پشت مبارک سے قمیص ہٹاتے ہیں، وہ راہب بڑھ کر اس مہر نبوت کو چوم لیتا ہے۔ یہ ایک نشان تھا، سیب کی شکل کی طرح کا یہ نشان جسم اطہر پر کھدا ہوا نظر آتا تھا۔ یہ واضح علامت نبوت مصطفیٰ دیکھ کر وہ راہب حضرت ابوطالب سے پوچھتا ہے۔

''آپ کا اس بچے سے کیا تعلق ہے؟''

''یہ میرا بیٹا ہے'' حضرت ابوطالب کے جواب سے راہب حیران ہو جاتا ہے۔

''نہیں یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اور میرے علم کے مطابق ان کا والد زندہ بھی نہیں ہے''۔

''یہ میرا بھتیجا ہے'' حضرت ابوطالب کے جواب سے اس کو تسلی ہو جاتی ہے۔

وہ پوچھتا ہے ''ان کے والد کب فوت ہو گئے تھے؟''

Marfat.com

''ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے والد وفات پا گئے تھے!''

''ٹھیک! اور ان کی والدہ؟''

''کچھ سال پہلے ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا''

راہب یہ باتیں سنتا جاتا ہے اور تسلی کرتا جاتا ہے کہ سب علامتیں صحیح اور سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ یکدم اس کو یاد آتا ہے کہ اس نبی رحمت وجود کے سب سے بڑے مخالف ''یہود'' ہوں گے۔ وہ مشورہ دیتا ہے ''آپ اپنے بھتیجے کو لے کر اپنے وطن واپس تشریف لے جائیں اور دیوں سے ہوشیار رہیں کہیں وہ اس بچے کو نقصان نہ پہنچائیں''

''لیکن ہم تو دمشق کی طرف جا رہے ہیں، ابھی آگے سفر کرنا ہے یہودیوں سے ہمیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟''

حضرت ابوطالب حیران ہو رہے ہیں کہ یہودی کیوں ان کے بھتیجے کے دشمن ہیں۔ راہب بتاتا ہے ''اگر یہودیوں کو علم ہو گیا کہ یہی نبی ت اللعالمین ہیں تو وہ ان کی جان کے دشمن ہو جائیں گے کیونکہ وہ خاندانی تعصب کی وجہ سے ان کے وجود کو برداشت نہیں کر سکیں گے''۔

چچا کو اپنے اس پیارے بھتیجے کی زندگی سب سے عزیز اور پیاری ہے۔ راہب کی باتیں سن کر اپنے غلاموں کو بلاتے ہیں اور حکم دیتے ہیں ہ آپ کو مکمل حفاظت کے ساتھ ''مکۃ المکرمہ'' واپس لے جائیں۔

حضرت ابوطالب کے غلام سرور کائنات کو اپنی حفاظت میں مکۃ المکرمہ لے کر آ رہے ہیں، انہیں کیا معلوم کہ وہ جس کی حفاظت کر رہے ں اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العالمین نے لی ہوئی ہے اور وہی ہر مرحلے پر آپ کو دشمنوں سے محفوظ فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی جوانی، کردار کی عظمت

انبیاء ورسل ''معصوم عن الخطاء'' ہوتے ہیں ہمہ وقت رب تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتے۔ آقا علیہ السلام کی ساری حیات مبارکہ کی طرح آپ کی مقدس جوانی بھی بے داغ ہے۔ قرآن مجید میں حیات مصطفوی کو دلیل نبوت ورسالت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کفار مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ سے اپنی دشمنی حسد اور نفرت کے باوجود آپ کے کردار پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ وہ کر بھی کیسے سکتے تھے؟ میرے آقا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پیغمبرانہ شان اور عظمت کا حامل ہے۔

ناپسندیدہ محفل میں جانے کا ارادہ بھی کیا تو رب کریم نے اس سے محفوظ فرما دیا۔ جیسا کہ ایک دفعہ آپ نے گانے بجانے کی ایک محفل میں بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن آپ پر نیند مسلط کر دی گئی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے، کبھی کبھی صحرا میں راتیں گزارتے، ریوڑ مکہ سے دور نکل کر چرانے کے لئے لے جاتے تو آپ دوسرے چرواہوں کے ساتھ وہیں رات کو رہ جاتے۔ ہر سمت صحرا کی خاموشی اور ہر طرف سناٹے کا عالم، آپ کا دل چاہا کہ مکہ جاؤں اور وہاں بڑے بوڑھوں کے محفل میں بیٹھ کر ان سے قصے کہانیاں سن آؤں۔ پرانے زمانے میں ایسی محفلیں مختلف جگہوں مثلاً چوراہوں اور تھڑوں پر سجتی تھیں اور لوگ شام کو دنیاوی امور سے فراغت کے بعد ان محفلوں میں جا کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے ساتھی چرواہوں سے کہا کہ میری بکریوں کا خیال رکھنا۔ انہوں نے حامی بھر لی تو آپ مکہ کی طرف چل پڑے۔ مکہ کے قریب پہنچے تو آپ کو شادی کی ایک تقریب میں موسیقی کا شور سنائی دیا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ میں بھی موسیقی کی اس محفل میں جاؤں جہاں حسب روایت شادی پر گانے بجانے والے ساز کے ساتھ آواز کا جادو جگا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر ابھی آپ موسیقی سننے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہیں سو رہے، ایسے سوئے کہ دوسری صبح سورج کی تمازت سے آپ کی آنکھ کھلی۔ سب لوگ پتہ نہیں کب سے جا چکے تھے۔ آپ اکیلے اس میدان میں سوتے رہے تھے۔ آپ وہاں سے صحرا میں اپنی بکریوں کے پاس لوٹ آئے دوسرے چرواہوں نے رات کے حوالے سے پوچھا تو تفصیل بتا دی۔ ایک دوسرے موقع پر بھی اس طرح ہوا۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب کریم کی جس طرح عزت و عصمت کی حفاظت فرما رہا تھا یہ اس کے واضح اشارے تھے۔ توحید ذات باری کا عقیدہ تو بچپن ہی سے قلب و روح میں راسخ ہو چکا تھا۔ کوئی بھی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جب آپ نے بعض دوسرے قریش کی طرح بتوں سے مدد طلب کی ہو یا ان کی تعظیم بجالائے ہوں۔ آپ کے اس طرز عمل کو ''ام ایمن'' یاد کیا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ ''عکاظ'' کا میلہ ایک بہت یادگار تقریب ہوتی تھی۔ اس جگہ ایک بہت بابرکت سمجھا جانے والا بت تھا جس کے احترام میں ہر سال میلہ لگتا۔ عرب قبائل دور دراز سے آتے۔ دکانیں سجائی جاتیں۔ بت کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تاکہ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے گھروں میں خوشحالی آئے۔ دوسرے سرداروں کی طرح ابوطالب بھی اس میلے میں شرکت کرتے کیونکہ اس میں صرف بت کی پوجا ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ میل ملاپ کا ایک ذریعہ بھی تھا۔ شعر و شاعری کی محفلیں جمتی تھیں۔ اونٹ اور گھڑسواری اور نیزہ بازی کے مقابلے ہوتے۔ اس رونق میلے کو دیکھنے کے لئے ایک دنیا ''عکاظ'' امڈ آتی تھی لیکن میرے آقا اپنے چچا کے اصرار کے باوجود کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ آپ کو جوانی ہی سے ایسی بے کار اور فضول تقریبات سے نفرت تھی اس لئے آپ ان میں جانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ البتہ اعلان نبوت کے بعد آپ نے ''عکاظ'' کے میلے میں تبلیغ و اشاعت دین کے لئے شرکت فرمائی تھی۔

عکاظ کا میلہ طائف کے نواح میں ایک وسیع میدان میں لگتا تھا، اس میں خاص طور پر طائف کی بنی ہوئی چمڑے کی مصنوعات فروخت

Marfat.com

تی تھیں۔ دیگر اشیاء کے اسٹال بھی لگتے تھے لیکن اس میلے کی سب سے بڑی خصوصیت وہاں کا مشاعرہ ہوتا تھا جو لوگوں کو سارا سال یاد رہتا تھا۔

عرب کے نامور شعراء یہاں جمع ہوتے اپنی اپنی نگارشات سناتے فصیح و بلیغ عربی کا ذوق رکھنے والے سامعین اس سے لطف اٹھاتے، سب سے بہتر قرار پانے والے کلام کو سونے کے پانی سے لکھ کر بیت اللہ کی دیوار پر سجا دیا جاتا تاکہ کعبہ کی زیارت کے لئے آنے والے پورا سال شاعر کو خراج تحسین پیش کرتے رہیں۔

ان دنوں عرب معاشرہ میں صحرائی قذاق بہت عام تھے۔ لوگ اپنا مال اسباب لے کر صحرا میں سے گزرتے تو ان کو لوٹ لیا جاتا۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے قریش کو عطا کی تھی کہ وہ سردی گرمی میں جس علاقے کا بھی سفر کرتے انہیں کوئی خوف و خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ سب قبائل ان کا احترام کرتے تھے اور یہ صرف حرم کعبہ کی خدمت کا صلہ تھا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں سورۃ القریش میں موجود ہے۔ دوسرے قبائل کے لوگ "عکاظ" کے میلے سے مال و اسباب لے کر لوٹتے تو وہ اپنے لئے راستے کے خطرات سے نمٹنے کے لئے حلیف قبائل سے معاہدہ کرتے تاکہ وہ ان امن و امان کے ساتھ ان کی منزل تک پہنچانے کی ذمہ داری لے سکیں۔ "حیرہ" کے بادشاہ نعمان بن منذر کا تجارتی قافلہ سب سے بڑا ہوتا تھا۔ وہ اپنے تجارتی سامان کو کسی عرب سردار سے معاہدہ کر کے اس کی حفاظت میں روانہ کرتا تھا۔ "بخد" اور "تہامہ" کے قبیلے سامان لوٹنے میں بدنام تھے۔ ماضی قریب تک ان کی قزاقی اور لوٹ مار کے قصے مشہور رہے ہیں۔

یہ اس سال کا واقعہ ہے جب نعمان بن منذر کے تجارتی قافلے کو بخد اور تہامہ کے ڈاکوؤں سے بچانے کی ذمہ داری ایک جنگجو سردار براض بن قیس النمری نے لے لی۔ ظاہر ہے اس حفاظت کے عوض معاوضہ بھی ملتا تھا ایک دوسرے قبائلی سردار عروۃ الرحال نے اپنے روایتی غرور و تکبر کا اظہار کرتے ہوئے نعمان بن منذر کو سر محفل کہہ دیا "براض جیسے مردود کتے میں اتنی طاقت کہاں کہ وہ تمہارے قافلے کی حفاظت کرے۔ یہ کام تم میرے سپرد کرو"۔ نعمان نے "ہوازن" کے علاقے کے سردار عروۃ الرحال پر اعتماد کرتے ہوئے قافلہ اس کی حفاظت میں روانہ کر دیا۔ براض بن قیس نے اس قافلے کا تعاقب کیا اور ایک شب جب عروہ رقص و سرور کی محفل میں شراب پی کر بدمست ہو کر سونے کے لئے اپنے خیمے میں گیا تو براض نے اس پر اچانک حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ یہ خبر مکۃ المکرمہ پہنچی تو بنو قیس قبیلے کے لوگ اپنے سردار عروۃ الرحال کے قتل کے انتقام کے لئے جنگ کرنے کا عہد کرنے کے لئے صحن کعبہ میں جمع ہوئے اور اعلان کیا کہ آئندہ سال ہم اپنے سردار کا بدلہ لیتے ہوئے ایک بڑے سردار کو قتل کریں گے۔ انہوں نے یہ دھمکی قریشیوں کو دی تھی۔ قریش کے سپہ سالار حرب بن امیہ کی طرف سے اس کے بیٹے ابوسفیان نے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے کہا "ہم اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں اور آئندہ سال اس جگہ پر تم سے مقابلے کے لئے تیار ہوں گے"۔

قریش پورا سال اس جنگ کے لئے منصوبہ بندی کرتے رہے اور حلیف قبائل کی حمایت حاصل کرنے میں مصروف رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ قبیلے اس متوقع جنگ میں ان کی مدد کریں چونکہ "ہوازن" اور "کنانہ" کے علاقوں کے قبیلوں کے درمیان لڑائی تھی اس لئے بنیادی کردار ہوازن اور کنانہ والوں نے ادا کیا لیکن قریش نے کنانہ والوں کا ساتھ دیا۔ یہ لڑائی عکاظ کے میلے کے دنوں میں تین سال ہوتی رہی۔ دو سال قریش اور ان کے حلیف "بنو کنانہ" کو شکست ہوتی رہی اور بنو قیس جن کا تعلق "ہوازن" سے تھا کامیاب ہوتے رہے تیسرے سال یہ جنگ قریش اور ان کے حلیف قبیلے نے جیت لی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی آپ بھی اس میں شریک تھے۔ آپ کے سارے چچا اور خاندان کے دیگر بڑے اس جنگ میں قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے۔ حضور اپنے چچاؤں کے قریب جا کھڑے ہوئے اور میدان جنگ میں جب گھمسان کا معرکہ ہوا تو آپ ترکش سے تیر نکال کر ان کو دیتے رہے۔ یہ جنگ چونکہ قریش پر مسلط کی گئی تھی اس لئے

Marfat.com

حضور نے اپنے خاندان کا ساتھ دیا۔عرب کے قبائلی دستور وروایات کے تحت ان جنگوں کا سلسلہ شاید کئی عشروں تک چلتا رہتا لیکن پانچ سال بعد قریش کی طرف سے مصالحت کی پیش کش کے بعد ان جنگوں کا سلسلہ رک گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جنگ بندی سے یقیناً راحت ومسرت ہوئی ہوگی۔آپ کو ہراس کوشش پر اطمینان حاصل ہوتا تھا جس کا مقصد عرب کے جاہلانہ رسوم ورواج کا خاتمہ ہوتا تھا اس کی ایک واضح مثال ''حلف الفضول'' میں آپ کا بھرپور کردار ہے۔یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں ظالموں کے خلاف مظلوموں کا ساتھ دینے کا عہد کیا گیا تھا۔

مکۃ المکرمہ میں ایک ہردلعزیز اور قابل احترام بزرگ شخصیت عبداللہ بن جدعان کی تھی۔نبی ہاشم،بنی زہرہ اور دیگر قبیلوں کے لوگ ان کے مصالحت پر مبنی طرز عمل کی وجہ سے ان پر اعتماد کرتے تھے۔ان کے گھر پر مختلف قبائل کے مشترکہ اجلاس ہوتے تھے۔ایک ایسا ہی اجلاس تاریخ میں خصوصی مقام واہمیت کا حامل ہے اس اجلاس کے نتیجے میں ''حلف الفضول'' جیسا یادگار معاہدہ معرض وجود میں آیا۔اس اجلاس کے لئے متحرک اور فعال کردار حضور علیہ السلام کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے ادا کیا۔انہیں ایک پردیسی کی فریاد سن کر مظلوموں کی مدد کرنے کے لئے ایک مشترکہ معاہدہ کرنے کی سوجھی تھی جس کو تمام قبائل کی حمایت حاصل ہو۔ہوا یوں تھا کہ اس دور میں صرف ان لوگوں کو عزت واحترام دیا جاتا جن کے قبیلے طاقتور تھے۔انفرادی اعتبار سے کمزور خاندان کے فرد سے کوئی زیادتی ہوجاتی تو اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا تھا کیونکہ حمایت کا معیار یہ رہ گیا تھا کہ کس کا قبیلہ انتقام لینے کے حوالے سے کتنا مضبوط اور قوی ہے۔لہٰذا جب یمن کے ایک تاجر سے مال خرید کر مکہ کے ایک خوشحال شخص عاص بن وائل نے خریدے گئے مال کی قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا تو یہ تاجر اپنی رقم وصول کرنے کے غرض سے مختلف قبائلی سرداروں کے گھروں کے چکر کاٹتا رہا اور ان سے مدد کی درخواست کرتا رہا لیکن کسی نے اس کی شکایت کو اہمیت نہ دی۔سب ہی ٹال گئے۔وہ ''جبل ابی قبیس''(مکہ مکرمہ کا مشہور پہاڑ) پر چڑھ گیا اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کی داستان سنانے لگا۔اس نے چیخ چیخ کر مکہ مکرمہ کے روسا اور سرداروں سے فریاد کی کہ اس کو اس کا حق دلایا جائے۔دوسرے لوگ تو بے حسی کا نمونہ بن کر خاموش بیٹھے رہے لیکن زبیر بن عبدالمطلب کو احساس ہوا کہ ہم بے کسی ومجبور لوگوں کا ساتھ نہ دے کر غلط کررہے ہیں۔اس لئے ان کی تحریک اور تجویز پر عبداللہ بن جدعان کے گھر مختلف قبائل کے سرداروں اور اہم شخصیات کا تاریخی اجلاس ہوا تھا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک بیس برس تھی۔عہد شباب کے آغاز کا دور تھا،اس عمر میں نوجوان بالعموم اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ گپ شپ لگانے،سیر وتفریح کرنے اور گھومنے پھرنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن کائنات کے سردار کا یہ عہد مبارک آپ کے سنجیدہ ذہن اور فکری پختگی کا غماز اور عکاس تھا۔عبداللہ بن جدعان کے گھر ہونے والے اس اجلاس میں آپ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔اس اجلاس کا مقصد یہی تھا کہ آئندہ جب بھی کوئی کسی پر زیادتی کرے گا۔تمام قبائل مشترکہ طور پر مظلوم کی حمایت کریں گے۔خواہ اس کا تعلق کسی بھی قبیلے سے ہو اور وہ ظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور اس کے لئے قبائلی عصبیت کو رکاوٹ نہیں بننے دیں گے۔یہ معاہدہ قبائلی عصبیت کے جاہلانہ رسم ورواج پر مبنی معاشرہ میں روشنی کی پہلی کرن تھی۔یہ پرانے اور فرسودہ نظام کے خلاف بغاوت کا پہلا قدم تھا۔یہ مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کا ہاتھ روکنے کی پہلی کوشش تھی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس معاہدہ میں شرکت سے جو راحت ومسرت حاصل ہوئی اس کا اظہار میرے آقا نے بعد میں اس طرح فرمایا:''اس معاہدے کی خلاف ورزی کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹوں کی پیشکش بھی کرتا تو میں انکار کردیتا''۔یاد رہے کہ سرخ اونٹ اس زمانے میں سب سے اعلیٰ اور قیمتی سواری سمجھی جاتی تھی جیسا کہ آج کے دور میں ''رولز رائس'' اور ''فراری''۔

یہ معاہدہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ اس معاہدہ کی اصل روح کے مطابق عہد شباب میں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسی ''یوتھ فورس'' کی تشکیل دی جس نے مظلوموں کا حق دلانے میں کسی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانوں کو جمع کیا اور مظلوم لوگوں کے حقوق دلانے کے لئے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کرنے کا لائحہ عمل دیا۔ کیونکہ بعض دفعہ زبانی وعظ و نصیحت سے کام نہیں چلتا۔ ضروری ہوتا ہے کہ مظلوم کو حق دلانے کے لئے ظالموں کے خلاف معرکہ آرائی کرنا پڑتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانوں کو اس کام کے لئے تیار کیا تاکہ قبیلوں کی باہمی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جس کسی نے زیادتی کی ہے اس سے بدلہ لیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کس کا تعلق کس قبیلے سے ہے۔ یہ مظلوم اور بے سہارا لوگوں کی مدد کے لئے ایک انقلاب آفریں مرحلہ تھا۔ جس نے قبائلی عصبیت کے بت کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانوں کا یہ اجلاس صحن کعبہ میں بلایا، سب نے مشترکہ جدوجہد کے لئے حضور کے ساتھ حلف لیا۔

''ہم مظلوموں کا حق ظالموں سے واپس دلانے میں مظلوموں کی حمایت کریں گے اس معین ہدف کے علاوہ ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہے ہم اس کی پرواہ کئے بغیر مظلوم کی مدد کریں گے کہ وہ فقیر ہے یا غنی ہے''۔

اس حلف کی تقریب کے اختتام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانوں کو ساتھ لے کر حجر اسود کو زمزم سے دھویا اور سب نے حجر اسود کو دھونے والے پانی کو پی لیا۔ یہ اپنے حلف پر ہمیشہ پابند رہنے کا اعلانیہ اظہار تھا۔ حلف لینے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو نہیں چلے گئے بلکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانوں کو ساتھ لیا اور ایک اوباش مالدار آدمی کے گھر کا رخ کیا جس نے ایک مسافر حاجی کی خوبرو بیٹی کو اغوا کر لیا تھا۔

مکہ کے اس بگڑے ہوئے رئیس نبیہ بن حجاج نے دیہاتی کی بچی کو اغوا کیا اور اسے اپنے گھر لے گیا تو کسی نے مظلوم باپ کی دستگیری کی حامی نہ بھری۔ نوجوانوں کے قائد اور قائد انسانیت میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مظلوم کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا علم ہوا تو آپ اپنے نوجوان مسلح ساتھیوں (یوتھ فورس) کے ہمراہ اس بدقماش آدمی کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور بچی کو فوراً واپس کرنے یا بصورت دیگر سزا بھگتنے کی دھمکی دی۔ یہ شخص منت سماجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اس لڑکی کو میں اس کے والد کو واپس لوٹا دوں گا لیکن میرے آقا کی معیت میں آنے والے ان نوجوانوں نے مغویہ کو بازیاب کرائے بغیر جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے نوجوانوں کی آنکھوں میں اترا ہوا انتقام کا خون دیکھا تو فوراً اس لڑکی کو ان نوجوانوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے عزت و آبرو کے ساتھ اس کے والد کے سپرد کر دیا۔

مکۃ المکرمہ میں جب بھی کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد کی درخواست کرتا، آپ فوراً مدد کے لئے پہنچتے۔ ایک دفعہ ابوجہل نے کسی تاجر سے کچھ مال خریدا اور پھر قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ تاجر اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچا اور ان سے مدد چاہی، قبیلے نے قلت افراد کی وجہ سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ تاجر مکہ مکرمہ لوٹ کر آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوا تو آپ ابوجہل کے گھر گئے اور اس کو قیمت ادا کرنے کی تنبیہ کی۔ ابوجہل کو تاجر کا ہضم کیا ہوا یہ سرمایہ واپس کرنا ہی پڑا۔ آپ کے حسن خلق اور اعلیٰ کردار کے ہر طرف چرچے تھے۔

پچیس سال کی عمر تک پہنچنے تک مکہ مکرمہ میں ہر جگہ آپ کی شرافت، ذہانت اور صداقت کے تذکرے تھے۔ آپ کے عظیم کردار کی یہ گواہی قرآن کریم میں آپ کی نبوت و رسالت کی ایک بہت بڑی دلیل کے طور پر پیش کی گئی۔ آپ کے حسن سیرت کا ذکر حضرت خدیجہ تک پہنچا تو انہوں نے آپ کو اپنے تجارتی قافلے کا سربراہ بنانے کا فیصلہ کیا۔

ان کا تجارتی قافلہ دیگر قافلوں کے ہمراہ ہر سال گرمیوں کے موسم میں بلاد شام کی طرف جایا کرتا تھا۔ حضرت خدیجہ ایک مالدار خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ہی نیک سیرت اور پاکباز خاتون تھیں جس کی وجہ سے آپ ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ ان کی دولت و ثروت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دیگر تمام تجارتی قافلوں کے مال کے برابر اکیلی حضرت خدیجہ کا اتنا ہی مال ہوتا تھا

Marfat.com

وہ خود تو ان قافلوں کے ساتھ نہ جاتی تھیں البتہ ملازم اجرت پر رکھے ہوئے تھے یا پھر نفع میں حصہ مقرر کر کے وہ اپنے تجارتی نمائندوں کو بھیجتی تھیں وہ ان تجارتی نمائندوں کو نفع میں حصہ دار بناتی تھیں لیکن نقصان ہونے کی صورت میں مالی خسارہ خود برداشت کرتی تھیں۔

حضرت ابو طالب کے علم میں تھا کہ شام میں یہودیوں سے ان کے نور نظر بھتیجے کی جان کو خطرہ ہے لیکن حضرت ابو طالب کے مالی حالات بہتر نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ حضور علیہ السلام اس دفعہ تجارتی قافلے کے ہمراہ شام جائیں۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت خدیجہ حضور کی پاکیزہ شہرت کی وجہ سے فوراً آپ کو اپنے تجارتی قافلے کا سربراہ بنا دیں گی۔

ایک دن حضرت ابو طالب نے اپنی مالی کسمپرسی، تنگدستی کا تذکرہ کرتے ہوئے جب اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ حضرت خدیجہ کے پاس جا کر ان کے لئے تجارتی نمائندہ بننے کی پیش کش کریں تو میرے غیور آقا کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ خود جا کر حضرت خدیجہ کو اپنی خدمات پیش کریں۔

حضور کو یقین تھا کہ آپ کو حضرت خدیجہ خود ہی پیش کش کریں گی حضرت ابو طالب کو خدشہ تھا کہ کہیں یہ موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

حضرت خدیجہ تک بالواسطہ طور پر جب یہ بات پہنچی کہ خاندان بنو ہاشم کا یہ پاکیزہ نوجوان ان کے تجارتی قافلہ کا سربراہ بننے پر آمادہ ہے تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔ انہوں نے اسی وقت آپ کو بلوا بھیجا۔

''مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اس دفعہ تجارتی قافلے کی سربراہی کریں۔ اس قافلے کی تمام تر ذمہ داری میں آپ کے سپرد کر رہی ہوں۔ آپ کی صداقت دیانت اور کریمانہ اخلاق کے تذکرے بہت سنے ہیں۔ اگر آپ میرے تجارتی قافلے کی سربراہی قبول فرمائیں تو دوسروں کو دیئے جانے والے معاوضے سے دوگنا معاوضہ پیش کروں گی''۔

حضرت خدیجہ کے حسن اخلاق اور انداز گفتگو سے حضور علیہ السلام بہت متاثر ہوئے۔ خوشی خوشی گھر لوٹے اور گفتگو کا خلاصہ اپنے پیارے چچا کو سنایا۔

''پیارے بھتیجے! فوراً قبول کر لیجئے! یہ رزق کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔

حضور نے حضرت خدیجہ کو ان کے تجارتی قافلے کے سربراہ بننے پر اپنی آمادگی سے آگاہ کر دیا۔ حضرت خدیجہ نے اپنے خادم میسرہ کو ہدایات دیں کہ تم ہمیشہ ان کے حکم کی ہی تعمیل کرنا، کبھی بھی حکم عدولی کی جسارت نہ کرنا اور ان کے کسی فیصلے اور رائے کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ یہ پیغام واضح کر رہا تھا کہ حضرت خدیجہ کے دل میں حضور کے لئے کتنا ادب واحترام تھا۔ وہ حضور کو تجارتی قافلے کا سردار ہی نہیں بلکہ بہت ہی اعلیٰ اور ارفع مقام کی حامل شخصیت سمجھتی تھیں۔

اس دن مکۃ المکرمہ میں حسب معمول خوب گہما گہمی تھی۔ تجارتی قافلے ساز و سامان سے لدے اونٹوں کے ہمراہ شام کی طرف جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اس دفعہ بھی حضرت خدیجہ کا تجارتی قافلہ سب سے نمایاں اور سب سے بڑا تھا۔ قافلے میں شریک لوگوں کے اہل خاندان انہیں الوداع کہنے کے لئے جمع تھے۔ اس دفعہ جانے والے قافلے کی ایک خاص شان تھی۔ اس میں میرے آقا جو شامل تھے۔ آپ کا حسین نورانی چہرہ پاکیزہ مسکراہٹ لئے ہوئے سب کے لئے اطمینان وراحت کا سبب تھا۔ حضرت ابو طالب نے دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ آپ کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ آپ کی سلامتی اور خیریت کے لئے رب کعبہ سے دعائیں کیں اور قافلے والوں سے خاص طور پر کہا کہ میرے نور نظر کا خاص خیال رکھنا۔ وہ قافلے کو روانہ کر کے گھر لوٹ آئے اور ان کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اللہ رب العالمین اس دنیا میں اپنے آخری پیغمبر کی خود نگہبانی اور حفاظت فرمائے گا۔

قافلہ اس دفعہ بھی حسب معمول ''بصریٰ'' کی عیسائی عبادت گاہ کے قریب جا کر رکا۔ حضور کو تیرہ برس پہلے کا سفر یاد آ گیا۔ اس وقت آپ کی

Marfat.com

عمر بارہ برس تھی اور آپ اب پچیس سال کے عہد شباب میں داخل ہو چکے تھے۔
اب "بحیرا" وہاں نہیں تھا، موجودہ راہب کا نام "نسطورا" تھا۔ نسطورا بھی حضور کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔ اس نے بھی یہ منظر دیکھ لیا کہ بادل آپ پر سایہ فگن ہو جاتے تھے۔ جب آپ درخت کے نیچے قافلے والوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے تو وہ آپ کے خدمت گزار "میسرہ" کے پاس آیا اور اسے آپ کی ذات مبارکہ کے حوالہ سے سوالات کئے۔ جب آپ کے قریشی، مکی ہاشمی اور مطلبی ہونے سے آگاہ ہوگیا تو بڑھ کر آپ کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی اس نے اعلان کیا کہ آپ ہی وہ ذات اقدس ہیں جن کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ آپ بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وہ نبی اُمی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔
نسطورا نے آپ کی "مہر نبوت" کو چومنے کی سعادت بھی حاصل کی۔
شام کے اس تجارتی سفر میں حضرت خدیجہ کے قافلے کو توقع سے بڑھ کر منافع ملا۔ تمام اشیاء فروخت کر کے شام کی منڈیوں سے حضور نے جزیرۃ عرب کے لئے مطلوبہ اشیاء خرید کر اونٹوں پر لدوائیں اور اپنی نگرانی میں قافلے کو واپسی کے سفر کا حکم دیا۔
مکۃ المکرمہ پہنچنے سے پہلے حضور نے "میسرہ" کو تیزی سے آگے جانے اور حضرت خدیجہ کو تجارتی منافع اور کامیابی کی اطلاع دینے کا حکم دیا۔
حضرت خدیجہ کو یہ اطلاع ملی تو حضور سے ان کی قلبی محبت و الفت میں اور اضافہ ہوگیا۔ وہ اس قافلہ سالار کا دیدار کرنے کی غرض سے چھت پر تشریف لے گئیں۔ انہوں نے جو منظر دیکھا وہ حیران کن تھا، میرے آقا اونٹ پر سوار تھے۔ چلچلاتی دھوپ میں قافلے کے دیگر لوگ تو گرمی سے بچنے کے لئے چادروں سے اپنے سر اور چہروں کو چھپائے ہوئے تھے لیکن حضور قائدانہ شان و تمکنت سے اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ دو فرشتوں نے حضور پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میسرہ نے دوران سفر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کر دیا تھا اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حضرت خدیجہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس پاکیزہ نوجوان کی اہلیہ بننے کی سعادت حاصل کریں۔
حضرت خدیجہ کے دونوں شوہر یکے بعد دیگرے فوت ہو چکے تھے۔ آپ کے حسن و کردار کی وجہ سے عرب رؤسا و امراء نے آپ سے نکاح کی خواہش کی تھی لیکن انہوں نے ان رشتوں کو مسترد کر دیا تھا۔
اب حضور کے لئے دل و جان سے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے بے تاب تھیں۔ حضور تک اپنی قلبی کیفیت پہنچانے کے لئے اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ کا سہارا لیا۔ حضرت خدیجہ کی خواہش کے مطابق نفیسہ نے حضور سے پوچھا:

"آپ اب شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں اب ان حالات میں شادی کیسے کرلوں؟"

"کیا مطلب؟"

"میرے پاس اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ شادی کی ذمہ داریاں ادا کرسکوں"

"آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں"

"وہ کیسے؟"

حضور کے پوچھنے پر نفیسہ نے ایک سوال کیا۔

"اگر کسی خوبصورت عزت دار اور مالدار عورت کی طرف سے نکاح کی پیشکش آئے تو آپ اسے قبول نہیں فرمائیں گے؟"

"کون ہے وہ خاتون؟" حضور نے حیرانی سے دریافت فرمایا۔

Marfat.com

''خدیجہ!''

نفیسہ نے اپنی سہیلی کا نام لیا تو حضور نے فرمایا:

''یہ کیسے ممکن ہے!''

''ہاں یہ ممکن ہے''

نفیسہ نے اس ملاقات کی تفصیل حضرت خدیجہ کو سنائی تو ان کو تسلی ہوگئی کہ اب یہ رشتہ ازدواج طے ہو جائے گا۔ اب انہوں نے خود حضور سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ چالیس برس کی ایک ذمہ دار اور جہاندیدہ خاتون تھیں۔ انہوں نے سوچا کہ کسی اور کے ذریعے سے بات کرنے سے بہتر ہے کہ حضور سے خود رابطہ کیا جائے۔ حضور حضرت خدیجہ کی دعوت پر ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت خدیجہ نے جن الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کس شدت سے حضور کو چاہتی تھیں اور آپ کے حسن سیرت سے بے حد متاثر تھیں۔

''آپ کی شان بہت بلند ہے۔ امانت، حسن خلق اور سچ گفتاری آپ کے کردار کی خصوصی پہچان ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ سے نکاح کروں''۔ حضور نے اس رشتہ کو قبول فرمایا اور اپنے چچا کی رضامندی سے مشروط کر دیا''۔

''آپ اپنے چچا جان کو کل رشتہ لینے کے لئے ہمارے ہاں بھیج دیں''۔

حضرت ابوطالب نے دوسرے روز حضرت خدیجہ سے دریافت کیا کہ تم نے واقعی اپنا رشتہ میرے بھتیجے کے لئے پیش کیا ہے؟

''جی ہاں! میں نے اپنے آپ کو ان کے ساتھ عقد نکاح کے لئے اپنی خواہش ظاہر کی ہے''

''یہ تو اللہ کی طرف سے کرشمہ ہو گیا ہے''

حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کی اس باعزت اور نیک سیرت خاتون سے شادی کے پیغام سے بے حد خوش ہو گئے۔

''اب آپ ایسا کریں کہ میرے چچا عمرو ابن اسد کے پاس جائیں اور ان سے میرا رشتہ طلب کریں''

مروجہ رسم کے مطابق حضرت ابوطالب عمرو ابن اسد کے پاس گئے اور اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا۔

مکہ مکرمہ کی تاریخ کا ایک پر مسرت دن تھا جس دن میرے آقا کی شادی ہوئی۔ شہر مکہ کے سب سے باعزت خاندان بنو ہاشم کے پاکیزہ سیرت نوجوان ''محمد بن عبداللہ'' کا نکاح اعلیٰ کردار کی حامل خاتون خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ مکہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے سارے امراء و روساء جمع تھے۔ ایک بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ایک طرف بیس اونٹ باندھے گئے تھے یہ وہ اونٹ تھے جو حضور علیہ السلام کی طرف سے حق مہر میں دیئے گئے۔ ساڑھے بارہ اوقیہ سونا بھی اس کے علاوہ تھا حضرت خدیجہ اگرچہ ایک بہت مالدار خاتون تھیں لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چچا اور آپ کے خاندان نے بھی حضور کی شادی میں کوئی کمی نہیں رہنے دی تھی۔ وہ اپنے یتیم بھتیجے کی شادی پورے وقار اور خاندانی روایات کے مطابق کر رہے تھے۔ یہ سوچ کر ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے ہوں گے کہ اگر آج حضور کے والدین زندہ ہوتے تو اپنے لخت جگر کو ''دولہا'' بنا ہوا دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوتے۔

عرب کے مروجہ دستور کے مطابق شادی کی تقریب میں دولہا اور دلہن کے وکیل اور بزرگ شادی کے بندھن میں بندھنے والے جوڑے کے حوالے سے خطاب کرتے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شادی کے اجتماع میں کی گئی ان خطبوں کو سیرت نگاروں اور مورخین نے محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت ابوطالب نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ابراہیم اور اسماعیل کی ذریت میں سے پیدا کیا، جس نے ''معد'' اور ''مضر'' کی نسل سے ہماری شناخت کرائی اور ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور حرم کا خادم بنایا۔ ہمیں بیت اللہ کے حج کی وجہ سے عزت و وقار بخشا، ہمیں وہ شہر عطا کیا جو امن و

Marfat.com

سکون کا مرکز ہے اور ہمیں اس شہر امن کا حکمران بنایا''۔

اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور حمد وثنا کے بعد حضرت ابو طالب نے اس اجتماع میں میرے آقا کی تعریف وتوصیف بیان کی۔ یہ صرف ایک چچا کی طرف سے بھتیجے کا ذکر نہیں ایک عقیدت مند کا اظہار محبت وعقیدت ہے۔

''میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ اس شان کا حامل ہے کہ اس کا موازنہ جس کسی سے بھی کیا جائے گا تو اس کا مرتبہ پھر بھی بلند تر ہوگا یہ مت سوچنا کہ یہ مالدار نہیں ہے۔ مال ودولت کیا ہے! ایک ڈھلتا ہوا سایہ! اور ساتھ چھوڑنے والی چیز! تم محمد کو سارے عزیز واقارب اچھے طرح سے جانتے ہو! میں محمد کا رشتہ خدیجہ بنت خویلد سے بعد میں دیئے جانے حق مہر (مہر مئوجل) اور فوری طور پر ادا کئے جانے والے حق مہر (مہر معجل) ساڑھے بارہ اوقیہ سونا کے عوض طے کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آنے والے وقتوں میں محمد کے لئے عظیم کامیابیاں ہوں گی اور یہ جلیل القدر ہو گا''۔

حضرت ابو طالب بیٹھ گئے تو خطاب کے لئے حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور خاندان بنو ہاشم کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کی:

''بلاشبہ ساری حمد وثنا اس رب العالمین کے لئے ہے جس نے ہمیں ان تمام عزتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور فرمایا جس کا آپ ذکر اپنے خطبہ میں کر چکے ہیں۔ یہ اس رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ آپ اور ہم عرب قبائل کے رہنما اور قائد ہیں۔ آپ کی خاندانی فضیلت اور اعلیٰ صفات سے قبیلہ کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہم آپ کے خاندان سے اس تعلق کی ابتدا کر رہے ہیں جس کی ہمیں بے حد خواہش تھی۔ اے سربراہان قریش! آپ سب گواہ ہیں کہ میں نے خویلد کی بیٹی خدیجہ کا نکاح محمد بن عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے''۔

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی ہی نہ تھے بلکہ ان کے خاندان کے دانشور اور صاحب مطالعہ شخصیت تھے۔

ان کے خطبہ کے بعد حضرت ابو طالب نے خواہش ظاہر کی حضرت خدیجہ کے چچا بھی اس موقع پر اظہار خیال کریں لہٰذا انہوں نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے اس نکاح پر بحیثیت چچا اپنی رضامندی کا اقرار کیا اور تمام حاضرین محفل کو اس کا گواہ بنایا۔

حضرت خدیجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی آپ کی حیات طیبہ کا ایک اہم نکتہ ہے۔ یہ حضرت خدیجہ ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے قاسم پیدا ہوئے۔ جن کے حوالے سے آپ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ پھر حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن اجمعین پیدا ہوئیں۔

آخر میں حضرت عبداللہ کی پیدائش ہوئی جن کا لقب طیب اور طاہر تھا۔ ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے میرے آقا کی ساری اولاد مبارکہ حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی تمام صاحبزادے بچپن میں فوت ہو گئے تھے دنیا بھر میں جو بھی ''سادات اطہار'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں وہ درحقیقت حضرت خدیجہ کے بطن سے تولد پذیر ہونے والی حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ حضرت خدیجہ کو ہی حضور سے محبت نہ تھی بلکہ حضور بھی حضرت خدیجہ سے بے حد پیار کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ نے جس طرح اپنی جاں نثاری اور اپنے مال ودولت کو حضور پر نچھاور کرنے سے اپنی حضور سے عقیدت ومحبت کی مثال قائم کی تھی اس کا آپ کو ہمیشہ احساس رہا۔ میرے حضور نے ہمیشہ ان کی وفاؤں کو یاد رکھا۔ یہ حضرت خدیجہ تھیں جنہوں نے میرے آقا کو کسب معاش سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا تھا اور حضور نے اپنی ساری توجہ اپنی سماجی اور اصلاحی سرگرمیوں پر مرکوز کر دی تھیں۔ حضور دن بھر کی مصروفیات کے بعد گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہ مسکرا کر آپ کا استقبال کرتیں۔ آپ اپنی ننھی منی بچیوں کو پیار سے اٹھا لیتے یہ گھرانہ ایک مثالی گھرانہ تھا۔

حضور اپنی اولاد سے جس طرح محبت کرتے تھے اس کا نظارہ صحابہ کرام نے بھی کیا تھا۔ حضور اپنی نور نظر سیدہ فاطمۃ الزہرا کے استقبال کے لئے

Marfat.com

کھڑے ہو جاتے اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے۔ حضور کو اپنے اہل خانہ اور اولاد سے جو محبت تھی اور جس طرح ایک مثالی شوہر اور والد ثابت ہوئے وہ پوری انسانیت کے لئے ایک نمونہ کامل ہے۔

ہنسی خوشی سے آپ کی ازدواجی زندگی کو دس برس ہو چکے تھے کہ قریش مکہ نے بیت اللہ کی عمارت کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تعمیر کردہ بیت اللہ کی عمارت اب کافی پرانی اور خستہ حال ہو چکی تھی۔ دیواریں زیادہ بلند نہیں تھیں، اس عمارت کے اوپر چھت بھی نہیں تھی، خدشہ تھا کہ یہ عمارت کہیں منہدم ہی نہ ہو جائے لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ بیت اللہ کی اس عمارت کو گرا کر اسے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔ سب ڈرتے تھے کہ وہ غضب الٰہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس زمانے میں بیت اللہ کے اندر ایک کنواں تھا، جس میں ایک بہت بڑا اژدھا رہتا تھا اس کی موجودگی کا ہر کسی کو علم تھا، وہ کبھی کبھی باہر بھی نکل آتا تھا اور کعبۃ اللہ کی دیوار پر بیٹھا رہتا۔ لوگ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اگر انہوں نے کعبہ کی عمارت کو گرانا چاہا تو شاید یہ اژدھا ان کو ہڑپ کر جائے گا۔ ایک دن جب وہ اژدھا کعبۃ اللہ کی دیوار پر بیٹھا تھا کہ اچانک ایک بہت بڑا پرندہ آیا اور اس اژدھا کو اٹھا کر لے گیا۔ اب لوگوں کو تسلی ہوئی کہ یہ غیب سے اشارہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے لئے کام کا آغاز کیا جائے۔

تمام قبائل کا مشترکہ اجلاس ہوا اور تعمیر کا مرحلہ شروع کرنے کا فیصلہ ہوا، لیکن پرانی دیواروں کو گرانے کی جرأت کوئی بھی نہیں کر رہا تھا، ولید بن مغیرہ مخزومی نے سب سے پہلے کدال لے کر دیوار گرانا شروع کر دی اور اس کے بعد دوسرے لوگ بھی اس کام میں شریک ہو گئے۔ تعمیر نو کے سلسلے میں تمام قبیلوں نے یہ مشترکہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس کام کے لئے سود کی دولت اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا مال خرچ نہیں کریں گے صرف رزق حلال کا سرمایہ ہی اس پر خرچ کیا جائے گا۔ اتفاق سے ان دنوں ایک سمندری طوفان کی وجہ سے جدہ کے ساحل کے قریب ایک کشتی ٹوٹ گئی۔ یہ کشتی قیصر روم کی طرف سے تعمیراتی سامان کا تحفہ لے کر حبشہ جا رہی تھی اور اس میں قیمتی سامان تھا جس سے حبشہ کے اس چرچ کی آرائش و تزئین کی جانی تھی جسے ایرانیوں نے جلا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ یہ تعمیراتی سامان چرچ کی زینت کا سبب بنے۔ کشتی سفر کے قابل نہ رہی تو اس کے اندر موجود سامان سمیت کشتی کو بھی مکہ کے قبائل نے مشترکہ طور پر خرید لیا۔ کشتی کی لکڑی اور اس کے اندر موجود آرائشی اور تعمیراتی سامان تعمیر و تزئین کعبہ کے لئے استعمال ہوا۔

صرف یہی نہیں ایک رومی ماہر تعمیرات باقوم بھی اس سامان کے ساتھ حبشہ جا رہا تھا اس کی ہی خدمات کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کے لئے حاصل کر لی گئیں اور اس طرح ایک یورپی معمار نے بیت اللہ کو اپنی نگرانی میں اس شکل میں تعمیر کر دیا جس شکل میں آج تک موجود ہے۔ اگرچہ عبداللہ بن زبیر کے دور حکومت میں اس میں تبدیلی کر کے دو دروازے تعمیر کئے گئے اور حطیم کی حدود کو عمارت کے اندر شامل کر دیا گیا لیکن اموی دور حکومت میں اس عمارت کو گرا کر پھر سے اس طرح تعمیر کر دیا گیا جیسا کہ پہلے موجود تھی۔ ''حطیم'' بیت اللہ کی چار دیواری کا وہ حصہ ہے جو بظاہر عمارت میں شامل نہیں ہے لیکن فی الحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ کے حدود اربعہ میں شامل تھا جیسا کہ قبائل مکہ نے فیصلہ کیا کہ وہ رزق حلال کا سرمایہ ہی تعمیر کعبہ پر خرچ کریں گے تو جب ان کے پاس یہ سرمایہ ختم ہو گیا تو انہوں نے خانہ کعبہ کی حدود کو مختصر کر دیا اور باقی حصہ کے لئے چھوٹی سی دیوار تعمیر کر کے اس کو علامتی طور پر رہنے دیا۔ گول دائرے کی صورت میں یہ چھوٹی سی دیوار حرم کعبہ میں آج بھی موجود ہے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام 33 سال کی عمر مبارک میں حرم کعبہ کی اس تعمیر نو اور تزئین و آرائش میں شریک تھے اور اپنے کاندھے پر پتھر ڈھو کر لاتے رہے۔ مشترکہ فیصلے کے مطابق بیت اللہ کے مختلف حصوں کی تعمیر کی ذمہ داری مختلف قبیلوں کو دی گئی۔ وہ حصہ جسے مقام ملتزم کہتے ہیں اور جہاں کعبہ شریف کا دروازہ نصب ہے اس کی تعمیر کی ذمہ داری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان (ددھیال اور ننھیال) یعنی بنو عبد مناف اور بنو زہرہ کے سپرد ہوئی۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے کندھوں پر پتھر رکھ کر لاتے رہے تو پتھروں کی رگڑ کی وجہ سے کندھوں پر خراشیں پڑ گئیں۔ آپ اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ مل کر یہ کام کر رہے تھے۔ چچا نے اپنے بھتیجے کے زخمی کاندھوں کو دیکھا تو مشورہ دیا اپنی چادر کندھوں پر رکھ دیں اس سے پتھر اٹھانے میں آسانی ہوگی اور جسم پر خراشیں بھی نہیں پڑیں گی۔ میرے آقا نے چچا حضرت عباس کا مشورہ مان لیا۔ آپ کا کرتہ بہت لمبا تھا اور چادر اتارنے سے بے ستر ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔ آپ نے تہبند اتارا ہی تھا کہ شرم وحیاء کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے جیسے ہی دوبارہ ہوش میں آئے تو چادر دوبارہ پہن لی اور اسی طرح پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ یہ وہ حرم کعبہ ہے جہاں عہد جاہلیت میں اس کا طواف عریاں حالت میں بھی کچھ لوگ کرتے رہے تھے اور لمبے کرتے کی وجہ سے چادر اتارنے کے بعد بھی ستر پوشی کا اہتمام رہتا تھا لیکن میرے آقا کی شرم وحیاء کو گوارا نہ ہوا کہ حرم کعبہ کی تعمیر کے مرحلے میں لباس کے زیریں حصہ کو اتار دیں۔ دیواریں کھڑی ہو گئیں تو باقوم نے جو ایک ماہر کاریگر بڑھئی تھا اس نے لکڑی کا عمدہ کام کیا اور خانہ کعبہ کی چھت شہتیر اور دروازے کو نفاست سے نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ''حجر اسود'' وہ مقدس پتھر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ اس پتھر کو اپنی جگہ پر رکھنے کا مرحلہ آیا تو قبائلی عصبیتوں نے پھر سے سر اٹھا لیا۔ ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ اسے بیت اللہ میں اپنی مخصوص جگہ پر رکھنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے، قریب تھا کہ اس مسئلہ پر خونریزی شروع ہو جائے۔ بنو عبدالدار نے اپنے دوست قبائل کے ساتھ مل کر خون سے بھرے ایک پیالے میں ہاتھ ڈبو کر عہد کیا تھا کہ وہ کسی اور قبیلے کو حجر اسود خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

ہر کسی کو پریشانی تھی کہ ایک نیا فتنہ شروع نہ ہو جائے۔

ولید بن مغیرہ مخزومی نے تعمیر نو کے سلسلے میں سب سے پہلے پرانی عمارت کو گرانے کا مرحلہ شروع کیا تھا۔ اب اس کے بڑے بھائی ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے اس جھگڑے کے حل کے سلسلے میں ایک ایسی تجویز دی جو سب کے لئے قابل قبول تھی۔ اس نے کہا:

''اس اختلافی مسئلہ کے حل کے لئے تم اس شخص کے فیصلے کو تسلیم کر لو جو کل سب سے پہلے یہاں داخل ہو''

اس کی تجویز کو سب نے پسند کیا

اگلی صبح جو شخصیت ''باب بنی شیبہ'' سے بیت اللہ کے اندر داخل ہوئی وہ شخصیت میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی۔ آپ کو دیکھ کر سب خوشی سے کھل اٹھے۔ ہر کسی کو یقین تھا کہ اب صحیح اور سب کے لئے اطمینان بخش فیصلہ ہوگا۔ کسی کو بھی میرے آقا کی ذات بابرکات کے حوالے سے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ یہ 35 سالہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں پر ہر کسی کا بھرپور اور اعلانیہ اعتماد کا اظہار تھا۔ محفل میں موجود ایک بزرگ بے ساختہ کہہ اٹھا ''محمد ایک امانت دار شخص ہیں یہ جو بھی فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی ہوں گے''۔

میرے آقا پورے وقار اور اعتماد سے آگے بڑھے اور مسئلے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ان قبائلی سرداروں سے کہا ''ایک چادر میرے پاس لے آؤ!''

چادر لائی گئی، میرے آقا نے حجر اسود اٹھا کر اس پر رکھ دیا پھر فرمایا:

''تمام قبیلوں کے سردار آگے آ جائیں اور سب مل کر اس چادر کو پکڑ لیں''

آپ کے حکم کے تحت سب نے چادر کو تھام لیا تو آپ نے فرمایا: ''اب آپ سب میرے ساتھ دیوار کعبہ تک چلئے!''

حجر اسود دیوار کعبہ میں نصب کرنے کے مقام کے قریب لایا گیا تو میرے عظیم آقا نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھایا اور اسے اپنی مخصوص جگہ پر نصب کر دیا۔ یہ اعزاز کسی اور کو مل بھی کیسے سکتا تھا......؟ روز ازل سے اس کام کے لئے رب کائنات نے رحمت کائنات کو چن رکھا تھا۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس قائدانہ صلاحیت اور خونریزی سے قبائل کو بچالینے کی آپ کی بصیرت وحکمت کے ہر طرف چرچے ہونے لگے جس طرح آج کل اخبارات میں تجزیے ہوتے ہیں اور تعریفی مضامین لکھے جاتے ہیں اس زمانے میں شعراء اپنے کلام کے ذریعے قابل قدر شخصیتوں کی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ اس دور کے ایک ممتاز شاعر ہبیرہ بن وہب المخزومی نے میرے آقا کی جس انداز میں مدح سرائی کی اس کا خلاصہ یوں ہے:

وہ اختلاف کہ جس سے نحوستیں ابھریں
سعادتوں کے سے نفرتیں جاگیں
وہ لمحہ جبکہ نکل آئیں تیز شمشیریں
پھر ایک بات پہ سب اتفاق کر اٹھے
اس ایک شخص کو قائد سب ہی بنا بیٹھے
وہ ایک شخص جو داخل ہو اولیں ساعت
حدود کعبہ میں جس کا ورود پہلے ہو
وہ ایک شخص کو جس سے ہے عدل کی امید
وہ ایک شخص کہ راضی ہوں جس کے حکم سے سب
وہ شخص آیا تو سب ہی پکار اٹھے تھے
یہی امین ہے صادق ہے سب سے بہتر ہے
محمد قرشی سب کا رہبر ہے
کہ جس کی ساری کریمانہ خصلتیں ممتاز
کہ اس کے مستقبل تاباں کی کوئی حد ہی نہیں
کہ رب ارض و سما اس کا والی ہے
کہ جس کا فیصلہ اپنی مثال آپ بنا
کہ جس کی ابتداء بھی مثالی ہے انتہا بھی کمال
کہ جس نے سب کو کیا راضی وہ عظیم ہادی
وہ مہدی ایسا کہ جس کی عظیم تھی رائے
ہم اس کا یہ احساں چکا نہ پائیں گے
ہمیشہ اس کی ہی عظمت کے گیت گائیں گے

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سماجی اور فلاحی سرگرمیوں میں مشغولیت کے علاوہ آپ کا زیادہ تر وقت اپنے خاندان اور بچوں کے ساتھ گزرتا تھا۔ یہ وہ رحیم وکریم آقا ہے کہ جس نے فرمایا ہے کہ "تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے اہل خانہ کے لئے بہترین (سربراہ) ہوں"۔ قیادت کا سب سے بڑا اظہار اور کمال اپنے خاندان اور بچوں کے ساتھ برتاؤ اور حسن سلوک سے ہوتا ہے۔ میرے آقا تو پوری کائنات کے لئے نمونہ کامل ہیں آپ کا بلاشبہ اپنے اہل خانہ سے برتاؤ اور تعلق مثالی تھا۔

Marfat.com

آپ کے صاحبزادے تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔گھر میں بچیاں تھیں اور ایک خدمت گزار بچہ تھا، جسے حضور نے اپنا بیٹا بنالیا تھا ''زید'' نام کے اس بچے کی یہ خصوصیت اس کو پوری انسانیت میں ممتاز اور منفرد کرتی ہے کہ امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں صرف ایک وہی شخصیت ہیں کہ جن کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔

زید بن حارثہ اپنی ماں کے ساتھ ان کے خاندان والوں سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے کہ رہزنوں نے ایک رات حملہ کر کے سامان لوٹنے کے ساتھ ساتھ ننھے بچے زید کو اغواء کر لیا اور اٹھا کر لے گئے اسے ''عکاظ'' کی مارکیٹ میں جا کر بیچ دیا۔عکاظ میں غلاموں کی خرید و فروخت کی بولیاں لگا کرتی تھیں۔زید کو حکیم بن الحزام نے خرید لیا اور اسے اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبری کے حوالے کر دیا تا کہ وہ ان کے گھر کے کام کر دیا کرے میرے آقا کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو زید اس گھر میں موجود تھے۔حضرت خدیجہ نے اب اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔حضور نے زید کو پہلے ہی دن بتا دیا کہ تم اپنے آپ کو میرا غلام نہ سمجھنا تم میرے بیٹے کی طرح ہو اور واقعی حضور ان سے بیٹوں کی طرح پیش آتے تھے اور محبت وشفقت کا اظہار فرماتے۔

زید کے والد اپنے بیٹے کی جدائی میں تڑپتے رہتے تھے اور اس امید پر زندہ تھے کہ کسی دن بچھڑے ہوئے بیٹے سے ان کی ملاقات ہو جائے گی۔

زید کو ایک دفعہ ان کے علاقے سے آئے ہوئے لوگوں نے پہچان لیا۔''تمہارا باپ دن رات تمہیں یاد کر کے روتا رہتا ہے اور وہ ہمیشہ تیری تلاش میں مختلف شہروں کی خاک چھانتا رہتا ہے کہ شاید تم اسے مل جاؤ''۔قافلے کے ایک شخص نے زید کو ان کی والد کی حالت کے متعلق بتایا۔زید نے کہا''آپ میرے والد کو میرا پیغام جا کر دے دیں کہ اگر چہ میرا بھی دل اپنے وطن پہنچنے کے لئے بے تاب رہتا ہے لیکن میں یہاں پرسکون زندگی گزار رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ صاحب عظمت و کرامت خاندان کی کفالت میں ہوں اور بیت اللہ کی قربت بھی نصیب ہے''۔

زید کے والد کو اپنے بیٹے کی مکۃ المکرمہ میں موجودگی کی خبر ملی تو اپنے بھائی کے ہمراہ یہاں پہنچے۔اپنے برسوں سے بچھڑے بیٹے کو ملے اور گھر واپس جانے کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے گزارش کی۔''خاندان بنو ہاشم کے سردار عبدالمطلب کے فرزند! میں اپنے بیٹے زید کی واپسی کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں''۔

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

''آپ کا ہم پر احسان ہوگا اگر آپ ہم سے جتنی چاہیں قیمت لے لیں اور میرا بیٹا مجھے لوٹا دیں''

''کیا اس کے علاوہ بھی آپ کی کوئی خواہش ہے؟''میرے آقا نے اپنی دلنشیں مسکراہٹ سے پوچھا تو زید کے والد نے کہا

''نہیں! آپ بس یہی کرم کر دیجئے!''

حضور نے زید کو بلا بھیجا اور ان کے والد سے کہا

''زید اپنی مرضی سے اگر آپ کے پاس جانا چاہے تو میں آپ سے قیمت نہیں لوں گا اور اسے آپ کے ہمراہ جانے دوں گا۔اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند نہ کرے اور ہمارے ساتھ رہنا چاہے تو آپ کو بھی اسے لے جانے کی ضد نہیں کرنی چاہئے!''

زید کے والد کی آنکھوں میں امید کی کرن جاگ اٹھی، وہ بے ساختہ بول اٹھے''آپ کا یہ فیصلہ ہمیں قبول ہے۔آپ نے تو اپنے اخلاق کریمانہ کی عظمتوں کا ثبوت پیش کر دیا ہے''

اتنے میں زید بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

Marfat.com

''زید!ان لوگوں کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو؟''

''جی ہاں!یہ میرے والد ہیں اور ان کے ساتھ میرے چچا ہیں''

زید نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے پوچھنے پر جواب دیا۔

''زید!تمہارے والد تمہیں لینے کے لئے یہاں آئے ہیں لیکن میں یہ فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں تم اگر چاہو اپنے والد کے ساتھ اپنے گھر جا سکتے ہو اور اگر نہ جانا چاہو تو یہیں میرے پاس رہ سکتے ہو''۔

زبان مصطفیٰ سے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنے کی آزادی کی خبر سنی تو زید بے ساختہ بول اٹھے۔

''میں آپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ جانا پسند نہیں کرتا میرے لئے تو آپ ہی والد بھی ہیں اور چچا بھی''۔

زید کے والد نے اپنے بیٹے کا فیصلہ سنا تو حیرانی سے پوچھا:

''زید تمہیں کیا ہو گیا ہے؟تم آزادی کی بجائے غلامی میں یہاں رہنا پسند کر رہے ہو؟''

زید سے اب خاموش نہ رہا گیا۔

''آپ کو کیا معلوم ابا جان!جس شخصیت کی غلامی مجھے اپنی آزادی اور سارے خاندان سے زیادہ پسند ہے وہ اتنے مہربان اتنا پیار و محبت کرنے والے ہیں کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں بھی جانے کا خیال تک دل میں نہیں لا سکتا''۔

بیٹے کی باتیں سنیں تو زید کے والد اور چچا آنکھوں میں حسرت لئے خاموشی سے واپس چلے گئے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں تو زید کو ہمیشہ بیٹوں کی طرح سمجھا تھا اور ایسے ہی سلوک کیا تھا۔اس دن زید کے اپنے ساتھ والہانہ محبت کا یہ بھرپور اظہار دیکھا تو میرے آقا نے سب کے سامنے اسے اپنا ''بیٹا'' بنانے کا اعلان کر دیا۔ایک غلام کے ساتھ کرم فرمائی کا یہ منظر دیکھا تو مکہ والے حیران رہ گئے۔اس دن کے بعد مکۃ المکرمہ کے باشندے اس خوش قسمت آزاد کردہ ''غلام'' کو ''زید بن محمد'' کے نام سے پکارنے لگے۔عہد شباب سے ہی میرے آقا کے اندر جو قائدانہ صلاحیتیں موجود تھیں ان کا اظہار مختلف مواقع پر ہوتا رہتا تھا۔مکۃ المکرمۃ کے باشندے ہمیشہ ہی آپ کی بلند ہمتی اور راست گوئی کے قائل و معترف رہے۔

مکۃ المکرمہ ایک آزادانہ اور خود مختارانہ داخلی معاملات والی شہری ریاست (سٹی سٹیٹ) کی طرح تھا۔اس شہر کے فیصلے یہاں کے قبائلی سردار کرتے تھے۔ اس زمانے میں قیصر و کسریٰ کی حکومتیں پوری دنیا میں اپنے غلبے اور تسلط کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔فارس کا کسریٰ اور قیصر روم دونوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ جزیرۃ العرب اور بالخصوص حجاز پر اپنا نمائندہ مسلط کر سکیں۔قیصر روم مکۃ المکرمہ کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کے لئے سازشیں کرتا رہتا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ جس طرح شام فلسطین مصر اور یمن کے علاقے اس کے زیر اثر تھے اس طرح ''مکۃ المکرمہ'' بھی اس کی سلطنت کا حصہ بن جائے۔اس مقصد کے لئے اس نے مکۃ المکرمہ کے ایک باشندے عثمان بن حویرث کو مال و دولت سے نوازا اور اسے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ مکہ میں قیصر کی بازنطینی سلطنت کے زیر اثر حکومت کے لئے راہ ہموار کرے۔قسطنطنیہ قیصر کا دارالحکومت تھا اور یہیں پر کچھ عرصہ رہ کر عثمان بن حویرث نے قیصر اور دیگر حکومتی عہدیداروں سے راہ و رسم بڑھائی تھی۔جب عثمان بن حویرث اپنے مخصوص سیاسی عزائم لے کر مکۃ المکرمہ واپس آیا تو میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی فراست سے اس کے مستقبل کے منصوبوں کو سمجھ لیا۔آپ نے اس سازش کا بروقت خاتمہ کرنے کے لئے قریش کے اکابر کو ان خطرات سے آگاہ کیا جو قیصر کے تسلط اور بیرونی آقاؤں کی غلامی کی وجہ سے پیش آ سکتے تھے۔

اہل مکہ کو حضور کی فراست و دانش پر ہمیشہ اعتماد رہا تھا۔انہوں نے عثمان بن حویرث کی خفیہ سرگرمیوں کے ضمن میں میرے آقا کے

Marfat.com

اندیشوں کو خصوصی اہمیت دی اور اس طرح غیر ملکی تسلط کی سازش اولین مرحلے میں ہی بے نقاب ہوگئی۔ قیصر کی مکۃ المکرّمہ میں سیاسی غلبہ اور تسلط حاصل کرنے کی خواہش ایک خواب بن کر رہ گئی۔

قریش اور ان کے دوست قبائل نے اپنی خاندانی برتری کے اظہار کے لئے کچھ ایسے اصول بھی بنا رکھے تھے جس سے ان کی خاندانی عظمت اور نخوت کا پتہ چل سکے۔ یہ اصول غیر فطری تھے اور کوئی بھی باشعور انسان ان کی پابندی نہیں کر سکتا تھا۔ سب سے پہلے تو انہوں نے یہ اصول بنایا کہ مکۃ المکرّمہ کا شہر اور اس کے شہری ہی سب سے زیادہ قابل احترام ہیں۔ دوسرے قبائل اور دوسرے علاقوں کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس شہر کے باشندوں کا احترام کریں۔ اس شہر کے باشندوں پر دوسرے علاقوں کے لوگوں اور دوسری جگہوں کا احترام ضروری نہیں ہے۔ اسی اصول کے تحت قریش اور ان کے حلیف قبائل کے لوگ حج کے اہم ترین دن ''وقوف عرفہ'' کے لئے عرفات نہیں جاتے تھے۔ کیونکہ وہ مکۃ المکرّمہ کی حدود سے باہر ہے اور ان کے من گھڑت نظریئے کے تحت ''عرفات'' کے میدان کے لئے مکۃ سے چل کر وہاں جانا اور خیموں میں رہنا ان کی خاندانی عظمت کی ہتک تھی اور ان کی توہین کے مترادف تھا۔ ان قبیلوں نے حج کے ایام کے لئے جو قوانین بنا رکھے تھے وہ کچھ یوں تھے۔

☆ ......قریش اور ان کے حلیف قبائل کے افراد حج کے دنوں میں نہ کسی کے گھر میں رہیں گے اور نہ ہی عام طرز کے خیموں میں، وہ صرف چمڑے کے بنے ہوئے خیموں کے سائے میں بیٹھ سکتے ہیں۔

☆ مکۃ المکرّمہ سے باہر آنے والے حاجیوں کے لئے احرام باندھنے کے بعد اپنے سامان میں سے کھانا پکانے کی پابندی ہوگی۔ انہیں کھانا مہیا کیا جائے گا اور وہ قریش کے دیئے ہوئے کھانے کو ہی استعمال کریں گے۔

☆ باہر سے آنے والے حاجی قریش سے کپڑے مانگ کر طواف کریں گے۔ اگر کسی قریشی کا لباس نہ مل سکے تو پھر بغیر لباس کے انہیں طواف کرنا ہوگا۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں تھا

☆ کوئی بھی اپنے لباس میں طواف کرے گا تو پھر اس کا لباس اتار کر پھینک دیا جائے گا جسے نہ وہ خود کبھی استعمال کر سکے گا اور نہ کوئی دوسرا پہن سکے گا۔

☆ حاجی اپنے استعمال کے دودھ سے نہ مکھن بنا سکیں گے نہ پنیر اور نہ اپنے کھانوں کو چربی اور گھی سے پکا سکیں گے۔

اس طرح کے قوانین اور قبائلی رسوم کی میرے آقا نے ہمیشہ کھل کر مخالفت کی۔ آپ کو ان ظالمانہ اور غیر انسانی پابندیوں سے نفرت تھی اس لئے آپ نے ہمیشہ قبائلی سرداروں کے بنائے ہوئے ان قوانین کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ آپ حج بیت اللہ کے ایام میں دیگر علاقوں سے آئے حجاج کرام کے ساتھ جا کر رہتے ''عرفات'' 9 ذی الحجہ کو سارے لوگوں کے ساتھ ''وقوف عرفہ'' کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں سارا دن قیام فرمانے کے بعد طواف افاضہ کے لئے مکۃ المکرّمہ تشریف لے آتے۔ الغرض عہد شباب ہی سے سرداروں کے ظالمانہ قوانین کے خلاف نفرت بھی تھی اور ان کی خلاف ورزی کا عزم اور حوصلہ بھی موجود تھا۔

Marfat.com

آٹھواں منظر

خاتون خانہ اپنے شوہر کے لئے کھانے پینے کا سامان باندھ رہی ہیں۔ ان کے شوہر نامدار اکثر تنہائی کے شب و روز گزارنے کے لئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاتے ہیں۔ آج پھر جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ یہ پہاڑ مکۃ المکرمہ سے باہر تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار ہے جس میں اطمینان سے بیٹھا اور آرام کے لئے لیٹا جا سکتا ہے۔ اس غار کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں سے ایک جھرنکے سے بیت اللہ کی زیارت ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ یہ بلندی سے ہر وقت کعبہ شریف کے مسلسل دیدار کے لئے ایک مناسب ترین مقام ہے۔ کبھی کبھی اس غار میں قیام چند دنوں کے لئے ہوتا ہے تو خاتون خانہ بھی ساتھ تشریف لے جاتی ہیں اور کسی قریبی جگہ قیام فرماتی ہیں لیکن اس دفعہ مہینے بھر کا قیام ہے اس لئے خاتون خانہ تو گھر پر ہی رہیں گی، ان کے عظیم الشان شوہر حسب معمول اپنی ضرورت سے بڑھ کر کھانے کا سامان لے کر جا رہے ہیں کیونکہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں ان کے فیاض و کریم شوہر نے عبادت الٰہی کے علاوہ غریبوں اور مسکینوں میں بھی کھانا تقسیم کرتے رہنا ہے۔ اپنے لئے تو وہ پانی، کھجور اور ستو ہی لے جاتے ہیں لیکن ناداروں کے دینے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عظیم المرتبت شوہر کی رفیقہ حیات کو معلوم ہے کہ اس پورے مہینے میں ان کے قابل فخر شوہر کائنات کے خالق کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں خصوصی مکالمہ اور ذکر اذکار میں مشغول رہیں گے۔ کائنات کے رموز و اسرار پر غور و فکر فرمائیں گے اور رب تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ تن مصروف رہیں گے۔ ان کو اپنے شوہر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اکیلے رہنے کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر کیوں چلے جاتے ہیں؟ یہ اپنے عظیم شوہر کی مزاج شناس ہیں اور جانتی ہیں کہ کائنات کے خالق سے اپنا تعلق مضبوط و استوار کرنے اس کی یاد میں انہماک پیدا کرنے اور مقصد تخلیق انسانیت پر غور کرنے کے لئے تنہائی اور شب زندہ داری بے حد ضروری ہیں۔ وہ بڑے پیار سے کھانے پینے کی اشیاء اور اپنے شوہر کے لئے ضروری سامان ان کے حوالے کر رہی ہیں اور محبت و عقیدت بھری نظروں سے اپنے سرتاج کو گھر سے جاتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ جو بڑے وقار اور اطمینان کے ساتھ پہاڑ ''جبل النور'' کی طرف جا رہے ہیں۔ ''پیکر نورانی'' ''پہاڑ نور'' کی طرف رواں دواں ہے۔

Marfat.com

رفیقہ حیات اپنے شوہر کی اچانک گھر آمد پر حیران ہیں وہ اپنے عظیم المرتبت شوہر گرامی کے چہرہ نورانی کو دیکھ رہی ہیں اور سوچ رہی ہیں کہ وہ اچانک کیسے تشریف لے آئے۔ آپ کو تو ماہ رمضان المبارک کے بعد تشریف لانا تھا۔ آپ ہمیشہ رمضان کا مکمل مہینہ غار میں قیام فرماتے ہیں۔ وہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے والی پریشانی سے ذرا دیر کے لئے گھبرا جاتی ہیں وہ دیکھ رہی ہیں کہ ان کے شوہر محترم کا دل زور سے دھڑک رہا ہے۔

''مجھے گرم چادر اوڑھا دیجئے!''

شوہر نامدار کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے رفیقہ حیات فوراً چادر لاتی ہیں اور آپ کو اوڑھا دیتی ہیں اور قریب آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ وہ دیکھ رہی ہیں کہ اب ان کے چہرے پر اطمینان کی کیفیت ہے اور پریشانی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ اب وہ اپنے عظیم القدر شوہر سے پوچھتی ہیں کہ جلدی گھر چلے آنے کا کیا سبب ہے؟ شوہر گرامی قدر نے پہاڑ پر اس روز غیر معمولی واقعے کی تفصیل بتانے کے بعد فرمایا: ''مجھے ذمہ داری کے احساس سے ڈر لگ رہا ہے''

''آپ کو کس بات کا ڈر ہے آپ کی آبرو کی اللہ تعالیٰ ہمیشہ حفاظت فرمائے گا۔ آپ ہی تو ہیں جو ہمیشہ رشتہ داروں سے بہتر سلوک کرتے ہیں کمزور لوگوں کا سہارا بنتے ہیں۔ نادار لوگوں کی مالی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی عزت کرتے ہیں سچے لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ آپ جیسی خوبیوں والی شخصیت کا اللہ تعالیٰ نگہبان ہوگا''۔

Marfat.com

تزکیہ نفس
دائمی حق کا سفر ذات

بعض لوگ تنہائی کی عبادت اور غور وفکر کے خصوصی لحات کی اہمیت کو نہیں جانتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کی ہدایت اور ان کی فلاح کے پیغام کو عام کرنے سے پہلے اپنی ذات کا سفر اور تزکیہ نفس کا مرحلہ بے حد اہم اور ضروری ہے اور یہی سنت انبیاء ورسل ہے۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام بھی ان مراحل سے گزرے اور اعلان نبوت ورسالت سے تین سال قبل مسلسل مکہ کے نواحی علاقے میں موجود ایک پہاڑ پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ تنہائی میسر ہو، دنیا جہان کی کوئی مصروفیت آڑے نہ آئے۔ کسی قسم کی معاشرتی اور خاندانی ذمہ داری کا بوجھ ذہن پر نہ ہو اور طبیعت مکمل طور پر یکسو ہو کر اپنے خالق ومالک کی بارگاہ کے ذکر وعبادت کا لطف حاصل کر سکے۔

چونکہ آپ ہی کی ذات بابرکات نے پوری انسانیت اور امت مسلمہ کے لئے رہنمائی کا پیکر اور مینارہ نور بننا تھا اس لئے آپ نے اپنے اس طرز عمل سے واضح طور پر پیغام دے دیا کہ جس کسی نے بھی میرے طریقے پر چلنا ہو، رشد ہدایت کے نور سے دنیا کو منور کرنا ہو اسے اپنی زندگی کے کچھ سال کائنات کے خالق سے ہمہ وقتی اور ہمہ جہتی تعلق اور محبت کو استوار کرنے کے لئے وقف کرنا ہوں گے۔

شب زندہ داری کو معمول بنانا ہوگا۔ آہ سحر گاہی کو شیوہ بنانا پڑے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی کو بھی اسوہ رسول کے اس اہم ترین باب کی پیروی اور اتباع کے بغیر نہ قبولیت عامہ حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے فکر ونظر کو دوام نصیب ہوتا ہے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے تخلیہ وعبادت کے لئے جس مقام کا انتخاب فرمایا تھا وہ مکۃ المکرمہ سے زیادہ دور بھی نہیں لیکن اس پہاڑ پر چڑھنا اتنا آسان بھی نہیں۔ بڑی مشکل سے اس کی چوٹی پر جانا ممکن ہوتا ہے۔ اس پہاڑ کی عظمت کی کیا بات ہے۔ خالق کائنات نے اس جگہ کو کائنات کے لئے ہدایت کے آخری پیغام کے نزول کا اولین مقام بنانا طے کیا تھا۔ اسے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے مسلسل قیام کا شرف نصیب ہونا تھا۔ نہ جانے کتنے دن اور کتنی راتیں تھیں جو میرے روف ورحیم آقا نے اس پہاڑ کے اوپر گزاری تھیں۔ اس کی چوٹی پر موجود ''غار حرا'' کس قدر خوش قسمت ہے کہ اس کے پتھروں کو تنہائی میں چہرہ مصطفیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ یہاں کا چپہ چپہ حضور کے ان لمحوں کا شاہد اور امین ہے جب کائنات کے رہبر نے شہر کی مصروفیات کو چھوڑ کر خلوت گزریں ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ جب میرے آقا تنہائی میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے، یوں تو ''غار حرا'' میں بالعموم قیام کا دورانیہ چند دن کے لئے ہوتا۔ چار گز لمبے اور تقریباً دو گز چوڑے غار میں حضور خانہ کعبہ کا دیدار بھی کرتے رہتے اور رب تعالیٰ کی عبادت میں بھی مصروف رہتے، تھک جاتے تو یہیں پر آرام کر لیتے۔ طبیعت میں نفاست کے ساتھ جفاکشی کا عنصر بھی بدرجہ کمال تھا۔ اس لئے بستر اور لباس کے حوالے کسی خصوصی اہتمام کا تکلف نہیں تھا۔ کھانے پینے کے لئے بھی خشک اشیاء ساتھ لے جاتے۔ کھجور یا ستو، جسے پانی میں بھگو کر نوش فرما لیتے۔ زیادہ ٹھوس غذا ساتھ نہ رکھنے میں حکمت یہ بھی تھی کہ قضائے حاجت کے لئے بار بار باہر نہ جانا پڑے۔ صرف اتنی ہی غذا استعمال فرماتے جو بنیادی انسانی ضروریات کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ پیٹ بھر کر کھانے سے ہمیشہ گریز ہی فرمایا۔ اس لئے تو زندگی بھر شکم مبارک جسم اطہر کے ساتھ ہی رہا یعنی پیٹ باہر نہ نکلا تھا۔

رب تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ اس کا محبوب تنہائیوں میں اس کو یاد کرتا ہے اور کائنات کے رموز واسرار پر غور کرتا رہے اور جب آپ کا ''سفر ذات'' تکمیل کے حسین موڑ پر پہنچ جائے تو آپ کو کائنات کی ہدایت کے ابدی پیغام کے ساتھ انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا

Marfat.com

جائے آئندہ جب کبھی کوئی صالح اور سعید روح اپنے پیکر خاکی کو عظمتوں کا ہمسر بنانا چاہے تو وہ بھی اپنے پیغمبر اعظم و آخر کی اتباع میں تنہائیوں میں "سفرذات" کے مرحلے سے اپنے روحانی سفر کا آغاز کرے۔

اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ انسان اپنے ماحول اور معاشرتی اقدار سے کافی حد تک متاثر ہوتا ہے۔ اپنی ذات کا سفر اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک اپنے آپ کو معاشرتی مشاغل اور "کارگہ حیات" سے وقتی طور پر علیحدہ کر کے تنہائی کی ساعتوں کے سپرد نہ کر دیا جائے یہ عرصہ زندگی بھر کے لئے بھی نہیں ہوتا کیونکہ اصل مقصد تو معاشرہ میں موجود رہ کر انسانیت کی رہنمائی کرنا ہے لیکن یہ عرصہ اتنا مختصر بھی نہیں ہوتا کہ خالق کائنات سے تعلق استوار کرنے اور اسے مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے خصوصی توجہ نہ مل سکے۔ اسوۂ رسول کی پیروی میں شریعت و طریقت کے متبعین و کاملین نے ہمیشہ ان لمحات کو زندگی کا حاصل سمجھا جب وہ تنہائی میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے رہے۔ اجتماعی عبادت کا تصور بھی عظیم تر ہے لیکن اس میں نمود و نمائش اور ریاکاری کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے جو لطف و سرور تنہائی کے رکوع و سجود میں ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا غار حرا کی تنہائیوں میں کئی کئی دنوں اور ماہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ قیام فرمانا اس بات کی طرف واضح رہنمائی ہے کہ طالبان رضائے الٰہی کو زندگی میں "خلوت نشینی" کو بھی اسلوب حیات بنانا چاہئے لیکن یہ خلوت نشینی پوری حیات پر مشتمل نہ ہو۔ پیغام حق کی اشاعت اور اس راستے کی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے میدان عمل میں بھی آنا پڑے گا اور یہی میرے آقا کے "سفرذات" کا بے مثال کمال ہے اور تزکیہ نفس کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہ اکیس رمضان المبارک سوموار کی شب کی ایک مبارک ترین ساعت تھی جب میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا کہ ملائکہ کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام غار میں تشریف لائے۔ یہ منظر میرے آقا کے لئے غیر متوقع نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کافی عرصہ سے رات کو جو بھی خواب دیکھتے تھے دوسرے دن وہ سارے واقعات حقیقت بن کر سامنے آجاتے۔ حضور کو احساس تھا کہ ان کے لئے ذمہ داریوں کے آغاز کا وقت قریب آنے والا ہے۔ خواب اور حقیقت یکجا ہونے کا پیغام یہی تھا کہ اب رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کا آغاز ہونے والا ہے۔

آپ ذرا چشم تصور سے اس منظر کو دیکھئے کہ میرے آقا غار حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف ہیں کہ جبرئیل حاضر خدمت ہوتے ہیں۔

حضرت جبرئیل کا ملائکہ میں مقام اور مرتبہ اپنی جگہ پر لیکن دربار مصطفیٰ میں وہ رب العالمین کی طرف سے پیغام لانے والے بن کر آئے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ محبوب خدا کی طرف رب ارض و سما کا نامہ و پیام لے کر آئے تھے، ادب دربار مصطفیٰ کی تلقین تو قرآن مجید میں صراحتاً موجود ہے۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ادب و احترام کو ملحوظ نہیں رکھا ہوگا۔

دربار رسالت مآب میں انہوں نے آمد کا مدعا بیان کرتے ہوئے گزارش کی "پڑھیے!"

حضرت جبرئیل علیہ السلام جو پیغام دے رہے تھے ابھی تشنہ تکمیل تھا۔ وہ پڑھنے کی بات کر رہے تھے لیکن آپ کیا پڑھیں اس کی وضاحت نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے چونکہ صرف پڑھنے کی بات کی تھی آپ نے جواب دیا: "میں نہیں پڑھتا"

حضور کے جواب پر جبرئیل نے حضور کو بانہوں میں لے کر بھینچ لیا۔

"پڑھیے!" حضرت جبرئیل نے ایک مرتبہ پھر گزارش کی، اور آپ سے پر جوش معانقہ کیا، ایسی گرمجوشی دکھائی کہ حضور کو تکلیف محسوس ہوئی۔

"میں نہیں پڑھتا" حضور کا جواب وہی تھا۔

حضرت جبرئیل نے ایک بار پھر سینے سے لگالیا اور گزارش کی:

"اپنے رب کے نام سے پڑھیے! جس نے انسان کو منجمد خون سے تخلیق فرمایا، پڑھیے آپ کا رب بہت زیادہ کرم فرمانے والا ہے اس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ تمام علوم سکھائے جسے وہ نہیں جانتا تھا"۔

یہ وحی الٰہی کا باقاعدہ آغاز تھا یہ دس اگست 610ء کی یادگار تاریخ تھی۔

Marfat.com

پیغام واضح تھا، آپ کو حکم الٰہی دیا گیا تھا کہ رب کائنات کے پیغام کو آپ کی زبان مبارک سے ہی قبولیت حاصل ہوگی اور آپ کی ذات اقدس سے ہی انسانیت کو علوم کی خیرات تقسیم ہوگی۔ آغاز وحی میں جن امور کا خصوصی تذکرہ ہوا ہے ان کو پیش نظر رکھئے۔

قرأت، اس سے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اسم رب، رب تعالیٰ کے بابرکت نام سے کام کے آغاز کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔

تخلیق انسانیت، مقصد تخلیق پر غور وفکر کی دعوت دی گئی۔

رب کریم، اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے کلام کا آغاز کر کے یہ خوشخبری دی گئی کہ اس کا کرم ہمیشہ شامل حال رہے گا۔

علم بالقلم، علم وقلم کا باہمی رشتہ بیان کر کے واضح پیغام دیا گیا کہ آپ کی امت کا عروج قرآن مجید اور دنیا بھر کے تمام علوم کے حصول میں پوشیدہ ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اولیں پیغام دے کر خدمت اقدس سے رخصت ہوئے تو میرے آقا نے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ عظمت و صداقت کی ان ساعتوں کا حال اپنی اہلیہ محترمہ کو بتانا چاہتے تھے۔ وہ رفیقہ حیات جو ہمیشہ آپ کے دکھ سکھ میں شریک رہیں جنہیں پوری انسانیت میں سب سے پہلے پیغام نبوت پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہونا تھی جنہیں آپ کو اس عظیم ذمہ داری کے آغاز پر ہدیہ تبریک پیش کرنا تھا۔

میرے آقا خلاف معمول رمضان المبارک کے اختتام سے پہلے گھر تشریف لے آئے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ کو ''غار حرا'' میں جبرئیل کی آمد کی تفصیل بتادی۔ حضرت خدیجہ تو اسی لمحے کے انتظار میں تھیں۔ سفر شام سے واپسی پر آمد مصطفیٰ کے وقت ظاہر ہونے والی واضح نشانیاں ان کو یاد تھیں۔ خواب میں چاند کا ان کے آنگن میں اتر آنا بطحا کے چاند سے رشتہ ازدواج میں بندھ جانے کی نوید بن گئی تھی اپنے غلام میسرہ کی زبانی دوران سفر رونما ہونے والے معجزات سے وہ آگاہ ہو چکی تھیں۔ اب آمد جبرئیل اور آغاز وحی کا تذکرہ زبان رسالتمآب سے سنا تو دل نے گواہی دی کہ وہ مبارک لمحہ آن پہنچا ہے جس کا ان کو برسوں سے انتظار تھا۔ وہ اس اہم واقعے سے اپنے چچازاد بھائی کو بھی مطلع کرنا چاہتی تھیں۔ ''ورقہ بن نوفل'' تلاش حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے مطالعہ میں منہمک رہتے تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اصل صورت میں کہاں رہ گئی تھیں؟ ''عیسائیت'' کے نام پر جو بھی علمی مواد موجود تھا وہ زیادہ تر ''عبرانی'' زبان میں تھا۔ انہوں نے عبرانی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا اور ''عیسائی'' ہو گئے تھے۔ تمام تر تحریفات تبدیلیوں اور ترامیم کے باوجود ابھی تک سابقہ کتب مقدسہ اس حالت میں موجود تھیں کہ جن میں محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت بعثت اور ہجرت کے واقعات اور علامات وضاحت سے موجود تھیں۔ لہٰذا ورقہ بن نوفل بھی ان سے آگاہ تھے اور یقینی طور پر حضرت خدیجہ الکبریٰ اپنے اس عالم چچازاد بھائی سے ''خاتم النبیین'' کی آمد کی نشانیاں پوچھتی رہتی ہوں گی۔

اب رسالت کے منصب کی ذمہ داریوں کا آغاز ہوا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے ساتھ ورقہ کے پاس لے گئیں۔ بوڑھا عالم اپنی بینائی کھو چکا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے اپنی چچازاد بہن اور ان کے عظیم المرتبت شوہر کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

''بھائی جان! ذرا سنئے تو آپ کے بھتیجے کیا کہتے ہیں''۔

حضرت خدیجہ نے جاتے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بیان کردہ ''غار حرا'' کے واقعے کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

ورقہ کی دلچسپی اس موضوع کے حوالے سے ہمیشہ رہی تھی اور وہ ان لمحوں کا انتظار کر رہے تھے جب ''خاتم النبیین'' اعلان نبوت کریں۔

وہ حضور کے قریب ہوئے اور ادب سے پوچھا:

Marfat.com

''بھیجتے! آپ نے کیا دیکھا؟''
حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سارا واقعہ تفصیل سے انہیں بتا دیا۔
''یہ تو وہی فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے پیغام دے کر بھیجا تھا''۔
ورقہ نے حضور کے مقام و منصب کو پہچاننے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی لیکن دوسرے لمحے اس کے چہرے پر اداسی اور غم کی کیفیت چھا گئی۔
''کاش میں اس وقت زندہ ہوتا'' ورقہ نے حسرت بھرے انداز میں کہا تو حضرت خدیجہ حیرانی سے بولیں ''کس وقت کی بات کر رہے ہیں؟''
ورقہ حضور کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے ''جب آپ ہی کی قوم کے لوگ آپ کو مکہ سے نکال دیں گے''۔
''مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟'' حضور کے لہجے میں حیرت تھی۔
''جی ہاں! جو بھی آپ کی طرح پیغام حق لایا اس کی ہمیشہ مخالفت کی گئی''۔
ورقہ اتنا ہی بتا سکتے تھے جتنا ان کو علم تھا اور حضور آنے والے واقعات کے بارے میں جاننے کی زیادہ جستجو بھی نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ ورنہ رب تعالیٰ کی پہلی وحی کے ساتھ ہی مستقبل کے سارے واقعات سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو آگاہ کر دیا جاتا...... جیسا کہ معلوم ہے کہ میرے آقا نے بعد میں ان تمام احوال کے متعلق ارشاد فرمایا جو ہو چکے اور ہونے والے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ حضور آنے والے واقعات سے باخبر ہو کر بھی اس وقت ان کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ورقہ آنے والے واقعات کو سوچ کر پریشان ہو رہے تھے اور حضور کو اپنی حمایت و عقیدت کا یقین دلا رہے تھے۔
''میں اگر اس وقت زندہ ہوا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا''۔
اس کے بعد میرے آقا علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ واپس تشریف لائے۔
ورقہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے، اور جلد ہی وفات پا گئے۔
حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی رفیقہ حیات کو اولین وحی کی تفصیلات بتانے اور ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے بعد واپس ''جبل النور'' تشریف لے گئے اور حسب معمول غار حرا میں قیام فرمایا اور رمضان المبارک کے بقیہ ایام وہاں پر گزارے۔
نزول وحی کی وجہ سے مقصد تخلیق کائنات میں آپ کے انہماک اور خالق کی محبت کے استغراق میں اضافہ ہو گیا تھا۔
آپ اپنے رب کریم کے اگلے پیغام کے منتظر رہتے۔ وحی الٰہی کی دوبارہ آمد کا شوق دن بدن بڑھ رہا تھا لیکن ابھی جبرئیل علیہ السلام کو حاضری کا حکم نہیں تھا۔ اس لئے وہ ابھی مزید پیغام لے کر نہیں آ رہے تھے اور وحی کا سلسلہ کچھ دن رکا پھر آپ غار سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے تو جبرئیل آسمان کی بلندیوں سے ظاہر ہوئے اور آپ کی رسالت کا اعلان کیا۔
''یا محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول گرامی ہیں اور میں جبرئیل ہوں''
گویا حضرت جبرئیل کائنات ارض و سما کی ساری مخلوقات کو گواہ بنا کر آپ کی نبوت و رسالت کا فرمان الٰہی پڑھ رہے تھے چونکہ رحمت کائنات کی عالمگیر نبوت و رسالت کا اعلان ہو رہا تھا اس لئے جبرئیل اپنی پوری شان و جلالت کی کیفیت میں ظاہر ہوئے۔ عالیشان رسول کی رسالت کا اعلان شاندار حالت میں ہی ہونا چاہئے تھا۔
میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ انداز دیکھا کہ جس طرف آپ کی نظر مبارک جاتی جبرئیل نظر آتے وہ افق کی بلندیوں سے حضور کو دیکھ رہے تھے اور حضور ان کو انہماک سے دیکھتے رہے۔ رمضان المبارک کا اختتام ہو چکا تھا اور اس دن حضور کو صبح سویرے ہی گھر واپس تشریف لانا تھا لیکن حضرت جبرئیل کا آسمان کی بلندیوں سے آپ کا اعلان نبوت کرنے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے انہماک کی وجہ

Marfat.com

سے آپ کے گھر آنے میں ذرا تاخیر ہوگئی۔ آپ اپنے معمولات کے برخلاف جب شوال کی پہلی تاریخ کو صبح سویرے گھر تشریف نہ لائے تو حضرت خدیجہ کو پریشانی ہوئی اور انہوں نے آپ کی تلاش میں آدمی بھیجے تاکہ حضور کی تاخیر کی وجہ معلوم کرسکیں۔

گھر دیر سے تشریف لائے تو حضرت خدیجہ نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"قاسم کے ابا جان! آپ اتنی دیر کہاں تھے؟ میں تو پریشان ہوگئی تھی۔ آپ کی تلاش میں آدمی بھی بھیجے اور جب انہوں نے بھی آپ کی خبر نہ دی تو میں بہت گھبرا گئی تھی"۔

میرے آقا اپنی رفیقہ حیات کے قریب آ کر بیٹھ گئے آپ نے اپنی اہلیہ کا غمگین چہرہ دیکھا تو محبت سے فرمایا:

"ذرا میری طرف دیکھنا"

حضرت خدیجہ نے اپنے سرتاج کی طرف نظر اٹھائی تو حضور بولے:

"مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، دیکھو! میں بالکل خیریت سے ہوں اور تمہارے سامنے موجود ہوں"۔

حضرت خدیجہ نے حضور کے اطمینان بخش کلمات کو سنا تو انہیں تسکین ہوئی۔ حضور نے اپنی اہلیہ سے سوال کرتے ہوئے پوچھا "خدیجہ! کیا تمہیں میرے بارے میں کوئی خوف و خطرہ محسوس ہوا تھا"

"نہیں!...... ہرگز نہیں!!" پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں:

"آپ جیسی شخصیت کی حفاظت کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہے وہ کبھی آپ کی عزت پر حرف نہیں آنے دے گا، اس لئے مجھے کوئی پریشانی نہیں"۔

حضور نے اپنی تاخیر کی وجہ اور جبرئیل علیہ السلام کے آسمان کی بلندیوں سے ظاہر ہونے کا واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے میں ذرا بھر بھی تامل نہ کیا اور فوراً آپ پر ایمان لے آئیں۔

"مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے لئے نبی مبعوث فرمائے گئے ہیں" اس طرح حضرت خدیجہ نے پوری انسانیت میں سب سے پہلے تصدیق نبوت و رسالت مصطفوی کا اعزاز حاصل کرلیا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "سفرذات" اور آپ کے "تزکیہ نفس" کے سفر کا یہ تاریخ ساز موڑ تھا۔ داعی حق نے اب انسانیت کی رہنمائی کے لئے پیغام الٰہی کو پھیلانا اور عام کرنا تھا لیکن سب سے پہلے آپ کی زندگی بھر کی رفیقہ، آپ کی شریک حیات، آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرکے امت محمد مصطفیٰ کے حسین سلسلے کا آغاز کردیا تھا۔ اب اس امت کو عالمگیر قیادت کے لئے آگے بڑھنا پیغام الٰہی اور رسالت محمدی کی اشاعت کے لئے عزم و استقامت کے ساتھ اپنی پاکیزہ جدوجہد کو شروع کرنا تھا۔

Marfat.com

نواں منظر

یہ حضور علیہ السلام کے گھر کا کمرہ ہے جس میں چند خواتین جمع ہیں۔ حضور اپنے گھر سے کئی دنوں سے باہر نہیں نکلے۔ بس ہر وقت سوچ میں رہتے ہیں۔ آپ کے والد کی بہنیں یعنی آپ کی پھوپھیاں اس غرض سے گھر میں آئی ہوئی ہیں کہ آپ کی خیریت دریافت کریں۔ ان کو اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کی طبیعت ناساز تو نہیں ہے۔

"آپ کی صحت ٹھیک ہے؟"

ان میں سے ایک خاتون تشویشناک لہجے میں پوچھتی ہیں۔

"جی! میں بالکل اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت مند ہوں"

"لیکن آپ کافی دنوں سے گھر پر ہیں اس لئے ہمیں فکر لاحق ہوئی تھی"

"دراصل میں اس خیال میں گم رہتا ہوں کہ اپنے رب کریم کے فرمان پر کیسے عمل کروں۔ بس یہی سوچتا رہتا ہوں"

میرے آقا ان کو گھر میں گوشہ نشین ہو جانے کی وجہ بتاتے ہیں۔

"آپ ایسا کریں کہ ہمارے جدامجد عبدالمطلب کی ساری اولاد کو ہرگز نہیں بلایئے گا۔ ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ آپ کی بات ماننے والا بھی نہیں ہے"۔

Marfat.com

خاندان کے سب ہی لوگ جمع ہیں۔ عبدالمطلب کی اولاد اور خاص طور پر بنو ہاشم کے افراد بلائے گئے ہیں۔ یہ 45 لوگ پوری توجہ سے حضور کا ارشاد سن رہے ہیں۔ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے رب کریم کے حکم وانذر عشیرتک الاقربین کے تحت منصب نبوت و رسالت کے اعلان کے متعلق بتا رہے ہیں اور انہیں سمجھا رہے ہیں کہ کامیابی اور نجات صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اطاعت سے ہی ممکن ہے اور بتوں سے مدد طلب کرنے اور ان کی استعانت سے منع فرما رہے ہیں۔

محفل میں ایک شخص سے رہا نہیں گیا وہ غصے سے پھٹ پڑتا ہے۔

''آپ اپنے چچاؤں اور چچازاد بھائیوں سے بات کر رہے ہیں اس لئے وہ بات کیجئے جو ممکن ہو''۔

میرے آقا اس شخص کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہیں کیونکہ حضور نے کوئی غیر فہیمانہ بات نہیں کی تھی، وہ شخص اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

''ہمارے اندر اتنی ہمت و طاقت نہیں ہے کہ ہم سب اہل عرب کی مخالفت کا سامنا کر سکیں، میرے خیال میں بہتر تو یہ ہے کہ آپ کے عزیز و اقارب ہی آپ کو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک دیں، ورنہ قریش کے سارے لوگ آپ کے خلاف متحد ہو جائیں گے اور دوسرے عرب قبائل بھی ان کی مدد کریں گے''۔

محفل میں بدزبانی کرنے والا یہ شخص عبدالعزیٰ (ابولہب) تھا۔

Marfat.com

آغاز دعوت
مشکلات کا سامنا

پیغام تو پہنچانا ہی تھا۔

اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلنا تھا۔ اس کی نورانی کرنوں سے دنیا کے شرق و غرب کو منور ہونا تھا۔ پھر بھلا ابولہب جیسے بد بخت آدمی کی حوصلہ شکنی پر مبنی بدزبانی سے میرے آقا خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان لوگوں کو ایک دفعہ پھر جمع کیا اور ان سب کے سامنے دین حق کے بنیادی اصولوں کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

''حمد کے لائق اللہ رب العالمین ہے۔ میں اسی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس کی مدد کا طلب گار ہوں اس پر میرا ایمان ہے اور اس پر ہی میرا بھروسہ ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، میرا رب ایک ہے اور اس کی شان کبریائی کا کوئی شریک نہیں۔

یاد رکھو قائد کبھی بھی اہل خانہ سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ مجھے اللہ کی قسم کہ جس کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں ہے مجھے خاص طور پر تمہارے لئے اور عمومی طور پر تمام انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے، بخدا تم لوگ اس طرح مر جاؤ گے جس طرح تم سو جاتے ہو، اور مرنے کے بعد دوبارہ اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جس طرح سو کر اٹھ جاتے ہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اس کا تم کو حساب دینا پڑے گا پھر اس کے بعد تم یا تو ہمیشہ جنت میں رہو گے یا پھر ہمیشہ کے لئے جہنم تمہارا مقدر بن جائے گی۔

اے عبدالمطلب کی اولاد! میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی کامیابی اور نجات کا پیغام لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کوئی پیغام اس پیغام سے بہتر ہو سکتا ہے''۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا خطاب مکمل کیا تو حضرت ابوطالب نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔

''تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ رہنا کس قدر پسند ہے۔ تمہاری نصیحت صحیح اور درست ہے۔ ہم سب تمہاری ایک ایک بات کو سچا سمجھتے ہیں۔ یہ تمہارے خاندان کے لوگ ہیں، میں بھی اسی خاندان کا ایک فرد ہوں، لیکن مجھ میں اور ان سب میں ایک فرق ہے۔ فرق یہ ہے کہ میں تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کرنے میں ان سب سے آگے آگے ہوں لہٰذا تمہیں جو حکم ملا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔

اللہ کی قسم! میں ہمیشہ تمہاری حفاظت بھی کروں گا اور مدد بھی جاری رکھوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں میں عبدالمطلب کے راستے پر چلنے والا ہوں اور انہی کے طریقے کو اپناؤں گا، اسے نہیں چھوڑوں گا''۔

حضرت ابوطالب نے اس موقع پر حضرت عبدالمطلب کا حوالہ دے کر ہاشمیوں کو یاد دلایا تھا کہ جس طرح عبدالمطلب ننھے محمد کی عزت و توقیر کرتے تھے اسی طرح تم بھی اس رہبر انسانیت کو اپنا مقتدا اور پیشوا مان لو۔

ابولہب ایک دفعہ پھر گستاخی پر اتر آیا اور خاندان کے لوگوں کو حضور کے خلاف محاذ آرائی پر اکسانے لگا اور انہیں سمجھاتا رہا کہ (معاذ اللہ) آپ کے طریقے پر چلنے سے ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

محفل میں خواتین بھی موجود تھیں۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی حضرت صفیہ ابولہب کی بدزبانی پر خاموش نہ رہ سکیں اور فوراً بول اٹھیں۔

''بھائی! کیا یہ مناسب ہے کہ تم اپنے بھتیجے کی مدد سے انکار کر دو۔ اللہ کی قسم! ہمیں علماء ہمیشہ یہ خوشخبری سناتے آئے ہیں کہ خاندان عبدالمطلب سے اللہ تعالیٰ نبی مبعوث فرمائے گا۔ رب کعبہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ محمد اللہ کے نبی ہیں''۔

''یہ تم عورتوں کی خوش فہمیاں اور خود ساختہ باتیں ہیں جس وقت قریش کے سارے قبائل تمہارے مقابلے پر آ جائیں گے اور سارے عرب کے لوگ ان کی مدد کر رہے ہوں گے تو اس وقت تمہیں اصلیت کا پتہ لگ جائے گا''۔

مونہہ پھٹ ابولہب نے محفل میں اپنی بہن کو برملا ٹوک دیا۔ حضرت ابوطالب نے ابولہب کی گستاخانہ جسارت کا فوراً جواب دیا۔ ''اللہ کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں، ہم محمد ﷺ کی حفاظت کریں گے اور مکمل ساتھ دیں گے''۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دو خاندانی اجلاسوں کے بعد ایک عوامی اجتماع سے خطاب کا فیصلہ فرمایا، آپ کو حضرت ابو طالب کے مکمل تعاون سے بہت حوصلہ ملا تھا۔

عوامی اجتماع مکۃ المکرمہ کے مشہور تاریخی مقام کوہ ''صفاء'' پر ہوا۔ آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ آپ نے اپنے خطاب سے پہلے حاضرین سے ایک سوال کیا۔

''حاضرین! آپ مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں آپ کو یہ کہوں پہاڑ کی دوسری طرف وادی میں حملہ آوروں کی ایک فوج ہے جو بڑھ رہی ہے اور کسی وقت بھی آپ پر حملہ ہو سکتا ہے تو کیا آپ لوگ میری اس بات کو سچ مان لیں گے؟''

''بالکل سچ مان لیں گے، آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں ہے''

ہر کسی کا جواب یکساں تھا، ہر کسی نے آپ کی صداقت کی گواہی دی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''تو سنو! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی فکر کرو۔ اس سخت ترین عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ میں نے تمہارا دشمن دیکھ لیا ہے اور تم کو اس سے باخبر کر رہا ہوں کہ دشمن کسی بھی لمحے حملہ آور ہونے والا ہے''۔

ابولہب اپنے بغض حسد اور کینہ کی وجہ سے ایک بار پھر بدکلامی پر اتر آیا اور آپ کو کوسنے لگا کہ کیا یہی کچھ کہنے کے لئے یہاں جمع کیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی یاوہ گوئی پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنا خطاب جاری رکھا۔

''اے اولاد عبدالمطلب! دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے اس پیغام سے افضل اور کوئی پیغام نہیں ہے''۔

حضور کے اس پہلے عوامی اجتماع سے خطاب نے جیسے مکہ کے سرداروں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ حضور نے اپنے عوامی خطاب میں جھوٹے خداؤں پر بھروسہ کرنے کے تصورات کی نفی کر دی تھی اور معبودان باطل کے پرستاروں کو راہ حق اختیار کرنے کی تلقین کی تھی۔ اس سے ان قبائلی سرداروں اور وڈیروں کو ذاتی مالی اور گروہی مفادات خطرے میں نظر آنے لگے جو ان بتوں کی پرستش کی بنیاد پر قائد بنے بیٹھے تھے۔ مالی مفادات حاصل کر رہے تھے اور دوسرے قبائل پر برتری کا احساس تفاخر بھی موجود تھا۔ اس لئے وہ پیغام مصطفوی کو اپنے مفادات کے خلاف خطرہ سمجھنے لگے۔ لیکن وہ لوگ جنہیں خالق کائنات نے رحمت کائنات کے پیغام رشد و ہدایت کو سب سے پہلے تسلیم کرنے کے لئے چن لیا تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں دکھائی اور پہلے ہی دن اسلام میں داخل ہو گئے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبول اسلام کے بعد جن اولین مبارک ہستیوں کو شرف صحابیت نصیب ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی مرتضیٰ اور زید بن حارثہ ہیں۔ یہ وہ شخصیات ہیں جنہیں حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کا مشاہدہ کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا تھا۔ یہ حضور کے بہت

Marfat.com

قریب تھے۔ حالانکہ عام تصور یہ ہے کہ جو جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی وہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ کمزوریوں سے بھی آگاہ اور واقف ہوتا ہے لیکن کردار اور مقام مصطفوی کا اعجاز دیکھئے کہ جو جتنے قریب تھے اتنا ہی آپ کی بلندی کردار کے معترف اور شاہد تھے۔ ابوبکر بچپن کے دوست تھے علی آپ کے گھر میں رہتے تھے حضور ان کی پرورش فرما رہے تھے اور زید آزاد کردہ غلام تھے۔

پیغام حق جیسے جیسے مقبولیت عامہ حاصل کر رہا تھا اور حضور کے انقلاب آفریں خطاب کی بازگشت ہر جگہ سنائی دے رہی تھی مکہ کے رؤسا اور سرداروں کو اپنی قیادت اور سرداری کا خاتمہ نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے حضرت ابوطالب سے بات چیت کرنے کا فیصلہ کیا۔ سرداران قریش کا ایک نمائندہ وفد حضرت ابوطالب سے جا کر ملا۔ اس میں اموی سردار ابوسفیان بن حرب کے علاوہ ربیعہ کے بیٹے عقبہ اور شیبہ، ابوجہل ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل نمایاں تھے۔ انہوں نے حضرت ابوطالب کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ کسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تبلیغ دین کے لئے روک لیں۔ انہوں نے کہا:

''آپ کا بھتیجا ہمارے ان بتوں کی تذلیل کرتا ہے جن کو ہم پوجتے ہیں اور ہمارے عقائد پر تنقید کرتا ہے ہمیں احمق کہتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ سمجھتا ہے۔ اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ آپ خود ہی اسے روک دیں یا پھر آپ ہمیں نہ روکیں ہم خود ہی اس سے نمٹ لیں گے''۔

ان کی گفتگو سے غصہ، نفرت اور اشتعال جھلک رہا تھا۔

حضرت ابوطالب نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ان سے حکیمانہ، نرم رویہ اختیار کیا اور ان کے غصے کو ٹھنڈا کر کے انہیں گھر واپس بھیج دیا۔

پیغام اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا، نوجوان اور بالخصوص مظلوم اور بے بس لوگ اس میں خصوصی دلچسپی لے رہے تھے۔ سرداران قریش کا نمائندہ وفد ایک دفعہ پھر حضرت ابوطالب کے پاس آیا اور دھمکی آمیز لہجہ اپنایا۔

''آپ کی عمر اور مقام و احترام کی وجہ سے آپ کو ایک خصوصی مرتبہ حاصل ہے، ہم نے پہلے بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکیں لیکن آپ اسے روک نہیں سکے۔ اب معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے، ہم اور انتظار نہیں کر سکتے وہ ہمیں بے وقوف کہتا ہے، ہمارے خداؤں اور ہمارے بزرگوں کے لئے غلط الفاظ استعمال کرے اور ہم خاموش رہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم ایک بار پھر آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ اسے نئے نظریات کی تبلیغ سے روک دیں ورنہ آپ بھی سن لیں کہ اب ہماری جنگ آپ کے بھتیجے کے ساتھ ساتھ آپ کے خلاف بھی ہوگی اور یہ فیصلہ کن جنگ ہوگی''۔

حضرت ابوطالب دل و جان سے حضور کے معاون اور مددگار تھے لیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کیا تھا کہ انہوں نے مناسب سمجھا کہ حضور کو حالات کی نزاکت کا احساس دلائیں۔ انہوں نے حضور سے کہا:

''میرا خیال کیجئے اور اپنا بھی، مجھ پر ایسا بوجھ مت ڈالئے جس کو اٹھا سکنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے''۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے شفیق و محترم چچا کی دردمندانہ لہجے میں التجا سنی تو آنکھوں سے آنسو امڈ آئے لیکن یہ آنسو کمزوری کی نشانی نہ تھے۔ آپ نے عزم و استقامت سے جواب دیا:

''چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں اور مجھ سے تبلیغ دین ترک کرنے کی توقع کریں تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی قوت و حشمت کو ظاہر کر دے گا یا میں اپنی جان قربان کر دوں گا لیکن اس کام کو کبھی نہیں چھوڑوں گا''۔

حضور کا عزم صمیم دیکھ کر حضرت ابوطالب نے جواب دیا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! اطمینان سے جائیے اور جو تمہیں پسند ہے وہی کیجئے!

Marfat.com

اللہ کی قسم! میں آپ کو کسی بھی حالت میں آپ کے دشمنوں کے سپرد کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گا''۔

حضرت ابو طالب نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی حمایت میں اپنا دوٹوک فیصلہ سنا دیا تو مکہ کے سرداروں کو معلوم ہو گیا کہ اب مفاہمت اور مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر بھی انہوں نے اپنے طور پر حضرت ابو طالب کو حضور کا ساتھ چھوڑ دینے کے لئے ترغیبات کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت ابو طالب چونکہ حضور سے بہت پیار کرتے ہیں اور بچپن سے ہی حضور ان کی آغوش محبت میں پروان چڑھتے رہے ہیں اس لئے ہم اگر ایک خوبرو جواں کو ان کی خدمت میں پیش کریں اور کہیں کہ اس کو اپنا بیٹا بنالیں اور حضور کو ہمارے حوالے کر دیں تو وہ شاید مان جائیں۔ اس احمقانہ تجویز کو عملی جامہ پہناتے ہوئے وہ ولید بن مغیرہ کے بیٹے ''عمارہ'' کو حضرت ابو طالب کے پاس لے گئے اور گزارش کی کہ یہ نوجوان اپنے حسن و جمال اور قوت و شجاعت میں پورے مکہ میں اپنی مثال آپ ہے آپ اسے اپنا بیٹا سمجھیں، یہ آپ کا سہارا بنے گا اور اس کے بدلے اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیجئے!

حضرت ابو طالب نے اس احمقانہ تجویز کے جواب میں کہا:

''تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کی پرورش کروں اور اپنا بیٹا قتل ہونے کے لئے تمہارے حوالے کر دوں۔ اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا''۔

آپ کو ترغیب و تجویز دینے والے آپ کے خاندان کے قریبی لوگ تھے۔ حضرت ابو طالب کو احساس تھا کہ ان کے سگے بھائی اور قریبی رشتہ دار کمزور پڑ گئے ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دشمنوں کے حوالے کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حضرت ابو طالب چٹان کی طرح مضبوطی سے جمے رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی حضور کا ساتھ چھوڑنے کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ انہوں نے بنو ہاشم کو حرم کعبہ میں طلب کیا اور انہیں احساس دلایا کہ ذات محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء آل بنو ہاشم کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے لیکن خاندان کے لوگوں نے حضرت ابو طالب کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا مگر حضرت ابو طالب حضور کی حمایت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے اور نہ کبھی ہوئے، وہ تو کمالات مصطفوی کو بچپن سے دیکھتے آئے تھے۔ وہ حضور کی عظمتوں کے قصیدہ خواں تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کی بے حسی اور دشمنوں سے ان کی دوستی کو دیکھا تو بہت مغموم ہوئے۔ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار شعروں کی صورت میں کیا، حضرت ابو طالب کے یہ اشعار اپنوں کا شکوہ بھی ہے اور حضور کا قصیدہ بھی، ان اشعار کا مفہوم یوں ہے:

یہ میری قوم کہ اب جو وفا شعار نہیں
کہ توڑ ڈالے ہیں جس نے قرابتوں کے طریق
وہ مل گئے ہیں صف دشمناں سے جا کے سبھی
کہ بن گئے ہیں سب ہی رشتہ دار میرے حریف
ہمارے ساری ہی دشمن بنے ہیں ان کے حلیف
شدید غصہ ہے مجھ پر میرے قبیلے کو
وہ اپنے غصے میں ناخن چباتے جاتے ہیں
وہ اپنے غصے میں جل جل کے مرتے جاتے ہیں
وہ چاہتے ہیں کہ میں ساتھ چھوڑوں تیرا
وہ چاہتے ہیں ترے دشمنوں سے مل جاؤں

Marfat.com

اگرچہ نفس میرا صبر کا بھی خوگر ہے
مگر یہ نیزہ و تلوار میرا ورثہ ہے
میرے قبیلے کے لوگو! مجھے حرم کی قسم!
غلاف کعبہ کی اور اس کی عظمتوں کی قسم
غلط تمہارے ارادے غلط تمہارے بیاں
کبھی بھی مکہ کو ہم چھوڑ کر نہ جائیں گے
یہ میرا نور نظر ہے محمد بن عبداللہ
میں اس کی جاں کی حفاظت کروں گا ہر اک پل
میں اس کی جاں کے لئے اپنی جاں بھی دے دوں گا
ہیں میرے بچے بھی اس ذات حق پہ نثار
کہ جس کے چہرہ اقدس کے ہی توسل سے
ہمیں نصیب ہے باران رحمتوں کا نزول
وہ بے کسوں کا ہے والی پناہ یتیموں کی
وہ رحمتوں کا ہے پیکر نڈر بھی اجود بھی
وہ خوبرو ہے جواں مرد فخر آل ہاشم بھی

پیغام مصطفوی کو ہر طرف پذیرائی مل رہی تھی اور بالخصوص نوجوان محروم و مظلوم طبقات اس انقلابی پیغام پر ''لبیک'' کہہ رہے تھے۔ مکہ کے سرداروں کو خطرہ تھا کہ ان کی برتری کو ختم کرنے والا یہ پیغام دوسرے علاقوں اور دیگر قبائل تک نہ پہنچ جائے اس لئے انہوں نے حج کے ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متوقع پذیرائی کی روک تھام کے لئے منصوبہ بندی کرنے کے لئے ایک اجلاس طلب کیا تا کہ طے کیا جاسکے کہ حضور کی تبلیغ کو کس طرح غیر موثر کیا جاسکتا ہے۔

یہ اجلاس ولید بن مغیرہ کے گھر پر ہوا۔

''تم سب لوگ کسی ایک بات پر متفق ہو جاؤ۔ اس طرح نہ ہو کہ تم آپس میں ہی ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگو''۔ ولید نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا تو شرکائے محفل نے پوچھا:

''پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں؟''

''نہیں! میں تمہاری رائے سنوں گا اور پھر ہم کسی فیصلہ پر پہنچیں گے''

اس اجلاس میں آقائے دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے انہوں نے طرح طرح کے گستاخانہ الفاظ سوچے، آپ کو (معاذ اللہ) انسانی نفسیات کے ماہر لوگوں (کاہنوں) کا فرد ثابت کرنے کی تجویز دی جو پیسوں کی خاطر لوگوں کے دل و دماغ پر کنٹرول حاصل کرتے ہیں کسی بدبخت نے آپ کو مجنون ثابت کرنے پر زور دینے کی بات کی تو کسی نے جادوگر کے طور پر آپ کا تعارف کرانے کا مشورہ دیا تو کسی نے شاعر کے حوالے سے آپ کا تعارف کرانے کی بات کی۔

اگرچہ ولید بن مغیرہ ان تمام تجویزوں سے متفق نہ ہو سکا اور اس کو کہنا ہی پڑا کہ نہ ہی آپ کاہن ہیں کیونکہ آپ کی کاہنوں جیسی ظن و تخمین

Marfat.com

پر مبنی بے سروپا باتیں نہیں ہیں نہ ہی انہیں مجنوں کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا کلام شعر ہے کیونکہ کلام کی ساری اصناف سے ان کا کلام جدا ممتاز اور منفرد ہے انہیں جادوگر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا کلام اتنا دلنشیں اور پختہ ہے کہ یہ جادو ہو ہی نہیں سکتا لیکن اگر تم کہتے ہو تو انہیں ایسا جادوگر (ساحر) کہیں گے کہ جس کے کلام سے باپ بیٹوں سے، بھائی بھائیوں سے، شوہر بیویوں سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس کے کلام کے سحر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس گستاخانہ منصوبہ بندی پر مبنی اجلاس کی مذمت کے لئے رب تعالیٰ نے عرش بریں سے اپنے قاصد خاص جبریل امین کو اپنے محبوب کریم کی خدمت میں بھیجا اور فوراً ہی قلب اطہر مصطفیٰ پر واضح کر دیا کہ ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر اسے سزا ملے گی۔ اس مذمتی کلام باری تعالیٰ کو سورہ مدثر میں پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ رب تعالیٰ کو گستاخی رسول کے حوالے سے ہونے والے اس اجلاس کے منتظم کے خلاف کس قدر غصہ اور نفرت ہے۔

''(آپ کی ذات اطہر کے حوالے سے) اس کا یہ سوچنا اور اس کے غلط اندازے اس کی تباہی کا سبب بنیں گے۔ اس نے یہ سوچا بھی کیسے! تباہی تو اس کے لئے آ کر ہی رہے گی۔ سوچنے کی اس میں جرأت کیسے ہوئی؟ نظریں گھمانے والا! اپنی پیشانی سکڑنے والا، منہ بسورنے والا متکبر شخص کہتا ہے کہ یہ فوراً اثر کرنے والا جادو ہے جو کہیں سے آپ کو مل گیا ہے، یہ تو بس انسانی کلام ہے''۔ (مفہوم آیات 74:18-25)

اجلاس میں طے ہوا کہ کچھ لوگ مختلف راستوں پر بیٹھ جائیں اور حج کے لئے آنے والے لوگوں کو پہلے ہی سے آپ کے پیغام کے اثرات سے بچنے کے لئے آگاہ کرتے رہیں۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں ذات اقدس مصطفیٰ کا ازلی دشمن ابولہب سب سے زیادہ متحرک تھا۔ وہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ساتھ رہتا اور جہاں جہاں آپ تشریف لے جاتے وہ پکار پکار کر آپ کے پیغام حق کی نفی کرتا رہتا اور لوگوں سے کہتا کہ آپ کی باتوں پر یقین نہ کریں لیکن یہ پیغام مصطفوی کی اثر آفرینی کہاں رکنے والی تھی۔ البتہ ابولہب اپنی مذموم حرکتوں میں لگا رہا اور اس کے پیروکار ابھی تک لگے ہوئے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ابولہب اور اس کے گروہ کے افراد نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی (معاذ اللہ) تحقیر اور آپ کے صحابہ کرام کے خلاف استہزاء اور گستاخانہ رویہ کو مسلسل جاری رکھا۔ آپ کو ''مجنون''، ''ساحر'' اور ''کذاب'' کہتے رہے اور آپ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو وہ غنڈے وہاں پہنچ جاتے اور کہتے:

''کیا یہی ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ جنہیں اللہ نے ہم سب میں سے چن کر ان پر کرم کر دیا ہے؟''

صرف یہی نہیں بلکہ یہ بدمعاش لوگ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام کی مبارک شخصیات کے حوالے سے طرح طرح کی تمسخر آمیز باتیں گھڑتے، قہقہے لگاتے اور اس سے لطف اٹھاتے، ان لوگوں کا ایک ساتھی نضر بن حارث تھا، جو فحاشی کا اڈہ چلاتا تھا اور لوگوں کو اکٹھا کر کے قصے کہانیاں سناتا اور عشقیہ داستانیں سنا کر ان کا دل بہلاتا تھا۔ وہ پیغام مصطفوی کی اثر آفرینی روکنے کے لئے اور نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی گانا بجانے والی لونڈیاں بھیج دیتا تھا تا کہ نوجوان ان خرافات میں مست رہیں اور پیغام الٰہی ان کے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی دل کے دروازے پر دستک دے سکے۔ ابولہبی گروہ کی حکمت عملی پیغام مصطفوی کی اثر آفرینی کو روکنے کے لئے آج بھی وہی ہے جو روز اول سے تھی۔

جب انہوں نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام ذی شان کی خوشبو ہر طرف پھیلتی دیکھی اور اس کے پاکیزہ اثرات کو روکنے میں ناکامی محسوس کرنے لگے تو انہوں نے ایک طریقہ سوچا، ان کا خیال تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس تجویز کو مان جائیں گے۔ اس دن

Marfat.com

میرے آقا بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔

سرداران قریش کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی تھی کہ اب بیت اللہ کا طواف کرنے والے حضور کے جاں نثار نہ ہی بیت اللہ میں موجود بتوں کے سامنے سر جھکاتے تھے اور نہ ہی ان بتوں کے "مجاوروں" کو چڑھاوے اور نذرانے پیش کرتے تھے۔ ان کے معاشی مفادات پر ضرب پڑ رہی تھی۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب کسی گروہ کے معاشی مفاداتِ خطرے میں پڑتے ہیں تو وہ اپنی بقا کے لئے متحد ہو جاتے ہیں۔ اس دن مکہ کے ان خود ساختہ بڑوں نے اکٹھے ہو کر میرے آقا کو ایک تجویز دینے کا فیصلہ کیا۔

طواف کرنے کے بعد حضور کو حرم کعبہ کے صحن میں تشریف فرما دیکھا تو اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل پر مشتمل یہ چار رکنی وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور کو اپنی تجویز دیتے ہوئے کہا:

"یا محمد! جس رب کی آپ عبادت کرتے ہیں ہم بھی کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اس شرط پر کہ جن خداؤں کی ہم عبادت کرتے ہیں آپ بھی کریں، اس طرح ہم متحد ہو کر رہیں گے"۔ حضور نے حیرانی سے ان کی جسارت کو دیکھا تو انہوں نے اپنی بات کی وضاحت کے لئے کہا:

"دیکھئے! اس میں ہم دونوں کا فائدہ ہے، فرض کیجئے! آپ کا خدا ہمارے خداؤں سے بہتر ہے تو اس کی عبادت کرنے میں ہمیں بھی سعادت نصیب ہوگی اور اگر ہمارے خدا آپ کے خدا سے (معاذ اللہ) بہتر ہیں تو آپ کو بھی خیر و برکت کا حصہ ملے گا"۔ حضور اقدس کا جواب جبرائیل امین بارگاہ الٰہی سے لیکر حاضر ہو گئے اور رب تعالیٰ کا پیغام پیش کیا۔

"اے حبیب! آپ انہیں کہہ دیجئے کہ تم لوگ رب تعالیٰ کی ذات کبریائی کے منکر ہو، میں ہرگز ان جھوٹے خداؤں کی عبادت نہیں کر سکتا جنہیں تم پوجتے ہو اور نہ ہی تمہارے نصیب میں رب تعالیٰ کی عبادت کی سعادت لکھی ہے کہ جس طرح میں اس کی عبادت کا حق ادا کرتا ہوں تم اپنے نظریات پر ڈٹے رہو اور میں سچے دین پر قائم و دائم ہوں"۔ (مفہوم سورۃ الکافرون)

کافروں کا یہ وفد ناکام و نامراد ہو کر واپس چلا گیا جس محبوب کریم کے جذبات کی ترجمانی عرش بریں کا رب تعالیٰ فرمائے اس سے بحث و مباحثہ کی جرأت کس کو ہو سکتی تھی۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول بیت اللہ تشریف لے جاتے۔ طواف کعبہ فرماتے، اس وقت تک رب تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے دو دو رکعتوں کی نمازوں کا حکم نازل ہوا تھا۔ باقی اوقات آپ ذکر و عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ صحن کعبہ میں ہی قریش کے سردار بھی اپنی محفل جما کر بیٹھے رہتے۔ حضور حرم کعبہ کے ایک گوشے میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ اعلان نبوت کے بعد پہلے پانچ سالوں تک حضور کا یہی معمول رہا۔ "دار ارقم" میں حضور کی مجلسوں کا آغاز پانچویں سال نبوت میں ہوا تھا۔ اس سے پہلے حضور اپنے صحابہ کرام کو اپنے گھر پر ہی شرف ملاقات بخشتے جہاں حضور ان کی ضیافت فرماتے آپ کی ان ضیافتوں کے ہر طرف چرچے تھے یا پھر اپنا وقت بیت اللہ کی دیوار کے سائے میں گزارتے۔ صاف ظاہر ہے سرداران قریش بھی وہاں موجود ہوتے کیونکہ ان کی کوئی کھیتی باڑی اور کوئی خاص کاروبار تو تھا نہیں۔ وہ تو سال میں دو مرتبہ تجارتی قافلے لے کر شام اور یمن کی طرف جاتے اور جو منافع کماتے سارا سال اس پر گزارا کرتے تھے اس کے علاوہ ان کی آمدنی کا زیادہ تر انحصار ان نذرانوں پر ہوتا تھا جو بیت اللہ کے زائرین ان بتوں پر نچھاور کرتے تھے جو مختلف سرداروں نے طرح طرح کی مشکلات کی حل کے لئے بنا رکھے تھے۔ لوگ ان بتوں کے پجاروں کو دولت اس لئے دیتے تھے کیونکہ وہ ان بتوں کے رکھوالے ہونے کی حیثیت سے ان کی نظر میں خصوصی مقام رکھتے تھے اور لوگ بتوں کے ان پجاریوں کو "مورتیوں" کو خوش کرنے کے لئے مال و دولت سے نوازتے رہتے تھے۔ بت پرستی اور "پجاریوں" کے اس احترام کو ہندو

Marfat.com

معاشرے میں آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک دن جب میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام حسب معمول حرم کعبہ میں یادالٰہی میں مستغرق تھے قریش کا ایک سردار عقبہ بن ربیعہ اپنے قبیلے کے دیگر لوگوں کے ساتھ محفل سجا کر بیٹھا تھا اس کے دل میں اچانک ایک خیال آیا:

''ساتھیو! میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے کیا میں محمد ﷺ سے اکیلے میں جا کر خود بات نہ کروں''۔

عقبہ بن ربیعہ نے اکیلے میں بات کرنے کا اپنا ارادہ بیان کیا تو اس کے ایک ساتھی نے پوچھا: ''اس سے کیا فائدہ ہوگا؟''

''دیکھو! میں اکیلے میں ان کے سامنے چند تجاویز رکھوں گا، شاید وہ ان میں سے کسی ایک کو مان جائیں اس طرح ہمیں جس پریشانی کا سامنا ہے اس سے ہمیں چھٹکارہ مل جائے''۔

سرداران قریش نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور عقبہ بن ربیعہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ اب مذاکرات کی اہمیت کو سمجھ رہے تھے کیونکہ اسلام کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس میں قابل ذکر معتبر اور نمایاں افراد بھی شامل ہو رہے تھے اور پیغام الٰہی کی تبلیغ کو روکنا مشکل ہو رہا تھا۔

عقبہ بارگاہ نبوی میں پہنچا تو حضور کے سامنے لب کھولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ تاخیر کے بعد وہ حضور سے مخاطب ہوا۔

''آپ میرے پیارے بھتیجے ہیں، خاندانی وجاہت کے اعتبار سے آپ کا جو بلند مقام ہے اس سے ہم سب آگاہ ہیں لیکن آپ نے اپنی قوم کو ایک بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے۔ آپ کی وجہ سے قوم کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ آپ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں اور ہمارے عقیدوں کو غلط سمجھتے ہیں جن خداؤں کی ہم عبادت کرتے ہیں آپ ان کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے آباؤاجداد کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ باتیں ہمیں برداشت نہیں ہوسکتیں، اب آپ میری بات ذرا توجہ سے سنئے! میں آپ کے پاس چند تجاویز لے کر آیا ہوں ذرا سوچئے اور جو تجویز آپ کو پسند آئے مجھے بتا دیجئے!''۔

''آپ اپنی بات جاری رکھیں! میں توجہ سے سن رہا ہوں''

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے عقبہ کو اپنی تجاویز پیش کرنے کی اجازت دی تو وہ رازداری کے لہجے میں بولا۔

''دیکھئے! اگر آپ کا مقصد اس تمام جدوجہد سے اپنے لئے مالی مفاد حاصل کرنا ہے تو ہمارے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ہم آپ کو اتنی دولت دے دیتے ہیں کہ آپ عربوں کی سب سے مالدار شخصیت بن جائیں''۔

عقبہ نے میرے آقا کے چہرے کی ناگواری کے اثرات کو محسوس کرتے ہوئے اپنی دوسری تجویز پیش کر دی۔

''اگر آپ پوری قوم کے سردار بننا چاہتے ہیں تو آج سے ہم سب آپ کو اپنا قائد و رہبر تسلیم کر لیتے ہیں۔ یقین کیجئے آپ کے حکم کی کوئی بھی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ آپ سب قبیلوں کے رہنما ہوں گے بلکہ ہم سب آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور یہ ساری سلطنت آپ کے حوالے کر دیں گے''۔

اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے اس نے آخر میں کہا:

''اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پر جنات کا اثر ہوگیا ہے جس کی وجہ سے آپ ایسی انہونی باتیں کر رہے ہیں اور قوم کو آپس میں لڑوا رہے ہیں تو فکر نہ کیجئے! ہم جنات کے اثرات ختم کرانے کے لئے ہر طرح کے علاج معالجے کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے بھی تیار ہیں''۔

عقبہ نے اپنے خیال میں ایسی تجاویز پیش کی تھیں اور ایسی ترغیبات رکھی تھیں کہ (معاذ اللہ) آپ کا مفاہمت کے لئے آمادہ ہو جانا یقینی تھا۔ اس بدبخت کو استقامت مصطفیٰ کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ ولید نے اپنی گفتگو ختم کی تو میرے آقا نے پوچھا:

Marfat.com

''تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا''

''جی ہاں!'' ولید کے جواب میں میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''میرا جواب وہی ہے جو مرے رب کا فرمان ہے''

کہیے! میں سن رہا ہوں'

آپ نے سورۃ حٰم السجدہ کی ابتدائی تلاوت شروع کر دی۔

''رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے اس قرآن کی آیات بڑی واضح اور عربی زبان میں ہیں لیکن فہم و شعور رکھنے والے لوگوں کو ہی سمجھ میں آتی ہیں۔ یہ کتاب خوشخبریاں بھی سناتی ہے اور برے لوگوں کو ڈراتی بھی ہے لیکن اکثر لوگ اس کو سننا ہی نہیں چاہتے اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ جس رب کی طرف ہمیں بلاتے ہیں اس کے پیغام کو سمجھنے سے اپنے آپ کو روکنے کے لئے ہم نے اپنے دلوں کو غلافوں میں چھپا کر رکھ لیا ہے اور کانوں کو لپیٹ رکھا ہے اپنے اور تمہارے درمیان ایک فاصلہ قائم کر رکھا ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے! ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے!'' (مفہوم آیات)

حضور تلاوت کلام الٰہی فرما رہے تھے اور عقبہ سنتا جا رہا تھا، حضور نے آیت سجدہ پر تلاوت ختم کی۔ اپنے رب کے حضور سجدہ فرمایا، سجدے سے سر اٹھایا تو اس ازلی بدبخت سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''سن لیا میرا جواب! اب جاؤ، اپنا کام کرو''

عقبہ افسردگی کی کیفیت میں وہاں سے اٹھا، اس کے ساتھی اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کی شکستہ ذہنیت اس کے چہرے سے واضح تھی۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ عقبہ ناکام ہو کر لوٹا ہے۔ لوگوں میں ایک تجسس تھا وہ جاننا چاہتے تھے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسے کیا جواب دیا ہے لیکن کلام الٰہی نے اس کو وقتی طور پر اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کچھ نہ کہہ سکا اور خاموشی سے گھر چلا گیا اور کئی دن تک گھر سے باہر نہ نکلا۔ شہر میں ہر طرف یہ چرچے ہونے لگے کہ مکہ کے سب سے رئیس شخص عقبہ بن ربیعہ پر بھی جادو کا اثر ہو گیا ہے۔

ابوجہل (عمرو بن ہشام) نے ایک دن بدزبانی کی ''میرا خیال ہے کہ وہ بھی اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ گیا ہے۔ عقبہ کو محمد ﷺ نے لذیذ کھانے کھلا کر شاید اپنا ساتھی بنا لیا ہے اس لئے اس نے ہم سے ملنا جلنا بند کر دیا ہے''۔

''ہمیں اس سے بات کرنی چاہئے'' ایک آدمی نے اس سے بات کرنے کا مشورہ دیا تو ابوجہل اپنے ساتھیوں کو لے کر عقبہ کی رہائش گاہ پر گیا، عقبہ نے ابوجہل اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ لوگ کیا پوچھنے آئے ہیں۔ ابوجہل نے بیٹھتے ہی بات چھیڑ دی۔

''ہمیں پتہ چلا ہے کہ تم نے اپنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیا ہے اور محمد کے ساتھ مل گئے ہو! اگر تم اتنے مفلس ہو گئے ہو کہ اپنے گھر پر عمدہ کھانے نہیں پکا سکتے تو ہمیں بتانا تھا کہ ہم تجھے اتنا کچھ دے دیتے کہ تجھے کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی''۔

ابوجہل نے طعنہ دیا تو عقبہ نے فوراً جواب دیا۔

''تم جانتے ہو کہ قریشیوں میں سب سے زیادہ دولت میرے پاس ہے مجھے تمہاری بھیک کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے محمد ﷺ سے گفتگو کے حوالے سے تنقید کا نشانہ بنا رہے ہو تو میں قسم کھاتا ہوں کہ آج کے بعد میں ان سے بات نہیں کروں گا''۔

ربیعہ کو شدید غصے کی حالت میں دیکھا تو ابوجہل نے پوچھا:

''یہ تو بتاؤ کہ اس دن کیا ہوا تھا؟ محمد نے تم سے کہا کیا؟''

''سچ پوچھتے ہو تو مجھے محمد ﷺ نے جواب میں وہ کلام سنایا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ رب کعبہ کی قسم! نہ تو وہ شعر تھا نہ

Marfat.com

جادو، اے قریشی سردارو! میں تو کہتا ہوں کہ تم میری ایک بات مان لو!''

''کیا بات مان لیں؟'' حاضرین نے تجسس سے پوچھا:

''تم محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کو تنگ کرنے سے باز آجاؤ! قسم سے کہتا ہوں کہ ان کے کلام کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوں گے''۔

''وہ کیسے؟'' لوگوں نے حیرت سے سوال کیا۔

عقبہ بن ربیعہ صرف مکہ کا مالدار شخص ہی نہیں تھا بلکہ ایک دانشور بھی سمجھا جاتا تھا اس نے کہا:

''دیکھو! اگر عرب کے دوسرے قبیلوں کے لوگ ان سے جنگ کر کے انہیں ختم کر دیں تو تمہیں سامنے آنے کی ضرورت کیا ہے؟ تمہارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور تمہیں کچھ کرنا بھی نہیں پڑے گا اور اگر محمد ﷺ نے تمام عرب کو اپنا مطیع بنا لیا اور ان کی حکومت ہر جگہ قائم ہو گئی تو سوچو وہ حکومت تمہاری ہی حکومت ہو گی۔ محمد ﷺ کو ملنے والی عزت قریش کی عزت ہو گی۔ یوں سمجھ لو کہ تم خوش قسمتی سے بغیر کسی جدوجہد کے عرب دنیا کی قیادت حاصل کر لو گے''۔

عقبہ کی اس رائے کو کسی نے پسند نہ کیا۔

''ہم نے سچ سنا تھا، لگتا ہے محمد کا جادو تم پر بھی اثر کر گیا ہے اور تمہارے مذہبی خیالات بدل گئے ہیں''

''میں نے جو مناسب سمجھا تمہیں بتا دیا، اب تمہیں جو ٹھیک لگے وہی کچھ کرو'' اس طرح یہ اجلاس ختم ہو گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک دن قریش کے سارے سردار حرم کعبہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بلوا بھیجا، وہ آپ سے فیصلہ کن بات کرنا چاہتے تھے۔ یہ قریش کے تمام بڑے سرداروں کا مشترکہ اجلاس تھا جس میں عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام اور عاص بن وائل وغیرہ شامل تھے۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو ان لوگوں کا پیغام ملا تو آپ تشریف لے آئے اور پورے وقار کے ساتھ ان کے درمیان آکر بیٹھ گئے۔

ان قریشی سرداروں نے گزشتہ ملاقاتوں کی طرح وہی باتیں دہرانا شروع کر دی اور آپ پر قوم کو تقسیم کرنے اور انتشار پیدا کرنے کا الزام لگایا اور پھر ان تجاویز کو سر عام پیش کر دیا جسے اس سے پہلے عقبہ بن ربیعہ تنہائی میں حضور علیہ والصلوۃ والسلام سے کہہ چکا تھا۔ یہ سب سردار اپنی باتیں کہہ چکے تو میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''مجھے کچھ نہیں چاہئے، مجھے نہ ہی دولت کی ضرورت ہے نہ ہی تمہاری سرداری کی آرزو ہے اور نہ ہی مجھے بادشاہی چاہئے تم یہ بات سمجھتے کیوں نہیں ہو کہ سارے جہان کے خالق نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے مجھے وحی الٰہی آتی ہے، میں تمہیں اس کی رحمتوں اور عنایتوں سے آگاہ کرتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ میرے ذمہ رب تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچانا ہے، لہٰذا میں نے تمہاری بھلائی کے لئے پیغام حق تم تک پہنچا دیا ہے۔ یہ بہت اچھی طرح یاد کر لو کہ اس پیغام حق کو تسلیم کر لو گے تو دنیا میں بھی تمہیں کامیابی ملے گی اور آخرت میں بھی نجات حاصل کرو گے اگر تم اس پیغام حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو تو پھر میں صبر کروں گا اور اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں''۔

میرے آقا کے فصیح و بلیغ بیان نے ان کو لاجواب کر دیا تھا۔ لیکن جب ہدایت کی توفیق ہی نصیب میں نہ ہو تو انسان طرح طرح کے حیلے بہانوں پر اتر آتا ہے۔ سرداران قریش بھی عجیب قسم کے مطالبوں پر اصرار کرنے لگے، ایک شخص کہنے لگا:

Marfat.com

''اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں تو پھر آپ اپنے رب سے یہ گزارش کیوں نہیں کرتے کہ وہ مکۃ المکرمہ کے اردگرد ان پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے اور یہاں دریاؤں کا پانی رواں کر دے تاکہ شام و عراق کے لوگوں کی طرح ہم بھی خوشحال ہو جائیں اور پانی کی فراوانی ہو جائے''۔

ایک اور شخص نے اپنا مطالبہ یوں پیش کیا:

''آپ رسول ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ ہمارے بزرگ ہی کر سکتے ہیں آپ قصی بن کلاب کو ہی زندہ کیوں نہیں کر دیتے؟ اس کی صداقت پر ہم سب یقین رکھتے ہیں ہم اس سے ہی پوچھ لیں گے کہ آپ پیغمبر خدا ہیں یا نہیں ہیں''۔

میرے آقا حیرت سے ان لوگوں کے احمقانہ سوالات سنتے رہے اور پھر ارشاد فرمایا:

''اے میرے قریش کے قبیلے کے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھے ان کاموں کے لئے نہیں بھیجا گیا جو تم کہہ رہے ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں میں نے اس کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے، اگر دنیا و آخرت کی خوش قسمتی تمہارے مقدر میں ہے تو تم اس پیغام کی سچائی کو تسلیم کر لو گے''۔

سرداران قریش اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے، وہ اپنے خیال میں حضور علیہ السلام کی اہانت اعلانیہ کر کے دوسرے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روک رہے تھے اور رائے عامہ اپنے حق میں ہموار کر رہے تھے ایک شخص نے یوں بدزبانی کی:

''ٹھیک ہے آپ ہمارے علاقے کی بہتری کے لئے اپنے رب سے کچھ نہیں مانگتے تو اپنے لئے ہی ایک فرشتہ اپنے رب سے گزارش کر کے مانگ لیجئے تاکہ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرتا رہے اور آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے ڈھیروں مال و دولت ہی طلب کر لیجئے! تاکہ آپ کو ہماری طرح بازاروں میں چکر لگا کر سامان تجارت اور اشیاء نہ بیچنا پڑیں اس طرح آپ مالی آسودگی بھی حاصل کر لیں گے اور ہمیں بھی یقین ہو جائے گا کہ آپ واقعی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں''۔

ایک اور گستاخ نے اس طرح دریدہ دہنی کی:

''اور کچھ نہیں کر سکتے تو اپنے رب سے کہیں کہ وہ آسمان سے عذاب ہم پر بھیج دے تاکہ وہ لوگ جو آپ کو رسول نہیں مانتے ان کا خاتمہ ہی ہو جائے''۔

میرے آقا نے ان لوگوں کی بے سروپا احمقانہ باتوں اور مطالبوں کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا:

''یہ میرے رب کی رضا پر منحصر ہے وہ جس طرح چاہے گا تمہارے ساتھ سلوک کرے گا''۔

یہ بدبخت لوگ بے حد گستاخی پر تلے ہوئے تھے انہوں نے اپنی زہر افشانیاں جاری رکھیں۔ ایک بد باطن شخص بولا:

''آپ جس کلام الٰہی کی بات کرتے ہیں کہ وہ رب رحمٰن آپ کو وحی کرتا ہے ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ ''یمامہ'' کے علاقہ کا ''رحمٰن'' نامی ایک شخص ہے وہی آپ کو یہ سب کچھ سکھاتا پڑھاتا ہے اور جو کچھ اس سے آپ سیکھتے ہیں ہمیں سنا کر ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ کی باتوں پر یقین کر لیں۔ ہرگز نہیں ہم کبھی بھی آپ کی ان باتوں کو سچ تسلیم نہیں کریں گے۔ ہمیشہ آپ کی ڈٹ کر مخالفت کریں گے اب تو فیصلہ ہو کر رہے گا یا آپ ختم ہو جائیں یا پھر ہم کو ختم کرنے کے لئے بددعا کریں''۔

میرے آقا نے اس گستاخ کی بدزبانی کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ حضور کو مکہ کے ان بدزبان لوگوں کی گستاخی کا اتنا غم نہیں تھا جتنا رنجیدہ آپ اس بات پر تھے کہ آخر یہ لوگ اللہ رب العالمین کے ازلی اور ابدی سچے پیغام کی حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کیوں نہیں ہیں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر چلے آئے تو قریش کے ان نام نہاد سرداروں نے مستقبل کے لائحہ عمل پر غور کرنا شروع کیا۔ ابوجہل

Marfat.com

نے اپنے خبث باطنی کا اظہار اس طرح کیا:

''قریشی بھائیو! تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ ہماری ان ساری پیشکشوں اور مفاہمت کی کوششوں کے باوجود محمد اپنے نظریات سے ہٹنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ وہ ہمارے بزرگوں کے طور طریقوں کو غلط کہتے ہیں اور انہیں گمراہ اور احمق سمجھتے ہیں اس لئے اب ہمیں ان کو شدت سے روکنا ہوگا۔ میں اس کے لئے تیار ہوں''۔

''تم کیا کرو گے؟'' ابوجہل نے جب اپنی بات ختم کی تو محفل میں ایک شخص نے پوچھا:

''میں نے تہیہ کیا ہے کہ ایک بہت بھاری پتھر ان پر اس وقت پھینکوں گا جب وہ حالت سجدہ میں ہوں گے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا''

''تو کیا تم بنو عبد مناف کے انتقام کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو؟'' محفل میں موجود ایک شخص نے دریافت کیا تو ابوجہل بولا:

''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، بنو عبد مناف جو چاہیں کرلیں یہ میں تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم میرا ساتھ دیتے ہو یا مجھے قتل ہونے کے لئے ان کے سپرد کرتے ہو''۔

ان بے ایمان لوگوں نے ابوجہل کا مستقل ارادہ دیکھا تو خوشی سے بول اٹھے:

''ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم تجھے کسی بھی حالت میں ان کے سپرد نہیں کریں گے تمہارا ساتھ دیں گے اب تم اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ''۔

اس دن وہ سب لوگ یہ ارادہ کر کے اٹھے کہ دوسرے دن (معاذ اللہ) میرے آقا کے وجود اقدس کا خاتمہ ہی کر دیں گے۔ دوسرے دن علی الصبح ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اس کو معلوم تھا کہ آپ حسب معمول عبادت الٰہی کے لئے حرم کعبہ میں تشریف لائیں گے۔ میرے آقا نے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی تو ابوجہل کے ساتھیوں نے انتظار کرنا شروع کیا کہ اب ابوجہل اپنے منصوبے کے مطابق کب سر اقدس پر بھاری پتھر پھینکتا ہے۔ میرے آقا سجدے میں پہنچے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور آپ پر گرانے کے لئے آپ کی طرف بڑھا، اس کے ساتھی ایک ایک لحہ کو غور سے دیکھ رہے تھے جیسے ہی وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا تو یکدم رک گیا اور پھر اچانک پلٹا اور واپس بھاگنا شروع کر دیا۔ سب لوگ حیرت سے اس منظر کو دیکھنے لگے، وہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا اور چہرہ ڈر سے زرد پڑ گیا تھا۔ اس کا ہاتھ منجمد ہو گیا تھا اور پتھر اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑا۔ اس کے چہرے پر دہشت طاری تھی، لوگ بھاگ کر اس کے قریب پہنچے۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے اے صاحب حکمت و دانش؟''

ابوجہل عمرو ابن ہشام اپنی خود ساختہ شہرت کی وجہ سے علم و دانش والا یعنی ''ابوالحکم'' کے تعارف کے ساتھ جانا پہچانا جاتا تھا اور لوگ اس کو اسی نام سے پکارتے تھے لیکن جب سے اس نے پیغام رسالت کی مخالفت اور توہین شروع کی تھی اس کے مقدر میں ''جاہل شخص'' (ابوجہل) کا ابدی تعارف لکھ دیا گیا تھا اور وہ ہمیشہ اسی حوالے سے یاد کیا جاتا رہے گا کیونکہ میرے آقا کی توہین کرنے والا صاحب علم وحکمت ہو ہی نہیں سکتا۔ مقام مصطفیٰ کو نہ پہچاننا اور آپ کی توہین کرنا ہی سب سے بڑی کم علمی اور جہالت ہے۔

لوگوں نے ابوجہل سے واپس بھاگ آنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا:

''جیسے ہی میں محمد ﷺ پر پتھر پھینکنے کے لئے ان کے قریب پہنچا تو ایک بدمست طویل القامت اونٹ میری طرف بڑھا، مجھے ایسے لگا کہ جیسے وہ مجھے کچا چبا ڈالے گا۔ میں تمہیں کیا بتاؤں کہ وہ کس قدر ہیبت ناک اونٹ تھا۔ اتنی بڑی کھوپڑی اور موٹی گردن والا عظیم الجثہ اونٹ

Marfat.com

آج تک میں نے نہیں دیکھا''۔

جن خوش قسمت لوگوں کے دل حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ تھے انہوں نے اسی دن اندازہ لگا لیا کہ محمد ﷺ کی ذات اقدس کی حفاظت ان کا رب رحمان ورحیم کر رہا ہے اور جن کے حصے میں توفیق الٰہی نہیں تھی وہ ہمیشہ کی طرح منکر ہی رہے۔

نضر بن حارث ان لوگوں میں شریک تھا جو یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اس نے ابوجہل جیسے سخت ترین دشمن کو بدحواسی سے پلٹ کر بھاگتا دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا:

''قریشیو! میری بات اچھی طرح سن لو، تمہارے لئے اس ذہنی پریشانی سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تم سوچو تو سہی کہ تم کس کی مخالفت کر رہے ہو؟ محمد ﷺ کی؟ جو اس سے پہلے تم سب کے نورِ نظر تھے جسے تم سب صادق اور امین کے لقب کے ساتھ پکارتے تھے، آج جب وہ عمر کی پختگی کی حد تک پہنچ گئے اور ان کے بالوں میں سفید رنگ جھلکنے لگا ہے اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں تو تم انہیں ''جادوگر'' کہنے لگے ہو...... تم لوگ جھوٹے ہو...... وہ ہرگز جادوگر نہیں ہیں۔ ہم سب نے جادوگروں کے طور طریقے دیکھے ہوئے ہیں، کیا ایسے ہوتے ہیں جادوگر؟ کبھی تم انہیں ''کاہن'' کہتے ہو، کیا وہ اپنی باتوں سے تمہارے ذہن کی صلاحیتوں کو سلب کرتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں! وہ تو واضح اور صاف گفتگو کرتے ہیں وہ شاعر بھی نہیں ہیں، تمہارے سارے اندازے غلط ہیں''۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین لوگوں کے سامنے تو آپ کی عزت و توقیر میں کمی کرنے کے لئے اپنے مذموم مقاصد و عزائم کا اظہار کرتے رہتے تھے لیکن علیحدگی میں اور چھپ چھپ کر میرے آقا کی تلاوت قرآن مجید سنتے رہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ کی دیوار کے پہلو میں بیٹھ کر اپنی اعجاز آفریں آواز میں اللہ تعالیٰ کا انسانیت کے لئے آخری کلام تلاوت فرماتے تو فضا میں نورانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ میرے آقا بالعموم رات کی تنہائیوں میں تلاوت کلام پاک فرمایا کرتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ابوسفیان، ابوجہل اور اخنس بن شریق مسلسل تین راتیں ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر حضور کی تلاوت سنتے رہے۔ یہ تینوں علیحدہ علیحدہ چھپ کر بیٹھ جاتے اور تلاوت قرآن پاک کی سماعت میں اس قدر کھو جاتے کہ صبح ہو جاتی۔ رات کی سیاہی چھٹ جاتی اور صبح کا اجالا پھیلنے لگتا تو وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور شرمندہ ہو جاتے اور وعدہ کرتے کہ وہ دوبارہ قرآن پاک کی تلاوت سننے نہیں آئیں گے لیکن میرے آقا کی زبان فیض ترجمان سے تلاوت سننے کا شوق انہیں پھر دربار رسالت میں لے آتا اور اگلے دن پھر وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمندہ ہوتے اور دوبارہ نہ آنے کا ایک دوسرے سے وعدہ کرتے، تیسرے دن انہوں نے طے کر لیا کہ اب کبھی بھی اس تلاوت کو سننے نہیں آئیں گے۔ وہ قرآن پاک کی اعجاز آفریں تلات سننے کے بعد بھی پیغام حق قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہے۔ پیغام حق قبول نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ خاندانی رقابت اور قبائلی عصبیت تھی۔ حالانکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا لیکن خاندانی برتری کا احساس پیغام حق کو تسلیم کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ اخنس بن شریق نے جو ابوسفیان اور ابوجہل کے ساتھ ان تینوں راتوں میں میرے آقا سے تلاوت قرآن مجید سنتا رہا تھا جب ابوجہل سے کلام الٰہی کی خصوصیت کے بارے میں پوچھا تو وہ پھٹ پڑا۔

''تم کیسی بات کرتے ہو؟ یہ سارا کچھ قوم کی سرداری کا جھگڑا ہے ہمارا اور بنو عبد مناف کا ہمیشہ اس بات پر اختلاف رہا کہ کون قوم کا سردار ہے اور کون زیادہ عزت دار ہے۔ ہم پہلے بڑی بڑی ضیافتوں کا اہتمام کر کے ضرورت مند لوگوں کی مدد کر کے اور غریب لوگوں کو مالی طور پر نواز کر ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے اور ہم میدان میں برابر دوڑنے والے گھوڑوں کی طرح تھے اب ان کے خاندان کے ایک فرد کے اعلان نبوت کی وجہ سے انہیں ہم پر برتری حاصل ہو جائے گی۔ آسمان سے اترنے والی وحی الٰہی کا ہم کیسے مقابلہ کریں؟ اس لئے میں تو ان پر ہرگز ایمان نہیں لاؤں گا''۔

Marfat.com

ابوجہل کے نصیب میں راہ ہدایت نہیں تھی تو وہ پیغام حق کو قبول کیسے کرتا؟ جب تک توفیق الٰہی نصیب نہ ہو انسان کلام الٰہی کا شعور حاصل ہی نہیں کر سکتا۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سرکردہ مخالفین نے ایک اور منصوبہ بنایا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک وفد ''یثرب'' بھیجا جائے۔ وہاں سابقہ آسمانی کتابوں کے ماہر علماء موجود ہیں ان سے مشاورت کی جائے اور پوچھا جائے کہ ہم کون سے ایسے سوالات کریں جن کے جوابات انسانی علوم سے صحیح طور پر نہیں مل سکتے بلکہ صرف وحی الٰہی سے ہی رہنمائی ممکن ہے۔

قریش مکہ کی طرف سے یہ نمائندہ وفد دو رکنی تھا جس میں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط شامل تھے۔ انہوں نے ''یثرب'' میں اہل کتاب کے دانشوروں سے ملاقات کی۔ وہ ''یثرب'' جس کو آنے والے وقتوں میں میرے آقا کی آمد کی وجہ سے ''مدینۃ الرسول'' کا اعزاز ملنے والا تھا وہاں سابقہ آسمانی کتابوں کے علماء ان امور سے واقف تھے جو ان کتابوں میں بیان کیے گئے تھے۔ وہ پیغمبر آخرالزماں کی علامات سے بھی آگاہ تھے۔ یہ وفد ان علماء سے مل کر چند سوالات ذہن میں رکھ کر واپس مکہ آئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تاکہ وہ کچھ سوالات کر سکیں۔

حضور نے حسب معمول ان کو سوال پوچھنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے بیٹھتے ہی کہا ''ہمارے ذہن میں یہ تین سوال ہیں اگر آپ ان کا صحیح جواب دے دیں تو پھر ہم آپ کے پیغام کی سچائی کو تسلیم کر لیں گے''۔

''بتاؤ کیا سوال ہیں؟''

''پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ ہمیں ان دو نوجوانوں کے بارے میں بتائیے جو اپنے دور کے ایک جابر حکمران کے ظلم سے بچنے کے لیے اپنا علاقہ چھوڑ کر چلے گئے تاکہ وہ انہیں سچا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کرے''۔

حضور بڑی توجہ سے ان کا سوال سن رہے تھے۔ انہوں نے اگلا سوال یہ پوچھا:

''آپ ہمیں اس شخصیت کے بارے میں بھی بتائیے جس نے پوری دنیا کی سیاحت کی تھی''

انہوں نے اپنا آخری سوال پوچھتے ہوئے کہا:

''آپ کو وحی الٰہی آتی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسان کے جسم کے اندر روح کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے! اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیے!''

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے سوالوں کے جواب میں ارشاد فرمایا:

''تمہارے ان سوالوں کا جواب میرے رب کریم کے پاس ہے۔ وحی الٰہی آتے ہی میں تمہیں بلا بھیجوں گا''

چند دنوں کے اندر حضرت جبرئیل امین ان سوالوں کے جوابات پر مشتمل ایک مکمل سورۃ ''الکھف'' لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے سوال کرنے والوں کو جب ان کے سوالوں کے جوابات رب تعالیٰ کے کلام ابدی کی صورت میں دیئے تو جن طالبان راہ ہدایت کے حصے میں حق کو قبول کرنے کی سعادت نصیب تھی وہ تو غلامی مصطفیٰ کے حلقے میں شامل ہو گئے جو بد باطن اور خبیث ذہنیت کے بدبخت تھے وہ ہمیشہ کی طرح محروم ہی رہے اور اسے بھی جادو کا کرشمہ قرار دینے لگے۔ اب انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے پیغام کی مقبولیت روکنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ ظلم وستم کی انتہا کا راستہ۔

Marfat.com

دسواں منظر

صبح کا وقت ہے۔ مکہ مکرمہ میں لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اپنے کاروبار کی طرف جا رہے ہیں اور بازاروں کا رخ کر رہے ہیں۔ حضور اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے ہیں تو وہی منظر دیکھتے ہیں جو اکثر نظر آتا ہے آپ کے دروازے کے قریب کانٹے اور خاردار درختوں کی ٹہنیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی گندگی کا ایک ڈھیر بھی لگا ہوا ہے۔ میرے آقا اس صورتحال کے عادی ہو چکے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کانٹے دار ٹہنیاں بچھانے والی پڑوسی چچا ابولہب کی بیوی اور مکہ کے ایک بڑے سردار ابوسفیان کی بہن اروی بنت حرب ہے اور غلاظت پھینکنے کا کام ایک دوسرے ہمسائے عقبہ بن ابی معیط کا ہے۔ حضور کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ہیں لیکن تحمل و برداشت سے ارشاد فرماتے ہیں:

''عبد مناف کی اولاد! تم کس طرح کے ہمسائے ہو؟''

اب حضور ''ذوالمجاز'' میں لگنے والے ایک میلہ کی طرف جا رہے ہیں وہاں ایک بہت بڑا تجارتی میلہ لگا ہوا ہے دور دراز سے لوگ یہاں اپنا تجارتی سامان بیچنے کے لئے لائے ہوئے ہیں۔ یہاں عوام کی دلچسپی کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔ لوگوں کا جم غفیر ہے، حضور یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ پیغام حق عوام تک براہ راست پہنچانے کے لئے مناسب موقعہ ہے۔ جیسے ہی لوگوں کا ایک بڑا ہجوم نظر آتا ہے میرے آقا ایک بلند جگہ پر تشریف لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں ''حضرات میری بات سنئے!''

میرے آقا کا انداز اتنا دلنشیں اور موثر ہے کہ لوگ رک جاتے ہیں۔ چند ہی لمحوں میں عوام کی اکثریت آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ سب آپ کا خطاب انہماک سے سننے لگ جاتے ہیں۔

''حاضرین! میں تمہیں کامیابی اور نجات کا راستہ بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود نہ بناؤ تم یقیناً کامیابیوں کی منزل حاصل کر لو گے''۔

بیان کی جامعیت اور دلکشی کی وجہ سے لوگوں کے دل اس پیغمبر اعظم و آخر کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ان کے چہروں کی کیفیت بتا رہی ہے کہ وہ اس ''صادق'' اور ''امین'' کے کلام کے گردیدہ ہو رہے ہیں اتنے میں مجمع میں سے ایک شخص چیخ پڑتا ہے۔ بھینگی آنکھوں والا یہ شخص جس کے لمبے لمبے بال ہیں پاگلوں کی طرح ہذیان بک رہا ہے ''لوگو! اس کی باتیں نہ ماننا! یہ جھوٹی باتیں کرتا ہے اور ہمارے بزرگوں کے طریقوں کو چھوڑ چکا ہے اور تمہیں بھی تمہارے باپ دادا کے دین سے ہٹانا چاہتا ہے۔ خبردار ''اس کے طریقے پر کبھی نہ چلنا''۔ یہاں پر حضور کا خطاب مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ اطمینان سے وہاں سے اگلے چوراہے پر عوام سے خطاب کے لئے تشریف لے جاتے ہیں لیکن آپ کا یہ بدبخت چچا ابولہب دیوانوں کی طرح مسلسل آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے اور غصے سے اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور وہ مسلسل بدزبانی کرتا جا رہا ہے۔ لیکن آپ بڑے وقار کے ساتھ اپنی تبلیغی مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ابولہب آپ کے جسم اطہر کی طرف مٹی اچھال رہا ہے لیکن میرے آقا اس کی ان پاگلانہ حرکتوں سے اپنی مہم نہیں چھوڑتے۔

Marfat.com

یہ ابوسفیان کی حویلی ہے۔

مکہ مکرمہ کے ایک بہت بڑے سردار کا گھر، جس کی شان و شوکت اور وسعت مثالی ہے۔ ابوسفیان کی بہن اروی غصے سے بھائی کے گھر میں داخل ہوتی ہے۔ اس کا چہرہ غصے اور غم کی وجہ سے کالا سیاہ ہو گیا ہے۔ بہن کو اس حالت میں دیکھ کر بھائی پریشان ہو جاتا ہے۔

''خیریت تو ہے، بہن؟ تم بہت پریشان اور غمناک لگ رہی ہو؟''

''ہاں بھائی! بات ہی ایسی ہے، اب تو معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے''

''کچھ بتاؤ تو سہی! ہوا کیا ہے؟''

''تم نے سنا نہیں کہ محمد نے کہا ہے کہ اسے اللہ نے وحی بھیجی ہے جس میں میری مذمت کی گئی ہے۔ میرے شوہر کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ اس کا مال و دولت اس کے کسی کام نہیں آئے گا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے ڈال دیا جائے گا اور میرے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ میں سر پر لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہوں اور میرے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ڈالی جائے گی''۔

ابوسفیان بہن کی باتیں سن چکا تو بولا:

''بہن! بتاؤ! میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟''

''اے میرے بہادر بھائی! اگر تمہیں اپنی بہن کی عزت کا ذرا بھی لحاظ ہے تو ابھی جاؤ اور میری بے عزتی کا بدلہ لے کر آؤ!''

''بہن! تم یہاں پر رکو! میں ابھی تمہارا بدلہ لے کر آتا ہوں''۔

ابوسفیان گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ بہن گھر میں بے چینی سے ٹہل رہی ہے، وہ انتظار کر رہی ہے ان لمحوں کا جب اس کا بھائی واپس آ کر اس کو ایسی خبر سنائے جس کو سن کر اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے اور غصے کی آگ مدھم ہو سکے جس میں وہ لمحہ لمحہ جل رہی ہے۔ اس کے لئے ایک ایک پل بھاری ثابت ہو رہا ہے۔ وہ بے تابی سے دروازے کی طرف دیکھ رہی ہے کہ کب اس کا بھائی واپس آتا ہے اور بہن کا انتقام لینے کی خبر سناتا ہے۔ اچانک باہر کا دروازہ کھلتا ہے۔ ابوسفیان ہانپتا کانپتا ہوا بھاگ کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ خوف سے زرد پڑ گیا ہے۔ ''کیا ہوا میرے بھائی؟ کیا تم محمد کو قتل کر آئے ہو ناں!''

''نہیں! میں ایسا نہیں کر سکا''

ابوسفیان کے لہجے میں شکست خوردگی اور بزدلی ظاہر ہو رہی ہے۔

''کیوں نہیں؟'' اروی غضبناک لہجے میں چیخ پڑتی ہے۔

''میں ان کے قریب ہی نہیں جا سکا'' ابوسفیان کے لہجے سے بے بسی واضح ہے۔

''بتاؤ تو سہی! ہوا کیا، تمہاری شجاعت کو کیا ہو گیا تھا؟''

''میں تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک اژدھا مجھے نگلنے کے لئے آگے آ رہا ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر میں پلٹ کر واپس نہ آتا تو یہ اژدھا مجھے کچا چبا ڈالتا''۔

''بھائی! تم کچھ نہیں کر سکتے! مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا''۔

یہ کہتے ہوئے وہ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے باہر نکل جاتی ہے۔

Marfat.com

حرم کعبہ کا صحن ہے، میرے آقا یہاں اپنے دو جاں نثار ساتھیوں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان سے اہم امور پر گفتگو فرما رہے ہیں۔

اروی اپنے ہاتھ میں ایک بہت بڑا پتھر لے کر تیزی سے صحن کعبہ میں داخل ہوتی ہے اور میرے آقا کی طرف بڑھتی ہے تا کہ اس پتھر سے آپ کو مجروح کر سکے۔ اس کو حضور کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر میرے آقا کے معتمد ترین رفیق محترم حضرت ابو بکر صدیق حضور سے مخاطب ہوتے ہیں۔

''حضور آپ جانتے ہی ہیں یہ ایک منہ پھٹ اور بدتمیز فطرت کی عورت ہے، بہتر ہوگا آپ اس بدزبان عورت کے یہاں آنے سے پہلے گھر تشریف لے چلیں تا کہ اس کا سامنا کرنے کی نوبت ہی نہ آسکے''۔

''تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسے آنے دو! وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکے گی'' حضور حضرا ابو بکر صدیق کو تسلی دیتے ہیں کچھ دیر بعد اروی وہاں پہنچ جاتی ہے اور حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:

''تمہارے دوست نے اب شعر بھی کہنے شروع کر دیئے ہیں''

ساتھ بیٹھے ہوئے حضرت عمر فاروق سے چپ نہیں رہا گیا۔ غصے میں آ کر کہتے ہیں:

''تو کیا کہہ رہی ہے؟ کیا وہ شاعر ہیں؟؟ بے وقوف عورت! کبھی تو سوچ سمجھ کر گفتگو کیا کرو!''

''میں تم سے بات نہیں کر رہی خطاب کے بیٹے!'' پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف منہ کر کے پوچھتی ہیں؟

''کہاں ہیں تمہارے دوست جو میرے خلاف اپنے خدا کی طرف سے نازل ہونے والی آیتیں پڑھ رہے ہیں اور میری ''ہجو'' کر رہے ہیں''۔

اتنے میں اور لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے ہیں اور وہ سب کے سامنے اپنے خاندانی حسب ونسب پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگتی ہے۔

''سب قریش اچھی طرح اس بات کو جانتے ہیں کہ میں قریشیوں کے سردار عبد مناف کے خاندان سے ہوں، ان کی بیٹی ہوں۔

''کس کی جرأت ہے کہ وہ عبد مناف کی بیٹی کے خلاف کچھ کہے''

وہ غصے سے ادھر ادھر دیکھ رہی ہے۔ اسے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا رخ انور نظر ہی نہیں آ رہا۔ وہ حضرت ابو بکر سے پوچھتی ہے؟

''مجھے بتاؤ تو سہی تمہارے دوست اس وقت ہیں کہاں؟''

حضرت ابو بکر میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف دیکھتے ہیں۔ سید الکونین حضرت ابو بکر سے فرماتے ہیں ''اس سے پوچھو تمہیں میرے ساتھ کوئی اور بھی دکھائی دے رہا ہے؟''

حضرت ابو بکر اروی سے یہ سوال پوچھتے ہیں تو وہ جھلا کر کہتی ہے ''یہ تم میرے ساتھ کیا مذاق کر رہے ہو؟ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ مجھے تو کوئی نظر نہیں آ رہا؟'' یہ کہتے ہی وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چل پڑتی ہے۔

اروی وہاں سے رخصت ہوتی ہے تو حضرت ابو بکر صدیق نے اطمینان قلب کے لئے پوچھا۔

''یا رسول اللہ! یہ کیسے ہو گیا! حضور! ایسے لگتا ہے کہ اس عورت نے آپ کو دیکھا ہی نہیں اور صرف مجھ سے ہی ہمکلام رہی''۔

''تم صحیح کہتے ہو جب تک وہ یہاں موجود رہی ایک فرشتے نے اپنے پروں میں مجھے چھپا لیا تھا۔ پھر بھلا وہ مجھے کیسے دیکھ سکتی تھی''۔

Marfat.com

یہ ابولہب کا گھر ہے۔

ابولہب اس کی بیوی اروی اور اس کے دونوں بیٹے عقبہ اور عتیبہ بیٹھے ہیں۔

ابولہب کا سرخ رنگ غصے سے اور بھی آتشیں ہو گیا ہے۔ وہ اپنے لمبے لمبے بالوں کو غصے سے ادھر ادھر جھٹک رہا ہے۔ وہ اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ کر کہتا ہے ”تمہیں پتہ ہے میں تم سے کیا کہنے والا ہوں“

”آپ کہئے ابا جان! ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے“

”اگر تم واقعی میرے بیٹے ہو تو پھر تمہیں اپنی بیویوں کو طلاق دینا ہو گی“

”مگر ابا! آپ نے خود ہی بڑی محبت سے یہ کہہ کر ہمارا نکاح کرایا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کی صاحبزادیاں بہو بنا کر لانا چاہتے ہیں“

”ہاں ہاں کہا تھا...... اس وقت بات اور تھی! لیکن اب بات برداشت سے بڑھ گئی ہے۔ وہ میرے اور تمہاری ماں کے خلاف ہر جگہ ”ہجو“ تلاوت کر رہے ہیں اور میں ان کی بیٹیوں کو بیاہ کر اپنے گھر لے آؤں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ صرف نکاح ہوا تھا ابھی رخصتی ہونا باقی تھی۔ اب میں نے کہہ دیا ہے کہ تم کو طلاق دینا ہی ہو گی ورنہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا“۔

ابولہب نے اپنا دوٹوک فیصلہ سنا دیا اور اروی نے بھی اس کی بھرپور تائید کی تو بیٹوں نے اپنی منکوحہ بیویوں کو طلاق دے دی۔

ان دونوں بھائیوں کی منکوحہ خواتین میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم تھیں جن کا نکاح مشرکین سے نکاح سے ممانعت کے حکم سے پہلے ہو چکا تھا۔

Marfat.com

عزیمت واستقامت
بے مثال قائد

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کو مصیبتوں، مشکلات اور رنج وغم کے مراحل سے گزرنا پڑا ہے لیکن میرے آقا نے جس طرح مشکلات کا سامنا کیا ہے اور جس طرح عزیمت واستقامت کا پیکر بن کر حالات کی سنگینی کا مقابلہ کیا ہے اس کی تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

آپ کے دشمنوں نے پہلے پہل زبانی طور پر آپ کی شان میں گستاخیاں کی تھیں اور آپ کو ترغیب دے کر اپنے طور پر ڈرا دھمکا کر اور ہراساں کر کے آپ کو پیغام حق کی تبلیغ سے روکنے کی کوشش کی لیکن جب اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور اسلام کے ابدی اور سچے پیغام کی خوشبو ہر سمت پھیلنے لگی تو انہوں نے جسمانی طور پر آپ کو اذیت دینے اور تکلیف پہنچانے کی حکمت عملی اختیار کر لی۔ سب سے پہلے قریبی ہمسایوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ آپ کے ہمسائے ہی آپ کے شدید ترین دشمن تھے۔ ایک طرف ابولہب اور اس کی بیوی اروی جو حضور کے لئے ایذا رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط تھا جو اکثر دروازے پر گندگی اور غلاظت کا ڈھیر لگا جایا کرتا تھا۔ ابو لہب تو دشمنی کی اس حد تک پہنچا کہ آپ کے جسم اطہر کی طرف پتھر بھی پھینکا کرتا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو جسمانی طور پر میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو تکلیف پہنچانے میں ہمیشہ آگے رہے۔ ابوجہل ایسے بدمعاشوں کا سرغنہ تھا جو لوگوں کو بدزبانی اور گستاخی پر اکساتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حرم کعبہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ کسی نے تجویز دی کہ جب حضور حالت سجدہ میں ہوں تو ان کے جسم اقدس پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی جائے۔ یہ گستاخانہ تجویز سب دشمنان مصطفیٰ کو پسند آئی لیکن یہ ذلت عقبہ بن ابی معیط کے حصے میں آئی کہ وہ اٹھا اور غلیظ اوجھڑی لا کر میرے آقا کے جسم اطہر پر حالت سجدہ میں ڈال دی۔ میرے آقا ومولا نے اپنے سجدے کو طویل فرما دیا۔ عبد ... ن نے اپنے معبود حقیقی کے سامنے اس دن جو سجدہ کیا تھا اور جس حالت میں سجدہ کو طوالت دی تھی ایسا منظر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عجز وانکساری کے اس بے مثال منظر میں حضور علیہ السلام عبادت الٰہی میں خصوصی انہماک واستغراق کا نمونہ کامل بنے ہوئے تھے اور عرش بریں پر اللہ رب العالمین کی شان جلالی عروج پر تھی۔ ادھر قریش کے یہ نام نہاد وڈیرے اور سردار اس منظر سے لطف اندوز ہو کر قہقہے لگا رہے تھے اور ادھر کاتب تقدیر ان سب دشمنوں کی تباہی اور بربادی کی داستان لکھ رہا تھا اتنے میں میرے آقا علیہ السلام کی لخت جگر سیدۃ النساء العالمین، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حرم کعبہ میں تشریف لے آئیں اور اپنے پاکیزہ ہاتھوں سے اپنے والد محترم کے جسم پاک سے یہ غلیظ اوجھڑی ہٹاتی دیں۔ میرے آقا نے سجدے سے سر اٹھایا اور سلام کے بعد رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ بلند فرما دیئے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس دن ...انوں کے رب نے بھی اپنے محبوب کو یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ اب عذاب الٰہی ہی ان بدبختوں کا مقدر ہے۔ اس لئے میرے حبیب! اب تیرے ہاتھ اٹھنے کی دیر ہے۔ قبولیت تیری دعا کی منتظر ہے۔ حضور دست بدعا ہو گئے۔

"اے اللہ! ان قریشیوں سے انتقام لے۔

اے اللہ! عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابی جہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف ابی بن خلف ان تمام کو پکڑ لے"

زبان مصطفوی سے نکلنے والی ان بدبختوں کے لئے رب تعالیٰ کے انتقام کی درخواست رد نہیں ہو سکتی تھی۔ بدر کی وادی ان تمام کی ہلاکت کا انتظار کر رہی تھی چند سالوں بعد ان تمام کو بدر کے میدان میں قتل کر کے کنوئیں میں ڈالا جانا تھا جس دن اسلام اور کفر کے درمیان میرے آقا کی ...رہ ای میں پہلا بھرپور مقابلہ ہونا تھا۔ ابھی چند سال ان کی مہلت کے باقی تھے۔ شیطان ان کو میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف

Marfat.com

نازیبا حرکات پر ہمیشہ اکسا تا رہتا تھا۔ آپ طواف کرنے تشریف لے جاتے تو وہ اکٹھے ہو کر آپ کے خلاف فقرے بازی کرتے اور توہین آمیز کلمات کہتے۔ ایک مرتبہ جب ان کے گستاخانہ کلمات حد سے بڑھ گئے تو میرے آقا نے صحن کعبہ میں بلند آواز میں فرمایا:

''قریشیو! مجھے اپنے رب کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تم جیسے لوگوں کو قتل کر دیا جائے''۔

حضور کا یہ غصے بھرا انداز دیکھ کر سرداران قریش کانپ اٹھے۔ انہوں نے میرے آقا کو نرمی اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آج میرے آقا نے واضح طور پر انتقام لینے کی بات کی تو ان کے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ محمد ﷺ کا پیغام جہاں عبادت الٰہی کا پیغام ہے وہاں دشمنوں سے انتقام لینے کا پیغام بھی ہے حضور کے اس ارشاد سے واضح ہو رہا تھا کہ کافروں کے سرداروں اور کفر کے مٹنے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ میرے آقا کو شدید غصے میں دیکھا تو ایک قریشی آگے بڑھا اور گزارش کرنے لگا۔

''اب آپ معاف کر دیجئے اور تلخی کم کیجئے! ویسے یہ آپ کا انداز بھی نہیں ہے''۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس شخص کے کہنے پر وہاں سے تشریف لے گئے۔ دوسرے دن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام حرم کعبہ میں تشریف لائے تو ان بدزبانوں نے پھر گستاخی شروع کر دی۔ کل تو صرف زبانی حد تک طعن و تشنیع کے تیر چلائے تھے اور گستاخانہ کلمات کہے تھے آج انہوں نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ارد گرد گھیرا کر لیا اور اونچی اونچی آواز میں بولتے جاتے تھے۔

''آپ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں! ہمارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں؟''

''ہاں! یقیناً تمہارے بتوں اور تمہارے خود ساختہ دین کے متعلق میں ایسا ہی کہتا ہوں'' میرے آقا کے اس جرأت مندانہ جواب پر وہ حضور پر دست درازی کرنے لگے۔ ایک بدبخت نے آپ کے کاندھے پر پڑی ہوئی چادر کا پلو پکڑ کر بدتمیزی سے کھینچا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق بھی وہاں پہنچ گئے اور ان سب کو ڈانٹا، حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے یہ سب غنڈے جو اس دن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام پر حملہ کرنے کی نیت سے اکٹھے ہوئے تھے وہاں سے چلے گئے۔

دشمنان اسلام کی ان مذموم حرکتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جب وہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو جسمانی طور پر ختم کرنے کی کوشش کرتے تو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتوں کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکتے تھے اور بھاگ جاتے تھے لیکن ان تمام شواہد و حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی وہ پیغام حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے اور طرح طرح سے میرے آقا کو ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچانے کی سوچ بچار میں لگے رہتے تھے اور جب بھی موقع ملتا اپنے مذموم منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے لیکن میرے آقا عزیمت واستقامت سے ہمیشہ تبلیغ دین کی مہم میں حسب معمول مصروف رہتے۔ دشمنان اسلام صرف میرے آقا کی ذات گرامی کو تکلیف پہنچانے تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ وہ حضور کے جاں نثاروں اور شمع رسالت کے پروانوں کو بھی اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ قریش مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ میرے آقا و مولا علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ جاں نثار ساتھی تھے جنہوں نے سب سے پہلے حضور کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا تھا یا پھر معاشرہ کے وہ کمزور و بے بس لوگ جن پر ظلم کی انتہا کر کے مکہ کے یہ سردار اپنی برتری اور قوت کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ انہیں سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے بااثر اور تاجر شخصیت کا مسلمان ہونا بہت کھٹکتا تھا۔ قبیلہ بنی تیم کے اس سردار کو میرے کریم آقا ﷺ کی اتباع سے ہٹانا چاہتے تھے لیکن جس کے حصے میں ''صدیق اکبر'' اور ''جانشین مصطفیٰ'' بننا لکھا تھا وہ مکہ کے ان سرداروں کی ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے راہ حق سے کیسے ہٹ سکتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلامی مصطفیٰ میں آنا اور اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنا ان کے خاندان والوں کو بہت برا لگا ان کا چچا ان کو سزا دینے کے ایسے طریقے اختیار کرتا کہ جن سے ان کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچ سکے۔ سخت دھوپ میں انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے آگ کی تپش سے انہیں جھلسایا جاتا یا پھر اونٹ کے بدبودار چمڑے میں لپیٹنے کے بعد رسیوں سے باندھ کر دھوپ میں اذیت

Marfat.com

سہنے کے لئے تپتے ہوئے پتھروں پر ڈال دیا جاتا۔ نفسیاتی حربے بھی استعمال کیے جاتے مثلاً حضرت سعد کی ماں نے بیٹے کے اسلام قبول کرنے کے بعد دھمکی دی کہ جب تک تم باپ دادا کے مذہب کی طرف واپس نہیں آؤ گے اس وقت تک میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی چاہے مر جاؤں۔ ماں نے کئی دنوں تک کچھ نہ کھایا حتیٰ کہ حالت بگڑ گئی لیکن حضرت سعد حالت ایمان پر قائم رہے اور ماں سے کہا تمہیں مرتا ہوا دیکھ سکتا ہوں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ماں نے بیٹے کی استقامت دیکھی تو مجبوراً کھانا پینا شروع کر دیا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر تو ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی مکہ کا اس دور کا معاشرہ غلاموں کے ساتھ ویسے بھی برا سلوک کرتا تھا۔ انہیں کمتر سمجھا جاتا تھا، خواہ مرد غلام ہوں یا خواتین لونڈیاں انہیں اپنی ملکیت تصور کیا جاتا۔ جب انہیں خرید لیا جاتا تو پھر ان کے مالک جس طرح چاہتے ان کے ساتھ سلوک کرتے، کوئی ان ظالموں کے ہاتھ روکنے والا نہیں ہوتا تھا۔ حضرت بلال امیہ بن خلف کے خرید کردہ غلام تھے۔ انہوں نے پیغام رسالت پر ''لبیک'' کہا اور میرے آقا کے اولین دور کے ''صحابہ کبار'' میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا تو امیہ بن خلف غصے سے پاگل ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا غلام میری مرضی اور منشا کے بغیر اس شخصیت کو اپنا قائد و رہنما تسلیم کر لے جن کے خلاف امیہ نے مخالفانہ تحریک شروع کر رکھی تھی۔ امیہ حضرت بلال کی گردن میں رسی ڈال دیتا اور شریر بچوں سے کہتا کہ انہیں مکہ مکرمہ کی گلیوں اور بازاروں میں اس حالت میں گھماتے رہیں تاکہ دوسرے آقاؤں کے غلام بھی اگر اسلام قبول کرنے کے متعلق سوچ رہے ہوں تو انہیں بلال کے انجام سے عبرت حاصل ہو۔ سیدنا بلال کو مکہ کے بازاروں میں اس حالت میں گھمانے کے بعد واپس لایا جاتا تو امیہ انہیں رسیوں سے باندھ کر ڈنڈے سے مارنا شروع کر دیتا اور شدید دھوپ میں انہیں ننگی زمین پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا حتیٰ کہ گرم پتھر کی تپش سے حضرت بلال کے جسم کی کھال جلنے لگتی۔ اس شدید کربناک اذیت کی حالت میں امیہ حضرت بلال سے پوچھتا:

''اب بتا، محمد ﷺ کو چھوڑتا ہے یا نہیں؟ نہیں چھوڑے گا تو اسی طرح پڑا رہے گا اور مر جائے گا''

''ہرگز نہیں! کبھی نہیں چھوڑوں گا'' حضرت بلال پوری ایمانی قوت سے امیہ کو جواب دیتے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اظہار کے لئے بلند آواز سے نعرے لگاتے ''احد احد احد'' ایک دفعہ ان کے نعرہ مستانہ کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں امیہ کی غلامی سے چھٹکارہ دلوانے کے لئے امیہ کو اپنا غلام دے دیا اور حضرت بلال کو ہمیشہ کے لئے غلامی مصطفیٰ میں رہنے کے لئے آزاد کر دیا۔ معاوضے کے علاوہ امیہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت بلال کے بدلے ایک اور غلام مانگا تھا جو انہوں نے دے دیا اور اس طرح حضرت بلال کو امیہ کے ظلم وستم سے نجات ملی۔

حضرت بلال کی طرح حضرت ابوبکر صدیق نے دیگر غلام مردوں اور عورتوں کو بھی ان کے ظالم آقاؤں سے خرید کر ان کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔ ان دنوں مکہ مکرمہ کے مظلوم اور محروم طبقات کے لئے میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کا انقلاب آفریں پیغام ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا ثابت ہوا تھا۔ صدیوں سے غلامی کے اندھیرے میں رہنے والے ان غلاموں کو اسلام کے پیغام کی صورت میں امید کی کرن نظر آئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ظالم آقاؤں کے مظالم کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے لیکن راہ حق سے نہیں ہٹتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اس قدر مالی استطاعت دی تھی کہ وہ ان غلام مسلمان مردوں اور عورتوں کو خرید کر انہیں آزادی کی زندگی گزارنے اور سکون سے عبادت الٰہی کرنے کا موقع فراہم کرتے۔ حضرت بلال کے بدلے حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا معتمد اور مالی امور کا انچارج غلام قسطاس امیہ کے حوالے کیا تھا۔ مکہ کے لوگ ان کے اس طرز عمل سے حیران ہوئے کسی نے کہا:

''لگتا ہے بلال نے کوئی خاص احسان کیا تھا جس کی وجہ سے ابوبکر نے اپنا قابل اور سمجھدار غلام امیہ کے حوالے کر کے بلال کو آزاد کرا دیا ہے'' مکہ کے بازاروں میں یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ رب تعالیٰ نے وحی کی صورت میں حضرت صدیق کے اصل مقصد کی تصدیق کر

Marfat.com

دی۔ قرآن مقدس نازل ہوا۔

''اس کو کسی کے احسان کا بدلہ نہیں دینا تھا اس کو تو اپنے رب اعلیٰ کی رضا چاہئے اور کچھ نہیں''۔ (اللیل، مفہوم آیات 19-20)

حضرت ابوبکر صدیق نے جن دیگر افراد کو غلامی سے نجات دلائی ان میں حضرت بلال کی والدہ حمامہ، عامر بن فہیرہ ان کی بہن لطیفہ، صفوان بن امیہ کے غلام افلح، ولید بن مغیرہ کی خادمائیں نہدیہ ان کی بیٹی ام عبیس اور کچھ دوسرے غلام مرد اور عورتیں شامل تھیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضرت ابوبکر کے والد بھی حیران ہوتے تھے کہ ان کا بیٹا مال و دولت کو غلام لوگوں کو خریدنے اور ان کو آزاد کرنے میں کیوں لٹا رہا ہے۔ ایک دن باپ نے بیٹے سے پوچھ ہی لیا۔

''بیٹا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف غلاموں کی قیمت دے کر انہیں آزاد کرا رہے ہو۔ اگر تم نے غلاموں کو آزادی دلانا ہی ہے تو پھر باہمت اور جواں سال غلاموں کو آزاد کیوں نہیں کراتے؟ یہ مشکل وقت میں تمارے کام بھی آئیں گے اور دشمنوں سے مقابلے میں تمہارا ساتھ دیں گے''۔

ان کے والد ابوقحافہ چونکہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اس لئے اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ان کا بیٹا ابوبکر کیوں ان کمزور اور معاشرہ کے ظلم وستم کا شکار ضعیف غلاموں کو آزادی دلا رہا ہے۔

حضرت ابوبکر نے باپ کے اس مشورہ پر صرف اتنا کہا:

''میں کسی اور مقصد کے لئے انہیں آزاد نہیں کر رہا میں تو بس اللہ عزوجل کو راضی کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں''۔

کفار مکہ نے جن غلاموں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی ان لوگوں میں عمار بن یاسر کا خاندان تاریخ اسلام کے اس دور میں ایک امتیازی مقام اور خصوصی اہمیت کا حامل بن گیا ہے۔ عمار بن یاسر ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ اور بھائی عبداللہ ان سب نے جس طرح کافروں کے تشدد کا سامنا ہمت اور استقامت سے کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ابوجہل اس خاندان پر تشدد کرنے میں پاگل پن کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ ان خاندان کے افراد کو تپتی ہوئی دھوپ میں باندھ کر لٹا دیا جاتا اور تپتے ہوئے کوئلے ان کے جسم پر رکھ دیئے جاتے۔ میرے آقا و مولا علیہ الصلوۃ والسلام ان کے قریب تشریف لے جاتے اور ان کے سروں پر تسلی کا ہاتھ رکھتے اور دعا فرماتے کہ آگ ان کے لئے ٹھنڈک بن جائے۔ یہ خاندان مظالم سہتا رہا لیکن کفار کے ورغلانے کے باوجود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع اور اسلام کو نہیں چھوڑا۔ حضور نے ان پر ہونے والے مسلسل مظالم کا منظر دیکھ کر ان کو تسلی دیتے۔

''یاسر کا خاندان! صبر کا دامن نہ چھوڑنا، جنت تمہارا مقدر بن چکی ہے''۔

تشدد اس قدر بڑھا کہ حضرت یاسر کی روح پرواز کر گئی، ان کی اہلیہ سمیہ اور بیٹے عمار کو ابوحذیفہ بن مغیرہ نے ابوجہل کے حوالے کر دیا کہ جس طرح چاہو تشدد کے طریقے آزماؤ۔ ابوجہل نے جب ان پر ظلم وستم سے سارے حربے آزما ڈالے لیکن یہ ماں بیٹا راہ حق سے ہٹنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو ایک دن مکہ مکرمہ کے ایک بارونق بازار میں عمار کی والدہ کو باندھ کر ان کی شرم گاہ کو نشانہ بنا کر نیزہ مارا اور وہ شہید ہو گئیں۔ اس طرح انہیں راہ حق کی پہلی ''شہید'' ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسلام کا پیغام قبول کرنے کی سب سے پہلے سعادت بھی ایک خاتون (ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ) کے حصے میں آئی تھی اور اسلام کی راہ میں بہا جانے والا سب سے پہلا خون بھی ایک عورت کی طرف سے راہ حق کے مسافروں کے لئے مینارہ نور ثابت ہوا۔ حضرت عمار پر بھی ان کے والد اور والدہ کی طرح تشدد جاری رہا۔ انہیں دھوپ میں لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھنے کے علاوہ انہیں پانی میں غوطے دیئے جاتے۔ کافر ان کو بے دردی سے مارتے بھی جاتے اور کہتے جاتے ''جب تک تم محمد ﷺ کے متعلق گستاخانہ جملے نہیں کہو گے اور ہمارے بتوں لات منات اور عزیٰ کی تعریف نہیں کرو گے اس وقت تک تمہیں نہیں چھوڑیں

Marfat.com

گے'۔ ایک دن جب ان کا تشدد حد سے بڑھا تو بے خبری اور بے بسی میں عمار بن یاسر کے منہ سے کچھ ایسے فقرے نکل گئے جن سے خوش ہو کر کفار نے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت عمار اشکبار آنکھوں سے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ساری صورتحال بتا دی۔ حضور نے انہیں تسلی دی اور پھر حضرت جبریئل نے حاضر خدمت ہو کر عمار بن یاسر پر ہونے والے تشدد کے تناظر میں ان سے سرزد ہونے والے کلمات کی معافی کا اعلان ربانی کیا اور مسلمانوں کے لئے ایک ابدی اصول وضع ہو گیا۔

''جس کسی نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس حالت میں کفر کیا کہ اسے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا لیکن درحقیقت اس کا دل حالت ایمان پر مطمئن تھا تو اس کے لئے کوئی سزا نہیں ہے''۔ (مفہوم آیت 106، سورۃ النحل 16)

حضرت خباب بن الارت مکہ مکرمہ کے ایک محنتی کارکن تھے۔ ان کی مالکن ام انمار کی لوہے کی ایک بھٹی تھی جہاں وہ کام کرتے تھے۔ اِن محنت کش مزدور سے حضور کو بہت پیار تھا۔ حضور علیہ السلام خباب بن الارت جیسے محنت کشوں سے خصوصی تعلق رکھتے تھے اور ان کی دلجوئی اور خبر گیری کیا کرتے۔ میرے آقا کے اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ کے لائق لوہار محنت کش نے اسلام قبول کیا تو ان کی مالکن نے لوہے کی ایک سلاخ کو بھٹی میں گرم کیا اور جب وہ اچھی طرح سرخ ہو گئی تو اسے آگ سے نکال کر خباب کے سر پر رکھ دیا جس سے ان کی کھوپڑی جھلس گئی۔ اِن ظالم اور سنگدل عورت نے اس طرح کی سزائیں دینا معمول بنا لیا۔ میرے آقا کو اس کی خبر ملی تو خباب کو اس آزمائش سے نجات پا جانے کی دعا کی۔ دعائے مصطفیٰ کے نتیجے میں ام نمار کو دماغ میں اس قدر درد شروع ہوا کہ وہ پاگلوں کی طرح چیخنے اور کتوں کی طرح بھونکنے لگی اور درد سے تڑپ تڑپ کر بے حال ہو جاتی تو خباب آگ میں تپا ہوا لوہے کا ٹکڑا اس کے سر پر لگاتے جس سے اس کو تسکین ہوتی۔

مشرکین مکہ کا مسلمانوں پر ظلم وستم جاری تھا۔ خباب جیسے کئی مزدور، محنت کش غلام مرد اور عورتیں اپنے آقاؤں کے تشدد کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ حضور حسب معمول حرم کعبہ تشریف لے جاتے، عبادت فرماتے، غلامان مصطفیٰ حاضر خدمت ہوتے تو ان سے گفتگو فرماتے۔ ایک دن خباب نے بارگاہ رسالتمآب میں گزارش کی:

''یارسول اللہ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آزمائشوں سے محفوظ فرمائے''۔

حضور نے خباب کی یہ درخواست سنی تو چہرہ مبارک پر غصے کی علامات واضح ہو گئیں۔ آپ اس وقت دیوار کے سہارے تشریف فرما تھے پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

''خباب! تم لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے لئے مظالم برداشت نہیں کر رہے تم سے پہلے کچھ ایسے مؤمنین بھی گزرے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ان کا گوشت ان کے جسم سے ادھیڑ لیا جاتا تھا۔ بعض لوگوں کے سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا تھا پھر بھی وہ راہ حق پر قائم رہتے تھے''۔

خباب کو سرکار دو جہاں ﷺ نے سابقہ قوموں کے مؤمنین کے عزم واستقامت کی داستان سنائی تو انہیں تسلی ہوئی۔

میرے آقا نے صرف سابقہ قوموں کا احوال ہی نہیں بتایا بلکہ خباب اور دیگر غلامان مصطفیٰ کی تسلی کے لئے مستقبل کے نقشہ کی صورت گری فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''خباب! تم لوگوں کی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا اور ہر طرف مسلمانوں کی قوت وحشمت کے مناظر ہوں گے اور ایسا نظام حکومت قائم ہو گا کہ 'صنعا' سے لے کر 'حضرموت' تک لوگ بے خوف وخطر سفر کیا کریں گے''۔

میرے آقا نے مستقبل کی تھوڑی سی منظر کشی کی تو ظلم وتشدد کا سامنا کرنے والے غلاموں کو حوصلہ ملا کہ آنے والا وقت ان کے لئے بہت درخشندہ اور تابندہ ہے۔ اس وقت تک تو صورتحال یہ تھی کہ وہ خانہ کعبہ میں اکٹھے ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز بھی نہیں ہو سکتے تھے اس لئے مکہ کے

Marfat.com

اردگرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے، نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں لیکن میرے آقا نے ان کی جبینوں کو سجدوں سے آشنا کر دیا تھا اس لئے ان کو رکوع و سجود میں بہت لطف آتا تھا۔ ایک موقع پر جب مسلمانوں کو باجماعت ایک گھاٹی میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو کفار مکہ نے سختی سے انہیں روکنا چاہا۔ حضور کے جاں نثاروں نے عبادت الٰہی ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ بات بڑھ کر لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئی، اب مسلمان اتنے کمزور بھی نہیں رہے تھے کہ وہ خاموشی سے ہر ظلم کو برداشت کرتے رہتے۔ جب مکہ کے قریش کے کہنے پر بعض غنڈوں نے قافلہ حق کے ان مسافروں کو طاقت سے روکنا چاہا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے جنہیں آنے والے وقتوں میں اسلامی افواج کا ایک قابل فخر کمانڈر انچیف بننا تھا، ایک حملہ آور کو ایسی چوٹ لگائی کہ وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ یہ تبدیلی کا پیغام تھا کہ اب جہاں ممکن ہوگا مزاحمت کی جائے گی اور ڈٹ کر مقابلہ ہوگا۔

اعلان نبوت کو پانچ سال ہو گئے تھے اور کافروں کا ظلم وستم اپنے عروج پر تھا کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی کہ کچھ لوگ ''حبشہ'' (ایتھوپیا) کی طرف ہجرت کر جائیں۔ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ حبشہ کا بادشاہ اصحمہ نجاشی ایک رحمدل اور عدل پرور حکمران ہے۔ اس لئے آپ کو یقین تھا کہ وہاں جانے والے امن وسکون سے زندگی بسر کریں گے۔ حبشہ کی طرف روانہ ہونے والے پہلے گروہ میں بارہ مرد اور چار خواتین تھیں۔ اس قافلہ کے سربراہ داماد رسول حضرت عثمان بن عفان تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور میرے آقا کی صاحبزادی حضرت رقیہ بھی ہمراہ تھیں۔ آپ نے اس قافلے کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والا یہ پہلا گھرانہ ہے''۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ قافلہ رات کی تاریکی میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا تاکہ کفار مکہ کو علم نہ ہو سکے اور وہ اس قافلے کا راستہ نہ روک سکیں۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق بحیرہ احمر کی بندرگاہ ''شعیبہ'' سے یہ لوگ دو کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ بخیریت پہنچ گئے۔

یہ میرے آقا کی قائدانہ فراست کا ایک عمدہ نمونہ ہے کہ خود مکہ مکرمہ میں رہنے کو ترجیح دی اور اپنے جاں نثاروں کو ایک ایسے ملک بھیج دیا جہاں وہ امن وسکون سے اور بے خوف وخطر رہ سکیں۔ جن حضرات کو حضور نے حبشہ کی طرف بھیجا تھا ان میں ابوحذیفہ، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ عنہم اجمعین جیسے جید اور اکابر صحابہ کرام تھے جنہوں نے مستقبل میں اسلامی تاریخ میں اہم کردار ادا کرنا تھا۔ میرے آقا چاہتے تھے کہ وہ کفار مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بننے کی بجائے ایک آزادانہ معاشرہ میں رہیں اور جب مسلمانوں کی قوت فیصلہ کن حد تک مضبوط ہو جائے تو انہیں واپس بلا لیا جائے۔ حبشہ میں ان کی آمد کے بعد نجاشی نے ان کی حفاظت اور آرام کا پورا خیال رکھا اور انہیں مکمل آزادی سے وہاں رہنے اور عبادت کرنے کے مواقع میسر تھے۔ اس قافلے کو حبشہ پہنچے ہوئے چند مہینے ہوئے تھے کہ ان تک یہ خبر پہنچی کہ مکہ کے بڑے بڑے قریشی سردار مسلمان ہو گئے ہیں اور اب وہاں خوف وخطر باقی نہیں رہا۔ حالانکہ یہ خبر حقیقت پر مبنی نہیں تھی جس بات سے بعض لوگوں نے یہ رائے اخذ کی تھی وہ یہ تھی کہ میرے آقا ماہ رمضان المبارک میں حرم کعبہ میں بلند آواز سے سورۃ ''والنجم'' کی تلاوت فرما رہے تھے اور سرداران قریش ہمہ تن گوش ہو کر پورے انہماک سے اس تلاوت کلام الٰہی کو سن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور زبان مصطفیٰ سے تلاوت ہو رہی ہو تو پھر کون کافر اس کی سماعت سے محروم رہ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ حضور جب فاسجدوا للہ واعبدوا کی آیت سجدہ تک پہنچے اور سجدہ فرمایا تو ان کافروں نے بھی حضور کی اتباع میں اپنے سر بارگاہ الٰہی میں جھکا دیئے لیکن اس کے بعد وہ جیسے تھے ویسے ہی رہے اور اپنی شرمندگی اور خفت کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی باتیں گھڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس لئے محمد ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا تھا کہ انہوں نے (معاذ اللہ) ہمارے بتوں لات منات اور عزیٰ کی تعریف کی تھی۔ حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ بہرحال سجدہ کرنے کی خبر مہاجرین حبشہ تک پہنچی تو انہوں نے سمجھا کہ اب حالات بدل گئے ہیں انہوں نے مکہ مکرمہ واپسی کا فیصلہ کیا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح نہیں تھی کچھ

Marfat.com

لوگ تو واپس حبشہ چلے گئے اور بعض لوگ مکہ واپس آئے تو انہیں کسی نہ کسی سردار کی پناہ لینا پڑی۔ کیونکہ اس دور کی قبائلی روایات کے مطابق اب کسی سردار کی پناہ اور حفاظت کے بغیر ان کا مکہ مکرمہ میں رہنا ناممکن تھا۔

مسلمانوں کے لئے صورتحال دن بدن پریشان کن تھی۔ کافروں کے تشدد اور ان کے مظالم تکبر اور نخوت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے پھر اجازت مرحمت فرمادی کہ جو لوگ حبشہ کی طرف جانا چاہیں وہاں ہجرت کر جائیں اس دفعہ کافی لوگ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ پہلی دفعہ بارہ مردوں نے ہجرت کی تھی اور چار خواتین تھیں اس دفعہ تراسی افراد حبشہ کے لئے روانہ ہوئے جس میں 65 مرد تھے اور 18 خواتین تھیں۔ حبشہ میں انہیں ایک مختلف ماحول ملا۔ کسی قسم کے جبر و تشدد کا سامنا نہیں تھا اور وہ دین اسلام کے مطابق عمل پیرا ہونے میں مکمل طور پر آزاد تھے۔ مکہ کے سرداروں تک خبر پہنچی تو ان کو بہت دکھ پہنچا۔ وہ کب چاہتے تھے کہ ان کے رحم و کرم پر رہنے والے اور ان کا ظلم و ستم سہنے والے ایک آزاد اور پرامن ماحول میں زندگی بسر کریں۔ انہوں نے مشورہ کر کے عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو ایک اعلیٰ نسل کا عربی گھوڑا اور بیش قیمت ریشمی جبہ دے کر حبشہ روانہ کیا تا کہ قریش مکہ کے یہ سفیر کسی طرح پرامن زندگی گزارنے والے مسلمانوں کو مکہ واپس لا سکیں اور حبشہ کی حکومت سے ان کے وہاں سے اخراج کی منظوری حاصل کر سکیں۔ قریش نے ان نمائندوں کو یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ وہاں کے مذہبی رہنماؤں سے ملاقات کریں اور ان کو قائل کریں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے برعکس پیغام دے رہے ہیں تا کہ مذہبی بنیادوں پر ان کا حبشہ سے واپس بھیجا جانا ممکن ہو سکے۔ وفد نے وہاں پہنچ کر پہلے پہل مختلف مذہبی رہنماؤں سے رابطہ کیا اور انہیں قائل کر لیا کہ مکہ مکرمہ سے بھاگے ہوئے ان لوگوں کی واپسی کیوں ضروری ہے اور یہ کہ وہ بادشاہ پر اپنا اثر و رسوخ ڈال کر اس کو اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کی باتوں میں آکر عیسائی مذہبی رہنماؤں نے وعدہ کر لیا کہ وہ نجاشی کو ان مسلمانوں کو یہاں سے نکلوانے کے لئے آمادہ کر لیں گے۔ ملاقات کا وقت طے ہوا۔ نجاشی نے قریش مکہ کے اس وفد کو اپنی گزارشات پیش کرنے کے لئے کہا۔ عمرو ابن العاص نے اپنی بات شروع کرتے ہوئے کہا ''میں آپ کی خدمت کے لئے قریش کے سرداروں کے تحائف لایا ہوں'' اور پھر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا:

''آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ملک میں کچھ ایسے ناسمجھ لوگ آگئے ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ یہ ایک نیا دین ہے جس میں نہ آپ کے دین کی خصوصیات ہیں اور نہ ہی ہمارے دین کی۔ ہمیں ان کے بزرگوں اور قبیلے کے لوگوں نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم ان پر نظر رکھ سکیں اور جہاں ضرورت ہو ڈرا دھمکا کر انہیں واپس اپنے دین پر لا سکیں''۔

عمرو ابن العاص نے بات ختم کی تو عبداللہ بن ربیعہ نے بھی اپنے ساتھی کی تائید کی اور اس نے مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ وفد کی گفتگو کے بعد بادشاہ نے اپنے مذہبی رہنماؤں کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک نمائندہ شخص بولا:

''ہمارے خیال میں یہ ایک جائز مطالبہ ہے یہ نوجوان جو اپنے وطن سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں ان کو ان کے بزرگوں کے حوالے کرنا چاہیے۔ آپ ان لوگوں کی واپسی کے احکامات جاری کر دیجئے تا کہ یہ دونوں ان کو اپنے ساتھ لے جا سکیں''۔

دوسرے مذہبی رہنماؤں نے بھی اپنے ساتھی کے خیالات کی تائید کی۔ نجاشی ایک سمجھدار اور معاملہ فہم حکمران تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ جس طرح قریش مکہ کا وفد مجھے تحائف دے رہا ہے اس طرح اس نے ان مذہبی رہنماؤں کو اپنے تحائف اور چکنی چوپڑی باتوں سے قائل کر لیا ہو گا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا! میں صرف ان دو آدمیوں کے کہنے پر اپنے ملک میں رہنے والوں کو واپس نہیں بھیجوں گا۔ انہوں نے میری مملکت

Marfat.com

وحکومت میں رہنے کو ترجیح دی ہے تو میں کیسے ان کو ان کے دشمنوں کے حوالے کر دوں؟ جب تک میں ان لوگوں سے ان کے خیالات نہیں سن لیتا میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر ان پر لگائے گئے الزامات صحیح ثابت ہو گئے تو انہیں واپس بھیجا جائے گا ورنہ ان کی حفاظت کرنا میری حکومت کی ذمہ داری ہے''۔

یہ خبر جب مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ یہاں عزت وحفاظت سے رہیں گے لیکن ایک مسئلہ پیدا ہو گیا کہ وہ بادشاہ کے دربار میں جا کر کیا کہیں؟ اور کس طرح اپنے دین کا تعارف کرائیں؟ بالآخر سارے اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم حقیقت کو چھپائیں گے نہیں اور خواہ نتائج کچھ بھی ہوں ہم کو ہمارے آقا و مولا نے جو کچھ بتا دیا ہے وہ سب کچھ وہاں کہہ دیں گے۔ مسلمانوں نے بادشاہ سے گفتگو کے لئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ چنا۔ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں جو خطاب کیا وہ خطابت، سلاست اور بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، آپ نے فرمایا:

''ہم بتوں کی پوجا کرنے والے جاہل لوگ تھے، مردار جانور کھاتے تھے، بدکردار تھے اپنے اقرباء اور ہمسایوں سے حسن خلق سے پیش نہیں آتے تھے۔ ہم میں سے طاقتور لوگ کمزور لوگوں کے حق کو کھا جایا کرتے تھے۔ ہم اس طرح کی برائیوں میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے ہم لوگوں میں سے ہمارے اپنے علاقے سے رسول کریم کو بھیجا جن کے خاندانی نسب، صداقت، امانت اور پاکیزہ سیرت کو ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اس رسول مکرم نے ہمیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی اور فرمایا کہ ان جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے تھے آپ نے جو تعلیم ہمیں دی ہے اس میں صداقت، امانت، قرابت داری اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ آپ نے ہمیں بدکاری اور خونریزی سے نفرت کا درس دیا ہے۔ آپ نے ہمیں برے مشاغل میں پڑنے، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے اور پاکیزہ کردار کی عورتوں پر تہمت لگانے سے باز رہنے کے لئے کہا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ بنانے کا حکم دیا ہے آپ نے ہمیں اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے، روزہ رکھنے اور غریبوں کو زکوٰۃ دینے سے آشنا کیا ہے''۔

جوں جوں حضرت جعفر اسلام کی ابدی اور سچی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر رہے تھے نجاشی محو حیرت بنا ان کی خطابت کو پوری توجہ اور انہماک سے سن رہا تھا۔ حضرت جعفر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے آپ کے ہر پیغام کو تسلیم کیا اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے اور آپ کی اتباع کی۔ ہم نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت ترک کر دی اور کسی کو اس کے اختیارات میں شریک نہیں سمجھتے۔ انہوں نے ہمیں جن چیزوں کو چھوڑنے کے لئے فرمایا وہ چھوڑ دیں اور جن کو جائز قرار دیا انہیں اپنا لیا۔ ہمیں حرام اور حلال کا تصور ہمارے رسول کریم نے دیا ہے، ہمارا اس طرز عمل سے ہماری قوم ہمارے خلاف ہو گئی، ہم پر تشدد کیا اور ہمیں دین اسلام سے ہٹانے کے لئے ظلم وستم کی انتہا کر دی تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے تصور کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش دوبارہ شروع کر دیں اور جن چیزوں سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان کو حلال سمجھ کر پھر سے اپنے معمولات میں شامل کر لیں لیکن جب ہم نے ان کی خواہشات پر عمل نہ کیا تو انہوں نے ہم پر اتنا تشدد کیا کہ ہمارا اپنے ہی وطن میں رہنا ناممکن ہو گیا۔ مجبوراً ہم اپنے وطن کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ہم اس امید پر یہاں آئے ہیں کہ آپ کی سلطنت میں ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکے گا''۔

حضرت جعفر نے اپنی گفتگو ختم کی تو نجاشی نے پوچھا:

''اللہ تعالیٰ کا جو کلام تمہارے رسول خدا پر نازل ہوتا ہے کیا اس کا کوئی حصہ تمہیں یاد ہے؟''

''جی ہاں یاد ہے!'' حضرت جعفر کے جواب پر نجاشی نے ان سے اس کا کچھ حصہ پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جعفر نے حکمت و دانش کا مظاہرہ کرتے ہوئے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت شروع کر دی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا ذکر ہے اور

Marfat.com

ولادت عیسوی کے ابتدائی حالات کا بیان بھی ہے۔ یہ فراست و دانائی کا ایک عمدہ نمونہ تھا کہ عیسائی بادشاہ کے سامنے قرآن مجید کے اس حصے کی تلاوت کی جائے جس میں بیان کیے گئے واقعات و حوالہ جات و شخصیات سے نجاشی آگاہ تھا۔ ورنہ اس کو کیا معلوم تھا کہ قرآن مجید میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا بھی تذکرہ ہے اور ان کی کرامات و معجزات کا بیان ہے۔ بعینہ آج بھی یہی صورتحال ہے اور عیسائی دنیا میں عوام کی اکثریت قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے اور ان کے معجزات کے بیان سے بے خبر ہے۔ جوں جوں حضرت جعفر سورۃ مریم کی تلاوت کرتے جا رہے تھے نجاشی کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ اس پر رقت طاری ہوگئی اور روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ صرف وہی نہیں رویا بلکہ کلام الٰہی سن کر نجاشی کے دربار میں موجود عیسائی رہنما بھی آبدیدہ ہوگئے ان کے سامنے پڑے ہوئے انجیل مقدس کے اوراق آنسوؤں سے گیلے ہوگئے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ دشمنان اسلام میرے آقا کے صحابہ کرام کو واپس لے جانے کے لئے آئے تھے اور یہاں اجنبی مملکت کے حکمران اور اس کے مشیروں کا دل مسلمانوں کے لئے ہمدردی اور نیک جذبات سے لبریز ہو گیا۔

بادشاہ نے قریش مکہ کے وفد سے کہا:

''میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا، تم یہاں سے جا سکتے ہو۔ ان کے خلاف میں اب تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا اب تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہوسکتی''۔

اس طرح عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کی کوشش ناکام ہوگئی دونوں باہر نکلے تو عمرو ابن العاص نے کہا:

''کل میں پھر آؤں گا اور بادشاہ سے ایسی بات کروں گا کہ دشمنوں کی امیدوں کی جڑیں کاٹ دوں گا''۔

دوسرے دن دربار میں عمرو ابن العاص نے بادشاہ سے گزارش کی ''آپ ان لوگوں کو بلا کر یہ تو پوچھ لیجئے کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں''۔ نجاشی نے ان کو پھر دربار میں بلا لیا مسلمانوں کو پتہ تھا کہ قریش کے وفد نے کوئی نئی چال چلی ہوگی لیکن انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ وہی کہیں گے جو ان کو آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ نجاشی نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے مکمل استقامت سے جواب دیا۔

''ہم ان کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے''۔

''انہوں نے کیا فرمایا ہے''

نجاشی نے سوال کیا تو حضرت جعفر نے کہا:

''حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے عبد اور رسول ہیں وہ روح اللہ ہیں۔ ان کی پیدائش عفت مآب کنواری مریم کی طرف رب تعالیٰ کی طرف سے القا ہونے والے کلمہ کی وجہ سے ہوئی''۔

نجاشی نے یہ سن کر کہا: ''عیسیٰ علیہ السلام کا مقام اس سے تنکہ برابر بھی زیادہ نہ تھا'' یہ کہتے ہوئے اس نے زمین سے ایک تنکہ اٹھایا پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

''آپ لوگ میری حکومت میں امن و امان سے رہ سکتے ہیں۔ جو کوئی آپ لوگوں کو زبانی طور پر بھی تکلیف دے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ اب کوئی مجھے آپ لوگوں کے بدلے سونے کا پہاڑ بھی دے دے تو میں تمہیں پھر بھی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا''۔

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

''میرا اسلام عقیدت ہے اس ہستی پر جنہوں نے آپ لوگوں کو یہاں بھیجا ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وہ رسول ہیں جن کا

Marfat.com

ذکر انجیل میں موجود ہے اور جن کی تشریف آوری کی خوشخبری عیسیٰ بن مریم نے دی تھی۔ آپ لوگ اس ملک میں جہاں چاہیں رہ سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر مملکت کی ذمہ داریاں میرے اوپر نہ ہوتیں تو میں خود ان کے پاس جاتا آپ کے نعلین مبارک اٹھاتا اور آپ کو وضو کراتا"۔

پھر اس نے قریش مکہ کے وفد کے تحائف واپس کرتے ہوئے کہا:

"یہ ملک اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے جب اس رب کریم نے بغیر کسی ہدیے کے یہ ملک میرے حوالے کیا ہے تو تمہارے ہدیے میں قبول کر کے اور تمہاری بات مان کر اللہ کے ان عبادت گزار بندوں کو تمہارے حوالے کیوں کروں؟"

یوں یہ وفد ناکام ہو کر واپس لوٹ آیا اور حضور کے صحابہ کرام عزت وسکون واطمینان سے حبشہ میں رہنے لگے بعد ازاں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے نجاشی کو ایک خط بھی ارسال فرمایا تھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ آپ کا مکتوب گرامی پڑھ کر نجاشی نے اسلام کو تحریری طور پر قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خط کا جواب لکھ کر اپنے بیٹے باریحا بن الاصحم کو حضور کی بارگاہ میں بھیجا اور حضور کی غائبانہ بیعت کا اقرار کیا۔ اس بیعت مصطفیٰ کے اقرار کا صلہ تھا کہ میرے آقا نے صرف ایک شخصیت کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی اور وہ یہی نجاشی الاصحم تھا۔ نجاشی نے حبشہ آنے والے غلامان مصطفیٰ سے اپنے تعلق اور وفاداری کو نبھایا۔ اگرچہ ایک قبائلی سردار نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور دریائے نیل کے کنارے پر ایک بہت بڑی جنگ ہوئی لیکن اس نے معروضی حالات کا بہانہ بنا کر اور مصلحت کش حکمرانوں کی طرح حالات کا رخ دیکھتے ہوئے ان مہاجرین کو دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ ڈٹ کر باغیوں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو کامیابی اور فتح سے ہمکنار کیا۔ حالات جیسے جیسے بہتر ہوتے گئے مسلمان جزیرۃ العرب واپس لوٹتے رہے مہاجر مسلمانوں کا آخری قافلہ حضرت جعفر ابن طالب کی سربراہی میں اس وقت مدینہ منورۃ پہنچا جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور اسلام کی عظمت کے جھنڈے ہر طرف لہرا رہے تھے۔ اس دن میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

"مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس چیز کی زیادہ خوشی ہو رہی ہے۔ قلعہ خیبر کی فتح کی یا جعفر ابن ابی طالب کے لوٹ آنے کی"۔

جن دنوں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تقریباً اسی عرصہ میں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے جاں نثاروں سے مسلسل رابطہ رکھنے ان کی تربیت کرنے اور عبادت الٰہی مکمل آزادی اور اطمینان سے کرنے کے لئے کوہ صفا کی بلندی کے قریب واقع اپنے ایک جاں نثار کا مکان پسند فرمالیا۔ یہ حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی کی خوش قسمتی تھی کہ ان کی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے میرے آقا نے ان کے مکان کو صحابہ کرام سے ملاقات اور عبادت وتبلیغ کے لئے منظور فرمالیا۔ یہ مصطفوی نبوت ورسالت کا پہلا باقاعدہ تربیتی مرکز تھا۔ جہاں کے فیض یافتہ عابد وزاہد بننے کے ساتھ ساتھ دنیا کو تسخیر کرنے اور قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کو اپنی پاؤں کی ٹھوکر سے ملیا میٹ کرنے کے عزم کے ساتھ نکلے تھے۔ حضور نے اس مکان کو اس لئے بھی پسند فرمایا تھا کہ یہ مقامی آبادی سے ذرا ہٹ کر اور قریش مکہ کی سرگرمیوں سے محفوظ اور ان کی رہائش گاہوں سے کافی فاصلے پر پہاڑ پر تھا۔ جہاں طالبان پیغام حق حضور کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے اور آپ کے وعظ ونصیحت سے فیض یاب ہوتے۔ اس مرکز فیض وہدایت میں حضرت عمر وابن الخطاب اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے اسلام قبول کیا تھا۔ جوں جوں جانثاران مصطفیٰ کے قافلے کے افراد میں اضافہ ہو رہا تھا اسی طرح قریش مکہ کے سرداروں اور ان کے پالتو غنڈوں کی ایذا رسانی بھی بڑھ رہی تھی۔ جس طرح ابولہب میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخی میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا اس کا بیٹا عتیبہ بھی بدزبان اور گستاخ تھا۔ ایک دفعہ عتیبہ نے میرے آقا کے مبارک کرتے کو چاک کیا اور چہرہ اقدس پر تھوکنے کی ناکام کوشش کی۔ جب وہ گستاخی کی اس حد تک پہنچا تو میرے آقا نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"یا اللہ! اس شخص پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے"

Marfat.com

کچھ عرصے بعد عتیبہ شام کی طرف گیا تو راستے میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا کہ اچانک ایک شیر آ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ محمد مصطفی ﷺ کی دعا پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ چیخنے لگا "خدا کی قسم یہ شیر مجھے چبا ڈالے گا میں مر جاؤں گا۔ یہ محمد ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ وہ مکہ میں رہ کر اپنی دعا کی طاقت سے مجھے یہاں شام میں مار ڈالے گا"۔

اس کے دوستوں نے اس کو تسلی دی اور اس کے اردگرد گھیرا تنگ کر لیا اور اس کو اپنی حفاظت میں لے لیا شیر اس وقت تو چلا گیا لیکن جب رات کو سب سوئے ہوئے تھے تو شیر نے سب لوگوں کو چھوڑ کر سب کے درمیان لیٹے ہوئے عتیبہ کو سر سے پکڑ کر اسے چیر پھاڑ ڈالا۔

کفار مکہ کا غیض وغضب اب اسقدر بڑھ گیا کہ انہوں نے مشترکہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ خواہ نتیجہ جو بھی ہو محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تا کہ دین اسلام کی طاقت میں اضافہ نہ ہو سکے اور جس طرح لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے ان کا سلسلہ رکا جا سکے یہ خبر حضرت ابو طالب تک پہنچی تو وہ بے حد پریشان ہو گئے۔ انہوں نے قریش میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خاندانوں کو بلایا اور ان کو خاندانی عزت و حمیت کے نام پر مجتمع ہونے کا پیغام دیا۔ حضرت ابو طالب نے واضح طور پر انہیں بتایا "میں اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ ﷺ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تم اگر میرے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہو تو تم کو اب دوٹوک فیصلہ کرنا ہوگا"۔

"آپ کے علم میں ہے کہ ایک معاہدہ پر سب بڑے بڑے سرداروں نے دستخط کر دیئے ہیں اور انہوں نے محمد ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور انہوں نے ان تمام خاندانوں سے مکمل مقاطعہ کا اعلان کیا ہے جو محمد ﷺ کو پناہ دیں گے۔ وہ اس وقت تک کسی صلح کی پیشکش کو قبول نہیں کریں گے جب تک محمد ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیا جائے تا کہ وہ انہیں قتل کر سکیں"۔

"اسی لئے تو میں نے تم کو بلایا ہے۔ یہی وقت ہے جب یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون ہمارے ساتھ ہے اور کون نہیں؟ تم اگر محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے تو اسے خاندان بنی ہاشم کا فخر سمجھ کر ہمارا ساتھ تو دو!"۔

"آپ کو پتہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

خاندان کے کسی شخص نے دریافت کیا تو حضرت ابو طالب نے ایمانی طاقت وعزم سے جواب دیا۔

"نتیجہ جو بھی ہو، ہم حالات کا سامنا کریں گے"

"لیکن مکہ میں رہ کر؟ یہاں تو وہ لوگ ہمارا جینا ناممکن بنا دیں گے" کسی نے حالات کی سنگینی کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا:

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ محمد ﷺ کی خاطر ہم اپنے گھروں کو چھوڑ دیں گے اور پہاڑ کے دامن میں تم سب میری گھاٹی میں قیام پذیر رہو گے"۔

"شعب ابی طالب میں؟ وہ کوئی رہنے کی جگہ تو نہیں ہے! پتھریلی زمین ہے، جھاڑیاں ہیں اور وادی خارزار ہے" ایک شخص نے مجوزہ جگہ کی خستہ حالی کا تذکرہ کیا تو حضرت ابو طالب بولے:

"مکہ مکرمہ چھوڑ کر جانے سے تو بہتر ہے! ہم کسی حالت میں بھی مکہ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ یہیں تنہائی میں رہ لیں گے لیکن جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اس شہر کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے" حضرت ابو طالب نے ان سب کو حالات کا سامنا کرنے پر قائل کر لیا۔

اس طرح اس دن بنو ہاشم اور بنو مطلب نے مشترکہ فیصلہ کر لیا کہ وہ شعب ابی طالب میں رہ کر معاشرتی مقاطعہ کو برداشت کر لیں گے لیکن محمد مصطفی ﷺ کو مکہ کے سرداروں اور کفار کے حوالے نہیں کریں گے۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا یہ مشترکہ فیصلہ کفار مکہ کے لئے پریشان کن تھا۔ صرف ابولہب کے خاندان نے اس فیصلہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ابھی تک کفار مکہ کو یہ گمان تھا کہ حضرت ابو طالب اور ان کی آواز پر لبیک کہنے والے بنو ہاشم اور بنو مطلب خاندانوں کے افراد بالآخر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کے حوالے کر دیں گے کیونکہ معاشی مقاطعہ کے

Marfat.com

اس تحریری معاہدہ میں درج تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پناہ دینے والے لوگوں سے ہر طرح کی خرید وفروخت کا تعلق ختم کر دیا جائے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ممکنہ بدترین حالات میں یہ خاندان کس طرح حفاظت مصطفوی کے اپنے فیصلے پر قائم رہیں گے لیکن انہیں حضرت ابو طالب کی مؤمنانہ عزیمت اور میرے آقا کی استقامت کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ اعلان نبوت کو سات سال ہو چکے تھے جب حضرت ابوطالب کو میرے آقا اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ ''شعب ابی طالب'' نامی پہاڑی گھاٹی میں منتقل ہونا پڑا اور یہاں مسلسل تین سال تک رہائش اختیار کرنا پڑی۔ میرے آقا کی مکی زندگی کا یہ سخت ترین مرحلہ تھا۔ شہری زندگی اور تمدنی ماحول سے الگ تھلگ ایک پہاڑی گھاٹی میں تین سال تک اس حالت میں رہنا کہ بچے بھوک سے بلک رہے ہوں اور ان کی چیخیں دور دور تک سنائی دے رہی ہوں، کوئی دکاندار کھانے کا سامان فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ حتیٰ کہ دور دراز سے آنے والے تجارتی قافلوں کو بھی اس گھاٹی میں رہنے والوں کو غذائی اشیاء نہ بیچنے کا حکم ہوا اور وہ ڈر کے مارے ان اشیاء کی اتنی زیادہ قیمت مانگیں کہ ان کو خریدا ہی نہ جا سکے، کسی کو کھانے کی اشیاء اس گھاٹی میں از راہ ہمدردی پہنچانے پر سخت پابندی ہو ایسے ظالمانہ معاہدے اور پابندیوں میں استقامت سے ڈٹ جانا صرف میرے آقا کا کمال استقامت تھا اور حضرت ابوطالب کے بوڑھے جسم کا عزم جواں تھا۔ کبھی کبھار حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے حکیم بن حزام کی طرف سے اپنی پھوپھی کیلئے گندم آجاتی تھی جس سے کچھ دنوں کے لئے کھانے کا اہتمام ہو جاتا لیکن یہ بھی بہت خفیہ طریقے سے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ابوجہل نے یہ غذائی سامان گھاٹی میں آتے ہوئے دیکھا تو روکنے کی کوشش کی اور دست درازی کرنے لگا۔ اس دن ابوالبختری نے ابوجہل کو خوب پیٹا۔

یہ معاہدہ صرف غذائی اجناس کی فراہمی کی پابندی تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ انہیں باہر نکلنے، لوگوں سے میل ملاپ کرنے اور معاشرتی تعلقات قائم رکھنے، حتیٰ کہ بیت اللہ میں آنے کی اجازت نہیں تھی اور ظالمانہ معاہدہ تین سال تک نافذ العمل رہا۔ صرف حج کے ایام میں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کرام کے ساتھ باہر تشریف لاتے اور حج کے ایام میں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے وفود سے ملکر انہیں اسلام کی تبلیغ فرماتے صاف ظاہر ہے کہ اس دوران بھی کفار مکہ کی ایذارسانی کا سلسلہ جاری رہتا۔ حج کے دن ختم ہو جاتے تو میرے آقا پھر اس غار میں پناہ لے لیتے جہاں خاندان کے دوسرے افراد امتحان ومشکلات کے ان دنوں میں میرے آقا کے شانہ بشانہ ڈٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو طالب کو ان پریشانیوں اور غذائی پابندیوں سے زیادہ میرے آقا کی حفاظت کی سب سے زیادہ فکر تھی۔ حضور جب رات کو اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو بوڑھے ابوطالب چل کر میرے آقا کے قریب پہنچتے اور پیار سے تھپکی دے کر حضور کو اٹھاتے اور کسی اور جگہ پر سونے کے لئے کہتے اور میرے آقا کے بستر پر اپنے بیٹوں، بھائیوں یا بھتیجوں میں سے کسی کو سو جانے کا حکم دیتے یہ اہتمام وہ اس لئے کرتے تھے کہ رات کی تنہائی میں کہیں کوئی دشمن حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر قاتلانہ حملہ نہ کر دے۔ حکیم بن حزام کی طرف سے آنے والے غذائی سامان کی فراہمی کا موقع کبھی کبھار آتا تھا ورنہ عام طور پر درختوں کے پتے کھا کر یا اونٹ کے خشک چمڑے کو جلا کر اسے پانی میں ملا کر جسم وجاں کا رشتہ قائم رکھا جاتا۔ ایک اور شخصیت جس نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے خاندان والوں کو غذائی اشیاء فراہم کرنے کی سعادت حاصل کی وہ ہشام بن عمرو العامری کی شخصیت تھی۔ جنہیں اس خدمت مصطفوی کی وجہ سے بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے بھی مالا مال فرما دیا۔ انہوں نے خوراک سے لدے ہوئے اونٹ راتوں کے اندھیروں میں ''شعب ابی طالب'' میں پہنچائے۔ کفار مکہ کو پتہ چل گیا اور وہ ہشام کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ ابوسفیان نے بچاؤ کرایا تو ان کی جان بچی۔ ان پرخطر اور پریشان کن حالات میں بھی حضور کا اپنے جاں نثاروں سے رابطہ رہتا۔ اور اسلام کا پیغام اب ہر طرف پھیل رہا تھا۔

مکہ کے باضمیر اور باکردار لوگوں کا ایک گروہ اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ ان لوگوں نے باہمی مشاورت سے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ابوجہل سے بات کر کے اس معاہدے کو ختم کرانے پر مجبور کرایا جائے۔ ان لوگوں میں ہشام بن عمر سرفہرست تھا اس کے ہمنوا ساتھی

Marfat.com

زہیر بن ابی امیہ مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود تھے ان سب نے مسجد حرام کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے کفار مکہ اور ابو جہل کو دیکھا تو زہیر بن ابی امیہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

"اے اہل مکہ! تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم سب کھانا کھائیں اور اچھے کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم کو تباہ ہونے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور ان سے نہ کچھ خریدا جائے اور نہ ان کو کچھ بیچا جائے۔ واللہ یہ ظالمانہ معاہدہ ہے میں اسے ختم کرنے تک چین سے نہیں بیٹھوں گا"۔

ابو جہل زہیر بن امیہ کی گفتگو سن کر بھنا اٹھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے، یہ معاہدہ بیت اللہ میں رکھا گیا ہے اسے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر کسی کی رضامندی سے طے ہوا تھا"۔

"بالکل غلط! جب تم لوگوں نے اس کی شرائط لکھی تھیں ہم نے اس وقت بھی اس کی مخالفت کی تھی" زمعہ بن اسود نے زہیر کی حمایت کی تو ابوالبختری نے بات آگے بڑھائی۔

"یہ دونوں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ معاہدہ غلط ہے اور ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے" مطعم بن عدی نے ان کی بات کی توثیق کی تو ابو جہل کو پتہ لگ گیا کہ اس معاہدہ کے خلاف کچھ لوگ متفق ہو رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت ابوطالب بھی بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سرکردہ افراد کے ہمراہ صحن کعبہ میں تشریف لے آئے۔ انہیں دیکھ کر ابو جہل کو امید کی کرن نظر آئی اس نے سوچا کہ حضرت ابوطالب حالات کی سختیوں سے گھبر کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار مکہ کے حوالے کرنے کا پیغام دینے آئے ہیں۔

حضرت ابوطالب کو آتے ہوئے دیکھا تو ابو جہل نے دریافت کیا۔

"ابوطالب! کہیے کیسے آنا ہوا؟ کیا آپ ہماری بات ماننے پر رضامند ہو گئے ہیں"

حضرت ابوطالب نے اپنی نظریں ابو جہل کے چہرے پر گاڑتے ہوئے فرمایا:

"تم جا کر بیت اللہ کے اندر رکھا ہوا معاہدہ تو لے آؤ، شاید تم سے مصالحت کا کوئی امکان نکل آئے"۔

ابو جہل اٹھ کر کعبہ شریف سے صحیفہ کو لینے کے گیا تو حضرت ابوطالب کے چہرے پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ تھی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ بیت اللہ کے اندر موجود صحیفہ باقی ہی نہیں بچا تھا۔ ان کے ایمان و یقین کی بنیاد یہ تھی کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پرعزم اور شفیق چچا کو خبر دی تھی کہ معاہدے کی تحریر کو اللہ تعالیٰ نے دیمک کے ذریعے سے مٹا دیا ہے۔ حضرت ابوطالب نے جب میرے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام سے یہ پیغام الٰہی سنا تو پورے اطمینان اور سکون سے حرم کعبہ تشریف لے آئے۔

معاہدہ کی دستاویز لائی گئی تو ابو جہل نے حضرت ابوطالب کو قائل کرتے ہوئے کہا "ابوطالب! میرے خیال میں آپ کو اب محمد ﷺ کی مدد اور حفاظت سے دستبردار ہو جانا چاہئے تا کہ مکہ میں پھر سے ہم سب دشمنیوں کو بھلا کر دوستی کے ماحول میں رہ سکیں"۔

"دیکھو! میں تم لوگوں کے پاس ایک بہت ہی متوازن تجویز لے کر آیا ہوں ممکن ہے تم لوگ اس کو قبول کر لو گے" حضرت ابوطالب نے جب تجویز کی بات کی تو کفار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ مصالحت اور باہمی مفاہمت کی کسی ایسی تجویز کی بات کر رہے ہیں جس طرح کی تجاویز کفار مکہ پہلے دیتے آئے تھے۔

جی ہاں! فرمائیے! ہم آپ کی ہر تجویز کو ٹھنڈے دل سے سننے کے لئے تیار ہیں"۔ کفار مکہ کے نامور اور سرکردہ افراد حضرت ابوطالب کی بات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آپ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

"تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کا صادق ہونا ہر کوئی تسلیم کرتا ہے"، لوگوں نے خاموشی سے اس بات کی تصدیق کی تو آپ نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''محمد ﷺ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خبر دی ہے کہ یہ معاہدہ جس کی حفاظت کی تم بات کر رہے ہو اس کو دیمک نے مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔ باسمک اللھم کی صورت میں اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ اگر تمہیں شک ہے تو ابھی کھول کر اس معاہدے کی دستاویز کو دیکھ لو! اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ثابت ہوئی تو جان لو کہ ہم کسی بھی صورت میں اسے تمہارے سپرد نہیں کریں گے۔ اس کی حفاظت کے لئے ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے''۔

''اور اگر سچ ثابت نہ ہوئی؟'' کسی نے محفل میں سوال کر ڈالا۔

''اگر یہ بات سچ ثابت نہ ہوئی تو پھر محمد ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں گے پھر تمہاری مرضی، جو چاہو کرنا''

یہ بات کہتے ہوئے حضرت ابو طالب کا دل مکمل یقین سے گواہی دے رہا تھا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کی کوئی بات غلط ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت ابو طالب نے اپنی بات ختم کی تو محفل کے شرکاء نے بیک زبان کہا:

''یہ بہت ہی مناسب اور عدل وانصاف کی بات ہے''۔

اب معاہدہ کھولا جا رہا ہے، ہر کسی کی نظریں اس صحیفہ پر جمی ہوئی تھیں کہ دیکھئے کیا نظر آتا ہے۔ جیسے ہی اس کو کھولا گیا ہر آنکھ نے دیکھا کہ اسے دیمک نے چاٹ لیا تھا۔ حضور کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا تھا۔ کفار مکہ کے منہ پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ بالآخر انہوں نے اسے بھی میرے آقا کے ایک جادو سے منسوب کر دیا۔ بہر حال معاہدہ تحریری طور پر مٹ جانے کی وجہ سے عملی طور پر اس کا نفاذ بھی ختم ہو گیا اور یوں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خاندان کے افراد تین سال بعد شعب ابی طالب سے واپس مکہ مکرمہ کی معمول کی زندگی میں تشریف لے آئے۔

شعب ابی طالب کے محاصرہ کے بعد حضور سرور دو جہاں ﷺ نے حسب معمول بیت اللہ میں باقاعدگی سے تشریف لانا شروع کر دیا۔ میرے آقا صحن کعبہ میں تشریف لاتے اور وہیں پر آپ کے صحابہ کرام آپ سے شرف ملاقات حاصل کرتے۔ جو لوگ دنیاوی امور میں دن کو مصروف رہتے وہ تو شام کو ہی ملاقات کے لئے حاضر ہوتے، دن کے وقت آپ کے ارد گرد ان خوش نصیب غلاموں کا جمگھٹا لگا رہتا جنہیں میرے آقا کی خواہش کے مطابق ان کے سابقہ آقاؤں کو معاوضہ دے کر غلامی سے نجات دلائی گئی تھی۔ مکہ مکرمہ میں یا باہر سے آنے والے لوگ اور قافلے حرم کعبہ میں اس بزم مصطفوی کو دیکھتے اور جن طالبان حق کو توفیق الٰہی نصیب ہوتی وہ بھی حضور کے حلقہ بگوش بن جاتے۔ کفار مکہ اب بھی اپنی روش پر قائم تھے وہ بالخصوص باہر سے آنے والے وفود اور لوگوں کو پہلے سے ہی بتا دیتے کہ وہ میرے آقا کی زبان مبارک سے کلام الٰہی سننے کی غلطی نہ کریں تا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین سے ہٹنے پر مجبور نہ ہو جائیں مگر جن کی قسمت میں ازل سے سعادت لکھ دی گئی تھی وہ کفار کے منع کرنے کے باوجود تلاوت مصطفوی کی سماعت کا شرف حاصل کرتے اور دل فوراً توحید الٰہی اور رسالت مصطفوی کی گواہی دے دیتا۔ ایسے باسعادت لوگوں میں قبیلہ دوس کا سردار طفیل بن عمرو کا نام بھی شامل ہے جنہیں قریش مکہ میں سے میرے آقا کے مخالفین نے خبردار کیا تھا کہ وہ تلاوت قرآن مجید نہ سنیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ تلاوت کی آواز ان کی سماعت سے نہ ٹکرائے۔ لیکن ایک مرتبہ انہیں سننے کا موقع مل ہی گیا۔ یہ رب تعالیٰ کی مشیت تھی کہ ان کے کان تلاوت نبوی سے نا آشنا نہ رہیں جیسے ہی ان کے کان تلاوت آشنا ہوئے انہوں نے ایمان لانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ میرے آقا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں گھر میں بلا لیا اندر پہنچتے ہی طفیل نے اپنی بات یوں شروع کی:

''مجھے آپ کی قوم کے بعض لوگوں نے آپ سے دور رہنے کے لئے کہا تھا، اس لئے میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی تا کہ

Marfat.com

میں آپ کی آواز بھی نہ سن سکوں"۔

"اب کس لئے آئے ہو!"

"میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں نے آج آپ کی زبان سے جو کچھ سنا ہے مجھے بہت اچھا لگا ہے آپ اس کلام کی تلاوت پھر فرمائیں گے!"

"کیوں نہیں؟"

اس کے بعد میرے آقا نے اپنی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت اپنے بے مثال اور باکمال لحن سے شروع کی تو طفیل بن عمرو الدوسی کے دل کی دنیا تہہ و بالا ہوگئی۔ اور انہوں نے اپنا ہاتھ بیعت کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دست اقدس میں دے دیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر شرف صحابیت کا اعزاز حاصل کر لیا۔

"میں نے آپ سے ایک گزارش کرنا ہے" اسلام قبول کرنے کے بعد طفیل نے حضور سے عرض کیا تو آپ نے پوچھا:

"کہئے! کیا چاہتے ہیں؟"

"یا رسول اللہ! آپ تو جانتے ہیں کہ میں اپنے قبیلہ دوس کا سردار ہوں میرے قبیلے کے لوگ میری پیروی کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا قبیلہ بھی اسلام قبول کرے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے ایک دعا فرمائیں"۔

میرے آقا توجہ اور شفقت سے طفیل کی گزارش سن رہے تھے۔ طفیل نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کوئی نشانی طلب کیجئے! تا کہ اس نشانی کی وجہ سے میں اپنی قوم کو قائل کر سکوں اور انہیں اسلام کی طرف مائل کر سکوں"۔

طفیل کی درخواست پر میرے آقا نے فوراً بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی:

"یا اللہ! اسے نشانی عطا فرما دے"

حضور نے ان کو دعا کے بعد رخصت کیا طفیل اپنی قوم میں پہنچے تو رات کا وقت تھا، سب لوگ ان کی آمد کے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے ہاتھ میں جو عصا تھا اس کے کنارے پر روشنی کی کرن تھی یہ چمکتی ہوئی روشنی میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا کا اعجاز تھی۔

طفیل کے اہل خانہ اور ان کے والد نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ان کے قبیلے کے بہت سے لوگ بھی بعد ازاں حضور کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔

آبادی سے دور مکہ مکرمہ سے باہر گھومتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دن مکہ مکرمہ کے سب سے طاقتور اور نامور پہلوان یزید بن رکانہ سے فرمایا:

"تم اسلام کے پیغام کی دعوت قبول کیوں نہیں کرتے؟"

"میں آپ کا پیغام قبول کر لیتا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کا پیغام سچا ہے"

یزید بن رکانہ کے جواب میں میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

"اگر میں کشتی میں تجھے شکست دے دوں تو کیا مان لو گے؟"

میرے آقا نے جب بڑے اطمینان سے اسے کشتی کا چیلنج دیا تو وہ حیرانی سے آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مکہ کے سب سے طاقتور شخص کو ایک ایسی شخصیت مقابلے کے لئے کہہ رہی ہے جن کا تعلق کشتی کے میدان سے کبھی نہیں رہا۔

Marfat.com

اس نے فوراً کہا ''جی میں مقابلے کے لئے تیار ہوں اگر آپ نے مجھے ہرا دیا تو میں آپ کو ایک سو بکریاں انعام دوں گا''
اس کو گمان تھا کہ یہ یکطرفہ معاہدہ ہوگا اور آن واحد میں وہ کامیاب ہو جائے گا۔ وہ مقابلے کے لئے سینہ تان کر میرے آقا کے سامنے کھڑا ہوا تو میرے آقا نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر اس طرح مروڑا کہ دوسرے لمحے وہ دور جا گرا اس کو پتہ ہی نہ چلا کہ کیا ہو گیا ہے۔
اس نے زمین سے اٹھتے ہی کہا:

''ایک بار پھر مقابلہ ہو جائے''

حضور نے اسے پھر اپنے شکنجے میں لے کر اسے ایک بار پھر گرا دیا۔ وہ کپڑے جھاڑتا ہوا خفت اور شرمندگی سے ساتھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ''ایک دفعہ پھر'' حضور نے اس کی خواہش پوری کرتے ہوئے پھر اس کو پکڑ لیا اور اس طرح دھکا دیا کہ وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ وہ زمین سے اٹھا تو حیران تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔

''یا محمد! آج تک کسی پہلوان نے مجھے شکست نہیں دی آپ نے کس طرح مجھے زمین پر گرا دیا ہے؟''

یزید بن رکانہ حیرانی سے سوال کیا تو میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''یزید! اگر تو میرے پیغام کو قبول کرنے کا ارادہ کرے تو میں تمہیں ایک اور حیران کن نشانی دکھاتا ہوں''

''کون سی نشانی؟'' یزید کے استفسار پر میرے آقا نے اس سے کہا:

''یہ درخت جو سامنے موجود ہے میں اسے بلاتا ہوں تم دیکھنا کہ وہ چل کر میرے پاس آ جائے گا'' جونہی میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت کو اپنے پاس بلایا اس نے سرشاری کی کیفیت میں جھومنا شروع کر دیا۔ اپنی جڑوں کو زمین کے اندر سے اکھیڑ کر چلتا ہوا حضور کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ یزید بن کنانہ نے اس حیرت ناک منظر کو دیکھا تو کہنے لگا:

''میں اپنی شکست کو تسلیم کرتا ہوں، سو بکریاں آپ کی ہوئیں وہ آپ مجھ سے لے لیجئے!''

''نہیں مجھے تمہاری بکریوں کی ضرورت نہیں، وہ تم اپنے پاس رکھو تم اسلام قبول کر لو، کامیابی تمہارا مقدر ہوگی'' یزید بن کنانہ نے اسی لمحے سرور کائنات کے سامنے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح مکہ مکرمہ میں ایک اور نامور مسلمان کا اضافہ ہو گیا''۔

حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے وہاں ہادیٔ برحق کا پیغام وہاں کے عیسائیوں تک پہنچایا تو وہاں کے سرکردہ عیسائی عالموں کے ایک وفد نے سرکار دوجہاں کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا۔ خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے میرے آقا کا زمانہ پایا اور انہوں نے اپنے ملک سے سفر کر کے مکۃ المکرمہ پہنچ کر حضور کا دیدار کیا۔ حبشہ کے اس وفد میں یمن کے علاقے ''نجران'' کے افراد بھی شامل تھے ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''آمد مصطفیٰ'' کے حوالے سے بشارتیں پڑھ رکھی تھیں اور انہیں نبی آخرالزماں کی آمد کا انتظار تھا وہ اسی نوید ''مسیحا'' سے ملاقات کرنے کے متمنی تھے۔ اس دن میرے آقا اپنے معمولات کے مطابق حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ وفد کے ارکان نے دربار رسالت میں حاضری دی اور ادب احترام کے ساتھ حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔ بات چیت کا آغاز ہوا تو ان میں سے ایک نے کہا:

''ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے ملاقات کریں اور ہمارے ذہن میں جو سوالات ہیں وہ بھی آپ سے پوچھیں''۔

''پوچھئے! آپ کے جو بھی شبہات اور خدشات ہیں بیان کیجئے'' حضور نے خوش دلی سے انہیں گفتگو کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے اپنے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ کفار مکہ اس وفد کی دربار مصطفوی میں حاضری اور ان کے سوال اور میرے آقا کے جوابات کا منظر حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان قریشی سرداروں کو تو میرے آقا سے کبھی اس طرح کے سنجیدہ اور بامقصد سوالات کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی تھی جبکہ عیسائی

Marfat.com

وفد اپنے علم اور سابقہ کتب کی روشنی سے حاصل ہونے والے شواہد کے حوالے سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات گرامی کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ جب ان کے سوالات کا سلسلہ ختم ہو گیا تو میرے آقا نے دریافت فرمایا:

''کیا آپ کی تسلی ہوگئی؟ اگر آپ کو اطمینان ہو گیا ہو تو اب آپ پیغام اسلام کو قبول کر لیجئے؟'' اور پھر میرے آقا نے قرآن پاک کی آیات کی تلاوت اپنے پرکشش اور مخصوص انداز میں فرمائی۔

تلاوت کلام الٰہی کا سننا تھا کہ عیسائی وفد کے ارکان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی۔ جیسے ہی تلاوت مکمل ہوئی تو انہوں نے بیک وقت میرے آقا کی نبوت ورسالت کی تصدیق کا اعلان کر دیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ قریش مکہ یہ منظر دیکھ کر بہت سٹپٹائے۔ انہوں نے وفد کے ارکان کو ان کا فیصلہ تبدیل کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے ان کا گھیراؤ کر لیا اور انہیں طعنے دینے لگے۔

''تمہیں تو تمہارے اہل وطن نے یہاں اس لئے بھیجا تھا کہ تم اپنے مشاہدات سے ان کو آگاہ کرو لیکن تم نے جلد بازی سے کام لے کر ایک ہی ملاقات کی گفتگو میں اپنا مذہب تبدیل کر لیا اور جو کچھ کہا گیا اس کو سچ مان لیا، تم تو نرے احمق اور بے وقوف ہو''۔

نجران اور حبشہ کے عیسائی وفد کے ارکان سلجھے ہوئے اور تعلیم یافتہ تھے وہ قریش مکہ کے ان مغرور متکبر اور بدزبان سرداروں کی بدکلامی کی سطح پر نہیں اترنا چاہتے تھے اور نہ ہی وہ ان سے کوئی بحث مباحثہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے قریشیوں کی طعنہ زنی کے جواب میں کہا:

''ہم نے تم سے تمہاری بڑی نعمت حاصل کر لی ہے اور ہم بہت خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر قائم رکھے۔ تم جس طریقے پر گامزن ہو وہ تمہیں نصیب ہو''۔ یہ ایک اہم دن تھا جس دن بیرون ملک سے آنے والے ایک نمائندہ وفد نے اپنے ملک کے دانشوروں کی نمائندگی کرتے ہوئے نبوت مصطفوی کا سب کے سامنے اقرار کر لیا تھا۔

حضرت ابو طالب کی صحت دن بدن خراب ہو رہی تھی۔ عمر بھی کافی ہوگئی تھی اور پھر شعب ابی طالب میں تین سال کی صعوبتوں اور مشقتوں نے ان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ اب ان کا آخری وقت آن پہنچا تھا اور لگتا تھا کہ وہ چند دنوں کے مہمان ہیں اور کسی بھی وقت ان کا سفر آخرت شروع ہو جائے گا۔ ان کی شدید علالت کی خبر سنی تو قریش مکہ کے مخالف اسلام سرداروں نے آخری کوشش کے طور پر حضرت ابو طالب سے ملاقات کا فیصلہ کیا یہ ملاقات اس امید پر کی گئی کہ شاید انہیں آخری وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لینے پر آمادہ کیا جا سکے۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر حضرت ابو طالب اپنی سرپرستی سے دستبردار ہو جائیں تو بعد ازاں بنو ہاشم کے دوسرے افراد سے معاملات طے کرنا آسان ہو جائے گا۔ تقریباً پچیس افراد پر مشتمل وفد جس کی قیادت عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب کر رہے تھے۔ حضرت ابو طالب سے ملا اور اپنی گزارشات یوں پیش کیں۔

''آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم آپ کے مرتبے اور مقام کی وجہ سے آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اب آپ کی اس شدید بیماری کی وجہ سے ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کی زندگی کا اختتام ہونے والا ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو تنازعہ موجود ہے آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ انہیں بلا کر اپنی موجودگی میں کوئی ایسا معاہدہ کرا دیں جن کی بنیاد پر وہ ہم کو اور ہم ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اس طرح وہ ہمیں اپنے بزرگوں کے دین پر رہنے دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر عمل کرنے دیں''۔

حضرت ابو طالب نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو بلوا بھیجا تو آپ تشریف لے آئے بستر مرگ پر لیٹے ہوئے حضرت ابو طالب نے فرمایا:

''قریش مکہ کے یہ سردار آپ کے لئے ایک پیشکش لے کر آئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے اور ان کے درمیان باہمی مفاہمت ہو جائے اور صلح کا کوئی ایسا معاہدہ ہو جس کی وجہ سے آپ اور یہ لوگ امن وسکون سے اکٹھے رہ سکیں''۔

Marfat.com

میرے آقا نے اپنے محترم چچا جان کی بات پوری توجہ سے سن لی تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''محترم چچا! آپ ان کو ایسی پیشکش کیوں نہیں کرتے جس میں ان کا فائدہ ہوگا''۔

حضرت ابوطالب کے چہرے پر تجسس آمیز احساسات ابھر آئے انہوں نے حیرانی سے پوچھا ''کس بات کی پیش کش کرنا چاہتے ہیں آپ؟''

''میری پیشکش یہ ہے کہ اگر یہ ایک بات کو تسلیم کرلیں تو یہ عرب دنیا کے قائد ہوجائیں گے بلکہ عجم کے بھی تاجدار بن جائیں گے۔

''صرف ایک بات؟'' سارے تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، ابوجہل نے فوراً کہا: ''بتایئے! وہ کون سی بات ہے؟ آپ کے والد محترم کی قسم! صرف ایک بات نہیں بلکہ ہم آپ کی دس باتیں ماننے کا وعدہ کرتے ہیں'' ابوجہل نے اپنی بات ختم کی تو میرے آقا نے وفد کے سارے ارکان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''وہ ایک بات یہ ہے کہ تم لوگ مان لو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں ہے اور اس کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہو ان کی عبادت چھوڑ دو''

میرے آقا نے بڑی عمدگی سے دین اسلام کے بنیادی مفہوم کو ایک مختصر جملے میں بیان کر دیا۔ ان بڑے سرداروں نے جب یہ دیکھا کہ میرے آقا اپنے موقف پر استقامت وعزیمت سے ڈٹے ہوئے ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔

''محمد! آپ چاہتے ہیں کہ ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کریں اور باقی خداؤں کو چھوڑ دیں، آپ نے یہ بڑی عجیب بات کی ہے'' یہ کہہ کر وہ غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلے گئے جاتے ہوئے انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا: ''ٹھیک ہے آپ اپنے نظریات پر قائم رہیں، ہم اپنے باپ دادا کے طریقوں پر ثابت قدم رہتے ہیں دیکھتے ہیں کہ اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے''۔ کفار مکہ کے روسا وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابوطالب کے چہرے پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ بکھر گئی انہوں نے کافروں کی آخری کوشش بھی ناکام بنا دی تھی۔ حضرت ابوطالب نے میرے آقا کی طرف دیکھ کر محبت آمیز لہجے میں فرمایا:

''آپ نے ان سے بالکل صحیح کہا ہے کوئی غلط مطالبہ نہیں کیا''

میرے آقا کو احساس تھا کہ ان کے پیارے اور ہمدرد چچا نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا ہے اور سہارا بنے ہیں۔ آپ حضرت ابوطالب کے قریب ہوئے اور آپ سے کہا:

''آپ بھی یہ کلمہ پڑھ لیجئے! تا کہ یوم محشر میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے لئے سفارش کرا سکوں''۔

''میرے بھائی کے بیٹے! میں ضرور پڑھتا لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میرے مرنے کے بعد لوگ آپ کو اور آپ کے چچا زاد بھائیوں کو یہ طعنہ دیں گے کہ میں نے موت کے خوف سے یہ کلمہ پڑھا ہے۔ میں یہ کلمہ موت کے خوف کی وجہ سے نہیں آپ کی خوشی کے لئے پڑھتا''۔

حضرت ابوطالب کا آخری وقت آیا تو خاندان کے افراد ان کے اردگرد جمع تھے۔ وفات سے پہلے حضرت ابوطالب کے لب ہلے آپ کے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب قریب کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے کان کو حضرت ابوطالب کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کو اچھی طرح سننے کے لئے ان کے چہرے کے قریب کر دیا۔

حضرت عباس حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف آئے اور گرمجوشی سے کہا:

''اللہ کی قسم! بھتیجے! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا جس کو پڑھنے کے لئے آپ نے انہیں کہا تھا۔

Marfat.com

"لیکن میں نے نہیں سنا" حضور علیہ السلام نے انہیں جواب دیا۔

نقاہت اگرچہ بہت زیادہ تھی پھر بھی حضرت ابو طالب نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے خاندان کے سارے افراد کے سامنے وعظ ونصیحت اور میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی مدح سرائی کے لئے جو گفتگو فرمائی وہ ان کے کردار کی عظمت اور حضور سے ان کی خصوصی محبت کی گواہ ہے۔ آپ نے فرمایا!

"قبیلہ قریش کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں ایک خاص مقام دیا ہے۔ تم عربوں کے اندر دل کی حیثیت رکھتے ہو تمہاری بہتر صفات کی وجہ سے تمہیں دوسرے قبیلوں پر فضیلت دی گئی اور عزت بخشی گئی۔ اچھی طرح جان لو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو تو اس کے گھر کی عزت و حرمت کا خیال رکھنا، اسی گھر کی وجہ سے تمہارا روزگار ہے اور اس کی برکت سے تمہیں احترام اور قوت حاصل ہے۔ میں تمہیں رشتہ داروں سے بہتر سلوک ضرورت مندوں کی مدد کرنے، سچ بولنے اور امانت میں خیانت نہ کرنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ ان خوبیوں کی وجہ سے زندگی اور دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے عوام اور خواص کے دلوں میں تمہارے لئے محبت اور عزت کے جذبات پروان چڑھیں گے۔ اس کے بعد آپ نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتے ہوئے آپ کی شان اقدس میں یوں کہا:

"تم لوگ کبھی بھی محمد ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑنا تم جانتے ہو کہ ہمارے قبیلے میں سے صرف وہی ہیں جن کو 'الامین' اور 'الصادق' کہا گیا، بلاشبہ وہ ان خوبیوں کا مرقع ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے میں آئندہ آنے والے واقعات کو دیکھ رہا ہوں۔ کمزور اور ناتواں غریب لوگ دور دراز سے آکر ان کے پیغام کو تسلیم کریں گے اور قریش کے سرداران کے ماتحت ہوں گے۔ محمد ﷺ پر ایمان لانے والے یہ کمزور اور ضعیف لوگ قریشی سرداروں کے حکمران بن جائیں گے جبکہ یہ بڑے بڑے سردار اپنی سرداریوں سے محروم ہو جائیں گے اور ان کے محل اجڑ جائیں گے۔ دنیائے عرب کے سب لوگ محمد ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار کریں گے اور انہیں اپنا قائد مان لیں گے۔

قریشیو! میری بات اچھی طرح سے یاد رکھنا، تم ان کے حامی اور مددگار بن کر رہنا، ان کو میرا بیٹا سمجھنا! ہر جنگ میں ان کا ساتھ دینا، اللہ کی قسم! ہدایت ان کے راستے کی اتباع سے ہی ملے گی جو بھی اس پیغام ہدایت کو تسلیم کرے گا وہ خوش بخت بن جائے گا اگر مجھے زندگی مہلت دیتی تو میں ہر مرحلے اور ہر معرکے میں ان کا ساتھ دیتا اور انہیں ہر طرح کی تکلیف وآلام سے بچائے رکھتا۔"

حضرت ابو طالب کی اس آخری نصیحت آمیز اور ولولہ انگیز گفتگو کے ایک ایک لفظ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ان کی والہانہ محبت و عقیدت قلبی کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے آقا کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے حضرت ابو طالب اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے اپنے پیارے چچا کی رحلت ایک عظیم سانحہ تھا۔ حضرت ابو طالب کی وفات کے المناک سانحے کے کچھ ہی دنوں بعد میرے آقا کو ایک اور صدمہ سہنا پڑا۔ یہ صدمہ آپ کی شریک حیات اور قافلہ وابستگان مصطفیٰ کی اولین فرد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت تھی۔ حضرت خدیجہ صرف آپ کی زوجہ محترمہ ہی نہیں تھیں بلکہ انہوں نے مشکلات ومصائب کے دور میں جس طرح میرے آقا کا استقامت وہمت سے ساتھ دیا تھا اور ایک مثالی بیوی کا کردار ادا کیا اس کے متعلق حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ یوں ارشاد فرمایا:

"وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کر دیا تھا، انہوں نے اس وقت مجھے سچا کہا جب لوگ جھوٹ کا الزام لگا رہے تھے، انہوں نے اس وقت مجھ پر اپنی دولت کو نچھاور کیا جب لوگوں نے مجھے اسے محروم کر دیا تھا، ان سے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی میری کسی اور زوجہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی"۔

حضرت خدیجہ کی وفات اعلان نبوت کے دسویں سال رمضان المبارک میں پینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ حضرت خدیجہ کے پچیس سالہ

Marfat.com

ازدواجی دور کا ایک ایک پل حضور کی محبت وعقیدت میں بسر ہوا۔ وہ حضور کے عقد نکاح میں آنے سے قبل ہی آپ کی ذات پاک کی شان و رفعت کی قائل ہو چکی تھیں۔ اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے آپ نے میرے آقا کی رسالت ونبوت کی تصدیق فرمادی تھی۔ حضور نے بھی انہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے پیغام الٰہی کی روشنی میں خوشخبری دی تھی کہ جنت میں موتیوں سے جڑا ہوا ایک خوبصورت محل آپ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ حضرت خدیجہ کے ساتھ گزارے ہوئے مہ وسال کو اور ان کے پاکیزہ کردار کو میرے آقا نے ہمیشہ بنظر تحسین دیکھا۔ بلاشبہ حضرت خدیجہ نے جو مکہ مکرمہ کی ایک مالدار ترین خاتون تھیں اپنی ساری دولت اور سرمایے کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور اس طرح میرے آقا کو تبلیغ واشاعت اسلام کے اولین مرحلے میں حصول روزگار سے بے نیاز کر دیا۔ حضور نے اپنی زوجہ محترمہ کی قبر مبارک میں خود تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا اس لئے میرے آقا نے قبر کی تیاری کے بعد اس کے اندر تشریف لے جا کر حضرت خدیجہ کے اعلیٰ درجات کا سامان مہیا فرمالیا۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی رحلت کے یہ واقعات یکے بعد دیگرے ہوئے تھے۔ ان رحلتوں کی وجہ سے اس سال کو غم کا سال ''عام الحزن'' کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوطالب کی وفات کی وجہ سے کفار مکہ کے حوصلے بلند ہو گئے تھے اور اب انہوں نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو اذیت پہنچانے کے سلسلے میں اضافہ کر دیا۔ اس سے پہلے کفار مکہ کو حضرت ابوطالب کی وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف گستاخی کرنے کی زیادہ جرأت نہ ہوتی تھی۔ اب ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ پہلے حضور کفار مکہ کے بدتمیزی کے رویے کا مشاہدہ کر کے گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہ مسکرا کر آپ کا استقبال کرتیں اور ہمت وحوصلہ بڑھاتی تھیں۔

اب وہ بھی رحلت فرما چکی تھیں۔ ایک دفعہ ایک بدبخت نے آپ کے جسم اطہر پر مٹی پھینک دی جس سے آپ کے سر مبارک کے بال مٹی سے اٹ گئے۔ آپ گھر تشریف لائے تو رفیقہ حیات بھی موجود نہیں تھیں جو اس طرح کے موقعوں پر آپ کو تسلی دیا کرتی تھیں۔ حضور کی صاحبزادیوں نے یہ منظر دیکھا تو غم کی شدت سے اشکبار ہو گئیں۔ وہ پانی بھر لائیں اور روتے روتے آپ کے خاک آلود سر مبارک کو دھویا آپ نے بچیوں کو تسلی دی رونے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرا محافظ وناصر ہے۔ مکہ مکرمہ میں کفار مکہ کی مخالفت اور ایذا رسانی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا اس لئے میرے آقا نے کسی دوسرے شہر جا کر تبلیغ دین کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے آپ کی نظر انتخاب ''طائف'' شہر پر پڑی۔ طائف ایک پہاڑی کی بلندی پر واقع شہر ہے اس شہر کی آب وہوا بڑی راحت افزا ہے اور موسم خوشگوار رہتا ہے۔ یہاں انگور کے باغات بکثرت موجود ہیں۔ اس زمانے میں یہ شہر علم وحکمت کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ یہاں پڑھے لکھے اور دانشور لوگ رہتے تھے، یہ شہر ایرانی شہروں جیسا لگتا تھا کیونکہ ایرانی معماروں نے اس کے اردگرد فصیل تعمیر کی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام طائف مشہور ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے خادم خاص حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ وہاں اس ارادے کے ساتھ تشریف لے گئے کہ وہاں کے عوام وخواص کو دعوت اسلام دیں۔ حضور کا قیام دس دن تک وہاں رہا۔ حضور نے انفرادی اور اجتماعی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ قیام کے آخری دن بڑے بڑے قبائلی سرداروں کے ہاں دعوت اسلام کے لئے تشریف لے گئے لیکن ان سب کا رویہ جارحانہ اور گستاخانہ تھا۔ انہوں نے بہت بدتمیزی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور کو شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا بلکہ انہوں نے شریر بچوں اور غنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ آپ جہاں جہاں تشریف لے جاتے یہ بدمعاش آپ کی ذات اقدس کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے، قہقہے لگاتے اور تالیاں پیٹتے، اس کے بعد انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ حضرت زید بن حارثہ میرے آقا کے کبھی آگے آجاتے اور کبھی پیچھے سے پناہ دیتے لیکن ظالم لوگ اس بے دردی سے سنگ زنی کر رہے تھے کہ میرے آقا کا جسم اطہر لہولہان ہو گیا، خون آپ کے نعلین مبارک میں جم گیا۔ سر اقدس میں کئی جگہ زخموں سے خون رس رہا تھا، حضور ان کی اس ظالمانہ کارروائی کے دوران تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاتے تو یہ لوگ میرے آقا کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے اور پھر پتھروں کی

Marfat.com

چھاڑ شروع کر دیتے، رحمت کائنات ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ ایک سخت ترین دن تھا جس دن میرے آقا نے طائف کے انسان نما وحشی درندوں کے ظلم و ستم کا سامنا کیا اور طائف سے باہر ایک باغ کے اندر دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پھر یہاں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد میرے آقا نے جو دعا فرمائی وہ ایک عبد خاص کا اپنے معبود کے حضور اظہار عبدیت کا کمال اظہار ہے آپ نے فرمایا:

''یا اللہ! میں اپنے قوت کے ضعف قلت اسباب اور لوگوں کی بے قدری کا تیری بارگاہ میں شکوہ کرتا ہوں۔

یا ارحم الراحمین! کمزور لوگوں کا تو ہی سہارا ہے، میرا سہارا بھی صرف تو ہی ہے تو پھر مجھے کن لوگوں کے حوالے کر رہا ہے؟ ان لوگوں کے جو مجھ سے دور ہیں اور مجھ سے بدتمیزی کرتے ہیں، کیا ان دشمنوں کو تو نے میرے امور کا مالک بنا دیا ہے اگر تو غضبناک نہ ہو تو پھر مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے، تیری عافیت ہی میرے لئے سب سے زیادہ وسعت آمیز ہے۔ تیرے چہرے کے نور کی پناہ طلب کرتا ہوں وہ نور کہ جس سے اندھیرے روشنی میں بدل جاتے ہیں دنیا اور آخرت کے امور اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں۔ میں تیرے غضب کے نازل ہونے اور تیرے ناراض ہو جانے سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تری رضا کے حصول کا طلب گار ہوں اور ہمیشہ تری رضا چاہتا ہوں میرے پاس کوئی طاقت وقوت نہیں صرف تیرا ہی سہارا ہے''۔

حضور یہاں سے روانہ ہوئے اور قرن الثعالب پہنچے تو ایک بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ فگن ہو گیا، حضور نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو پیغام الٰہی لے کر حاضر ہوئے تھے۔

انہوں نے بآواز بلند کہا:

''لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا مشاہدہ فرمایا ہے اور ان کی بدکلامی کو بھی سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا نگران فرشتہ اس لئے بھیجا ہے کہ تا کہ آپ جس طرح حکم دیں یہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پھر کہا:

''یا رسول اللہ! میں آپ کے حکم کی تعمیل کا منتظر ہوں، اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل کر ملیا میٹ کر دوں، مجھے حکم دیجئے کہ میں ان پہاڑوں کو آپس میں ملا کر اس آبادی کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دوں''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم کے منتظر فرشتے کی طرف دیکھا اب بس ایک لمحے کی بات تھی میرے آقا کی جنبش ابرو کی دیر تھی کہ مکہ اور طائف کے پہاڑوں کے درمیان بسنے والی کفار کی آبادیاں نیست و نابود ہو جاتیں لیکن عالمین کے لئے رحمت بن کر آنے والے اس پیکر حلم اور عالم علوم غیب نے ارشاد فرمایا:

''نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنے والی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طاقت میں کسی کو شریک سمجھے بغیر صرف اسی کی عبادت کریں گے''۔

حضور کے اس معافی کے اعلان کے بعد جبرئیل علیہ السلام پہاڑوں کے فرشتے کے ساتھ واپس چلے گئے۔ اور میرے آقا پر اطمینان اور تسکین کی کیفیت طاری ہو گئی حضور کو اپنی تکلیف بھول گئی اور اپنے رب کریم کے لئے میرے آقا کی زبان مبارک سے تشکر آمیز کلمات جاری ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بعد چند دن وادی نخلہ میں قیام فرمایا۔ مشیت خداوندی نے چاہا کہ میرے آقا کے پیغام پر ایمان کی سعادت حاصل کرنے والے ''جنات'' کو حضور کی خدمت میں حاضر کیا جائے تا کہ سرور کائنات کا پیغام اگر ابھی انسان قبول کرنے کی سعادت سے محروم ہیں تو ''جنات'' کی کثیر تعداد حضور کی امت میں شامل ہونے اور شرف صحابیت کرنے کا اعزاز حاصل کر لے۔

Marfat.com

صبح کا وقت تھا اور نخلہ کی پرسکون وادی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام قرآن مقدس کی آیات بینات کی تلاوت فرما رہے ہیں، ''جنات'' کی ایک جماعت کا وہاں سے گزر ہوا اور انہوں نے تلاوت کلام خدا بزبان مصطفیٰ سنی تو قرآن مقدس کی آیات نے ان پر گہرا اثر کیا۔ جنوں کی جماعت جب وہاں سے اپنے دیگر لوگوں کے پاس پہنچی تو اس انقلاب آفریں کلام کا ذکر کیا اور ان کو اسلام قبول کرنے کی تبلیغ اور تلقین کی اس طرح تلاوت قرآن مجید زبان نبوی سے سننے والے ان جنوں کی تبلیغی مساعی سے ان کی قوم کے بہت سے دوسرے جن بھی مسلمان ہو گئے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام طائف سے واپس مکہ مکرمہ اس عزم صمیم کے ساتھ تشریف لائے کہ تبلیغ دین کی دعوت ایک دفعہ پھر اس عزم اور یقین سے جاری رکھی جائے جس طرح پہلے جاری تھی اور حالات کی سنگینی اور دشمنوں کی ستم ظریفی کے باوجود توحید الٰہی کا پیغام ہر طرف پہنچایا جائے۔

حضرت زید بن حارثہ کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات مبارکہ کے حوالے سے دشمنان اسلام کے مذموم مقاصد اور ناپاک عزائم کا احساس تھا وہ اس لئے پریشان تھے کہ کہیں مکہ مکرمہ پہنچ کر کفار آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے کوئی انتہائی اقدام نہ کریں لیکن حضور نے ان کو تسلی دی اور فرمایا: ''اس مشکل وقت اللہ مدد فرمائے گا دین کے غلبے کے لئے مشکل آسان فرمادے گا'' حضور علیہ السلام مکہ جانے سے پہلے غار حرا تشریف لے گئے۔

چونکہ حضور نے مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور طائف تشریف لے گئے تھے اس لئے اس زمانے کے دستور کے مطابق اب ضروری تھا کہ شہر میں دوبارہ داخلے کے لئے کسی قبائلی سردار کی ضمانت حاصل کی جائے اور اس کی حفاظت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا جائے۔ مسلمانوں کی اس وقت تک افرادی قوت اور سیاسی حالت ایسی طاقتور نہیں تھی کہ وہ حضور کو بزور شمشیر مکہ مکرمہ واپس لے جاتے۔ اس لئے میرے آقا نے شہری ریاست کے دستور کے مطابق کسی قبائلی سردار کی معیت میں شہر میں دوبارہ داخل ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ میرے آقا کی طرف سے حمایت کے حصول کا پیغام عبداللہ بن اریقط کے ذریعے تین قبائلی سرداروں کو ملا۔ اخنس بن شریق الثقفی اور سہیل بن عمرو نے حفاظت مہیا کرنے سے انکار کر دیا لیکن مطعم بن عدی نے میرے آقا کو اپنی حفاظت میں مکہ مکرمہ میں واپس لانے کی حامی بھر لی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ''حرا'' سے اتر کر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے رات کو مطعم بن عدی کی رہائش گاہ میں آرام فرمایا۔

دوسرے دن حضور مطعم بن عدی اور اس کے سات بیٹوں کے ہمراہ حرم کعبہ پہنچے طواف بیت اللہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ مطعم اور اس کے بیٹوں نے حفاظت کی خاطر تلواریں اپنے اپنے گلے میں ڈال رکھی تھیں۔ کفار مکہ یہ منظر دیکھا تو انہوں نے مطعم سے پوچھا ''یہ کیا ہے؟''

''مطعم نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں نے محمد ﷺ کو اپنی پناہ دے دی۔ اب تم میں سے کوئی بھی انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا'' ابوجہل نے یہ سمجھا کہ شاید مطعم بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا:

''کیا تم بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر ان کے پیروکار بن گئے ہو یا صرف پناہ دینے کی خاطر یہاں آئے ہو؟''

''نہیں! میں نے انہیں پناہ دینے کا فیصلہ کیا ہے''

مطعم کی زبان سے یہ سن کر ابوجہل کو تسلی ہوئی اس نے کہا:

''پھر مت گھبراؤ! ہم تیرے پناہ دینے کے اس عمل کو تسلیم کرتے ہیں''

قبائلی روایات کے تحت مطعم اور اس کے بیٹوں نے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو بحفاظت آپ کے کاشانہ اقدس تک پہنچایا۔

میرے آقا نے مکہ مکرمہ کی واپسی کے اس مرحلے میں مطعم بن عدی کے اس طرز عمل اور احسان کو ہمیشہ یاد رکھا اور تحسین آمیز کلمات سے اس کا ذکر کیا۔

Marfat.com

طائف کا سفر اگرچہ دلخراش واقعہ کی وجہ سے ایک ناخوشگوار سفر تھا اور مکہ واپسی پر بھی کفار مکہ کا ردعمل کوئی حوصلہ افزا نہیں تھا لیکن میرے آقا کے دعوت وتبلیغ کے کام میں کوئی تعطل اور وقفہ نہیں آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب طائف سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ حج کا موسم شروع ہونے والا تھا، آپ نے حسب معمول حج کے ایام میں دور دراز سے آنے والے قبائل اور وفود سے ملاقاتوں کے ذریعے تبلیغ دین کی مہم گزشتہ سالوں کی طرح جاری رکھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ قبائلی وفود کا رویہ پہلے جیسا ہے یا وہ پیغام نبوت نہیں سننا چاہتے۔ میرے آقا اللہ رب العالمین کے پیغام ہدایت کو پہنچانے کی ذمہ داری تسلسل سے نبھاتے رہے۔ کچھ لوگ ایسی نازیبا باتیں کرتے کہ آپ کے مزاج لطیف پر بہت گراں گزرتیں لیکن یہ نازیبا کلمات بھی آپ کو کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کے رب نے وعدہ کیا تھا کہ اس دین نے پوری دنیا پر غالب ہونا ہے اور اس کو غلبہ میرے آقا کی زبان مبارک کے فیض سے ہی حاصل ہونا تھا۔ حضور کو ان خوش قسمت لوگوں کی تلاش تھی جو اس پیغام کو دل وجان سے تسلیم کریں اور پھر اس دین کی اشاعت و نصرت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ بڑے بڑے مخالفین بھی میرے سرکار کی قائدانہ صلاحیت اور فراست کے قائل تھے لیکن وہ حضور کو اپنی دنیاوی حرص اور قائدانہ ہوس کے تابع کرنا چاہتے تھے جو کہ ممکن ہی نہیں تھا، ایک دفعہ ایک قبائلی سردار بحیرہ بن فراس نے کہا ''اگر آپ میرے ساتھ شامل ہو جائیں تو پورے عرب پر قبضہ کر سکتا ہوں'' اس نے آپ سے پوچھا:

''اگر ہماری حمایت کی وجہ سے آپ اپنے دشمنوں کو شکست دے دیں تو کیا اس کے بعد قیادت ہمارے حوالے کر دیں گے؟'' میرے آقا نے جواب دیا:

''یہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے یہ اس کے دست قدرت میں ہے کہ وہ جس کو چاہے اقتدار دے دے''

آپ کا یہ دوٹوک جواب سن کر وہ یہ کہہ کر چلتا بنا۔

''مشکل میں ہم سب کی مخالفت کا سامنا کریں لیکن جب آپ کو عروج اور طاقت مل جائے تو اقتدار کسی اور کو حاصل ہو۔ نہیں، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے''

یہ لوگ آپ کے پیغام کو بھی اپنی علاقائی اور قبائلی سوچ کے تابع ہو کر سوچتے تھے اور شاید سمجھتے تھے یہ قیادت وسیادت کے حصول کی مہم ہے، ان نادانوں اور کم فہموں کو کیا خبر تھی کہ اس دین کی اشاعت کو وہ روک ہی نہیں سکتے تھے جسے وہ اس وقت جزیرۃ العرب میں پھلنے پھولنے سے روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے ایک دن پوری دنیا میں سب سے زیادہ انسانوں نے اس پر عمل کرنا تھا اور اس کی تعلیمات کو دل وجان سے تسلیم کرنا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے خواہ عیسائی لوگ یہ کہتے پھریں کہ دنیا میں ان کے عقیدے سے منسوب لوگوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن حقیقت یہی ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا کہ دنیا میں جس دین کی سب سے زیادہ عملی طور پر پیروی کی جاتی ہے اور جس دین کی تعلیمات کی باقاعدگی سے اتباع کرنے والے لوگ دنیا میں تعداد میں سب سے بڑھ کر ہیں وہ اسلام ہے اور دنیا بھر میں میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر مقبول ومعروف ومحبوب شخصیت اور کوئی نہیں ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے پیغام حق کو پذیرائی حاصل ہونے اور آپ کو سیاسی قوت ملنے کا مرحلہ قریب آ رہا تھا۔ میرے آقا حج کے ایام میں اپنے معمولات کے مطابق مختلف خیموں میں جا کر تبلیغ واشاعت دین کی مہم میں مصروف تھے یہ نبوت کے گیارھویں سال جولائی 620ء کے حج کے دن تھے۔

آپ کے جان نثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے اور اس پیغام کو قبول کرنے کی صورت میں فوز وفلاح کی نوید دیتے۔ اس مہم کے دوران منیٰ کے ایک خیمے میں آپ نے ایک

Marfat.com

طرف چھ نوجوانوں کو کھڑے ہوئے دیکھا تو میرے آقا نے ان سے بات چیت کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضور ان کے قریب پہنچے اور گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے دریافت فرمایا:

”آپ لوگ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں“

”ہمارا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے“

”اچھا! آپ لوگ یہودیوں کے حلیف ہیں؟“

”جی ہاں! ہم نے یہودیوں سے دوستی کا معاہدہ کیا ہوا ہے“

”اگر آپ لوگ تشریف رکھیں تو آپ سے بیٹھ کر کچھ باتیں کرلیں“

وہ لوگ بیٹھ گئے تو میرے آقا نے اتنے حسین انداز میں ان کو اسلام کا تعارف پیش کیا کہ انہیں یقین آ گیا کہ آپ ہی وہ نبی آخرالزماں ہیں جن کا تذکرہ کتب آسمانی میں موجود ہے اور جن کے حوالے سے یہودی یثرب میں گفتگو کیا کرتے تھے ان پاکیزہ خصلت لوگوں نے پیغام حق کو تسلیم کرنے میں تاخیر نہ کی۔ یہ چھ افراد اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرلیا۔ یہ صرف چھ افراد ہی نہیں تھے بلکہ تاریخ کا رخ موڑنے والے حالات کا پیش خیمہ تھے۔ ان چھ افراد سعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر اور حارث بن عبداللہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد یثرب واپس جا کر میرے آقا کے حکم کے مطابق اسلام کی تبلیغ کی مہم اس یکسوئی کے ساتھ شروع کی کہ نور اسلام کی کرنیں وادی طیبہ میں ہر طرف پھیلنے لگیں۔ یہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بے مثال قائدانہ فراست اور آپ کی عزیمت واستقامت کا معجزہ تھا کہ پیغام اسلام مکہ مکرمہ کی حدود سے نکل کر اب جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں میں پذیرائی حاصل کرنے لگا تھا۔

Marfat.com

گیارھواں منظر

صحن کعبہ کے قریب کوہ صفا کے ایک گوشہ میں میرے آقا اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ تنہائی میں عبد خاص اپنے معبود سے راز و نیاز کی باتیں فرما رہا ہے۔ صحن کعبہ میں ابو جہل اور دیگر دشمنان اسلام جمع ہیں اور اسلام کے پیغام انقلاب کے بڑھتے ہوئے اثرات پر متفکر اور پریشان ہیں اور میرے آقا کے متعلق نازیبا کلمات کہہ رہے ہیں۔

میرے آقا ان کی گستاخانہ گفتگو کو نظر انداز کرتے ہوئے کوہ صفا کے دامن میں بیٹھے ہوئے رب تعالیٰ کے پیغام کی اشاعت کے متعلق سوچ رہے ہیں اور تلاوت کلام الٰہی فرما رہے ہیں۔

میرے آقا کا بدترین دشمن ابو جہل وہاں سے گزرتا ہے اور اس کی نظر حضور علیہ السلام پر جب پڑتی ہے تو شیطان اس کو گستاخی رسول پر اکساتا ہے۔

وہ حضور علیہ السلام سے اپنی ناپاک زبان سے بدکلامی کرنے لگتا ہے جب زبان کی غلاظت اگل دینے سے بھی دل کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو ابو جہل پاگل پن کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی چھڑی سے میرے آقا کے نرم و نازک جسم اطہر پر حملہ کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آقا کے جسم پر سرخ نشانات ابھر آتے ہیں اور بعض جگہ سے خون بھی بہنے لگتا ہے لیکن اس کا ہاتھ نہیں رکتا اور وہ مسلسل میرے آقا کو چھڑی سے مار رہا ہے، وہ حواس باختہ ہو کر میرے آقا کے جسم کو تشدد کا نشانہ بنا رہا ہے لیکن حضور صبر و استقامت کا پیکر بنے ہوئے خاموش ہیں اور اپنے رب کریم کی رضا پر راضی ہیں۔

وہ اس مذموم حرکت کے بعد صحن کعبہ چلا جاتا ہے اور وہاں محفل میں موجود اپنے ہمنواؤں کو فخریہ انداز میں جا کر یہ واقعہ بتاتا ہے کہ کس طرح اس نے آج میرے آقا پر تشدد کیا ہے۔ کفار مکہ کے قہقہے گونج رہے ہیں۔ وہ ابو جہل کی جرأت اور اس کے بے باکانہ طرز عمل کی داد دے رہے ہیں۔ میرے آقا ان ظالموں کے گستاخانہ کلمات اور تمسخر و استہزاء پر مبنی فقروں کو سن رہے ہیں اور خاموش ہیں۔

کوہ صفا کے قریب عبداللہ بن جدعان کے گھر کے ایک دریچے سے ایک خاتون یہ سارا منظر دیکھ رہی ہے۔ اس گھر میں خدمت سرانجام دینے والی یہ خادمہ ابو جہل کے اس سفاکانہ طرز عمل کو دیکھ کر سوچ رہی ہے کہ اس شہر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ابو جہل کا ہاتھ روک سکے۔ اس کے ظلم و ستم سے پیغمبر اسلام داعی حق کو محفوظ رکھ سکے اور ابو جہل سے بدلہ لے سکے وہ سوچ رہی ہے کہ کوئی تو ایسا ہو جو اس گستاخ رسول کے سامنے چٹان بن کر کھڑا ہو جائے۔ یہ کام قریش کے امیر ترین قبیلے بنو ہاشم کا کوئی فرد ہی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

شام کے سائے ڈھل رہے ہیں۔ غروب آفتاب کے لمحات قریب آ رہے ہیں، لوگ دن بدن کی مصروفیات کے بعد اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

تاجر اپنے سامان کو سمیٹ رہے ہیں۔ قہوہ خانے بند ہونے کو ہیں اور صحن کعبہ میں ابوجہل جو بزم سجا کر بیٹھا ہے اس کے افراد اس دن کی کارروائی پر خوشی کے جذبات کا اظہار احساس تفاخر سے سارا دن کرتے رہے ہیں۔ اب محفل برخاست ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

ایک طرف سے ایک گھڑ سوار تیز رفتاری سے مکۃ المکرمہ میں داخل ہوتا ہے ہر کسی کی نگاہیں اس طرف اٹھ جاتی ہیں۔ دن بھر مضافات مکہ میں شکار کرنے کے بعد ایک شکاری تیر کمان لئے اپنے گھوڑے پر واپس آ رہا ہے یہ جرأت و بہادری کی علامت اور شہسواری میں اپنی مثال آپ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ بنو ہاشم کا بانکا اور سجیلا شہہ زور جس کی بہادری اور شجاعت کے چرچے عام ہیں۔ رشتے میں یہ میرے آقا کا چچا ہے لیکن ابھی تک دشمنان اسلام کی صفوں میں ہے۔ اسلام قبول کرنے کے لئے شاید کسی ایسے ہی واقعے کی ضرورت تھی جو آج رونما ہوا تھا۔

حمزہ جیسے ہی صحن کعبہ کی طرف بڑھتے ہیں ابن جدعان کی خادمہ بڑھ کر ان کا راستہ روک لیتی ہے۔

''حمزہ! تم شہسوار ہو اور تمہاری بہادری کے بڑے چرچے ہیں لیکن افسوس کہ تم اپنے بھتیجے محمد کے گستاخ کا بدلہ لینے کے قابل بھی نہیں ہو۔ تم کیسے بہادر ہو جو اپنے خاندان کی عزت و آبرو کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے؟''

خاتون کی گفتگو حمزہ کو گہری سوچ میں مبتلا کر دیتی ہے۔

وہ حیرانی سے پوچھتے ہیں:

''کیا ہوا محمد کو؟''

''اس بدبخت ابوجہل نے آج انہیں شدید جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور گالیاں دی ہیں سب لوگ قہقہے لگاتے رہے ہیں اور ابوجہل من مانی کرتا رہا ہے لیکن تمہارے بھتیجے نے صبر سے اس ظلم کو برداشت کیا ہے اور خاموشی اختیار کئے رکھی ہے''

حمزہ جیسے ہی اس خادمہ سے یہ سنتے ہیں تو فوراً صحن کعبہ میں پہنچتے ہیں۔ آج وہ بہت تیز تیز قدم اٹھا رہے ہیں ان کا معمول تھا کہ وہ پہلے طواف کعبہ کرتے اور پھر محفل کی طرف آتے لیکن آج ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ انتہائی غصے میں ہیں۔ وہ سیدھا ابوجہل کی طرف آتے ہیں وہ ابھی تک محفل میں تکبر و نخوت کی علامت بنا ہوا بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ اس کی تعریفیں کر کے اس کا دماغ مزید خراب کر رہے ہیں۔ حمزہ ابوجہل کے قریب پہنچتے ہی اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی کمان پورے زور سے ابوجہل کے سر پر مارتے ہیں اور پھر اس کے سر پر شدید ضربات لگاتے ہیں کہ اس کا سر پھٹ جاتا ہے۔ وہ گھبرا کر حمزہ کی طرف دیکھتا ہے۔

''اے میرے دوست! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کیا غلط کیا ہے! تم بھی تو ہمارے ساتھ ہو، تمہیں تو خوش ہونا چاہئے''۔

''تمہیں جرأت کس طرح ہوئی کہ تم نے محمد پر حملہ کیا اور ان پر جسمانی تشدد کیا۔ تیری یہ ہمت کہ تو ان پر ہاتھ اٹھائے''۔ حمزہ غصے میں کہتے بھی جاتے ہیں اور ابوجہل کو مارتے بھی جاتے ہیں ''لیکن تمہیں ان سے کیا تعلق ہے'' ابوجہل اپنے خون آلود جسم کو دیکھ کر حمزہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں نے ایک مشترکہ دشمن پر حملہ کیا ہے۔

''نہیں! میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں میں نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے''۔

ابوجہل کے ساتھی آگے بڑھ کر حمزہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں ابوجہل ان کو روک دیتا ہے۔

''نہیں کوئی بھی ابوعمارہ حمزہ کو کچھ نہیں کہے گا، مجھے میری غلطی کی سزا ملنی ہی چاہیے تھی''۔

چالاک و عیار ابوجہل جانتا ہے کہ اس وقت یہاں سے بھاگ جانے میں عافیت ہے، ورنہ جان بھی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں

Marfat.com

بیت وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور حمزہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ حمزہ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتے بدلتے گزار دیتے ہیں۔ وہ سوچ رہے ہیں کہ کیا میں اسلام قبول کرلوں؟ کیا یہ سچا دین ہے! کیا محمد ﷺ کا پیغام برحق ہے! کہیں یہ آتش انتقام تو نہیں تھی کہ میرے بھتیجے پر حملہ کیوں کیا گیا؟ کیا واقعی مجھے اسلام کے پیغام کی صداقت پر یقین ہو گیا ہے؟ یہ سوچتے سوچتے رات بیت جاتی ہے دوسرے دن علی الصبح ان پر حقیقت منکشف ہو گئی ہے اور دل میں اطمینان کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے۔ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کے ذہن میں شک کے کچھ گوشے بھی موجود ہیں۔ وہ میرے آقا ﷺ کی خدمت میں پہنچتے ہیں تو حضور محبت سے اپنے چچا کا استقبال کرتے ہیں۔ حضور کو معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے ابوجہل کی گستاخی کا بدلہ لے لیا ہے۔

حضرت حمزہ ابوجہل کے تشدد کا بدلہ لینے کا تذکرہ کرتے ہیں تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ''چچا! اگر وہ میرا دشمن ہے تو آپ نے بھی میرے پیغام کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا، اس لحاظ سے آپ بھی میرے ساتھ نہیں ہیں مجھے تمہارے بدلہ لے لینے سے کوئی خوشی نہیں ہوئی اگر تم اسلام قبول کرلو تو مجھے خوشی ہو گی''

''اے میرے پیارے بھتیجے! میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ ٹھیک کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ میں بڑی ہی الجھن میں مبتلا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میرے ذہن کے شکوک کو دور کیجئے! مجھے اسلام کے پیغام کے بارے میں کچھ بتائیے''۔

میرے آقا ﷺ جان گئے ہیں کہ حمزہ کا دل اب حقانیت اسلام کو تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ صرف اطمینان قلب کے لئے انہیں بنیادی نکات سمجھانے کی ضرورت ہے۔

حضور پیغام اسلام کو حکیمانہ انداز سے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک ایک لفظ حضرت حمزہ کے دل کی گہرائی میں اترتا ہوا چلا جاتا ہے اور چند ہی لمحوں میں عبدالمطلب کا یہ نور نظر شہسوار مکہ جاں نثار رسول بننے کا اعلان کر دیتا ہے اور حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے میں ذرہ بھر تاخیر نہیں کرتا۔ کل تک مخالفین کا ساتھ دینے والے حمزہ اب آقا ﷺ سے گزارش کر رہے ہیں۔

''آپ ارشاد فرماتے رہیں اور میں سنتا رہوں، اب تو دل بس یہی چاہتا ہے کہ آپ ہی کی صحبت میں رہوں۔ چاہے مجھے دنیا بھر کی نعمتیں بھی کوئی دے دے پھر بھی میں جاہلیت کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں''۔

حضرت حمزہ کے اسلام قبول کر لینے کے اعلان نے مکہ میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ اس روز مکۃ المکرمہ کی محفلوں، بازاروں اور گھروں میں یہ ایک اہم موضوع تھا جو ہر کسی کے لئے موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے انداز میں آنے والے واقعات کی تصویر کشی کر رہے تھے اور مستقبل میں ممکنہ طور پر رونما ہونے حالات میں ظن و تخمین کے رنگ بھر رہے تھے۔ اعلان نبوت کے دوسرے سال رونما ہونے والا یہ واقعہ تاریخ اسلام کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے۔

Marfat.com

السابقون الاولون

ستاروں کا جھرمٹ

کسی بھی تحریک کے اولین جاں نثاروں کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس تحریک کے ابتدائی دور کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور جرأت واستقامت سے اپنے قائد کا ساتھ دیتے اور اس کے دست و بازو بنتے ہیں۔

یہ تحریک کا ہراول دستہ ہوتے ہیں جن کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے یہ وہ بنیاد کا پتھر ہوتے ہیں جن پر کامیابیوں اور کامرانیوں کی عظیم الشان عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ ان کے کردار کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پیغمبر اسلام کے اولین دور کے جاں نثار ساتھیوں میں وہ تمام لوگ پوری امت مسلمہ کے خراج تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے نامساعد حالات بے انتہا پریشانیوں اور مشکلات کے باوجود میرے آقا کا ہر مرحلے پر بھرپور ساتھ دیا۔ تاریخ اسلام کو ان پر ہمیشہ ناز رہے گا جو کوئی بھی عزیمت کی ان چٹانوں کے کردار کو گھٹانے یا مٹانے کی کوشش کرے گا نہ وہ مسلمانوں کی اکثریت (سواد اعظم) کا اعتماد حاصل کر سکے گا اور نہ ہی میرے آقا کی خوشنودی، ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اسلام کے اولین دور کے ان عظیم کرداروں کی اہمیت کو تسلیم کریں اور ان کی ناقابل فراموش خدمات کا اعتراف بھی کریں اور اظہار بھی میرے آقا کے صحابہ کرام سب ہی لائق واحترام وتعظیم ہیں لیکن السابقون الالون، ابتدائی دور میں مصطفوی قافلہ میں شریک ہونے والے وہ بے مثال لوگ ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کے اولین ساتھی بننے کا اعزاز دینے کے لیے چن لیا تھا۔

سب سے پہلے پیغام حبیب کبریا پر "لبیک" کہنے والی آپ کی رفیقہ حیات سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے بڑھ کر میرے آقا کے کردار آپ کے اخلاق اور آپ کے محاسن کو اور کون جان سکتا تھا۔ انسان اپنی شخصیت پر مختلف حجابات ڈال کر باہر والوں کے سامنے خصوصی تاثر پیدا کر سکتا ہے اور شخصیت کا ایک ظاہری خول چڑھا کر اپنے آپ کو مثالی شخصیت کے طور پر متعارف کرانے میں وقتی طور پر کامیاب ہو سکتا ہے لیکن کبھی بھی اپنے گھر میں وہ اپنے حقیقی کردار پر تادیر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اگر اس کی شخصیت میں تضاد ہے تو پھر گھر والوں سے وہ زیادہ عرصہ تک اپنی حقیقی شخصیت کو چھپا نہیں سکتا۔ اہل خانہ پر کردار اور گفتار کا تفاوت عیاں ہو جاتا ہے لیکن میرے آقا کے پیغام رسالت کی سب سے پہلے تصدیق آپ کی زوجہ مطہرہ نے کی جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی رحمت سرور دو عالم ﷺ جس طرح گھر سے باہر "صادق" اور "الامین" تھے کردار کا یہی پہلو گھر کی چار دیواری میں بھی روشن اور منور تھا۔

گھر میں حضرت خدیجہ کے قبول اسلام کے ساتھ ہی حضرت علی المرتضیٰ نے بھی پیغام اسلام کو قبول کرنے کی اولیت کی سعادت حاصل کی۔ دس سالہ حضرت علی میرے آقا کی پرورش میں تھے اور ہر وقت حضور کے احوال ان کے مشاہدے میں رہتے تھے۔ حضرت علی اعلان نبوت سے پہلے ہی نبوت کی آغوش میں پروان چڑھ رہے تھے۔ میرے آقا کے گھرانے کے ایک فرد کی حیثیت سے خواہ وہ دس سالہ بچے ہی تھے۔ ان کی فراست بین نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ جو شخصیت ان کی کفالت اور سرپرستی کر رہی ہے وہ معمولی شخصیت نہیں ہے۔ انہوں نے جس دن حضور علیہ السلام کو حضرت خدیجہ کے ساتھ گھر میں نماز پڑھتے دیکھا تو بڑے اشتیاق سے اس کے متعلق پوچھا۔ میرے آقا نے ننھے علی کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا اور تنبیہ فرمائی کہ ابھی کسی کو اس کے متعلق بتانا نہیں ہے۔ دوسرے دن حضرت علی نے پیغام رسالت کو تسلیم کرتے ہی حضور کی اتباع میں عبادت خداوندی شروع کر دی۔

یہی وہ دن تھا جب حضرت ابوبکر صدیق نے بھی وحی الٰہی کی خبر سنتے ہی حضور کی نبوت ورسالت کی تصدیق کا اعلان کر دیا تھا۔ وہ ایک

Marfat.com

عرصہ سے اس دن کے انتظار میں تھے کہ کب حضور اپنی بعثت کا اعلان فرمائیں اور وہ غلامی رسول میں آنے کے سلسلے میں سبقت حاصل کر لیں۔ انہیں پہلے سے ہی یقین تھا کہ ان کے رفیق محترم اور ہمدم دیرینہ کسی اہم اور اعلیٰ مقصد کے لئے تخلیق فرمائے گئے ہیں اور جب انہیں اس مقصد کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کر لیا۔

انہوں نے ایک عرصہ پہلے خواب دیکھا تھا کہ آسمان کا چاند مکہ کی سرزمین پر اتر آیا ہے اور اس کے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے ہیں اور نور کی کرنیں مختلف گھروں کو منور کر رہی ہیں لیکن ان کی گود میں مکمل چاند آ گیا ہے۔ انہوں نے خوابوں کی تعبیریں بتانے والے علماء سے رجوع کیا تو انہیں بتایا گیا کہ آپ نبی آخر الزمان کی رفاقت اور ان کے پیغام کو تسلیم کرنے کی سعادت حاصل کریں گے بلکہ آپ کا حصہ اس حصول سعادت میں سب سے بڑھ کر اور ممتاز نوعیت کا ہوگا۔ اس لئے میرے آقا نے جب انہیں دعوت اسلام پیش کی تو انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچا اور فوراً تصدیق کر کے پیغام صداقت کے علمبردار بن گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا اعتراف کیا۔ ایک اور خصوصیت جو حضرت ابوبکر صدیق کو ممتاز مقام کو عطا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ میرے آقا ان سے رابطہ کرتے اور پیغام نبوت و رسالت سے آگاہ فرماتے حضرت ابوبکر خود چل کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کیونکہ ایک محفل میں بیٹھے ہوئے انہوں نے میزبان کی خادمہ کو یہ کہتے ہوئے سن لیا تھا کہ حضرت خدیجہ نے اپنے شوہر کے متعلق کہا ہے کہ وہ اسی طرح اللہ کے رسول ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر وہاں سے اٹھے۔ وہ حکیم بن حزام کے گھر سے سیدھا کاشانہ مصطفوی پہنچے اور آپ سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ حضور نے تفصیل بتائی تو حضرت صدیق اکبر نے بے ساختہ عرض کی۔

”آپ نے بالکل سچ فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ سراپا صدق ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے اور آپ رسول اللہ ہیں“

مزاج کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق ہمیشہ وحدانیت خداوندی پر یقین رکھنے والے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی طرح کی اخلاقی برائیوں کا کبھی ارتکاب کیا۔ ان کی شخصی خوبیوں کی وجہ سے مکۃ المکرمہ میں انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور وہ ایک معزز و ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ ان کا پہلے دن سے ہی اعلان نبوت کو تسلیم کرنا بہت سے دیگر لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بنا کیونکہ ہر معاشرہ میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو معزز اور نامور لوگوں کی اتباع کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے قبول اسلام کے بعد اپنے قریبی دوستوں سے رابطہ کیا اور انہیں اسلام کی طرف مائل کیا۔ یہ ان کا ایسا عظیم کارنامہ ہے جو انہیں تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں منفرد اور ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ مکہ کے ایک خوشحال تاجر حضرت عثمان بن عفان سے حضرت ابوبکر صدیق نے ہی رابطہ قائم کیا تھا اور انہیں اسلام کی طرف رغبت دلائی تھی۔ دونوں کے دوستانہ مراسم اور تجارتی تعلقات پہلے سے ہی موجود تھے۔ وہ ایک دوسرے کے مزاج سے بخوبی آگاہ تھے اور اچھی طرح سے ایک دوسرے کی قلبی کیفیات سے شناسا تھے۔ فطرت سلیمہ کے افراد ہمیشہ ہم جلیسوں کو ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان کی دوستی جو اولاً دو پاکباز معزز شہریوں اور تاجر پیشہ افراد کی دوستی تھی بالآخر اسلام قبول کرنے میں اولیت حاصل کرنے کی سعادت کی وجہ سے پیغام اسلام کے اولین مبلغین کی صورت اختیار کر گئی۔ دونوں نے اس راہ حق میں بڑی مشکلات دیکھیں۔ انہیں بہت ستایا گیا، جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ بنو امیہ کے اندر سرداری رنگ غالب تھا۔ اس لئے وہ پیغام الٰہی اور نبوت مصطفوی کو اپنی بادشاہی اور شہری حکومت پر تسلط کے خلاف ایک سازش سمجھتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے فرد عثمان کے اسلام قبول کرنے کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھنے لگے تھے۔

حضرت عثمان کے خاندان کے لوگ ان پر طرح طرح سے تشدد کرتے تھے۔ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر انہیں آگ کے

Marfat.com

شعلوں کے قریب رکھ دیتا تا کہ وہ اس کی حدت سے تڑپتے رہیں لیکن اس حالت میں بھی حضرت عثمان حضور کے سامنے کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ حضور کو ان کی استقامت پر بہت خوشی تھی۔ آپ اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی کرنے کا کوئی موقع نہیں جانے دیتے تھے۔ حضرت عثمان کی قربانیوں اور ایثار کا صلہ انہیں قطعی جنتی ہونے کی بشارت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملا کہ حضور نے انہیں داماد ہونے کا شرف عطا کیا۔ یہی نہیں بلکہ انہیں یکے بعد دیگرے نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کرنے کا ممتاز اعزاز بھی حاصل ہوا اور انہیں دو ہجرتیں کرنے کا شرف بھی ملا۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور پھر مدینۃ الرسول کی طرف۔

حضرت ابوبکر صدیق نے بھی ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی اجازت سے مکہ والوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر شہر چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ وہ جب شہر کے مضافات میں پہنچے تو ایک قبائلی سردار اپنی حفاظت میں انہیں یہ کہہ کر واپس لے آیا کہ جب آپ جیسے معزز اور شریف شہری مکہ چھوڑ کر چلے جائیں گے تو شر پسندوں کو حوصلہ اور تقویت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میرے آقا کے ساتھ ہجرت مدینہ کے سفر کی ہمراہی کے لئے چن لیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے پھوپھی زاد حضرت زبیر بن العوام بھی ان اولین خوش قسمت افراد میں شامل ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کی حضور سے دو طرح سے رشتہ داری تھی۔ وہ میرے آقا کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حضرت خدیجہ کے بھتیجے بھی۔ دس سالہ علی اور بارہ سالہ زبیر اکٹھے بچپن کے کھیل کھیلتے ہوں گے کیونکہ حضرت علی سیدہ خدیجہ کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور حضرت زبیر حضرت خدیجہ کے بھائی کے بیٹے تھے۔ یہ دونوں بچے آنے والے وقتوں میں اسلامی تاریخ کے نامور افراد بننے والے تھے۔ حضرت علی نے جب اعلانیہ طور پر اسلام قبول کرنے سے متعلق ہر کسی کو آگاہ کر دیا اور یہ خبر ان کے والد حضرت ابوطالب تک بھی پہنچ گئی جسے انہوں نے پسند فرمایا تو خاندان کے دیگر نوجوانوں کو بھی اسلام کی تعلیمات میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

حضرت ابوبکر نے اپنے دوستوں میں اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری اٹھائی تھی ان کی کوششوں سے بہت سے لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ اولین دور کے مسلمانوں کی فہرست دیکھیں تو اس میں اکثریت نوجوانوں کی نظر آتی ہے کیونکہ زیادہ عمر کے افراد کے لئے پرانے رسم و رواج اور صدیوں سے چلے آ رہے جھوٹے بتوں کی تصورات کو چھوڑنا آسان نہ تھا جبکہ نوجوان تازہ دین اسلام کے پیغام انقلاب کو تسلیم بھی کر رہے تھے اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا بھی کر رہے تھے۔ بارہ سالہ باہمت لڑکے زبیر نے جس طرح راہ حق میں اذیتیں برداشت کیں وہ نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان کے بڑے بوڑھوں نے ان کو دین اسلام سے ہٹانے کے لئے ذہنی اذیت اور تشدد کا ہر حربہ آزمایا لیکن زبیر کے حوصلے بلند رہے اور انہوں نے ہر مرتبہ تشدد کے جواب میں ایک ہی جواب دیا۔

''تم جس طرح سے چاہو مجھے اذیتیں دیتے رہو، میرا ایک ہی جواب ہے نہیں! میں کسی بھی طرح راہ حق سے منہ موڑ کر کفر کی طرف نہیں جاؤں گا''

اس بچے نے آگے چل کر یرموک اور مصر میں اسلامی افواج کی قیادت کرنا تھی بچپن میں پیش آنے والی ان مشکلات نے انہیں مستقبل میں ہر خطر اور کٹھن حالات سے نبرد آزما ہونا سکھا دیا تھا۔

تیس سالہ عبدالرحمٰن بن عوف تجارت پیشہ نوجوان تھے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ ان کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ان کی کامیاب تجارت اور سخاوت دونوں ہی مکہ میں مشہور تھیں۔ مالی خوشحالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شخصی وجاہت سے بھی نوازا تھا۔ سرخ و سفید رنگت کے عبدالرحمٰن کی بہترین صحت کی ایک علامت یہ رہی کہ 72 سالہ زندگی کے آخری حصے تک ان کے بال سیاہ رہے۔ جس طرح مکۃ المکرمہ میں وہ ایک خوشحال تاجر تھے ہجرت کے بعد مدینۃ المنورۃ میں بھی انہوں نے تجارت سے تعلق قائم رکھا۔

اسلام کی راہ میں گھر بار مال و دولت لٹا کر بھی تسلیم و رضا کے پیکر بنے رہے۔ اذیتی دور میں مسلمان ہونے والے حضرت عبدالرحمٰن بن

Marfat.com

عوف نے ہر طرح کی قربانی دے کر عزم واستقامت کی مثال قائم کی۔ ایک اور نوجوان جن کا نام اولین دور کے نامور مسلمانوں میں ہوتا ہے وہ انیس سالہ سعد بن ابی وقاص ہیں۔ حضرت سعد کی شہرت ایک شہسوار اور کامیاب تیرانداز کی تھی۔ اس نڈر اور بے خوف وخطر نوجوان نے میرے آقا کے حکم پر دشمنان اسلام پر تیروں کی بوچھاڑ کرنے اور ان کا خون بہانے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ وہ ایک مضبوط قوت فیصلہ کے مالک تھے۔ ان کی ماں نے انہیں اسلام سے ہٹانے کے لئے کھانا پینا ترک کر دیا اور مرتے دم تک کچھ نہ کھانے کی جذباتی دھمکی دی تو حضرت سعد نے ماں کے اس جذباتی ''بلیک میل'' کو تسلیم نہ کرتے ہوئے راہ حق پر ڈٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ نتیجتاً ماں نے بھی بیٹے کے اٹل فیصلے کو دیکھتے ہوئے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس نوجوان کو آنے والے وقت میں اپنے دور کی ''سپر پاور'' عظیم الشان سلطنت فارس کو فتح کرنے میں کلیدی کردار ادا کرنا تھا اور ہزاروں سالوں سے قائم سلطنت کسریٰ کو ختم کرنے والی اسلامی افواج کی قیادت کرنا تھی۔ ایسے سپہ سالار کے لئے ایسی ہی قوت ارادی ہونا لازمی تھا۔

ایک اور نوجوان طلحہ بن عبید اللہ نے ایک نصرانی راہب سے بصریٰ میں سنا تھا کہ مکۃ المکرّمہ کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کا ظہور ہوگا۔ وہ اسی جستجو میں واپس مکۃ المکرّمہ پہنچے تو میرے آقا کے اعلان نبوت کے متعلق معلوم ہوا۔ مزید معلومات کے حصول کے لئے وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے حضرت ابوبکر ان کو ابتدائی تعلیمات مہیا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں لے گئے، چہرہ مصطفیٰ کا دیدار کرتے ہی طلحہ نے دہلیز نبوت پر سر جھکا دیا۔ ان کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں اور حضرت ابوبکر دونوں پر قریش کے ایک شخص نوفل بن عدویہ نے شدید ترین تشدد کیا۔ نوفل بن عدویہ کو ''قریشیوں کا شیر'' کہا جاتا تھا، اس شیر نے اپنی طاقت کا اظہار یوں دکھایا کہ ابو بکر و طلحہ کو باندھ کر اذیتیں دیتا رہا لیکن مکہ میں کسی کے اندر ہمت نہ تھی کہ ان مظلوموں کو اس کے ظلم وستم کا نشانہ بننے سے روک سکے۔ میرے آقا ان حالات میں اپنے جاں نثاروں کو ابن عدویہ کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

ایک اور موقع پر حضرت ابوبکر پر عتبہ بن ربیعہ نے صحن کعبہ میں جو تشدد کیا اس میں تشدد کے ساتھ اہانت بھی انتہا درجے کی تھی۔ اس قریشی سردار نے حضرت ابوبکر کے چہرے پر اپنے جوتوں سے مسلسل جس طرح ٹھوکریں ماریں اس سے حضرت ابوبکر کا منہ سوجن کی وجہ سے کئی دن تک نظر ہی نہیں آتا تھا۔ انہیں بے ہوشی کے عالم میں گھر لایا گیا جہاں ہوش آتے ہی انہوں نے اپنے آقا و مولا کی خیریت کے متعلق دریافت کیا۔ ماں باپ اس غم میں گھلے جا رہے تھے کہ شہر کے وڈیروں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے اور بیٹا بھی مرنے کے قریب ہے لیکن بیٹے کی زبان پر ایک ہی فقرہ تھا۔

''مجھے بتائیے کہ رسول اللہ کیسے ہیں'' اور حضور کو دیکھے بغیر کچھ کھانے پینے سے انکار کر دیا بالآخر ان کی ماں حضرت عمر ابن الخطاب کی بہن کی مدد سے اپنے جاں بہ لب زخمی بیٹے کو سہارا دے کر سورج غروب ہونے کے بعد اندھیرے میں ''دار ارقم'' تک لے گئیں جہاں میرے آقا اپنے جاں نثار کو شدید زخمی حالت میں دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ میرے آقا نے اپنے اس غلام صادق کو سینے سے لگا لیا اور محبت وشفقت سے بوسے دینے لگے اس دن حضور پر بہت رقت طاری تھی۔ حضور حضرت ابوبکر کو چومتے بھی جاتے تھے اور روتے بھی جاتے، آقا علیہ السلام کو غمگین دیکھ کر دیگر صحابہ کرام بھی اشکبار ہو گئے۔

ایک اور خوش قسمت نوجوان جو دور اولین میں میرے آقا پر ایمان لائے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ چھوٹے قد کے دبلے پتلے ابن مسعود مشہور شاعروں کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے قبیلے کے بہت سے نامور شعراء نے جزیرۃ العرب میں ان کے قبیلے کو شہرت عطا کر رکھی تھی، خاندانی کاروبار عطریات کی خرید وفروخت تھی۔ اس کاروبار کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں آنا جانا لگا رہتا تھا، مکہ میں ان کا تجارتی لین دین حضرت عباس ابن عبدالمطلب کے ساتھ ہوتا تھا ایک دن نوجوان ابن مسعود نے ایک ایسا منظر دیکھا جو انہیں ہمیشہ یاد رہا، وہ کوہ صفا کے

Marfat.com

قریب چاہ زمزم کے سامنے کھڑے حضرت عباس سے کاروبار کے حوالے سے گفتگو کر رہے تھے کہ باب الصفاء سے دودھ کی طرح سفید اجلے لباس میں ملبوس ایک دلکش و حسین گھنی داڑھی سرخی مائل گورے رنگ اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار پیشانی سے مزین سرگیں آنکھوں والی شخصیت کا سراپا نظر آیا۔ ابن مسعود پہلی ہی نظر میں اس شخصیت کے وقار اور حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے۔ دائیں طرف ایک حسین و جمیل بچہ اس شخصیت کے ساتھ تھا اور پیچھے ایک پردہ دار خاتون تھیں۔ ابن مسعود کی آنکھیں اس حسین چہرے والی شخصیت کا تعاقب کرتی رہیں۔ جس کی قیادت میں بچے اور پھر خاتون نے حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کعبہ شروع کیا۔ رکن یمانی کے قریب آ کر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور پھر طواف کے بعد رب تعالیٰ کے حضور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ابن مسعود حالت قیام، رکوع و سجود میں اس نورانی شخصیت کا جائزہ لیتے رہے۔ نوجوان ابن مسعود کے لئے یہ سب کچھ انوکھی اور چونکا دینے والی عبادت تھی عباس ابن عبدالمطلب ابن مسعود کی بے تابی اور اشتیاقانہ نظروں کو دیکھ رہے تھے۔

ابن مسعود نے حضرت عباس سے فوراً پوچھا:

''آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟''

''بالکل، یہ میرے بھتیجے محمد ﷺ ہیں۔ ان کے ساتھ لڑکا بھی میرا بھتیجا علی ابن طالب ہے اور ان کے ساتھ پردہ دار خاتون محمد کی اہلیہ خدیجہ بنت خویلد ہیں''۔

ابن مسعود کے دل نے اسی وقت گواہی دے دی کہ یہی شخصیت قابل تقلید ہے اور یہی طریقہ رب کعبہ کی عبادت کا پسندیدہ طریقہ ہے لیکن ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا تھا جب قبیلہ ہذیل کے اس نوجوان کو نبوت و رسالت مصطفوی کی تصدیق کرنا تھی۔

کاتب تقدیر نے اس دن کے لئے وہ مقام لکھ رکھا تھا جب ابن مسعود اپنے خاندانی خوشبوؤں کی تجارت کو چھوڑ کر مکہ کے گرد و نواح میں عقبہ بن ابی امیہ کی بکریاں معاوضے پر چرائیں گے۔ بکریاں چراتے ہوئے ابن مسعود کی نظر آنے والے دو افراد پر پڑی۔ ایک تو وہی دل نواز شخصیت تھی جن کا دیدار پہلی مرتبہ حرم کعبہ میں کیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے معتمد ترین ابوبکر صدیق تھے۔ آج خاتم النبیین ﷺ کی نگاہ کرم ابن مسعود کی طرف تھی۔

دریا خود چل کر پیاسے کے پاس آ گیا تھا۔ میرے آقا ایک چرواہے کے پاس نہیں آ رہے تھے ایک ایسے شخص کے پاس تشریف فرما ہوئے تھے جسے امت مسلمہ کے محدثین و فقہاء کا امام بننا تھا۔ جس کا نام رہتی دنیا تک علوم اسلامیہ کے ابتدائی محسنوں میں شمار ہونا تھا جس نے منبع علم و ہدایت سے وہ فیض حاصل کرنا تھا جس کی بدولت ابن مسعود کا نام علماء احادیث نبوت کے لئے معتبر حوالہ بننا تھا۔ میرے آقا نوجوان چرواہے کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا:

''نوجوان! کیا تم ہمیں پینے کے لئے دودھ دے سکتے ہو؟'' میرے آقا نے اتنی اپنائیت سے پوچھا کہ ابن مسعود انکار نہ کر سکے لیکن انہیں خیال آیا کہ یہ تو میرا ریوڑ نہیں۔ اس لئے ادب سے جواب دیا:

''دودھ تو میں ضرور پیش کرتا لیکن مجھے ان بکریوں پر امین بنایا گیا، اس لئے میں امانت میں خیانت کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے دودھ پلانے سے قاصر ہوں''۔

حضور ابن مسعود کے جواب سے خوش ہوئے لیکن آج ابن مسعود کو کمالات نبوت بھی دکھانا مقصود تھا اس لئے آقا نے ارشاد فرمایا:

''کیا ان بکریوں میں کوئی ایسی بکری بھی ہے جس نے دودھ دینا شروع نہ کیا ہو؟''

''جی ہاں ایسی بکری تو ہے''

Marfat.com

"ذرا اسے یہاں قریب لانا" حضور کے حکم پر ابن مسعود باریک تھنوں والی ایک چھوٹی سی بکری پکڑ کر لے آئے۔

حضرت ابوبکر نے اس کے پاؤں رسی سے باندھ دیئے میرے آقا نے آگے بڑھ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور زبان مبارک سے ان کے تھنوں میں دودھ اتر آنے کی دعا کی۔ ابھی لب ہائے مصطفیٰ کو جنبش ہوئی تھی کہ اس کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے اور ایسے لگتا تھا کہ دودھ ابھی چھلکنے لگے گا۔ میرے آقا نے اپنے دست مبارک سے اس کو خود دوہا اور اپنی عادت کریمانہ کے مطابق پہلے ابن مسعود کو پینے کے لئے دیا پھر حضرت ابوبکر کو پیش کیا اور ساقی کوثر نے سب سے آخر میں نوش فرمایا۔ پھر میرے آقا نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اب سکڑ جاؤ" بکری کے تھن اپنی پہلے والی حالت پر واپس آ گئے اور وہ اسی طرح ہو گئی جیسے پہلے تھی۔ دودھ نہ دینے والی چھوٹی سی بکری۔

نوجوان چرواہے، راعی الغنم، ابن مسعود کو اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ یہ انہونا واقعہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے اور اعجاز رسالت ہے اسی وقت حضرت ابن مسعود نے نبوت و رسالت مصطفوی پر ایمان لانے کا اقرار کیا۔

میرے آقا نے اسی دن اپنے مبارک ہاتھوں سے دودھ دوہ کر ابن مسعود کو پلا کر ان کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ بنا دیا تھا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "تم پر اللہ تعالیٰ برکتیں نچھاور کرے، اے نوجوان! تم تعلیم یافتہ ہو" زبان مصطفیٰ سے نکلنے والی دعا کیسے غیر مقبول ہو سکتی تھی۔

عبداللہ بن مسعود امت مسلمہ کے وہ عظیم القدر محدث بنے کہ جن کے متعلق میرے آقا نے ارشاد فرمایا تھا:

"ابن مسعود میری جو حدیث بھی تمہیں سنائے اس کو سچ مان لیا کرو" میرے آقا نے عبداللہ ابن مسعود کو تعلیم یافتہ ہونے کی جو خوشخبری سنائی تھی اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ ستر سورتیں انہیں فوری طور پر حفظ ہو گئیں۔ ابھی تک مسلمان باآواز بلند تلاوت قرآن مجید نہیں کرتے۔ گھروں میں چھپ چھپ کر کلام الٰہی پڑھا جاتا تھا کیونکہ کفار کی طرف سے ایذارسانی اور تشدد کا اندیشہ تھا لیکن میرے آقا نے عبداللہ ابن مسعود پر جو خصوصی کرم کیا تھا اس کی وجہ سے ایک دن عبداللہ ابن مسعود نے کفار کے مجمع میں جا کر باآواز بلند سورۃ رحمٰن کی تلاوت شروع کر دی۔ منکرین اسلام نے آپ کو فوراً دبوچ لیا ابن مسعود تلاوت کرتے رہے اور کفار آپ پر تشدد کرتے رہے۔ زخمی حالت میں واپس آئے تو ساتھیوں سے کہنے لگے "میرے دل سے ان کا ڈر اتر گیا ہے اب میرے لئے قرآن پڑھنا اور بھی آسان ہو گیا ہے۔ کہو تو کل پھر تلاوت کروں؟"

ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں آپ نے ان کانوں تک کلام الٰہی پہنچا دیا ہے جو نہیں سننا چاہتے تھے یہی بہت ہے۔ ان کا دل قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مچلتا تو بے ساختہ کفار کے سامنے تلاوت قرآن شروع کر دیتے اور یہ اعزاز ان کو حاصل رہا کہ مشکلات کے دور میں باآواز بلند تلاوت کلام الٰہی فرماتے تھے۔ پیغام اسلام کی خوشبو شہر مکہ سے باہر پھیلنا شروع ہوئی تو قبیلہ غفار کے ایک شخص ابوذر جندب بن جنادہ کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا انہیں جیسے میرے آقا کے پیغام انقلاب کی خبر ملی وہ مختصر سے سامان سفر کے ساتھ مکۃ المکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر حرم کعبہ کے صحن میں پڑاؤ ڈال دیا۔ حرم کعبہ میں آنے والے لوگ ایک اجنبی کو دیکھتے اور کوئی زائر حرم سمجھ کر بغیر کچھ پوچھے چلے جاتے لیکن ابوذر غفاری کی متلاشی نگاہیں کسی کو ڈھونڈتی رہتیں حضرت علی المرتضیٰ کی نگاہ فراست نے جانچ لیا کہ یہ اجنبی کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہے آپ نے ابوذر کو مہمانی کی پیشکش کی اور اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ ابوذر نے رات وہاں بسر کی نہ ہی حضرت علی نے ان سے آنے کا مقصد پوچھا اور نہ ہی ابوذر نے آنے کا مقصد بیان کیا۔ دوسرے دن ابوذر غفاری پھر صحن کعبہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کی نگاہیں رحمت کائنات کو ڈھونڈ رہی تھیں کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ حضور کعبۃ اللہ تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کو رب تعالیٰ کے پیغام کی طرف بلاتے ہیں۔ اس دن بھی میرے آقا تشریف نہ لائے۔ حضرت علی بیت اللہ کے طواف کے لئے تشریف لائے تو اجنبی مسافر کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت علی نے ابوذر کی بے چینی کو بھانپ لیا۔ حضرت علی ان کو اپنے ساتھ پھر گھر لے گئے۔ اس رات بھی ان سے کچھ نہ پوچھا۔ تیسرے دن پھر ابوذر صحن کعبہ میں آ کر بیٹھ گئے تو شام ڈھلے حضرت علی نے اس اجنبی مسافر کو اپنے ساتھ چلنے کی پیشکش کرتے ہوئے پوچھا:

Marfat.com

''آپ یہاں کس مقصد کے تحت آئے ہیں؟''

''آپ یہ بات اپنے تک ہی رکھیں تو اپنے آنے کا مقصد بیان کروں؟''

''ہاں ہاں! بتایئے! گھبرایئے نہیں''

''میں اس نبی اللہ کی زیارت کے لئے آیا ہوں جن کے متعلق میرے بھائی نے مجھے آ کر بتایا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ خود جا کر ان کی خدمت میں حاضری دوں اور ان سے ملاقات کروں''۔

''آپ تسلی رکھیں! آپ کی صبح ان سے ملاقات ہو جائے گی'' دوسرے دن حضرت علی نے ابوذر کو احتیاطی تدابیر سمجھاتے ہوئے کہا:

''آپ میرے پیچھے پیچھے چلیں، جہاں مجھے کوئی خطرہ محسوس ہوا میں رک جاؤں گا اور جوتوں کے تسمے باندھنے لگوں گا لیکن تم سیدھے چلتے رہنا، جس جگہ میں پہنچوں گا تم میرے پیچھے پہنچ جانا''۔

حضرت ابوذر غفاری حضرت علی المرتضٰی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بارگاہ نبوی میں پہنچے تو چہرہ مصطفٰی کو دیکھ کر دل نے تصدیق کی آپ رب تعالیٰ کے پیغام ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ میرے آقا نے اپنے مخصوص دلنشیں انداز میں ابوذر کو اسلام کا پیغام کچھ اس طرح سے پیش کیا کہ ابوذر نے میرے آقا کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

''یارسول اللہ میرے لئے کوئی خصوصی ارشاد، کوئی خاص نصیحت عطا ہو؟''

ابوذر نے گزارش پیش کی تو رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

''ابوذر! راہ خداوندی کی ملامت کو خاطر میں نہ لانا اور حق بات کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو ہمیشہ کہتے رہنا''

حضرت ابوذر غفاری نے یہ نصیحت پلے باندھ لی اور زندگی بھر اس پر عمل کیا۔ ان کا فقیرانہ انداز زندگی اور اظہار حق میں بے ساختہ پن فرمان مصطفوی کی عملی تصویر بن گیا۔

اس رات حضرت ابوبکر صدیق نے ابوذر غفاری کے اسلام لانے کی خوشی میں اپنے گھر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے عشائیے کا اہتمام کیا، میرے آقا اپنے عاشق صادق کی دعوت قبول فرماتے ہوئے کاشانہ صدیق اکبر میں جلوہ افروز ہوئے تو حضور اور آپ کے صحابہ کرام کے لئے حضرت ابوبکر نے اس محبت سے کھانے کا دسترخوان سجایا کہ ابوذر کو اس رات پیش کئے جانے والے طائف کے خشک میوہ جات اور انوع واقسام کے فواکہات یاد رہے جنہیں انہوں نے زندگی میں پہلی مرتبہ کھایا تھا۔

حضرت ابوذر غفاری پیغام انقلاب سے اس قدر سرشار ہوئے کہ دوسرے دن صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر رسالت محمدی پر اپنے ایمان لانے کا سب کے سامنے اعلان کر دیا جیسے ہی اس مسافر کی زبان سے تصدیق رسالت کی جسارت سنی تو کفار مکہ کے غنڈے ان پر ٹوٹ پڑے انہیں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ ابوذر بے ہوش ہو کر گر پڑے تو کفار دہشت گرد پھر بھی ان پر تشدد کرتے رہے۔ لگتا تھا کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے۔ عباس بن عبدالمطلب نے دیکھا تو فوراً سب کو سمجھایا کہ یہ حماقت نہ کرو، تم جانتے نہیں کہ اس کا تعلق قبیلہ بنوغفار سے ہے جو تمہاری تجارتی شاہراہ پر آباد ہیں۔ اس کو قتل کر دیا تو تمہارے لئے سفر کرنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عباس کی نصیحت کو سن کر ان کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا اور انہوں نے ان پر تشدد کرنا بند کر دیا۔

ابوذر غفار واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو ان کی دعوت پر تقریباً آدھا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ باقی افراد بھی سرکار مدینہ کی ہجرت کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مکۃ المکرمہ میں جن لوگوں نے اولین دور میں اسلام قبول کیا ان میں ایک نمایاں تعداد معاشرہ کے غریب اور معاشی طور پر کمزور طبقات

Marfat.com

کے افراد تھے جن کو قبائلی سرداروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ انہوں نے اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لی تو ان وڈیروں کے مظالم اور بڑھ گئے لیکن اسلام کے پیغام انقلاب نے ان جانثاران اسلام کے اندر وہ جوش وجذبہ بھر دیا تھا کہ مظالم اور تشدد بھی ان کو راہ حق سے متزلزل نہ کر سکے۔ سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ عزیمت واستقامت کی وہ زندہ وجاوید مثال ہیں جن کا تذکرہ اہل ایمان کے خون کو حرارت ایمانی مہیا کرتا ہے۔ ان کے جذبہ صادق کے پیش نظر میرے آقا نے انہیں غلامی سے نجات دلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے رخ انور کی زیارت اور کاشانہ اقدس کی خدمت کی سعادت کے لئے مخصوص فرما لیا۔ ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال نے جذبہ بلالی کی حسین انداز میں ترجمانی کی ہے۔

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا ۔۔۔ حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی لئے ترے غم کدے کی آبادی ۔۔۔ تری غلامی کے صدقے ہزار زادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے ۔۔۔ کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری ۔۔۔ کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذان ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی ۔۔۔ نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

بعثت نبوی کے بعد اولین دور میں جن دیگر نفوس قدسیہ کو ''السابقون الاولون'' کا اعزاز حاصل ہوا ان میں نمایاں افراد ابو عبیدہ بن جراح، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقم بن ابی الارقم، عثمان بن مظعون، قدامہ بن مظعون، عبداللہ بن مظعون خباب بن ارت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید اور ان کی اہلیہ فاطمہ بنت خطاب ہیں۔

سعید بن زید حضرت عمر ابن الخطاب کے بہنوئی اور فاطمہ بنت خطاب ان کی بہن تھیں۔ حضرت عمر نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کر کے مسلمانوں کی تقویت کا سبب بنیں۔ میرے آقا کی دعا بارگاہ الٰہی میں فوراً قبول ہوگئی اور ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا سبب ان کے بہنوئی اور بہن کا اسلام قبول کرنا بن گیا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ غصے میں ان کے گھر پہنچے اور ان کو شدید زدوکوب کیا اور پھر بالآخر ان سے قرآن مجید کی تلاوت سن کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر غلامی رسول میں آنے کا اعلان کر دیا۔ تلاوت قرآن نے ان کے دل پر پہلی مرتبہ اس وقت پر خصوصی اثر کیا تھا جب انہوں نے ایک رات حرم کعبہ کے صحن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے تلاوت قرآن مجید سنی تھی حسن اتفاق سے اس رات حضرت عمر دیر تک گھر سے باہر رہے تھے۔ انہوں نے رات گئے گھر جانے کی بجائے رات کا بقیہ حصہ حرم بیت اللہ میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وہ غلاف کعبہ کی اوٹ میں بیٹھے تھے کہ انہیں سرکار دو جہاں کی آواز سنائی دی۔ میرے آقا حسب معمول رات کی تنہائی میں تلاوت قرآن مجید کا آغاز کیا تو حضرت عمر کے دل کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ انہیں محسوس ہوا کہ کوئی ان کے دل کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ فوراً ایک شیطانی وسوسہ ان کے ذہن میں آیا یہ تو کسی قادر الکلام شاعر کا وجد آفریں کلام لگتا ہے۔ فوراً دلوں کے احوال کی خبر رکھنے والے میرے آقا نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی۔

''یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں، لیکن ایمان لانے والے لوگ کم ہی ہیں''

حضرت عمر فوراً سوچ میں پڑ گئے، انہیں خیال آیا کہ محمد ﷺ شاید کاہن ہیں جو جادو ٹونے سے لوگوں کے جذبات کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

جیسے ہی یہ خیال حضرت عمر کے ذہن میں آیا میرے سرکار نے تلاوت فرمائی۔

Marfat.com

''یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں ہے لیکن کم لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ یہ تو بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ کلام ہے''۔

حضرت عمر کو فوراً احساس ہوگیا کہ اس کلام میں ایک خصوصی بات ہے ایک کشش ہے، دل پر اثر کرنے والا یہ کلام انہیں اپنی طرف کھینچ رہا تھا لیکن دوسرے دن وہ دنیا کے معاملات میں پھر سے مصروف ہو گئے اور قرآنی تعلیمات ان کے خیالات سے محو ہو گئیں اور اسلام دشمنی کے جذبات پہلے کی طرح قلب ونظر پر غالب آ گئے ایک دن تو غصے کے عالم میں یہ سوچ کر گھر سے چلے کہ آج پیغمبر اسلام کا خاتمہ کر کے دم لوں گا برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے وہ یہ ارادہ لے کر جا رہے تھے کہ نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوگئی۔ نوجوان نعیم نے عمر وابن الخطاب کے تیور بھانپ کر ان سے پوچھ لیا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے اس غضبناک حالت میں کس پر حملہ آور ہونے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا ما فی الضمیر بیان کر دیا تو نعیم نے کہا:

''عمر ذرا اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لیجیے، وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں''۔

عمر ابن الخطاب کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اور غضبناک حالت میں سب سے پہلے بہن کے گھر جانے کا فیصلہ کیا تا کہ ان کو سبق سکھایا جا سکے وہ بہن کے گھر پہنچے تو وہاں سے تلاوت قرآن مجید کی آواز سنائی دی۔

دروازے پر دستک دی تو کسی نے پوچھا ''کون ہے؟'' عمر نے غصے میں جواب دیا:

''خطاب کا بیٹا عمر ہوں دروازہ کھولو'' عمر کی کڑک دار آواز سن کر اہل خانہ کانپ گئے انہیں معلوم تھا کہ وہ انتقامی مزاج رکھتے ہیں اور یقیناً اسلام قبول کرنے کے متعلق معلوم کر کے تشدد پر اتر آئیں گے۔ بہن نے دروازہ کھولا تو عمر نے اپنی گرجدار آواز میں بہن سے پوچھا:

''کیا یہ سچ ہے کہ تم نے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور محمد کے دین کو قبول کر لیا ہے''۔

بہن نے پوری استقامت سے جواب دیا:

''جی ہاں! تم نے ٹھیک سنا ہے''۔

یہ سننا تھا کہ عمر نے اپنے ہاتھ کی چھڑی کے ساتھ بے دردی سے اپنی بہن کو مارنا شروع کر دیا اور مار مار کر ان کو لہولہان کر دیا۔ بہنوئی سعید بن زید اپنی اہلیہ کو بچانے کے لئے آگے بڑھے تو ان کو بھی پیٹنا شروع کر دیا اور شدید زخمی کر دیا۔

غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو پوچھا:

''یہ تم کیا پڑھ رہے تھے، میں نے کچھ آواز سنی تھی''۔

گھر میں اس وقت خباب بن ارت اہل خانہ کو قرآن مجید کی تلاوت سنانے اور احکام شریعت بتانے کے لئے آئے ہوئے تھے حضرت عمر کی اچانک آمد سے وہ گھر کے ایک کونے میں چھپ گئے تھے اور فاطمہ بنت خطاب نے قرآن مجید کے اوراق ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیئے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ عمر کہیں کلام الٰہی کی بے حرمتی نہ کر دیں اب عمر نے بہن کے ماتھے سے بہتا ہوا خون دیکھا جو ان کی شدید مار پیٹ سے زخمی ہو چکی تھیں تو انہوں نے قرآن مجید سننے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ اس کلام الٰہی کو پڑھنا چاہتے تھے جس نے ان کی بہن اور بہنوئی کی زندگی کا قرینہ اور مقصد حیات بدل دیا تھا اور کسی طرح کا تشدد بھی ان کو راہ حق سے ہٹانے پر آمادہ نہ کر سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے قرآن مجید پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو بہن نے جواب دیا: ''تم ناپاک ہو، اس کتاب الٰہی کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو پہلے غسل کرو پھر قرآن مجید پڑھ سکتے ہو''۔

بہن کے گھر حضرت عمر نے اس دن غسل کیا تو اس غسل کے ساتھ ہی گویا ان کے جسم کے میل ساتھ ان کا کفر سے تعلق بھی دھل گیا اور ایک بدلا ہوا عمر، پاکیزہ عمر، قرآن مجید پڑھنے کے لئے بیٹھا تو ان کی فطرت سلیمہ نے پیغام الٰہی کی حقیقت کو فوراً سمجھ لیا، وہ سورۂ طٰہٰ کی تلاوت

Marfat.com

کرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے تلاوت روک کر بہن سے پوچھنے لگے ''مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو، میں ان کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں''۔

حضرت عمر کا بدلا ہوا انداز دیکھا تو خباب بن ارت نے کہا: ''عمر تمہاری خوش قسمتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے اور ابوجہل میں کسی ایک کے اسلام قبول کرنے کے متعلق جمعرات کو جو دعا فرمائی تھی وہ تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے اور لگتا ہے کہ تم کو اسلام کی سعادت حاصل ہو رہی ہے''۔

''چلئے میں آپ کو رسول اللہ کی بارگاہ میں لے چلوں آپ اس وقت کوہ صفا کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما ہیں''

حضرت عمر نے اپنی تلوار حمائل کیئے حضور کی قیام گاہ کے دروازے پر دستک دی ایک خادم نے اٹھ کر دروازے میں سے اندر سے جھانکا عمر تلوار گلے میں لٹکائے نظر آئے۔ میرے آقا کو ان کی آمد کی خبر دی گئی۔ محفل میں ایک سراسیمگی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سب لوگ اپنے آقا کی حفاظت کے لئے متفکر و پریشان ہو گئے انہیں اندیشہ تھا کہ عمر کہیں قاتلانہ حملے کی نیت سے تو نہیں آئے۔

میرے آقا اطمینان سے اپنی جگہ پر جلوہ افروز رہے۔ حضرت حمزہ نے حکم دیا ''دروازہ کھول دیجئے!'' اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو اس کو خوش آمدید کہیں گے اگر وہ کسی برے ارادے سے یہاں آیا ہے تو اس کی تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیں گے''۔

عمر اندر داخل ہوئے تو غلامان مصطفی میں سے دو نے ان کے بازو تھام لئے اور انہیں حضور کے سامنے پیش کر دیا۔ میرے آقا نے عمر کے چہرے پر نظریں ڈالیں اور ان کی قلبی کیفیت کا مشاہدہ فرماتے ہوئے حکم دیا:

''انہیں چھوڑ دو! اور میرے پاس آنے دو!''

حضور نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''عمر! اسلام کا پیغام قبول کر لیجئے!''

''یا اللہ اس کے دل کو نور ہدایت سے منور کر دے۔ اے پروردگار! اس کے ذریعے سے دین اسلام کو عزت عطا فرما۔ یا اللہ عمر کے دل میں اسلام دشمنی نکال کر اسے ایمان سے بھر دے''۔

مصطفی کریم کی زبان مبارک سے ان دعائیہ کلمات کا نکلنا تھا کہ حضرت عمر ابن خطاب نے فوراً حضور کے سامنے وحدانیت الٰہی اور نبوت مصطفوی کا اقرار کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔ ان سے پہلے انتالیس افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ یہ اعلان نبوت کے دوسرے سال کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر کا اسلام قبول کرنے کا واقعہ معمولی نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے اس بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے یہ آواز سن لی۔

سیدنا عمر نے بارگاہ نبوی میں عرض کی:

''یارسول اللہ کیا ہم حق پر ہیں؟''

''بلاشبہ ہم راہ حق پر ہیں مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ خواہ تم زندہ رہو یا تمہیں موت آ جائے یہ حق کا پیغام ہے''

''یارسول اللہ! پھر کیوں چھپ کر بیٹھے ہیں۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہم ضرور باہر نکلیں گے ہم ان لوگوں سے کیوں ڈریں جو گمراہ ہیں اور ہم حق پر ہیں''۔

Marfat.com

میرے آقا نے حضرت عمر کی خواہش پر اجازت دے دی اور مکہ کی سرزمین پر پہلی مرتبہ توحید کے متوالوں اور شمع رسالت کے پروانوں کا جلوس نکلا۔ یہ جلوس دو قطاروں میں چل رہا تھا ایک قطار کی قیادت حضرت حمزہ فرما رہے تھے اور دوسری قطار کے قائد حضرت عمر فاروق تھے اور سرکار دو جہاں اس جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ کفار مکہ حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ کل تک جن لوگوں کو ستایا جاتا تھا جن کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا جن کو تلاوت قرآن پاک کی اجازت نہ تھی جن کو پیغام اسلام کی اشاعت سے روکا جاتا تھا آج مکہ مکرمہ کی گلیوں میں نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کر رہے تھے۔ آج غلامان حبیب کبریا کا جوش وجذبہ دیدنی تھا۔ یہ جلوس مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزرتا ہوا خانہ کعبہ میں داخل ہوا تو حضرت عمر فاروق نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔ وہاں پر موجود روسائے قریش نے ان جانثاروں کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ اسلام کی طاقت کو روکنا اب ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ پہلے وہ کمزور اور ناتواں لوگوں پر اپنا رعب ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے تھے جب چاہتے مار پیٹ اور تشدد سے غلامان مصطفیٰ پر ستم ڈھاتے اور سمجھتے تھے کہ ہمیشہ اسی طرح پیغام اسلام کی اشاعت کا راستہ روکتے رہیں گے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کی قیادت میں مسلمانوں کا یہ جلوس کفار مکہ کے دلوں پر رعب طاری کر گیا۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اس پیغام انقلاب کو روکنا اب ناممکن ہے۔

اس دن حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس جرأت مندانہ اقدام سے میرے آقا بہت خوش ہوئے فرمایا:

''عمر! آپ حق اور باطل کے درمیان فرق پیدا کرنے والے فاروق ہو''

میرے مصطفیٰ کریم آقا کی زبان سے عمر ابن الخطاب کے لئے ایسا حقیقت افروز خطاب عطا ہوا کہ اب حضرت عمر بن الخطاب کے لئے ''فاروق اعظم'' کا لقب ان کے نام کا لازمی حصہ بن گیا ہے کیونکہ یہ لقب انہیں ''رسول اعظم'' نے دیا ہے اب ہمیشہ کے لئے یہ لقب ان کے تعارف کا جزو بن گیا ہے۔

اس دن فاروق اعظم میرے آقا کے آگے ایک محافظ کے طور پر چل رہے تھے اور سرور کائنات اپنے غلاموں کے جھرمٹ میں طواف کعبہ فرماتے رہے اور کسی کو بھی میرے آقا پر دست درازی کی جرأت نہ ہو سکی۔

''السابقون الاولون''! سرور کائنات کے اولین جاں نثاروں نے اس دن پورے اطمینان کے ساتھ اپنے آقا کی سربراہی میں حرم کعبہ میں عبادت کی۔ تاریخ اسلام کے ان درخشندہ ستاروں کی خوشی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ میرے آقا اپنے جاں نثاروں کو مطمئن ومسرور دیکھ کر اپنے رب کے حضور اظہار تشکر فرما رہے تھے اس دن آسمان کے فرشتے بھی حضرت عمر کے اسلام لانے کے واقعے پر مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

Marfat.com

بارھواں منظر

حرم کعبہ کا صحن ہے، رات کا وقت ہے۔

میرے آقا الصلوۃ والسلام "حطیم" کے احاطے میں آرام فرما رہے ہیں۔ ملائکہ کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے مکۃ المکرمہ نازل ہوتے ہیں اور ادب سے میرے آقا کو محبت بھرے انداز سے جگاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام جبرئیل امین سے اس وقت آنے کا مقصد دریافت کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے اور میں آپ کو لے جانے کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں"۔

پھر حضور جبرئیل امین کے ساتھ "زمزم" کے کنویں کی طرف جاتے ہیں حضرت جبرئیل آپ کے مقدس سینہ کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ میرے آقا اس کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ کی حاضری کے لئے اس پیکر بشریت کو محمدی حقیقی پیکر میں تبدیل کرنا ضروری ہے۔ سینہ مبارک کھول کر آپ کے دل کو لطافت اور حقیقت محمدی کے انوار سے بھر دیا گیا ہے اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام اسی کیفیت میں لوٹ آئے جس کیفیت میں لامحدود عرصہ تک آپ اس کائنات میں تشریف لانے سے پہلے قرب الٰہی میں رہتے تھے، دل کو حضور کے جسم اطہر میں دوبارہ رکھنے کے بعد سینہ کو پھر سے سی دیا گیا ہے۔

میرے آقا کعبۃ اللہ کے صحن سے باہر تشریف لاتے ہیں۔

ملائکہ قطار در قطار آپ کے منتظر ہیں اور پورے اعزاز اور وقار کے ساتھ آپ کو ہمراہ لے جانے کے لئے آئے ہیں۔

حرم کعبہ سے باہر سواری کے لئے جانور تیار کھڑا ہے جس پر سواری کے لئے میرے آقا سے گزارش کی جاتی ہے۔

جنت سے لایا گیا یہ جانور "براق" ہے جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک کا سفر یہ ایک جست میں طے کریگا۔ حضور براق پر تشریف رکھتے ہیں۔

روشنی کی رفتار سے تیز تر فسواری روانہ ہوتی ہے۔ ملائکہ کے سردار جبرئیل امین نے اس کی رکاب تھام رکھی ہے اور ان کے نائب میکائل اس "براق" کی باگ پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ پرواز کر رہے ہیں۔

چند ہی لمحے بعد کھجوروں کے باغات کا علاقہ آ گیا ہے۔

"آپ تھوڑی دیر کے لئے سواری سے نیچے تشریف لائیں اور نماز ادا فرمائیں" جبرئیل امین ادب واحترام سے میرے آقا سے درخواست کرتے ہیں"۔

حضور نماز ادا فرماتے ہیں۔

"آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس جگہ پر رب تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوئے ہیں؟"

"کس جگہ پر؟"

"یہ سرزمین طیبہ ہے۔ یہاں آپ ہجرت کر کے تشریف لائیں گے"

حضرت جبرئیل میرے آقا کو مدینہ طیبہ میں آپ کی تشریف آوری سے آگاہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

''براق'' برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہا ہے ایک درخت کے قریب سواری رک جاتی ہے۔

''آپ کو یہاں بھی اترنا ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا ہے''۔

میرے آقا نماز پڑھ کر سواری پر پھر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

''یہ کونسی جگہ تھی؟''

''یا رسول اللہ! یہ مدین کی وادی کا وہ درخت ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انوار و تجلیات الٰہی کا منظر دیکھا تھا''۔

میرے آقا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب سے گزرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کے لیے احتراماً کھڑے ہیں اور صلوٰۃ و سلام پڑھ رہے ہیں۔ سواری تیز رفتاری سے اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے ایک پہاڑ پر پہنچ جاتی ہے۔

حضور اترتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

''یہ پہاڑ طور سینا ہے، جہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو رب تعالیٰ سے کلام فرمانے کا شرف حاصل ہوا'' حضرت جبرئیل پہاڑ کا تعارف کراتے ہیں۔

اس سفر کا اگلا پڑاؤ ایک قدیم قصبہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جائے پیدائش بیت اللحم۔

میرے آقا یہاں بھی دو رکعت ادا فرماتے ہیں۔

براق سفر کا پھر سے آغاز کر دیتا ہے اور چند لمحوں میں بیت المقدس پہنچ جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ بیت المقدس ہے اور اس کا منتظم رات کے وقت اس عمارت کے دروازے بند کر رہا ہے ارض فلسطین میں موجود یہ عبادت گاہ ہزاروں سالوں سے قائم ہے یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکار عبادت کرتے رہے ہیں۔

اب یہ عمارت ہرقل قیصر روم کی مملکت کی حدود میں ہے اور یہاں عیسائیوں کا قبضہ ہے اور وہ اس میں اپنے مروجہ طریقے کے مطابق عبادت کرتے ہیں عمارت کی نگرانی کرنے والا ایک پادری جب مرکزی دروازے کو بند کرنے لگتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ جیسے دروازہ اپنی جگہ پر منجمد ہو گیا ہے۔ کسی بھی طرح اس کے کواڑ بند نہیں ہو سکتے۔ وہ مدد کے لئے دوسرے لوگوں کو پکارتا ہے۔ سب لوگ زور لگانے کے باوجود اس دروازے کو بند نہیں کر سکتے اور بالآخر اسے تھک ہار کر کھلا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ دوسرے دن اس معاملے کو حل کیا جا سکے، وہ رات گزر جاتی ہے۔

دوسرے دن عمارت کا منتظم اس جگہ پہنچتا ہے تو وہ چونک پڑتا ہے۔ مرکزی دروازے کے قریب ایک کونے کے پتھر میں بہت بڑا سوراخ ہو گیا ہے اور وہاں کسی جانور کے باندھے جانے کے نشانات نظر آ رہے ہیں اب وہ دروازے کو ہلاتا ہے تو وہ آرام سے بند ہو جاتا ہے اور کھل جاتا ہے۔ وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے پھر اسے یاد آتا ہے کہ اس نے قدیم کتابوں میں پڑھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسول بیت المقدس سے آسمان کی بلندیوں کا سفر شروع کرے گا وہ تیزی سے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف جاتا ہے اور ان کو جا کر بتاتا ہے کہ ہم نے بیت المقدس سے آسمان کی طرف رسول خدا کے سفر کے جو تذکرے پڑھ رکھے ہیں گزشتہ رات وہ تاریخی سفر ہو چکا ہے۔

سب اس کی بات کو حیرانی سے سنتے ہیں پھر وہ گزشتہ رات کو دروازہ بند نہ ہو سکنے اور صبح کو پتھر میں ہونے والے سوراخ کے واقعات اور کسی سواری کے باندھے جانے کے اثرات کے متعلق بتاتا ہے وہ ہر کسی کو یقین دلا رہا ہے کہ گزشتہ رات ''سفر معراج'' کی رات تھی۔

Marfat.com

الاسراء والمعراج

سید الاولین والآخرین

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سفر طائف سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ طائف میں مخالفین اسلام نے جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا تھا میرے آقا اس کی وجہ سے حزن وملال کی کیفیت میں تھے۔

یہ اس سال کا واقعہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو عرش بریں پر اپنی ملاقات اور بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت کے منصب کی عملی شکل کی تکمیل کے لئے ''الاسراء والمعراج'' کے لئے بلا لیا۔

میرے آقا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائل علیہما السلام کی معیت میں ''براق'' پر مسجد الحرام سے بیت المقدس کی ''مسجد الاقصیٰ'' تشریف لے گئے ''براق'' کو ایک پتھر میں سوراخ کر کے جبرئیل علیہ السلام نے باندھ دیا حضور نے وہاں پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اتنے میں سابقہ انبیاء اور رسل علیہم الصلوۃ والسلام اپنے اجساد کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ ان کی جسمانی موجودگی اس بات کا اظہار تھا کہ انہوں نے عالم ارواح میں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت کو تسلیم کرنے اور آپ کی نصرت کا جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ سب سابقہ انبیاء ورسل تشریف لے آئے تو اذان دی گئی جس میں اللہ رب العالمین کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ کی رسالت کا تذکرہ اس بات کی علامت تھا کہ سب انبیاء ورسل اپنی موجودہ حالت میں رسالت محمدی کا اقرار کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ پہنچے ہیں۔ اقامت ہوئی تو میرے آقا نے دیکھا کہ سب سابقہ انبیاء کرام نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ ان میں اول البشر حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں اور آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ بھی اور حضرت عیسیٰ روح اللہ بھی۔ میرے آقا کی امامت کے لئے یہ بزم آراستہ کی گئی تھی لیکن حضور خود آگے بڑھنے سے اپنی شرم وحیا کی وجہ سے ہچکچا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت جبرئیل نے حضور کا ہاتھ ادب سے تھام کر آپ کو مصلائے امامت پر کھڑا کر دیا۔ سارے انبیاء ورسل مقتدی تھے اور میرے آقا ان کے امام!

دو رکعت نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے آقا ﷺ کی شان اقدس میں مدح سرائی کی اور پھر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کعبہ میں جس رسول اقدس کی آمد کی دعا مانگی تھی، دعائے خلیل اللہ علیہ السلام کا مظہر بن کر وہ ذات والاصفات آج ظاہری صورت میں ان کے سامنے جلوہ گر تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان پر ہونے والے انعامات واکرامات کا تذکرہ کیا۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بھی خطاب فرمایا: اب میرے آقا منبر پر جلوہ گر ہوئے۔

سب انبیاء ورسل سید الاولین والآخرین کا خطبہ سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں رب تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی عطا کردہ عظمتوں کا اظہار یوں فرمایا:

''میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنایا اور مجھے ذمہ داری عطا فرمائی کہ انسانیت کو خوشخبریاں دوں اور برے کاموں کے انجام سے ڈراؤں، مجھے حق وباطل میں فرق کرنے والی وہ کتاب دی گئی جس میں تمام اشیاء کا وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ میری امت کو پوری انسانیت میں بہترین امت قرار دیا گیا، یہ راہ اعتدال پر چلنے والی وہ امت ہے جو مرتبے میں اول اور آمد میں آخر ہے۔ اللہ نے مجھے ''انشراح صدر'' عطا فرمایا اور امت کی ذمہ داریوں کا بوجھ مجھ سے اٹھا لیا گیا میرے تذکرے کو ہمیشہ کے لئے رفعت دی گئی مجھے فاتح بنایا گیا

Marfat.com

اور خاتم النبیین کا اعزاز بھی عطا کیا گیا''۔

میرے آقا نے اپنے اوپر اللہ رب العالمین کی نعمتوں اور آپ کے وسیلے سے آپ کی امت پر ہونے والی عنایتوں کا تذکرہ فرمایا تو آپ کے خطبے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام محفل کے اختتامی کلمات کہنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''ان تمام خصوصیات کی وجہ سے بلاشبہ محمد ﷺ کی فضیلت اور مرتبہ ہم سب سے بلند و بالا ہے''۔

میرے آقا انبیاء و رسل کی امامت کے مرحلے سے فارغ ہو کر مسجد الاقصیٰ سے باہر تشریف لائے۔

اب اسراء کے سفر کا مرحلہ ختم ہو چکا تھا۔ اسراء رات کے سفر کو کہتے ہیں اب سفر کا وہ مرحلہ شروع ہونے والا تھا جہاں دن اور رات کی کوئی قید نہیں ہے۔ اب سفر معراج کا آغاز ہو رہا تھا۔ اب حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت جبرئیل کے ہمراہ آسمانوں کے سفر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہر آسمان کے دروازے حضور کی آمد کے لئے کھلتے گئے۔ حضرت جبرئیل دربان کو میرے آقا کی تشریف آوری سے آگاہ کرتے اور وہ ادب سے آسمان کا دروازہ کھول کر آپ کا استقبال کرتا ہر آسمان کے دروازے کے قریب اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام آپ کو مرحبا کہنے کے لئے کھڑے تھے۔ آپ نے میرے آقا کا خیر مقدم کرنے کے بعد آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف سے نبوت مصطفوی کا اقرار اس بات کی علامت تھا کہ میرے آقا ساری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما بن کر آئے ہیں۔ جن سعادت مندوں کو آپ کی اتباع کی نصیب ہوئی انہوں نے اقرار کر لیا اور جو ازلی بدبخت تھے وہ بدنصیب ہی رہے۔ اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں اور بائیں نسل انسانی کی تمام روحیں موجود تھیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کا مشاہدہ فرمایا: دائیں جانب وہ ارواح تھیں جنہیں نبوت مصطفوی کا اقرار کرنا تھا اور بائیں طرف والی روحیں انکار کرنے والوں کی تھیں۔ پہلے آسمان کے مشاہدات کے بعد آپ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے یہاں پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے میرے آقا کا استقبال کیا۔

انہوں نے بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کا اقرار کیا۔ تیسرے آسمان پر آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں اور چھٹے آسمانوں پر حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے مقام پر میرے آقا کا استقبال کیا اور دوسرے تمام انبیاء کی طرح آپ کی نبوت کو زبانی طور پر تسلیم کیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے بعد جانے لگے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ حضور پلٹے اور پوچھا ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

''آپ کی امت کی خوش نصیبی پر مجھے رشک آ رہا ہے کہ اگرچہ آپ ہم سب سے بعد میں تشریف لائے ہیں لیکن آپ کی امت سب سے زیادہ تعداد میں جنت میں جانے کی سعادت حاصل کرے گی''۔

اب آخری آسمان کے مشاہدے کا مرحلہ آ گیا۔

ساتویں آسمان پر آپ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے حضرت ابراہیم اس وقت فرشتوں کے لئے مخصوص عبادت گاہ ''بیت المعمور'' میں ایک نشست پر رونق افروز تھے۔ آپ نے بھی آگے بڑھ کر میرے آقا کو مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ یہاں آپ نے ملائکہ کو عبادت الٰہی میں منہمک اور مشغول دیکھا۔ اس مقدس مقام پر روزانہ ستر ہزار فرشتے آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا۔ پھر آپ وہاں سے ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک پہنچے۔

''بیری کا آخری درخت'' وہ مقام جہاں حضرت جبرئیل مسند نشین ہوتے ہیں اور اس مقام سے آگے ان کی رسائی ممکن نہیں۔ اس سے

Marfat.com

آگے محبوب رب العالمین اپنے خالق ومحب کی بارگاہ اقدس میں پہنچے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری کا یہ سفر کس مقام اور کس جہت اور کس سمت کی طرف تھا اس کا تعین ممکن ہی نہیں کیونکہ اس مقام کا کوئی نام ہی نہیں۔ اس لئے اس کو ''لامکاں'' کہتے ہیں۔ یہاں پر آپ حقیقت محمدیہ کے انوار کے ساتھ قرب الٰہی کی نعمت و دولت سے سرفراز ہوئے یہاں آپ ''قاب قوسین اوادنیٰ'' یعنی دو کمانوں کے فاصلے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر کیفیت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ عبد خاص اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر تھا اور کمال عبدیت کے اظہار کے لئے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں ''التحیات'' پیش کرنے کے لئے حمد وثناء کے الفاظ زبان مبارک سے جاری ہوگئے۔

اس خصوصی نشست اور لامکاں کی اس ملاقات کا احوال سورۃ والنجم کے آیات کے مفہوم کو مدنظر رکھ کر کچھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح سدرۃ المنتہیٰ سے اس بلندی تک پہنچے کہ جس جگہ کا تعین بھی ممکن نہیں۔ دیدار الٰہی کے اس سفر میں نہ وہ بھٹکے اور نہ ہی منزل کی سمت سے بے خبر ہوئے۔ اس سفر کا جو بھی احوال آپ نے بیان فرمایا وہ حرف بہ حرف صداقت پر مبنی ہے کیونکہ وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے جو کچھ بھی انہوں نے بتایا وہ ان کے رب کا فرمان تھا۔ ان کو تعلیم دینے والا رب عظیم قوتوں کا مالک ہے جس نے بلندیوں سے اپنا جلوہ دکھایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ قریب ہوا۔ مزید قریب ہوا تو اس جلوے اور محبوب رب العالمین میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم، اس مرحلے پر معبود نے اپنے عبد خاص سے راز و نیاز کی گفتگو فرمائی۔ اس دیدار الٰہی میں دل کا مکمل انہماک بھی شامل حال تھا یعنی آنکھ اور دل دونوں محو دیدار تھے اور دونوں رویت الٰہی کی تصدیق کررہے تھے۔ اس خصوصی ملاقات میں جو دیدار آپ کو عطا کیا گیا اس پر بحث مباحثہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ دیدار صرف ایک مرتبہ ہی نہیں ہوا۔ یہ جلوہ انہوں نے ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس دوبارہ بھی دیکھا جب آپ واپس تشریف لارہے تھے یہ وہ مقام ہے جہاں قریب ہی ''جنت الماویٰ'' ہے۔ اس وقت ''سدرۃ المنتہیٰ'' پر رب تعالیٰ کا جمال چھایا ہوا تھا، انوار وتجلیات الٰہی کی اس کیفیت، دیدار خداوندی کے اس خاص مرحلے اور قرب باری تعالیٰ کی ان ساعتوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نگاہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دیدار سے ہٹیں نہ تو اس نور ازلی کی تجلیات سے آنکھیں چندھیا جانے کی کیفیت پیدا ہوئی اور نہ ہی آپ کی آنکھوں نے حد ادب سے تجاوز کیا، بے شک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیوں دیکھیں گویا آپ پر لطف وکرم اور عنایات کی بارش ہوئی۔

عرش بریں کی اس ملاقات میں میرے آقا ''عبدہٗ'' نے اپنے رب ''وحدہٗ'' کے حضور جس طرح سجود وقعود کئے اور جس طرح اپنے عجز وانکساری کا اظہار کیا اور ان کے خالق و مالک، محب اور معلم اللہ رب العالمین نے جس طرح اپنا فضل عظیم انہیں عنایت فرمایا وہ اہل معرفت و طریقت سے مخفی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ''دنیٰ فتدلیٰ'' کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ میرے آقا ﷺ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں جب پہنچے قرب نصیب ہوا پھر سجدہ ریز ہوگئے تو اپنے رب کے مزید قریب ہوگئے۔

مکالمہ شروع ہوا تو رب کائنات نے پوچھا؟

''محمد! جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو!''

میرے آقا ﷺ نے اپنی گفتگو کا آغاز رب تعالیٰ کی شان کبریائی بیان کرتے ہوئے کیا۔

''اے رب کریم! آپ نے حضرت ابراہیم کو اپنی دوستی کا اعزاز بخشا، آپ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا، حضرت داؤد کو عظیم مملکت بخش دی، لوہا ان کے ہاتھوں میں نرم ہوجاتا اور پہاڑ ان کے حکم کے تابع تھے۔ حضرت سلیمان کی عظیم مملکت میں جن وانس اور ہوائیں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتی تھیں اور یہ ایک بے مثال سلطنت تھی۔ اے میرے رب! آپ نے ہی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل عطا فرمائیں۔ حضرت عیسیٰ کو آپ نے نابیناؤں اور مریضوں کو صحت مند کردینے کے معجزات عطاء کئے اور ان کی والدہ کو شیطان کے

Marfat.com

شر سے محفوظ فرمایا"۔

میرے آقا سابقہ انبیاء و رسل کی عظمتوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رب تعالیٰ نے کمال الفت کا اظہار یوں فرمایا:

"یا محمد! ان سب انبیاء کو خصوصی مرتبہ اور اعلیٰ مقامات عطا کئے لیکن تمہیں تو اپنا حبیب چن لیا۔ تورات میں بھی یہی اعلان رقم کروایا تھا کہ محمد رب رحمان کا حبیب ہے، آپ کو پوری انسانیت کے رسول کے منصب پر فائز کیا اور آپ کی امت کا اعزاز اول آخر امت کا ہے۔ آپ کی امت اپنے ہر خطبہ میں لازمی طور پر اس بات کا اقرار کرے گی کہ آپ ہی میرے خاص عبد اور رسول ہیں۔ آپ کے وجود کی تخلیق تمام انبیاء سے پہلے تھی لیکن بعثت میں تمہیں خاتم النبیین بنایا۔ آپ کو جو سورۃ فاتحہ عطا کی گئی وہ اس سے پہلے کسی اور نبی کے حصے میں نہیں آئی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات میرے عرش کے زیریں خزانہ کا حصہ ہیں جو خاص طور پر آپ کو بخش دی گئیں۔ آپ فاتح بھی ہیں اور خاتم بھی"۔

اس موقع پر رب تعالیٰ نے آپ کے لئے "حبیب" کے علاوہ دو مزید خصوصی القابات کا اعزاز بھی عطا کیا، "فاتح" اور "خاتم"۔ یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ تھا کہ اب ساری دنیا میرے آقا کے قدموں کے نیچے ہوگی اور کائنات کا کوئی بھی فاتح اس فاتح اعظم کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکے گا نہ ہی کوئی اور نبی انسانیت کی رہنمائی کے لئے بھیجا جائے گا اس "فاتح" اور "خاتم" آقا کے غلام پوری دنیا پر عظمت اسلام کے جھنڈے گاڑتے چلے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اور کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں یہ خالق کائنات کے علم میں ہے یا اس کا حبیب کریم ان رازوں سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔ میرے آقا کو تحفہ کے طور پر رب تعالیٰ نے دن میں پچاس مرتبہ اپنے حضور حاضری کا شرف حاصل ہونے کا موقع بخشنے کے لئے پچاس نمازیں عطا کیں۔ حضور اس تحفے کو ساتھ لئے واپس لوٹے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام پر آپ کے منتظر تھے۔ انہوں نے ملاقات کی تفصیل معلوم کی اور جب انہیں پتہ چلا کہ دن اور رات میں پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم ملا ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا!

"آپ کی امت اس فریضہ کو پورا نہیں کر سکے گی۔ آپ اپنے رب کے پاس واپس تشریف لے جایئے اور اپنی امت کے لئے ان نمازوں میں کمی کی درخواست کیجئے"۔

میرے آقا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ مشورہ اچھا لگا۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا جو سدرۃ المنتہیٰ کے اپنے مقام سے پھر حضور کے ساتھ ہو گئے تھے تاکہ پورے اعزاز کے ساتھ واپس مکۃ المکرمہ تک لے جائیں۔

حضرت جبرئیل کو بھی حضرت کلیم اللہ کا یہ مشورہ پسند آیا تھا کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی خیر خواہی کے ہر معاملے میں شاداں و فرحاں ہوتے ہیں۔ حضور کی مرضی دیکھ کر حضرت جبرئیل پھر حضور کو پورے وقار کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جہاں سے میرے آقا پھر رب العالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب و نیاز سے ان نمازوں کی تعداد میں تخفیف کی درخواست پیش کی۔ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی رضا دیکھتے ہی فوراً پانچ نماز میں کم کر دیں۔ میرے آقا واپس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر نمازوں کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا اور معلوم ہونے پر پھر بارگاہ رب العلیٰ میں کمی کی گزارش کرنے کا مشورہ دیا۔ اپنی امت کے غمگسار آقا دوبارہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اس دفعہ بھی پانچ نمازوں کی کمی کا حکم ملا۔ حضور واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی مشورہ دیا اور حضور پھر عرش بریں پر تشریف لے گئے حتیٰ کہ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ان نمازوں کی تعداد پانچ مقرر کر دی گئی۔ اس دوران اللہ رب العالمین نے ہر مرتبہ حضور کی درخواست کو فوراً قبول کر لینے سے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ رب العالمین اپنے حبیب کی رضا کا طلبگار ہے اور وہ حضور کی کسی خواہش اور آرزو کو رد نہیں فرماتا اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ میرے آقا نے جب بھی مانگا اس میں ہمیشہ وافر حصہ اپنی امت کے لئے طلب فرمایا۔ اللہ رب العالمین نے جو "علام الغیوب" ہے میرے آقا کی دلی آرزو

Marfat.com

کو جانتے ہوئے پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یا محمد! یہ دن اور رات کی پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا اجر دس کے برابر ہوگا اس طرح پچاس نمازوں کا اجر عطا کیا جائے گا اور آپ کی امت میں جس کسی نے بھی نیک کام کی نیت کی لیکن اس پر عمل نہ کر سکا اس کے لئے بھی ایک اجر لکھ دیا جائے گا۔ اگر عمل کر لیا تو دس گنا ثواب ہو گا۔ برائی کا ارادہ کر کے اس پر عمل نہ کرنے والے کے لئے کوئی سزا نہیں ہوگی۔ اگر وہ برے کام کو کر لے گا تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا''۔

میرے آقا بالآخر پانچ نمازیں اور اعمال صالحہ اور سیئہ کے حوالے سے خصوصی حکم لے کر اللہ رب العالمین کی بارگاہ سے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی واپس جانے اور کمی کی گزارش کرنے کے لئے کہا لیکن حضور نے انہیں جواب دیا:

''آپ جانتے ہیں کہ میں کتنی بار رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا ہوں اب مجھے واپس جانے میں شرم وحیا آتی ہے، میں ان نمازوں پر راضی ہوں'' اس سفر کے دوران میرے آقا نے کائنات کے مخفی اسرار ورموز کا مشاہدہ بھی فرمایا۔ آپ کو تمثیلی طور پر بدکاروں اور ظالموں کے انجام اور ان کو دی جانے والی سزاؤں کے مناظر دکھائے گئے اور عمل صالح کرنے والوں کے حسین انجام سے بھی آگاہ کیا گیا۔ جنت کے مشاہدات میں حوروں اور غلمان جنت نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ وہاں تک پہنچے جہاں اللہ رب العالمین کے حکم کے تحت کاتبان تقدیر لوگوں کی تقدیریں لکھتے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد اور بے مثال سفر تھا جو اس افضلیت اور دیدار الٰہی کی اس خصوصیت کے ساتھ کسی اور رسول کریم کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ یہ میرے آقا کے لئے مخصوص اعزاز تھا اور آپ کو ہی بخشا گیا۔ میرے آقا اس سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے اس سفر کے احوال اپنی چچازاد بہن ام ہانی بنت ابو طالب کو سنائے اور انہیں بتایا کہ اب علی الصبح حرم کعبہ میں جا کر ان واقعات و مشاہدات سے قریش مکہ کو آگاہ کریں گے تاکہ انہیں پتہ چلے اللہ رب العالمین کا اس عبد خاص پر کتنا کرم ہوا ہے۔

حضرت ام ہانی نے حضور کو اس سفر کی روئیداد نہ سنانے کی گزارش کرتے ہوئے کہا:

''خدارا آپ ان لوگوں کو یہ باتیں نہ بتایئے یہ تفصیلات و واقعات سن کر وہ آپ کا تمسخر اڑائیں گے آپ سے بدکلامی کریں گے اور تکلیف پہنچائیں گے'' حضور کو روکنے کے لئے انہوں نے آپ کی مبارک چادر کا دامن تھام لیا انہیں میرے آقا کی عزت و ناموس اور تحفظ کے حوالے سے ڈر لگ رہا تھا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس عظیم واقعہ کی اہم تفصیلات سب کے سامنے بیان کرنے کا عزم فرما چکے تھے۔ اس لئے میرے آقا ام ہانی سے دامن چھڑا کر سوئے حرم روانہ ہو گئے۔

اسی لمحے ام ہانی نے حضور کے سینہ مبارک میں ایک ایسی چمک دیکھی کہ ان کی آنکھیں اس کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں اور وہ بے خودی کی کیفیت میں سجدہ ریز ہو گئیں۔ وہاں سے حضور تشریف لے گئے تو ام ہانی نے اپنی خدمت گزار نوکرانی نبعہ کو کہا کہ وہ حرم کعبہ کی طرف جائے اور وہاں جو کچھ اسے نظر آئے اس کی تفصیلات انہیں آ کر بتائے۔

میرے آقا صحن حرم پہنچے اور مقام ملتزم اور حجر اسود کے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔ حضور نے وہاں موجود لوگوں کو اپنی طرف بلایا، سب لوگ حضور کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

میرے آقا نے گزشتہ رات ہونے والے سفر معراج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ان لوگوں کو بتایا کہ کس طرح آپ کو مسجد الحرام سے بیت المقدس لے جایا گیا اور آپ نے وہاں انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائیں۔

جیسے ہی حضور نے اپنی گفتگو ختم کی ان منکرین نے شور وغل برپا کر کے اور تالیاں پیٹ کر آپ کی بات کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی۔ محفل میں ابوجہل اور مطعم بن عدی حسب معمول مخالفت اور استہزاء میں پیش پیش تھے۔ مطعم بن عدی بولا:

''اس سے پہلے آپ جو کچھ کہتے تھے وہ باتیں ہمیں سمجھ میں آتی تھیں لیکن آپ نے آج تو بہت ہی عجیب بات کہہ ڈالی ہے۔ یہ کیسے ہو

Marfat.com

سکتا ہے کہ جس سفر پر ہمارا ایک ایک مہینہ لگ جاتا ہے آپ نے صرف ایک رات میں ہی طے کرلیا اور واپس بھی پہنچ گئے۔ یہ بات تو کسی بھی طرح تسلیم نہیں کی جاسکتی ہم بالکل نہیں مانتے''۔

محفل میں موجود سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بول اٹھے۔

''مطعم تمہارا گفتگو کا انداز گستاخانہ ہے تم کون ہوتے ہو آپ کو جھٹلانے والے! اچھی طرح سن لو! یہ بالکل سچ ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں''۔

''کیا تم ایسی بات کو تسلیم کرتے ہو جو ممکن ہی نہیں ہے'' مطعم کے سوال پر آپ نے فرمایا:

''بالکل مانتا ہوں کیونکہ میں آپ کی ان باتوں کو بھی سچ تسلیم کرتا ہوں جو انسانی ذہن میں نہیں آسکتیں جب میں آپ پر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی وحی کو مانتا ہوں تو پھر اس واقعہ کو ماننا کون سی بڑی بات ہے''۔

مشرکین اور منکرین نے سوچا کہ کیوں نہ آپ سے بیت المقدس کی عمارت کے حوالے سے سوالات پوچھے جائیں کیونکہ انہیں گمان تھا کہ آپ وہاں ظاہری طور پر تشریف نہیں لے گئے۔

''اچھا آپ ذرا یہ تو بتایئے کہ بیت المقدس کی عمارت کے دروازے کتنے ہیں؟ اور کس رخ پر ہیں کیا آپ کھڑکیوں کی تعداد بتا سکتے ہیں۔ اس کا محراب کیسا ہے؟''

وہ سمجھ رہے تھے کہ آپ ان سوالات کے جوابات نہ دے سکیں گے۔ اللہ رب العالمین نے میرے آقا اور بیت المقدس کے درمیان تمام فاصلوں کو سمیٹ دیا اور حضور اپنی آنکھوں سے عمارت کو سامنے دیکھنے لگے۔ یہ لوگ سوالات کرتے جاتے اور میرے آقا ان کو جوابات دیتے جاتے۔

''ولید بن مغیرہ سچ ہی کہتا ہے کہ آپ سے بڑا کوئی ساحر نہیں ہے''

محفل میں موجود ایک بدبخت نے بدکلامی کی۔

سیدنا صدیق اکبر نے بلند آواز سے نعرہ مستانہ لگایا۔

''میں گواہی دیتا ہوں آپ بے شک اللہ ﷺ کے پیغمبر ہیں''

حضرت ابو بکر کی اس ایمان افروز تصدیق سن کر میرے آقا مسرور ہو گئے۔ چہرہ مبارک تبسم آمیز ہوا اور حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ابو بکر بلاشبہ آپ سچائی کے پیکر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''الصدیق'' کا لقب عطا کر دیا ہے''۔

مسجد اقصیٰ کے متعلق میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفصیلات سن کر منکرین کی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے ان قافلوں کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا جو مکہ اور ارض شام و فلسطین کی طرف رواں دواں تھے اور کہنے لگے کہ آپ کیا ہمیں ان تجارتی قافلوں کے متعلق کچھ بتا سکتے ہیں۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگرچہ برق رفتاری سے ''براق'' پر سفر فرمایا تھا لیکن رب تعالیٰ نے آپ کو ان تجارتی قافلوں کا مشاہدہ ہی نہیں کرایا تھا بلکہ حضور اپنے سفر کے دوران ان قافلوں کے پاس رکے بھی اور ان کے پانی کے برتن میں سے پانی بھی نوش فرمایا تاکہ منکرین اسلام کے ایک ایک سوال کا جواب دیا جاسکے اور طالبان حق کے لئے عظمت مصطفیٰ کو تسلیم کر لینے کے مواقع پیدا ہو سکیں اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ میرے آقا نے ان تجارتی قافلوں میں سے ایک قافلے کا حال تفصیل سے ارشاد فرمایا اور بتایا کہ میری تیز رفتار سواری جب ان کے قریب سے گزری تو اس کی برق رفتاری سے گھبرا کر ان کے جانور رک گئے اور ان میں سے ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ لوگ اپنے اونٹ

Marfat.com

کو تلاش کر رہے تھے کہ میں نے انہیں اطلاع دی کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔ انہوں نے میری آواز سن کر اسے پہچان لیا اور آپس میں میرے متعلق باتیں کرنے لگے۔

میرے آقا نے ایک دوسرے قافلے کے اونٹوں کے ڈر جانے کا بھی واقعہ سنایا اور فرمایا کہ ایک اونٹ تو گھبرا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس پر لدی ہوئی بوریوں پر سفید نشانات بھی بتا دیئے۔ آپ نے صرف ان قافلوں کی دوران سفر تفصیلات ہی نہیں بتائیں بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان میں سے کون سا قافلہ پہلے مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا جس طرح آپ نے فرمایا تھا بالکل اسی طرح ہوا۔

آپ کے بتائے ہوئے دن پر ہی یہ قافلہ شہر مکہ میں واپس پہنچا تھا۔ اس دن لوگ پہاڑی ٹیلوں پر کھڑے ہو گئے تھے اور قافلے کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ دن ڈھلنے لگا تو منکرین خوش ہونے لگے کہ اب تک قافلہ نہیں آیا، ادھر سورج غروب ہوا اور وہ خوشی کے شادیانے بجانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ ایک طرف سے شور اٹھا کہ قافلہ نظر آ گیا۔ قافلے والوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر ان واقعات کی تصدیق کی جس کا ذکر میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما چکے تھے جن کے نصیب میں میرے آقا کی عظمتوں کو تسلیم کرنا لکھا تھا وہ تو اس معجزہ مصطفیٰ کو دیکھ کر آپ کے پیغمبرانہ مقام کو دل سے مان گئے اور جو لوگ انا پرستی، جہالت اور قبائلی تعصب کا شکار تھے وہ اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے اور منکر کے منکر ہی رہے۔

شب معراج کائنات کے رہبر کو جو مشاہدات کرائے گئے اور جو نشانیاں اور علامات دکھائی گئیں ان میں سے آپ نے ان مجرموں پر ہونے والے وہ عذاب اور ان کو دی جانے والی سزاؤں کا خاص طور پر ذکر کیا جو ''حقوق العباد'' کے سلسلے میں قانون الٰہی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یتیموں اور بے کسوں کا مال ناحق کھا جانے والوں کے اونٹ جیسے بڑے ہونٹوں میں بڑے بڑے پتھروں جیسے انگارے داخل ہوتے ہوئے اور جسم کی پشت سے نکلتے ہوئے دیکھے۔ آپ نے زانیوں کو بدبودار چھچھڑے کھاتے ہوئے اور زانیہ عورتوں کے سینوں پر کانٹے چبھے ہوئے اور ان کو لٹکا ہوا دیکھا اس طرح کے دیگر مشاہدات کی تفصیلات بیان فرما کر آپ نے راہ حق پر چلنے والوں کو معاشرتی حقوق کی ادائیگی اور دولت کی عادلانہ تقسیم کی اہمیت اجاگر فرمائی۔ واقعہ معراج کا ایک پہلو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت کو تسلیم کرانا اور انبیاء علیہم السلام کا آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا پھر رب تعالیٰ سے ملاقات دیدار اور مکالمہ کے حوالے سے مخصوص ہے یہ وہ راز و نیاز کی گفتگو ہے جو معبود اور عبدہ کے درمیان ہوئی۔ محب اور محبوب کی اس ملاقات کی تفصیلات کیا ہیں یہ اہل مکاشفہ اور عارفین طریقت کا موضوع ہے جبکہ واقعہ معراج کا دوسرا پہلو جو ہم سب پر آشکار ہے اور انسانیت کے لئے اس کا پیغام واضح اور غیر مبہم ہے وہ یہ ہے کہ انسانیت کو اب جو بھی عروج ترقی اور کامیابیاں نصیب ہوں گی وہ محمد مصطفیٰ کے قدموں کے طفیل ملیں گی کہ آپ نے زمین کی وسعتوں سے آسمان کی بلندیوں کا سفر فرما کر انسانیت کو یہ پیغام دے دیا کہ آگے بڑھو اور کائنات کو مسخر کرلو کیونکہ اب لیل و نہار کی گردش اور شمس و قمر کے راستوں کے علوم انسانیت پر واضح کر دیئے جائیں گے۔ جو وارثان علوم پیغمبر تھے وہ اس شعبے میں پیچھے رہ گئے اور دوسروں نے آگے بڑھ کر علوم نبوی کی خیرات سمیٹ لی میرے آقا کے غلاموں نے اندلس میں علم کی جو نورانی کرنیں پھیلائی تھیں یورپ اس سے مستفید ہوا۔ ان کے علماء محمد عربی کے ماننے والوں سے علوم حاصل کر کے تحقیق و جستجو کے خوگر ہو گئے اور پھر کائنات کے علوم کی بنیاد پر ایجادات و امکانات کی ایک دنیا شروع ہو گئی لیکن سب کچھ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض ہے اور آپ کے غلاموں کی میراث ہے۔

بقول علامہ اقبال

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

Marfat.com

تیرھواں منظر

رات کا سناٹا طاری ہے۔ جون 622ء کی ایک گرم رات کا آخری پہر ہے، وادی منیٰ میں حجاج کے خیمے لگے ہوئے ہیں اور دور دراز سے آئے ہوئے لوگ اس میں آرام کر رہے ہیں۔

''یثرب'' سے آئے ہوئے لوگ اپنے خیمے میں رات کو جلدی ہی سو گئے تھے جیسے وہ بہت تھکے ہوئے ہوں اور ان کو جلدی سو جانے کی ضرورت ہے۔

رات کا پچھلا پہر شروع ہوتے ہی یہ لوگ ایک ایک کر کے اپنے اپنے بستروں سے اٹھ کر دبے پاؤں باہر جا رہے ہیں۔ یہ بہت احتیاط سے کام لے رہے ہیں تاکہ ان دوسرے لوگوں کو پتہ نہ چل سکے جن کو ابھی تک اس خفیہ ملاقات کے متعلق معلوم نہیں ہے جو آج رات ہونے والی ہے۔ یثرب سے ان کے ساتھ آنے والے ان کے ہم خیال ساتھیوں کی تعداد ستر ہے لیکن اس رات تک پانچ اور لوگ بھی ان کے ہمراز بن چکے ہیں یہ 75 افراد ایک ایک کر کے پہاڑی کی گھاٹی ''عقبہ'' میں جانے کے لئے روانہ ہوئے ہیں جہاں انہوں نے انقلاب کی بنیاد رکھنا ہے۔ ایک عہد ساز معاہدہ کرنا ہے۔ کائنات کی تقدیر بدلنے والی ہجرت کا پہلا مرحلہ شروع کرنا ہے۔ اپنے آقا و مولا کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے، اس طرح کی بیعت ان کے بارہ ساتھی گزشتہ سال حج کے موقع پر کر چکے تھے یہ دوسری بیعت ہے۔ بیعت عقبہ ثانیہ۔

Marfat.com

پہاڑی گھاٹی میں 75 پرعزم افراد جمع ہیں ان میں تہتر مرد اور دو عورتیں ہیں۔

سب کی نگاہیں راستے کی طرف لگی ہوئی ہیں اتنے میں ایک شخص راستے کی طرف اشارہ کر کے ساتھیوں کو خوشخبری سناتا ہے۔

''وہ تشریف لے آئے ہیں''

سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

قائد انسانیت اور رحمت کائنات ﷺ کے ساتھ ان کے چچا عباس ابن عبدالمطلب ہیں لیکن گھاٹی میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے اپنے رفیق خاص ابوبکر صدیق کو راستے کی نگرانی کے لئے ایک جگہ کھڑا کر دیا ہے تاکہ کسی طرح کا خطرہ ہو تو اطلاع ہو سکے۔ گھاٹی میں داخل ہونے کے مقام پر اپنے چچازاد بھائی اور شجاعت کے پیکر علی المرتضٰی کو حفاظت کی غرض سے متعین کر دیا ہے اور خود اپنے چچا کے ساتھ یثرب سے آنے والے ان ارادت مندوں اور طالبان حق کے درمیان آکر بیٹھ گئے ہیں۔ رات کی تاریکی میں بھی میرے آقا کا رخ زیبا چمک رہا ہے سب لوگ آپ کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ سب پر ایک نظر کرم ڈالتے ہیں اور ان کے چہروں پر لکھی ہوئی استقامت و عزیمت کی داستان پڑھتے ہیں۔ ماحول میں سناٹا طاری ہے، اتنے میں میرے آقا اپنے چچا کی طرف دیکھتے ہیں۔ عباس ابن عبدالمطلب اپنی گفتگو کا آغاز یوں کرتے ہیں:

''محترم سامعین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد ﷺ کا ہمارے نزدیک کیا مقام ہے ہم قریش کے دیگر لوگوں کے عقیدہ پر ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے آپ کا ہمیشہ احترام کیا ہے اور تحفظ دیا ہے۔ محمد ﷺ اپنے قبیلے کی حفاظت میں ہیں اور ہم میں سے معزز ترین شخصیت ہیں۔ اب انہوں نے مکہ سے ہجرت کرنے اور تم لوگوں کے پاس چلے جانے اور وہیں پر ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اچھی طرح سوچ لو، اگر تم سمجھتے ہو کہ تم لوگ آپ سے کئے گئے وعدے پورے کر لو گے اور آپ کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھا لو گے تو یاد رکھو کہ یہ صرف تمہاری ذمہ داری ہوگی لیکن تم کو اگر یہ خدشہ ہو کہ کسی مرحلہ پر تم ان کی حمایت سے دستبردار ہو جاؤ گے اور انہیں اکیلا چھوڑ دو گے تو بہتر ہے کہ آج سے ہی انہیں چھوڑ دو! کیونکہ وہ یہاں اپنے شہر اپنی قوم میں عزت و حفاظت سے رہ رہے ہیں''۔

جیسے ہی حضرت عباس نے گفتگو ختم کی تو حضرت کعب بن مالک بول اٹھے:

''عباس بن عبدالمطلب! ہم نے آپ کی گفتگو سن لی اور آنے والے خطرات کے اندیشے بھی سمجھتے ہیں''

پھر وہ اپنا رخ رحمت کائنات کی طرف پھیرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں

''یارسول اللہ! آپ بھی ارشاد فرمایئے! جس طرح کا حکم ہو ہمیں دیجئے! آپ جس طرح کا عہد و پیمان لینا چاہتے ہیں ہم سے لیجئے! ہم سب اس کے لئے حاضر ہیں''۔

حضور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد تلاوت قرآن مجید فرماتے ہیں اور پھر ارشاد فرماتے ہیں:

''تمہیں خوشی اور غم ہر طرح کی کیفیت میں میرا ہر حکم ماننا ہوگا تمہیں مالی فراخی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہوگا، تمہیں لوگوں کو اچھے کاموں کی تلقین کرنا ہوگی اور برے کاموں سے روکنا ہوگا، تمہیں تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو ہمیشہ وقف کرنا ہوگا اور لوگوں کی طعنہ زنی کی پرواہ نہیں کرو گے جب میں تم لوگوں کے پاس مستقل قیام کیلئے آجاؤں گا تو تم میرا ساتھ دو گے اور اس طرح میرا تحفظ کرو گے جس طرح اپنا اور اپنے اہل خانہ کا تحفظ کرتے ہو''۔

میرے آقا کا خطاب جیسے ہی ختم ہوتا ہے محفل کے شرکاء دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں تاکہ آپ کے مقدس ہاتھ میں ہاتھ دے کر تجدید عہد و پیمان کر سکیں۔ بیعت کا اقرار کر سکیں۔

Marfat.com

اتنے میں ایک نوجوان اسعد بن زرارہ سب سے پہلے سرور کونین ﷺ کا دست مبارک تھام لیتے ہیں اور پر جوش انداز سے اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں:

''میرے یثرب کے ہم وطن لوگو! یادرکھنا بیعت کرنے میں کسی جلد بازی سے کام نہ لینا، ہم اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے یہاں اس لئے پہنچے ہیں کہ ہم جان چکے ہیں کہ آپ ہی اللہ کے رسول ہیں مگر اب بات دوسری ہے۔ ہم آپ کو اپنے پاس چلنے کی دعوت دے رہے ہیں گویا پورے عرب سے تعلق توڑنے کی بات کر رہے ہیں۔ ہمارے سرداروں کو قتل کیا جائے گا اور تلواریں ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی اگر یہ سب کچھ برداشت کرنے اور آئندہ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت تمہارے اندر موجود ہے تو یہ بیعت کرو اور اس کا تمہیں اجر عظیم حاصل ہوگا۔ اگر تمہیں اپنی زندگیاں عزیز ہیں تو پھر آپ کو یہیں مکہ ہی میں رہنے دیجئے! اللہ تعالیٰ بھی تمہارا عذر قبول فرمائے گا''۔

نوجوان اسعد بن زرارہ کی آتش فشاں گفتگو نے ماحول میں مزید حدت اور جذبوں میں مزید توانائی پیدا کر دی ہے سب کہہ اٹھتے ہیں ''اسعد بن زرارہ خدا کی قسم یہ عہد و پیمان ہمیں کبھی بھی نہیں توڑنا''

براء بن معرور آگے بڑھتے ہیں اور میرے آقا کے دست مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اقرار کرتے ہیں۔

''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے آپ کو نبوت کے منصب پر فائز کیا ہے ہم ہمیشہ آپ کا ساتھ دیں گے اور اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر آپ کا تحفظ کریں گے۔ واللہ، میدان جنگ تو ہمارا مشغلہ ہے وہیں ہم پلے بڑھے ہیں اور ہتھیار ہمارے لئے کھلونا ہیں۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کی بہادری اور وفاداری کی رسم نبھائیں گے''۔

جیسے ہی براء نے بات ختم کی تو ابو ہیثم بن تیہان نے گزارش کی:

''یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے اب لگتا ہے کہ ہمیں اس معاہدے کی پابندیوں سے آزاد ہونا پڑے گا کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور طاقت عطا فرمائے تو ہمیں چھوڑ کر آپ واپس مکہ مکرمہ اپنی قوم کے پاس آ جائیں''۔

میرے آقا کے چہرہ اقدس پر تبسم پھیل گیا آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''نہیں! ہرگز ایسا نہیں ہوگا، آپ لوگوں کا خون میرا خون ہوگا اور آپ لوگوں کی ہر آزمائش کو میں اپنی آزمائش سمجھوں گا، یوں سمجھ لو کہ اب میں آپ لوگوں کا ہوں اور آپ میرے ہیں جس سے آپ کی جنگ ہوگی میری جنگ بھی اسی سے ہوگی، آپ جس سے صلح کریں گے وہ میری صلح سمجھی جائے گی''۔ سب سے پہلے بیعت کا شرف اسعد بن زرارہ نے حاصل کیا اور اب باری باری سب لوگ آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ سرور کائنات کے ہاتھ میں دے رہے ہیں اور میرے آقا کے لئے جان و مال کی قربانی دینے اور آپ کے تحفظ کے لئے عہد و پیمان کا اقرار کر رہے ہیں۔

مردوں نے میرے آقا کا دست مبارک پکڑ کر بیعت کی ہے جبکہ محفل میں شریک دو خواتین زبانی اقرار کر رہی ہیں کیونکہ میرے آقا جس دستور حیات کا درس دے رہے ہیں اس میں کسی غیر محرم عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے۔

بیعت کا مرحلہ مکمل ہوتا ہے تو میرے آقا محفل کے شرکاء میں سے بارہ افراد کے ناموں کا اعلان فرماتے ہیں۔ یہ لوگ مختلف قبیلوں کے لئے دعوت و تبلیغ کے لئے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور انہیں ان کے متعلقہ قبیلے کا ''نقیب'' بنا کر عملی جدوجہد کا آغاز کرنے کی تلقین فرماتے ہیں اور انہیں یاد دلاتے ہیں کہ انہیں وہی ذمہ داری دی گئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو دی تھی۔ آپ ان ''نقباء'' سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے معاملات کے نگران ہوگے اور میں تم سب کے معاملات کا نگران ہوں سب ہی سر جھکا کر اور زبان

Marfat.com

سے اس حکم کی تعمیل کا عہد کرتے ہیں۔

محفل کے شرکاء ایک توانا جذبہ اور عزم صمیم کے ساتھ اپنے آقا کی گفتگو سن رہے ہیں۔ عباس بن عبادہ کے جذبات کی کیفیت کچھ اور ہی ہے۔ وہ گزارش کرتے ہیں۔

"یارسول اللہ مجھے آپ کے رب کی قسم جس نے دین حق کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو کل منیٰ ہی میں ہم مشرکین کے سر اپنی تلواروں سے کاٹ کر رکھ دیں"۔

"نہیں! ابھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اب تم لوگ اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس جاؤ!"

محفل برخواست ہوئی تو شیطان لعین کو اس محفل کے شرکاء کی حاضری اور ان کے عہد و پیمان بہت ہی کھٹکے، وہ پریشانی میں بدحواس ہو گیا، اس نے دوسری صبح کا انتظار بھی نہیں کیا اور اسی وقت ایک انسانی آواز میں پہاڑی کی چوٹی پر صدا دینے لگا۔

"خیموں میں سونے والو! محمد ﷺ کی خبر لو! تمہارے دین کے باغی لوگ یہاں جمع ہیں اور تم سے لڑائی کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں"

حاضرین محفل یہ آواز سن کر چونک پڑتے ہیں۔

میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "یہ شیطان ہے" اور پھر شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے دشمن خدا! تو بھی اچھی طرح سن لے! تیری باری بھی بہت جلد آنے والی ہے تجھ سے بھی نمٹ لوں گا"۔

Marfat.com

دوسرے دن قریش مکہ اور مشرکین کا ایک وفد اہل یثرب کے خیموں میں پہنچتا ہے اور ان سے کہتا ہے:

''اے اہل خزرج! ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ لوگوں نے ہماری مخالفت شخصیت کا ساتھ دینے اور ان کو حفاظت سے اپنے ہمراہ لے جانے کا وعدہ کیا ہے اور ہم سے جنگ کرنے کا بھی تہیہ کیا ہے حالانکہ ہم تمام قبائل میں سے آپ کا سب سے زیادہ احترام کرتے ہیں اور آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے''۔

قبیلہ خزرج کے مشرک روسا کو چونکہ اس معاہدے کے متعلق معلوم ہی نہیں ہے اس لئے وہ قسمیں کھا کر یقین دلا رہے ہیں ایسی کوئی بیعت نہیں ہوئی۔

جبکہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے آقا کے فرمان کے تحت خاموش ہیں اور وقتی مصلحت کے تحت لب کشائی سے پرہیز کر رہے ہیں۔ ان کے دل مطمئن اور مسرور ہیں انہیں یقین کامل ہے کہ وہ مبارک دن بہت جلد آنے والا ہے جب رحمت کائنات ان کے درمیان ہوں گے۔ ان کے شہر میں، ان کے مدینہ میں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے!

Marfat.com

سفر ہجرت
انقلاب کا پیش خیمہ

میرے آقا کا ''یثرب'' کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ ظاہر ہوتے ہی جانثاران مصطفیٰ ایک ایک کر کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے لگے راہ حق کے ان وفا کیش مسافروں نے اپنے آباؤ اجداد کے شہر اپنے اثاثوں، گھر بار تمام جائیداد کو چھوڑا اور حضور کا استقبال کرنے کی غرض سے سوئے ''یثرب'' چل پڑے۔ جب ان کے آقا و مولا نے مکہ مکرمہ کو چھوڑ دینا تھا تو پھر مکہ میں وہ کیوں رہتے! اب تو وہ شہر ہی ان کے لئے منزل مقصود بنا جہاں میرے آقا نے پہنچ کر اسے ''شہر نبی'' کا شرف عطا کرنا تھا۔ مکہ مکرمہ میں میرے آقا کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ موجود تھے اور ان دونوں کو میرے آقا نے جانے سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے اجازت طلب کی تو ان سے فرمایا:

''ابوبکر ٹھہر جاؤ! اللہ تعالیٰ اس سفر کے لئے تمہارا کوئی ساتھی بنائے گا''

رمز شناس مصطفیٰ نے جب سے یہ سنا تو دل نے گواہی دی کہ انہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ہم سفر بننے کا اعزاز حاصل ہونے والا ہے۔ ادھر مشرکین مکہ کی بے چینی میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان مکہ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہیں ان مسلمانوں کے ''یثرب'' جانے پر بھی بے حد تشویش تھی کیونکہ انہیں یثرب کے اہم جغرافیائی محل وقوع اور تجارتی شاہراہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی خصوصی اہمیت کا احساس تھا، انہوں نے اس اہم معاملے پر مشاورت کے لئے اپنے مشاورتی ادارے ''دارالندوہ'' کا اہم اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس کے شرکاء کے لئے عمر رسیدہ اور تجربہ کار افراد کو ہی دعوت دی گئی اور یہ شرط عائد کی گئی کہ اس اہم اجلاس کے شرکاء قبیلہ قریش کی تمام اہم شاخوں سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کی عمریں چالیس برس سے زائد ہوں البتہ خصوصی اجازت سے ابوجہل کو اس میں شریک ہونے کا موقع دیا گیا۔ اگرچہ وہ کم عمر تھا لیکن میرے آقا کی دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا اور اپنے قبیلے میں بہت ہی سمجھدار اور صاحب دانش وحکمت ''ابو الحکم'' سمجھا جاتا تھا۔

اس اہم نوعیت کے اجلاس میں چونکہ شرکت کی دعوت صرف اہم اور سرکردہ افراد کو دی گئی تھی اس لئے کسی غیر اہم اور اجنبی شخص کی شرکت ناممکن تھی۔ اجلاس کے شرکاء اعلان نبوت کے چودھویں سال ماہ صفر میں منعقد ہونے والے اس اجلاس میں جانے کے لئے مقررہ عمارت کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک عمدہ لباس پہنچے ایک اجنبی شخص کو مرکزی دروازے کے قریب دیکھا، یہ شخص ایک رئیسانہ وقار کے ساتھ کھڑا تھا۔ انہوں نے اس اجنبی عمر رسیدہ شخص سے پوچھا:

''آپ کس قبیلے کی نمائندگی کر رہے ہیں''

''میں نجدیوں کا سردار ہوں''۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک اہم معاملے کے متعلق فیصلہ کرنے یہاں اکٹھے ہو رہے ہو۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آج کے اجلاس کی کارروائی سن سکوں اور شاید آپ کو اچھی تجاویز اور مشورے دے سکوں''۔

نجدی سردار کے حوالے سے اپنا تعارف کرانے والا شیطان لعین تھا جس نے میرے آقا کی مخالفت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تو قریش مکہ نے اسے بھی ''دارالندوۃ'' کے اس اجلاس میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔

اجلاس شروع ہوا تو ہر کسی نے اپنے اپنے انداز میں اپنے بغض باطنی کا اظہار کیا اور میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ہجرت کا راستہ روکنے کی تجاویز پیش کیں۔

Marfat.com

ایک شخص نے تجویز دی کہ اگر وہ جانا چاہتا ہے تو جانے دیا جائے کیونکہ اس کے یہاں سے چلے جانے سے حالات معمول پر آ جائیں۔ ہمیں اس کو یہاں سے نکال دینا چاہئے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ وہ کہاں اور کس قبیلے میں جاتا ہے"۔

نجدی سردار کے روپ میں موجود شیطان نے کہا:

"نہیں! یہ تجویز بالکل غیر موزوں ہے، تمہیں معلوم ہے کہ اس کی باتیں کتنی اثر پذیر ہوتی ہیں وہ اپنی باتوں سے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ اگر اسے جانے دیا تو وہ کسی عرب قبیلے کو اپنے ساتھ ملا کر تم پر حملہ آور ہو جائے گا اور تمہیں ملیا میٹ کر کے رکھ دے گا۔ کوئی اور حل ڈھونڈو!"۔

ابوالبختری نے اپنی تجویز دیتے ہوئے کہا:

"میرے خیال میں اسے لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر زنداں میں ڈال دیا جائے اور اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ حتیٰ کہ موت ہی اس کا خاتمہ کر دے جس طرح دوسرے شاعر زہیر اور نابغہ اپنے انجام کو پہنچے تھے"۔

نجدی سردار پھر بول پڑا:

"یہ بھی غلط تجویز ہے! اگر تم نے اسے قید کر دیا تو اس کے جاں نثار تم پر حملہ آور ہو کر اسے چھڑا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور پھر اپنی قوت میں اضافہ کر کے واپس لوٹ آئیں گے اور تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ کوئی اور تجویز ہو تو کہو"۔

جب دوسری تجاویز کو مسترد کر دیا گیا تو ابوجہل نے کہا:

"میرے خیال میں تم لوگوں کو میری تجویز پر غور کرنا چاہئے"۔

"بتاؤ تمہاری تجویز کیا ہے؟"

اجلاس کے شرکاء کے پوچھنے پر ابوجہل نے کہا:

ہر ایک قبیلے میں سے حسب و نسب والے باہمت نوجوانوں کو تیز دھار والی تلواریں دیکر مشترکہ قاتلانہ حملہ کرنے کا حکم دیں تاکہ ایک ہی حملے میں دشمن کا خاتمہ ہو جائے۔ صرف اسی طرح قتل کرنے سے ہماری جان چھوٹ سکتی ہے۔ اس مشترکہ حملہ کی وجہ سے بنوعبد مناف ہر ایک قبیلے سے جنگ نہیں کر سکیں گے اور مالی معاوضہ (دیت) پر ہی مان جائیں گے۔ ہم سب مل کر یہ خون بہا انہیں ادا کریں گے"۔

دوسرے لوگ ابھی اس تجویز پر اپنی رائے دینے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ نجدی سردار فوراً بول اٹھا۔

"یہ ہوئی نہ بات! اب اس تجویز کے بعد کسی اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے"۔

سب نے ہی نجدی سردار کے روپ میں شیطان کی اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا اور یہ سارے دشمنان مصطفیٰ اسی ارادے سے اپنے گھروں کو لوٹ گئے کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ اپنے اس منصوبے کو عملی شکل دیں اور شیطانی خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔

کفار مکہ اپنے ناپاک ارادے کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے دشمنان اسلام کے منصوبے سے اسی وقت آگاہ فرما دیا:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عطا کر دی ہے، اب آپ اس شہر سے ہجرت فرما سکتے ہیں۔ یہ رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں"

حضرت جبرئیل رب تعالیٰ کا پیغام دے کر رخصت ہوئے تو میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام فوراً حضرت ابوبکر صدیق کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ 12 ستمبر 622ء کی ایک دوپہر تھی جب حضرت ابوبکر صدیق اپنے اہل خانہ کے ہمراہ گھر میں موجود تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ اس

Marfat.com

تپتی ہوئی دوپہر میں کائنات کے آقا اپنا سر ڈھانکے اچانک تشریف لے آئے ہیں اس وقت تشریف لے آنا آپ کا معمول نہیں تھا۔

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ یقیناً اس وقت کسی اہم ترین مسئلے کی وجہ سے ہی تشریف لے آئے ہیں۔ فرمایئے! کیا حکم ہے؟''

حضور نے نشست پر بیٹھتے ہی فرمایا:

''ہاں ایک بہت ہی خفیہ بات کہنے آیا ہوں، سب کو کمرے سے باہر بھیج دیجئے!''

یارسول اللہ!

''آپ ارشاد فرمایئے'' یہ میری بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں فرمایئے''۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ سے ہجرت کر کے چلے جانے کا حکم دے دیا ہے''

میرے آقا نے ہجرت کے اس اہم ترین فیصلے سے اپنے معتمد ترین رفیق خاص کو آگاہ کیا تو انہوں نے گزارش کی:

''یارسول اللہ! مجھے بھی اس سفر میں ساتھ جانے کی سعادت بخشیں!''

''بالکل تم میرے ساتھ ہی ہو گے''

میرے آقا نے حضرت ابوبکر کو ساتھ جانے کی خوشخبری دی تو خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت عائشہ حیرت سے اپنے والد کو روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ خوشی کی یہ خبر سن کر ان کے والد کیوں رو رہے ہیں۔ انہیں ابھی احساس نہیں ہوا تھا کہ بعض دفعہ خوشی کے ایسے لمحات بھی آتے ہیں کہ بے اختیار آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اپنی اس خوشی کو الفاظ کا روپ دیتے ہوئے کہنے لگے:

''یارسول اللہ! میں نے اس سعادت کو حاصل کرنے کی آرزو اور خواہش میں سفر کے لئے دو اونٹنیاں گھر میں ہی باندھ رکھی ہیں اور آپ کے حکم کا انتظار تھا''

میرے آقا وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا اور انہیں سفر ہجرت کے متعلق رب تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کیا۔

''اے علی! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا ہے کہ قریش کی رئیسوں نے آج رات میرے قتل کی سازش تیار کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آج رات آپ کو اپنے بستر پر سونے کے لئے کہوں، کیونکہ آپ دل و جان سے مجھ پر فدا ہیں اور میری حفاظت کرتے ہیں''۔ حضرت علی نے حکم کی تعمیل کے لئے فوراً رضامندی کا اظہار کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی تھی کہ انہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بستر پر آرام فرمانے کی نعمت عظیم عطا فرما رہے تھے۔ حضرت علی تسلیم و رضا کا پیکر بنے آقا کے ارشاد کو سن رہے تھے۔

''تم میری یہ سبز چادر اوڑھ کر سو جانا! تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا''

پھر میرے آقا نے حضرت علی کے حوالے وہ تمام امانتیں کیں جو مکہ مکرمہ کے لوگ وقتاً فوقتاً آپ کے حوالے کرتے تھے۔ حضور نے حضرت علی کو فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امانتیں لوٹا کر میرے پاس آ جانا۔

رات کا اندھیرا چھا گیا تو وہ گیارہ بدبخت منصوبے کے تحت میرے آقا کے گھر کی طرف چل پڑے جنہیں ابلیس کے مشورے کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قاتلانہ حملہ کرنا تھا، ان لوگوں نے ابوجہل کی سربراہی میں کاشانۂ نبوی کا محاصرہ کر لیا اور حضور کے گھر کے

Marfat.com

دروازے کے قریب کھڑے ہو کر میرے آقا کے سو جانے کا انتظار کرنے لگے تا کہ اپنے شیطانی منصوبے کو پورا کر سکیں۔ ابو جہل اس دن بہت خوش تھا، وہ اپنے ہمراہ آنے والے ساتھیوں سے کہنے لگا:

"ہم سے کہا جاتا تھا کہ ہم اس نئے دین کی پیروی کریں گے تو عرب وعجم کی بادشاہی ہمیں مل جائے گی۔ مرنے کے بعد آنے والی زندگی میں عدن کے باغات کی طرح جنت میں رہنا نصیب ہوگا اور اگر ہم اس نئے دین کو نہیں مانیں گے تو ہمیں قتل کر دیا جائے گا اور مرنے کے بعد روز محشر ہمیں آگ کے دہکتے ہوئے الاؤ میں پھینک دیا جائے گا"۔

وہ اسی طرح تمسخر آمیز انداز میں اول فول بک رہا تھا کہ میرے آقا پورے وقار اور اعتماد کے ساتھ کاشانہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے۔

"بالکل میں ایسا ہی کہتا ہوں اور تم اچھی طرح سن لو ابو جہل! تم ان لوگوں میں شامل ہو جن کے ساتھ یہ سب کچھ ہونے والا ہے"۔

یہ سب دشمنان مصطفیٰ میرے آقا کی اس اچانک آمد پر حیران رہ گئے، وہ سوچ رہے تھے کہ وہ گھر میں گھس کر یکبارگی حملہ کریں گے اور خاموشی سے قتل کر دیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اچانک سامنے دیکھ کر یہ سارے سہم گئے۔ میرے آقا نے رب تعالیٰ کے پاکیزہ کلام میں سے سورۃ یٰسین کا وہ حصہ تلاوت کرنا شروع کر دیا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اور ہم نے ان کے آگے بھی ایک دیوار بنا دی اور پیچھے بھی ایک دیوار اور انہیں مکمل طور پر اس طرح ڈھانک دیا کہ انہیں کچھ نہیں سوجھتا تھا"۔

میرے آقا نے یہ آیت مبارکہ پڑھ کر ان پر پھونک ماری تو ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا، یہ اونگھتے ہی رہ گئے اور اللہ رب العالمین کے محبوب کریم اپنے رب کی حفاظت میں بخیریت وہاں سے ان کے محاصرہ میں سے نکل کر اور ان کے سروں پر مٹی ڈال کر وہاں سے تشریف لے گئے۔

آپ جیسے ہی حضرت ابوبکر کی رہائش گاہ پر پہنچے یہ محب صادق اپنے آقا کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

حضور جیسے وہاں پہنچے حضرت ابوبکر صدیق اپنے گھر کے عقب میں ایک چھوٹے دروازے کی طرف سے حضور کو ساتھ لے کر یمن جانے والے راستے پر واقعہ پہاڑ "ثور" کی طرف چل پڑے اور اس پہاڑ کی بلندی پر ایک غار میں جا پہنچے۔ مکہ چھوڑتے ہوئے حضور نے اس شہر پر آخری نظر ڈالتے ہوئے فرمایا "اگر شہر کے باشندوں نے مجھے جانے پر مجبور نہ کیا ہوتا تو کبھی یہاں سے نہ جاتا" ادھر میرے آقا کے گھر کا محاصرہ کرنے والے حضور کی روانگی سے بے خبر اس امید پر کھڑے تھے کہ رات ڈھلے گی تو وہ حملہ کریں گے کسی راہ گزرنے جب ان لوگوں کو بتایا کہ آپ جنہیں قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں وہ تو آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے یہاں سے جا چکے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے سروں کو جھاڑا تو پتہ چلا کہ ان کے سروں پر واقعی مٹی پڑی تھی اور انہیں خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے دروازے میں سے جھانک کر دیکھا تو انہیں میرے آقا کی سبز چادر نظر آئی جو حضرت علی المرتضیٰ اوڑھ کر آرام سے میٹھی نیند سو رہے تھے۔ دشمنان مصطفیٰ نے یہ سمجھا کہ میرے آقا گھر پر تشریف فرما ہیں کیونکہ یہی چادر آپ اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ وہ وہیں صبح تک موجود رہے اور سوچتے رہے کہ کب اور کیسے حملہ کریں۔

جیسے ہی علی الصبح حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مصطفوی چادر کو سمیٹتے ہوئے مصطفوی بستر سے اٹھے تو انہیں دیکھ کر دشمنان رسول خدا حواس باختہ ہو گئے۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح گزشتہ شب میرے آقا ان کے حصار کو توڑ کر بخیریت یہاں سے تشریف لے گئے۔

مکہ مکرمہ کے جنوب میں واقع "جبل الثور" تک پہنچتے پہنچتے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نرم و نازک مقدس پاؤں زخمی ہو گئے اور چھالے پڑ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق جو کبھی میرے آقا کے آگے حفاظت کی غرض سے چلتے کبھی دائیں اور بائیں ہو جاتے تا کہ کسی ناگہانی

Marfat.com

حملہ کی صورت میں دفاع کر سکیں اور آپ پر حملہ آور ہونے والوں کا مقابلہ کر سکیں۔ حضور کے زخمی پاؤں کو دیکھا تو آپ کو کاندھوں پر اٹھا لیا اور اسی طرح اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی تک جا پہنچے۔

غار میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ابو بکر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی:

''خدارا! ابھی آپ اس غار میں تشریف نہ لے جائیں پہلے میں اندر جا کر دیکھ آتا ہوں تاکہ اندر کوئی موذی جانور ہو تو میں اس کا سامنا کروں''۔ حضور حضرت ابو بکر کی خواہش پر رک گئے۔ حضرت ابو بکر غار کے اندر پہنچے اور اس کو غور سے دیکھا تو انہیں چند سوراخ نظر آئے انہیں اندیشہ ہوا کہ یہاں سے کوئی خطرناک چیز نہ نکل آئے اس لئے اپنا تہہ بند پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا لیکن پھر بھی دو سوراخ بند ہونے سے رہ گئے۔ صدیق اکبر نے فیصلہ کر لیا کہ ان سورخواں پر اپنا پاؤں رکھ دیں گے۔ غار کی صورتحال سے مطمئن ہو کر حضرت ابو بکر نے میرے آقا کو اندر تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار میں پہنچے تو آرام فرمانے کی خواہش ظاہر کی۔ وہاں کوئی بستر تو مہیا نہیں ہو سکتا تھا۔ یارِ غار صدیق اکبر نے اپنی آغوش پھیلا دی رحمت کائنات صدیق اکبر کی آغوش پر اپنا مقدس سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابو بکر نے جن سورخواں پر اپنے پاؤں رکھے ہوئے ان میں سے ایک سوراخ میں چھپے ہوئے سانپ نے آپ کی ایڑی پر ڈس لیا۔ سانپ کے کاٹنے سے تکلیف ہوئی تو آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور چہرہ مصطفیٰ پر آ گرے۔ حضرت ابو بکر تکلیف برداشت کر رہے تھے کہ حضور کے آرام اور نیند میں خلل نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ حضرت ابو بکر کے آنسو کے قطرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ اقدس پر ٹپکے تو میرے آقا نے آنکھ کھولی اور پوچھا:

''ابو بکر! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟''

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں! مجھے کسی چیز کے ڈسنے سے تکلیف ہو رہی ہے''

''ذرا اپنا پاؤں ادھر کرنا'' میرے آقا کے کہنے پر حضرت صدیق اکبر نے اپنا پاؤں سوراخ سے ہٹایا تو آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب تکلیف والی جگہ پر لگایا تو فیضان لعاب مصطفوی سے درد فوراً ختم ہو گیا۔ عرفاء یہ کہتے ہیں کہ صدیق اکبر کے پاؤں ہٹا لینے سے غار میں چھپے ہوئے سانپ کو بھی چہرہ مصطفیٰ کا دیدار نصیب ہو گیا۔

میرے آقا نے حضرت صدیق اکبر کے ساتھ اس غار میں تین راتیں بسر کیں۔ حضرت ابو بکر نے یہاں پہنچنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بنا رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے غلام چرواہے عامر بن فہیرہ کو بتا دیا تھا کہ شام کو بکریاں غار تک لایا کرے تاکہ تازہ دودھ میسر ہو سکے۔ بکریوں کا یہ تازہ دودھ حضرت ابو بکر میرے آقا کو پیش کرتے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء گھر سے کھانا تیار کر کے لاتیں اور باقاعدگی سے ہر روز وہاں پہنچاتی رہیں۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر رات کو غار میں آ جاتے وہاں قیام کرتے اور دن بھر مکہ مکرمہ میں رونما ہونے والے واقعات اور حالات سے آگاہ کرتے۔ صبح صبح وہ غار سے چلے جاتے اور پھر عامر بن فہیرہ اس راستے پر بکریاں چراتے تھے تاکہ عبداللہ کے پاؤں کے نشانات باقی نہ رہیں اور مکہ کے لوگوں کو ان کی یہاں آمد کا شک نہ ہو جائے۔

ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو اس بات کا شدید غصہ تھا کہ میرے آقا کس طرح ان ظالموں کے حصار سے نکل کر بخیریت مکہ سے تشریف لے گئے۔ قریش مکہ کو اس بات کا بھی غصہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابو بکر صدیق کے اہل خانہ میرے آقا کے متعلق معلومات فراہم نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے سختی کی اور حضرت اسماء کو حضرت ابو بکر کے گھر کی دہلیز پر ابو جہل نے اس زور کا طمانچہ مارا کہ ان کے کان کی بالی گر پڑی لیکن انہوں نے میرے آقا کے محفوظ ٹھکانے کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔

مکہ کے ظالم سرداروں کو جب پتہ چلا کہ میرے آقا شہر مکہ سے تشریف لے گئے ہیں تو وہ غصے سے پاگل ہو گئے۔ ان کے انتقام کی آگ

Marfat.com

نہیں بجھی تھی۔ وہ میرے آقا کی زندگی کا خاتمہ چاہتے تھے اور اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب کریم کو ان کے ناپاک عزائم سے باخبر کر کے مکہ سے بحفاظت باہر چلے جانے کے اسباب مہیا فرما دیئے تھے۔ کفار مکہ کو یقین تھا کہ میرے آقا ''یثرب'' کی طرف گئے ہوں گے لیکن میرے آقا اور حضرت ابوبکر ''یثرب'' جانے والے راستے کی بجائے ''یمن'' کی طرف جانے والے راستے میں واقع پہاڑ کی غار میں پناہ گزین تھے۔

مکہ کے سرداروں نے میرے آقا کی گرفتاری یا ان کو قتل کرنے پر ایک سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔ اس انعام کے اعلان ہوتے ہی پاؤں کے نشانات کا سراغ لگانے والے ماہر کھوجی مکہ مکرمہ کے قریب و جوار میں تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے سارے پہاڑ اور غاریں کھنگال ڈالیں کچھ لوگ غار ثور کے دہانے تک بھی پہنچ گئے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے ان کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔ وہ اگر نگاہ نیچے کی طرف کر لیتے تو میرے آقا کو دیکھ لیتے۔ حضرت ابوبکر اس لمحے ذرا پریشان ہوئے، انہیں حضور کی حفاظت اور سلامتی کا اندیشہ تھا۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''ابوبکر پریشانی کی کوئی بات نہیں، ہم صرف دو نہیں اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے''۔

اللہ رب العالمین کی قدرت کاملہ سے کچھ ایسے معجزات ظاہر ہوئے کہ جن سے تلاش کرنے والوں کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ میرے آقا اس غار کے اندر تشریف فرما ہیں جس کے دہانے پر وہ کھڑے ہیں۔

غار کے قریب داخلی راستہ پر ایک بہت بڑی جھاڑی اگ آئی تھی اس خاردار جھاڑی کی وجہ سے کسی کا غار کے اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا۔ امیہ بن خلف کو جو وہاں تک پہنچ گیا تھا اس کے ساتھی نے جب یہ کہا کہ غار کے اندر چل کر دیکھ لیتے ہیں تو اس نے کہا:

''اس غار کے اندر جانے کا کوئی فائدہ نہیں، تم دیکھ نہیں رہے کہ یہاں مکڑی کا جالا محمد کے پیدا ہونے سے پہلے کا لگتا ہے'' راستے کے قریب ہی کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے اور وہاں اپنے گھونسلے پر بیٹھی تھی۔ اس گھونسلے کو توڑے بغیر کسی کا غار کے اندر جانے کا امکان ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تمام ظاہری اسباب خالق کائنات نے اس لئے پیدا فرما دیئے تھے تا کہ مخالفین کو کسی بھی طرح میرے آقا کی وہاں موجودگی کا گمان تک نہ ہو سکے۔ خالق ارض و سما نے جو مسبب الاسباب بھی ہے ایسے حالات رونما کر دیئے تھے کہ میرے سرکار کی تلاش میں سرگرداں مخالفین غار کے قریب پہنچ کر بھی تلاش نہ کر سکے اور واپس چلے گئے۔

تین راتیں اس غار میں بسر کرنے کے بعد میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے گھر سے آتے ہوئے تمام نقدی ساتھ لے لی تھی تا کہ راستے میں ضرورت پڑے تو یہ کام آ سکے۔ انہوں نے مدینہ منورہ (یثرب) کی طرف جانے والے راستے کے ایک ماہر شخص عبداللہ بن اریقط کی خدمات پہلے سے ہی حاصل کر رکھی تھیں۔ مقررہ دن پر وہ دو اونٹنیاں لے کر پہاڑ کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر کے ریوڑ کے چرواہے عامر بن فہیرہ بھی آ گئے تھے اور کھانے کا سامان لے کر حضرت اسماء بھی آ پہنچیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت اسماء کو احساس ہوا کہ وہ کھانے کے برتن کو اونٹ سے باندھنے کے لئے کوئی رسی لانا بھول گئی ہیں۔ انہوں نے فوراً اپنا کمر بند پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے ایک کمر پر باندھا اور دوسرے سے کھانا اونٹ کے ساتھ باندھ کر لٹکا دیا۔ عبداللہ بن اریقط ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن انہیں راستہ کے معاملات کے ماہر ہونے کی وجہ سے ان کو رہنمائی کے لئے ساتھ لے لیا گیا تھا یعنی مکہ میں بھی ایسے غیر مسلم موجود تھے جن پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ سواری کے لئے لائی گئی یہ دو اونٹنیاں حضرت ابوبکر نے میرے آقا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا:

''آپ ان میں سے جس کو پسند فرمائیں اس پر سواری فرمائیں'' میرے آقا نے جس اونٹنی کو پسند فرمایا اس کا نام ''الجدعاء'' تھا۔ حضور

Marfat.com

علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی قیمت کے متعلق دریافت کیا اور پھر فرمایا:

''ابوبکر میں یہ اونٹنی تم سے قیمتاً خریدتا ہوں''

حضرت ابوبکر نے میرے آقا کی خواہش پر سرتسلیم خم کر دیا۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سربراہی میں یہ چار رکنی قافلہ خاموشی سے ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو یثرب کی طرف چلا، ایک ایسے سفر کی طرف جس کو سفر ''ہجرت'' کہا جاتا ہے اور جس سفر کی نسبت سے اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہونا تھا۔

16 ستمبر 622ء کو شروع ہونے والا یہ سفر اسلامی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ عبداللہ بن اریقط نے یثرب جانے والی مشہور و معروف شاہراہ کی بجائے ساحل سمندر والا غیر معروف راستہ اختیار کیا تا کہ عمومی راستے سے گزرتے ہوئے دشمنوں کی نظر میں نہ آ جائیں۔

رات کے اندھیرے میں ''جبل الثور'' سے چلنے والا یہ قافلہ صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے مکہ مکرمہ کی حدود سے باہر نکل گیا تھا دوپہر کے وقت یہ قافلہ ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں کوئی آبادی نظر نہ آتی تھی اور کوئی سایہ دار درخت بھی نہیں تھا۔ دور سے ایک چٹان نظر آئی جس کے دامن میں کچھ سایہ تھا۔

میرے آقا یہاں سواری سے نیچے اترے حضرت ابوبکر نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آرام کے لئے اس چٹان کے دامن میں بستر بچھا دیا اور گزارش کی ''یارسول اللہ! آپ ذرا آرام فرمائیں اور میں اردگرد کے حالات دیکھ کر آتا ہوں''۔

میرے آقا یہاں آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے تو حضرت ابوبکر نے دیکھا ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا ہے اور اس چٹان کی طرف آ رہا ہے۔ اس کو دیکھ کر حضرت ابوبکر کو امید پیدا ہوئی کہ اس سے بکریوں کا دودھ مل سکتا ہے۔ آپ نے اس چرواہے کے قریب جا کر پوچھا ''کیا کچھ دودھ مل سکتا ہے!''

''جی ہاں! کیوں نہیں؟''

''میں دودھ بکری سے اپنے ہاتھ سے دوہنا چاہتا ہوں''

''کیا میں خود دوہ لوں'' حضرت ابوبکر نے ایک بکری کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''اچھا تم بکری کے تھن کو جو مٹی لگی ہے اس کو صاف کر دو''۔

حضرت ابوبکر نے راستے کے لئے چمڑے کا ایک برتن رکھ لیا تھا جس سے حضور کو وضو کراتے تھے اور پانی پیش کرتے تھے۔ یہ برتن لے کر وہ چرواہے کے قریب آئے اور برتن کے منہ پر باریک کپڑا رکھ دیا تا کہ دودھ دوہتے ہوئے کوئی بال اور تنکا وغیرہ برتن میں نہ جائے۔

برتن دودھ سے بھر گیا تو حضرت ابوبکر نے کچھ دیر کے لئے اسے ٹھنڈے پانی میں رکھ دیا تا کہ دودھ بھی ٹھنڈا ہو جائے۔

حضور نیند سے بیدار ہوئے تو حضرت ابوبکر نے اس دودھ کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اس دودھ کو رغبت سے نوش فرمایا۔ حضرت ابوبکر میرے آقا کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کہ اس سفر میں بھی انہوں نے آقا کے پسندیدہ بکری کے دودھ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

''ابوبکر! کیا خیال ہے اب چلیں؟''

میرے آقا نے دریافت کیا تو حضرت ابوبکر بولے:

''جی حضور! کیوں نہیں؟''

اس کے بعد یہ مصطفوی قافلہ سوئے طیبہ پھر چل پڑا۔ حفاظت کی غرض سے حضرت ابوبکر میرے آقا کے پیچھے بیٹھ گئے راستے میں جب

Marfat.com

بھی کوئی اجنبی آپ کے متعلق دریافت کرتا تو حضرت ابوبکر فوراً جواب دیتے "مجھے راستہ بتاتے ہیں" پوچھنے والا یہ سمجھتا کہ یہ اس سفر کے راہبر ہیں۔ درحقیقت وہ اپنے آقا و مولا کو رہبر کامل کے طور پر متعارف کرا رہے تھے۔ دوران سفر یہ نورانی قافلہ ایک صحرائی خیمہ میں بیٹھی ہوئی باوقار خاتون کے خیمہ کے قریب پہنچا تو حضرت ابوبکر صدیق نے اس خاتون سے دریافت کیا:

"آپ ہمیں گوشت اور کھجوریں فروخت کر سکتی ہیں؟"

خاتون نے حضرت صدیق اور میرے آقا کو دیکھ کر کہا:

"اے معزز اور بابرکت مسافرو! میں ہمیشہ مسافروں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتی ہوں اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو آپ کی میزبانی ضرور کرتی"۔ اس صحرائی خاتون کا شوہر اپنی لاغر و کمزور بکریاں چرانے کے لئے لے گیا تھا۔ قحط سالی کے اس دور میں خاتون کا خیمہ بے بسی کی تصویر پیش کر رہا تھا گھر میں خوراک کا نام و نشان نہیں تھا، خیمے کے ایک کونے میں ایک بہت ہی کمزور سی بکری بندھی کھڑی تھی۔

میرے آقا کی نظر اس بکری پر پڑ گئی جس کو دیکھتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا:

"خاتون! یہ بکری یہاں کیسے رہ گئی؟"

"یہ اتنی زیادہ کمزور ہے کہ دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی اس لئے میرا شوہر اسے یہاں پر چھوڑ گیا ہے" خاتون کے جواب دینے پر میرے آقا نے پوچھا:

"کیا اس کے تھنوں میں کچھ دودھ ہے؟"

"یہ دودھ کہاں دے سکتی ہے! یہ تو بہت ہی کمزور ہے"

"اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ کر دیکھوں؟"

"آپ کوشش کر کے دیکھ لیجئے! اگر اس میں کچھ دودھ ہے تو دوہ لیجئے"

میرے آقا آگے بڑھے اور اس بکری کے تھنوں پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا اور دعا فرما کر اس کا دودھ دوہنا شروع کیا، بکری فوراً اپنے پاؤں چوڑا کر کے کھڑی ہو گئی اور خوشی سے ممیانے لگی جیسے وہ اپنی خوش بختی پر ناز کر رہی ہو۔ ایک ہی لمحے میں یہ ایک بہت ہی متبرک اور اعلیٰ مرتبے کی بکری بن گئی تھی۔ اس کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے اور وہ دودھ دینے کے لئے بے تاب نظر آتی تھی۔ میرے آقا نے اس معزز خاتون سے کہا "گھر میں جو بڑا برتن ہے وہ لے آیئے"۔ خاتون معاملہ فہم اور سمجھدار تھیں وہ معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئی تھیں انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے جن کے ہاتھ لگانے سے لاغر اور ناتواں بکری ایک ہی لمحے میں دودھ سے لبریز بکری بن گئی ہے۔ وہ برتن لے آئیں چند ہی لمحوں میں صحرائی خاتون کے گھر کا بڑا برتن دودھ سے لبالب بھر گیا۔

حضور نے انہیں پاس بلایا اور فرمایا "لیجئے! یہ دودھ پیجئے!"

"آپ اپنے ساتھیوں کو پہلے دیجئے! اور خود پیجئے" خاتون نے مروت سے کہا تو میرے آقا نے اصرار کیا کہ پہلے آپ پیجئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش پر خاتون نے جی بھر کر دودھ پیا، پھر میرے آقا نے حضرت ابوبکر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط کو باری باری دودھ پیش کیا اور سب سے آخر میں خود نوش کیا اور فرمایا "ساتھیوں کو پلانے والا سب سے آخر میں ہی پیتا ہے"۔

میرے آقا کے ہر ایک عمل میں حکمت و دانش کے خزانے ہیں۔ اس خیمہ سے روانہ ہونے لگے تو میرے آقا نے خاتون کے برتن کو ایک بار اور دودھ دوہ کر پھر سے بھر دیا اور خاتون کے حوالے کر کے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے تشریف لے گئے۔

صحرائی خاتون کا شوہر شام کو خیمہ میں پہنچا تو برتن کو دودھ سے لبریز دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خاتون نے سارا ماجرا سنایا۔ شوہر نے جب اس

Marfat.com

بابرکت شخصیت کا حلیہ پوچھا تو اس خاتون نے اس حسن سراپا کا ایسا دلنشیں نقشہ کھینچا جو پوری امت کے لئے سرکار کے جسم اطہر اور حلیہ مبارک کی عمدہ تصویر کشی ہے جسے سب سیرت نگاروں نے نمایاں اہمیت دی ہے۔

قبیلہ بنوخزاعہ کی یہ صحرائی خاتون جس کو میرے سرکار کی بکری کے دودھ سے ضیافت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ''عاتکہ'' تھی جو اپنی کنیت ''ام معبد'' کی وجہ سے مشہور تھیں۔ معبد خاتون کے دادا کا نام تھا اور یہی نام خاتون کے بیٹے کا تھا۔

ام معبد کی یہ بکری مزید اٹھارہ سال تک زندہ رہی۔ قحط سالی کے دور میں بھی اس کا دودھ کبھی ختم نہیں ہوا اسے صبح و شام دوہا جاتا لیکن اس کا دودھ کم نہیں ہوتا تھا۔ خاندان کے سب لوگوں کے لئے اس کا دودھ کافی ہوتا تھا۔ ام معبد بعد ازاں خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ آ گئی تھیں۔ ام معبد کے شوہر نے اسی دن سے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب بھی موقعہ ملا وہ آپ کی زیارت کے لئے ضرور جائیں گے جب یہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی ضیافت کی اور کپڑوں کے نئے جوڑے عطا فرمائے اس خاندان کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ قافلہ جب بنی مدلج کے علاقے کے قریب ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا بعض لوگوں کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے اپنے قبیلے والوں کو جا کر اطلاع دے دی۔

''ہم نے ساحل کے پاس چند لوگ دیکھے ہیں ہمارا خیال ہے کہ یہ مکہ کے قریش کو مطلوب افراد ہیں''

قبیلہ کے چوپال میں جب یہ خبر سنائی گئی تو محفل میں موجود ایک شخص سراقہ کے دل میں انعام کی رقم حاصل کرنے کی لالچ جاگ اٹھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور اس انعام کی رقم میں اس کا شریک بن جائے لہٰذا اس نے محفل میں موجود لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے کہا:

''نہیں! تمہارا اندازہ غلط ہے، یہ محمد اور ان کے ساتھ نہیں ہوں گے یہ تو وہ مسافر تھے جو کچھ دیر پہلے ہماری بستی میں سے ہو کر گزرے ہیں''۔

جب لوگوں کو تسلی ہو گئی کہ ساحل کے قریب نظر آنے والے افراد کوئی اور لوگ تھے قریش کے مطلوب محمد بن عبداللہ ﷺ نہیں تو سراقہ نے چپکے سے اٹھ کر گھر کا رخ کیا اور اپنی خادمہ سے کہا کہ ''میرا گھوڑا خاموشی سے ٹیلے کے پیچھے لے جاؤ، میں وہاں آ رہا ہوں'' پھر سراقہ خاموشی سے گھر سے چلا اور نیزہ لے کر گھر کے پچھلے حصے سے باہر آ گیا، نیزہ بھی اس نے چھپا رکھا تھا اور جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا قافلہ مصطفوی کے عقب میں پہنچ گیا۔ پیچھے سے تیز رفتار گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی تو حضرت ابوبکر گھبرا گئے۔

جب وہ قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور سراقہ کو اس کے گھوڑے نے زمین پر پٹخ دیا۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور اس نے حسب دستور تیروں سے فال نکالنا شروع کی اہم موقعوں پر جاہلیت کے دور میں تیروں سے فال نکالی جاتی تھی اور پتہ چلایا جاتا تھا کہ یہ کام بہتر ہے کہ نہیں۔ اس نے فال نکالی تو اس کے حسب منشا نہیں تھی کیونکہ اس کو روک دیا گیا تھا لیکن پھر بھی وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اسے دوڑانے لگا اب میرے سرکار کے وہ بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت بڑے سکون سے تلاوت کلام الٰہی فرما رہے تھے۔

آپ کے چہرہ اقدس پر پریشانی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ حضرت ابوبکر کو میرے آقا کی حفاظت کی بہت فکر تھی۔ وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

گھڑسوار سراقہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سواری کے قریب پہنچا تو اس پتھریلے راستے میں گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور پھر آہستہ آہستہ یہ گھوڑا زمین کے اندر جانے لگا۔ گھٹنوں تک یہ گھوڑا زمین کے اندر چلا گیا تو سراقہ نیچے اتر آیا اور گھوڑے کو ڈانٹنے لگا اور اسے مار مار کر سیدھا کھڑا کر کے پھر تیروں سے قسمت آزمائی کرنے لگا، تیروں کی فال پھر یہی نکلی اس میں رب تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے۔

Marfat.com

میرے آقا نے حضرت ابوبکر کو اشک بار دیکھا تو پوچھا:

''ابوبکر کیوں رو رہے ہو؟''

''اللہ رب العالمین گواہ ہے کہ میں اپنے لئے پریشان نہیں ہوں بلکہ آپ کی حفاظت کے لئے پریشانی میں آنسو بہہ رہے ہیں''

''ڈرو نہیں!! اللہ ہمارے ساتھ ہے''

میرے آقا نے حضرت ابوبکر کو تسلی دی تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ کوئی دشمن کچھ نہیں کر سکتا۔

میرے آقا نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ دعا کے لئے بلند کر دیئے ''یا اللہ! جس طرح تیری مرضی ہو ہمیں اس دشمن سے محفوظ فرما''

میرے آقا کے لب مبارک سے دعا نکلی تو اچانک ایسا دھواں ظاہر ہوا جس سے سراقہ کو کچھ نظر نہ آیا اور وہ سمجھ گیا کہ وہ میرے سرکار کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ اس نے اپنا ارادہ بدل لیا، گھوڑا بار بار گر رہا تھا اور فال بھی اس کی خواہش کے خلاف نکل رہی تھی۔ اسے خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ رب تعالیٰ کے عذاب کا شکار نہ ہو جائے۔ اس نے مدد کے حضور کو پکارا تو میرے آقا نے سواری کو روک دیا۔ سراقہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا تو کہنے لگا:

''میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب آپ کی وجہ ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میری معافی کے لئے دعا فرمائیں، میں قسم اٹھاتا ہوں کہ آپ کا پیچھا کرنے والا کوئی بھی ملا میں اسے آپ تک نہیں آنے دوں گا''۔

میرے آقا نے حضرت صدیق اکبر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس سے پوچھو اس کی کوئی خواہش ہے؟''

پوچھنے پر سراقہ کہنے لگا:

''آپ کی گرفتاری کے لئے قریش مکہ نے بہت بڑے انعام کا اعلان کیا ہے وہ آپ کی جان کے درپے ہیں۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ میرے تیز رفتار سواری کے جانور لے لیں تا کہ جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں''۔

''نہیں! اس کی ضرورت نہیں! بس کسی کو ہمارے متعلق کچھ نہ بتانا'' سراقہ نے اپنے ترکش میں تیر نکال کر پیش کرتے ہوئے کہا:

''آپ یہ تیر رکھ لیجئے! اس راستہ پر ایک وادی میں میرے اونٹ اور ریوڑ موجود ہیں۔ آپ وہاں میرے نوکروں کو میرے یہ تیر دکھا کر جو کچھ بھی ضرورت ہو لے لیجئے گا!''

حضور نے فرمایا ''ہمیں تمہارے اونٹوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی تمہاری بکریوں کی''

پھر میرے آقا نے اس سے پوچھا:

''تم بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

سراقہ کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ جن کا محافظ اللہ رب العالمین ہے انہیں ایک دن عروج نصیب ہونے والا ہے۔ اس نے فوراً گزارش کی

''آپ مجھے ایک خط دے دیجئے جس میں میرے لئے امن و عافیت کا وعدہ ہو''۔

میرے آقا نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ اسے اس کا مطلوبہ خط لکھ دو۔ عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر سراقہ کو دے دیا۔ سراقہ وہاں سے جانے کے لئے روانہ ہونے لگا تو میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''سراقہ! ذرا سوچو اس وقت تم کیسے لگو گے جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے''۔

سراقہ اگرچہ دیہاتی علاقہ کا باشندہ تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ عظیم الشان سلطنت فارس کے بادشاہ کا لقب ''کسریٰ'' ہے اور اس وقت

Marfat.com

''ابن ہرمز'' سلطنت ایران کا کسری تھا اور اسے یہ بھی پتہ تھا کہ بادشاہ آرائشی زیور اور کنگن پہنتا ہے لیکن پھر بھی حیرانی سے اس نے پوچھا:

''آپ کسری ابن ہرمز کے متعلق فرما رہے ہیں؟''

''ہاں کسری بن ہرمز''

میرے آقا نے سراقہ کو آنے والے حالات کی ایک جھلک دکھائی تو وہ خوشی سے سرشار ہو گیا اور بعد میں قبیلے والوں کو اس دن کے حالات اشعار میں سنایا کرتا تھا۔ وہ واقعہ جس کی طرف میرے آقا نے اشارہ کیا تھا اس کی تکمیل عہد فاروقی میں ہوئی جب سلطنت ایران فتح ہونے کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظم نے بادشاہ فارس کے کنگن سراقہ بن مالک کو پہنائے۔ اب یہ قافلہ مصطفوی مکہ مکرمہ کے قبائلی سرداروں کے زیر اثر قبائلی علاقہ جات سے نکل کر شاہراہ شام کی سمت آ گیا تھا اور محفوظ سفر کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم کو دشمنوں کے نرغے سے نکال کر بحفاظت سوئے طیبہ پہنچانے کے اسباب قدم قدم پر مہیا فرما دیئے تھے ملک شام سے آنے والے تجارتی قافلے راستے میں ملے، ان تجارتی قافلوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو میرے سرکار کے اولین غلاموں میں شامل تھے اور جنہیں ''السابقون الأولون'' کے اعزاز سے نوازا گیا تھا ایک قافلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں واپس آ رہا تھا اور دوسرا تجارتی قافلہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لوٹ رہا تھا۔ ان دونوں نے باری باری میرے سرکار کی خدمت میں پہننے کے لئے نئے کپڑے پیش کئے۔ میرے آقا تحفوں کو قبول فرمایا کرتے تھے لہٰذا آپ نے ان کے تحائف محبت سے قبول کئے۔

ایک جگہ دوران سفر راستے میں قبیلہ اسلم کے سردار بریدہ بن حصیب نے ستر ساتھیوں کے ساتھ آپ کو روکنا چاہا، وہ بھی انعام کے حصول کی خواہش میں میرے آقا کی گرفتاری کی نیت سے اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے تھے۔ لیکن میرے آقا کے حسن گفتار نے ان کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ کا گرویدہ بنا دیا۔ وہ آئے تو تھے میرے آقا کو گرفتار کرنے لیکن خلق عظم کے پیکر کے کلام مبارک سے اپنا دل دے بیٹھے۔ ذرا اس گفتگو کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

بعض دفعہ تلواریں وہ کام نہیں کرتیں جو صرف گفتگو کا سلیقہ کر سکتا ہے دل کی دنیا بزور شمشیر نہیں حسن کلام سے بدلی جا سکتی ہے۔ بریدہ بن حصیب الاسلمی حملہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں حضور کا قافلہ نظر آیا۔ میرے آقا نے انہیں دیکھ کر پوچھا:

''آپ کون ہیں؟''

''میرا نام ٹھنڈک (بریدہ) ہے''

''لگتا ہے اب ہمارے معاملات ٹھنڈک کی طرف آ گئے ہیں اور اب صلح ہو گی''

حضور نے بریدہ کا نام سن کر حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

پھر بریدہ سے پوچھا:

''آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟''

''میں محفوظ (اسلم) قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں''

''پھر تو ہم بھی محفوظ ہو گئے ہیں''

بریدہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے برجستہ جوابوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے، میرے آقا نے پھر پوچھا:

''آپ کا تعلق اسلم قبیلے کی کس شاخ سے ہے؟''

''میں تیروں والے خاندان سے ہوں''

Marfat.com

''ابو بکر! خوشخبری ہو، تمہاری خوش قسمتی کا تیر نکل آیا ہے''

بریدہ نے حیرانی سے پوچھا:

''آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا آپ کون ہیں؟''

میرے آقا نے پورے وقار کے ساتھ جواب دیا۔

''محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے''

بریدہ بن حصیب نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور سارے قبیلے والوں نے بھی سردار کی اتباع میں اسلام قبول کر لیا۔ بریدہ نے حضور کو اپنے علاقے میں رات کو قیام فرمانے کی درخواست کی۔ میرے آقا نے رات اس قبیلے والوں کے علاقے میں بسر کی۔

دوسرے دن حضور روانہ ہونے لگے تو بریدہ نے گزارش کی انہیں مدینہ طیبہ تک ساتھ جانے کا اعزاز بخشا جائے۔ حضور نے ان کی درخواست قبول کر لی تو اس قبائلی سردار نے اپنے پرشکوہ سفید عمامے کو کھول کر نیزے کے سرے پر باندھ دیا اور اسے جھنڈا بنا کر میرے آقا کے آگے آگے چلنے لگے تا کہ دنیا کو معلوم ہو سکے کہ نبی رحمت اللعالمین امن و محبت کا پیغام دینے وادیٔ طیبہ کی طرف تشریف لے آئے ہیں۔

میرے آقا یہاں پر قیام پذیر تھے کہ ایک شخص خصوصی مکتوب لے کر حاضر خدمت ہوا یہ ایک قدیم دور کے بادشاہ کا خط تھا جو سونے کے ساتھ سر بمہر کیا گیا تھا۔

قاصد خط لے کر پہنچا اور بارگاہ اقدس میں اسے پیش کرنے کی نیت سے حضور ﷺ کی محفل میں پہنچا تو میرے آقا نے فرمایا:

''تم ابو لیلےٰ ہو''

اس نے جواب دیا ''جی ہاں''

''کیا بادشاہ یمن تبع اول کا خط لے کر آئے ہو؟''

ابو لیلےٰ جو بات بتانا چاہتا تھا میرے آقا نے پہلے سے ہی بتا دی گھبراہٹ میں اس کے منہ سے نکلا:

''کیا آپ جادوگر ہیں؟''

''نہیں! میں محمد رسول اللہ ہوں، وہ خط دو جو تم لے کر آئے ہو''

ابو لیلےٰ نے خط پیش کیا۔

میرے آقا نے حضرت ابو بکر کو فرمایا کہ وہ یہ خط پڑھ کر سنائیں۔

حضرت ابو بکر نے یہ خط پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا:

''یا محمد! میں آپ پر اور اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لاتا ہوں۔ میں آپ کے دین پر ہوں اور آپ کے رب کو تسلیم کرتا ہوں جو کائنات کا رب ہے۔ اگر آپ کے زمانے کو پا سکوں گا تو میرے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہو گی اور اگر آپ کے زمانے کو نہ پا سکا تو روز قیامت میری شفاعت فرمائیے گا''۔

حضرت ابو بکر خط پڑھ چکے تو میرے آقا نے فرمایا:

''خوش آمدید! میرے نیک بھائی'' میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے، اس طرح میرے آقا نے ایک ہزار برس پہلے گزر جانے والے بادشاہ تبع کے جذبہ کو سراہا اور اس کی غلامی کو قبول فرما لیا۔

Marfat.com

بادشاہ یمن تبع اول کے اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ حج بیت اللہ سے واپسی پر وادئ یثرب میں سے اس کا گزر ہوا تو اس کے شاہی قافلے میں جو ہزاروں افراد پر مشتمل تھا، سینکڑوں علماء نے گزارش کی انہیں اس وادی میں قیام کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ بعض جید علماء نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ سرزمین خاتم النبیین کا مسکن اور دار ہجرت بننے والی ہے۔ یہ سن کر تبع اول نے خود وہاں رک جانے کا فیصلہ کیا اور ایک سال تک اپنی فوج اور قافلے والوں کے ہمراہ وہاں قیام پذیر رہا۔ بعد ازاں اس نے ان چار سو علماء کو وہاں رہنے کے لئے مکانات بنوا کر دیئے اور ان کے لئے گھر بنائے اور روزگار مہیا کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ جاتے ہوئے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام خط لکھوایا اور اس کو سونے کی مہر سے بند کرا کے معتبر ترین فرد کے حوالے کیا اور گزارش کی اس کو ہر آنے والی نسل کے حوالے کیا جائے اور یہ وصیت کی جائے کہ جب بھی محمد مصطفیٰ اس علاقے میں تشریف لائیں تو میرا یہ عریضہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جائے تاکہ میں ان کو اس شہر میں تحریری طور پر الفاظ کی صورت میں خوش آمدید کہہ سکوں۔ میرے آقا نے یہ خط سن کر اس کے خیر مقدمی خط کا جواب خیر مقدمی جملہ سے دیا اور اسے ان لوگوں میں شامل کرنے کا اعزاز بخشا جو حضور کی آمد سے پہلے ہی آپ پر ایمان لا چکے تھے۔

یہ خط اہل یثرب کے اس خاندان کے پاس محفوظ تھا جو بادشاہ یمن کے دور کے ان علماء کی اولاد میں سے تھے جو یہاں ہمیشہ کے لئے قیام پذیر ہو گئے تھے۔ میرے سرکار کی ہجرت کی خبر یہاں پہنچی تو اہل یثرب نے استقبالیہ ''سپاس نامہ'' کے طور پر یہ خط اپنے قاصد کی معرفت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے قبل پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ سوموار کے دن یعنی غار ثور سے روانہ ہونے کے آٹھویں دن یہ مصطفوی قافلہ ہجرت قباء کے علاقے میں پہنچا۔ یہ علاقہ یثرب قصبے کے مضافات میں تھا، یہاں کے میدانوں میں کھڑے ہو کر لوگ روز حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی آمد کا انتظار کیا کرتے، یہاں یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ حضور بحفاظت مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور راستے میں ہیں۔ میرے سرکار کی یہاں آمد کے منظر کے اشتیاق اور حضور کے دیدار کی خواہش نے غلامان مصطفیٰ کو دنیاوی معاملات سے بیگانہ کر دیا تھا اور وہ آپ کی آمد سے دو روز پہلے ہی میدان میں جمع ہوئے اور کچھ نوجوان پتھریلے ٹیلوں پر چڑھ کر آپ کا رستہ دیکھتے رہتے۔ دن بدن ان کی بے قراری بڑھ رہی تھی اور طلب دیدار میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ دوپہر تک اس امید پر کھڑے رہتے کہ آقا آج تشریف لائیں گے اور سورج کی تمازت بڑھتے ہی یہاں سے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے۔ تیسرے دن کسی نے خوشخبری دی۔

''اے خوش بختو! تمہارے مقدر جگانے والا آ گیا''

یہ سننا تھا کہ مجمع میں ایک بجلی کی لہر سی دوڑ گئی، نوجوانوں نے نعرہ ہائے مستانہ لگانا شروع کر دیئے۔ رؤسا اور امراء نے اپنے جسموں پر ہتھیار سجائے تاکہ بن سنور کر آقا کا استقبال کر سکیں۔ میرے آقا کی سواری خراماں خراماں چلی آ رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر آپ کے ساتھ تھے۔ دیوانہ وار ہجوم کو اپنی جانب آتا ہوا دیکھا تو میرے آقا نے ایک کھجور کے سائے میں اونٹنی کو روک کر اسے بیٹھنے کا حکم دیا جیسے ہی آپ نیچے اترے عاشقان مصطفیٰ نے نعرہ تکبیر سے آپ کا استقبال کیا اور پھر دست بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ میرے آقا ہر ایک کے ساتھ محبت و شفقت سے مصافحہ فرماتے رہے۔ عورتوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے اور بچوں کے سروں پر دست رحمت رکھ رہے تھے۔ ہجوم نعرے لگا رہا تھا۔

''آ گئے آ گئے، رسول اللہ آ گئے، آ گئے آ گئے! نبی اللہ آ گئے''

ملاقاتوں اور خوش آمدیدی نعرے اور کلمات کا سلسلہ جاری تھا سورج کی تیزی بڑھ رہی تھی لیکن سورج کی تمازت نے عاشقان دیدار کے جذبوں کو مدھم نہیں ہونے دیا تھا۔ کھجور کا سایہ کافی نہ تھا۔ ویسے بھی بعض لوگوں کو پہچاننے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی جو پہلی دفعہ شرف دیدار حاصل کر رہے تھے انہیں پوچھنا پڑتا کہ حضور علیہ السلام کون سی شخصیت مبارک ہیں۔ دراصل عاشق صادق صدیق اکبر نے ''فنافی

Marfat.com

رسول'' کی وہ منزل حاصل کر لی تھی کہ ان کو دیکھ کر بعض لوگوں کو حضور کا گمان ہوتا تھا۔ خادم یہ کب گوارہ کر سکتا تھا کہ کوئی اس کی آقا کی شناخت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو، اس لئے حضرت صدیق نے اٹھ کر اپنی چادر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تان لی تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے چادر تان کر خدمت سرانجام دینے والا خادم ہے اور اپنی ابدی مسکراہٹ کے ساتھ ہر کسی کے سلام کا محبت بھرے انداز میں جواب دینے والا آقا و مولا ہے۔ جو اپنے آقا سے محبت وعقیدت کا رشتہ استوار رکھتے ہیں وہ اپنے عجز وانکسار اور جذبہ خدمت کے اظہار کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

سینکڑوں کے اس مجمع میں سے ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ حضور اس کے قبیلے میں تشریف لے جائیں۔ سب ہی غلامی کا یقین دلا رہے تھے اور حضور پر اپنی جانیں قربان کرنے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ حضور نے سب کی پیشکشوں پر انہیں دعائے خیر دی اور قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے گئے اور یہاں پر بارہ دن قیام فرمایا ملاقاتوں کے لئے لوگ مسلسل آ رہے تھے جب ملاقاتی ہجوم بڑھ جاتا تو آپ ایک اور قبائلی سردار سعد بن خیثمہ کی حویلی میں تشریف لے جاتے۔ یہاں پر حضور زائرین کو شرف زیارت بخشتے، حضور کو گھر والوں کے سکون کا ہمیشہ احساس رہتا تھا اس لئے اجتماعی ملاقاتوں کے لئے سعد کی حویلی ہی پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی رہائش کا انتظام قبا کے قریب ایک بستی سخ میں خبیب بن اساف کے گھر تھا۔ حضرت ابوبکر کو یہ علاقہ اتنا پسند آیا کہ وہ وہاں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے اور وہاں گھر بنا لیا، بعد ازاں وہاں تجارت بھی کرنے لگے تھے۔

میرے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبا میں قیام پذیر تھے کہ حضرت علی المرتضٰی مکہ مکرمہ میں لوگوں کی امانتیں ان کو لوٹانے کے بعد حضور سے آن ملے سیدنا علی مرتضٰی نے یہ سفر پیدل طے کیا تھا۔ آپ دن کو روپوش ہو جاتے اور زیادہ تر راتوں کو سفر کرتے کرتے جب قبا پہنچے تو پیدل چلنے سے ان کے پاؤں سوجے ہوئے تھے اور ان میں سے خون رس رہا تھا۔ سیدنا علی المرتضٰی کی آمد کی خبر سن کر میرے آقا حضرت علی سے ملنے کے لئے خود تشریف لے گئے۔ پیار سے گلے لگایا اور ان کی دوران سفر تکالیف سن کر اور ان کے زخمی جسم کو دیکھ کر حضور کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ اٹھے۔ میرے آقا اپنے عزیز ترین بھتیجے کی جنہیں آپ نے بیٹوں کی طرح پالا تھا یہ حالت دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ رحمت کائنات اپنے مقدس ہاتھوں پر اپنے منہ کا لعاب لگا کر اسے حضرت علی کے زخمی پاؤں پر ملنے لگے۔ یہ میرے آقا کے لعاب دہن کی برکت تھی کہ حضرت علی کی تکلیف نہ صرف فوری طور پر جاتی رہی بلکہ زندگی بھر حضرت علی کو پھر کبھی بھی پاؤں میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ جتنا عرصہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبا میں ٹھہرے حضرت علی اس دوران کلثوم بن ہدم کی رہائش گاہ میں آپ کے ساتھ ہی رہے۔ سردار کونین ﷺ بارہ ربیع الاول کو بروز سوموار بعد از دوپہر قبا میں تشریف لائے تھے اور بارہویں دن یہاں سے مدینہ منورۃ آپ کا دورِ مسعود ہوا۔

میرے آقا سے ملاقات کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ حضور ان ملاقاتیوں سے جن میں خاک نشین غرباء ومساکین بھی ہوتے تھے اور قبائلی سردار بھی یکساں محبت اور کریمانہ الفت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے میزبان کلثوم بن ہدم نے جب یہ دیکھا کہ حضور کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلی خواہش کے مطابق اپنی زرعی زمین کا ایک ٹکڑا مسجد بنانے کے لئے پیش کر دیا اور حضور سے گزارش کی کہ یہاں خانہ خدا کی تعمیر فرمائیں۔ یہ میدان کھجوریں خشک ہونے کے لئے استعمال ہوتا تھا جو کہ ان کے ذریعہ آمدنی کا ایک ذریعہ تھا لیکن جب غلامان مصطفٰی ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرتے تو اپنی ہر چیز حضور پر نچھاور کر دیتے تھے۔ کلثوم بن ہدم کی طرف سے وقف کیا جانے والا زمین کا یہ ٹکڑا کتنا اہم اور غیر معمولی تھا کہ اسے کائنات میں مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام کے بعد محمد رسول اللہ کی امت کی سب سے پہلی مسجد بننے کا اعزاز حاصل ہوا تھا اور قرآن مجید کی گواہی کے مطابق جس کی بنیاد ''تقویٰ'' پر رکھی گئی تھی۔ مسجد قبا کی تعمیر کا مرحلہ آیا تو حضور نے اس میں خود حصہ لیا اور اپنے غلاموں کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ میرے آقا کبھی بھی پسند نہیں فرماتے تھے

Marfat.com

کہ آپ آرام سے بیٹھے رہیں اور آپ کے غلام تعمیراتی کام میں مصروف رہیں بلکہ آپ خود عملی طور پر اس میں شریک ہو کر امت کو اس مرحلہ جدوجہد میں قائد کی شمولیت کا سبق فراہم کر رہے تھے۔ میرے آقا کو اس اولین مسجد سے بہت پیار تھا۔ آپ مدینہ منورہ سے ہر ہفتہ کو یہاں تشریف لاتے، کبھی سواری پر کبھی پیدل۔ آپ نے یہاں نماز پڑھنے کے ثواب کو عمرہ کی ادائیگی کے برابر قرار دیا تھا۔ قبا میں گیارہ راتیں قیام فرمانے کے بعد 23 ربیع الاول بروز جمعہ آپ نے اس شہر ''یثرب'' کی طرف سفر کرنے کا ارادہ فرمایا جس کو خالق کائنات نے اپنے حبیب کریم کے مستقل مسکن اور مدفن کے طور پر منتخب فرما لیا تھا جس سرزمین کو پوری کائنات کے مسلمانوں کے لئے مرکز محبت اور محور بننا تھا جس شہر کو ''شہر نبی'' کا تعارف حاصل ہونا تھا۔ جس دار الہجرت کو ''مدینۃ الرسول'' کا منفرد اور امتیازی نام عطا ہونا تھا۔

مدینہ منورۃ کے باسیوں کو حضور کی قبا سے روانگی کا علم ہو چکا تھا۔ حضور کی قبا میں تشریف آوری کے بعد وہ ہر روز آپ کی مدینہ آمد کے منتظر رہتے۔ اب جب معلوم ہوا کہ بروز جمعہ آپ وہاں سے روانہ ہو رہے ہیں تو شہر طیبہ کے باسیوں نے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لوگوں نے اپنے عمدہ لباس نکال کر رکھ لئے تا کہ حضور کی آمد کے دن خوبصورت لباس زیب تن کریں۔ اپنی حربی روایات کے مطابق استقبال والے دن انہوں نے اپنے ہتھیار جسموں پر سجائے، بچے بوڑھے جوان سب گھروں سے باہر نکل آئے۔ خواتین اور بچیاں اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر میرے آقا کا راستہ تکنے لگیں۔ مدینہ منورہ پر لوگوں کے لئے اس دن سے بڑھ کر جشن اور مسرت کے لمحات والا کوئی دن اور نہیں آیا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ پورے شہر کے در و دیوار خوشی سے جگمگا رہے ہیں آٹھ سالہ ننھے انس کو وہ دن ہمیشہ یاد رہا جس بچے کو بعد ازاں حضور کی خدمت کرنے اور آپ کے گھر آپ کے پاس رہ کر آپ کے خادم خاص ہونے کا اعزاز حاصل ہونا تھا وہ اسے ایسا دن کہتے تھے کہ جس روز مدینہ کی ہر شے چمک رہی تھی، ہر شخص اپنے اپنے انداز میں میرے آقا کے استقبال کے لئے اپنا اظہار محبت و عقیدت کر رہا تھا۔

سیاہ فام نسل کے لوگوں کا تعلق ہمیشہ سے جسمانی کرتبوں اور ورزش والی کھیلوں سے رہا ہے، ان کے جسموں کو خالق کائنات نے بہت مضبوط اور چوڑا بنا دیا ہے۔ اپنی جسمانی صلاحیت کے مظاہرے میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

مدینہ منورۃ میں آمد کے روز شہر کے سیاہ فام لوگوں نے ہتھیاروں کے استعمال کے مظاہرے کے ساتھ ساتھ ''مارشل آرٹ'' کے وہ عمدہ نمونے دکھائے کہ لوگ جھوم اٹھے۔ خوشی کے موقعوں پر انسان اپنے اپنے سٹائل اور انداز کے مطابق اس کا اظہار کرتا ہے اور اس روز میرے آقا کے غلام خواہ ان کا تعلق کسی قبیلے کسی علاقے کسی نسل سے تھا اپنی خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ مدینہ منورہ کی گلیاں کوچے اور بازار حضور کے آمد کے حوالے سے خیر مقدمی نعروں سے گونج رہے تھے۔

میرے آقا قبا میں اپنی عارضی قیام گاہ سے باہر تشریف لائے تو غلاموں کا ایک ہجوم آپ کو ساتھ لے جانے کے لئے آپ کا منتظر تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اونٹنی پر تشریف فرما ہوئے۔ اس اونٹنی کا نام ''قصویٰ'' تھا جس طرح آج کل سواریوں کے نام ہوتے ہیں عرب کے لوگ اپنے عمدہ سواری کے جانوروں کے مخصوص نام رکھتے ہیں۔ ''قصویٰ'' اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کرتی کم تھا۔ وہ بڑے وقار اور تمکنت سے چل رہی تھی۔ آج اس کو ایک خصوصی مقام عطا ہو گیا تھا۔ اسے رب کائنات کی طرف سے ''ماموره'' بنایا گیا تھا۔ اس کو حکم دیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر اسے کس کے گھر کے سامنے رکنا ہے اور کس خادم مصطفیٰ کا گھر ''اولین کاشانہ نبوی'' بننے والا ہے۔ جانوروں سے حضور کو خصوصی محبت تھی۔ ''قصویٰ'' میرے آقا کی ہمیشہ ایک پسندیدہ اونٹنی رہی۔

قبیلہ بنو النجار کے لوگوں کا علاقہ مدینہ منورہ کے ابتدائی اور قدیم محلوں میں تھا۔

استقبال نبوی کے لئے اس قبیلے کے لوگ قبا پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے تلواریں تا پنے جسموں پر حائل کی ہوئی تھیں۔ حضور ان جاں نثار محافظوں کے دستہ کی معیت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جونہی آپ شہر کے پہلے محلے میں داخل ہوئے بچیوں نے قبائلی روایات کے

Marfat.com

مطابق دف بجا کر محبت بھرے انداز میں میرے آقا کا استقبال کیا جھوم جھوم کر یہ بچیاں استقبالیہ گیت گا رہی تھیں، جب میرے آقا کی سواری اس مقام سے نظر آئی جہاں سے مدینہ لوگ مکہ مکرمہ جانے والوں کو الوداع کہا کرتے تھے اور جس کا نام "وداع کی گھاٹی" مشہور ہو گیا تھا تو ان بچیوں نے وہ لازوال استقبالیہ گیت گایا تھا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

طلوع ہوا ہے وداع کی گھاٹی سے چودھویں کا وہ چاند دیکھو
ہے شکر واجب ہمارے اوپر پیام حق کا وہ داعی آیا
ہماری بستی میں آنے والے ترے مطیع ہیں غلام تیرے
کہ تیرے قدموں کی برکتوں سے مدینہ شہر شرف ہوا ہے
مرحبا راہ حق کے رہبر عظیم تیرا کرم ہوا ہے

اونٹنی جیسے جیسے شہر کے مرکزی علاقے کی طرف بڑھ رہی تھی لوگوں کا استقبالیہ ہجوم بڑھنے لگا تھا۔ مشتاقان دیدار دیوانہ وار آگے لپکتے اور حضور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے میرے آقا کی سواری کے قریب تر ہونے کی کوشش کرتے۔ حضور اس استقبالیہ ہجوم کے نعروں اور خیر مقدمی کلمات کا محبت سے ہاتھ ہلا کر جواب دے رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ دوپہر کا وقت ہو گیا تھا، جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے میرے آقا اپنی سواری روک کر کے نیچے تشریف لے آئے۔ یہ بنی سالم محلہ کا ایک میدان تھا جہاں میرے آقا نے نماز جمعہ پڑھنے کا فیصلہ فرمایا استقبالیہ ہجوم نے اپنے آقا و مولا کی امامت میں مدینہ منورہ کی پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ کا آغاز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اجازت سے مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے پہلے ہی کر دیا تھا۔ میرے آقا کے غلاموں نے جب مکہ مکرمہ میں آپ کو بتایا تھا کہ یثرب کی یہودی آبادی ہفتہ کے روز مخصوص عبادت کرتی ہے اور اجتماعی طور پر وہ مل کر اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں تو آپ نے جمعہ کے روز مسلمانوں کے اجتماع اور خطبہ کا اہتمام کرنے کا حکم دیا تھا جس کو خالق کائنات نے فرض قرار دے دیا۔

اب میرے آقا کی قیادت میں مدینہ منورہ کے باسی اس پہلے تاریخی جمعہ کو پڑھنے کے لئے جمع تھے اور خطبہ کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھے جو میرے آقا نے اپنی مدینہ منورہ آمد کے پہلے روز ارشاد فرمایا تھا۔ اس فصیح و بلیغ خطبہ مبارک کا خلاصہ یہ ہے:

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے آغاز کرتا ہوں اس کی مدد کا طلب گار ہوں اس سے مغفرت اور ہدایت کی التجا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر میرا اکمل بھروسہ ہے اور ایمان ہے جو کوئی بھی اس کا انکار کرتا ہے اس سے میری دشمنی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔ اس نے ہی مجھے اپنا خاص بندہ اور رسول بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت، دین حق، نور اسلام اور خوش گفتاری کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔

ایک عرصہ سے اللہ کے رسولوں کی آمد کا سلسلہ رک گیا تھا۔ علم کی کمی کی وجہ سے انسان گمراہ ہو رہے تھے اور راہ حق سے بھٹک گئے تھے۔

اب جبکہ قیامت کا وقت قریب آ رہا ہے اور انسانیت اپنے انجام کو پہنچنے والی ہے جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور میری اطاعت کرے گا وہی کامیاب و کامران ہو گا اور جس نے اس پیغام کو تسلیم نہ کیا بالآخر تباہی اور بربادی اس کا مقدر بن جائے گی۔

حاضرین! میری بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اس پیغام کو عام کرو! کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اس سے اچھی وصیت نہیں کر سکتا کہ وہ اسے روز آخرت اپنا انجام بہتر بنانے پر آمادہ کرے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی ترغیب دے اور اس کے غضب کا خوف دلاتا رہے۔ خوف کی بنیاد پر ہی عمل صالح کیا جاتا ہے جو روز محشر کامیابی چاہتا ہے وہ لوگوں کو نصیحت کرتا رہے یہی دوستی اور خیر خواہی ہے۔ تم اپنے ظاہری معاملات کی بہتری کے ساتھ ساتھ اپنے باطنی معاملات کی بھی اصلاح کرو۔ کچھ معاملات تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ تم ہمیشہ اللہ سے تعلق قائم رکھو اور اس کی رضا کے طلب گار بن جاؤ۔ ایسے کرو گے تو دنیا میں

Marfat.com

تمہارے نام کے چرچے ہوں گے اور موت کے بعد اس زندگی میں کیے گئے اعمال ہی اجر عظیم بن کر تمہاری نجات کا ذریعہ بن جائیں گے یہ وہ دن ہوگا جب تم اپنے ان دوستوں سے لاتعلقی اور دوری کی خواہش کرو گے جو تمہیں رب تعالیٰ سے دور لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برے انجام سے اس لیئے ڈراتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جو اس کے فرمان کی پیروی کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے وعدے کو نبھائے تو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ نہ ہی وہ اپنا قول بدلتا ہے اور نہ ہی بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ موجودہ اور مستقبل کے ممکنہ غلط کاموں کی توبہ مانگتے رہا کرو۔ غلط کام ظاہر ہوں یا خفیہ ہوں ان کی معافی مانگتے رہنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ ڈرتے رہنے سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ اس کا ڈر بہت بڑی کامیابی ہے۔

ہمیشہ اپنے آپ کو ''تقویٰ'' کے اصول پر قائم رکھنا اور دنیاوی آلائشات سے بچا کر رکھنا، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہنے اور اپنے آپکو گناہوں سے بچا کر رکھنے والے رب کے غضب سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے چہرے روشن رہتے ہیں اور ان کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم میں سے اپنا حصہ لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔ اس کی کتاب سے رہنمائی حاصل کرو اور اس کے واضح طور پر بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ کون اس کے سچے پیروکار ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دین عطا فرما کر تم پر احسان فرمایا ہے تم ہمیشہ اس کے دشمنوں کو پنا دشمن سمجھو اور مسلسل جدوجہد کا حق ادا کر دو۔ اس نے تم کو پوری دنیا میں سے چن لیا ہے اور تمہارا نام ''مسلمین'' رکھا ہے رب کی واضح نشانیوں کے بعد بھی جو تباہ و برباد ہونا چاہتا ہے تو اس کو برباد ہونا ہے اور جو ان واضح نشانیوں کو دیکھ کر سیدھی راہ اختیار کرتا ہے تو حیات جاودانی اس کا مقدر ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ قوت کسی کے پاس نہیں ہے۔ ہمیشہ اس کو کثرت سے یاد کرتے رہا کرو۔ موت کے بعد آنے والی زندگی کے بارے میں اپنے اعمال ٹھیک کرو جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملات صحیح طریقے سے استوار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دیگر لوگوں کے درمیان معاملات کو خود بخود ٹھیک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر اپنا حکم مسلط کر سکتا ہے۔ لوگ اللہ پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے۔ وہ تمام انسانوں کا مالک ہے۔ اس پر کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ اللہ عظیم تر ہے، اس اعلیٰ اور عظیم رب کی مرضی کے بغیر کوئی طاقتور اور قوی نہیں ہے۔

میرے آقا کے خطبہ اور نماز جمعہ کے بعد قبائلی سردار کے وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور گزارش کرنے لگے کہ حضور ان کے ساتھ چلیں اور قیام پذیر ہوں۔ یہ قبائلی سردار اپنی افرادی قوت اور مالی استطاعت کا تذکرہ بھی کرتے اور یقین دلاتے کہ وہ دل و جان سے حضور کی حفاظت کریں گے اور جاں نثاری کا حق ادا کریں گے۔

میرے آقا نے ان تمام درخواستوں کو سن کر ارشاد فرمایا:

''میری اونٹنی کو اپنے راستے پر جانے دیجئے! اسے حکم دے دیا گیا ہے یہ حکم الٰہی کے تحت ہی قیام گاہ پر خود بخود رک جائے گی''

میرے آقا اونٹنی پر سوار تھے اور غلامان مصطفیٰ اس اونٹنی کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ ہر ایک قبیلے کے لوگوں کی خواہش تھی کہ کاش حضور کی سواری ان کے محلے میں آ کر رک جائے لیکن اونٹنی نے اپنا سفر جاری رکھا۔ قبیلہ بنونجار کے محلے میں پہنچ کر اونٹنی ایک میدان کے قریب آ کر رک گئی اس میدان میں کہیں پرانے مکانات کے کھنڈرات نظر آ رہے تھے کچھ قبریں بھی تھیں اور کھجور کے چند درخت بھی تھے۔ قریب ہی رہائشی مکانات تھے اونٹنی یہاں آ کر رکی اور پھر بیٹھ گئی۔ میرے آقا اس کے اوپر تشریف فرما رہے چند لمحوں بعد اونٹنی پھر اٹھ کھڑی ہوئی، چند قدم چل کر اونٹنی نے گردن گھما کر دیکھا اور لوٹ آئی اور دوبارہ وہیں پر بیٹھ گئی۔ اب میرے آقا نیچے تشریف لائے، سامنے ہی جس شخصیت کا گھر تھا وہ فوراً لپکے اور میرے آقا کی اونٹنی کا کجاوہ اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔ محلے کے دیگر افراد حضور سے اپنے گھروں میں

Marfat.com

چلنے کی درخواست کر رہے تھے لیکن میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''آدمی وہیں جاتا ہے جہاں سواری کا کجاوہ چلا جائے''

یوں میرے آقا نے کجاوہ لے جانے والی شخصیت کے گھر کو مدینہ منورہ میں اپنا پہلا مسکن بنانے کا شرف عطا کر دیا۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے آگے بڑھ کر حضور کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ میرے آقا نے اونٹنی کو ان کے ساتھ جانے دیا۔ انہیں یہ خدمت حاصل رہی کہ حضور کی سواری ان کے پاس رہی۔ جب ضرورت پڑتی حاضر خدمت کر دیتے تھے وہ خوش قسمت انسان جنہیں مدینۃ الرسول میں آمد کے بعد سب سے پہلے میزبان رسالتمآب کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

حضور نے حضرت ایوب کے گھر جانے سے پہلے وہاں موجود لوگوں سے دریافت فرمایا:

''کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟''

''یارسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب ہے۔ یہ ہے میرا مکان اور حضور یہ ہے اس کا دروازہ'' حضرت ایوب بے تابانہ انداز سے آقا کو اپنے گھر لے جانے کے لئے آگے بڑھے تو حضور نے ارشاد فرمایا:

''آپ چل کر ہمارے لئے آرام کرنے کا بندوبست کیجئے'' حضرت ابوبکر آقا علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

''آپ دونوں تشریف لایئے! جگہ میں بڑی برکت ہوگی''

حضور دار ابوایوب میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوایوب نے گھر کی بالائی منزل پر آپ کے آرام کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت ابو ایوب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ صدیوں پہلے بادشاہ یمن تبع اول نے جس نبی صادق و امین کی آمد کی امید میں یہاں قیام کیا تھا اور آنے والی نسلوں کے لئے حضور کے لئے خیر مقدمی خط چھوڑا تھا آج اس بادشاہ کی بسائی ہوئی نسلوں کے ایک صالح فرزند ابوایوب انصاری میزبان رسول کا اعزاز حاصل کر چکے تھے۔

انہوں نے حفظ مراتب کے احساس کے تحت اپنے لئے گھر کا نچلا حصہ چنا اور بالائی منزل کو حضور کے لئے مخصوص کر دیا تھا لیکن میرے آقا نے اس لئے اوپر والی منزل میں رہنے سے انکار کر دیا کہ آپ کی ملاقات کے لئے آنے والی لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے گھر والوں کو پریشانی نہ ہو کیونکہ بالائی منزل کی سیڑھیاں گھر کے اندرونی حصے میں سے گزر کر اوپر جاتی تھیں۔ حضرت ابوایوب نے ادب سے گزارش کی:

''یہ بڑی جسارت کی بات ہوگی کہ ہم لوگ اوپر والے حصے میں رہائش پذیر ہیں اور حضور نچلی منزل میں مقیم ہوں۔ آپ اوپر والے حصے میں تشریف لے چلئے، ہم نیچے ہی رہیں گے''

لیکن میرے آقا نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

''میرے لئے اور میری ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے بہتر رہے گا کہ ہم نچلی منزل میں رہیں'' لہٰذا آپ کے لئے بستر وہیں پر بچھا دیا گیا، سفر ہجرت کا اختتام ہو چکا تھا ایک انقلابی طرز حکومت کا آغاز ہونے والا تھا۔

Marfat.com

چودھواں منظر

یہ حضرت ابوایوب انصاری کا مکان ہے۔
اس مکان کے سامنے ایک کھلا میدان ہے۔اس میں دھوپ میں خشک ہونے کے لئے کھجوروں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔میدان کے نشیبی حصے میں بارش کا پانی جمع ہوتا رہتا ہے اور اس میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔کہیں کہیں اس میدان میں پرانے مکانوں کے کھنڈرات کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں میدان کے ایک حصہ میں کچھ قدیم قبریں موجود ہیں۔ایک طرف کھجور کے درختوں کا ایک جھنڈ بھی ہے جس میں چند ہی پھل دے رہے ہیں، باقی سوکھ گئے ہیں۔
حضور ﷺ کی اونٹنی نے اس میدان کے قریب ہی بیٹھ کر یہ پیغام الٰہی دے دیا تھا کہ یہی جگہ آپ کے ''دارالہجرت'' کا مرکزی مقام بننے والی ہے۔

میرے آقا کی نظر کرم اس میدان پر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا:
''یہ کس کی ملکیت میں ہے''
میرے آقا کو بتایا جاتا ہے ''یہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل بن رافع کی زمین ہے جو انہیں اپنے مرحوم والد کے ورثہ میں ملی ہے اور آج کل اسعد بن زرارہ ان بچوں کی نگرانی کے ذمہ دار ہیں اور وہی اس جگہ پر نماز جمعہ کی امامت کروا رہے ہیں''
میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں ''یتیم بچوں اور بنونجار کے سرکردہ لوگوں کو بلایا جائے میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں'' زمین کے مالک یتیم بچوں کے سرپرست اور بنونجار کے سرکردہ افراد کاشانہ ابوایوب میں جواب عارضی طور پر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیام گاہ بن چکا ہے جمع ہو گئے ہیں۔رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق بھی محفل میں موجود ہیں۔
حضور سرور کائنات اپنی مخصوص مسکراہٹ آمیز گفتگو کا آغاز یوں فرماتے ہیں۔
''قبیلہ بنی نجار کے حضرات! میں نے آپ لوگوں کو اس لئے یہاں بلایا ہے کہ آپ مجھے اس میدان کو خریدنے کے سلسلے میں اپنی مطلوبہ رقم کے متعلق بتائیں''۔
قبیلے کے سب ہی ممتاز افراد ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور سب ہی بیک آواز ہو کر کہتے ہیں۔
''حضور! خدا کی قسم! اس کی ہم قیمت نہیں لیں گے''
میرے آقا اصرار فرماتے ہیں تو ان میں سے ایک ذہین شخص کہتا ہے:
''حضور اگر اس کی قیمت ہی وصول کرنا ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں گے''
میرے رؤف و رحیم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام قطعہ زمین کے مالک بچوں سہل اور سہیل کی طرف نگاہ فرماتے ہیں اور پوچھتے ہیں:
''تم بتاؤ کہ اس زمین کی قیمت کتنی ادا کی جائے؟''
''یارسول اللہ! اس زمین کو ہم آپ کی خدمت میں تحفتاً پیش کرتے ہیں''
ننھے بچے بھی معصومیت کے انداز میں اپنے آقا کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔

Marfat.com

میرے آقا بغیر معاوضے کے اس میدان کو لینے سے انکار فرماتے ہیں اور شرکاءِ محفل سے پوچھتے ہیں ''اس زمین کی قیمت کیا ہے؟'' لوگ اپنے آقا کے اصرار پر اس زمین کی قیمت بتاتے ہیں میرے آقا حضرت ابوبکر کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ اس وقت دس طلائی دینار خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں جنہیں میرے حضور ان یتیم بچوں کی موجودگی میں ان کے سرپرست کے حوالے کر دیتے ہیں۔ میرے آقا کی طرف سے خرید کردہ زمین پر تعمیر کا مرحلہ جلد شروع ہونے کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ سب حاضرین محفل اس جوش و جذبے کے ساتھ اٹھتے ہیں کہ بہت جلد وہ اس میدان کو ہموار کر کے اپنے آقا کی خواہش پر یہاں تعمیراتی کام کا آغاز کریں گے۔

Marfat.com

اصحاب رسول ﷺ میدان میں جمع ہیں، سب اپنے آقا کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔

حضور تشریف لاتے ہیں اور آقا کے حکم سے میدان کو ہموار کرنے کا آغاز ہو جاتا ہے یہاں میرے آقا ''مسجد النبوی'' کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں نشیبی جگہوں پر مٹی ڈال کر ان کو سطح زمین کے برابر کیا جا رہا ہے۔ میدان میں پرانے مکانوں کے کھنڈرات کو ایک ایک کر کے گرایا جا رہا ہے۔ کھجور کے جو درخت سوکھ گئے ہی ان کو جڑوں سے اکھیڑ کر ایک طرف رکھ دیا گیا ہے تا کہ تعمیر میں کام آسکیں۔ مشرکین کی قبریں میرے آقا کے حکم کے تحت منہدم کی جا رہی ہیں۔ بعض قبروں سے پرانے ڈھانچے اور بوسیدہ ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ حضور کے حکم پر ان سب کو ایک گڑھے میں ڈال کر ان کو مٹی سے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ میدان کو ہموار کرنے کے اس عمل میں میرے آقا بھی اپنے غلاموں کے ساتھ عملی طور پر شریک ہیں۔ غلامان مصطفیٰ عرض کرتے ہیں:

''یا رسول اللہ! آپ تشریف رکھیں ہم یہ کام کر لیں گے''

''نہیں! میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خواہش کو دیکھ کر غلامان حبیب کبریا ادب سے خاموش ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ قریبی علاقے ''بقیع'' میں مٹی کی اینٹیں بنائی گئی تھیں۔ یہ اینٹیں وہاں سے ڈھو کر میدان تک لائی جا رہی ہیں۔

میرے آقا بھی دوسرے لوگوں کی طرح اینٹیں اپنے جسم اطہر پر اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں اور غلاموں کو حوصلہ دینے کے لئے اپنی لطیف و سرور آمیز آواز میں اشعار پڑھ رہے ہیں۔ ان اشعار کا مفہوم یوں ہے:

یا الٰہی راحت تو بس آخرت کی راحت ہے
اس دنیا کی زندگی تو ڈھلنے والی ساعت ہے
بخش دینا اس دن تو ان سب ہی جاں نثاروں کو
مغفرت کرنا عطا انصار اور ہجرت والوں کو
یہ کوئی ایسا بوجھ نہیں ہے جس کو سہہ نہ سکیں گے ہم
یہ تو وہ پاکیزہ عمل ہے جس کو سب ہی کریں گے ہم

آقا کو اشعار پڑھتے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے اور دعائے مغفرت طلب فرماتے دیکھ کر حضور کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوصلوں میں ایک توانائی اور جذبوں میں ایک نئی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

وہ اپنے آقا کے عمدہ شعروں کا جواب بھی نفیس شعری و ادب سے کچھ یوں دے رہے ہیں۔

ہم اب کیسے بیٹھ رہیں جب پیارے نبی ہوں شامل
کام کی ہم تکمیل کریں گے رہ نہیں سکتے کاہل

اب اینٹوں سے بنیادیں بھری جا رہی ہیں اور عمارت کی دیواریں کھڑی ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

میرے آقا سے دریافت کیا جاتا ہے:

''یا رسول اللہ ان دیواروں کو کتنا بلند کریں؟''

''بس اتنا ہی بلند کریں جتنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے چھپر بنوایا تھا، میں بھائی موسیٰ کے لئے بنائے گئے چھپر کی چھت سے بلند

Marfat.com

چھت نہیں بنوانا چاہتا‘‘

’’وہ کتنا بلند تھا؟‘‘

’’بس اتنا کہ جب وہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتے تو چھت کو جا لگتا تھا‘‘

حضور کی خواہش پر تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ میرے آقا کی نظر ایک شخص پر پڑتی ہے جو عمدگی سے مٹی کو گوندکر اس کا گارا بنا رہا ہے اور حضور کے جاں نثار اس گارے سے دیواروں پر لیپ کر رہے ہیں۔ میرے آقا حضر موت کے علاقے سے تعلق رکھنے والے طلق بن علی کے قریب پہنچتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! کتنے احسن طریقے سے تم یہ کام کر رہے ہو‘‘

آقا کی زبان سے تحسین آمیز کلمات سن کر اس مزدور کے چہرے پر اطمینان و سرور کی لہر دوڑ گئی ہے۔

میرے آقا اپنے غلاموں کو ہدایت دے رہے ہیں۔

’’اس نیک بخت کو مٹی گوندھنے کے کام میں لگا رہنے دیجئے! یہ کام تم سب سے بہتر اور نفیس انداز میں کرتا ہے‘‘۔ کچی اینٹوں سے بنی ہوئی دیواروں کو گارے سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ اب چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے کاٹ کر ڈالے جا رہے ہیں کھجوروں کے جو درخت کاٹ کر رکھے گئے تھے ان کو ستون کی شکل دے کر چھت کے نیچے کھڑا کر دیا گیا ہے۔ زمین پر بچھانے کے لئے قالینیں اور مصلے نہیں ہیں۔ یہاں ریت اور چھوٹی چھوٹی پتھریلی کنکریاں ڈالی جا رہی ہیں تاکہ بارش سے چھت ٹپکے تو زمین کی سطح پر کیچڑ نہ رہے۔ کنکریاں اور ریت پانی کو جذب کر لیں یہ سادہ سی عمارت تعمیر ہو گئی تو اس میں تین دروازے لگائے جا رہے ہیں۔ دونوں سمتوں اور سامنے کی طرف۔ ایک سو گز لمبی اور اتنی ہی چوڑائی کی یہ مختصر سی مسجد میرے آقا کے شہر کی اولین مسجد ہے۔ مکہ مکرمہ کے بیت اللہ کے بعد کائنات کی مقدس ترین عبادت گاہ!

ابھی اس عمارت کے پہلو میں میرے آقا کے رہائشی مکانات بھی تعمیر ہونے ہیں۔ اس سادگی سے جس سادگی سے یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے جس کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی جائیں گی اور چھتوں میں کھجور کے تنے استعمال ہوں گے۔

مدینۃ الرسول میں سرور کائنات کی قائم ہونے والی اسلامی ریاست کا یہ مرکزی مقام ہے حکومت کا ہیڈ کوارٹر جو عبادت گاہ بھی ہے اور اسے سربراہ ریاست کے مرکزی دفتر کا درجہ بھی حاصل ہونا ہے۔ ایک انقلابی طرز حکومت و سیاست کا آغاز ہو چکا ہے۔

Marfat.com

آغاز حکومت
انقلابی طرز سیاست

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ اللہ رب العالمین نے جو عالمگیر پیغام دے کر آپ کو مبعوث فرمایا تھا اس پر آپ اور آپ کے صحابہ کرام یکسوئی اور اطمینان سے عمل کر سکیں اور اس کو معاشرہ میں نافذ بھی کریں کیونکہ اسلامی تعلیمات کا تعلق صرف عبادات سے نہیں ہے۔ اسلام معاملات کو بھی اہمیت دیتا ہے بلکہ معاملات کو جسے ''حقوق العباد'' کہا گیا ہے خصوصی مقام دیا گیا ہے۔ معاشرہ میں نظم وضبط اور انسانی زندگی کے بہتر معیار کے لئے اسلامی قوانین کا نفاذ بے حد ضروری تھا۔ حضور نے یہاں اس لئے ہجرت فرمائی تھی کہ ان احکام الٰہی کی برکات سے انسانیت کو روشناس کرایا جائے۔

میرے آقا کی مدینہ منورہ کی تشریف آوری کے لئے مدینہ کے قدیم قبائل کے افراد دل وجان سے چشم براہ تھے۔ یہودیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بھی اس شہر میں رہتی تھی اور شہر کی معیشت وسیاست میں ان کا ایک خصوصی کردار تھا چونکہ یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریضہ اقلیت میں تھے اس لئے ان کا مفاد اسی میں تھا کہ یہاں کے اکثریتی قدیم قبائل اوس اور خزرج میں اتحاد نہ ہونے پائے اور ان میں رقابت کی آگ سلگتی رہے۔ یہودی ان اکثریتی قبائل کو باہم لڑانے میں سازشی کردار جاری رکھتے اور ان کو باہم متحد نہیں ہونے دیتے تھے۔ ان یہودیوں کو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہاں تشریف آوری کے متعلق معلوم ہوا تو ان کو خدشہ لاحق ہو گیا کہ آپ کی آمد سے ان کے سازشی کردار کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ وہ نبی آخرالزماں کی آمد کے ہمیشہ سے منتظر رہے تھے تورات کے اندر اس کی نشانیوں کا تذکرہ پڑھ کر اس کے وسیلے سے دشمنوں پر غالب آنے کے لئے دعائے فتح ونصرت مانگتے رہتے تھے لیکن جب ان کی توقعات کے برعکس سیدالاولین والآخرین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین ﷺ کا ظہور بنو اسحاق کی بجائے بنو اسماعیل میں ہوا تو جانتے بوجھتے ہوئے یہودیوں نے حضور کی مخالفت محض بغض وعناد وحسد اور نسلی عصبیت کی وجہ سے کی۔ میرے آقا کو یہودیوں کے طرز عمل کا احساس اسی دن ہو گیا تھا جس دن ان کے قبائلی سرداروں کا ایک وفد قبا میں عمرو ابن عوف قبیلہ کے سردار کلثوم بن ہدم کے گھر آپ سے ملاقات کے لئے آیا تھا جہاں آپ قیام فرما تھے۔

اخطب کے بیٹے حیی اور یاسر صبح سویرے ہی حضور کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے تھے اور سارا دن آپ کے ساتھ رہے آپ کی محفل میں شریک رہ کر آپ کے طرز عمل انداز گفتگو اور دلائل کا جائزہ لیتے رہے۔ میرے آقا دیکھ رہے تھے کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ ہی موسیٰ علیہ السلام کے ممدوح نبی رحمت ہیں یہ یہودی سردار اپنے حسد کا اظہار اپنے چہروں سے چھپا نہ سکے۔ ان کا بغض وعناد ان کی حرکات وسکنات سے ظاہر ہو رہا تھا وہ سارا دن صحبت مصطفیٰ میں رہنے کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہی رہے اور اپنے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے واپس اپنے گھر روانہ ہو گئے۔

حیی کی چہیتی بیٹی صفیہ جنہیں بعد میں سرور کائنات کی زوجہ محترمہ اور مسلمانوں کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا اس دن اپنے والد اور اپنے چچا کی گھر میں آمد کے منظر کو یاد کر کے کہتی تھیں اس دن والد اور چچا نے مجھے پیار سے دیکھا تک نہیں۔ میں والد کی لاڈلی بیٹی تھی اور چچا بھی مجھ سے بے حد پیار کرتے تھے میں ہمیشہ کی طرح لپک کر والد اور چچا کی طرف بڑھی تو انہوں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ دونوں کے چہروں پر غم کی کیفیت تھی وہ تھکے ہارے لگ رہے تھے اور بہت افسردہ کیفیت میں گھر میں داخل ہوئے تھے۔

چچا نے میرے والد سے پوچھا:

Marfat.com

''کیا یہ وہی شخصیت ہیں؟''

''ہاں! میں حلفیہ طور پر کہتا ہوں کہ وہی ہیں'' والد نے جواب دیا:

''کیا آپ کو پہچاننے میں غلطی تو نہیں ہوئی'' چچا نے پھر پوچھا:

''نہیں! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ وہی ہیں''

''اب آپ نے ان کے متعلق کیا سوچا ہے؟''

''دشمنی! جب تک زندہ رہوں گا بخدا ان کا دشمن ہی رہوں گا''

اس گفتگو سے انداز ہوسکتا ہے کہ یہودی رسالتمآب ﷺ کے مقام و مرتبے کو جانتے ہوئے بھی آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے جن خوش قسمت لوگوں اور راہ حق کے سچے پیروکاروں کے نصیب میں تھا انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں سرکار کی نبوت کو تسلیم کرلیا۔ ایسی ہی سعادت مند روحوں میں سے ایک ممتاز شخصیت نامور یہودی عالم عبداللہ بن سلام کی ہے۔ جس دن میرے آقا مدینہ منورہ تشریف لائے اسی دن یہ نامور محقق خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے مطالعہ اور کتابوں میں موجود نبی آخرالزماں کے حوالے سے شواہد و دلائل کی روشنی میں حضور ختم المرسلین ﷺ سے تنہائی میں چند سوالات کیے۔ میرے آقا نے ان کے تمام سوالات کے اطمینان بخش جواب ارشاد فرمادیے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے غلامی رسول میں آنے میں ذرہ برابر بھی دیر نہ لگائی اور فوراً قدوسی گروہ میں شامل ہو گئے۔

کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے حضور سے گزارش کی۔

''میں جانتا ہوں کہ یہودی الزام لگاتے رہتے ہیں اگر انہیں میرے اسلام لانے کی خبر پڑ گئی تو وہ مجھ پر طرح طرح کے الزام لگائیں گے لہٰذا آپ چند یہودی سرداروں کو بلا کر میرے متعلق تنہائی میں چند سوالات کریں۔

میرے آقا نے یہودی سرداروں کو بلا بھیجا، وہ آگئے تو آپ نے پوچھا:

''عبداللہ بن سلام کا تمہارے نزدیک کیا مقام ہے؟''

''وہ ہمارے سب سے بڑے پڑھے لکھے آدمی ہیں اور بہت بڑے عالم کے بیٹے بھی ہیں وہ ایک بہت اچھے باپ کے فرزند ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی عمدہ ترین شخصیت کے مالک ہیں'' ان کی باتیں سن کر میرے آقا نے دریافت فرمایا:

''عبداللہ اگر مسلمان ہو جائیں تو تم کیا کرو گے؟''

''اللہ ان کو ایسا کرنے سے باز رکھے'' یہودی سرداروں نے بار بار یہ کہا تو گھر کے اندر چھپے ہوئے عبداللہ بن سلام باہر نکل آئے اور سب کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اب یہودیوں نے فوراً پینترا بدلا اور کہنے لگے ''یہ تو برے باپ کا بدترین بیٹا ہے'' میرے آقا کو اپنی مدینہ آمد کے پہلے دن ہی اندازہ ہو گیا کہ یہودی کس طرح کے لوگ ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری میرے آقا کے آرام کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور حضور علیہ السلام کی اپنے گھر میں موجودگی کی وجہ سے دنیا جہان کی سعادتیں سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ وہ ہر انداز اور ہر پہلو سے فیض و برکت کے حصول کے آرزومند تھے اور محبت و عقیدت کا ہر قرینہ اظہار کرتے تھے۔ کوئی ایسا میزبان چشم فلک نے کب دیکھا ہوگا کہ جو اس وقت تک کھانا نہ کھائے جب تک مہمان معظم تناول نہ فرمالیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ گھر میں پکا ہوا سارا کھانا پیش کر دیا جائے اور گھر کے مکین اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ برتن واپس آئیں گے تو انہی برتنوں میں سے کھائیں گے جس میں مہمان والا شان نے کھایا ہے۔

Marfat.com

میزبان میاں بیوی برتن میں اس جگہ کو ڈھونڈتے رہتے جہاں حضور کی انگلیوں کے نشان نظر آئیں تاکہ حصول برکت کے لئے اس جگہ کو چھونے کی سعادت حاصل کریں اس سمت سے کھائیں جہاں سرور کائنات کی مقدس انگلیاں لگی تھیں۔ ایک دن تو انہوں نے محبت کی انتہا کر دی۔ غلبہ عشق مصطفیٰ میں ایک ایسا فیصلہ کر لیا جس کو زندگی بھر نبھایا۔ ہوا یوں کہ حضور نے اس دن کھانا تناول نہ فرمایا اور بغیر کھائے واپس کر دیا۔ میاں بیوی بے حد پریشان ہوئے اور ڈر گئے کہ کہیں بے ادبی تو نہیں ہو گئی، ڈرتے ڈرتے ابوایوب نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے آج کھانا بغیر کھائے واپس کر دیا۔ آپ کے مبارک ہاتھ اور انگلیوں کے نشانات ہمیں نظر نہیں آئے"

"جی ہاں! میں نے آج کھانا نہیں کھایا کیونکہ مجھے کھانے میں ناگوار بو محسوس ہوئی، مجھے اپنے رب سے ہمکلام ہونا ہوتا ہے اس لئے میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا تم کھانا چاہو تو کھاؤ، میں منع نہیں کرتا۔ تمہارے لئے اجازت ہے"

ابوایوب سمجھ گئے کہ آج کھانے میں لہسن زیادہ استعمال کیا گیا تھا۔ مزاج شناس مصطفیٰ نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ نہ ہی کبھی وہ پیاز لہسن والا کھانا حضور کی خدمت میں پیش کریں گے اور نہ ہی زندگی بھر پیاز لہسن خود استعمال کریں گے۔ وہ ایک طویل عمر جئے اور ہمیشہ اس دن کے گئے اپنے وعدے پر قائم و دائم رہے۔

رات کا کھانا مدینہ منورہ کے مختلف گھروں سے آتا اور ہر گھرانہ کی خواہش ہوتی کہ حضور ان کے گھر کا پکا ہوا کھانا تناول فرمائیں آپ جس کو اجازت دیتے وہ کھانا پکوا کر لے آتا۔ ایک رات میں بیک وقت کئی گھرانوں سے آئے ہوئے کھانوں کو بھی حضور قبول فرماتے۔ کسی کی دل شکنی نہیں فرمانا چاہتے تھے۔ خود تو کم ہی کھاتے اسے تبرکاً تقسیم کر دیا جاتا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کی دونوں صاحبزادیاں سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ میرے آقا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اس بزرگ خاتون سے بچیوں کی نگہداشت کے لئے نکاح فرمایا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دوسری صاحبزادیاں اپنے شوہروں کے ساتھ تھیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص کے ساتھ مکہ میں تھیں جبکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے جا چکی تھیں۔ حضور کی صاحبزادیوں کے ساتھ آپ کی بچپن کی خادمہ اور منہ بولی ماں ام ایمن رضی اللہ عنہا اپنے بچے اسامہ بن زید کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچی تھیں۔ خاندان نبوی کے افراد سیدنا ابوبکر صدیق کے اہل خانہ کے ہمراہ آئے تھے جنہیں حضرت صدیق اکبر کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر اپنی نگرانی میں مکہ مکرمہ سے لے کر آئے تھے۔ حضور کی طرف سے روانہ کردہ حضرت زید بن حارث اور حضرت ابورافع بھی ساتھ تھے جنہیں حضور نے دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر اہل بیت نبوی کو لانے کے لئے بھیجا تھا میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام حضرت ابوایوب انصاری کے گھر سات ماہ تک قیام پذیر رہے۔ بعد ازاں آپ اپنے حجرات میں منتقل ہو گئے جنہیں مسجد نبوی کے قریب تعمیر کیا گیا تھا جب تک مسجد نبوی کے قریب حضور کے خاندان کے لئے حجروں کی تعمیر ہوتی رہی، حضرت سودہ اور حضور کی صاحبزادیاں حضرت ابوبکر کے گھر مقیم رہے جب حجرات نبوی کی تعمیر مکمل ہو گئی تو مسجد نبوی کا قریب ترین حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آیا جن سے نکاح تو ہجرت مدینہ سے پہلے ہو چکا تھا لیکن رخصتی مدینہ منورہ آمد کے آٹھ ماہ بعد ہوئی۔ ساتھ والے حجرے میں سیدہ سودہ کی رہائش کا انتظام تھا، یکے بعد دیگرے تعمیر ہونے والے ان حجروں کی کل تعداد نو تھی۔ یہ سب کے سب سادگی کا مرقع تھے ان میں سے چار حجرے کچی اینٹوں کی بیرونی چار دیواری پر مشتمل تھے جن کے اندرونی کمرے کی چھتیں کھجور کی ٹہنیاں کاٹ کر بنائی گئی تھیں۔ پانچ حجرے ایسے تھے کہ جن کی چار دیواری بھی کھجور کی شاخوں سے بنی تھی۔ دروازوں پر بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ لٹکے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ کا حجرہ اس لحاظ سے منفرد اور اہم ترین تھا کہ اس کی کھڑکی مسجد نبوی کے اندر کھلتی تھی اور حضور یہاں سے مسجد کے نمازیوں کا مشاہدہ فرماتے، میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام آج بھی کائنات کے اس متبرک ترین مقام اس مقدس

Marfat.com

حجرے میں آرام فرما رہے ہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر کا مرحلہ مکمل ہوا تو یہاں پر باجماعت نماز پنجگانہ کا آغاز ہوا۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا ایک مرکز بن چکا تھا۔ پہلے پہل تو حضور کی اتباع میں صحابہ کرام نمازوں کے اوقات میں باقاعدگی سے پہنچ جاتے لیکن جوں جوں لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی علامت ہونا چاہئے جس سے معلوم ہو کہ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہونے کا وقت آ گیا ہے تاکہ سب ایک ہی وقت میں جمع ہو کر باجماعت نماز ادا کریں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم کو اپنے صحابہ کرام سے مشاورت کا حکم دیا تھا اس لئے حضور علیہ السلام ہر اہم معاملے میں اپنے جاں نثاروں سے رائے طلب کرتے اور پھر خود کوئی فیصلہ فرماتے۔ آپ جو بھی فیصلہ فرماتے سب دل و جان سے اس کو تسلیم کر لیتے۔

ایک دن میرے آقا نے مسجد کی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے تجاویز طلب کیں تو ایک صحابی بولے "میرے خیال میں ایک جھنڈے کو نماز کے وقت اتنا اونچا لہرایا جائے کہ لوگ اس کو دیکھ کر مسجد کا رخ کریں"۔

ایک اور صحابی نے مشورہ دیا۔

"جس طرح یہودی اپنی عبادت گاہ میں ناقوس بجاتے ہیں ہم بھی وہی طریقہ اختیار کریں تاکہ لوگوں کو نماز کے وقت کے متعلق معلوم ہو جائے"

میرے آقا نے اس مشورہ کو ناپسند فرمایا۔

"ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم یہودی کی پیروی کریں"

کسی نے تجویز دی کہ ہم ایک بہت بڑا گھڑیال بجائیں تاکہ اس کی آواز سن کر لوگ مسجد کی طرف آئیں۔

"نہیں! یہ عیسائیوں کی پہچان ہے" حضور نے اس تجویز کو بھی قبول نہ فرمایا۔

"کسی بلند جگہ پر نمازوں کے وقت آگ روشن کی جائے۔ اس سے ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا کہ اب نماز کے لئے مسجد جانا ہے"۔

یہ تجویز سن کر حضور بولے "یہ تو آگ پرست لوگوں کا طریقہ ہے، ہم اسے کیوں اپنائیں"

میرے آقا اس مجلس مشاورت میں اپنے صحابہ کرام کو تسلی بخش جواب بھی مرحمت فرما رہے تھے اور امت کے لئے تربیت کا اہتمام فرما رہے تھے کہ دین کے معاملات میں کبھی دوسرے ادیان کے طور طریقوں کو اپنا کر ان سے مماثلت پیدا نہ کرنا۔

سب کی تجویز میں حضور سن چکے تو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کی علامت اور مراد رسول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گویا ہوئے "کیا یہ ٹھیک نہیں رہے گا کہ ایک شخص اونچی آواز سے ندا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے"

میرے آقا نے فاروق اعظم کی اس تجویز کو فوراً پسند فرما لیا۔ سیدنا بلال حبشی سامنے تشریف فرما تھے۔ حضور نے انہیں حکم دیا۔

"بلال! اٹھئے اور نماز کے لئے باآواز بلند لوگوں کو مسجد کی طرف بلایئے"

حضرت بلال نے اونچی آواز میں چند کلمات کہے اور لوگوں کو نماز کے لئے مطلع کیا۔

اس رات حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں دیکھا کہ سبز چادریں اوڑھے ہوئے ایک شخص نے انہیں وہی الفاظ یاد کرائے جو قیامت تک غلامان مصطفیٰ اذان میں استعمال کرتے رہیں گے ان کی آنکھ کھلی تو سویا نہ جا سکا۔ فوراً ہی صبح صادق سے پہلے کاشانہ نبوی جا پہنچے۔ حضور نے اس وقت آنے کا مقصد پوچھا تو خواب کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ میرے آقا نے خواب میں بتائے گئے اذان کے کلمات ان کی زبانی سن کر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''یہ تمہارا بالکل سچا خواب ہے''

عبداللہ نے اپنے آقا کی زبان سے اس خواب کی صداقت کی خبر سنی تو اپنی خوش بختی پر نازاں ہو گئے۔

''صبح کی اذان کے وقت تم یہی الفاظ کہتے جانا اور بلال تمہارے ساتھ ساتھ دہراتے جائیں گے۔ اب یہی اذان ہے جو نمازوں کے لئے بلانے کے لئے دی جائے گی''

سیدنا حضرت بلال حبشی کی مخصوص آواز میں جب اذان کے یہ کلمات مدینہ طیبہ کے باسیوں نے سنے تو ایک عجیب حلاوت اور روحانی سرور محسوس کیا۔ حضرت عمر تو یہ الفاظ سن کر حیران ہی رہ گئے۔ فوراً مسجد نبوی پہنچے۔ رات کو خواب میں انہوں نے بھی یہی الفاظ سنے تھے انہوں نے آتے ہی عرض کی:

''یا رسول اللہ! میں اس اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو معیارِ حق بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی انہی الفاظ پر مشتمل خواب دیکھا تھا''۔

بلاشبہ یہ الفاظ الہامی تھے، جنہیں میرے آقا نے شرفِ قبولیت بخش دیا اور یہ مسجدوں کی طرف بلانے کے لئے امتِ مسلمہ کی پہچان بن گئے ہیں۔ دن میں پانچ بار رب کی بارگاہ میں حاضری کا اعلان۔ اقامتِ صلوٰۃ کا ایک بنیادی ستون۔

اسلامی نظامِ عبادات کے قیام کے اولین تقاضے مسجد کی تعمیر اور اذان کی ترویج کے بعد اب اگلہ مرحلہ اسلامی ریاست کے استحکام کے لئے مسلم معاشرہ میں محبت، یگانگت اور یکجہتی کا فروغ تھا۔

اس کے لئے میرے آقا نے ایک ایسے برادرانہ تعلق کا رسمی اعلان کیا ہے جسے میرے آقا کے جاں نثاروں نے خلوص کے ساتھ حقیقت میں بدل دیا۔

یہ قبائلی لڑائیوں میں الجھے ہوئے معاشرہ میں خیر و برکت اور باہمی الفت کا عظیم مظاہرہ تھا۔ ایثار و قربانی کے اظہار کا عملی نمونہ تھا مواخات کا اعلان مدینہ منورہ کی انقلابی طرزِ حکومت کا اولین کارنامہ تھا۔ یہ اعلان مدینہ منورہ آمد کے چند ماہ بعد کر دیا گیا۔ حضور نے مہاجرین کے ممتاز افراد کو ایک دوسرے کا بھائی بنانے کا اعلان کیا تاکہ قبائلی عصبیتوں کا خاتمہ کیا جا سکے پھر مدینہ منورہ کے شہریوں (انصار) اور مہاجرین کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا اعلان اس حکمتِ عملی کے تحت کیا کہ معاشرہ کے یہ دونوں طبقات ایک دوسرے کے معاون بن سکیں۔ اخلاقی اور مالی طور پر ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا سہارا بن سکیں۔ انصاری مسلمانوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ اس رشتہ اخوت کو اس عمدگی سے نبھایا کہ اپنے گھر بار اور زرعی زمینوں حتیٰ کہ اپنی منکوحہ بیویوں کو مہاجر بھائیوں کو دینے پر آمادہ ہو گئے۔ مکہ کے مہاجرین نے اپنے انصاری بھائیوں کی اس قدر مدد قبول کی جس کی فوری ضرورت تھی۔ جیسے ہی ان مہاجرین کے مالی حالات بہتر ہوئے انہوں نے بھی مدینہ منورہ کے شہریوں سے محبت و احسان کے اظہار میں کمی نہیں آنے دی۔ اس کی ایک مثال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے۔ جن کو خالی ہاتھ مکہ مکرمہ سے آنا پڑا تھا۔ مدینہ منورہ میں آمد کے بعد میرے آقا نے سعد بن الربیع کو ان کا بھائی بنا دیا۔ جنہوں نے عبدالرحمٰن کو پیشکش کی میری جائیداد میں سے آج سے آدھا حصہ آپ کا ہے۔ آپ جو چیز چاہیں مجھ سے لے لیں۔ انہوں نے اپنی دو بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کو طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کی اور کہا کہ آپ ان میں سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے انصاری بھائی کی فراخدلانہ پیشکش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے تجارتی تجربہ کی بنیاد پر کاروبار شروع کرنے کا پھر سے آغاز کر دیا اور دوبارہ ایک خوشحال ترین شخص بن گئے۔ ایک مرتبہ ان کے مالِ تجارت سے لدے ہوئے پانچ سو اونٹ مدینہ منورہ کی مارکیٹ میں پہنچے تو پورا شہر یہ نظارہ دیکھنے کے لئے امڈ آیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اس وسیع غذائی ذخیرے کو منافع پر بیچنے کی بجائے مدینہ منورہ کے غریب شہریوں میں مفت تقسیم کر دیا۔ میرے آقا نے محبت و یگانگت کے باضابطہ اعلان کے ساتھ جس نظامِ سیاست و معاشرتی کا اعلان

Marfat.com

فرمایا تھا اس کے ثمرات مدینہ منورۃ میں واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ مہاجر اور انصاری کی تخصیص تعارف کے لئے تو موجود تھی لیکن ان کے دلوں میں کوئی فرق نہیں تھا بلکہ محبت ایثار اور تعاون کے حقیقی جذبات تھے جس سے مدینہ منورہ کا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا تھا۔

سرور کائنات ﷺ کو اس بات کا احساس تھا کہ عرب کے قبائلی معاشرہ میں صدیوں سے خاندانی روایات اور قبائلی عصبیت کا ایک نظام راسخ ہو چکا ہے۔ لوگ جذباتی طور پر اپنے خاندان کی عظمت اور اس کی برتری کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض قبائل اپنے آپ کو دوسرے خاندانوں سے بہتر اور ممتاز سمجھتے ہیں۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے جہاں قبائلی عصبیتوں کی بجائے نظریات کی بنیاد پر لوگ ایک دوسرے سے جذباتی طور پر منسلک ہو جائیں اور نظم وضبط کے ساتھ ایک عمرانی معاہدہ کی پابندی قبول کر لیں۔ اس مقصد کے تحت ایک تحریری آئین ترتیب دیا گیا جس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ قریش، اہل یثرب اور حلیف قبائل کے باہمی معاہدہ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ میں یہودی حلیف قبائل بھی شامل تھے اس تحریری آئین کی ابتدائی دفعات کا تعلق نظام عدل وانصاف بعض قبائلی رسم و رواج کی پاسداری سے ہے۔ ان دفعات کا خلاصہ یہ ہے:

☆ ہم دوسرے لوگوں سے ممتاز ایک امت واحدہ ہیں۔

☆ قریشیوں اور انصار کے مختلف قبائل میں سے کوئی شخص اگر قتل ہو جائے تو اس قتل کا معاوضہ (دیت) ان اپنے سماجی روایات کے مطابق ادا کیا جائے گا اور اپنے اپنے قبیلے کے قید ہونے والے افراد کا جرمانہ بھی اپنے قبائلی رسوم ورواج کے مطابق ادا کریں گے۔

☆ نادار و بے بس افراد کی مالی استطاعت کے پیش نظر ان کے لئے خون بہا اور جرمانے کی شرح کا تعین نرمی اور فراخ دلی سے کیا جائے گا۔

☆ معاشرہ میں ظلم وزیادتی اور گناہ پھیلانے والے ہر شخص کے خلاف متحد ہو کر عملی اقدامات کئے جائیں گے۔

☆ ظلم وگناہ کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی میں کوئی نرمی نہیں دکھائی جائے گی اور کسی بااثر شخص کے لڑکے کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

☆ ہم مومنین کے مقابلے میں نہ ہی کافروں کی مدد کریں گے اور نہ ہی کسی کافر کے قتل کے بدلے میں مومن کو قتل کریں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا نفاذ ہر کسی پر یکساں طور پر ہوگا۔

☆ نمائندہ حیثیت میں معاشرہ کا ایک معمولی فرد بھی اگر کوئی معاہدہ کسی قوم سے کرے گا تو اس کی پاسداری کی ذمہ داری ہم سب پر یکساں طور پر عائد ہوگی لہٰذا ایک فرد کی طرف سے دی گئی معافی سب کی طرف سے معافی سمجھی جائے گی۔

☆ یہودیوں کے جو افراد ہم سے معاہدہ کر لیں گے ہم ان کے ساتھ تعاون کریں گے اور معاشرہ کے افراد کی حیثیت سے وہ مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ نہ ہی ان کے خلاف ظالمانہ اقدامات کئے جائیں گے اور نہ ان کے خلاف کسی سے تعاون کیا جائے گا۔

☆ صلح اور جنگ میں ہمیشہ یکساں اور متفقہ پالیسی اپنائیں گے۔ صلح بھی مشترکہ طور پر کی جائے گی اور حالت جنگ میں مشترکہ پالیسی کے خلاف کوئی بھی دشمنوں سے صلح کا معاہدہ نہیں کرے گا۔ ایسا کوئی بھی سمجھوتہ باہمی اعتماد اور حالات کے تقاضوں کے مطابق کیا جائے گا۔

☆ حالت جنگ میں قتل ہونے والے دشمنوں کے قتل کی ذمہ داری ہم مشترکہ طور پر اٹھائیں گے۔ خواہ یہ قتل ہم میں سے کسی نے بھی کیا ہو اسے ہماری مشترکہ کارروائی سمجھا جائے گا۔

☆ ہم مشرکین مکہ اور ان کے اموال کو تحفظ نہیں دیں گے اور ان کے خلاف کارروائی کے دوران کوئی بھی مومن رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

☆ اگر کسی مومن کو قتل کر دیا گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ صرف مقتول کے وارث کی رضامندی کی صورت میں معاف کیا جا سکے گا۔

☆ اہل ایمان کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تمام مومنین مشترکہ جدوجہد کریں گے۔

Marfat.com

☆ معاشرہ میں فساد پیدا کرنے والے افراد کی نہ کوئی مدد کرے گا اور ان کو پناہ دے گا۔ اگر کسی نے ایسے افراد کو پناہ دی تو وہ مومنین میں سے نہیں ہوگا اور روز محشر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مستحق ہوگا۔

☆ اختلافی امور میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور محمد ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے گا۔

ان درج بالا بنیادی ضوابط و قواعد کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اس تحریری دستور میں بعض قبائلی رسوم کے احترام کے علاوہ جس چیز پر زیادہ توجہ دی گئی ہے وہ معاشرتی مساوات عدل و انصاف کی فراہمی ہے امت مسلمہ کی یکجہتی اور باطل قوتوں کے خلاف مشترکہ حکمت عملی اس تحریری دستور کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

مدینہ منورہ کی ریاست کے اس تحریری آئین میں یہودیوں کے حوالے سے بھی دفعات تھیں کیونکہ یہ مدینہ کے شہری یہودیوں کے ساتھ بھی ایک تحریری معاہدہ تھا چونکہ یہ معاہدہ مملکت کے تمام شہریوں کے لئے تھا اس لئے اس کی حیثیت ایک حکومتی آئین کی تھی جس کا اطلاق ہر کسی پر تھا۔ بلاشبہ اس کو دنیا کے سب سے پہلے تحریری آئین کی حیثیت حاصل ہے۔ جن دفعات کا تعلق یہودی کمیونٹی سے تھا ان کے اہم نکات یہ تھے:

☆ بنو عوف قبیلے کے یہودی مسلمانوں کی طرح اس مملکت کے شہری اور سیاسی وحدت سمجھے جائیں گے۔ یہودی اپنے مذہبی روایات پر عمل کریں گے اور مسلمان دین اسلام پر عمل کریں گے۔

☆ یہودیوں اور مسلمانوں کے غلام اور ان کے حلیف قبائل اپنے اپنے دین کے مطابق عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔ بنو عوف کے علاوہ دوسرے حلیف یہودی قبائل کو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے۔

☆ یہود اور مسلمان اس ریاستی وانتظام میں اپنے اپنے متعلقہ اخراجات کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

☆ اس معاہدہ کے کسی فریق کے خلاف ہونے والی جنگ میں سب مشترکہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔

☆ باہمی تعلقات کی بنیاد گناہ پر نہیں بلکہ ایک دوسرے کی بھلائی کی بنیاد پر ہوگی جس سے تمام طبقات کو فائدہ پہنچے۔

☆ معاہدہ میں شریک کسی فریق کو اس حلیف کے جرم کی وجہ سے مجرم نہیں سمجھا جائے گا۔

☆ معاشرہ کے مظلوم و محروم افراد کی مدد کی جائے گی۔

☆ حالت جنگ میں یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔

☆ معاہدہ کے تمام فریق خون خرابہ اور فساد پھیلانے سے مکمل طور پر اجتناب کریں گے۔

☆ یثرب پر حملہ آور کے مقابلہ اور شہر کے دفاع کے لئے سب فریق مشترکہ حکمت عملی کے تحت مقابلہ کریں گے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور اپنے علاقوں میں دشمنوں کے خلاف جدوجہد کریں گے۔

☆ مذہبی معاملات کے علاوہ دیگر امور میں یہودی اور مسلمان ایک دوسرے حلیف قبائل کو تحفظ دیں گے۔

☆ یہ تحریری دستور کسی ظالم اور مجرم کو تحفظ فراہم نہیں کرے گا۔

☆ اس معاہدہ کی مشترکہ طور پر پابندی کی جائے گی جو بھی امن و سکون سے رہے گا اور اس معاہدہ پر عمل پیرا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ اس کے نگہبان اور محافظ و خیر خواہ ہوں گے۔

اس تحریری آئین کی منظوری اور اس کے نفاذ کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ کو ایک مرکزی اور نمایاں حیثیت حاصل ہوگی۔ اور ایک ایسی ریاست عملی طور پر وجود میں آ گئی جس کی سربراہی مشترکہ طور پر سید الاولین والآخرین میرے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام فریقوں نے تسلیم کر لی یہ ایک ایسی انقلابی حکومت کا تحریری آئین تھا کہ جس کے بنیادی خدوخال سادگی، راست بازی، نیک نیتی، عدل

Marfat.com

انصاف کی فراہمی، معاشرہ کے افراد کی یکسوئی اور خوشحالی، ظلم کی بیخ کنی اور مظلوم کی دادرسی تھے اور جس آئین میں اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کو حرف آخر مان لیا گیا تھا۔ اس تحریری دستور کو یہودیوں نے کہنے کو تو تسلیم کر لیا تھا لیکن فی الحقیقت دل سے انہوں نے کبھی بھی اسے نہیں مانا تھا۔ وہ یہی سوچتے رہتے تھے کہ کسی طرح یثرب کے متحارب قبائل کو پھر سے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیں اور ان کی باہمی لڑائی سے فائدہ اٹھا کر خود آرام سے رہیں۔ وہ ہمیشہ ان مختلف انصاری قبائل کی باہمی عداوتوں میں اضافہ کی کوششیں کرتے رہتے اور خود کو غیر جانبدار قرار دے کر اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ مدینہ منورہ کی معیشت پر ان کا گہرا اثر تھا۔ وہ تجارت اور زراعت پر چھائے ہوئے تھے۔ اب انہوں نے نبی صادق ﷺ کی تشریف آوری کے بعد معاشرہ کے تمام افراد کو باہم شیر و شکر ہوتے دیکھا تو جیسے ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ کسی طرح ان کے قبائلی تعصبات کو پھر سے ہوا دے کر ان کو پھر سے جانی دشمن بنا دیں۔ وہ اس کوشش میں لگے رہے کہ لوگوں کو ان قبائلی قصوں کو دوبارہ یاد دلائیں جب یہ قبائل ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہتے تھے۔ وہ اس ''جنگ بعاث'' کے تذکروں کو دوبارہ چھیڑ دیتے جس نے مدینہ کے لوگوں کو ایک طویل عرصہ تک خون ریزی اور قتل و غارت گری میں مبتلا رکھا تھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب یہودی سازش کے تحت ایک شاعر جنگ بعاث کے متعلق اشعار سنا رہا تھا اوس اور خزرج قبیلوں کے نوجوان ایک دوسرے کے خلاف فقرہ بازی سے شروع ہو کر شدید جھگڑے پر اتر آئے اور قریب تھا کہ کسی نئی لڑائی کا آغاز ہو جاتا۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بازار میں ہونے والی اس لڑائی کی خبر پہنچی تو آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے۔ حضور کے جاں نثار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں بہت جذباتی منظر تھا، نوجوان مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے اور یہودیوں کی بھڑکائی ہوئی چنگاری شعلہ بننے جا رہی تھی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صورتحال کی نزاکت دیکھتے ہوئے ان غصیلے اور جذبات سے لبریز جوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: 'اے مسلمانو! اللہ کے لئے یہ لڑائی بند کرو! کیا تم میرے ہوتے ہوئے پھر سے جاہل بن گئے ہو؟ اللہ نے تمہیں ہدایت اسلام عطا کی اور تمہیں عزت بخشی اور جاہلیت کے اعمال سے تمہاری جان چھڑائی تمہیں کفر سے بچا کر تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی ان سب نعمتوں کے حصول کے بعد بھی تم حالت کفر کی طرف جانے کی کوشش کر رہے ہو؟''

میرے آقا کے اس دلنشیں خطاب سننے کے بعد ان کے قبائلی غصیلے جذبات سرد ہو گئے اور انہیں احساس ہو گیا کہ وہ یہودی سازش کا شکار ہو گئے تھے اور غیروں کے بہکاوے میں آ کر وہ ایک دوسرے کے گلے کاٹنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوری مداخلت کی وجہ سے صورتحال بہتر ہو گئی اور معاملہ فہم مسلمانوں کو احساس ہو گیا کہ یہودیوں کی سازشی سرگرمیوں اور فتنہ اندازیوں سے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ یک طرف یہودی میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سربراہی میں قائم ہونے والی حکومت کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے تھے تو دوسری طرف عبداللہ بن ابی دل ہی دل میں کڑھتا رہتا تھا۔ میرے آقا کی آمد سے پہلے یثرب کے قبائل اس قبائلی سردار کی قیادت پر متفق ہو چکے تھے صرف رسم تاجپوشی باقی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اس کے بادشاہ بننے کی خواہش دل ہی میں رہ گئی اور وہ اس سوچ میں رہتا تھا کہ کسی طرح مقامی قبائل کو حضور کے خلاف آمادہ کر سکے۔ پہلے پہل تو اس نے اعلانیہ مخالفت کی لیکن جب اس میں کامیاب نہ رہا تو ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کا لبادہ پہن کر اندر سے مسلمانوں کی وحدت کی جڑیں کاٹنے میں لگ گیا۔ قریش مکہ نے اسے جب یہ خط لکھا کہ تم لوگ محمد ﷺ کو اپنے شہر سے نکال دو یا پھر ہم سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ ہم تمہیں قتل کرنے اور تمہاری عورتوں کی آبروریزی کرنے کیلئے آ رہے ہیں تو اس نے اپنے اسلام دشمن رفقاء سے مل کر میرے آقا کے خلاف کارروائی کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا۔ میرے آقا کو جیسے ہی اس کے مذموم عزائم کی خبر پہنچی تو آپ اپنے اصحاب کرام کے ہمراہ اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ وہ کیوں لڑائی کی تیاری کر رہا ہے۔

Marfat.com

''ہمیں قریشیوں نے دھمکی دی ہے ہم اپنے تحفظ کے لئے آپ کو یہاں نہیں رہنے دیں گے''۔

''لگتا ہے قریش کی دھمکی نے تم لوگوں کو بہت ڈرا دیا ہے''۔

میرے آقا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت واستقامت سے فرمایا:

''سن لو! تم لوگ اس لڑائی سے اپنے آپ کو جتنا نقصان پہنچاؤ گے قریش اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتے تھے''

''وہ کیسے؟'' عبداللہ نے حیرت سے پوچھا:

''تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنے پر آمادہ ہو؟''

میرے آقا نے جب اسے اور اس کے ساتھیوں کو یہ واضح پیغام دے دیا کہ اگر وہ لوگ جنگ پر تلے بیٹھے ہیں تو آپ کے ساتھی بھی خاموش نہیں بیٹھے رہیں گے مہاجرین کے شانہ بشانہ مدینۃ الرسول کے انصار بھی اپنے آقا کی جان کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیں گے۔ میرے آقا کی یہ پر عزم گفتگو سن کر عبداللہ بن ابی کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ وہ اپنی ہی قوم کے لوگوں کے خلاف صف آراء نہیں ہونا چاہتے تھے اور اس طرح مدینہ منورہ میں جنگ کا فوری خطرہ ٹل گیا۔

قریش مکہ میرے آقا کے خلاف انتقامی کارروائی کے جنون سے باز نہیں آئے تھے وہ مکہ مکرمہ جانے والے لوگوں کے ذریعے دھمکی آمیز پیغامات بھجواتے رہتے تھے کہ ہم وہاں آ کر بھی تمہارا خاتمہ کر دیں گے۔

جب تک میرے آقا نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اپنے صحابہ کو رات نے پہرے کے لئے آنے سے منع نہ کر دیا اس وقت تک مسلسل ہر رات کوئی نہ کوئی جاں نثار کاشانہ نبوی پر ساری رات حفاظت کے لئے موجود رہتا۔ ایک رات جب ابھی تک کوئی جاں نثار نہیں پہنچا تھا اور میرے آقا کسی محافظ کے منتظر تھے تو ہتھیاروں سے مسلح شخص کی جھنکار سنائی دی۔ حجرہ سیدہ عائشہ میں آرام فرما سرور کائنات نے پوچھا:

''باہر کون ہے؟''

''سعد ابن ابی وقاص''

اس خدمت گزار نے آقا کو اپنا نام بتایا جس کی قسمت میں تخت کسریٰ کو الٹ دینے والے ''فاتح ایران'' کا اعزاز نصیب ہونا تھا۔

حضور گھر سے باہر تشریف لائے۔

''کہیے سعد! کیوں آئے ہو؟''

''دل میں آپ کے متعلق طرح طرح کے اندیشے آرہے تھے اس لئے مسلح ہو کر پہرہ دینے کے لئے آ گیا ہوں''

رحمت کائنات نے اس پر عزم صحابی کے لئے دست دعا بلند فرما دیئے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اس رات حضور حضرت سعد کو دعائیں دیتے دیتے سو گئے۔

کاشانہ اقدس کی حفاظت کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک **واللہ یعصمک من الناس** کا فرمان الٰہی نازل نہ ہوا۔ اس رات میرے آقا نے ٹاٹ کا پردہ ہٹا کر اپنے جاں نثار غلاموں سے ارشاد فرمایا: ''آپ اپنے اپنے گھروں کو چلے جایئے! اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں''۔

یوں غلامان مصطفیٰ اطمینان سے اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے!

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں سے باخبر تھے اور آپ جانتے تھے کہ قریش مکہ اس تیاری میں لگے ہوئے ہیں کہ موقع ملتے ہی مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کریں۔ آپ نے کفار مکہ کے عزائم کا اندازہ لگانے اور ان کے تجارتی

Marfat.com

قافلوں کا راستہ روکنے ان سے مال تجارت چھیننے کے لئے چھاپہ مار دستے تشکیل دیئے۔ حضور نے ان مہموں کا آغاز مدینہ منورہ آمد کے سات ماہ بعد کر دیا تھا کیونکہ میرے آقا اپنے بے خطر جاں نثاروں کو ان مہمات پر بھیج کر دشمن پر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ مدینہ کی ریاست تمہارے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے کہ تم مدینہ پر حملہ کرو اور ہمیں دھمکی آمیز پیغامات بھیجو ہم خود آگے بڑھ کر تمہیں سبق سکھانے کے لئے آرہے ہیں اور تمہارے مالی وسائل پر قبضہ کرنے کا حوصلہ اور طاقت رکھتے ہیں تاکہ تم ان وسائل کو ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکو۔ سرور کائنات ﷺ نے ان چھاپہ مار مہموں میں ہجرت کر کے آنے والے جاں نثاروں کو روانہ کیا۔ مدینہ کے باسیوں کو بدر کے فیصلہ کن معرکہ سے پہلے کبھی بھی دشمن کے خلاف مہموں میں نہیں بھیجا گیا۔ حضور علیہ السلام کے نڈر دلیر اور قائدانہ صلاحیتوں سے لبریز چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی شخصیت ہیں جن کو میرے آقا نے کفار کے خلاف مسلح جدوجہد کے لئے بھیجا اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ شام سے مکہ واپس آنے والے تجارتی قافلہ کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا ہے اور مناسب ہو تو ان کا تجارتی مال قبضہ میں لے لینا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ قریش مکہ کو معلوم ہو سکے کہ مسلمان صرف مسجدوں میں عبادتوں تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ جب بھی مناسب سمجھا آگے بڑھ کر کافروں کے وسائل پر قبضہ کریں گے اور بزور شمشیر ان کا راستہ روکیں گے۔ اس تجارتی قافلے کی اہمیت یوں بھی تھی کہ اسلام دشمن طاقتوں کا اہم فرد ابوجہل اس تجارتی قافلے کا سربراہ تھا جس کی حفاظت کے لئے تین سو مسلح محافظ اس کے ہمراہ تھے۔ میرے آقا نے حضرت حمزہ کو سفید پرچم دے کر روانہ کیا اور دعائیں دے کر اس تیس رکنی دستہ کو مہم پر بھیجا۔ حضرت حمزہ اور ان کے پرعزم ساتھی ابوجہل کا غرور توڑنے کے لئے تیار تھے اور ابوجہل کو بھی اندازہ ہو گیا کہ اس کے تین سو مسلح محافظ بھی ان تیس جاں نثاروں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے اس لئے اس نے ایک قبائلی سردار مجدی بن عمرو الجہنی کو ثالث بنا کر صلح کی درخواست کی۔ حضرت حمزہ نے اس ثالثی کوشش کی وجہ سے بغیر کسی مقابلے کے مدینہ منورہ واپس آگئے۔ میرے آقا نے ان کی اس حکمت عملی کو پسند فرمایا۔ حضور علیہ السلام اس قبائلی سردار کی مصالحانہ کوششوں کو بھی سراہا اور اس کو "عمدہ کردار کی بابرکت شخصیت" قرار دیا۔

اگلے مہینے دشمنوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے قیادت عبیدہ بن حارث کے حصے میں آئی۔ ان کے دستہ میں ساٹھ افراد تھے۔ اس دستے نے قریشی سردار ابوسفیان کے قافلے پر اس وقت دھاوا بول دیا جب یہ لوگ وادی رابغ کے ایک تفریحی مقام .... میں آرام کر رہے تھے۔

ابوسفیان کے ساتھ دو سو افراد تھے لیکن ساٹھ جاں بازوں کے دستہ نے جب ان پر تیر چلانا شروع کیے تو ابوسفیان کے ساتھی جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح دشمن کو ہراساں کرنے کے بعد یہ دستہ مدینہ منورہ واپس پہنچا تو میرے آقا بہت خوش ہوئے۔ اس خوشی میں اضافہ یوں بھی ہو گیا تھا کہ اس اسلامی دستہ میں دشمن صفوں سے بھاگ کر آنے والے دو ایسے مسلمان بھی شامل ہو گئے جنہوں نے ایک عرصہ سے دل ہی دل میں اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حالات کے جبر کے تحت ابوسفیان کا ساتھ دینے پر مجبور تھے۔ مسلمان دستے نے ابوسفیان کے قافلے کے حوصلے پست کر دیئے اور دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا تو مقداد بن عمرو اور عتبہ بن الغزوان بھی اپنے مسلمان ساتھیوں سے آملے اور ان کے ساتھ مدینہ آگئے۔

میرے آقا کو مدینہ تشریف لائے ہوئے نو ماہ ہوئے تھے کہ آپ نے جواں سال سعد ابن ابی وقاص کو چھاپہ مار مہم پر روانہ کیا۔ حضور نے ان کے دستہ کا علمبردار مقداد بن عمرو کو بنایا جو پچھلے مہینے ابوسفیان کا ساتھ چھوڑ کر آئے تھے۔ یہ دستہ جس قافلے پر حملہ آور ہونے کے لئے گیا تھا وہ مکہ سے نکلا تھا ان بیس رکنی پیدل دستہ کو ایک مخصوص مقام تک دشمن کا تعاقب کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہاں تک پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ کفار مکہ کا قافلہ یہاں سے روانہ ہو چکا ہے تو سعد ابن ابی وقاص اپنے ساتھیوں سمیت واپس لوٹ آئے۔ مدینہ منورہ میں میرے آقا کو اب

Marfat.com

ایک سال ہو چکا تھا۔

ماہ صفر شروع ہوا تو حضور علیہ السلام نے خود اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ قریش مکہ کے تجارتی قافلہ پر حملہ آور ہونے کے لئے مہم کی قیادت کا فیصلہ فرمایا۔ یہ ایک واضح پیغام تھا۔ عزم و عمل کا پیغام، میرے آقا اپنے جاں نثاروں کو یہ سبق بھی دینا چاہتے تھے کہ ضرورت پڑے تو افواج کے سربراہ کو بذات خود مہم کی قیادت کرنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام پوری دنیا پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ ہم اسلام دشمن طاقتوں کے مالی مفادات پر ضرب لگانے کے لئے پر عزم ہیں اور مسلح جدوجہد کے لئے تیار ہیں۔ میرے آقا کے ہمراہ ستر جاں نثار تھے۔ شہر سے روانہ ہوتے وقت آپ نے حکومتی امور میں اپنی نیابت کے لئے حضرت سعد بن عبادہ کو نامزد کیا۔ حضور علیہ السلام ابواء کے مقام تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ مطلوبہ تجارتی قافلہ یہاں سے چلا گیا ہے لیکن میرے آقا نے واپس آنے کی بجائے کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا۔ مسلح جاں نثاروں کو جذبہ شہادت سے لبریز دیکھ کر ایک قبائلی سردار مخشی بن عمرو الضمری حاضر خدمت ہوا۔ ''ضمرہ'' قبیلہ کا یہ سربراہ آپ سے معاہدہ امن کرنے کی گزارش کرنے آیا تھا۔ سرور کائنات نے اس کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ فرمایا جس میں لکھا گیا کہ اس قبیلے کے لوگوں اور ان کے اموال کو تحفظ حاصل ہوگا اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں انہیں مدد فراہم کی جائے گی اور یہ لوگ بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ غیر مسلموں سے صلح کا یہ معاہدہ یہودیوں سے ہونے والے ''میثاق مدینہ'' کے بعد دوسرا اہم ترین معاہدہ تھا جس سے یہ سبق دینا مقصود تھا کہ مسلمان ہر کسی سے مسلح کشاکش ہی نہیں کرتے بلکہ جو قبائل دوستی کے لئے ہاتھ بڑھائیں گے اور ساتھ دینے کا عہدہ کریں گے ان سے صلح کا معاہدہ بھی کیا جاسکتا ہے تا کہ معاشرہ میں امن و سکون قائم ہو سکے۔

سرکار مدینہ ﷺ یہ معاہدہ کرنے کے بعد شہر نبی واپس پہنچے تو ایک مہینہ بعد پھر ایک مہم پر تشریف لے گئے اس دفعہ دو سو مسلح افراد آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ امیہ بن خلف ڈھائی ہزار اونٹوں کا قافلہ کے ساتھ مال تجارت لے کر آ رہا ہے۔ آپ ''بواط'' تک اس قافلے کے تعاقب کے لئے گئے لیکن یہ قافلہ بھی جا چکا تھا اس مہم سے ابھی میرے آقا کو مدینہ واپس آئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ خبر ملی کہ کفار مکہ کا ایک مسلح گروہ مدینہ کے مضافات کی چراگاہ پر حملہ کر کے وہاں چرنے والے اونٹ بھیڑ بکریاں ہانک کر لے گیا ہے اور ان جانوروں کے چرواہے کو بھی قتل کر دیا ہے۔ کرز بن جابر کی قیادت میں حملہ آور ہونے والوں نے جاتے جاتے درخت بھی کاٹ دیئے تھے اور دھمکیاں دے کر فرار ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کو اس اچانک حملے کی اطلاع ملی تو میرے آقا نے تعاقب کیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ اسلامی دستہ کا پرچم بلند کئے آپ کے ساتھ تھے۔

ستر صحابہ کے ہمراہ بدر کے قریب صفوان کے علاقے تک میرے آقا نے اپنا سفر جاری رکھا۔ مال مویشی ہانک کر لے جانے والے لٹیرے وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے آقا نے واپس آنے کا فیصلہ فرمایا لیکن بدر تک حضور کی قیادت میں مسلح افراد کی آمد ایک بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ تھی۔ یہاں چھ ماہ تک وہ تاریخ ساز معرکہ ہونے والا تھا جس نے انسانیت کی تاریخ میں ایک اہم باب کا اضافہ کرنا تھا۔

623ء کا نومبر آیا تو آپ کو خبر ملی کہ ابوسفیان کی قیادت میں ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام کی طرف رواں دواں ہے۔ اس سفر تجارت کے لئے مکہ کے تقریباً تمام اہل ثروت نے سرمایہ کاری کی تھی اور عہد کیا تھا کہ اس کے منافع کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جنگی مہم پر خرچ کریں گے۔ میرے آقا نے دشمن کو یہ پیغام دینے کے لئے فوراً ڈیڑھ سو جاں نثاروں کے ہمراہ اس تجارتی قافلے کے تعاقب کا فیصلہ کیا کہ دشمنوں کو بتا دیا جائے کہ ہم ان کی سرگرمیوں سے باخبر ہیں اور ان کے مالی مفادات پر ضرب لگائی جائے گی میرے آقا بحیرہ احمر کے ساحلی شہر

Marfat.com

ینبع کے مضافات میں ایک قصبہ عشیرہ پہنچے تو قافلہ وہاں سے رخصت ہو چکا تھا لیکن میرے آقا نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا، عمدہ کھجوروں کے باغات سے لبریز یہ دلکشا قصبہ قبیلہ بنو مدلج کے زیر اثر تھا۔ بنو مدلج بنو ضمرہ کا حلیف قبیلہ تھا جس نے کچھ عرصہ پہلے صلح کا معاہدہ کیا تھا انہی شرائط پر بنو مدلج سے بھی معاہدہ امن طے پا گیا۔ میرے آقا ایک اور با اثر قبیلے کو اپنا ہمنوا اور حلیف بنا کر بہت بڑی سیاسی کامیابی حاصل کر کے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

اب 624ء شروع ہو چکا تھا۔ جنوری کی ایک سرد رات تھی جب نمازِ عشاء کے بعد سرورِ کائنات نے عبداللہ بن جحش الاسدی کو طلب کیا۔

''عبداللہ! صبح کی نماز کے لئے جب آنا تو اپنے ہتھیار ساتھ لانا''

''یا رسول اللہ! اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

ابن جحش نے سوال کیا تو آقا نے وضاحت فرمائی:

''تمہیں کچھ ہدایات دے کر کہیں بھیجنا ہے''

''آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی'' عبداللہ اس رات اپنی قسمت پر رشک کرتے رہے کہ آقا نے ایک خاص مہم کے لئے ان کو چنا تھا۔

نمازِ فجر ادا کرنے کے لئے عبداللہ بن جحش جب مسجد نبوی پہنچے گردن میں تلوار حمائل تھی۔ تیر اور کمان اور اپنی زرہ کو بھی ساتھ لائے تھے۔ حضور کی امامت میں نماز ادا کی نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد آقا اپنے حجرہ اقدس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ عبداللہ کاشانہ اقدس کے دروازے پر کھڑے آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ آقا تشریف لائے اور ابی بن کعب کو بلا بھیجا وہ آئے تو حضور نے انہیں حجرے کے اندر بلا لیا۔

''آپ کو ایک اہم خط لکھنا ہے'' ابی نے حکم کے مطابق خط لکھ دیا تو حضور نے عبداللہ بن جحش کو کمرے میں طلب فرمایا''۔

عبداللہ ابن جحش نے دیکھا کہ کچھ اور جاں نثار بھی وہاں موجود تھے میرے آقا نے خط عبداللہ کو دیتے ہوئے فرمایا:

''میں نے تمہیں ان افراد کا سربراہ بنایا ہے۔ تم ان کو اپنے ہمراہ لے کر ابھی روانہ ہو جاؤ۔ راستے میں دو راتیں گزر جائیں تو اگلے دن اس خط کو کھول کر پڑھ لینا اور جس طرح ہدایات دی گئی ہیں اسی طرح کرنا''۔

رہبر کامل نے اس اہم اور خفیہ مہم کا آغاز ہی اس انداز سے فرمایا تھا کہ جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ بہت ہی حساس مہم ہے اور اس کا بنیادی مقصد اہم اور حساس معلومات (انٹیلی جنس) کا حصول ہے۔

میرے آقا بنیادی ہدایات دے چکے تو عبداللہ نے سوال کیا:

''یا رسول اللہ! ہم مدینہ سے نکل کر کس سمت میں سفر کریں؟''

''تمہیں بخد کی طرف چلنا ہے'' فرمان نبوی سن کر عبداللہ اپنے بارہ ساتھیوں کے ہمراہ فوراً روانہ ہو گئے۔ سواری کے لئے صرف چھ اونٹ تھے۔ چھ آدمی اونٹ پر سوار ہوتے اور چھ پیدل چلتے۔ باری آنے پر پیدل چلنے والے اونٹ پر سوار ہو جاتے اور دوسرے پیدل چل پڑتے۔ دو دن کے سفر کے بعد ہدایت نبوی کے تحت عبداللہ نے خط کھولا۔

''اس خط کو پڑھتے ہی آگے کا سفر جاری رکھو! جب مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں پہنچو تو قریش کے ایک قافلے کا سراغ لگاؤ اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو''۔

عبداللہ بن جحش نے سرکار دو جہاں ﷺ کا مکتوب پڑھ کر اپنے ساتھیوں کو سنایا تو سب نے ایک جواب دیا۔

Marfat.com

''ہم اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کی پابندی کریں گے''

عبداللہ نے کہا: ''آپ لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے جس نے جان کی بازی لگانا ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جس کو موت سے ڈر لگے تو وہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں تو ہر حال میں اپنے آقا کے حکم کے تحت آگے ہی جاؤں گا''۔

عبداللہ نے اپنے رفقاء سے ان کا حال دل جاننے کے لئے ان کی رائے لی تو وہ جرأت مومنانہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ دستہ آگے کی طرف روانہ ہوگیا۔ دوران سفر سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا مشترکہ اونٹ گم ہوگیا۔ یہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں رک گئے۔ دستہ کے دوسرے فوجی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔ وادیٔ نخلہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ جارہا ہے۔ یہ رجب کے مہینے کا آخری دن تھا اور قافلہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ رجب کے مقدس مہینے میں خون ریزی حرام تھی اور اگر اگلے دن کا انتظار کرتے تو قافلہ وہاں سے حدود حرم میں داخل ہو جاتا اور اس کا راستہ روکنا ناممکن ہوتا۔ لہٰذا ساتھیوں کے مشورے سے عبداللہ بن جحش نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ مسلمان دستے کی طرف سے سب سے پہلا تیر عمرو بن حضرمی کو لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔

دو افراد قیدی بنا لئے گئے عبداللہ بن جحش اپنے ساتھیوں مال غنیمت اور قیدیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ مسلمانوں کی مسلح جدوجہد کا پہلا مال غنیمت تھا۔ یہ پہلا قتل تھا جو دشمنان اسلام کے ایک فرد کا کیا گیا تھا اور پہلی دفعہ مسلمانوں نے دشمن کے دو لوگ قیدی بنائے تھے۔

میرے آقا نے عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا:

''تمہیں باحرمت مہینے میں جنگ کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟''

حضور کی ناراضگی کو دیکھ کر عبداللہ اور ان کے ساتھ بے حد رنجیدہ ہو گئے انہیں احساس ہوگیا تھا کہ ان سے ایک بہت بڑی حکم عدولی ہو گئی ہے لیکن اس سے پہلے کہ ان کی یہ غلطی ان کے لئے زندگی بھر کا روگ بن جاتی عرش بریں کے رب نے جبرئیل امین کو بھیج کر ''وحی الٰہی'' کے ذریعے ان مومنین کی تسکین کے لئے وہ آیات نازل فرمائیں جن سے یہ واضح ہوگیا کہ ان کا یہ فوری فیصلہ ان کی فرمان رسالتمآب کی خلاف ورزی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس جذبے کا مظہر تھا کہ وہ کسی طرح بھی دشمنان اسلام کے سرمایے کو مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم یہ ہے:

''لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتل کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا گناہ ہے لیکن راہ خدا سے روکنا اور اس کے احکامات کو تسلیم نہ کرنا، مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی زیارت سے روکنا اور مسلمانوں کو مکہ سے نکالنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ یہ کافر فتنہ پرور ہیں، فتنہ قتل سے بدتر ہے، اس لئے ان کا قتل ٹھیک تھا''۔

میرے آقا کو اپنے ایک ایک جاں نثار کی زندگی کس قدر عزیز تھی اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ جب کفار مکہ نے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے جرمانے (فدیہ) کی رقم دے کر بھیجی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہمارے دو ساتھی ابھی تک واپس نہیں پہنچے جب تک وہ بحفاظت واپس نہیں آجاتے ہم فدیہ قبول نہیں کریں گے''۔

میرے آقا نے قریش مکہ کے نمائندہ کو واضح طور پر بتا دیا۔

''یاد رکھو! اگر تم لوگوں نے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دو قیدیوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے''۔

چند دنوں کے بعد جب سعد اور عتبہ اپنے گمشدہ اونٹ کو ساتھ لئے واپس مدینہ پہنچے تو میرے آقا نے مسرت آمیز جذبات سے ان کا استقبال کیا اور معاوضہ لے کر ان قیدیوں کو رہا کر دیا۔ دوران حراست قیدیوں کے ساتھ اس قدر عمدہ سلوک ہوتا تھا کہ ایک قیدی حکم بن کیسان زندگی بھر کے لئے خلق نبوی کے اسیر ہو گئے اور حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر کے ہمیشہ کے لئے غلامی رسول میں آ گئے۔

Marfat.com

میرے آقا رحمۃ اللعالمین ﷺ ان چھاپہ مار دستوں کے روانہ کرنے سے نہ تو محض مالی مفادات حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دشمنوں سے انتقام لینا مقصود تھا، البتہ ان حملوں کا مقصد مدینہ منورہ کی اسلامی حکومت کے خلاف ہونے والی سازشوں کو روکنا تھا اور دشمنان اسلام کو عملی طور پر یہ بتانا تھا کہ اب مسلمان خاموشی سے بیٹھنے والے نہیں بلکہ وہ ضرورت پڑی تو جنگ سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

لیکن قریش مکہ ہٹ دھرمی پر اڑے رہے وہ انتقام کی آگ میں جل رہے تھے انہوں نے باقاعدہ سرمایہ کاری کر کے مال تجارت شام کی طرف بھیجا تاکہ اس سے حاصل ہونے والے منافع سے اسلحہ خرید کر اور وسائل جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کریں۔ رہبر کامل ﷺ نے ان کے ان مذموم ارادوں سے باخبر ہو کر پہل کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے جاں نثاروں کے ہمراہ شام سے آنے والے قافلے کا راستہ روکنے کے لئے ''بدر'' کے مقام پر ان کا انتظار کیا لیکن قافلہ تو بچ کر مکہ پہنچ گیا مگر مکہ کے جنگجو لیڈر فوج لے کر وہاں پہنچ گئے۔ دراصل ان کو اپنی موت وہاں کھینچ لائی تھی۔ اس معرکہ میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو میرے آقا فاتح عالم ﷺ کی قیادت میں واضح فتح نصیب ہوئی۔ دشمن کو مسلمانوں کے جذبہ شہادت اور اپنے آقا کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل کر لڑنے کی ہمت اور ان کی ایمانی قوت سے واسطہ پڑا تو ان کے قدم اکھڑ گئے۔ قتل اور گرفتار ہونے والوں کے علاوہ باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ سرور کائنات ﷺ بدر کی شاندار کامیابی کے بعد مدینہ منورہ واپس پہنچے ہی تھے کہ ایک ہفتہ بعد آپ کو بنو سلیم پر حملہ کی قیادت کرتے ہوئے دو سو جاں نثاروں کے ساتھ جانا پڑا کیونکہ اس قبیلہ کے جنگجو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ میرے آقا کے اچانک حملے سے یہ لوگ حواس باختہ ہو گئے اور اپنے پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لشکر اسلام نے ان پر قبضہ کر لیا اور اس طرح غزوہ بدر کے ایک ہفتہ بعد مسلسل دوسری کامیابی سے قریش مکہ کو یہ پیغام مل گیا کہ جو قبیلہ بھی مدینہ کی قیادت اور حکومت کے خلاف سازش کرے گا اس کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔

قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار تو مارے جا چکے تھے لیکن بعض لوگ اب بھی انتقام لینے کی خواہش لئے بیٹھے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح مدینہ منورہ جا کر سرکار دو جہاں ﷺ سے بدلہ لیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک شخص عمیر بن وہب تھا جس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے معرکہ میں مسلمان افواج کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا اور وہ دن رات اپنے بیٹے کی گرفتاری پر کڑھتا اور انتقام لینے کے ارادے باندھتا رہتا تھا۔

حطیم کعبہ میں ایک دن اس نے صفوان بن امیہ سے کہا:

''بدر میں تمہارا باپ بھائی اور چچا قتل ہو گئے اور ہم خاموشی سے واپس آ گئے کچھ نہ کر سکے اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا اور مجھ پر میرے خاندان کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد ﷺ کو قتل کر ڈالتا اور اپنے بیٹے کو چھڑا کر لے آتا''۔

''تم اپنے قرض کی فکر کیوں کرتے ہو؟ یہ میں ادا کر دوں گا اور تمہارے خاندان کی دیکھ بھال بھی کر دوں گا اور ہمیشہ ان کا خیال رکھوں گا''۔

صفوان نے عمیر بن وہب کو تسلی دی اور اسے مدینہ جانے پر اکسایا۔

''میرے اس ارادے کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے'' عمیر نے صفوان کو سرگوشی میں کہا تو صفوان نے کہا:

''فکر مت کرو! کسی کو بھی معلوم نہیں ہو گا تم جانے کی تیاری کرو''

عمیر اپنی زہر آلود تلوار لے کر مدینہ پہنچا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے گزارش کرنے کے لئے آیا ہے۔

مسجد نبوی کے قریب پہنچ کر وہ نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ کر تلوار کو گلے میں ڈال کر ابھی اندر جانے ہی والا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے آتا ہوا دیکھ لیا انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں غضبناک ہو کر فرمایا: ''یہ غلیظ شخص یہاں کیا کرنے آیا ہے؟'' مجھے لگتا ہے یہ کسی خدا کسی غلط ارادے کے ساتھ آیا ہے'' آپ نے اسے اندر جانے سے روک دیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جا کر اطلاع دی۔

Marfat.com

''یا رسول اللہ عمیر اپنی تلوار گلے میں لٹکائے مکہ سے آیا ہے یہ بہت بڑا سازشی قسم کا انسان ہے۔ مجھے اس کی نیت ٹھیک نہیں لگتی''۔

''تم اسے میرے پاس آنے دو''

میرے آقا نے اجازت دی تو حضرت عمر نے عمیر کی گردن میں لٹکی ہوئی تلوار کا دستہ ہاتھ میں تھام کر اور اسے گریبان سے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حفاظتی نقطہ نظر سے وہاں موجود صحابہ کرام کو حضرت عمر نے ہدایات دیتے ہوئے کہا:

''آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے قریب رہنا اور اس شخص پر نظریں جمائے رہنا کیونکہ یہ شخص قابل بھروسہ نہیں ہے کہیں وہ حضور کو کوئی نقصان نہ پہنچائے''۔

حضرت عمر جب عمیر ابن وہب کو گھسیٹتے ہوئے بارگاہ نبوی میں لے کر پہنچے تو میرے آقا نے اسے چھوڑنے کا اشارہ کرتے ہوئے اخلاق کریمانہ سے ارشاد فرمایا:

''عمیر! تم میرے قریب آ جاؤ''

عمیر نے نہایت شائستگی سے عربوں کا مشہور دعائیہ فقرہ کہا:

''آپ کی صبح بخیریت گزرے''

حضور نے اس کا سلام سنتے ہی فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بہتر خیر مقدمی فقرہ ہمیں سکھایا ہے اور یہ جنتی لوگوں کا سلام ہے جو ہم آپس میں ملنے کے وقت کہتے ہیں، اسلام علیکم''

پھر آپ نے عمیر سے اس کی آمد کا مقصد دریافت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کہو مکہ سے یہاں کیسے آنا ہوا؟''

''میں آپ کی قید میں اپنے بیٹے کا جرمانہ ادا کر کے اسے رہا کرانے کے لئے آیا ہوں''

اس نے اپنی گفتگو میں ملائمت پیدا کرتے ہوئے کہا: ''آپ سے ہمارے خاندانی روابط بھی رہے ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ جرمانہ (فدیہ) کے سلسلے میں آپ مجھے رعایت بھی دیں گے''۔

اس نے اپنی گفتگو ختم کی تو میرے آقا نے اس سے پوچھا:

''اس تلوار کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟''

میرے آقا نے اس سے یہ چبھتا ہوا سوال کیا تو وہ گھبرا کر کہنے لگا:

''ان تلواروں کا خدا خاتمہ ہی کر دے پہلے ان تلواروں نے ہماری کون سی مدد کی ہے مجھے لگتا ہے کہ ہماری تلواریں اب فولادی نہیں رہیں یہ تو بدر کے دن دیمک زدہ لکڑی کی طرح بن گئی تھیں''۔

''تم سچ سچ کیوں نہیں بتا دیتے کہ کس ارادے سے یہاں آئے ہو؟'' میرے آقا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تو وہ کہنے لگا:

''یقین کیجئے! میں صرف اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے آیا ہوں۔ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا''۔

اس نے خوشامدی لہجے سے اپنے خفیہ ارادے کو چھپانے کی کوشش کی لیکن میرے آقا نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم غیب کو آشکار کرتے ہوئے اس پر اس کے اصل ارادے کو بیان کر دیا۔

''نہیں! تم صرف اپنے بیٹے کے لئے نہیں آئے ہو تم اور صفوان بن امیہ حطیم کعبہ میں بیٹھ کر قریش کے سرداروں کو بدر میں قتل کر کے

Marfat.com

کنویں میں پھینکنے کے افسوسناک واقعے کا تذکرہ کرتے رہے اور پھر تم نے کہا کہ اگر میں مقروض نہ ہوتا اور مجھ پر خاندان کی ذمہ داریاں عائد نہ ہوتیں تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا''۔

میرے آقا نے صفوان بن امیہ کے ساتھ اس کی خفیہ گفتگو کی تفصیل بتانا شروع کی تو حیرت سے عمیر بن وہب کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

حضور علیہ والسلام نے اس کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

''کیا یہ صحیح نہیں کہ تم نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ صفوان نے تمہارے اہلخانہ کی دیکھ بھال اور تمہارے قرض خواہوں کو رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا ہے مگر یہ بات اچھی طرح سن لو کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ میرے اور تمہارے درمیان میرے رب کی حفاظت کا حصار ہے''۔

میرے آقا نے جب عمیر ابن وہب کے سارے ارادوں، تمام خفیہ گفتگو اور جملہ تفصیلات کو بے نقاب کر دیا تو اس کے دل نے گواہی دی کہ یہ اطلاعات ایک نبی صادق کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں دے سکتا اور اس طرح مکہ کے ایک نمایاں شخص نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر غلامی رسول کے حلقہ میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس نے اسلام قبول کر لیا تو رہبر انسانیت ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یہ آج سے تمہارا بھائی ہے، اسے دین کی تعلیم فراہم کرو، تلاوت قرآن سکھاؤ اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر کسی فدیے کے رہا کر دو''

جب عمیر نے اسلام کے بنیادی تقاضے اور آداب تلاوت سیکھ لئے تو انہوں نے گزارش کی:

''پہلے میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتا تھا اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں مکہ مکرمہ جا کر اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دوں اور ان ظالم مشرکوں کو ظلم سے روک سکوں جو بے سہارا مسلمانوں کو اذیتیں دیتے ہیں''

میرے آقا نے عمیر کو واپس مکہ جانے کی اجازت دے دی۔

صفوان بن امیہ مکہ میں دن گن گن کر گزار رہا تھا اور مدینہ منورہ سے آنے والے لوگوں سے عمیر کے متعلق پوچھتا رہتا۔ اس نے مکہ کے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ بہت جلد آپ ایک بہت بڑی خبر سنیں گے۔ اسے یقین تھا کہ عمیر اپنے ارادے کے مطابق مذموم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا لیکن رب تعالیٰ کا کرم ہوا اور عمیر مسلمان بن کر مکہ واپس آئے اور ان کی شجاعت اور جرأت سے مظلوم بے سہارا مسلمانوں کو بہت سہارا بھی ملا اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے بہت سے لوگ حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔ کفار مکہ کے مذموم ارادے دل ہی دل میں رہ گئے۔

مکہ کے قریش تو دور بیٹھ کر جلتے کڑھتے رہتے تھے لیکن مدینہ کے یہودی اندر بیٹھ کر سازشوں کا جال بننے میں مصروف رہتے مدینہ کے سربراہ حکومت رہبر کائنات ﷺ ان کی سازشی سرگرمیوں سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ یہودیوں کی تاریخ سازشوں اور عہد شکنیوں سے بھری پڑی ہے۔ اس لئے آپ نے ان کو تنبیہ کر دی تھی کہ وہ اپنے سازشی سرگرمیوں سے باز رہیں۔ میرے آقا کو معلوم تھا کہ بدر کے میدان میں قریش مکہ کے سرداروں کے قتل پر یہودی بہت بے چین ہیں کیونکہ وہ اب یہ خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ مسلمان دن بدن طاقتور ہو رہے ہیں اور مختلف حربے استعمال کر کے مسلمانوں کی یکجہتی میں دراڑیں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

میرے آقا جس دن غزوہ بدر کی کامیابی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو شہر میں یہودیوں کے مشہور بازار میں جہاں یہودی سناروں، لوہاروں اور برتن سازوں کی دکانیں تھیں ان کے اجتماع میں خطاب فرمایا:

اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جانے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''آپ کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ مسلمان ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ قریش مکہ کی طرح تم کو شکست وذلت کا سامنا کرنا پڑ جائے''۔

حضور کے خطاب کے بعد یہودیوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور اپنے تکبر بھرے انداز میں کہنے لگے:

''آپ کا مقابلہ قریشیوں سے ہوا اور آپ نے انہیں شکست دے دی لیکن کبھی ہمارے ساتھ معرکہ آرائی ہوئی تو پتہ چل جائے گا کہ طاقتور سے مقابلہ کیسے ہوتا ہے؟''

یہودیوں کے اس تکبرانہ طرزِ عمل کا جواب رب تعالیٰ نے قرآن مقدس کے الفاظ میں دیا جس کا مفہوم یہ ہے:

''اے میرے حبیب! آپ ان دشمنانِ خدا لوگوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم بھی شکست کھاؤ گے اور بالآخر جہنم کی طرف تمہیں گھسیٹا جائے گا۔ اس حالیہ لڑائی میں تمہارے لئے عبرتناک سبق پوشیدہ ہے۔ مسلمانوں اور کافروں کی اس جنگ میں کافر تعداد میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ نظر آتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کی تائید کرتا ہے تو وہ گروہ نصرت وکامیابی حاصل کرتا ہے اس میں صاحب بصیرت لوگوں کے لئے پیغام عبرت ہے''۔

یہودیوں کی بدکلامی کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گیا تھا لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے جب مدینہ کے یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کی جائے لیکن یہودیوں کا طرزِ عمل دن بدن گھناؤنا ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا تضحیک آمیز رویہ ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ یہودی مدینہ کی معیشت پر قابض تھے۔ بازار میں ان کی دکانیں تھیں یہ وہاں آنے والے مسلمانوں پر طنزیہ فقرے کستے اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ انہوں نے مسلمان عورتوں کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ یوں تو سارے یہودی اسلام دشمنی کے جذبات رکھتے تھے لیکن بنو قینقاع قبیلے کے یہودی اس طرح کی سرگرمیوں میں پیش پیش تھے۔ وہ مسلمانوں کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ایک دفعہ ایک یہودی سونار کے پاس ایک خاتون ماتھے کا جھومر بنوانے کے لئے آئی تو اس یہودی سونار نے خاتون کو نقاب الٹنے اور چہرہ دکھانے پر اصرار کیا لیکن خاتون نے انکار کر دیا۔ سونار کو شرارت سوجھی اور اس نے خاتون کے نقاب کا ایک پلو چپکے سے کسی چیز سے باندھ دیا خاتون اٹھی تو کپڑا چہرہ سے کھسک گیا اور وہ بے نقاب ہو گئی۔ یہودیوں نے قہقہے لگانا شروع کر دیئے اور خاتون نے گھبرا کر چیخنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کو پتہ چلا تو فوراً وہاں پہنچے اور ایک مسلمان نے اس سنار کو وہیں قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔ یہودیوں نے حملہ کر کے اس مسلمان کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ نتیجتاً مسلمانوں اور یہودیوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ یہودیوں کے غیر اخلاقی طرزِ عمل اور مسلمانوں پر حملے کی خبر سنی تو میرے آقا نے اسی وقت اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ یہودیوں کے محلے میں جانے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے مسجد نبوی کے امور ابولبابہ بن عبدالمنذر کو سونپے اور اپنے چچا حضرت حمزہ سے فرمایا کہ مسلمانوں کا پرچم اٹھاؤ اور اسلامی لشکر کو لے کر قینقاع یہودیوں کے محلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی یہودیوں کو فاتح اعظم کی آمد کی خبر ملی تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے جو حفاظتی قلعے بنائے ہوئے تھے اس میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے اور چھپ کر بیٹھ گئے میرے آقا نے ان کے محلے میں ہی قیام فرمانے کا فیصلہ فرمایا۔

ابھی بدر سے واپسی کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرے آقا نے تہیہ کر لیا کہ یہودیوں کو بھی اچھی طرح سبق سکھا دیا جائے۔ آپ نے ان کے محلے میں پندرہ دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس تمام عرصے میں یہودی ڈر کے مارے چھپے رہے اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی طاقت کا رعب پڑ گیا۔ جب یہودی یہ جان گئے کہ اب بچنے اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تو انہوں نے پیغام بھجوایا کہ رہبر انسانیت ﷺ ان کے متعلق جو بھی فیصلہ کریں گے اس کو قبول کر لیا جائے گا اور احکامات پر عمل کیا جائے گا۔

میرے آقا رہبر انسانیت نے ان سب کو اسلامی حکومت کی حراست میں لے لیا۔ اس موقع پر ایک قبائلی سردار نے حضور کو گزارش کی ''قبیلہ قینقاع کے یہودی ہم سے دوستی کا معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے آپ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کیجئے!'' یہ قبائلی سردار بدر کی کامیابی

Marfat.com

کے بعد مسلمانوں کی طاقت سے گھبرا کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر چکا تھا لیکن اسلام دشمنی میں سب سے بڑھ کر تھا وہ جب کھلم کھلا مخالفت سے کامیابی حاصل نہ کر سکا تو اس سوچا کہ مسلمانوں کے اندر شامل ہو کر ان کے اتحاد میں نقب لگائی جائے اور وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے قبیلہ خزرج کا یہ وڈیرا سردار عبداللہ بن ابی ہمیشہ اپنی منافقانہ چالوں سے مدینہ کی انقلابی حکومت کو غیر مستحکم کرنے میں مصروف رہا۔ میرے آقا بھی اس رئیس المنافقین کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے باخبر رہے لیکن حالات کا تقاضا یہ تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف طبقات سے محاذ آرائی شروع نہ کی جائے۔

ابن ابی بارگاہ نبوی میں گڑگڑا کر التجائیں کر رہا تھا۔

''جس قبیلے نے ہم سے دوستی کا معاہدہ کیا ہے آپ ان پر احسان کیجئے!''

میرے آقا نے اس مکار کی خوشامدی لہجے کی درخواست کو نظر انداز کر دیا اس نے ایک بار کے پھر اپنی بات دہرائی۔ یہ بدنیت شخص علیحدگی میں حضور کو گھور کر دیکھتا تھا اور جب آپ کبھی سر راہے اس سردار منافقین کو نظر آ جاتے تو گستاخانہ جملے بڑبڑانے لگتا لیکن لوگوں کے سامنے آ کر چاپلوسی شروع کر دیتا۔ میرے آقا نے اس کی درخواست دوبارہ سن کر چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا اس نے اپنی قبائلی سردارانہ برتری کا اظہار کرتے ہوئے سرکار دو جہاں کی قمیص مبارک کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو قائل کر سکے۔

''چھوڑ دو! مجھے ہاتھ مت لگاؤ، مجھے افسوس ہو رہا ہے تمہاری حالت پر'' میرے آقا کے چہرے کے جذبات بتا رہے تھے کہ آپ اس کی یہودیوں کے حق میں ہونے والی سفارش سے بہت رنجیدہ اور غصے میں ہیں لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا، وہ دنیاوی منفعت اور سیاسی مصلحت کے تحت یہودیوں کی طرف داری کر رہا تھا اس کے دل کے کسی کونے میں یہ امید ابھی باقی تھی کہ مدینہ کے لوگ اس کو شاید اپنا سردار بنا لیں گے جس کا فیصلہ وہ ہجرت نبوی سے پہلے کر چکے تھے لیکن سرکار کی مدینہ تشریف آوری کے بعد اس کا یہ خواب ادھورا ہی رہ گیا تھا۔ اب اس کی امید یہودی قبائل تھے۔ بنو قینقاع کے یہودی ان میں سب سے طاقتور اور حربی آلات سے مسلح تھے۔ اس قبیلہ کے ساتھ سینکڑوں جنگجو تھے جن میں سے تین سو ایسے تھے جن کی زرہیں تھیں۔ یہ اس زمانے میں ذاتی حفاظت کا بہت بڑا فولادی ہتھیار تھا، ان لوگوں نے تلواروں، نیزوں اور دیگر آلات حرب کا بہت بڑا ذخیرہ کر رکھا تھا اور قلعہ نما مکانات بنا رکھے تھے لیکن میرے آقا کے عزم و استقامت سے لبریز پندرہ روزہ محاصرہ کے بعد یہودیوں کا یہ سب سے بڑا جنگجو قبیلہ بھی صلح کی درخواست کرنے لگا تھا اور اب ابن ابی ان کا بہت بڑا وکیل بن کر آ کھڑا ہوا تھا۔ میرے آقا انصار مدینہ کے بہت بڑے قبیلے بنو خزرج کا فیصلہ جاننے کے لئے اس قبیلے کی نامور شخصیت عبادہ بن الصامت کی رائے سننا چاہتے تھے کیونکہ امور مملکت کے لئے ضروری ہے کہ مملکت کے تمام طبقات اور قبائل کا اعتماد حاصل کیا جائے اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی بڑا اقدام نہ اٹھایا جائے۔

بنو خزرج کی طرف سے عبداللہ بن ابی یہودیوں کا حلیف بن کر ان کی معافی کی درخواست کرنے لگا تو عبادہ بن الصامت نے غیرت ایمانی کا بروقت مظاہرہ کرتے ہوئے اس وقت یہودیوں سے دوستی کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

''میرے لئے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی دوستی ہی کافی ہے۔ ان دشمنان خدا اور ان کے تمام دوستوں سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں''۔

عبادہ بن الصامت نے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے ہوئے حضور کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو میرے آقا نے فراست نبوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبادہ بن الصامت اور محمد بن مسلمہ کو یہودیوں کے انخلاء کی کارروائی کا نگران نامزد کر دیا۔ آپ نے فیصلہ فرما دیا کہ یہودیوں کو اب شہر نبی چھوڑ کر جانا ہوگا کیونکہ ان کی مدینۃ النبی میں موجودگی اور ان کی سازشی کردار کو اب برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ فیصلہ آ

Marfat.com

نے ان کی خواہش کو مدنظر رکھ کر کیا تھا کیونکہ وہ ڈر گئے تھے کہ کہیں ان کا قتل عام نہ کیا جائے۔ اس لئے انہوں نے گزارش کی تھی کہ انہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ البتہ وہ اپنی جائیداد اور اسلحہ وغیرہ یہیں چھوڑ کر جائیں گے۔ میرے آقا نے ان کی اس درخواست کو قبول کر لیا۔

رہبر انسانیت ﷺ نے انہیں تین دن کی مہلت عطا فرمائیں کہ اس عرصے میں وہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں۔ یہ فیصلہ سن کر ان کی جان میں جان آئی اور وہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضرت عبادہ بن الصامت ان کے انخلاء کی کارروائی کی نگرانی کر رہے تھے۔ یہودیوں نے ان سے گزارش کی کہ انخلاء کے عرصے میں کچھ مہلت دے دی جائے۔ عبادہ اپنے آقا کے حکم کے خلاف کوئی فیصلہ کیسے دے سکتے تھے۔ انہوں نے دوٹوک لہجے میں کہا: ایک لمحہ کی تاخیر بھی گوارا نہیں کروں گا۔ تمہیں تین دن کے اندر ہی یہاں سے نکلنا ہوگا اور اس طرح سرکار مدینہ کی حکومت کے خلاف سازشی کارروائیاں کرنے والے ان یہودیوں سے مدینہ منورہ پاک ہو گیا۔

لیکن ابھی دیگر قبائل کے کچھ یہودی وہاں موجود تھے جو حسب معمول سازشی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص بنونضیر کا یہودی سردار کعب بن اشرف تھا جو بہت بدزبان شخص تھا وہ گستاخی رسول میں اس قدر بڑھ گیا کہ میرے آقا نے ایک دن خواہش ظاہر کی کہ ''کوئی اس کا خاتمہ کر دے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے''۔

اس مالدار اور شخصی وجاہت والے شخص کو بڑا گھمنڈ تھا کہ اس کا تعلق بدوؤں اور یہودیوں کے دو مشہور قبیلوں سے تھا اس کا باپ اعرابی تھا جس کا تعلق بنونبہان سے تھا اور ماں بنونضیر سے تعلق رکھتی تھی اس کو شعر وسخن کا ذوق بھی تھا اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ مدینۃ النبی کے جنوبی علاقے میں جہاں بنونضیر یہودیوں کی آبادی تھی وہاں اس کی قلعہ نما حویلی تھی جہاں وہ ہر وقت محافظین کے حصار میں تھا اور میرے آقا کے خلاف سازشیں بھی کرتا رہتا تھا اور ہجویہ اشعار بھی سناتا رہتا تھا اور لوگوں کو اکساتا رہتا تھا کہ وہ میرے آقا کی سیادت وقیادت کو تسلیم نہ کریں اور سرکار مدینہ کے خلاف بغاوت کر دیں۔ یہ اپنے اشعار میں پاکیزہ مسلمان خواتین کے فرضی عشقیہ قصے گھڑ کر ان کو اشعار میں شامل کرتا رہتا اور مزے لے لے کر لوگوں کو سناتا تاکہ ان باعفت خواتین کی کردارکشی کی جائے اس کی بدزبانی حد سے بڑھی تو میرے آقا نے اس کی شرمناک حرکتوں سے بچنے کے لئے اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ دراصل کعب بن اشرف نے میرے آقا کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ کو اس کے عزائم کے متعلق معلوم تھا لیکن آپ تشریف لے گئے، حضرت جبرئیل امین آپ کی حفاظت کے لئے حضور کے ساتھ تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیل کو میرے آقا کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرے آقا جب تک اس کے گھر میں موجود رہے حضرت جبرئیل نے اپنے پر تان کر میرے آقا اور ان لوگوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جو میرے آقا کو شہید کرنا چاہتے تھے۔ نہ وہ میرے آقا کو دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکے۔

کعب بن اشرف میرے آقا کے خلاف سازشوں میں جب حد سے بڑھ گیا تو حضور علیہ السلام نے اپنے جاں نثاروں سے پوچھا:

''کون ہے جو کعب کو قتل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے''

یوں تو بہت سے غلامان مصطفیٰ حضور کے اس حکم کی تعمیل کے لئے تیار تھے لیکن محمد بن مسلمہ نے اکیلے یہ کام کرنے کی خواہش ظاہر کی تو میرے آقا نے اس جانباز کو کعب کے قتل کرنے کی مہم کی اجازت دے دی۔ اور انہیں اس سلسلے میں سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا چونکہ عباد بن بشر اور ابونائلہ نے بھی اپنی خدمات پیش کی تھی اس لئے میرے آقا نے محمد بن مسلمہ کو ان ساتھیوں کو اعتماد میں لینے کی ہدایات دیں۔

''یارسول اللہ! اس سلسلے میں میری ایک گزارش ہے''۔

مسلمہ کے سوال پر میرے آقا نے پوچھا:

Marfat.com

"بتایئے! کیا کہنا چاہتے ہیں"

"آپ مجھے اجازت دیجئے کہ ضرورت پڑے تو میں آپ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمے کعب سے کہہ سکوں"

میرے آقا سمجھ گئے کہ مسلمہ کعب کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کوئی حکمت عملی ترتیب دے رہے ہیں اس لئے آپ نے فرمایا:

"تمہیں اجازت ہے جس طرح مناسب سمجھو کہہ سکتے ہو"

بارگاہ مصطفیٰ سے اجازت ملتے ہی محمد بن مسلمہ نے بعض صحابہ کرام سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور پھر اکیلے ہی کعب کی حویلی کی طرف چل دیئے۔

"کعب نے ایک صحابی رسول کو آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا:

"ابن مسلمہ! کہئے کیسے آنا ہوا؟ کیا تم میرے دشمن بن کر آئے ہو یا دوستی کرنے کے لئے"

"آج کے بعد مجھے دوست ہی سمجھئے"

محمد ابن مسلمہ کے جواب سے کعب کو حیرت ہوئی۔ اس نے اشتیاق بھرے جذبات سے پوچھا "کیا تم نے اپنے نبی کو چھوڑ دیا ہے"

"چھوڑنا پڑے گا اب تو انہوں نے ہم سے صدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے"

"بخدا دیکھنا اور لوگ بھی ان سے بہت جلد اکتا کر اپنا تعلق ختم کر دیں گے"

"ہم ابھی تو ان کو نہیں چھوڑ سکتے، جب ان پر ایمان لے آئے ہیں تو کچھ عرصہ اور انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟"

"تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"غذائی اشیاء کی قلت نے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے۔ اگر تم اپنے غذائی ذخیرے میں سے کچھ غلہ مجھے دے دیتے تو تمہاری مہربانی ہوگی"۔

"اس کی کیا گارنٹی ہے کہ تم یہ غلہ واپس لوٹا دو گے؟"

"تم چاہو تو میں اس کے بدلے کچھ چیزیں تمہارے پاس رہن رکھ سکتا ہوں بتایئے آپ کو کیا چاہئے"

"کچھ چیزیں کیوں؟ اپنی عورتیں رہن کے لئے کیوں نہیں میرے پاس چھوڑ جاتے؟"

کعب جیسے فاش شخص کی بدکلامی سے محمد بن مسلمہ کا خون کھول اٹھا لیکن وہ ضبط کر کے بولے:

"آپ جیسے عرب کے سب سے خوبصورت شخص کے پاس ہم اپنی عورتوں کو کیسے چھوڑ کر چلے جائیں"

کعب اس جواب سے شیطانی انداز سے قہقہے لگانے لگا اور بولا:

"تو پھر اپنے بیٹوں کو میرے پاس رہن کے طور پر چھوڑ جاؤ"

"کعب! کچھ تو ہماری عزت کا خیال کرو لوگ کہیں گے غلے کے لئے یہ اپنے بیٹوں کو کعب کی غلامی میں دے آئے ہیں"

"تو پھر کیا چیز رہن کر سکتے ہو؟"

"میں اپنے ہتھیار آپ کے پاس رکھ سکتا ہوں"

"ٹھیک ہے اپنے ہتھیار لے آنا اور جتنا ضرورت ہو غلہ لے جانا"

محمد بن مسلمہ کعب کی حویلی سے واپس آگئے تو طے شدہ منصوبے کے مطابق ابونائلہ کعب کے پاس چلے گئے۔

"کیا تم بھی محمد ﷺ سے تنگ آگئے ہو؟"

Marfat.com

کعب نے اپنے رضاعی بھائی ابونائلہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''سچ پوچھو بھائی تو ان کی آمد ہمارے لئے تو بہت بڑا امتحان بن گئی ہے ان کی وجہ سے عرب کے سارے قبائل ہمارے خلاف ہو گئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ساری دنیا نے ہمارے خلاف متحد ہو کر حملہ آور ہونے کا عزم کر لیا ہے۔ ہمارے لئے تجارتی راستے بند ہو گئے ہیں۔ ہمارے اہل خانہ پریشانی کا شکار ہیں۔ ہم سب کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ ہم تو ان نت نئی مصیبتوں سے تنگ آ گئے ہیں''۔

کعب نے ابونائلہ سکان بن سلامہ کی زبان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے یہ تنقیدی کلمات سنے تو اس کے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ اس نے پوچھا:

''کیا کچھ اور لوگ بھی تمہاری طرح سوچ رہے ہیں؟''

''ہاں ہاں کیوں نہیں! میرے کچھ اور دوست بھی ہیں جن کے خیالات مجھ سے ملتے جلتے ہیں۔ میں ان کو تم سے ملوانا چاہتا ہوں۔ اگر تم ان پر مالی طور پر کچھ احسان کر دو گے تو وہ تمہارے خیر خواہ بن کر رہیں گے''۔

''ٹھیک ہے تم اپنے ساتھیوں کو مجھ سے ملواؤ، میں جتنا کچھ ہو سکا ان کی مدد کروں گا''

اس طرح محمد بن مسلمہ کی طرح ابونائلہ کو بھی کعب بن اشرف کا اعتماد حاصل ہو گیا اور وہ بلا جھجک اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ہتھیاروں سمیت کعب کی حویلی میں آنے لگے۔ سرکار مدینہ ﷺ اپنے ان ساتھیوں کے ان رابطوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور حکومت مدینہ کا انٹیلی جنس سسٹم اتنا مضبوط تھا کہ کعب بن اشرف جیسے شاطر اور عیار و مکار یہودی سردار کو ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہوا کہ یہ سب لوگ جن کی اس کی حویلی میں مسلسل آمد شروع ہو گئی تھی دراصل اس کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے آتے تھے اور اس کے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

یہ ماہ ربیع الاول میرے آقا کی ولادت باسعادت والا مہینہ تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال چودھویں رات کی چاندنی میں میرے آقا کی عزت و عصمت کے لئے جان قربان کرنے کا عزم رکھنے والے جانثار کمانڈوز کا دستہ سرکار مدینہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مہم کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی میرے آقا ان جانثاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے بقیع کے علاقے تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں سے ان کو رخصت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تمہیں اللہ کی حفاظت میں دیا، وہی تمہاری مدد فرمائے گا''۔

اس کے بعد آپ حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو مصلے پر سجدہ ریز ہو گئے اور پھر اپنے جاں نثاروں کی کامیابی کے لئے دست دعا بارگاہ الٰہی میں اٹھا دیئے۔

کعب بن اشرف کی ابھی چند دنوں پہلے شادی ہوئی تھی۔ وہ حجلہ عروسی میں اپنی نوبیاہتا دلہن کے پاس تھا کہ اسے اپنے رضاعی بھائی ابونائلہ کی بلند آواز سنائی دی جو کعب کو صدائیں دے رہے تھے۔ کعب بن اشرف ابونائلہ کی آمد کی وجہ جاننے کے لئے جلدی سے اٹھا تو اس کی دلہن نے اس کا راستہ روک لیا۔

''اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے ان آوازوں سے مجھے خون ٹپکتا ہوا نظر آ رہا ہے''

''نہیں تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں، یہ تو میرا بھائی ابونائلہ ہے اور میرا منہ بولا بھائی محمد بن مسلمہ بھی اس کے ساتھ ہے، اگر اس وقت ان کو میری مدد کی ضرورت ہے تو میں ضرور جاؤں گا۔ بہادر آدمی نیزوں کی بوچھاڑ میں بھی دوست کی مدد کے لئے پہنچتا ہے''۔

کعب باہر نکلا تو اس کی دراز گھنگھریالی زلفوں سے خوشبوؤں کی دلفریب مہک آ رہی تھی۔ اس نے باہر آ کر دیکھا کہ ابونائلہ اور اس کے

Marfat.com

ساتھی کمانڈوز وہاں موجود تھے۔

"کہیے اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

"اگر تم ہم پر اعتماد کرتے ہو تو عجوز کی پہاڑی گھاٹی میں ہمارے ساتھ چلو وہاں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں"۔

"ٹھیک ہے اگر کوئی ضروری بات ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں"

کعب بن اشرف اپنے حفاظتی دستہ کے بغیر ابونائلہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ چل پڑا۔ راستہ میں دوران گفتگو ابونائلہ بولے:

"ابن اشرف! خوشبوؤں کے حوالے سے تمہارے عمدہ ذوق کی داد دینا پڑتی ہے۔ ایسی عمدہ خوشبوئیں جو تم استعمال کرتے ہو ہم نے کہیں اور نہیں سونگھیں"۔

متکبر کعب کا سینہ غرور سے تن گیا اور کہنے لگا:

"میری عورت بھی عربوں میں سب سے زیادہ خوشبوؤں کا ذوق رکھتی ہے اور خوشبوؤں میں رچی بسی رہتی ہے"

"اگر تمہیں برا نہ لگے تو کیا قریب آکر تمہارے سر میں استعمال ہونے والی خوشبو کو سونگھ لوں؟"

"ہاں ہاں ابونائلہ کیوں نہیں؟ آؤ سونگھ لو"

ابونائلہ کعب کے بالوں کو سونگھنے لگے اور باری باری اپنے ساتھیوں کو بلا کر انہیں سونگھنے کے لئے کہتے رہے اور خود بھی سونگھتے رہے کچھ چلنے کے بعد نائلہ نے کعب سے کہا:

"ایک بار پھر سونگھنے کو دل کر رہا ہے، اگر تم اجازت دو تو؟"

"بالکل اجازت ہے! آؤ سونگھ لو!"

اس دفعہ ابونائلہ نے کعب بن اشرف کے بالوں کو سونگھتے ہوئے اس کی دراز زلفوں کو سختی سے اپنے شکنجے جیسے ہاتھ میں جکڑ لیا اور اپنے کمانڈوز ساتھیوں کو حکم دیا "اللہ کے دشمن کو چھوڑنا نہیں، اس کا قصہ تمام کردو"

کعب کو یقین ہو گیا کہ اس کی موت کا وقت آپہنچا ہے تو وہ زور زور سے چیخنے لگا، اس کی بیوی نے گھر میں اس کی چیخیں سن لیں اور زور زور سے مدد کے لئے پکارنے لگی، مسلمان کمانڈوز نے یکبارگی تلواروں سے اس دشمن اسلام پر حملہ کر دیا۔ وہ زخموں سے تڑپنے لگا لیکن ابھی مرا نہیں تھا۔ کمانڈو دستے کے کمانڈر محمد بن مسلمہ نے کدال اٹھائی اور اس زور سے اس کو مارا کہ وہ کعب کے سینے کو چھلنی کرتے ہوئے زمین میں گڑ گئی اور یوں کعب کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے سر کو تن سے جدا کر کے یہ کمانڈو دستہ جلدی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس دفعہ انہوں نے راستہ بدل لیا تھا کیونکہ آس پاس کے یہودی قلعوں کی فصیلوں سے آگ کے شعلے بلند ہو گئے تھے اور لوگ اپنے سردار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے یہ جاں نثار واپس آرہے تھے کہ انہیں محسوس ہوا کہ ان کے ساتھی حارث بن اوس کہیں رہ گئے ہیں، دراصل حارث بن اوس اپنے ہی ساتھیوں کی تلواروں کی زد میں آکر زخمی ہو گئے تھے۔ کچھ دیر بعد حارث ساتھیوں سے آملے تو انہیں کندھے پر اٹھا لیا گیا اور یہ لوگ جب بقیع کے پاس بحفاظت مدینہ منورہ کی شہری حدود میں پہنچ گئے تو انہوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا: میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام ابھی تک مصلے پر حالت قیام وسجود میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے جاں نثاروں کی بحفاظت واپسی اور منصوبے کی کامیابی کے لئے دعائیں فرما رہے تھے۔ جب جاں نثار غلاموں کا نعرہ مستانہ سنا تو آقا کو یقین ہو گیا کہ بدبخت کعب کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ آپ نے مصلے پر تکبیر کے نعرہ کا جواب دیا پھر اپنے غلاموں کا استقبال کرنے کے لئے باہر تشریف لائے اور انہیں کامیاب دیکھ کر دعا دی "خدایا یہ چہرے ہمیشہ کامیاب رہیں"۔ غلاموں نے آقا کی یہ دل پذیر دعا سنی تو وہ سب پکار اٹھے "آپ کا چہرہ مبارک بھی! یا رسول اللہ!"

Marfat.com

یہ کہتے ہوئے انہوں نے بدکار اور بدزبان گستاخ رسول یہودی سردار کعب بن اشرف کا کٹا ہوا سر حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ آپ نے سب کو بہت سی دعائیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی کہ جس کی نصرت سے یہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی۔ رحمت کائنات کی نظر کرم حارث بن اوس پر پڑی تو دیکھا کہ تلوار کے گھاؤ سے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور زخم گہرا ہے۔ میرے آقا نے محبت سے ان کو قریب بلایا اور اپنے مقدس منہ کا لعاب (تھوک) ان کے زخمی حصے پر لگایا اور دیکھتے ہی دیکھتے حارث کا زخم ٹھیک ہو گیا بلکہ آئندہ بھی کبھی انہیں تکلیف نہیں ہوئی۔ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لعاب دہن کی برکت سے وہ جسمانی تکالیف سے محفوظ ہو گئے تھے۔

یہودی قبیلوں کو جب اپنے سردار کعب بن اشرف کی قتل کی خبر ملی تو انہوں نے سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اس قتل کا انتقام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا رعب ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور انہیں پتہ چل گیا تھا کہ عظمت مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے مسلمان کچھ بھی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں اور کسی طرح کے ردعمل کا فوری اظہار نہ کریں۔

میرے آقا یہودیوں کی اندرونی سازشوں کے ساتھ ساتھ قریش مکہ کی جنگی تیاریوں سے بھی باخبر تھے۔ وہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے پر تول رہے تھے، بدر کی شکست کے تیسرے ماہ ذی الحج 2 ہجری میں ابوسفیان مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے دو سو مسلح ساتھیوں کے ہمراہ وادیٔ قناۃ کے ایک پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا تھا۔ یہ وادی مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک غسل جنابت نہیں کرے گا جب تک بدر کے مقتولین کا بدلہ نہیں لے لے گا۔ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا لیکن وہ بزدلوں کی طرح رات کی تاریکی میں بنونضیر کے ایک یہودی سردار کی حویلی میں جا کر بیٹھ گیا، وہاں خوب شراب پی اور یہودیوں سے مسلمانوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور رات کے پچھلے پہر ڈر کے مارے مدینہ منورہ سے بھاگ نکلا اور جاتے جاتے مدینہ منورہ کی مضافاتی بستیوں کے کھجور کے درخت کاٹ ڈالے اور کچھ درختوں اور کھڑی فصلوں کو آگ لگا دی۔ دیہاتی اپنے اموال کے تحفظ کے لئے باہر نکلے تو دو افراد کو قتل کر دیا اور اپنے ساتھیوں سمیت تیزی سے مکہ کی طرف واپس روانہ ہو گیا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی شب خونریزی کے متعلق پتہ چلا تو آپ نے اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ ابوسفیان کا تعاقب کیا لیکن وہ تیزی سے وہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو چکا تھا اس کے ساتھیوں نے تیزی سے وہاں سے بھاگتے ہوئے بہت سارا سامان وہاں چھوڑ دیا تھا جس پر قبضہ کر لیا گیا۔ جس طرح سرکار مدینہ قریش مکہ کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے تھے اسی طرح میرے آقا عرب کے دیگر قبائل کی سازشوں سے بھی آگاہ رہتے تھے۔ جب بھی آپ کو معلوم ہوتا کہ بعض قبائل مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو آپ ان کے حملے کا انتظار کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر ان کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کرتے اور اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ ان کے مضافاتی علاقوں میں جا کر خیمہ زن ہو جاتے۔ اس طرح حملہ کا منصوبہ بنانے والے قبائل کو احساس ہو جاتا کہ اگر ہم نے جنگ کا ارادہ کیا تو مدینہ کی بجائے ہمارا اپنا علاقہ میدان جنگ بن جائے گا اور وہ اس سوچ میں پڑ جاتے کہ جو جاں نثار اپنے آقا کے حکم کے تحت بلاخوف وخطر ان کے علاقوں تک آ پہنچے ہیں ان کو شکست دینا کہاں ممکن ہے؟

حضور ایسی مہمات پر جانے سے پہلے سب سے پہلے کسی بااعتماد شخصیت کو مدینہ منورہ کی حکومت کے امور کی ذمہ داری دیتے اور پھر جاں نثاروں کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔ صفر 3 ہجری میں ساڑھے چار سو صحابہ کے ہمراہ آپ نے پہاڑی چشمے ''ذی امر'' کے قریب تقریباً پورا مہینہ قیام فرمایا اور اس طرح قرب وجوار کے قبائلی بدوؤں پر واضح کر دیا کہ مدینہ کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی جو بھی سازش کی جائے گی اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ دراصل اس پہاڑ کے دامن میں بنوثعلبہ کے بدوؤں نے آپ سے لڑائی کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اب میرے آقا اس

Marfat.com

میدان میں خیمہ زن ہو گئے تو وہ ڈر کے مارے پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے اور جب سرور کائنات ﷺ کی وہاں مسلسل ایک ماہ موجودگی سے حملے کا منصوبہ بنانے والوں کے حوصلے ٹوٹ گئے تو میرے آقا واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سفر میں ایک دن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اکیلے ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ اس روز موسلا دھار بارش ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے گیلے کپڑے قریبی درخت پر سوکھنے کے لئے پھیلا دیئے تھے میرے آقا کو اکیلا دیکھ کر پہاڑ کی بلندی پر چھپے ہوئے دشمنوں نے سوچا کہ پیغمبر اسلام پر حملہ کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

ان کا قبائلی سردار دعثور اس نیت سے پہاڑ سے اتر کر میرے آقا کے قریب آ کر کھڑا ہوا کہ تلوار کے ایک وار سے آتش انتقام کو بجھا دے، اس نے تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا: ''اے محمد! آج کوئی آپ کو مجھ سے نہیں بچا سکتا'' میرے آقا نے پورے وقار اور عزم کے ساتھ سر پر کھڑے ہوئے اس مغرور سردار کو دیکھا اور پورے اعتماد سے جواب دیا:

''میرا اللہ میری حفاظت کرے گا''

میرے آقا کا یہ فرمان سن کر اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور خود بھی زمین پر گر پڑا۔

میرے آقا نے اسی کی تلوار کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس سے پوچھا:

''اب تم بتاؤ کہ تم کو میرے حملے سے کون بچائے گا''

حملہ آور ایک ہی لمحے میں میرے آقا کے رحم و کرم پر تھا اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا کہ جیسے ہی اس نے تلوار سونت لی تھی کہ تو ایک ہیبت ناک شخص اچانک ظاہر ہوا اور اس نے مکا اس کے سینے پر مار کر اسے زمین پر گرا دیا تھا وہ جان گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے جو حفاظت مصطفوی کے لئے مامور ہے اس لئے اس نے فوراً میرے آقا کی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا۔ قبیلے کے دوسرے افراد کو بھی حملہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ میرے آقا نے دشمنوں کے علاقے میں جا کر طویل محاصرہ کرنے کی حکمت عملی جاری رکھی ایک اور موقع پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بحران کے مقام پر اپنے تین سو جاں نثاروں کے ہمراہ دو ماہ طویل قیام فرمایا تھا اس قیام کا مقصد حجاز کے مختلف قبائل کو یہ پیغام دینا تھا کہ وہ مسلمانوں کے اتحادی بن جائیں ورنہ قریش مکہ کے حلیف بننے کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کی قوت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قریش مکہ نے جب یہ محسوس کر لیا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے مختلف قبائل ان کا ساتھ چھوڑتے جاتے ہیں اور مسلمانوں سے امن و دوستی کے معاہدے کر رہے ہیں یا ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر غیر جانبدار ہو گئے ہیں تو انہوں نے مدینہ منورہ پر بھرپور حملہ کا فیصلہ کیا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو قریش مکہ کے اس حملے کی منصوبہ بندی سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔

قریش نے اپنے حلیف قبائل کے جنگجو افراد کے ساتھ اس عزم کے ساتھ حملہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ آرائی کی جائے۔ میرے آقا نے شہر مدینہ سے باہر نکل کر وادئ احد میں دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں ہونے والی اس جنگ میں قریش مکہ تین ہزار کے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے اور غیرت دلانے کے لئے رزمیہ اشعار گانے کے لئے عورتیں بھی اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اس جنگ میں میرے آقا کے دانت بھی شہید ہوئے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی خواہش پر ان کے غلام ''وحشی'' نے حضرت حمزہ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا۔ میرے آقا کی ہدایات کی خلاف ورزی کی وجہ سے وقتی طور پر مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا لیکن فاتح اعظم ﷺ کے عزم و استقامت کو دیکھ کر اور آپ کی طرف سے کافروں کا پیچھا کرنے کا حکم سن کر مسلمانوں کے قدم مضبوطی سے جم گئے اور انہوں نے اپنے آقا کی حفاظت کے لئے اپنے جسموں کو ڈھال بنا دیا۔ قریش مکہ اپنی کامیابی کا احساس لئے مکہ کی طرف چلے گئے ابو

Marfat.com

سفیان نے جاتے ہوئے اگلے سال ایک اور لڑائی کی دھمکی دی۔ میرے آقا نے اس کی دھمکی کے جواب میں اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ اسے جواب دے دیا جائے کہ ہم اس کے لئے تیار رہیں گے۔

احد سے آپ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسلمانوں کے گھروں سے ان کے عزیز واقارب کی شہادتوں پر آہوں اور سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ خود میرے آقا اپنے جلیل القدر اور شجاعت کے پیکر چچا حضرت حمزہ کی المناک شہادت پر بہت دل گرفتہ تھے۔ وہ رات آپ نے مدینہ میں گزار کر دوسرے دن اپنے غلاموں کو کافروں کا تعاقب کرنے کا اعلان کیا۔ فراست نبوی نے اندازہ لگالیا تھا کہ ابوسفیان کی قیادت میں قریش مکہ ایک بار پھر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں گے اور اس کے لئے شاید وہ ایک سال کا انتظار نہ کریں اور راستے سے ہی پلٹ آئیں۔ وہ نہ بھی آئیں ان پر رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لئے ان کا پیچھا کرنا ضروری تھا اور دشمن پر مسلمانوں کا جذبہ ایثار وقربانی اور عزم و استقامت واضح کرنا مقصود تھا۔ میرے آقا کے حکم پر سارے ہی جانثاراں مصطفیٰ جنہوں نے کل وادی احد میں دشمن کا مقابلہ کیا تھا، فوراً ہی جانے پر کمربستہ ہوگئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وضاحت فرمادی کہ صرف وہی مجاہدین جائیں گے جنہوں نے کل کی لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ تازہ دم نوجوان نہیں جائیں گے تاکہ دشمن کو معلوم ہو جائے کہ احد کی وادی میں داد شجاعت دینے والے دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے مدینہ سے چل پڑے ہیں۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے پیشکش کی کہ اس مشکل وقت میں میرے ساتھی آپ کی زیر قیادت چلنے کے لئے تیار ہیں۔ میرے آقا نے اس کی منافقانہ چال کو سمجھتے ہوئے اس کی پیشکش کو رد کر دیا اور صرف اپنے آزمودہ مخلص جاں نثاروں کو لے کر مدینہ منورہ سے چل کر آٹھ میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر خیمے نصب کر دیئے۔ ابوسفیان کا لشکر ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ اس کو مسلمانوں کے تعاقب کی خبریں مل رہی تھیں، دشمن کا حوصلہ پست کرنے کے لئے میرے آقا نے ایک نومسلم معبد خزاعی کو ابوسفیان کے قافلے کی طرف بھیجا تاکہ وہ وہاں جاکر مسلمانوں کا رعب مشرکین کے دلوں میں ڈال سکے۔ معبد نے ابوسفیان کو سرکار مدینہ کے لشکر کی ایسی تصویرکشی کی اور مسلمانوں کے عزم و حوصلہ کی داستان اس انداز سے سنائی کہ ابوسفیان نے پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل لیا اور مسلمانوں کے ممکنہ حملہ سے خوفزدہ ہو کر لشکر لے کر وہاں سے بھاگ گیا۔ جاتے جاتے اس نے مدینہ کی طرف آنے والے کچھ لوگوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ ہم دوبارہ حملہ کریں گے اور ملیامیٹ کر کے رکھ دیں گے۔ فاتح اعظم ﷺ کو ابوسفیان کے اس گستاخانہ دعوے کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے پرعزم لہجے میں جواب ارشاد فرمایا:

''ان کو آنے دو! رب تعالیٰ کی قسم! ان کے لئے میں نے پتھروں سے کام لینے کا فیصلہ کر رکھا ہے، یہ پتھر ان پر اس طرح پڑیں گے کہ ان سب کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے''۔

میرے آقا جنگی حکمت عملی کے تحت حمراء الاسد کے مقام پر چار دن اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ خیمہ زن رہے، جب معلوم ہو گیا کہ دشمن افواج دم دبا کر بھاگ گئی ہیں تو آپ واپس مدینہ منورہ فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوئے۔ اس مہم سے واپسی پر کفار مکہ کے دو شخص ملے گئے جن کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ ان میں سے ایک ابوعزہ جمحی بدر کے معرکہ کے بعد بھی گرفتار ہوا تھا لیکن اس کی بچیوں پر ترس کھاتے ہوئے میرے آقا نے اس شرط پر اسے رہا کر دیا تھا کہ آئندہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف حصہ نہیں لے گا چونکہ اس نے عہد شکنی کی تھی اس لئے آپ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ اس نے مکروفریب سے حیلہ سازی کرتے ہوئے ایک بار پھر رحم کی درخواست کی جسے میرے آقا نے مسترد کر دیا۔

''اب یہ ممکن نہیں ہے، مجھے پتہ ہے کہ مکہ جا کر تم اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہو گے کہ میں محمد کو دوسری بار دھوکہ دے کر آیا ہوں، نہیں اب

Marfat.com

معافی نہیں مل سکتی کیونکہ مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا''۔
یہ کہہ کر میرے آقا نے حضرت زبیر کو حکم دیا:
''اٹھو! اس کی گردن اڑا کر رکھ دو''۔

میرے آقا دشمن کے مکار لوگوں کے لئے معافی نہ دینے کا عملی درس دے رہے تھے۔ ایک اور شخص کے متعلق پتہ چلا کہ وہ مدینہ منورہ کی حکومت کی طرف سے عطا کردہ مہلت سے زیادہ وہاں قیام کر چکا ہے اور مسلمانوں کی جاسوسی کرتا رہا ہے۔ معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص نامی یہ شخص سلطنت امویہ کے نامور حکمران عبدالملک بن مروان کا نانا تھا۔ اس شخص کو مدینہ منورہ کی حکومت کی حدود میں حضرت عثمان بن عفان کی درخواست پر تین دن رہنے کی مہلت دی گئی تھی، آپ نے وضاحت سے فرما دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ اس نے مدینہ میں قیام کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مقررہ دنوں سے زیادہ عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہا تھا اس لئے سرکار مدینہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر کو بتا دیا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے اور حکم دیا کہ اسے پکڑ کر فوراً قتل کر دیا جائے۔ حضور کے ان جاں نثاروں نے آقا کے حکم کی تعمیل کی۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام ان اقدامات سے کفار مکہ کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ احد کے میدان میں ان کی وقتی کامیابی سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ کفر کی طاقتوں سے مفاہمت کے خواہاں ہیں بلکہ وہ دشمن کا تعاقب بھی جاری رکھیں گے اور جاسوسوں کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔ اب مدینہ منورہ کے حالات معمول کے مطابق شروع ہو چکے تھے۔ جنگ کے بادل چھٹ چکے تھے۔ کفار مکہ کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور مسلمانوں کے دل اپنے آقا کی پرعزم قیادت سے مطمئن شاداں اور فرحاں تھے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہ رجب پہلے سن ہجری میں ہو چکا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد میرے آقا نے اپنی لخت جگر کی رخصت کر دی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضور کی خواہش کے مطابق ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ حرف مدعا زبان پر لانے سے گریزاں تھے۔ شرم و حیا آڑے آتی تھی، ایک دن حضرت علی نے بارگاہ اقدس میں گزارش کرنے کا فیصلہ کیا، حاضر خدمت ہو کر کچھ عرصہ کرنا چاہا لیکن کہہ نہ سکے عالم ماکان و ما یکون میرے آقا مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا علی المرتضیٰ کی پوشیدہ خواہش کو دیکھ لیا اور کرم نوازی سے فرمایا:
''کہیے! کس بات کے لئے میرے پاس آئے ہو''
سیدنا علی المرتضیٰ ادب و احترام کے پیش نظر خاموش رہے تو میرے آقا نے سکوت توڑتے ہوئے ارشاد فرمایا:
''کیا بیٹی فاطمہ کا رشتہ مانگنے کے لئے آئے ہو؟''
سیدنا علی کے چہرے پر اطمینان کی کیفیت طاری ہو گئی کہ انہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ حضور نے ان کی منشا کو الفاظ کا جامہ خود پہنا دیا تھا۔ حضرت علی نے میرے آقا کے سوال پر کہا:
''جی ہاں! یا رسول اللہ اسی لئے حاضر ہوا تھا''
''تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟''
میرے آقا نے پوچھا تو حضرت علی گویا ہوئے ''یا رسول اللہ، اللہ جانتا ہے کہ میرے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، ایک تلوار ہے جسے حالت جنگ میں استعمال کرتا ہوں اور ایک اونٹنی ہے جس پر پانی لاد کر لے آتا ہوں اور سواری کے کام آتی ہے''
''کچھ عرصہ پہلے میں نے تمہیں زرہ دی تھی وہ کہاں ہے؟''
''جی! وہ تو میرے پاس موجود ہے'' ''تلوار تمہارے کام آتی ہے اور اونٹنی تمہارے لئے ذریعہ روزگار ہے، زرہ کے عوض تمہارا نکاح کر دیتا

Marfat.com

ہوں''۔

''اسی زرہ کو مہر کے طور پر دے دو!'' حضرت علی نے حکم کی تعمیل کی اور میرے آقا نے اپنی لخت جگر کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ کر دیا۔ رخصتی غزوہ بدر کے بعد ہوئی، سیدہ فاطمۃ الزہراء کی عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی، شادی والے دن حضور کاشانہ علی المرتضیٰ تشریف لے گئے، وہاں جا کر وضو فرمایا اور پھر ایک برتن میں پانی منگوا کر اس پر پڑھ کر اس متبرک پانی کو نو بیاہتا جوڑے پر چھڑکا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کر دیئے۔

''یا اللہ ان دونوں کے لئے ہمہ جہتی برکات کا نزول فرما اور ان کی آنے والی نسلوں کو بھی بابرکت بنا''

حضرت علی نے اپنی زرہ حضرت عثمان غنی کو چار سو درہم میں فروخت کی تھی۔ حضرت عثمان نے زرہ کی رقم ادا کر کے زرہ بھی حضرت علی کو لوٹا دی تھی اور فرمایا:

''علی زرہ کی رقم آپ نے مجھ سے لے لی ہے اب میں یہ زرہ آپ کو تحفہ کے طور پر دیتا ہوں'' حضرت علی نے حضرت عثمان کے اصرار پر ان کا یہ محبت بھرا تحفہ قبول کر لیا۔ حضرت علی نے یہ رقم جب بارگاہ رسالتمآب میں لا کر پیش کی تو میرے آقا علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو بازار سے ضرورت کی چیزیں لانے کے لئے کہا اور ان کے ساتھ حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال کو بھیجا تا کہ سامان لانے میں ان کی معاونت کر سکیں۔ میرے آقا نے اپنی نور نظر کو ضرورت کی جو چیزیں جہیز میں عطا فرمائیں وہ فقر و سادگی کا مظہر تھیں۔ حضور نے سیدہ کائنات کے جہیز میں کھر درے بان کی چارپائی، کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا، چمڑے کی ایک چھاگل پانی کے لئے مٹی کے دو گھڑے اور گندم پیسنے کے لئے دو چکیاں عنایت فرمائی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس ذاتی مکان بھی رہائش کے لئے موجود نہیں تھا۔ آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا تھا جہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہرا نے اپنے بابا جان کی خدمت میں عرض کی کہ اگر آپ حارثہ بن نعمان سے فرمائیں تو وہ اپنا ایک مکان ہمیں رہنے کے لئے دے دیں گے۔

حضرت حارثہ حضور کے فرمان کے مطابق مہاجرین کے لئے مکانات فراہم کرنے کے لئے پیش پیش رہتے تھے۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''حارثہ نے پہلے ہی میرے کہنے پر کئی مکانات دیئے ہیں اب میں انہیں اس سلسلے میں نہیں کہوں گا مجھے حیا آتی ہے''

یہ بات حضرت حارثہ تک پہنچی تو وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ، میرا سب کچھ آپ کے لئے ہے! مجھے آپ کے حکم کے مطابق مکان پیش کر کے بے حد خوشی ہوتی ہے، مجھے وہی مکان پسند ہیں جنہیں میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ اپنی صاحبزادی کے لئے جس مکان کو پسند فرمائیں مجھے حکم دیں تا کہ میں خدمت میں پیش کر سکوں''۔

میرے آقا اپنے خادم کے اخلاص سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ آپ نے حضرت حارثہ کے جذبات کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم سچ کہتے ہو، حارثہ! اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیروں برکتیں عطا فرمائے''

حضرت علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت حارثہ کی طرف سے تحفہ میں ملنے والے مکان میں مقیم ہو گئے۔

چند ماہ بعد میرے آقا نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ان سے پہلے سیدہ رقیہ حضرت عثمان کی زوجیت میں تھیں جنہوں نے حبشہ ہجرت بھی کی تھی اور غزوہ بدر کے موقع پر مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی کے حسن سلوک اور حضور کی ان کے ساتھ شفقت و محبت کی وجہ سے میرے آقا نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح

Marfat.com

بھی حضرت عثمان سے کرنے کا فیصلہ فرما کے انہیں ''ذی النورین'' کے لقب سے مشرف فرما دیا۔

غزوہ احد میں شدید زخمی ہو کر حضرت عمر فاروق اعظم کے داماد خنیس بن حذافہ چند دنوں بعد شہید ہو گئے تھے اور یوں حضرت عمر کی صاحبزادی حفصہ بیوہ ہو گئی تھیں جن کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ حضرت عمر کو اپنی بیٹی کی جوانی میں بیوگی کا بڑا صدمہ تھا، وہ چاہتے تھے کہ بیٹی کا گھر پھر سے بس جائے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر سے بیٹی کے سلسلے میں بات کی اور گزارش کی کہ آپ اس سے نکاح فرما لیں حضرت ابو بکر نے خاموشی اختیار کی تو حضرت عمر نے حضرت عثمان کو رشتہ پیش کیا اور اپنی بیٹی نکاح کرنے کی پیشکش کی۔ انہوں نے بھی ابھی شادی نہ کرنے کا عذر پیش کیا۔ اس صورتحال سے دلبرداشتہ ہو کر حضرت عمر بارگاہ نبوی میں پیش ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کی:

''یا رسول اللہ، عثمان نے حفصہ جیسی خوبصورت اور نیک سیرت لڑکی کا رشتہ ٹھکرا کر ٹھیک نہیں کیا، کیا ان کے لئے ایسا کرنا مناسب تھا؟''

میرے آقا نے حضرت عمر کی پریشانی اور اضطراب کو دیکھا تو ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے چہرہ اقدس پر تبسم بکھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عمر! اطمینان رکھو! حفصہ کی اس کے ساتھ شادی ہوگی جو عثمان سے بہت بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس لڑکی سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے''۔

حضرت عمر یہ فرمان رسالتمآب سن کر واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیق سے ہو گئی۔ آپ نے انہیں اس ملاقات کی تفصیل بتائی تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا:

''آپ مجھ پر ناراض نہ ہونا! میں نے تمہاری بیٹی سے شادی کرنے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے شادی کا تذکرہ فرمایا تھا اور میں آپ کی اس خواہش کو راز ہی رہنے دینا چاہتا تھا''

حضرت عمر کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ انہیں حضرت ابو بکر کی طرح رسول اللہ ﷺ کا سسر بننے کا اعزاز حاصل ہونے جا رہا تھا اور حضرت عثمان اس لحاظ سے خوش قسمت ثابت ہوئے کہ میرے آقا نے اپنی ایک صاحبزادی کے انتقال کے بعد دوسری صاحبزادی کے لئے بھی ان کا انتخاب کیا تھا، کائنات میں کسی نبی کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کرنے کا یہ اعزاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

میرے آقا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد ایک اور بیوہ حضرت زینب بنت خزیمہ کو بھی حرم نبوی میں شامل فرمایا: ان کے شوہر حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے چونکہ آپ کو کہیں سے بھی رشتہ نہیں آیا تھا اس لئے میرے آقا نے اس بیوہ سے بھی نکاح فرما کر عملی طور پر یہ سبق دیا کہ معاشرہ میں بیوہ عورتوں کی سرپرستی کی جائے اور ان کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں حالات اگرچہ بظاہر پرسکون تھے اور مملکت کے استحکام کو خطرہ درپیش نہیں تھا لیکن میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر بیرونی حملہ آوروں کی منصوبہ بندی پر رہتی تھی اور حکومت کے اہلکار مختلف قبائلی علاقوں کی ممکنہ بغاوتوں کی خفیہ اطلاعات سرکار مدینہ تک پہنچاتے رہتے تھے، اور میرے آقا اس پر فوری احکامات صادر فرماتے تھے۔ عرب کے صحرانشینوں کے مختلف قبائلی سردار تھے جن کے اپنے اپنے علاقوں پر اثرات تھے اور وہ اپنے زیر تسلط لوگوں کو محکوم بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کی حکومت کے انقلابی اقدامات کو دیکھا تو ان کو اپنی شان وشوکت اور سرداری نظام خطرے میں نظر آیا وہ ایسے نظام کو کب تسلیم کر سکتے تھے جس میں غلاموں اور پسماندہ طبقات کو عزت واحترام دیا جاتا ہو اور عدل ومساوات پر مبنی نظام ہو۔ اس لئے یہ قبائلی سردار مدینہ منورہ کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ سرکار مدینہ ﷺ اس طرح کی سرگرمیوں پر خصوصی نظر رکھتے تھے اور مدینہ منورہ کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے والوں سے کسی بھی طرح کی رواداری اور رعایت نہیں برتتے تھے۔ کیونکہ مملکت کے شہریوں کے تحفظ اور ریاست کے استحکام کے لئے انتہائی دوررس اور فیصلہ کن اقدامات ناگزیر تھے۔

غزوہ احد کے بعد قبیلہ بنی اسد کے سرداروں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت ابوسلمہ کی سربراہی میں ایک سو پچاس جانبازوں پر مشتمل ایک کمانڈو دستہ بنی اسد کے زیر تسلط علاقے کی طرف بھیجا۔ اگرچہ حضرت ابوسلمہ غزوہ احد میں زخمی ہوئے تھے اور ابھی تک مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئے تھے لیکن میرے آقا کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اور شوق جہاد میں دشمن کے علاقے میں اپنے جوانوں کے ہمراہ دور تک گھس گئے۔ ان جانبازوں کو آتے ہوئے دیکھا تو بنی اسد کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔ اسلامی لشکر نے اس باغی قبیلے کے مویشیوں کو قبضے میں لے لیا اور انہیں ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ میرے آقا نے اس کامیابی پر خوش ہو کر اس شخص کو مال غنیمت میں سے زیادہ حصہ عطا فرمایا جس نے دشمن کے ممکنہ حملے کی خبر دی تھی اور مملکت کے شہریوں کو آنے والے خطرے سے محفوظ کیا تھا۔ بقایا بھیڑ بکریاں اور اونٹ کمانڈو دستے کے جانبازوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ کمانڈو دستے کے قائد ابوسلمہ اس مہم کی کامیابی کے چار ماہ بعد غزوہ احد میں لگنے والے زخموں کی وجہ سے وصال فرما گئے۔

ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں کچھ لوگ سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مبلغین کو اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش ظاہر کی تاکہ وہ انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کر سکیں۔ میرے آقا نے دس مبلغین کو ان کے ہمراہ بھیج دیا۔ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر "رجیع" کے چشمے پر ان لوگوں نے تبلیغ کے لئے جانے والے مبلغین کو گرفتار کرنا چاہا۔ یہ سازشی لوگ جو تبلیغ کا بہانہ بنا کر ان دس مبلغین کو اپنے ساتھ لے آئے تھے وہ دراصل ان کو گرفتار کر کے مکہ مکرمہ کے قریشیوں کے حوالے کرنے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے اور اس کے بدلے مالی مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کے یہ مبلغ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک سسر حضرت عاصم بن ثابت کی سربراہی میں روانہ کئے گئے تھے اور ان کی تعداد دس تھی۔ انہوں نے صرف تبلیغ کی تربیت ہی حاصل نہیں کی تھی بلکہ وہ مرد میدان بھی تھے۔ ان کے سینوں میں قرآن محفوظ تھے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ اس لئے جب چالباز دشمنوں نے ان پر اچانک حملہ کر دیا تو ان شمشیر بکف مبلغین نے ڈٹ کر سامنا کیا۔ اس میں سے سات وہیں شہید ہو گئے جس میں وفد کے قائد عاصم بن ثابت بھی شامل تھے۔ تین افراد خبیب بن عدی زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق کو گرفتار کر لیا گیا۔ عبداللہ بن طارق اپنے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسیاں کھولنے میں کامیاب ہو گئے لیکن دشمنوں نے آپ کو پتھر مار کر شہید کر دیا۔ ان لوگوں نے مبلغین کے قائد عاصم بن ثابت کے سر کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن اچانک شہد کی مکھیوں نے حملہ کر کے دشمنوں کو ان کے عزائم میں ناکام کر دیا۔ یہ شہد کی مکھیاں حضرت عاصم کے جسم کے اردگرد حفاظتی حصار بنائے موجود رہیں۔ وہ کافی دیر تک وہاں رکے رہے تاکہ شہد کی

Marfat.com

مکھیاں یہاں سے جائیں تو وہ ان کا سر کاٹ کر فاتحانہ انداز میں مکہ جائیں۔

شہد کی مکھیاں منظر سے ہٹ گئیں تو اچانک کہیں سے ایک تیز سیلابی ریلا آ گیا اور چشمے کے قریب موجود حضرت عاصم کی لاش کو اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ یہ دراصل اس مرد مجاہد کی دعا کا اثر تھا جو انہوں نے شہادت سے پہلے مانگی تھی۔ ''یا اللہ کوئی بھی مشرک میرے جسم کو اپنے نجس ہاتھ نہ لگا سکے'' حضرت خبیب اور حضرت زید کو گرفتار کر کے یہ لوگ مکہ المکرمہ پہنچے حضرت زید کو صفوان بن امیہ کے ہاتھ بیچ دیا گیا جس نے اپنے باپ کو غزوہ بدر کے دن قتل کرنے کے بدلے انہیں شہید کر دیا۔ ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی لیکن وہ استقامت سے ڈٹے رہے جبکہ حضرت خبیب بن عدی کو غزوہ بدر میں حارث بن عامر نوفل کو قتل کرنے کے بدلے میں بے دردی سے شہید کر کے ان کی لاش کو مکہ مکرمہ کے ایک چوراہے پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ جس دن انہیں مکہ مکرمہ کے مرکزی چوک میں شہید کرنے اور سولی پر لٹکانے کے لئے لایا جا رہا تھا اس دن شہر کے اکثر لوگ یہ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ مشرکین کا ہجوم مخالفانہ نعرے لگا رہا تھا۔ ابو سفیان کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ خبیب کے قریب پہنچا۔

''اب تو تم سوچ رہے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمد ہمارے قبضے میں ہوتے اور ہم ان کو قتل کر دیتے اور تم حفاظت کے ساتھ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھے ہوتے''

ابو سفیان کا فقرہ ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ عاشق صادق خبیب بن عدی نے پلٹ کر جواب دیا۔

''تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنی جان کے بدلے اپنے آقا ﷺ کی جان کو خطرے میں ڈالتا، ہرگز نہیں! رب کعبہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ آقا کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں آرام سے اپنے گھر میں بیٹھا رہوں''۔

حضرت خبیب کا یہ بے باکانہ اور عزم واستقلال پر مبنی جواب سنا تو ابو سفیان بڑبڑانے لگا۔

''جس طرح محمد کے اصحاب اس سے محبت کرتے ہیں اس طرح تو میں نے کسی قائد سے کسی کو محبت کا اظہار کرتے ہوئے نہیں دیکھا''

مشرکین نے انہیں شہید کرنے کے بعد ان کی لاش کو سولی پر لٹکے رہنے دیا تا کہ آتش انتقام سرد نہ ہو سکے اور بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کی مہم جاری رہے اور ریاست مدینہ کو یہ پیغام ملے کہ مکہ کے قریش انتقامی کارروائیاں جاری رکھیں گے۔ جیسے ہی حضرت خبیب کو شہید کیا گیا مدینہ منورہ میں تشریف فرما حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شہید کی روح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''خبیب! تجھ پر سلام ہو'' اور پھر صحابہ کرام سے متوجہ ہو کر فرمایا: ''خبیب کو قتل کر دیا گیا ہے''

جس رب العالمین نے اپنے محبوب کو خبیب کی شہادت کی فوری اطلاع دے دی تھی کیا اس نے اپنے حبیب کریم کو ان مبلغین کے شہید ہو جانے کے واقعے سے آگاہ نہ کیا ہو گا؟ یقیناً کیا ہو گا! لیکن میرے آقا تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا عملی درس دے رہے تھے اور امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ کافروں کی چالوں سے بے خبر نہیں ہونا چاہئے۔ کبھی کبھی دشمن حیلوں اور بہانوں سے بھی وار کرتا ہے، لیکن راہ وفا کے مسافر ہر حال میں ثابت قدم اور پر عزم رہتے ہیں اور خطرات سے کبھی بد دل نہیں ہوتے اور بدترین حالات بھی ان کے ارادوں اور عزم ویقین کو متزلزل نہیں کرتے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو مکہ مکرمہ بھیجا جنہوں نے سخت حفاظتی پہرے میں سولی پر لٹکی ہوئی خبیب بن عدی کی لاش کو نیچے اتارا اور انہیں دفن کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کئی دن گزرنے کے بعد بھی ان کی لاش صحیح سلامت اور تر و تازہ تھی۔ کیوں نہ ہوتی؟ یہ راہ حق کے شہید کا جسم اطہر تھا کہ جن کو مردہ نہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جن کو حیات جاودانی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اسی مہینے یہی عمرو ابن امیہ ضمری

Marfat.com

اپنی چراگاہ میں اونٹ چرا رہے تھے کہ انہوں نے ایک سمت پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا کہ جس طرح بالعموم لاشوں کے اردگرد گدھ اور دوسرے پرندے جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرو ابن امیہ نے اپنے ساتھی حضرت منذر بن عقبہ بن عامر سے کہا ''لگتا ہے اس طرف کچھ لوگ قتل کئے گئے ہیں چلو چل کر دیکھتے ہیں''

یہ دونوں وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر صدمے سے نڈھال ہو گئے کہ وہاں انہتر صحابہ کرام کی لاشیں خون میں نہائی ہوئی تھیں اور دشمن قبیلے کے افراد ان کے اردگرد خوشی سے رقصاں تھے۔ حضرت کعب بن زید شدید زخمی حالت میں زندہ تھے۔

ان دونہتے مسلمانوں نے جوش ایمانی سے آگے بڑھ کر دشمنوں سے اپنے مسلمان جاں نثار بھائیوں کی لاشیں چھیننے کی کوشش کی تو وہ ان پر جھپٹ پڑے۔ حضرت منذر بن عقبہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت عمرو ابن امیہ کو قید کر لیا گیا حملہ آور دستے کے قبائلی سردار عامر بن طفیل کو جب پتہ چلا کہ ان کا تعلق ضمری قبیلہ سے ہے تو ان کو آزاد کر دیا اور صرف سر کے بال سامنے سے کاٹ کر رہائی کا حکم دیا اور کہا کہ میں نے اپنی ماں کی طرف سے منت مانی تھی کہ کسی ایک غلام کو آزاد کرونگا اس کی وجہ سے انہیں چھوڑ رہا ہوں۔

عمرو ابن امیہ ضمری اس دلخراش سانحہ کی خبر دینے کے لئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ اپنے آقا کو ستر غلامان مصطفیٰ کی شہادت اور بعد میں آنے والے حالات کی رپورٹ پیش کر سکیں۔ دراصل یہ ستر صحابہ کرام ایک شخص عامر بن مالک کی درخواست پر میرے آقا نے نجد میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمائے تھے۔ اگرچہ میرے آقا کو نجد کے لوگوں پر اعتماد نہیں تھا اور آپ نے برملا فرمایا:

''مجھے ان لوگوں کی حفاظت کے سلسلہ میں اہل نجد سے خطرے کا اندیشہ ہے'' لیکن اس شخص نے ان صحابہ کرام کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی تھی اور اپنی حفاظت میں رکھنے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ قافلہ حضرت منذر بن عمرو انصاری کی قیادت میں روانہ کیا گیا تھا اور اس میں جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے۔ مبلغین کے اس قافلہ میں عامر بن فہیرہ بھی تھے جنہیں سفر ہجرت میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمسفری کا شرف حاصل ہوا تھا۔

دوران سفر یہ قافلہ ایک کنویں کے پاس رکا۔ پانی کی قلت کی وجہ سے ان دنوں پتھریلے راستوں اور صحرائی علاقوں میں سفر کرنے والے قافلے قدرتی چشموں اور کنوؤں کے پاس پڑاؤ کیا کرتے تھے تا کہ وافر مقدار میں پانی کا ذخیرہ کر سکیں کھانا تیار کر سکیں اور اپنے سواری کے جانوروں کو سیراب کر سکیں۔ یہاں رکنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ اس علاقے کے قبائلی سردار عامر بن طفیل کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے حرام بن مسلحان کو اپنا نمائندہ بنا کر اس کے پاس بھیجا۔ اس نے مکتوب پڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی اور انہیں شہید کر دیا اور مسلمان مبلغین کے قافلے کے تمام افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا جنہیں اس کے قبائلی جنگجو افراد نے بے دردی سے شہید کر دیا۔

ان کی لاشوں کے اوپر منڈلاتے ہوئے پرندوں کو دیکھا تو دوڑ کر عمرو ابن امیہ ضمری اس کی طرف گئے تھے۔ عامر بن طفیل کی قید سے رہائی پانے کے بعد جب وہ مدینہ منورہ کی طرف آرہے تھے تو دوران سفر انہوں نے ایک جگہ بنو عامر قبیلے کے دو آدمیوں کو دیکھا تو انہیں قتل کر دیا۔ انہوں نے سوچا کہ وہ ان سے اپنے ساتھیوں کی شہادت کا انتقام لے رہے ہیں۔ مدینہ پہنچ کر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور معونہ کے کنویں کے قریب ستر صحابہ کرام کی شہادت کی خبر سنائی تو میرے آقا بہت غمگین ہو گئے۔ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جس قدر حزن و ملال کی کیفیت طاری ہوئی وہ بہت کم دیکھنے میں آئی تھی۔ میرے آقا پر ان مبلغین جاں نثاروں کی شہادت کا اتنا غم و غصہ تھا کہ آپ نے مسلسل ایک مہینہ تک ان قبیلوں کے متعلق بددعا فرمائی جن کے افراد نے صحابہ کرام کو شہید کیا تھا۔ ان صحابہ میں سے اکثریت ان درویشوں کی تھی جو دن بھر مدینہ منورہ کے مضافات میں لکڑیاں کاٹا کرتے تا کہ شام کو ان کو بیچ کر کھانے کا کچھ سامان خرید کر ان دینی طلباء کے لئے خوراک کا انتظام کر

Marfat.com

تھیں جو ہر وقت مسجد نبوی میں صفہ کے چبوترے میں قیام پذیر رہتے یہ سرورِ کائنات ﷺ کے خصوصی تلامذہ تھے اور فیضانِ مصطفوی سے ہمہ وقت فیض یاب ہوتے تھے، جن کے شاگرد بعد میں امت کے عظیم محدثین اور مفسرین بن گئے۔ اپنے ساتھیوں کے لئے دن بھر محنت مزدوری کرنے والے یہ درویش قرآن کے حفاظ اور قراء تھے جو کسبِ حلال کے ساتھ ساتھ تلاوت کلام الٰہی سے بھی اپنی زبانوں کے معطر رکھتے تھے۔ ان کے دن محنت میں اور راتیں عبادت میں گزرتی تھیں۔ ان عابدین شب زندہ دار غلاموں کی شہادت کا حضور پر گہرا اثر ہوا، لیکن آپ یہ خبر سن کر تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ راستے میں عمرو ابن امیہ نے دو مسافروں کو جوشِ انتقام میں قتل کر دیا تھا۔

سرکارِ مدینہ ﷺ آج کل کے حیلہ ساز حکمرانوں کی طرح نہیں تھے کہ ایک دشمن قبیلے کے حملے کے بعد اسے اپنے صحابی کا جذباتی اقدام سمجھ کر اس کو جائز قرار دیتے اور فرماتے کیونکہ ان کے قبیلے والوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے دو آدمیوں کا قتل اس کا بدلہ ہے۔ میرے آقا دنیا میں عدل وانصاف کی حکمرانی کا پیغام لے کر آئے تھے اس لئے آپ نے فرمایا:

''عمرو! تم نے دو بے گناہ لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اس لئے ان کے خون کا معاوضہ (دیت) ادا کرنا میرے لئے ضروری ہو گیا ہے'' آپ نے دیت کا معاوضہ ادا کرنے کی غرض سے اپنے حلیف قبائل سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمرو ابن امیہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ناراضگی اور اس ردعمل کا احساس نہیں تھا۔ انہوں نے ادب سے عرض کیا ''یارسول اللہ! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ نے ان لوگوں کو اپنی طرف سے حفاظت کی ضمانت دی تھی تو میں ان کو قتل کرنے کی کبھی بھی ہمت نہ کرتا، میں نے تو انہیں اس لئے قتل کیا کہ وہ مشرکین ہیں اور ان کے قبیلے والوں نے ہمارے مبلغین کو شہید کیا تھا''۔

حضرت عمرو ابن امیہ گھبرا رہے تھے کہ سرکارِ مدینہ ان سے ناراض نہ ہو جائیں۔ میرے آقا نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''ان کے لباس اور ہتھیار اور جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے وہ واپس جمع کرا دو یہ سامان ان کے وارثوں کو دیا جائے گا اور ان کا خون بہا بھی ہم ادا کریں گے کیونکہ یہی فرمانِ الٰہی ہے''۔

پہلے سے طے شدہ معاہدہ (میثاقِ مدینہ) کے مطابق میرے آقا نے یہودیوں کے باقی رہ جانے والے قبیلے ''بنی نضیر'' سے حکومتی سطح پر بات چیت کا ارادہ کیا تا کہ مدینہ منورہ کی مملکت کی حدود میں تحفظ سے رہنے اور معاہدہ کا پابند ہونے کی وجہ سے حلیف کی حیثیت سے خون بہا کا معاوضہ ادا کرنے میں اپنا حصہ ادا کریں۔ حضور سربراہ مملکت کی حیثیت سے ان سے مذاکرات کرنے کی غرض سے ان کے علاقے میں خود تشریف لے گئے۔ قباء کے نزدیک ان یہودیوں کا محلّہ تھا جہاں ان کے وسیع باغات اور بڑی بڑی حویلیاں اور قلعہ نما مکانات تھے جہاں وہ پورے تحفظ کے ساتھ مدینہ منورہ کی حکومت کے زیرِ انتظام ایک محفوظ اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے جبکہ دن بھر وہ مدینہ منورہ کے مرکزی بازار میں تجارتی سرگرمیوں میں مشغول رہتے جہاں ان کا بنیادی کاروباری مراکز بالخصوص زیورات کی دکانوں اور غلہ منڈیوں پر تسلط تھا۔ سرسبز اور شاداب باغات کا مالک ہونے کی وجہ سے ان کے باغات اور ان کی زمینوں پر دیکھ بھال کے لئے بہت سے مقامی لوگ ان کے لئے یومیہ اجرت کی بنیاد پر محنت مزدوری بھی کرتے تھے جن میں سیدنا سلمان فارسی جیسے جید صحابہ کرام بھی شامل تھے۔

میرے آقا اس دن حسبِ معمول اپنے ہفتہ وار دورے کے سلسلے میں مسجد قباء پہنچے، جاں نثاروں کا ایک ہجوم آپ کے ہمراہ تھا، آپ نے پہلے مسجد قباء میں نماز ادا فرمائی۔ میرے آقا ٹھیک چار سال پہلے اسی مہینے اس جگہ اترے تھے تو ابھی حکومت مدینہ منورہ کے خدوخال واضح نہیں ہوئے تھے۔ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے اور یہاں مختلف علاقائی قوتیں سیاسی غلبہ اور تسلط کے لئے خواہاں تھیں۔ ماہ ربیع الاول ہجرت کے چوتھے سال میرے آقا کے زیرِ انتظام حکومت مدینہ منورہ کو وہ طاقت اور قوت حاصل ہو چکی تھی کہ میرے آقا یہودی قبائلی رہنماؤں سے اس معاملے میں مذاکرات کے لئے یہاں تشریف لائے تھے کہ وہ مملکت کی طرف سے ادا کئے جانے والے خون بہا جرمانے میں

Marfat.com

اپنا حصہ شامل کریں کیونکہ مملکت کے زیر حفاظت (ذمی) شہری ہونے کی وجہ سے اپنے حصے کا جرمانہ ادا کرنا مملکت کے دستور اساسی کا بنیادی حصہ تھا۔

اگست 625ء کی ایک گرم سہہ پہر تھی جب میرے آقا مسجد قباء میں نماز ادا فرمانے کے بعد اپنے اکابر صحابہ کرام کے ساتھ بنو نضیر یہودیوں سے مذاکرات کے لئے پہنچے۔ حضور کے وفد میں صرف نو افراد تھے، باقی صحابہ کرام مسجد قباء میں موجود رہے۔ میرے آقا کی آمد کی اطلاع ہوئی تو یہودی عمائدین نے ایک حویلی میں آپ کا استقبال کیا۔ وہاں ان کے تمام عمائدین جمع تھے بظاہر انہوں نے پرتپاک طریقے سے استقبال کیا اور آنے کا مقصد دریافت کیا۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''تمہیں پتہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے دو آدمیوں کا قتل کر دیا ہے ان کی دیت ادا کرنے کے لئے آپ کو بھی مالی طور پر تعاون کرنا ہو گا کیونکہ معاہدہ کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے آپ پابند ہیں''۔ ان کا ایک نمائندہ شخص بولا:

''آپ نے یہاں تشریف لا کر ہمیں اعزاز بخشا ہے ہم حسب معاہدہ ضرور تعاون کریں گے۔ آپ یہاں آرام فرمایئے ہم آپ کے لئے ضیافت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ جس طرح فرمائیں گے ہم حکم کی تعمیل کریں گے''۔

دن ابھی گرم تھا، تمازت آفتاب کے پیش نظر میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام حویلی کی دیوار کے سائے میں جا کر اپنے وفد کے ارکان کے ہمراہ تشریف فرما ہو گئے آپ کے ہمراہ آنے والے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر جید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حلقہ بگوش ہو کر بیٹھ گئے۔ یہودی سردار ایک طرف جا کر سرگوشیوں میں مصروف ہو گئے۔ ان میں اب یہ بحث چل رہی تھی کہ آیا خون بہا کا معاوضہ ادا کیا جائے یا نہیں۔ ان میں سے بعض انتہا پسندوں کا مشورہ تھا کہ آج کے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے سرکار مدینہ کو شہید کر دیا جائے۔ اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں آئے گا۔ ان کے ممتاز صحابہ بھی موجود ہیں۔ ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے تاکہ ان کی حکومت اور ان کا ہم پر غلبہ اور تسلط ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ یہ صرف نو افراد ہی ہیں ان کو قتل کرنا آسان کام ہے ''لیکن یہ کام کس طرح کیا جائے؟ سامنے سے آ کر تو ہم مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے ان کے دیگر ساتھی مدد کے لئے آ جائیں گے''۔

ایک مکار یہودی نے اپنی عددی کمزوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''ہم میں سے کوئی حویلی کی چھت پر چڑھ جائے اور وہاں سے پتھر کی بڑی چکی کا ایک پاٹ ان کے اوپر گرا دے اسے ایک اتفاقی حادثہ سمجھا جائے گا''۔

''لیکن یہ کام کرے گا کون؟''

''یہ اہم کام میں کروں گا'' عمرو بن حجاش نے فوراً اپنے آپ کو اس مذموم مقصد کے لئے پیش کر دیا۔

''نہیں تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہئے، میری بات اچھی طرح سن لو کہ انہیں تمہارے ارادوں کے متعلق معلوم ہو جائے گا اور اس طرح تمہارا ان سے کیا ہوا معاہدہ بھی ختم ہو جائے گا اس لئے یہ کام کرنے سے رک جاؤ''۔

ان میں سے ایک سمجھدار آدمی سلام بن مشکم نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن ان پر سرور کائنات ﷺ کو جسمانی طور پر ختم کرنے کا خبط سوار تھا۔ جیسے ہی عمرو بن حجاش چھت کے اوپر چڑھا میرے آقا تیزی سے اٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ ساتھ آنے والے صحابہ کرام کو فوری طور پر سمجھ نہ آ سکی کہ آقا علیہ السلام جلدی سے اٹھ کر کہاں تشریف لے گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حکمت عملی کے پیش نظر اپنے وفد کے دیگر ارکان کو یہودیوں کے منصوبے کے متعلق نہ بتایا۔ جبرئیل امین نے عرش بریں کے مکین کا پیغام آپ کو پہنچا دیا تھا اور میرے آقا علیہ السلام رب العالمین کے حکم کے تحت وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے تاکہ یہودی اس امید پر آپ کا انتظار

Marfat.com

کرتے رہیں کہ آپ چند لمحے بعد واپس تشریف لائیں گے جب کافی دیر ہوگئی اور صحابہ کرام کو بھی آقا کے یوں اچانک چلے جانے پر تشویش ہوئی تو مدینہ منورہ سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے سرکار مدینہ کو مدینہ منورہ میں دیکھا ہے تو یہودیوں کا منصوبہ دھرے کا دھرہ رہ گیا اور وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ میرے آقا کے جاں نثار فوراً مدینہ منورہ پہنچے اور آقا سے یوں چلے آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے پیغام کی روشنی میں اچانک وہاں سے رخصت ہونے کی حکمت اور یہودیوں کی سازش کی تفصیل ارشاد فرمادی۔

اب اگلا مرحلہ ان سازشی یہودیوں کو ان کی باغیانہ سرگرمی اور بدعہدی کا سبق سکھلانے کا تھا، سرکار مدینہ نے مدینہ منورہ کی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے انہیں باقاعدہ نوٹس بھجوادیا کہ مملکت کے دستور اساسی کی خلاف ورزی اور سرکار مدینہ کے قتل کی سازش کی وجہ سے ان یہودیوں کو مملکت مدینہ منورہ کی حدود سے نکل جانا ہوگا۔ اب ان کا حکومت مدینہ منورہ کے زیر انتظام علاقوں میں رہائش پذیر رہنا ناممکن ہے کیونکہ ان کے ساتھ معاہدہ امن ختم ہو چکا ہے۔ دس دن کی مہلت دی گئی کہ اس عرصے میں وہ اپنا جو بھی سامان ہمراہ لے جاسکتے ہیں لے جائیں اور یہاں سے نکل جائیں، اس عرصے کے بعد یہ لوگ مملکت کی حدود میں نظر آئے تو ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ سرکار مدینہ کا یہ باقاعدہ انتباہ اور حتمی نوٹس یہودیوں تک پہنچانے کی ذمہ داری محمد بن مسلمہ کو دی گئی تھی جن کا تعلق قبیلہ بنو اوس سے تھا جو روایتی طور پر بنو نضیر کے یہودیوں کا حلیف قبیلہ تھا۔ اپنے دوست قبیلے کے ایک فرد کو مدینہ کی حدود سے اخراج کا حکم سناتے ہوئے دیکھا تو یہودی کہنے لگے: ''بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک دوست قبیلہ کا شخص ہم کو یہاں سے نکل جانے کا حکم سنا رہا ہے''۔

''اب ہم وہ نہیں رہے، ہمارے دل اب اپنے آقا کے حکم کے تابع ہیں اور ان کے احکامات پر ہم عمل کریں گے''

محمد بن مسلمہ کا دوٹوک جواب سنا تو یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ انہیں شہر کو چھوڑ کر جانا ہوگا۔ وہ ہمیشہ سے اس شہر کے مکین نہیں تھے۔ وہ مختلف علاقوں سے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے معاشرتی روایات کے پیش نظر یہاں کے قدیم قبائل کی پناہ حاصل کر لی تھی۔ اب وہ پناہ بھی ختم ہو گئی تھی، جس طرح آج کل دوسرے ممالک میں جا کر رہنے والے تارکین وطن کو مقامی قوانین کی خلاف ورزی کی بنیاد پر ملک سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور انہیں ''ڈی پورٹ'' کیا جاتا ہے اسی طرح سرکار مدینہ نے اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے یہودیوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم جاری کر دیا تھا اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی مفاہمت کی گنجائش نہیں رکھی تھی اور نہ ہی کسی خطرے اور یہودیوں کے حلیف قبائل کے ممکنہ اتحاد کے پیش نظر پالیسی میں نرمی اختیار کی تھی۔ مملکت کی سب سے بڑی طاقت اس کے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔ سرکار مدینہ نے اپنے احکامات کی تعمیل تک یہودیوں کے مکمل ''اخراج'' کے اس ''آپریشن'' کی ذاتی طور پر نگرانی فرمائی۔

یہودیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ سرکار مدینہ ﷺ اپنے احکامات کی تعمیل کرائیں گے اس لئے وہ اپنا سامان باندھنے لگ گئے۔ ان میں سے بعض تو اپنے گھروں کو گرانے لگے اور ان کا تعمیراتی سامان شہتیر اور کڑیاں اکھاڑ کر ساتھ لے جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے واضح طور پر یہ احکامات جاری کر دیئے تھے کہ وہ صرف اپنی منقولہ جائیداد اور سامان اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ ان کی زرعی زمین، جائیداد اور مکانات حکومت قبضہ میں کرلے گی اور اس کے متعلق میرے آقا ﷺ نے خود فیصلہ فرمایا کہ ان کو کن لوگوں میں تقسیم کرنا ہے۔ یہودیوں میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی اور انہیں یقین تھا کہ ان کا ساتھ دینے کے لئے کوئی بھی قبیلہ ان کا ہمنوا نہیں ہے۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافقین اندر ہی اندر سے جل بھن رہے تھے۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ یہودی بھی یہاں سے نکل گئے تو پھر سرکار مدینہ کے سامنے کوئی بھی مزاحمت کرنے والی طاقت یہاں باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے وہ خفیہ طور پر یہودی سرداروں کو پیغام بھجواتے رہتے تھے کہ تم یہاں ڈٹے رہو، ہم تمہارا ساتھ دیں گے تمہیں یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ میرے آقا نے یہودیوں کی نکل جانے کی تیاریوں کو ذرا سست ہوتے

Marfat.com

ہوئے دیکھا تو دوٹوک اور واضح پیغام بھجوایا کہ تم لوگوں کو ہر حالت میں یہاں سے جانا ہوگا۔ پیغام صاف تھا۔ فیصلہ ان پر چھوڑ دیا تھا۔ آیا وہ اپنا سامان ساتھ لے جا کر زندہ حالت میں جانا چاہتے ہیں نہیں تو ان کے پسماندگان ان کی لاشیں لے کر یہاں سے روانہ ہوں گے۔

آخری حربے کے طور پر یہودی سردار حی ابن اخطب نے عبداللہ بن ابی کے اکسانے پر میرے آقا کو یہ پیغام بھجوایا۔

''ہم یہاں کے باشندے ہیں ہم اپنے گھروں سے نہیں جائیں گے، آپ ہمیں طاقت سے نکال سکتے ہیں تو نکال کر دکھائیں''

یہ ایک فیصلہ کن مرحلہ تھا، اب میرے آقا ﷺ نے ان سے مذاکرات کرنے اور ان کو مزید نوٹس بھیجنے کی بجائے ان کو بزور شمشیر مدینہ سے نکل جانے پر مجبور کرنے کا فیصلہ فرمالیا، کیونکہ اب مسجد نبوی میں بیٹھ کر دشمنوں سے ''مکالمہ'' کا نہیں بلکہ ان کا سامنا کر کے ان کے مکمل اخراج تک ان کے علاقے کا ''محاصرہ'' کرنے کا مرحلہ تھا۔ میرے آقا کا معمول تھا کہ کسی مہم پر جب بھی مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو شہر کے انتظامی معاملات کسی صحابی کے حوالے کر کے جاتے تا کہ سرکار مدینہ کی شہر سے غیر موجودگی میں شہر اور حکومت کے معاملات خوش اسلوبی سے اور حسب معمول ادا ہوتے رہیں۔ اس موقع پر حضرت ام مکتوم کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ میرے آقا کا یہ فرمان جب غلامان رسول تک پہنچا کہ حضور نے بنونضیر یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے اور بذات خود قیادت کرتے ہوئے چل پڑے ہیں تو غلامان مصطفیٰ کا جوش و خروش اور جذبات دیدنی تھے۔ وہ بھی مسلح ہو کر اپنے گھروں سے نکل آئے۔ میرے آقا اپنے جاں نثاروں کی قیادت کرتے ہوئے یہودیوں کے قلعوں کی طرف رواں دواں تھے۔ شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلامی افواج کا پرچم تھامے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جیسے وہ سپہ سالار اعظم کے مخصوص حفاظتی دستہ کے کمانڈر ہوں۔

یہودیوں کو اب موت سامنے نظر آرہی تھی۔ آخری تدبیر کے طور پر انہوں نے اپنی حویلیوں اور قلعہ نما مکانات میں محصور ہو کر وہاں سے اسلامی افواج پر پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ ان کی بڑی بڑی حویلیاں باغات میں گھری ہوئی تھیں۔ کھجور کے درخت ان حویلیوں کے لئے حفاظتی دیوار کے طور پر کام آتے تھے۔ اس لئے میرے آقا نے حکم دیا تھا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے یہودیوں اور منافقین نے اپنی شرپسندانہ پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی کہ جنگ تو انسانوں سے ہے۔ درختوں کو کیوں کاٹا جا رہا ہے۔ رب تعالیٰ نے جبرئیل امین کی معرفت حسب حال اپنا کلام نازل فرمایا۔

''آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان درختوں کو کاٹا ہے یا ان میں سے بعض کے تنے باقی رہنے دیئے ہیں، یہ اس لئے کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان نافرمانوں کو ان کی بدعہدی کی سزا دینا چاہتا ہے''

جن درختوں کو کاٹا گیا تھا انکی تعداد ایک درجن کے قریب تھی۔ جیسے ہی میرے آقا ﷺ بنونضیر کے محلے میں پہنچے تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ وہاں باجماعت نماز ادا فرمائی۔ میرے آقا کے علم میں تھا کہ یہاں کا محاصرہ طویل ہوگا اس لئے آپ کے حکم کے تحت آپ کی رہائش کے لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چمڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ لے کر ساتھ پہنچے تھے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں کھلے میدان میں ادا کرنے کے بعد آپ نے جاں نثاروں کو وہاں رہنے کا حکم دیا اور رات کو مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ اس وقت سرور کائنات سپہ سالار اعظم ﷺ زرہ پوش ہو کر گھوڑے پر سوار تھے اور دس کمانڈوز حضور کے ساتھ ساتھ تھے۔ لشکر کی قیادت آپ نے اس رات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کے سپرد کی۔ جاں نثاران مصطفیٰ ساری رات نعرہ تکبیر کی گونج سے یہودیوں کے دل دہلاتے رہے، علی الصبح سیدنا بلال حبشی نے اپنے مخصوص انداز میں کھلے میدان میں فجر کی اذان دی میرے آقا واپس تشریف لے آئے تھے۔ سرکار مدینہ نے فجر کی نماز میں اپنے جاں نثاروں کی امامت فرمائی۔

اب میدان میں خادم خاص سیدنا بلال حبشی نے میرے آقا کے لئے مخصوص خیمہ نصب کیا اور اس میں بالوں سے بنا ہوا کمبل بچھا دیا

Marfat.com

گیا۔ میرے آقا آرام کے لئے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ یہودیوں کا ماہر تیرانداز ''عزوک'' اس قبہ نما خیمہ کو نشانہ بنا کر تیر برسا رہا تھا، اگرچہ یہ خیمہ اس کے تیروں کی پہنچ سے دور تھا تاہم میرے آقا نے حکم دیا کہ یہ خیمہ کسی اور جگہ نصب کیا جائے جہاں تیروں کے آنے کا امکان نہ ہو۔ یہودی اپنے اپنے ٹھکانوں سے پتھر برسا رہے تھے یا تیراندازی کر رہے تھے۔ ''عزوک'' کی تیراندازی میں اب شدت آ گئی تھی۔ میرے آقا سارا دن وہاں اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ تشریف فرما رہے۔ رات کا سناٹا گہرا ہوا تو صحابہ کرام میں حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق تشویش پیدا ہو گئی کیونکہ شیر خدا نظر نہیں آ رہے تھے۔ جب کہیں ان کا پتہ نہ چلا تو جید صحابہ کرام پریشانی کی عالم میں سرکار دو جہاں ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی عدم موجودگی کے متعلق اپنی تشویش سے آگاہ کیا۔

''تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں، علی خیریت سے ہوں گے وہ کسی مہم کے سلسلے میں گئے ہوں گے، آ جائیں گے''

میرے آقا ﷺ نے اشارے سے اپنے جاں نثاروں کو سیدنا علی المرتضیٰ کی حفاظت سے واپسی کی نوید سنا دی لیکن حفاظتی تدبیر کے پیش نظر یہ نہیں فرمایا کہ وہ کس مشن پر گئے تھے کچھ دیر بعد مولائے کائنات علی المرتضیٰ واپس تشریف لائے تو سارا دن خیمہ نبوی کو نشانہ بنا کر تیراندازی کرنے والے یہودی عزوک کا کٹا ہوا سر ان کے ہاتھ میں تھا، جس وقت سیدنا علی المرتضیٰ نے اس پر حملہ کیا تھا وہ ایک خفیہ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ رات کو اپنے ساتھیوں سمیت لشکر اسلام پر حملہ کر کے ان کو منتشر کر دے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت یہ کمانڈو مہم دس صحابہ کرام نے کامیابی سے مکمل کی جنہوں نے ان چھپے ہوئے حملہ آوروں کو جا کر پکڑا تھا اور ان کے سر کاٹ کر لائے تھے جنہوں نے شب خون کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ ان کے کٹے ہوئے سر ایک کنویں میں پھینک دیئے گئے منصوبہ یہ بنایا گیا کہ یہودی سرداروں کی حویلیوں کا رخ کیا جائے۔ دوسرے دن راستے میں آنے والے بڑے بڑے درختوں کو کاٹتے ہوئے مسلمان افواج آگے بڑھ رہی تھیں۔ غلامان مصطفیٰ ﷺ نے آقا علیہ السلام کی قیادت میں ان کی حویلیوں کی طرف پیش قدمی کی تو یہودیوں کے سردار حی ابن اخطب نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور مدینہ چھوڑ کر جانے کی مہلت طلب کی۔ اب یہودی خاندان مدینہ سے جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ان کی عورتیں گریبان چاک کر کے بین کر رہی تھیں اور اپنے چہروں کو پیٹتی جاتی تھیں یہودی اپنے شہر، اپنے گھروں، اپنے باغات کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر دوہرے غم اور خوف میں مبتلا تھے۔ ایک تو اپنے آباؤ اجداد کی جائیدادیں اور قیمتی زمینیں چھوڑنے کا غم اور ایک انجانے وطن میں پیش آنے والی ممکنہ مشکلات کا خوف، وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ان کی جائیداد پر کوئی اور قبضہ کرلے اور ان کے قیمتی مکانات کو استعمال کرے اس لئے وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے مکانات کو تباہ کر رہے تھے اور جو کچھ بھی سامان ساتھ لے جانا ممکن تھا اپنے ہمراہ لے کر جا رہے تھے۔ وعدہ شکنی کے مرتکب ہونے والے مدینہ منورہ کے یہ یہودی حی ابن الخطب کی سربراہی میں خیبر چلے گئے وہاں سے بھی انہیں بالآخر نکالا گیا۔ کچھ لوگ شام کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر قیام پذیر ہو گئے۔

اس دن مدینہ منورہ کے باسی یہ منظر حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ مدینہ منورہ کی معیشت اور معاشرت پر اپنے تسلط اور غلبہ کے خواب دیکھنے والے یہودی بے بسی اور بے کسی کی تصویر بنے اپنے مال و اسباب اور اہل خانہ کے ہمراہ مدینہ سے نکالے جا رہے تھے۔ ان کے مکانات گرے ہوئے تھے ان کے باغات کے درخت اکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے گھروں کی دیواریں لرزہ براندام اور قلعہ نما مکانات کی چھتیں اب گری ہوئی تھیں۔

چھ سو اونٹوں کا ایک بہت بڑا قافلہ جس دن انہیں لے کر مدینہ منورہ سے نکلا ان کی تمام جائیداد سرکار مدینہ نے حکومت کی تحویل میں لے لی اور چونکہ اسے جنگ کے بغیر حاصل کیا گیا تھا اس لئے اس کو جنگی مہم میں شریک فوجیوں میں مال غنیمت کے طور پر تقسیم کرنے کی بجائے فئے کے اصول کے تحت نبی کریم ﷺ کو اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرنے کا اختیار تھا۔ میرے آقا نے اس قیمتی جائیداد کو ان اولین

Marfat.com

مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو اپنا گھر اور کاروبار چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ انصاری صحابہ میں سے دو مالی طور پر تنگ دست صحابیوں حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو اس میں سے حصہ دیا گیا۔ اسلامی افواج کے قبضے میں اس دن پچاس فوجیوں کے لئے فولادی لباس ''زرہ پوش'' اور تین سو چالیس تلواریں آئیں۔ دو سعادت مند یہودیوں یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب کے حصے میں یہ سعادت لکھی تھی کہ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا اعتراف کیا کہ سابقہ کتب میں جس نبی آخر الزماں کا تذکرہ تھا وہ آپ ہی کی ذات اقدس ہے اور آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے صحابیت کے شرف سے فیض یاب ہوئے۔

قرآن مقدس کی سورۃ ''الحشر'' میں جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورۃ ''بنی النضیر'' کہا کرتے تھے اس چھ روزہ محاصرہ کی مکمل روداد موجود ہے جس میں مسلمانوں کے غلبے یہودیوں کے اعتراف شکست ان کی سازشی چالوں کے خاتمے اور مدینہ منورہ سے ان کے اخراج کی تفصیلات پر مبنی آیات روز محشر تک مسلمانوں کو اپنے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی عظیم ترین سیاسی حکمت عملی اور مسلح جدوجہد کے ایک فیصلہ کن باب سے باخبر کرتی رہیں گی اور ان کے عزم و یقین اور ایماں کی تقویت کا سبب بنتی رہیں گی۔

مدینہ منورہ کی حکومت کو ابھی بہت سے اندرونی اور بیرونی خطرات درپیش تھے۔ اندرونی خطرات منافقین کی سازشوں کی وجہ سے تھے۔ بیرونی خطرات ان جنگجو قبائل کی طرف سے تھے جو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ان کے منصوبوں سے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام باخبر ہو کر ان کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ غزوہ خندق کے علاوہ دشمنوں کے خلاف تمام معرکے سرکار مدینہ نے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کامیابی سے سر کئے ہیں

اور دشمن کو ہمیشہ نفسیاتی طور پر بھی شکست دی ہے کیونکہ جب آپ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر نکل پڑتے تو دشمن کی صفوں میں کمزوری کے آثار پیدا ہو جاتے انہیں یقین تھا کہ مسلمان پر عزم ہیں اور کامیابی تک اپنی مسلح جدوجہد جاری رکھیں گے۔

سن 4 ہجری ربیع الاول میں بنو نضیر کے یہودی مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے گئے تو تین ماہ بعد جمادی الثانی میں سپہ سالار اعظم ﷺ نے چار سو جاں نثاروں کے ہمراہ ان قبائلی علاقوں کا رخ کیا جہاں نجدی قبیلوں نے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ بنو محارب اور بنو ثعلبہ قبائل کے علاقے کی طرف پیش قدمی جاری رکھتے ہوئے آپ نے ''ذات الرقاع'' نامی علاقے میں مسلمان جاں نثاروں کا کیمپ لگایا۔ اگرچہ مدینہ منورہ سے بہت دور اسلام دشمن نجدیوں سے مقابلہ کے لئے سرکار مدینہ کے ہمراہ جاں نثاروں کی تعداد کم تھی لیکن ان کا جذبہ ایمانی اور عزم و یقین دیکھ کر نجدی قبائل کو مسلمانوں کی ان خیمہ زن فوج پر حملہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ انہوں نے بہت سے نفسیاتی حربے آزمائے۔ اپنی افواج کو سرکار مدینہ کے مقابلے پر لے آئے اور حملہ کی تیاریاں بھی جاری رکھیں لیکن جاں نثاران مصطفیٰ کب گھبرانے والے تھے انہوں نے شوق شہادت کے توانا جذبوں کے ساتھ صحرائے نجد کی طرف سفر کیا تھا۔

میرے آقا کے جاں نثاروں کا لازوال جذبہ دیکھا تو نجدی قبائل نے مقابلہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ البتہ انہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے قتل کی سازش تیار کی۔ ان کا ایک مکار شخص غورث حضور علیہ السلام کے خیمہ میں آ پہنچا۔ اس وقت میرے آقا کی تلوار آپ کے سامنے رکھی تھی اس نے آ کر بیٹھتے ہی خوشامدی انداز میں کہا:

''آپ کی یہ تلوار بہت عمدہ ہے، اس پر چاندی کی بہت خوبصورت طریقے سے کندہ کاری کی گئی ہے۔ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟؟''

''جی ہاں! کیوں نہیں، دیکھ لو''

غورث نے تلوار اٹھالی اور غور سے دیکھتے دیکھتے اس تلوار کو نیام سے نکال لیا اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر گھمانے لگا۔ میرے آقا اس کی اس حرکت کو دیکھتے رہے، پھر اس نے یہ تلوار حضور کی طرف گھمائی اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''آپ کو مجھ سے ڈر تو لگ رہا ہوگا؟''

''بالکل نہیں! مجھے تو کوئی ڈر نہیں ہے!''

میرے آقا نے غورث کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

''میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر بھی آپ کو ڈر نہیں لگ رہا؟''

''میں تم سے کیوں ڈروں؟ اگر تیرا برا ارادہ ہے تو مجھے تجھ سے میرا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا''

میرے آقا کے اس جواب پر اس نے خاموشی سے تلوار وہیں رکھ دی اور اٹھ کر چلا گیا۔ اس طرح وہ شخص جو نجدی سرداروں کو یہ کہہ کر آیا تھا کہ میں آج پیغمبر اسلام کی زندگی کا (معاذ اللہ) خاتمہ کر دوں گا اور پوری طرح تیاری کر کے آیا تھا میرے آقا کی فیصلہ کن گفتگو اور اندازِ تکلم کی تاب نہ لاتے ہوئے وہاں سے نکل بھاگا۔

میرے آقا کے وہاں قیام کے دوران نجدی سرداروں کے دل میں رعب پیدا ہوگیا تھا اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل دیا۔ واپسی کے سفر میں میرے آقا کے جاں نثار رات کو آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے، ایک شب حضور علیہ السلام نے پوچھا:

''آج کون پاسبانی کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے؟''

دو جاں نثاروں اور عماد بن یاسر اور عماد بن بشر نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ دونوں جاں باز رات کو پہرہ دینے لگے۔ رات گئے انہوں نے طے کیا کہ عماد بن یاسر سو جائیں ان کو آخر شب اٹھا دیا جائے۔ عماد بن بشر مصلے بچھا کر کھڑے ہوگئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ دشمنوں نے آقا کے اس محافظ کو مصروف عبادت دیکھا تو تیر برسانے شروع کر دیئے لیکن اس عاشق صادق نے زخمی حالت میں بھی نماز جاری رکھی، تیر جسم کو لگا تو اس کو نکال کر پھر رب کی بارگاہ میں کھڑے ہوگئے۔ دشمن نے دوسرا تیر مارا تو اسے بھی نکال کر تلاوت قرآن مجید حالت قیام میں جاری رکھی تیسرے تیر کے لگنے سے بدن سے زیادہ خون بہنے لگا تو نماز مکمل کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ عماد بن یاسر نے حیرانی سے پوچھا:

''تم شدید زخمی ہو چکے ہو مجھے پہلے جگا دیا ہوتا؟''

''کیسے جگاتا؟ حالت قیام میں تلاوت قرآن مجید سے جو لطف و سرور آ رہا تھا اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا، اب خون زیادہ بہنے لگا ہے تو تمہیں زحمت دی ہے تاکہ میری وفات کی وجہ سے دشمن آقا علیہ السلام کی ذات اقدس پر حملہ نہ کر دے''۔

میرے آقا کے ایسے جاں نثاروں کی وجہ سے دشمن کبھی بھی اپنے مذموم خفیہ عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

سرورِ عالم رہبر کامل ﷺ اپنے غلاموں کی خبرگیری اور دل جوئی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اپنے جاں نثار غلاموں نے حضور کی شفقت و محبت کا اس طرح اظہار ہوتا تھا کہ ہر کوئی سمجھتا تھا کہ اس پر آقا کی خصوصی نظرِ کرم ہے۔

اس سفر سے واپسی پر حضرت جابر بن عبداللہ کو وہ مکالمہ کبھی نہیں بھولا جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ محبت بھرے انداز سے فرمایا۔ ہوا یوں تھا کہ حضرت جابر کا کمزور اور ناتواں اونٹ تیز نہیں چل سکتا تھا اور رک رک جاتا تھا، ایک مرحلے پر تو اس اونٹ نے دو قدم چلنے سے بھی انکار کر دیا۔

میرے آقا نے اپنے ایک جاں نثار کو قافلے کے دیگر افراد سے بہت پیچھے آتا ہوا دیکھا تو اپنی سواری بھی روک دی اور حضرت جابر کے قریب جا کر پوچھا:

''جابر! کیا بات ہے؟ تم اتنے پیچھے کیوں رہ گئے ہو''

Marfat.com

''یارسول اللہ! میرا اونٹ بہت کمزور ہے، تیز نہیں چل سکتا'' لگتا ہے کہ اس کے لئے ایک قدم چلنا بھی دشوار ہے''

''ذرا اس اونٹ کو بٹھانا'' میرے آقا کے حکم پر حضرت جابر نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت جابر کے ہاتھ سے ان کی چھڑی لے کر دو تین مرتبہ اونٹ کو لگائی اور فرمایا: ''جابر! اب آپ اس پر بیٹھ جائیے''

حضرت جابر جونہی بیٹھے یہ اونٹ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر بھاگنے لگا، میرے آقا کی سواری بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی، حضرت جابر کے اونٹ کے قدم اب رکتے نہیں تھے۔ وہ اپنی خوش بختی پر نازاں تھا کہ اس کو محبوب خدا نے چھڑی مار کر دوڑنے کا حکم دیا تھا۔ دوران سفر گفتگو کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت جابر سے پوچھا:

''کیا یہ اونٹ تم مجھے بیچنا چاہتے ہو؟''

''یارسول اللہ، آپ مجھ سے خریدیں گے؟ آپ اسے میری طرف سے تحفہ قبول فرمائیں'' حضرت جابر کی محبت بھری پیشکش کے جواب میں میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''تمہاری پیشکش کا شکریہ! لیکن میں تم سے خریدنا چاہتا ہوں''

''جیسے آپ کی مرضی''

''بتاؤ کیا قیمت لو گے؟''

''قیمت بھی آپ ہی طے کر دیجئے!''

''ایک درہم ٹھیک رہے گا''

میرے آقا نے بہت خوشگوار انداز میں اپنے جاں نثار کو اس اونٹ کی قیمت بتائی تو حضرت جابر بھی مچل اٹھے، ان کو پتہ چل گیا کہ آج آقا سے بات چیت کا خوب موقع مل رہا ہے۔ کیوں نہ اس گفتگو کو طوالت دی جائے اور اونٹ کی رقم طے کرنے کے بہانے سرکار مدینہ سے ذرا طویل مکالمہ کیا جائے۔

''یارسول اللہ! ایک درہم تو بہت کم ہے، ایک درہم اور اس اونٹ کی قیمت؟''

میرے آقا مسکرا دیئے!

''بتاؤ کیا لو گے؟ کیا دو درہم منظور ہیں؟''

''حضور دو درہم بھی بہت تھوڑے ہیں، آپ غور تو فرمائیے کہ یہ کس قدر اچھا اونٹ ہے اور کتنی عمدگی سے دوڑ رہا ہے''

''اب تم ہی بتاؤ کہ اس اونٹ کا کیا لو گے؟''

''یارسول اللہ جو آپ مناسب سمجھیں''

''تو پھر ایک اوقیہ سونا کے بدلہ اس کو میرے حوالے کر دو''

''کیا آپ ایک اوقیہ سونے کی قیمت پر راضی ہیں''

''ہاں میں بالکل راضی ہوں''

''تو بس یہ اونٹ اب آپ کا ہوا''

''ٹھیک ہے یہ سودا اب طے ہوا، اس اونٹ کو اب میرا ہی سمجھو''

بات چیت کا رخ موڑتے ہوئے میرے آقا نے حضرت جابر سے پوچھا:

Marfat.com

''جابر تم نے شادی کر لی ہے ناں!''

''جی ہاں یا رسول اللہ میری شادی ہو گئی ہے''

''کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا ثیبہ (طلاق شدہ یا بیوہ) سے کی ہے''

''یا رسول اللہ میری بیوی ثیبہ ہے''

''کنواری لڑکی سے شادی نہ کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی، کنواری لڑکی سے شادی کر کے تم بھی خوش ہوتے اور وہ بھی خوش ہوتی''

''یا رسول اللہ اس کی خاص وجہ تھی! آپ جانتے ہیں کہ احد کی جنگ میں میرے والد شہید ہو گئے تھے اور میری کئی بہنیں ہیں جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو میری بہنوں کی نگہداشت بھی کر سکتے''

''یہ تو تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا، اللہ نے چاہا تو اس فیصلے کا اچھا نتیجہ نکلے گا''۔

آقا اور جاں نثار کے درمیان اونٹ کی خریداری پر ہلکی پھلکی دلچسپ گفتگو کا سلسلہ اب خاندانی معاملات کی طرف مڑ گیا تھا۔ حضور نے قافلے کے راستے میں قیام اور حضرت جابر کی گھر میں آمد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم آنے والے پہاڑی ٹیلے پر رکیں گے اور کھانے کا اہتمام کیا جائے گا وہاں اونٹ ذبح ہوں گے اور کچھ دیر قیام کریں گے۔ تمہاری بیوی کو بھی خبر پہنچ جائے گی کہ تم بخیریت واپس آ رہے ہو، وہ بستر کی چادروں اور تکیوں کے غلافوں کو دھو کر تمہارے لئے آرام دہ بستر سجانا شروع کر دے گی''

''یا رسول اللہ! ہمارے گھر میں آرام دہ بستر چادریں اور تکیے کہاں؟'' حضرت جابر نے غمگین لہجے میں اپنی عسرت کا تذکرہ کیا تو میرے آقا نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''گھبراتے کیوں ہو؟ بہت جلد وہ وقت بھی آئے گا جب یہ سب چیزیں تمہارے گھر میں موجود ہوں گی''

اس دن شام کو جب قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت جابر نے اس تمام گفتگو کا خلاصہ اپنی زوجہ کو بتایا جو خوشگوار انداز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے فرمائی تھی۔ دوسرے دن حضرت جابر نے اپنا اونٹ مسجد نبوی کے باہر باندھا اور خود مسجد کے اندر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ میرے آقا تشریف لائے اور مسجد کے باہر بندھا ہوا اونٹ دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا، صحابہ کرام نے عرض کی کہ ''جابر اپنا اونٹ لائے ہیں''۔

''انہیں بلایئے'' آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم پر جابر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اپنا یہ اونٹ واپس لے جاؤ! میں نے تم سے خرید کر تمہیں تحفہ دے دیا ہے'' اور پھر سیدنا بلال کو فرمایا:

''بلال! ایک اوقیہ سونا جابر کو دے دیجئے!''

خادم خاص حضرت سیدنا بلال حبشی نے فرمان رسالتمآب کے مطابق ایک اوقیہ سونا بلکہ اس سے بھی زیادہ حضرت جابر کو پیش کر دیا اور حضرت جابر اپنے اونٹ سمیت سونا لے کر ہنسی خوشی گھر لوٹ آئے اور اس سونے کی ڈلی کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھا۔ اس عظیم المرتبت صحابی رسول کو معلوم تھا کہ اگرچہ یہ عام سونے کی ڈلی ہے لیکن چونکہ اسے محبوب رب العالمین نے عطا فرمایا ہے تو اس میں خاص برکت ہے۔ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں جن کے حوالے سے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس زندگی کی تمام سہولتیں موجود ہوں گی۔ حضرت جابر خود کہتے تھے کہ جب رسول خدا کا عطا کردہ سونا میرے گھر میں آیا مالی فراغت اور آسودگی کے دن آ گئے۔ میری خوشحالی میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ جب تک یہ سونے کی ڈلی میرے پاس رہی رزق اور اسباب رزق میں اضافہ

Marfat.com

ہوتا رہا۔

اب غزوہ احد کو ایک سال ہونے والا تھا جب قریش مکہ کا لشکر شکست خوردہ اور ناکام ہو کر احد سے واپس جا رہا تھا تو ابوسفیان نے اگلے برس دوبارہ مقابلہ آرائی کی دھمکی دی تھی۔ میرے آقا نے ابوسفیان کے اس چیلنج کو قبول فرماتے ہوئے دوبارہ کفار مکہ کا میدان جنگ میں مقابلہ کرنے پر آمادگی ظاہر فرما دی تھی۔ سرکار مدینہ ﷺ کو "ذات الرقاع" کی مہم سے واپس تشریف لاتے ہوئے ابھی دو مہینے ہی ہوئے تھے لیکن آپ نے گزشتہ برس ابوسفیان کے چیلنج کا جواب دینے کے لئے "بدر" کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ آپ کے ہمراہ اس مرتبہ ڈیڑھ ہزار جاں نثار موجود تھے۔ مدینہ منورہ کے انتظامی معاملات حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول کے سپرد فرمائے اور حضرت علی المرتضیٰ کو اسلامی افواج کا جھنڈا عطا فرمایا۔ جنوری 626ء میں سپہ سالار اعظم ﷺ نے بدر کا رخ فرمایا۔ گزشتہ برس قریش مکہ کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا اس دفعہ دو ہزار کا لشکر لے کر ابوسفیان مکہ مکرمہ سے چلا لیکن جب راستے میں اسے معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ ﷺ ڈیڑھ ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور حوصلے پست، پچھلی مرتبہ میدان بدر میں تین سو تیرہ جاں نثاروں نے ایک ہزار کے لشکر کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا تھا اب تو ان کی تعداد بھی ڈیڑھ ہزار تھی اور اردگرد کے قبائل بھی مدینہ منورہ کی حکومت سے یا صلح کر چکے تھے یا بڑھتی ہوئی جنگی قوت اور کامیاب سیاسی حکمت عملی سے مرعوب خائف تھے۔ لہٰذا ابوسفیان واپس جانے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ میرے آقا ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اللہ رب العالمین نے مجھے جو خصوصی عنایات عطا فرمائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ میری مدد دشمن کے دلوں پر رعب مسلط کر کے کی جاتی ہے۔ یہ حقیقت آج بھی مسلمہ اور صحیح ہے کہ غلامان مصطفیٰ کا رعب اور دبدبہ اس بے سروسامانی اور خستہ حالی میں بھی اسلام دشمن طاقتوں کے دلوں پر مسلط ہے اور ان کے سیاسی رہنماؤں سے لے کر ان کے ذرائع ابلاغ تک کو "اسلاموفوبیا" ہو گیا ہے یعنی انہیں دنیا میں مسلمانوں کا ہی ڈر رہتا ہے اور وہ مسلمانوں کو ہی اپنی بے چینیوں اور پیش آنے والے واقعات و خطرات کا ذمہ دار ٹھہراتے رہتے ہیں۔ آپ ذرا سوچئے کہ جب سرکار مدینہ ﷺ خود اسلامی افواج کی قیادت فرماتے ہوئے دشمن کا سامنا کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترتے ہوں گے تو دشمنوں کے دل کیسے دہل جاتے ہوں گے۔

ابوسفیان نے اگرچہ نعیم بن مسعود الاشجعی جیسے مکار اور افواہ ساز شخص کو مدینہ منورہ بھیج کر خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے مدینہ منورہ اور اس کے قریب و جوار میں گلی کوچوں، دکانوں، حویلیوں اور قبائلی سرداروں کی چوپالوں میں اپنی افواہیں پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ ہر جگہ یہی کہتا تھا کہ میں نے مکہ والوں کو جس طرح تمہارے مقابلے کے لئے تیاری کرتے ہوئے دیکھا ہے اس سے یہ لگتا ہے کہ اس مرتبہ تمہارا وہاں سے بچ کر آنا ممکن نہیں ہے۔ کفار مکہ کی حربی تیاریوں کی افواہیں مدینہ منورہ میں ہر طرف سے گردش کر رہی تھیں لیکن میرے آقا اس طرح کی افواہوں سے اپنا ارادہ کب بدلنے والے تھے آپ نے واضح اور دوٹوک لہجے میں اپنے وزیروں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ذریعے مسلمانوں کو واضح پیغام بھجوا دیا کہ ہم ہر صورت میں مقابلے کے لئے نکلیں گے۔ حضور نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ "اگر کوئی بھی میرے ہمراہ جانے کے تیار نہ ہو پھر بھی میں اکیلا مقابلے کے لئے نکلوں گا"۔ میرے آقا کے اس حتمی اور دوٹوک ارشاد نے غلامان مصطفیٰ میں ایک نیا عزم اور ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا اور ڈیڑھ ہزار پر مشتمل اسلامی لشکر وادی بدر میں جا اترا تو ابوسفیان جو راستے ہی میں تھا مکہ مکرمہ واپسی کے بہانے ڈھونڈنے لگا۔ ایک دن اس نے اپنے لشکر سے مخاطب ہوتے کہا:

"جنگ اس وقت مناسب ہوتی ہے جب خوشحالی ہو، کھیتوں میں ہریالی ہو تاکہ جانوروں کے لئے چرنے کا انتظام بھی ہو اور دودھ بھی وافر مقدار میں میسر ہو، اس خشک سالی کے موسم میں جنگ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہمیں واپس مکہ مکرمہ لوٹ جانا چاہیے"۔ ابوسفیان اپنا لشکر لے کر واپس مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا لیکن میرے آقا نے بدر کے میدان میں آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ نہ صرف قریش مکہ بلکہ اردگرد کے قبائل پر بھی

Marfat.com

سرکار مدینہ اور آپ کے جاں نثاروں کا رعب مسلط ہو گیا اور مدینہ منورہ کی حکومت کا سیاسی غلبہ اور بھی واضح ہو گیا۔

سرکار مدینہ ﷺ جیسا بہترین منتظم اور اپنے جاں نثاروں کی مالی خوشحالی کے لئے سوچنے والا اور اپنے جاں نثاروں کی مالی معاونت کرنے والا چشم فلک نے اور کوئی نہیں دیکھا، اس مہم کے دوران نبی کریم ﷺ کو پختہ یقین تھا کہ کفار مکہ مقابلے کے لئے نہیں آئیں گے لیکن کفار مکہ پر رعب ڈالنے کے علاوہ ایک اور مقصد بھی پیش نظر تھا۔ یہ مقصد اپنے جاں نثاروں کی مالی بہتری اور معاشی خوشحالی سے متعلق تھا آپ کو معلوم تھا کہ ان دنوں بدر کے علاقے میں ایک سالانہ تجارتی میلہ ہوتا ہے جس میں مختلف اشیاء کے سٹال لگتے ہیں۔ دور دراز کے تاجر یہاں آتے ہیں اور اپنا مال دوگنی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ میرے آقا نے اپنے جاں نثاروں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے ہمراہ جتنا بھی ہو سکے سامان تجارت لے جائیں اور وہاں جا کر اشیاء کو منافع پر فروخت کریں۔ آٹھ روزہ قیام کے دوران میرے آقا کے جاں نثاروں نے وہاں اپنی اشیاء فروخت کیں اور اس طرح بہت سا مالی فائدہ حاصل کر لیا۔ یوں کافروں کے دلوں پر وہاں رک جانے سے ڈر بھی پیدا ہو گیا اور زیادہ قیام کی وجہ سے مسلمانوں کی مالی حالت بھی بہتر ہو گئی ہے۔ اسے کہتے ہیں قیادت کی فراست اور دانشمندانہ فیصلہ۔

واپسی پر اسلامی لشکر کے حوصلے دیدنی تھے۔ شاعروں نے اس موقع پر اپنے اشعار سے اس عظیم کامیابی پر ترانے لکھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ابوسفیان کے راستے سے بھاگ کر چلے جانے کے حوالے سے ایک نظم لکھی جس کا مفہوم یوں تھا:

بدر میں انتظار کیا ہم نے اے ابوسفیان!
مگر تو نے نہ آنا تھا اور نہ آیا
کہ وعدہ نبھاتے ہیں سچے لوگ مگر
تجھے تو صدق و وفا کا کوئی لحاظ نہیں
اگر پہنچ بھی جاتا تو بھاگ کر جاتا
کچھ اس طرح کہ ہزیمت بھی اور ذلت بھی
ترے سفر میں تری ہمسفر بنی رہتی
یہ سرکشی جو تجھے جنگ پہ اکساتی ہے
یہ بغض وعداوت جو ہے نبی سے تجھے
سبب ہے جھوٹے خداؤں کی اس محبت کا
کہ جس نے تجھے راہ حق سے بھٹکایا
تم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گے نہیں
کہ تم سے جو بھی ہو ممکن کرو مگر سن لو!
ہم اپنے آقا کی حرمت پہ جاں لٹا دیں گے
ہم ان پہ سب ہی کچھ نثار کر دیں گے
ہمارا مال و متاع اور ہمارے بچے بھی
رسول حق پہ ہیں قربان کہ جو ہمارے لئے
اندھیری رات میں جگ مگ سا اک ستارہ ہیں

Marfat.com

وہ ظلمتوں میں نورانی استعارہ ہیں

ظاہر ہے کہ یہ نظم حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور علیہ السلام اور اپنے ساتھیوں کے سامنے پڑھی ہوگی۔ میرے آقا خود بھی عمدہ ادبی اور شعری ذوق رکھتے تھے اور اپنے غلاموں کی شاعرانہ صلاحیتوں کی نہ صرف تعریف فرماتے تھے بلکہ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ ان کے شعری ذوق کو ''جبرئیل امین'' کی تائید و مدد عطا فرما۔

مدینہ منورہ کے معاشرت میں ان دنوں شراب پینا ایک روزمرہ کا معمول تھا۔ میرے آقا ﷺ اور آپ کے جید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس ''ام الخبائث'' سے ہمیشہ متنفر رہے اور اجتناب فرمایا لیکن اب ضروری ہوگیا تھا کہ واضح طور پر حکم الٰہی نازل ہو جائے تا کہ مدینہ منورہ کی ضیافتوں میں جس طرح کھلے عام شراب پی جاتی ہے اور اس سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا خاتمہ ہو۔ اس لئے مدینہ منورہ کی حکومت کے قیام کے چوتھے سال شراب کی حکمت کا حکم فرمان الٰہی کی صورت میں نازل ہوا اور سرکار مدینہ ﷺ نے اس کو فوری طور پر نافذ کر دیا۔ میرے آقا کے حکم کی تعمیل میں آپ کے غلاموں نے شراب کے ذخیرے گلیوں میں انڈیل دیئے بلکہ شراب کے برتن بھی توڑ دیئے تا کہ نہ ہی وہ برتن رہیں اور نہ ہی بادہ و ساغر کی موجودگی کی وجہ سے ''مے کشی'' کے موسم یاد آئیں۔

اس سال مدینہ منورہ کی حکومت نے اللہ رب العالمین کے فرمان کے مطابق یہ حکمت عملی طے کی کہ حالت جنگ میں مسلمان افواج یکبارگی نماز نہ پڑھیں تا کہ ان کو حالت نماز میں منہمک دیکھ کر دشمن اچانک حملہ کر کے اسلامی افواج کو نقصان نہ پہنچا سکیں، یہ حکم نازل ہوا کہ آدھے جاں نثار سپہ سالار اعظم ﷺ کی اقتداء میں پہلی رکعت پڑھیں اور بقایا نصف اپنے ہتھیاروں سمیت صف بستہ ہو کر دشمن کے مقابلے کے لئے تیار رہیں۔ جب پہلے گروہ کی پہلی رکعت مکمل ہو جائے تو صف بستہ افواج نماز میں شامل ہو جائیں اور نماز پڑھنے والا پہلا گروہ صف بستہ ہو جائے اور بعد ازاں دونوں اپنی ایک ایک رکعت علیحدہ ادا کر لیں۔ اس طرح کسی بھی حالت میں مکمل لشکر حالت نماز میں نہ رہے۔ آدھی تعداد نماز ادا کرے اور آدھی تعداد ان کی حفاظت کرے اس انداز سے ادا کی جانے والی کو ''صلوۃ الخوف'' کہا جاتا ہے۔

یہی سال تھا جب رحمت اللعالمین ﷺ نے ایک اور بیوہ سے نکاح فرمایا؛ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کی وفات کے بعد دعا کی تھی ''یا اللہ مجھے پہلے سے بہتر جیون ساتھ عطا فرما''

ان کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے شادی کا پیغام بھجوایا جسے انہوں مسترد کر دیا جب میرے آقا نے شادی کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ بدر سے بغیر جنگ کے کامیاب واپس لوٹنے کے بعد میرے آقا نے چھ ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور امور حکومت و تبلیغ سرانجام دیتے رہے اور اپنے صحابہ کرام کی تربیت فرماتے رہے، اس دوران کوئی ایسی مہم درپیش نہیں تھی جس کی وجہ سے مدینہ منورہ سے باہر جانا پڑتا۔ کچھ عرصے بعد ایسی اطلاعات ملنا شروع ہوئیں کہ دمشق کی سمت بعض رہزنوں نے لوٹ مار مچا رکھی ہے اور آنے جانے والے مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ یہ علاقہ غیر محفوظ ہو چکا تھا اس لئے ضروری ہوگیا تھا کہ مدینہ منورہ کی حکومت اس سلسلے میں فوری طور پر اقدام کرتی اور مسافروں کے لئے راستے کے خطرات کو ختم کرتی، اس اہم مہم کے لئے میرے آقا نے جاں نثاروں کے ہمراہ بذات خود ان شر پسندوں اور لٹیروں کے خلاف کارروائی کی قیادت کا فیصلہ فرمایا کیونکہ ایسی خفیہ اطلاعات بھی مل رہی تھیں کہ ان قزاقوں اور رہزنوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بھی بنا رکھا ہے اور وہ اپنی قوت مجتمع کر کے اچانک حملہ کر دیں گے۔ ان رہزن قبائل کا مرکز دمشق سے پانچ دن کے فاصلے پر ایک شہر ''دومۃ الجندل'' تھا۔ یہ شہر مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے پندرہ دنوں کا سفر درپیش تھا چونکہ میرے آقا ان رہزن قبائل پر اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے بہت خفیہ طریقے سے پیش قدمی کا فیصلہ فرمایا۔ ایک ہزار پر مشتمل جاں نثاروں کا یہ لشکر رات کو سفر جاری رکھتا اور دن کو کسی سایہ دار اور محفوظ مقام پر رک جاتا اور آرام کیا جاتا۔ یہ ہجرت کے پانچویں سال کے ابتدائی مہینے ربیع

Marfat.com

الاول کا واقعہ ہے۔ راستہ چونکہ طویل اور سفر پر خطر تھا۔ اس لئے میرے آقا نے راستہ بتانے کے لئے ایک شخص مذکور کو راہبر کے طور پر ساتھ رکھ لیا تھا تاکہ وہ محفوظ ترین راستوں کی نشاندہی کر سکے۔ جب اسلامی لشکر ''دومۃ الجندل'' پہنچا تو رہزنوں اور ان کے سرداروں کو اسلامی فوج کی آمد کے متعلق معلوم ہو گیا اور وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

میرے آقا نے حسب معمول اس علاقہ میں لشکر اسلامی کو چند دن کے لئے ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا تاکہ ان رہزن قبائل کے دل میں مدینہ منورہ کی حکومت کا رعب اور دبدبہ طاری ہو جائے اور انہیں پتہ چل جائے کہ آئندہ اگر انہوں نے مسافروں کو لوٹا یا مدینہ منورہ کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھی تو ان کو انہی کے علاقے میں آکر تہس نہس کر دیا جائے گا، چونکہ یہ علاقہ مدینہ منورہ سے کافی دور تھا اس لئے وہاں اس وقت کوئی نگران مقرر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تاہم آپ نے ایک قبائلی سردار عیینہ بن حصن فزاری سے جس کے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ تھے ایک معاہدہ کیا کہ وہ اس سارے علاقے میں بلاخوف وخطر اپنے مویشی چرا سکتا ہے اس کو یہ سہولت مدینہ منورہ کی حکومت کی طرف سے دی گئی تھی اس لئے مدینہ کی حکومت کے مفادات کا تحفظ کرنا اور مسافروں کے تحفظ کو یقینی بنانا اس کی ذمہ داری تھی۔ اس مہم سے واپسی پر ان رہزن قبائل کے مویشی بھی ہانک کر لائے گئے گویا یہ ان کے ان جرائم کا جرمانہ تھا جو وہ اس علاقے میں کرتے رہے تھے۔

''دومۃ الجندل'' کی مہم سے واپس آئے ہوئے ابھی پانچ ماہ تین دن ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ کی حکومت کو درپیش ایک اور بیرونی خطرہ کا سدباب کرنے کے لئے میرے آقا کو مدینہ منورہ سے باہر جانا پڑا۔ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ قبیلہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور خفیہ طریقوں سے ہزاروں افراد کی جمعیت سے شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرے آقا کو جب دشمن کی تیاریوں کی خبر ملی تو آپ نے ''انٹیلی جنس'' معلومات کے حصول کے لئے حضرت بریدہ بن مصیب کو اس علاقے کے سربراہ سے ملاقات کرنے اور ان کی تیاریوں کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر دشمن کی بھرپور تیاریوں پر مبنی رپورٹ میرے آقا کو پیش کی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی تاخیر کے بعد فوراً دشمن کے علاقے کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ فرمایا تاکہ دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جب اس مہم کی طرف جانے کا اعلان ہوا تو جاں نثاران نبوت کے ساتھ خفیہ دشمنوں یعنی منافقین کی اچھی حامی تعداد بھی ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئی کیونکہ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ اس مہم میں جانی نقصان کا امکان نہیں ہے اور مسلمانوں کے جوش وجذبہ اور تیاریوں کے پیش نظر کامیابی یقینی تھی۔

میرے آقا ﷺ نے مدینہ منورہ سے روانگی سے قبل حسب معمول حکومتی امور کی نگرانی کے لئے حضرت زید بن حارثہ کا تقرر فرمایا، اسلامی افواج کے ہراول دستے کی قیادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ حارث بن ضرار کو سرکار مدینہ کی قیادت میں اسلامی افواج کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ایک جاسوس بھیجا۔ یہ جاسوس ابھی پہنچا ہی تھا کہ مسلمان فوجیوں نے اس کو قتل کر دیا۔ دشمن قبائل اور حارث بن ضرار کو مسلمانوں کی آمد کا پتہ چلا تو ان کے حوصلے جواب دے گئے! حارث کے حلیف قبائل اس کا ساتھ چھوڑ گئے مسلمان افواج کا یہ سفر ساحل سمندر کی طرف جاری رہا۔ بنو مصطلق قبیلہ اسی طرف آباد تھا۔ ساحل سمندر کے قریب ایک قدرتی چشمے ''مریسیع'' کے قریب میرے آقا کے حکم پر آپ کے جاں نثاروں نے پڑاؤ کیا۔ یہاں مسلمانوں کی افواج کو دیکھ کر دشمن قبائل نے تیروں کی بارش کر دی۔ میرے آقا نے حضرت ابوبکر کو اسلامی لشکر کی قیادت کا علم دیتے ہوئے دشمن کے حملے کا جواب دینے کے لئے حکم دیا، جیسے ہی مسلمانوں نے دشمن کے تیروں کے حملوں کا جواب پوری شدت سے دیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس علاقے میں دشمن قبائل کے تقریباً دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں اس سرسبز وشاداب علاقے کی چراگاہوں میں موجود تھیں۔

Marfat.com

میرے آقا ﷺ نے ان جانوروں کو قبضہ میں لینے کا حکم دیا۔ مسلمان فوجی ان کو ہانک کر اپنے ساتھ لے آئے۔ میرے آقا کے جاں نثاروں نے حضور کے مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے اور واپس پہنچنے کی تاریخیں یاد رکھیں۔ یہ ہجرت کے پانچویں سال کی شعبان کا دوسرا دن اور سوموار تھا جس دن میرے آقا مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو مدینہ منورہ واپسی ہوئی۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ مریسیع کے چشمے تک پہنچنے کے لئے اس زمانے میں تقریباً دس دن لگتے تھے۔ اس لحاظ سے تقریباً ایک ہفتے تک میرے آقا نے دشمن کے علاقے میں جا کر وہاں قیام فرمایا اور جب دشمن قبائل کے دلوں کے اندر خوف اور رعب اور اسلامی حکومت کے دبدبہ اور غلبہ کا احساس جاگزیں ہو گیا تو میرے آقا قبضہ میں لئے گئے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ہمراہ کامران وکامیاب واپس تشریف لائے۔ اس معرکے میں جان نثاران مصطفیٰ کی تعداد سات سو تھی۔ اسی مہم کے دوران جو لوگ دشمن قبائل کے قید کئے گئے ان میں حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں، ان قیدی بچوں مردوں اور عورتوں کو مسلمان فوجیوں کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ جویریہ ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی قائدانہ حکمت عملی کے تحت حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ کے بدلے معاوضہ ثابت بن قیس کو دے کر انہیں آزاد کرا لیا اور پھر انہیں حرم نبوی میں شامل فرما کر ''ام المومنین'' کے ابدی اعزاز سے سرفراز فرما دیا جس دن جویریہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بن کر میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح میں آئیں مسلمان فوجیوں نے ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جو حضرت جویریہ کے ساتھ قید ہوئے تھے۔

وہ اس قبیلے کے افراد کو کیسے قید رکھ سکتے تھے جس سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سسرالی رشتہ دار بن چکے تھے۔

مدینہ منورہ کی حکومت کو جو خطرات درپیش تھے اس میں خارجی بھی تھے اور داخلی بھی۔ جہاں باہر سے مختلف دشمن قبائل کے حملوں کا خطرہ تھا وہاں اندرونی محاذ پر منافقین کا وہ خفیہ گروہ موجود تھا جن کے بغض وحسد کی وجہ سے ان کے عزائم اتنے خفیہ بھی نہ رہے تھے اور پتہ چل گیا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اندر سے حسد کی آگ میں جل رہے ہیں لیکن بظاہر دکھلاوے کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ان پر گہری نظر رہتی تھی۔ اگر چہ آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ کون لوگ ہیں جو لوگوں کے سامنے آ کر رسول ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے تھے لیکن درحقیقت وہ مکار اور جھوٹے تھے۔ کئی ایسے مواقع آئے کہ ان لوگوں نے مدینہ منورہ کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے اور انتشار پیدا کر کرنے کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن قائد انسانیت ﷺ نے اپنی قائدانہ فراست اور حسن تدبیر سے ان کے مکروہ اور ناپاک عزائم کو ناکام بنا دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ ''مریسیع'' سے واپسی کے مرحلے پر رونما ہوا لیکن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے معاملہ خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ ہوا یوں کہ قدرتی چشمے پر مسلمان فوجی اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک خدمت گار جہجاہ غفاری کا ایک اور شخص سنان بن وبر جہنی سے جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ غفاری حضرت عمر کے گھوڑے کو پانی پلانا چاہتے تھے جبکہ سنان نے بھی پانی کا ڈول چشمے کے اندر پھینک دیا اور یوں ان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی نے طول پکڑا تو جہنی نے صدا دی۔
''انصاری لوگو! میری مدد کو آؤ'' سنان جہنی نے انصاریوں سے مدد طلب کی تو جہجاہ غفاری بھی پکار اٹھے۔

''مہاجرین! میری مدد کو پہنچو!'' جیسے ہی یہ خبر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچی کہ وہاں چشمے پر دو آدمیوں کے درمیان ہونے والی معمولی لڑائی قبائلی عصبیتوں کے نام پر ایک بہت بڑے فتنہ کا سبب بننے والی ہے آپ فوراً چشمے پر پہنچے آپ نے دیکھا کہ دونوں طرف کے حامیوں نے اپنے ساتھیوں کے تعاون کے لئے تلواریں اپنے اپنے نیاموں سے نکال لی ہیں اور بات قتل وغارت گری تک پہنچنے والی ہے۔ جونہی میرے آقا وہاں پہنچے آپ نے ان سب کو روک دیا اور سب سے پہلے ان دونوں سے مخاطب ہوئے فرمایا جنہوں نے اپنے اپنے حمایتی قبیلوں کو مدد کے لئے پکارا تھا۔

Marfat.com

''تمہیں جاہلیت کے دور کی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

ان دونوں نے اپنی اپنی وضاحت پیش کی اور بتایا کہ چونکہ تشدد ہو رہا تھا اس لئے ان کو ساتھیوں کی مدد کی ضرورت پڑ گئی۔

''میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور پھر بھی تم ایسی جاہلانہ باتیں کرتے ہو؟ تم ان غلیظ باتوں کو چھوڑ دو!''

پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''

''یارسول اللہ مظلوم کی مدد تو کی جاسکتی ہے، ظالم کی کس طرح مدد کی جائے'' حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا۔

میرے آقا نے اس نکتے کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اگر تمہارا بھائی بھی ظالم ہو تو اس کو ظلم کرنے سے روک دو۔ یہ اس کی مدد ہے'' اس طرح حضور نے یہ پیغام دیا کہ مدد کرنے سے پہلے نہیں دیکھنا چاہئے کہ جس کی مدد کی جارہی ہے وہ اپنے قبیلے کا ہے یا کسی اور کا۔

اگر ضرورت پڑے تو ظلم کرنے والے کا ہاتھ سختی سے روک دینا چاہئے۔ خواہ وہ اپنا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ میرے آقا کی فوری مداخلت سے قبائلی عصبیتوں کی بنیاد پر شروع ہونے والے ایک ممکنہ جھگڑے کا خطرہ ٹل گیا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کے لئے تیار ہو جانے والے افراد پھر اپنے آقا علیہ السلام کی قیادت میں متحد اور متفق ہو گئے۔ منافقین کے گروہ کو مسلمان گروہوں کی آپس میں لڑائی کے امکانات سے بے حد خوشی ہوئی تھی اب انہوں نے ان کو باہم شیر و شکر دیکھا تو بہت سٹپٹائے اور عبداللہ بن ابی نے انصاریوں کو غیرت دلانے کی کوشش کی۔

''باہر سے آنے والے ان لوگوں نے ہماری عزت کو للکارا ہے۔ ہم نے ان کو پناہ دی اور یہ ہمارے علاقے میں آکر اور ہماری پناہ میں رہ کر ہمارے ہی مقابلے پر اتر آتے ہیں یہ تو اس ضرب المثل کی طرح ہے کہ ''تم اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کر دو تاکہ وہ تمہیں ہی چیر پھاڑ ڈالے'' کاش مجھے جہنی کا اس طرح مدد کے لئے پکارنا سننا نصیب نہ ہوتا اور اس غریب کی اس چیخ و پکار سننے سے پہلے ہی میں مرگیا ہوتا لیکن ہمیں یہ دن بھی دیکھنا تھا'' جب اس نے دیکھا کہ اس کے حامی بعض افراد اس کی باتوں کو توجہ سے سن رہے ہیں تو اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

''بس اب بہت ہو چکا! اب جیسے ہی ہم مدینہ لوٹیں گے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا''

پھر وہ حاضرین کی طرف منہ کر کے کہنے لگا

''یہ مصیبت تمہاری اپنی پیدا کردہ ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں رہنے کو جگہ دی، انہیں اپنے مال اسباب میں سے حصہ دیا۔ اب بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ تم ان لوگوں کی مدد کرنا بند کر دو تو یہ تمہارے شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے پر مجبور ہو جائیں گے''

جب ابن ابی اپنے ساتھیوں سے اپنے ناپاک خیالات کا اظہار کر رہا تھا اس وقت اس محفل میں حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے۔ عبداللہ بن ابی کا خیال تھا کہ اس کے سامعین میں صرف اس کے حامی موجود ہیں۔ حضرت زید نے اس خفیہ گفتگو سے اسی وقت اپنے چچا کو آگاہ کیا اور پھر دربار رسالت میں آکر اس گفتگو کی ساری تفصیل حضور علیہ الصلو والسلام کو بتادی جب حضرت زید میرے آقا ﷺ کو عبداللہ بن ابی کے مکروہ پروپیگنڈے کی تفصیلات بتارہے تھے حضور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا مگر آپ نے صبر و تحمل سے گفتگو سن کر فرمایا:

''نوجوان! تمہیں شاید اس کی کسی بات پر غصہ آرہا ہے اس لئے تم اس کے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہو''

''یارسول اللہ! میں نے یہ باتیں خود سنی ہیں اور میں نے اس کو اسی وقت ٹوک دیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ کی قسم تو ذلیل ہے اور تیرے ساتھ بہت ہی کم لوگ ہیں۔ تیرے ساتھ تو تیری اپنی قوم کے لوگ بھی نہیں ہیں جبکہ ہمارے آقا محمد ﷺ کو ان کے رب رحمٰن نے عزت عطا فرمائی

Marfat.com

ہے اور مسلمانوں کی قوت بھی ان کو حاصل ہے"۔

حضرت زید بن ارقم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرا جواب سن کر اس نے کہا:

"میری باتوں کو سنجیدگی سے نہ لینا! میں تو یونہی ہنسی مذاق میں باتیں کر رہا تھا"

میرے آقا نے اس گفتگو کے بارے میں مزید تسلی کرنے کے لئے فرمایا:

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم اس کی گفتگو کو اچھی طرح سے سمجھ نہ سکے ہو اور اس کا غلط مفہوم لے لیا ہو"

"یارسول اللہ! ہرگز نہیں! اس کی باتیں تو اب دوسرے لوگوں تک بھی پہنچ گئی ہیں اور فوجیوں میں یہ باتیں گردش کر رہی ہیں"

بعض لوگوں نے حضرت زید کو اس بات کو مزید بڑھانے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ تم نے اپنی قوم کے سردار کے متعلق خوامخواہ ایسی باتیں منسوب کر دی ہیں۔

"میں نے کوئی غلط الزام نہیں لگایا جو کچھ اس سے سنا وہی بیان کر دیا۔ میں اپنے قبیلے کے سردار کی وجہ سے اس کا احترام کرتا تھا لیکن اب مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے۔ میرے والد نے بھی ایسی بات کہی ہوتی تو میں رسول اللہ ﷺ کو اس سے آگاہ کر دیتا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے میری اس گفتگو کی تصدیق نبی کریم سے کر دے گا"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم کی باتیں سن کر حضور سے درخواست کی:

"یارسول اللہ آپ عباد بن بشر کے ذریعے عبداللہ کو قتل کرا دیں تاکہ اس ذلیل شخص کا خاتمہ ہی ہو جائے"

"عمر! یہ مناسب نہیں ہے، اسطرح لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ محمد نے اب اپنے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اب ہم یہاں نہیں رکیں گے میری طرف سے تم سب ساتھیوں کو یہاں سے روانگی کا حکم پہنچا دو"۔

اگرچہ اس وقت روانگی کا پہلے سے طے شدہ پروگرام نہیں تھا۔ اس اچانک واپسی کے اعلان کے ساتھ ہی میرے آقا اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھ کر ہر کسی نے فوراً اپنا مال سمیٹا اور چلنے کے لئے تیار ہو گئے دوپہر کی شدید دھوپ اور سخت گرمی میں قافلہ واپسی کے لئے روانہ ہوا تو بعض لوگ حیران تھے کہ شدت کی اس گرمی میں سفر کرنے کی کیا جلدی ہے لیکن دراصل صبح کو درپیش آنے والے سانحے کے اثرات زائل کرنے کے لئے وہاں سے روانہ ہو جانا ہی بہتر حکمت عملی تھی۔

عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے عبداللہ اپنے والد کی منافقت سے اچھی طرح آگاہ تھے لیکن وہ خود اس کے خیالات کے برعکس ایک صحیح العقیدہ مسلمان اور عالی مرتبت صحابی رسول تھے۔ انہوں نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ اگر آپ حکم دیں تو میں خود اپنے باپ کو قتل کر دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے فرمان کے مطابق کوئی اور میرے باپ کو قتل کرے اور میں اپنے باپ کے قاتل کو دیکھ کر مشتعل ہو کر اس کو قتل کر کے جہنمی بن جاؤں"۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ گزارش بھی کر دی۔

"یارسول اللہ ﷺ اگر آپ میرے باپ کو معاف کر دیں تو آپ کی کرم نوازی ہوگی کیونکہ آپ درگزر فرمانے والے اور احسان عظیم فرمانے والے ہیں"

رئیس المنافقین کے بیٹے اور اپنے سچے غلام عبداللہ بن عبداللہ کی گفتگو سن کر میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

"عبداللہ! نہ ہی میں نے تمہارے باپ کے قتل کا کوئی ارادہ کیا اور نہ ہی کسی کو قتل کرنے کے لئے کہا ہے جب تک وہ ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس سے بہتر سلوک کریں گے"۔

حضور نے اپنی سواری پر بیٹھ کر روانگی کا حکم دیا تو سارے جاں نثار اسی وقت چلنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ آج کا سفر غیر معمولی سفر تھا۔

Marfat.com

سارا دن سفر جاری رہنے کے بعد بالعموم میرے آقا رات کے آغاز پر آرام فرماتے اور کھانے پینے کا اہتمام کیا جاتا تھا لیکن آج غیر معمولی حالات میں سفر کیا جا رہا تھا اسی لئے یہ سفر جو دوپہر سے شروع ہوا تھا اگلی رات بھی جاری رہا۔ لوگ تھکاوٹ سے چور چور ہو گئے۔ سواریاں نڈھال ہو گئیں رات ختم ہو گئی دوسرا دن نکل آیا اور سفر جاری رہا یہاں تک کہ دوسرے دن کے سورج کی تمازت بڑھنے لگی تب آپ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ لوگ سواریوں سے اترتے ہی بے سدھ ہو کر سو گئے انہیں اتنا ہوش بھی نہیں رہا تھا کہ آپس میں گزشتہ کل کے بارے میں گفتگو کر سکیں۔ یہی میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد تھا کہ لوگوں کو انتشار و افتراق پر مبنی گفتگو کے حوالے سے قیاس آرائیوں کا موقع ہی نہ دیا جائے تا کہ افواہ سازی دم توڑ دے اور یہی ہوا، حالات اب معمول پر آ چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی اپنی صفائیاں دیتا پھر رہا تھا اور ہر کسی سے یہی کہتا تھا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس کا تذکرہ زید بن ارقم نے کیا ہے۔ اس نے میرے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔ حضور نے اس کی گفتگو سن کر خاموشی اختیار فرمائی لیکن بعدازاں رب تعالیٰ نے سورۃ المنافقون نازل فرما کر اس ''رئیس المنافقین'' کا بھانڈا پھوڑ دیا اور یوں حضرت زید بن ارقم کے بیان کردہ واقعہ کی تصدیق ہو گئی۔

اب مدینہ منورہ قریب آ رہا تھا۔

عبداللہ بن ابی نے چونکہ کہا تھا کہ عزت والا ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا اس لئے اپنے باپ کو اس گستاخی کی سزا دینے کے لئے عبداللہ بن عبداللہ مدینہ منورہ کی حدود کے مقام آغاز پر جا کر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا اور کہا کہ ''ذلیل اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتا''۔

بیٹے کو دیکھ کر باپ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا ''تم اپنے باپ کو آنے سے روکو گے؟''

''ہاں! کیونکہ یہ شہرِ نبی ہے اور وہی ہمارے لئے سب سے زیادہ قابلِ احترام اور عزت و عظمت کے حامل ہیں۔ آپ جس کے متعلق اجازت دیں گے وہی اس شہر میں داخل ہو سکے گا''۔

اتنے میں میرے آقا ﷺ کی سواری قریب آ گئی آپ نے باپ بیٹے کی بات چیت سن لی تھی۔ آپ نے تبسم آمیز لہجے میں عبداللہ بن عبداللہ کو حکم دیا ''اپنے باپ کو شہر میں آنے دو''۔

اور یوں رئیس المنافقین کا شہر میں داخلہ ممکن ہو سکا۔ میرے آقا اس دن اگر فوراً لشکر کی روانگی کا حکم نہ دیتے تو نا معلوم کیا صورتحال پیدا ہو جاتی۔

میرے آقا کے بروقت فیصلے سے مدینہ منورہ کی حکومت داخلی انتشار کے ایک خوفناک منصوبے سے محفوظ ہو گئی۔

مدینہ منورہ میں میرے آقا نے ماہ رمضان المبارک میں قیام فرمایا اور حسبِ معمول عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔ مسلمان بھی تلاوت و رکوع و سجود میں مشغول رہے۔ اگلے مہینے ایک اور بڑے خطرے کا چیلنج درپیش تھا۔ اس دفعہ قریش مکہ ابوسفیان کی سربراہی میں ایک بار پھر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مرتبہ غزوہ احد کے برعکس شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی بجائے شہر کے اندر رہ کر حفاظتی تدابیر اختیار کر کے دفاعی حکمت عملی اپنانے کا فیصلہ فرمایا، حفاظتی دفاعی تدابیر کے سلسلے میں شہر کے اردگرد ایک بہت بڑی خندق کھودی گئی تا کہ بیرونی حملہ آور کی افواج اس خندق کو پھلانگ کر شہر میں داخل نہ ہو سکیں۔ اسی وجہ سے اس معرکے کو ''غزوہ خندق'' کہتے ہیں۔ خندق کی وجہ سے قریش مکہ اور ان کے حلیف قبائل پر مشتمل افواج نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن میرے آقا ﷺ کے عزمِ صمیم کی بدولت آپ کے جاں نثاروں کے حوصلے بلند رہے۔ مدینہ منورہ میں باقی ماندہ یہودیوں کی جالبازیوں اور ان کی ریشہ دوانیوں سے بھی آگہی ہو گئی اور نتیجتاً انہیں وہاں

Marfat.com

سے نکلنا پڑا۔ مسلمانوں کو بالآخر کامیابی نصیب ہوئی وہ اس طرح کہ ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد حملہ آور دشمنوں کو نا امید ہو کر واپس لوٹنا پڑا اور انہیں پھر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ بزور شمشیر مسلمانوں کو ختم کرنے کی ان کی آخری بڑی کوشش تھی جس میں وہ ناکام رہے اور مدینہ منورہ میں قائم سرکار مدینہ کی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے جاں نثاروں کو اس کامیابی کے بعد خوشخبری سنائی۔

''اب قریش تم پر کبھی بھی حملہ کرنے کی جسارت نہیں کریں گے اب تم ہی ان پر حملہ آور ہو گے''

فاتح اعظم ﷺ کامیابی اور کامرانی کے حصول کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے اور زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر غسل فرما ہی رہے تھے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے مکین جبرئیل امین حاضر ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کریم سے نامہ و پیام کا سلسلہ کبھی رکتا نہیں تھا۔ جبرئیل امین عرش بریں کے رب العالمین کا پیغام لے کر پہنچے کہ ابھی ہتھیار نہ رکھئے ایک اور معرکہ درپیش ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فرشتوں نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے میں بھی قریش کے قافلوں کو واپس بھگا کر ابھی پہنچا ہوں اب اس وقت یہودیوں کے قبیلے بنو قریضہ کے علاقے کا رخ کیجئے! میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں، ان کے دلوں میں آپ کا رعب اور دبدبہ ڈالنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے۔

حضرت جبرئیل امین اپنے اگلے مشن کی تفصیلات بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کے بعد رخصت ہوئے تو میرے آقا نے مدینہ منورہ میں سرکاری سطح پر اعلان کرا دیا کہ مسلمان یہودیوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی میرے آقا ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کے جرم میں پہلے ہی مدینہ منورہ کی حکومت کی حدود سے نکالے جا چکے تھے۔ اب مدینہ منورہ میں باقی ماندہ یہودی قبیلے بنو قریضہ کی بدعہدی اور مدینہ منورہ کی حکومت کے خلاف سازش اور بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ مفاہمت کی وجہ سے ان کے خلاف کارروائی ناگزیر ہو گئی تھی۔ انہیں بنو نضیر کے یہودیوں سے بھی زیادہ سخت سزا کا سامنا تھا۔ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا لیکن بنو قریضہ نے مملکت کے خلاف سازش کر کے اور قریش مکہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر اور ''میثاق مدینہ'' کے دستور کی خلاف ورزی کر کے خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔

مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں حکومت کا ایک نمائندہ بآواز بلند اعلان کر رہا تھا۔

''اے اللہ کی فوج کے جاں نثارو! اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ جاؤ'' اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ سب لوگ نماز عصر بنو قریضہ کے یہودیوں کے علاقے میں پڑھیں''۔

یہ اعلان سننا تھا کہ جاں نثاران مصطفیٰ جو ایک مہینہ کے طویل محاصرہ اور حالت جنگ کے بعد ابھی تھکان بھی اتار نہ پائے تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگر ایک سربراہ حکومت کا حکم ہو تو اس پر اختلاف رائے کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن جب محبوب رب العالمین کا فرمان ہو تو اس کی صرف اطاعت ہی واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتے تھے جو بھی ارشاد ہوتا وہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تھا، جس کسی جاں نثار کو بھی نماز عصر یہودیوں کے علاقے میں پڑھنے کا حکم ملا اس نے اس دن نماز عصر موخر کر دی ان کے لئے نماز عصر وقت مقررہ پر پڑھنے سے زیادہ سب سے اہم اور ضروری بات یہ تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آقا کی خدمت میں بنو قریضہ کے علاقے میں پہنچا جائے۔

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین اقامت صلوۃ کے ضمن میں وقت مقررہ پر ادائیگی نماز کے قرآنی حکم سے آگاہ تھے لیکن اس سے بھی زیادہ جس اہم ترین اصول سے ان کو آگہی تھی وہ یہ اصول تھا کہ فرمان رسالتمآب ﷺ کی تابعداری سب عبادتوں سے اعلیٰ وارفع اور افضل ہے۔ اس لئے ایسے بہت سے جاں نثار تھے جنہیں بنو قریضہ کے علاقے میں پہنچتے پہنچتے عشاء ہو گئی۔ انہوں نے پھر بھی عصر نہیں پڑھی۔ عشاء

Marfat.com

کے بعد عصر پڑھی کیونکہ میرے آقا کا یہ فرمان اعلان کی صورت ان تک پہنچ چکا تھا کہ عصر وہاں پڑھنا ہے۔ انہوں نے یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی کہ عصر کے وقت وہاں پہنچنا ہے، انہیں تو بس اطاعت کرنا تھی میرے آقا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا تھا۔ عصر وہاں پڑھنا تھی خواہ وہ عشاء کے بعد ہی کیوں نہ پڑھی جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی معلوم تھا کہ یہ لوگ عشاء کے بعد عصر پڑھ رہے ہیں لیکن میرے آقا نے ان سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی کیونکہ میرے آقا کو معلوم تھا کہ ان جانثاروں کے نزدیک نماز کے وقت کی فضیلت سے زیادہ آقا کے فرمان کی اتباع کی اہمیت ہے۔

اس دن میرے آقا نے اسلامی افواج کا علم سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ خود اس شان سے اپنے گھوڑے ''لحیف'' پر سوار ہوئے کہ ایک سو جاں نثاروں کے دستہ نے آپ کو چاروں طرف گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ سینکڑوں مجاہدین پیدل بھی ہمراہ چل رہے تھے۔ یہ مصطفوی قافلہ جب یہودیوں کے قلعے کے قریب پہنچا تو مولا علی شیر خدا نے اسلامی پرچم وہاں گاڑ دیا۔ یہودیوں نے مسلمان افواج اور سپہ سالار اعظم ﷺ کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ ان کے حوصلے جواب دے گئے جیسے ہی حضرت علی کو پرچم تھامے بڑھتا ہوا دیکھا تو یہودیوں نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ جبرئیل امین رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ان کے دلوں پر رعب اور دبدبہ مسلط کر چکے تھے۔ میرے آقا کی تشریف آوری کے بعد ان کو اپنا انجام قریب نظر آنے لگا۔ وہ مغلظات بکنے پر اتر آئے۔ ان کے گستاخانہ کلمات سن کر سیدنا علی المرتضٰی نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ! اگر آپ بذات خود وہاں تشریف نہ لائیں تو بھی کچھ حرج نہیں ہے ان خبیثوں سے ہم نمٹ لیں گے''۔

''لگتا ہے آپ نے ان لوگوں سے میرے متعلق غیر شائستہ کلمات سن لئے ہیں اس وجہ سے آپکو دکھ ہوا ہے''

''جی ہاں یارسول اللہ!''

''وہ جب مجھے دیکھ لیں گے تو پھر کچھ نہیں کہیں گے''

میرے آقا ﷺ نے یہ فرما کر یہودیوں کے قلعے کی طرف پیش قدمی جاری رکھی جب قلعے کے قریب پہنچ گئے تو یہودیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''تم ان لوگوں کے بھائی ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندر بنا دیا تھا لیکن تم نے عبرت حاصل نہیں کی، اب تم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے کس طرح تم کو ذلیل و رسوا کیا ہے اور کس طرح کا عذاب تم پر نازل کیا ہے''۔

میرے آقا ﷺ کے فرمان کا یہودیوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ سہمے ہوئے اپنے گھروں میں چھپ گئے، ان کو باہر نکلنے کی ہمت ہی نہ پڑی۔ بہت سے جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ نے اس دن دحیہ بن خلیفہ کلبی کو ایک سفید خچر پر آراستہ زین پوش پر بیٹھے ہوئے وہاں گزرتے ہوئے دیکھا تھا اور حیران تھے کہ یہ خوبصورت چہرے والا وجیہہ شخص کہاں جا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا: ''وہ دحیہ نہیں تھے بلکہ دحیہ کلبی کی صورت میں جبرئیل امین تھے جو یہودیوں کے حوصلے پست کرنے اور ان پر رعب و دبدبہ مسلط کرنے کے لئے آئے تھے''۔ میرے آقا ﷺ نے اس علاقے میں ایک کنویں کے قریب اپنا کیمپ لگایا۔

جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ قافلہ در قافلہ مختلف علاقوں سے والہانہ انداز میں پہنچ رہے تھے۔ عشاء کی نماز کے وقت سارا علاقہ مسلمان مجاہدین سے بھر چکا تھا۔ میرے آقا ﷺ نے یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں پچیس راتیں قیام فرمایا، حکمت عملی یہ تھی کہ یہودیوں کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو مدینہ منورہ کی حکومت کے حوالے کر دیں تاکہ قانون الٰہی کے مطابق ان سے نمٹا جائے۔ اس دوران یہودی اپنے قلعے سے تیر پھینکتے اور سنگ زنی کرتے رہے۔ مسلمان افواج نے

Marfat.com

میرے آقا کی قیادت میں ان کا منہ توڑ جواب دیا جس سے انہوں نے خاموشی اختیار کر لی اور مفاہمت کی کوششیں شروع کر دیں۔ان کے نمائندے بناش بن قیس نے بنونضیر قبیلے کے یہودیوں کی طرح اپنے قبیلے کے لئے بحفاظت مدینہ منورہ کی حکومت کی حدود سے نکل جانے کی درخواست کی جس کو میرے آقا ﷺ نے مسترد کر دیا۔اب یہودیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کے لئے لڑ کر اپنی جانیں قربان کرنے یا پھر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا اگر چہ ان کے سردار کعب ابن اسد نے یہ تجویز بھی دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اسے یقین تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں جن کے تذکرے آسمانی کتابوں میں موجود تھے۔اس کو اس بات کا بہت رنج تھا کہ یہودیوں نے سازشی ذہن والے حی بن اخطب کے کہنے میں آکر مسلمانوں کی حکومت کے خلاف سازش کی اور باہمی معاہدہ کی خلاف ورزی کی لیکن یہودیوں نے اپنے سردار کعب ابن اسد کے صحیح مشورے کو قبول کرنے کی بجائے اپنے آپ کو مدینہ منورہ کی حکومت کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی تجویز کو سب سے زیادہ مناسب سمجھا۔ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اپنی جانیں بچا سکیں گے۔

پچیس دنوں کے محاصرہ کے بعد جب یہودیوں نے سرکار مدینہ کے سامنے ہتھیار ڈالے تو ان کی عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کر دیا گیا دیگر تمام مردوں کو رسیوں سے جکڑ کر لایا گیا۔یہودیوں نے یہ ہتھیار ڈالنے اور اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کرنے کا فیصلہ اپنے ایک دوست قبیلے کے نمائندہ حضرت ابولبابہ سے ملاقات کے بعد کیا تھا۔یہودیوں کو یقین ہو چکا تھا کہ ان کے دوست قبائل ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔انہوں نے ابولبابہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو میرے آقا نے اپنے اس صحابی کو یہودیوں سے مذاکرات کی اجازت دے دی۔ابولبابہ اس وقت یہودیوں کے دوست بن کر نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جاں نثار سپاہی کی حیثیت سے ان سے مذاکرات کر رہے تھے۔وہ یہودیوں کے قلعے میں ان سے گفتگو کرنے کے لئے پہنچے تو وہاں عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار سن کر ان کا دل بھر آیا۔یہودیوں کو اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔انہوں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا تھا اور پوچھا کہ کیا ہم اب مسلمانوں سے مصالحت کر لیں اور ہتھیار ڈال دیں۔

ابولبابہ نے انہیں ہتھیار ڈالنے کا مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر انہیں اشارہ دے دیا کہ اپنے آپ کو حوالے کرنے کی صورت میں ان کی جانوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور گلے کاٹ دیئے جائیں گے۔ایک لمحے میں ابولبابہ نے ہاتھ سے اشارہ تو کر دیا لیکن دوسرے ہی لمحے ان کو خیال آیا کہ انہوں نے اپنے آقا سے خیانت کی ہے اور ایک خفیہ بات ان کو بتا دی ہے اس لئے فوراً وہاں سے نکل کر مسجد نبوی کے ایک ستون سے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھ دیا۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کو قبول فرماتے ہوئے اپنے حبیب کریم کے ہاتھوں انہیں خود اختیار کردہ اسیری سے رہائی دلائی۔

یہودی ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کرنا چاہئے یا مقابلہ کرنے کے لئے باہر آنا چاہئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک نعرہ مستانہ نے یہودیوں کو اپنے قلعے سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا۔مولا علی نے ارشاد فرمایا:

''اے اہل ایمان فوجی جوانو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں شہادت کے لئے پُرعزم ہوں۔اب میں بھی حمزہ کی طرح جام شہادت نوش کروں گا یا پھر یہودیوں کا قلعہ فتح کر کے دم لوں گا''

سیدنا علی شیر خدا کی یہ للکار سنی تو یہودیوں کے رہے سہے حوصلے بھی ختم ہو گئے اور انہوں نے قلعہ سے باہر نکل کر اپنے آپ کو مسلمان افواج کی تحویل میں دے دیا۔

مجاہدین اسلام ان کے قلعے میں داخل ہو گئے وہاں ہر طرف اسلحے کے انبار لگے ہوئے تھے۔بغیر کسی لڑائی کے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو

Marfat.com

ہزار نیزے، پانچ سوڈھالیں مسلمانوں کے قبضے میں آگئیں۔ جنگی تیاریوں سے لیس گھوڑے اور اونٹ اس کے علاوہ تھے۔

یہودی سردار کعب بن اسد اسی حالت میں دربار رسالت میں لایا گیا کہ اس کا قیمتی لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ اس مغرور شخص نے اپنا فاخرانہ لباس خود ہی مختلف جگہوں سے پھاڑ دیا تھا تا کہ اس کے بعد کوئی اور اس کو پہننے کے قابل نہ ہو سکے۔ وہ اپنی گردن کے پیچھے رسی سے بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جب میرے آقا کے سامنے پیش ہوا تو کہنے لگا:

''مجھے اس بات پر کبھی افسوس نہیں ہوا کہ میں نے ہمیشہ آپ کی مخالفت کی لیکن جس کے نصیب میں ذلت لکھی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت مل کر ہی رہتی ہے''۔

یہودیوں نے جب اپنے آپ کو قانون کے رحم و کرم کے حوالے کر دیا تو بنی اوس قبیلے کے مسلمانوں نے کوششیں شروع کر دیں کہ کسی طرح یہودیوں کی جاں بخشی ہو جائے اور ان کو اسی طرح مدینہ چھوڑ کر چلے جانے کی اجازت مل جائے جس طرح بنو نضیر قبیلے کے یہودیوں کو بنو خزرج قبیلہ کے مسلمانوں کی سفارش پر اپنا مال و اسباب ساتھ لے کر چلے جانے کی اجازت ملی تھی۔ میرے آقا نے اس تجویز کو مسترد فرما دیا۔

حالت جنگ میں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کا جرم اتنا بڑا تھا کہ اس کی معافی ممکن ہی نہیں تھی۔ سرکار مدینہ جانتے تھے کہ عربوں کے اندر قبائلی عصبیت شدید ترین ہوتی ہے۔ اس لئے اس تاثر کا خاتمہ کرنے کے لئے کہ بنی اوس کی درخواست نہیں مانی جارہی جبکہ بنی خزرج کی سفارش پر بنو نضیر کے یہودیوں کو جانے دیا گیا تھا میرے آقا نے فیصلہ فرمایا کہ یہودیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک کا فیصلہ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کریں گے۔ اس حکیمانہ فیصلے سے اوس کے نوجوانوں کے جذبات بھی مطمئن ہو گئے۔ وہ اپنے زخمی سردار کو گدھے پر بٹھا کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں لے آئے اور راستے میں انہیں قائل کرتے رہے کہ وہ یہودیوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں لیکن حضرت سعد نے جواباً کہا کہ انہیں کسی کی تنقید کی پرواہ نہیں ہے غزوہ خندق کے دوران یہ زخمی ہو گئے تھے۔

ان دنوں ایک خاتون ''رفیدہ'' کے کلینک میں زیر علاج تھے جو ایک خیمہ کے اندر بنایا گیا تھا۔ زخم گہرا تھا اور اسی زخم کی وجہ سے چند دنوں بعد ان کا انتقال بھی ہو گیا لیکن آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم ملا تو اپنے قبیلے کے افراد کی مدد سے سواری پر بیٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جیسے ہی اس جاں نثار قبائلی سردار کو آتے دیکھا تو میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''اپنے سردار کے لئے احتراماً کھڑے ہو جاؤ''

اس دلنواز قائد انسانیت ﷺ کا ایک ایک لمحہ اپنے جاں نثاروں اور غلاموں کی تربیت کر رہا تھا۔ میرے آقا نے سعد بن معاذ کے استقبال کے لئے احتراماً کھڑے ہو جانے کا حکم دے کر بتا دیا کہ ''قیام احترام'' شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔ جیسے ہی سعد بن معاذ نے اپنی نشست سنبھالی میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''آپ کو اس لئے بلایا گیا ہے کہ آپ ان یہودیوں کے بارے میں فیصلہ کیجئے''

قبیلہ اوس کے اس جہاندیدہ اور صائب الرائے قائد نے میرے آقا کی طرف دیکھتے ہوئے گزارش کی:

''میری کیا مجال کہ کوئی فیصلہ کروں! اللہ اور اس کا رسول ہی کوئی فیصلہ صادر کر سکتے ہیں''

''لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اس معاملے میں آپ ہی کوئی فیصلہ کریں''

یہ فیصلہ بظاہر تو میرے آقا کا تھا لیکن نبی کریم کا فیصلہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی فیصلہ تھا۔ اب ادب کی بجائے ''امر'' کی تعمیل ضروری تھی اس لئے فیصلہ کرنے سے پہلے حضرت سعد نے اتمام حجت کے لئے شرکاء محفل سے سوال کیا:

''کیا آپ میرے فیصلے کو تسلیم کریں گے''

Marfat.com

ادب رسالت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت سعد نے اپنی نگاہیں نیچی رکھی ہوئی تھیں کیونکہ شرکاء محفل میں آقا علیہ الصلوۃ و السلام بھی موجود تھے۔

سب نے جواب دیا کہ "ہم آپ کا فیصلہ تسلیم کریں گے"۔

حضرت سعد اپنے فیصلے کی پیشگی توثیق آقا سے بھی چاہتے تھے اس لئے بہت عمدگی سے اپنے سوال کو ترتیب دیتے ہوئے پوچھا:

"کیا یہاں موجود ہر شخص کے لئے میرا فیصلہ قابل قبول ہوگا"

رہبر انسانیت ﷺ حضرت سعد کی منشا اور مفہوم کو سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا:

"سعد تمہارا فیصلہ مجھ کو بھی قبول ہوگا اور اسے نافذ کیا جائے گا"

جیسے ہی میرے آقا نے سعد کے ہونے والے فیصلے کی توثیق کی تو انہوں نے فرمایا "میرا فیصلہ یہ ہے کہ تمام یہودی مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے"

محفل میں ایک لمحے کے لئے سناٹا طاری ہوگیا، سب رخ مصطفیٰ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہاں کے کیا تاثرات ہیں۔ سب کی نگاہیں رخ انور کی طرف گڑی تھیں کہ وحی الٰہی کے پیکر نے لب کشائی کی "سعد! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہی سات آسمانوں کی بلندی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے"

جونہی فیصلہ سنایا گیا مسلمان افواج کو مدینہ منورہ جانے اور وہاں اس فیصلے کی تکمیل کے لئے انتظامات کا حکم دے دیا گیا۔ عورتیں اور بچے ایک بڑی حویلی میں قید کر دیئے گئے تھے جنہیں حضرت سعد بن زید انصاری کی تحویل میں بعد ازاں نجد لے جا کر فروخت کر دیا گیا اور اس سے جو رقم ملی اسلامی افواج کے لئے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے۔

میرے آقا ﷺ نے اپنی نگرانی میں مدینہ منورہ میں گڑھے کھدوائے۔ یہودی مردوں کو قافلہ در قافلہ بلایا جاتا اور ایک ایک کی گردن کاٹ دی جاتی اس طرح تقریباً سات سو یہودیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

مدینہ منورہ کے یہودی اپنے انجام کو پہنچ چکے تو سرکار مدینہ نے خیبر کے ایک یہودی سردار ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے خاتمے کے لئے ایک کمانڈو دستہ عبداللہ بن انیس کی سربراہی میں بھیجا۔ اس نے خیبر میں ایک قلعہ بنا رکھا تھا اور وہیں سے مدینہ منورہ کی حکومت کے خلاف منصوبہ سازی کرتا رہتا تھا۔ کمانڈو دستے کے سربراہ عبداللہ بہانے سے سرشام قلعے کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے اور چھپ گئے۔ دربان نے قلعے کا پھاٹک بند کر کے ساری چابیاں ایک طرف لٹکا دیں تو انہوں نے چابیوں کا گچھا اٹھایا اور ایک ایک کر کے دروازے کھولتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ اندر سے بند کرتے چلے تا کہ کوئی تعاقب کرے تو ان تک پہنچ نہ سکے ابورافع سلام کو تلاش کرتے کرتے بالآخر وہ اس کی خوابگاہ تک پہنچ گئے اور تلوار کے وار سے اس کو قتل کر دیا۔ واپس جلدی سے آتے ہوئے ان کا پاؤں ایک سیڑھی سے پھسلا اور ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی لیکن انہوں نے پنڈلی کو پگڑی سے کس کر باندھ لیا اور باہر دروازے کے قریب بیٹھ گئے اور فیصلہ کیا کہ اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک اس کے قتل کی تصدیق نہ ہو جائے۔ علی الصبح جب قلعے کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان ہوا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنائی اور وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ سیدھے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچے آپ نے مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا: "عبداللہ اپنا پاؤں آگے کرنا" جاں نثار نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آقا نے اپنا دست شفقت ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر پھیرا تو ایک لمحے میں ان کی تکلیف جاتی رہی اور ہڈی جوڑنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ ایسے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

چند دنوں بعد آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے عبداللہ بن انیس کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ خالد بن سفیان مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے

Marfat.com

لوگوں کو ورغلا رہا ہے اس لئے اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ عبداللہ نے حکم ملتے ہی فوراً روانگی کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن انہیں نماز کی ادائیگی کے لئے فرمان رسالتمآب کی تعمیل کی تاخیر گوارا نہیں تھی۔ اس لئے نماز کی نیت باندھ لی اور چل پڑے۔ ایسی نماز بھی چشم فلک نے کب دیکھی ہوگی کہ دشمن کو قتل کرنے کی مہم کا سفر بھی جاری ہے اور نماز بھی چلتے چلتے پڑھی جا رہی ہے۔ صحابہ کرام اس حقیقت کو بخوبی جانتے تھے کہ جملہ فرائض فروع ہیں۔ اصل الاصول بندگی اس ''تاجدار مدینہ'' ﷺ کی ہے۔ عبداللہ بن انیس نے جیسے ہی خالد بن سفیان کو دیکھا تو تسلی کے لئے پوچھا:

''میں نے سنا ہے کہ تم مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

''ہاں! میں اس کی تیاری کر رہا ہوں''

''کیا اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں''

''لیکن تم کون ہو؟''

''مجھے ایک اپنا عرب خیر خواہ دوست سمجھو''

جیسے ہی عبداللہ بن انیس نے خالد کا اعتماد حاصل کر لیا اس کو لے کر ایک علیحدہ جگہ چلے گئے تنہائی میں موقع پاتے ہی تلوار کا ایسا وار کیا کہ سفیان کا سر کاٹ کر رکھ دیا، اس کے فوراً بعد بارگاہ رسالتمآب میں حاضری کے لئے چل دیئے۔

میرے آقا نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: ''کامیاب چہرے والا آ گیا''۔ عبداللہ بن انیس نے دشمن اسلام کے قتل کی خبر سنائی تو حضور نے انہیں اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا، عبداللہ بن انیس آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے چل پڑے۔ حضور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے جیسے باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں اپنا ''عصا'' تھا اس مبارک چھڑی کو عبداللہ بن انیس کو تحفہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے ابن انیس! اسے سنبھال کر رکھنا!''

مجاہد نے دیوانہ وار عصا کو تھاما اور خوشی خوشی واپس چل دیئے۔ دوستوں کے درمیان پہنچے تو اس تحفہ عظیم کی خوشخبری سنائی۔

''لیکن آپ کو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ یہ ''عصا'' کیوں دیا ہے'' عبداللہ کو احساس ہوا کہ ان کو یہ سوال بارگاہ نبوی سے پوچھنا چاہئے تھا، اس نے فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور گزارش کی ''یا رسول اللہ! اس ''عصا'' کو ''عطا'' فرمانے کا مقصد کیا ہے''

میرے آقا ﷺ نے شفقت بھرے انداز سے اپنے جاں نثار کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''یہ عصا روز قیامت میرے اور تمہارے درمیان محبت کی یادگار کے طور پر کام آئے گا۔ اس روز تم اس کے سہارے پر کھڑے ہو گے جس دن بہت کم لوگوں کو کسی چیز پر ٹیک لگانے کی سہولت میسر ہوگی''۔ عبداللہ بن انیس آقا کی اس عنایت کریمانہ پر جھوم گئے اور زندگی بھر اسے جان سے عزیز سمجھا۔ وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ اسے میرے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انہیں یقین تھا کہ صبح قیامت تک اس عصائے مصطفیٰ کو دیمک نہیں چاٹ سکتی یہ صحیح سلامت رہے گا۔ ان کا ایمان تھا روز قیامت وہ اس ''عصا'' کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوں گے اور سرخرو ہوں گے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے ہجرت کے پانچویں سال ایک جاہلانہ رسم کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ایک نکاح فرمایا۔ یہ نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ ہوا یوں تھا کہ آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ قبائلی رسوم و رواج کے تحت زید بن محمد ﷺ کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ میرے آقا نے اس آزاد کردہ غلام کی شادی اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب سے کر دی تھی لیکن معاشرتی حالات کے تفاوت کی وجہ سے یہ ازدواجی بندھن زیادہ دیر نہ نبھ سکا اور بالآخر یہ رشتہ شادی کی ناکامی کی صورت میں طلاق پر ختم ہوا۔

Marfat.com

میرے آقا نے اللہ رب العالمین کے حکم کے تحت حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو کافرین ومنافقین نے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ان کا کہنا یہ تھا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ کے ساتھ شادی کرنا اپنی بہو کے ساتھ شادی کرنے کی طرح ہے لیکن اللہ تعالیٰ جاہلانہ معاشرہ کے اس غلط رواج کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔اس لئے رب العالمین نے اپنے محبوب کریم کو حکم دیا کہ وہ یہ نکاح فرما کر دور جاہلیت کے فرسودہ رسم ورواج کے خاتمے کے لئے امت مسلمہ کے لئے ایک نصیب العین اور واضح اصول کا تعین کر دیں۔اب یہ اصول ہمیشہ کے لئے طے ہو گیا کہ منہ بولا بیٹا اپنے بیٹے کی طرح نہیں ہوتا،اس سے بیٹے کی طرح شفقت تو کی جاسکتی ہے لیکن جو عائلی قوانین بیٹے بیٹیوں پر نافذ ہوتے ہیں ان کا اطلاق منہ بولے بیٹے بیٹیوں پر نہیں کیا جاسکتا۔نہیں کیا جانا چاہئے! مسلسل جنگی معرکوں اور دشمن کے خلاف معرکہ آرائیوں سے ذرا فرصت ملی تو میرے آقا نے مدینہ منورہ میں صحت مند سرگرمیوں اور کھیلوں کی طرف لوگوں کو راغب کرنے کے لئے گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا۔

حکومت کا ایک اہم کام اپنے شہریوں کو ذہنی آسودگی دینے کے لئے اور صحت مند بنانے کے لئے ''کھیلوں'' کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی بھی ہے۔میرے آقا نے اس سلسلے میں گھوڑوں کے ساتھ ساتھ اونٹوں کی دوڑ کا اہتمام بھی فرمایا۔عرب گھوڑوں اور اونٹوں کے پالنے میں ہمیشہ سے شوقین رہے تھے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی کی ترغیب دلائی۔خود بھی عمدہ جانور رکھے اور عمدہ جانوروں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے۔ہجرت کے پانچویں سال مدینہ منورہ میں ہونے والی گھڑ دوڑ ان مخصوص گھوڑوں کے لئے تھی جنہیں اس دوڑ کے لئے خصوصی طور پر تیار کیا گیا تھا۔ان گھوڑوں کو پہلے کھلا پلا کر موٹا کیا جاتا تھا جب یہ خوب صحت مند ہو جاتے تھے تو پھر ان کو دوڑنے کی پریکٹس کرائی جاتی جس سے وہ بہت پھرتیلے ہو جاتے۔میرے آقا نے اس گھڑ دوڑ کے لئے ''جوٹریک'' بنوایا وہ ایک میل تھا،جو مسجد زریق سے مدینہ منورہ کے آخری کونے ''ثنیۃ الوداع'' تک کا علاقہ تھا۔حضور نے دلچسپی سے اس مقابلے کو دیکھا۔اونٹ دوڑ میں میرے آقا کی اونٹنی ''عضباء'' بھی شریک ہوتی اور اول پوزیشن حاصل کرتی۔ایک دفعہ صحرائی نوجوان کا اونٹ پہلے نمبر پر آ گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا:

''جو چیز مغرور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچا کر دیتا ہے''

مطلب یہ تھا کہ اس اونٹنی نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ہمیشہ ہی اول آئے گی۔افراد ہوں یا جانور جب کارگہ حیات میں اپنے آپ کو مستعد نہیں رکھتے تو پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس سال اسلام کے ضابطہ حیات کے ایک اہم ستون حج بیت اللہ کی فرضیت کا حکم آیا۔مسلمانوں نے مدینہ منورہ سے پہلی مرتبہ ہجرت کے نو سال بعد حج کے لئے سفر اختیار کیا جبکہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات طیبہ کے آخری برس یعنی دس ہجری میں حج ادا فرمایا۔

محرم الحرام 6 ہجری کی دس تاریخ تھی کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاں نثاروں کا ایک دستہ نجد کے علاقے میں بھیجا تاکہ وہاں سے بغاوت کی جو خبریں آرہی تھیں ان کا جائزہ لیا جاسکے اور سازشی عناصر کا قلع قمع کیا جائے۔چھاپہ مار دستہ نے جیسے ہی حملہ کیا نجدی بھاگ گئے۔اس مہم میں بھی اونٹ اور بکریاں ہانک کر مدینہ منورہ لائے گئے۔واپس آتے ہوئے جانبازوں نے ایک مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لیا۔یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی کیونکہ یہ قبائلی سردار مسیلمہ کذاب کے آلہ کار کے طور پر کام کر رہا تھا اور میرے آقا کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا تو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیا گیا۔حضور وہاں سے گزرے تو ثمامہ بن اثال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''ثمامہ تم کیا کہنا چاہتے ہو''

''سب کچھ ٹھیک ہے! یہ تو آپ پر منحصر ہے کہ آپ مجھے قتل کرتے ہیں یا آزاد کرتے ہیں۔اگر قتل کریں گے تو میں اس کا مستحق ہوں،اگر آپ معافی دیں گے تو یہ ایک قدر دان پر احسان ہوگا جسے وہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔اگر آپ مال طلب فرمائیں تو وہ بھی آپ جتنا چاہیں پیش کر سکتا

Marfat.com

ہوں''۔

میرے آقا کو معلوم تھا کہ اس شائستہ گفتگو کرنے والے قبائلی سردار کے اندر پیغام حق قبول کرنے کا جذبہ موجود ہے اور اس کو حسن سلوک سے گرویدہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو ثمامہ بن اثال کا خصوصی خیال رکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے اہل خانہ کو بھی فرمادیا تھا کہ آپ کی اونٹنی کا دودھ صبح وشام ثمامہ کے لئے مسجد میں بھجوایا جائے اور کھانا بھی۔ میرے آقا جب بھی مسجد میں آتے ثمامہ سے گفتگو فرماتے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔

تیسرے دن میرے آقا نے ثمامہ کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ ثمامہ قریبی کھجور کے باغ میں چلے گئے وہاں جا کر غسل کیا اور پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر ہمیشہ کے لئے دربار رسالت کے اسیر ہو گئے۔ میرے آقا کے حسن سلوک نے اس سلیم الفطرت سردار پر ایسا اثر کیا تھا کہ انہوں نے رہائی کے بعد غلامی رسول میں آنے کے فیصلے میں تھوڑی سی بھی تاخیر نہیں کی۔ اس رات جب میرے آقا کے گھر سے کھانا اور دودھ آیا تو ثمامہ نے معمول سے کم کھایا جبکہ وہ پہلے پیٹ بھر کر کھاتے اور پھر بھی پیٹ نہ بھرتا۔ حضور نے اس تبدیلی کا مشاہدہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مومن اور کافر کے کھانے کے انداز میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کافر اپنے حرص کی وجہ سے اتنا کھاتا ہے کہ اس کی سات آنتوں تک چلا جائے جبکہ مومن کے لئے ایک آنت کی ضرورت کے لئے کھانا بھی کافی ہوتا ہے کیونکہ مومن کے اندر قناعت واستغناء کا جذبہ ہوتا ہے''

ثمامہ بن اثال نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اپنے قلبی جذبات کا اظہار یوں کیا:

''یارسول اللہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں آپ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مجھے اب آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین نظر آتا ہے، پہلے اسلام سے مجھے نفرت تھی، اب مجھے اس دین سے سب سے زیادہ محبت ہے، پہلے آپ کا شہر اچھا نہیں لگتا تھا، آپ کی وجہ سے اب یہ شہر میرا محبوب ترین شہر بن گیا ہے''

میرے آقا نے ثمامہ کے آئندہ کے ارادے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پوچھا:

''میں عمرہ کی نیت سے جارہا تھا کہ گرفتار کر لیا گیا، اب آپ جیسے حکم فرمائیں گے تعمیل ہوگی''

''آپ عمرہ کے لئے جائیے! آپ کا عمرہ قبول ہوگا''

ثمامہ دربار رسالت سے پیشگی قبولیت کی سند لے کر شاداں وفرحاں مکہ مکرمہ پہنچے تو سرداران قریش پر غم کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا انہیں ثمامہ بن اثال جیسے بارسوخ سردار کے قبول اسلام پر شدید صدمہ ہوا۔ انہوں نے ثمامہ کو اسلام سے لاتعلقی کا اعلان کرنے کے لئے بہت اکسایا اور طعنے بھی دیئے لیکن عاشق صادق نے ان کی کسی بھی بات کو اہمیت نہ دی اور مکہ سے جاتے جاتے انہیں دھمکی دے گئے 'اب تمہیں ''یمامہ'' کے علاقہ سے گندم کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔ یاد رکھو کہ اب تم ہمارے علاقے سے غذائی اجناس کی اس وقت تک توقع نہ رکھنا جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے''۔

ثمامہ بن اثال نے اپنا وعدہ نبھایا اور یمامہ جا کر مکہ کو غلہ کی ترسیل بند کر دی جب مکہ کے سرداروں کو یقین ہو گیا کہ ''یمامہ'' کا سردار ہمیں کسی حالت میں بھی گندم نہیں بھیجے گا تو انہوں نے سرکار مدینہ سے درخواست کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنا نمائندہ مدینہ منورہ بھیجا جس نے درخواست کی کہ یمامہ کے سردار کو مکہ کے لئے گندم کی ترسیل شروع کرنے کا حکم دیا جائے۔ مدینہ منورہ سے جب تک میرے آقا کا خط ''یمامہ'' پہنچا حضرت ثمامہ نے غذائی اجناس روانہ کرنے کا سلسلہ روک کر مکہ والوں کو سبق دکھا دیا کہ اب وہ غذائی ضروریات کے لئے بھی مدینہ منورہ کی حکومت کے رحم وکرم پر ہیں۔

Marfat.com

بنو قریضہ کے یہودیوں کے قتل عام اور ان کے اہل خانہ کے انخلاء کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ اب داخلی انتشار اور اندرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے کافی حد تک محفوظ ہو چکا تھا۔ اس دوران میرے آقا نے مدینہ میں قیام فرمایا اور اپنے غلاموں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کو ''رجیع'' کی وادی میں اپنے جاں نثاروں کا بے دردی سے قتل ابھی تک یاد تھا جنہیں دشمنان اسلام تبلیغ کے بہانے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور پھر ان میں سے آٹھ کو تنہائی میں جا کر قتل کر دیا تھا اور دو کو مکہ کے سرداروں کے حوالے کر دیا تھا جنہیں مکہ میں سر عام تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا تھا۔

ان شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سپہ سالار اعظم ﷺ دو سو کمانڈوز کے ہمراہ چھ ہجری کے جمادی الاول میں ''بنی لحیان'' سے ان کی بہیمانہ کارروائی کا انتقام لینے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس علاقے کے لوگوں نے تبلیغ کے نام پر مبلغین کو ہمراہ لے جا کر دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جو قافلہ میرے آقا کے ہمراہ تھا وہ اس عزم سے نکلے تھے کہ جب تک سازشی دشمنوں سے انتقام نہیں لیا جاتا مدینہ منورہ واپس نہیں آئیں گے کہ اسلام کی تبلیغ دین کے اہم تقاضوں میں سے ہے لیکن جب مبلغین کی زندگی کے چراغ بجھنے لگیں تو بزور شمشیر دشمنوں کو سبق سکھا کر ہی اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں عزت نفس کا تحفظ ممکن ہو سکتا ہے۔ ''بنو لحیان'' کا علاقہ حجاز میں مکہ کی حدود کے قریب تھا۔ میرے آقا نے مدینہ منورہ میں چھ ماہ تک اس علاقے میں پیش قدمی کے لئے انتظار اس لئے کیا کہ پہلے آپ، مدینہ منورہ کے داخلی معاملات کو مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حفاظتی تدابیر کے پیش نظر اس علاقے میں جانے کا فیصلہ خفیہ رکھا۔ بظاہر یہ لگتا تھا کہ آپ شام کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے وقت لوگوں نے یہی سمجھا کہ شام کی سرحدوں کی طرف پیش قدمی مقصود ہے۔ لیکن دوران سفر آپ نے راستہ بدلا اور اچانک ''بنو لحیان' پر حملہ کی غرض سے، بہت تیزی سے ان کے علاقے پہنچے لیکن کسی طرح ان لوگوں کو اسلامی دستے کی آمد کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ اپنے رہائشی علاقے چھوڑ کر پہاڑی ٹیلوں پر چڑھ گئے اور غاروں میں پناہ گزین ہو گئے۔ آپ نے اس علاقے میں دو دن قیام فرمایا: مختلف جاں نثاروں کو ٹولیوں کی صورت میں دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے یا ان کو گرفتار کرنے کی نیت سے بھیجا لیکن ان کے لوگ بہت بلندی پر جا کر چھپ گئے تھے اس لئے ہاتھ نہ آ سکے۔ وہاں سے آپ نے ''عسفان'' کی طرف پیش قدمی کی اور کافی دن وہاں قیام فرمایا: یہاں سے آپ ﷺ نے مختلف علاقوں میں دستے بھیجے۔ مقصد یہ تھا کہ مکہ والوں کو پتہ چل جائے کہ اب سرکار مدینہ ﷺ کے جاں نثار مکۃ المکرمہ کی فتح کی منزل سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اب ان کے قدم مکۃ المکرمہ کی علاقائی سرحدوں تک آ گئے ہیں اور یہاں پہنچ کر نہ صرف وہ اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں بلکہ سرکش اور باغی قبائل کو ان کی بدعہدی کا سبق بھی سکھانے آئے ہیں۔

چودہ دن اس علاقے میں قیام فرمانے کے بعد میرے آقا اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

انہی دنوں مدینہ منورہ کے مضافات میں ''غابہ'' کی چراگاہ پر عیینہ بن حصین کی سرکردگی میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ اس چراگاہ میں مسلمانوں کے جانور چرائے جاتے تھے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنیوں کی حفاظت کے لئے حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے اپنی اہلیہ کے ہمراہ یہاں ہر وقت موجود رہتے تھے۔ وہ ان اونٹنیوں کی دیکھ بھال بھی کرتے اور سر شام اونٹنیوں کا دودھ مدینہ منورہ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے۔ ڈاکو انہیں شہید کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں پر موجود بیس اونٹنیوں کو اپنے ساتھ ہانک کر لے گئے اور ان کی اہلیہ کو بھی گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔ ''ثنیۃ الوداع'' مدینہ منورہ کی شہر سے باہر آخری حدود کا علاقہ تھا، یہاں پر گھوڑوں کی آمد و رفت کو سب سے پہلے سلمہ بن عمرو الاکوع نے دیکھا، انہیں احساس ہو گیا کہ خطرہ ہے۔ انہوں نے عرب معاشرہ کے دستور کے مطابق باآواز بلند ''واصباحا'' کا نعرہ لگا کر خطرناک صورتحال سے آگاہ کیا اور پھر وہ اکیلے اس طرف دوڑ پڑے۔ وہ تیر بھی برساتے جاتے تھے اور بار بار

Marfat.com

بلند خطرہ سے آگاہ بھی کرتے جاتے تھے۔ میرے آقا کو جونہی سلمہ بن عمرو کے ردعمل کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''وہاں کوئی خطرہ ہے، فوراً مدد کو وہاں پہنچنا چاہئے'' میرے آقا کا فرمان سنتے ہی جاں نثار بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ آپ نے فوری طور پر ایک دستہ کی سربراہی حضرت سعد بن زید کو تفویض کی اور انہیں حکم دیا ''فوراً خطرے والی جگہ پہنچیں، میں بھی وہاں کچھ دیر بعد آ رہا ہوں'' آٹھ گھڑ سواروں پر مشتمل اس دستہ نے برق رفتاری سے ڈاکوؤں کا تعاقب کر کے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ ان جاں نثاروں کی آمد سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع اکیلے ہی ان ڈاکوؤں کو اپنی تیر اندازی سے بھاگ جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ اور انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ جانے میں عافیت سمجھی تھی۔ حضرت سلمہ بن اکوع پہاڑ کی بلندی پر تھے اس لئے انہیں ڈاکوؤں پر نشانہ باندھ کر تیر چلانے میں آسانی تھی جبکہ ڈاکوؤں کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ اوپر پہاڑ پر چڑھ کر حضرت سلمہ کو اپنی گرفت میں لے سکیں۔ ایک دفعہ انہوں نے اوپر چڑھنے کا ارادہ بھی کیا لیکن حضرت سلمہ کی غضبناک للکار سے ڈر کر رک گئے۔ اتنے میں مسلمانوں کا دستہ مدینہ منورہ سے آ گیا۔ اس دستہ کے مجاہد حضرت ابوقتادہ نے سب سے پہلے ڈاکوؤں کے سردار عینیہ بن حصین کے بیٹے کو قتل کر کے اس کی لاش پر اپنی چادر ڈال دی اور آگے بڑھ گئے تاکہ دوسرے ڈاکوؤں کا تعاقب جاری رکھیں۔ آگے پہنچے تو انہوں نے سلمہ بن اکوع کو بقایا دشمنوں کو للکارتے ہوئے سنا۔ وہاں تھوڑی سی جھڑپ ہوئی ایک مجاہد اخرم الاسدی شہید ہو گئے۔ حضرت ابوقتادہ نے یہاں پر عینیہ بن حصین کے دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن کو موت کے گھاٹ اتار دیا میرے آقا نبی اکرم ﷺ اپنے غلاموں کے ہمراہ جب وہاں پہنچے تو راستے میں ایک لاش پر ابوقتادہ کی چادر پڑی ہوئی دیکھی۔ ساتھ ہی ابوقتادہ کا زخمی گھوڑا ایک طرف گرا پڑا تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر صحابہ کرام نے سمجھا کہ ابوقتادہ نے اپنی جان کی قربانی دے دی ہے۔

وہ غمگین لہجے میں سرکار رسالتمآب ﷺ سے گویا ہوئے:

''یارسول اللہ ابوقتادہ قتل ہو گئے ہیں''

''نہیں! یہ ابوقتادہ نہیں بلکہ اس شخص کی لاش ہے جسے ابوقتادہ نے قتل کیا ہے'' میرے آقا نے ابوقتادہ کی سلامتی کی تصدیق کر دی۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق نے فوراً آگے بڑھ کر چادر کا کونا اٹھایا اور فوراً نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا:

''یارسول اللہ آپ کا فرمان سچا ہے''

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کا فرمان سچا ہے، یہ لاش تو ''مسعدہ'' کی ہے''

مسلمانوں کے چہروں پر رونق آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ابوقتادہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنیاں اپنے ساتھ لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

ابوقتادہ کو دیکھتے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''ابوقتادہ! آپ کے چہرے کو ہمیشہ کامیابیاں دیکھنا نصیب ہوں! آپ تو گھڑ سواروں کے قائد ہیں۔ ابوقتادہ! اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں عطا فرمائے''

میرے آقا نے ابوقتادہ کے چہرے کو غور سے دیکھا کہ ان کے چہرے سے تیر کا ایک حصہ پیوست ہو گیا ہے اور خون رس رہا ہے۔ آپ نے اس زخم کے متعلق دریافت فرمایا اور پھر ان سے کہا:

''ابوقتادہ! ذرا میرے قریب آنا''

آقا نے بلایا تو غلام نے بڑھ کر اپنا چہرہ حضور کے قریب کر دیا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دست شفقت سے تیر کا وہ ٹکڑا جو

Marfat.com

چہرے کے اندر چبھ گیا تھا پیار سے باہر نکالا پھر اس جگہ پر اپنے منہ مبارک کا مقدس لعاب لگایا اور اس پر اپنی ہتھیلی سے مسلنے لگے۔ رہبر کائنات ﷺ کا یہ عمل جراحی اتنا سہل اتنا پر اثر اور اتنا شافی تھا کہ ابوقتادہ کہتے تھے کہ مجھے محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ میرے چہرے پر کوئی زخم آیا تھا یا مجھے کبھی تکلیف ہوئی تھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ رہبر اعظم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار کے لئے ایک خصوصی دعا فرمائی جو اپنے مضمون کے اعتبار سے منفرد اور یکتا تھی۔

''یا اللہ اس کے بالوں اور خوبرو چہرے میں برکت دے''

زبان رسالتمآب ﷺ سے نکلی ہوئی اس دعا کی تاثیر کا مشاہدہ ابوقتادہ کو دیکھنے والوں نے ہر اک لمحہ ہر ایک پل کیا۔ ستر سال کی عمر کو پہنچ کر جب وہ اس دار فانی سے رحلت فرمانے لگے تب بھی ان کے بالوں کی رنگت سیاہ تھی اور چہرے کی تروتازگی کا عالم یہ تھا کہ جیسے اس دن کے بعد وقت نے اپنی لگام میں تھام لی تھیں۔ آخری عمر تک ان کا چہرہ پندرہ سال کے نوجوان کا سا چہرہ تھا۔

میرے آقا ﷺ نے وہاں سے آگے پہنچ کر ایک پہاڑ کے دامن میں قیام کا فیصلہ فرمایا جس کا نام ''ذی قرد'' تھا۔ ابن اسحاق سے لے کر آج تک کے سیرت نگاروں کی اپنے آقا سے محبت کا عالم تو دیکھئے کہ انہوں نے اس پہاڑ کا نام تک محفوظ رکھا ہے جس کے دامن میں میرے آقا نے ایک رات قیام فرمایا تھا، رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی حیات طیبہ کو نمونہ کامل بنایا ہے تو ان کی زندگانی کے ایک ایک لمحے کو محفوظ رکھنے کے اسباب بھی مہیا فرما دیئے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع نے دربار رسالت میں گزارش کی:

''اگر مجھے ایک سو مجاہد دے دیئے جائیں تو میں ڈاکوؤں کے نرغے سے دوسرے اونٹ بھی چھڑا کر لے آؤں گا اور ڈاکوؤں کو بھی گرفتار کر کے حاضر خدمت کر دوں گا''

''اب وہ یہاں نہیں، وہ اس وقت تک غطفان پہنچ چکے ہوں گے اور شراب نوشی کر رہے ہوں گے''

ڈاکوؤں نے دیگر اونٹوں کے علاوہ رسول کریم ﷺ کی اونٹنی ''عضباء'' بھی اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ ان اونٹوں کے نگران مرد کو تو قتل کر دیا تھا اور اس کی بیوی کو ساتھ لے گئے تھے۔ جنہیں وہ رسیوں سے باندھ کر رکھتے تھے ایک شب یہ خاتون کسی طرح ان رسیوں کو کھولنے میں کامیاب ہو گئیں۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی پر سوار ہو کر وہاں سے فرار ہوئیں تو ڈاکوؤں نے کچھ دور تک تعاقب کیا لیکن میرے آقا کی اونٹنی اتنی تیزی سے دوڑی کہ دشمن اس کا پیچھا نہ کر سکے۔ خاتون نے جب دیکھا کہ جان کو خطرہ درپیش ہے اور دشمن شاید انہیں پھر گرفتار کر لیں تو رب تعالیٰ سے ''نذر'' مانی کہ اگر بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ گئی تو اس اونٹنی کو ذبح کر کے اس کا گوشت مستحقین میں تقسیم کروں گی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر اس صحابیہ نے دربار رسالت میں حاضری دی اپنی گرفتاری اور پھر وہاں سے بچ نکلنے اور نذر ماننے کی تفصیل سنائی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سادہ لوح خاتون کی نذر کی روئداد سنی تو چہرہ اقدس پر تبسم پھیل گیا اور خوشگوار لہجے میں ارشاد فرمایا:

''آپ نے اس اونٹنی کے ساتھ اچھا سلوک تو نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ کو بحفاظت یہاں پہنچایا اور آپ اسے ہی ذبح کرنا چاہتی ہیں''

پھر آپ نے سنجیدگی سے ایک قانون شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے ان صحابیہ کو سمجھایا۔

''جس عمل کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو یا جو چیز تمہاری ملکیت نہ ہو اس کے متعلق نذر جائز ہی نہیں ہے اور نہ اس کو پورا کرنا ضروری ہے''۔

Marfat.com

صحابیہ خاتون کو شرعی اصول سمجھانے کے بعد آپ نے فرمایا:

''یہ اونٹنی میری ہے، آپ اسے یہاں چھوڑ دیجئے! اور اپنے گھر تشریف لے جایئے! اللہ تعالیٰ تمہیں برکتوں سے نوازے گا''

سرکار مدینہ ﷺ جس طرح مدینہ منورہ اور جزیرۃ العرب کے معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے اسی طرح آپ ان مسلمانوں کے معاملات سے بھی ہمیشہ باخبر رہتے تھے جو سلطنت حبشہ میں پناہ گزیں تھے اور نجاشی کی حکومت میں مکہ والوں کے ظلم وستم سے بے خوف وخطر زندگی گزار رہے تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والوں میں اس دور میں اسلام کے شدید ترین دشمن ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ بھی شامل تھیں جنہوں نے اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ رحمت عالم ﷺ کو پتہ چلا کہ ام حبیبہ کے خاوند عبیداللہ بن جحش نے اسلام چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور مرتد ہو گیا ہے تو آپ نے بادشاہ حبشہ نجاشی کی معرفت حضرت ام حبیبہ سے نکاح کرنے کا پیغام بھجوایا۔ نجاشی نے اپنی خاص خادمہ کی معرفت جب میرے آقا کی طرف سے شادی کا یہ پیغام ان تک پہنچایا تو وہ اس قدر خوش ہوئیں کہ خوشخبری لانے والی اس خادمہ کو فوراً سونے کے کڑے، چاندی کی پازیبیں اور انگوٹھیاں اتار کر تحفہ میں دے دیں۔ اپنے نکاح کے وکیل کے طور پر خالد بن سعید کو مقرر کیا جن کی رضامندی سے نجاشی نے دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں حضرت ام حبیبہ کا نکاح میرے آقا سے پڑھ دیا۔ میرے آقا سے قلبی محبت رکھنے والے اس حبشی بادشاہ نے نہ صرف حضور کے نکاح کا خطبہ خود پڑھا بلکہ چار سو دینار مہر مقرر کر کے اس رقم کو حضرت ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید کے حوالے کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمان جو اس وقت نکاح کی تقریب میں موجود تھے نکاح کے خطبے کے بعد اس دعوت میں شریک ہوئے جو قصر شاہی میں میرے آقا کے نکاح کی خوشی میں دی گئی تھی۔

مدینہ منورہ کی حکومت کے استحکام اور سازشی عناصر کو سبق سکھانے کے لئے میرے آقا نے ہجرت کے چھٹے سال متعدد چھاپہ مار دستے مدینہ منورہ کے مضافات اور دور دراز کے علاقوں میں روانہ کئے۔ مقصد یہ تھا کہ دشمن پر دباؤ برقرار رکھا جائے اور تمام قبائل کو یاددہانی ہوتی رہے کہ وہ مدینہ منورہ کے انتظام حکومت کو کمزور سمجھیں۔ ان کی خفیہ سرگرمیوں پر نظر رکھی جا رہی ہے اور جب بھی وہ مدینہ منورہ کی حکومت کو عدم استحکام کا شکار بنانے کی منصوبہ بندی کریں گے تو ان پر حملے کئے جائیں گے اور ان کے مالی مفادات کو نقصان پہنچایا جائے گا اس سال ربیع الاول اور ربیع الثانی میں مختلف علاقوں کی طرف دستے روانہ کئے گئے۔ حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی کو چالیس مجاہدین کی قیادت سونپی گئی جنہوں نے بنو اسد کے چشمے پر چھاپہ مار کر وہاں کے باشندوں کو اتنا ہراساں کر دیا کہ وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مجاہدین نے ان کے اونٹ قبضے میں لے کر بارگاہ نبوی میں پیش کئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کو دس افراد کی سربراہی دی گئی جن کی ذمہ داری ''ذوالقصہ'' میں بنو ثعلبہ کے علاقہ میں گشت کرنا اور دشمن کی سرگرمیوں کا پتہ لگانا تھا۔

مجاہدین کا یہ دستہ اس علاقے میں رات کو سو رہا تھا کہ دشمنوں نے حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ شدید زخمی ہوئے اور بالآخر راستے سے گزرنے والے ایک مسلمان نے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ طیبہ پہنچایا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے شہید جاں بازوں کا انتقام لینے کے لئے اگلے مہینے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی سربراہی میں چالیس جاں بازوں کا ایک دستہ روانہ فرمایا: اس مہم کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ''ذوالقصہ'' میں مسلمان مجاہدین کو شہید کرنے کے بعد اب باغی قبائل کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے تھے کہ وہ مدینہ منورہ سے سات میل کے فاصلے پر مسلمانوں کے جانوروں کے لئے مخصوص چراگاہ 'ہیفا' پر حملہ کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اس اچانک حملے سے دشمنوں کو پتہ چل گیا کہ مدینہ منورہ کی طرف حملہ کرنا موت کو دعوت دینا ہے۔ وہ پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مسلمان مجاہدین ان کے ریوڑ ہانک کر اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے۔

Marfat.com

میرے آقا ﷺ نے انہی دنوں حضرت زید بن حارثہ کو حجوم کے علاقے میں بنو سلیم کے چشمے کی طرف ایک دستے کے ہمراہ روانہ کیا، وہاں سے بھی دشمن بھاگ نکلے مسلمانوں کو جو مویشی اور دشمن قبیلے کے افراد ہاتھ لگے انہیں پکڑ کر لے آئے۔

مدینہ منورہ کی انٹیلی جنس کے شعبے نے جب یہ خبر دی کہ قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف رواں دواں ہے تو میرے آقا نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر جاں بازوں کے ہمراہ اس قافلے کا راستہ روکنے کے اور ان کے مال اسباب کو چھین کر لانے کا حکم دیا۔

اس تجارتی قافلے کی قیادت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت زینب کے سابقہ شوہر ابوالعاص کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے چھاپہ مار دستہ نے اس قافلے پر حملہ کر کے ان کے مال واسباب پر قبضہ کر کے اس کے افراد کو ابوالعاص سمیت گرفتار کر لیا اور مدینہ منورہ لے آئے۔

حضرت زینب کو جب معلوم ہوا کہ ابوالعاص گرفتار کر کے لائے گئے ہیں تو انہوں نے عربوں کے طریقہ کے مطابق باآواز بلند اعلان کر کے ان کو اپنی حفاظت میں لینے کا اعلان کر دیا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جب اپنی صاحبزادی کی طرف سے حفاظت میں لینے کا اعلان سنا تو صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کوئی بھی مسلمان کسی کو اپنی پناہ میں لے سکتا ہے۔ اسی لئے مدینہ منورہ کے دستور کے مطابق اب ابو العاص حکومت کی پناہ میں ہیں۔ سرکار مدینہ کی طرف سے ان کو تحفظ دینے کا اعلان ہوا تو صحابہ کرام نے وہ تمام اموال واپس کر دیئے جو اس قافلے والوں سے چھینے گئے تھے اور جن کو مال غنیمت کے طور پر میرے آقا نے مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا۔ ابوالعاص یہ اموال لے کر واپس مکہ مکرمہ پہنچے اور وہاں اموال کو ان کے متعلقہ افراد کے حوالے کر کے سب کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ میرے آقا کی انداز کریمانہ نے انہیں اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ وہ واپس مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آپ کی صاحبزادی سے رشتہ ازدواج بحال کرنے کی درخواست کی تو میرے آقا نے اپنے اس سابقہ داماد کو دوبارہ اپنی فرزندگی میں قبول کر لیا۔ اور قانونی تقاضوں کی تکمیل کے بعد ان کے نکاح کی تجدید کر دی گئی۔

حضرت زید بن حارثہ کو اس سال دو اور فوجی مہموں میں قیادت عطا کی گئی۔ ایک ''طرق'' کی طرف اور دوسری مہم ''وادی القریٰ'' کے علاقے کے لئے تھی۔ پہلی مہم میں کسی نقصان کے بغیر وہ کامیاب لوٹے دوسری مہم میں جو بارہ جاں بازوں پر مشتمل تھی نو جانباز شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور تین واپس پہنچے بعد ازاں ان کو ماہ رمضان میں ایک دستے کی قیادت سونپی گئی۔

ماہ رجب میں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں تین سو افراد پر مشتمل ایک فوجی دستہ کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ وہ ساحل سمندر کے قریب سفر کرتے ہوئے معلوم کریں کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ وہاں سے گزر رہا ہے چونکہ اس فوجی دستے کو تجارتی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا اس لئے وہ طویل عرصہ تک وہاں رہے۔ ان کے پاس غذائی اجناس اور خوراک کی کمی ہوگئی لیکن ان کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ دو درختوں کے پتے کاٹ کاٹ کر کھاتے رہے، بالآخر بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے سواری کے اونٹ ذبح کر کے کھانا شروع کر دیئے۔ خطرہ لاحق ہو گیا کہ سواری کے اونٹ اس طرح ختم ہو جائیں گے اس لئے کمانڈر حضرت ابوعبیدہ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ مسلمان فوجیوں کو غذائی قلت کا سامنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی کو ساحل پر بھیج دیا، اس قوی الجثہ مچھلی کو فوجیوں نے رب تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ سمجھ کر اظہار مسرت کیا اور اس کا گوشت وافر مقدار میں پکا کر کھاتے رہے اور اس کے تیل کو جسموں کو مل کر جسم کی خشکی کو دور کرتے رہے۔ یہ اس قدر بڑی مچھلی تھی کہ تین سو فوجی دو ہفتوں تک کھاتے رہے پھر بھی اس کا گوشت ختم نہ ہوا۔ اس دیو ہیکل مچھلی کی جسامت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن افواج کے کمانڈر حضرت ابوعبیدہ نے مچھلی کا ایک بڑا کانٹا لے کر ایک بڑے اونٹ کے ساتھ کھڑا کیا اور ایک سوار کو کہا کہ اونٹ پر بیٹھے۔ اونٹ اور طویل القامت آدمی کی بلندی سے بڑھ کر مچھلی کی پسلی کا وہ کانٹا تھا اس مچھلی کے گوشت کا کچھ حصہ اپنے ساتھ لے کر وہ مدینہ پہنچے اور سرکار مدینہ کو اس تائید غیبی کے متعلق بتایا۔ میرے

Marfat.com

آقا نے فرمایا:

''اس رزق کو اللہ تعالیٰ نے خاص تمہارے لئے مہیا فرمایا تھا''

پھر آپ نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس اس مچھلی کا گوشت موجود ہے تو ہمیں بھی بھجوائیں'' اس مچھلی کا گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اسے تناول فرمایا۔

شعبان یعنی اس سے اگلے ماہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی سربراہی میں سات سو مجاہدین کا ایک دستہ ''بنی کلب'' قبیلہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے روانہ کیا۔ آپ نے اس مہم کے لئے جو ہدایات دی تھیں ان کے اہم نکات یہ تھے۔

☆ صرف ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کریں۔

☆ کسی کے ساتھ بدعہدی نہ کرنا اور نہ کسی کو دھوکہ دینا۔

☆ کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

میرے آقا ﷺ کو اپنے جاں نثاروں کا ہر طرح سے خیال رہتا تھا۔ آپ ان کے لباس اور گفتار پر خصوصی نظر رکھتے تھے۔ کمانڈر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جس انداز سے سر پر عمامہ شریف پہنا ہوا تھا وہ میرے آقا ﷺ کو پسند نہیں آیا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمٰن کو اپنے سامنے بٹھا کر ان سے فرمایا: عمامہ اس طرح نہیں باندھنا چاہئے پھر اسے کھول کر اپنے ہاتھ سے اس کو ان کے سر پر باندھا اور پگڑی کا آخری حصہ کندھوں کے درمیان کمر کے نیچے لٹکا دیا اور فرمایا ''یوں عمامہ باندھا کرو''

میرے آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہاں پیش آنے والے واقعات سے پہلے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا: ''اگر وہ لوگ تمہاری اطاعت کر لیں تو قبیلہ کے سردار کی لڑکی سے شادی کر لینا'' یہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی حکمت عملی تھی کہ مختلف قبائل کے ساتھ رشتہ داری قائم کر کے ان کا مدینہ منورہ کی حکومت کے ساتھ قلبی تعلق استوار کیا جائے۔ عربوں کے قبائلی نظام میں یہ طریقہ بہت کارگر اور مفید تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سرکار مدینہ کی ہدایت کے مطابق پہلے پہل بنی کلب کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ لوگ عیسائیت کے طریقوں پر عمل پیرا تھے اور ''نصرانی'' کہلاتے تھے۔ جب تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے ان لوگوں نے اسلام کے پیغام کو سننے سے انکار کر دیا تو ارشاد نبوی کے مطابق اب لازم تھا کہ ان کے علاقے پر قبضہ کیا جائے اور جنگ کے ذریعے ان کو مدینہ منورہ کی حکومت کے تابع بنایا جائے۔ لہذا کمانڈر نے فوجوں کو تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اسلامی مجاہد جب اپنے ہتھیار تیز کرنے لگے اور میدان جنگ کے لئے مستعد ہو گئے تو قبائلی سردار اصبغ بن عمرو الکلبی نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسلمان افواج بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ وہ تلوار کا استعمال حکومت کا تسلط قائم کرنے کے لئے کر رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ کی حکومت ''بنو کلب'' جیسے اہم قبیلہ کی خودمختار اور آزادانہ قبائلی حکومت کو اپنے لئے خطرہ سمجھتی تھی۔ اس لئے اس اہم مہم کے لئے میرے آقا ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف جیسے نڈر اور باصلاحیت سپہ سالار کو سات سو نوجیوں کا قائد بنا کر بھیجا تھا۔

اگر سب کو تلوار کے زور پر مسلمان بنانا مقصود ہوتا تو جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو قتل کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ قبیلہ کا سردار مسلمان ہو گیا تو اس کو عزت و تکریم دی گئی۔ میرے آقا کی ہدایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کی صاحبزادی ''تماضر'' سے نکاح کر لیا اور جو لوگ ''نصرانی'' مذہب پر قائم رہے ان کو حکومت کی طرف سے ''ذمی'' شہری کے طور پر مکمل تحفظ دیا گیا اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی۔

Marfat.com

ایک طرف اسلامی لشکر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی سربراہی میں ''بنی کلب'' قبیلہ کی طرف روانہ کیا گیا تو اسی ماہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی قیادت میں دوسو جاں بازوں کو ''بنوسعد'' کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں اطلاعات ملی تھی کہ بنوسعد قبیلہ کے لوگوں کے مذاکرات خیبر کے یہودیوں سے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں بنوسعد نے یہودیوں کا ساتھ دینے اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی حامی بھری ہے۔ لہٰذا میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو کمانڈو دستہ کا سالار مقرر فرما کر خفیہ طریقے سے دشمن کی سرگرمیوں کا پتہ لگانے اور سازشی عناصر کا خاتمہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت علی نے حفاظتی اور احتیاطی تدبیر کے طور پر رات کو سفر کرنے اور دن کو قیام فرمانے کی حکمت عملی ترتیب دی۔ پیش قدمی کرتے ہوئے یہ کمانڈو دستہ جب بنوسعد کے علاقے کے قریب پہنچا تو ایک مشکوک آدمی کو گرفتار کر کے اس سے یہ راز اگلوالیا کہ وہ جاسوس ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خیبر کے یہودیوں نے اپنے عمدہ باغات کی کھجوروں کا لالچ دے کر بنوسعد قبیلہ کو اپنے ساتھ ملالیا ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں، اس جاسوس کو ساتھ لے کر حضرت علی المرتضیٰ کی قیادت میں اسلامی دستہ نے جب بنوسعد کے علاقے کا رخ کیا تو وہ سب اسلامی لشکر کی آمد کے رعب کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی چراگاہ سے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اپنے قبضے میں لے کر حضرت علی المرتضیٰ کی زیرِ قیادت یہ دستہ جب واپس مدینہ منورہ پہنچا تو مسلمانوں کے لئے وہ ایک پرمسرت دن تھا، نہ صرف بہت سا مالِ غنیمت حصہ میں آیا تھا بلکہ یہودیوں کی ایک اور سازش ناکام بنا دی گئی تھی۔ اس کے بعد بنوسعد کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

ماہِ رمضان المبارک میں سرکارِ مدینہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک اور فوجی مہم کا سربراہ بنایا۔ اس فوجی مہم میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق بھی ان کے ساتھ تھے۔ مدینۃ المنورہ سے سات دنوں کے سفر کی مسافت پر ''فزارہ'' قبیلہ کی ایک نامور عورت فاطمہ بنت ربیعہ جو ''ام قرفہ'' کے نام سے پہچانی جاتی تھی، نے اپنے علاقے میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اس مکار بوڑھی عورت نے اپنے پالتو غنڈوں بیٹوں اور پوتوں کی طاقت کے زور پر ایک خوف کی سی کیفیت طاری کر رکھی تھی اس کی حویلی میں دیوار پر آویزاں پچاس تلواریں آنے والوں کو خوف زدہ کر دیتی تھیں۔ اس کے تیس کڑیل بیٹے تھے جبکہ پوتوں اور دیگر لڑاکا لوگوں کے ساتھ یہ تعداد پچاس تھی اور یہ پچاس لوگ لڑنے مرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے جس کی وجہ سے علاقے میں اس عورت کا رعب و دبدبہ تھا اور قبائلی سردار اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اس سے دوستانہ تعلقات قائم رکھتے تھے۔ اس خاتون کا فخر و غرور اتنا بڑھا کہ اس نے سرکارِ مدینہ کے خلاف سرِعام بدزبانی شروع کر دی اور لوگوں کو اکسانے لگی کہ مدینہ پر حملہ کر کے سرکارِ مدینہ کو (معاذ اللہ) جسمانی طور پر ختم کر دیا جائے۔ میرے آقا کو اس سازشی عورت کی بے ہودہ گفتگو کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے جاں نثاروں کو اس کے خاتمے کے لئے اس کے علاقے کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کے مطابق خفیہ طریقے سے پیش قدمی کی، اس مہم کی قیادت حضرت زید بن حارثہ کے پاس تھی لیکن اس میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت سلمہ بن اکوع جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار موجود تھے۔ اسلامی فوج کے دستے نے ایک دن علی الصبح اس علاقے پر دھاوا بول دیا اور دشمن کو حملہ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ ام قرفہ کے تیس کڑیل بیٹے میدان میں نکلے تو ایک ایک کر کے مارے گئے۔ اس چالباز اور مکار عورت کے حوصلے جواب دے گئے وہ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر رحم کی بھیک مانگتے ہوئے باہر نکل آئی۔ اس کی حسین اور خوبرو بیٹی اس کے ساتھ تھی۔

ام قرفہ اور اس کی بیٹی کو گھسیٹتے ہوئے سلمہ بن اکوع نے حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ حضرت صدیق اکبر نے اس نوجوان لڑکی کو حضرت سلمہ بن اکوع کے حوالے کر دیا۔ اسلامی لشکر فاتحانہ انداز میں مدینہ منورہ پہنچا تو سرکارِ مدینہ کے درِ اقدس پر پہلے حاضری دی۔ میرے آقا باہر تشریف لائے تو محبت سے حضرت زید کو گلے لگا کر چوما اور تمام تر تفصیلات سننے کے بعد ام قرفہ کی لڑکی کو سلمہ بن اکوع کی تحویل سے لے کر اسے مکۃ المکرمہ بھجوا دیا اور اس کے بدلے مسلمان قیدیوں کو رہائی دلوائی میرے آقا کی فراست سے ایک لڑکی کے عوض

Marfat.com

بہت سے مسلمان مجاہدین کو آزادی نصیب ہوئی۔

اس سال کا آخری معرکہ جو شوال چھ ہجری کو ہوا ان ظالموں سے انتقام لینے کے لئے تھا جنہوں نے مدینہ منورہ کے مضافات میں جانوروں کی مخصوص چراگاہ میں جانوروں کی حفاظت پر مامور چرواہے کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ قبیلہ عرینہ کے ان وحشی لوگوں کو وہاں اونٹنیوں کا دودھ پینے اور وہاں کی کھلی آب وہوا میں رہنے کی خصوصی اجازت سرکار مدینہ نے عطا کی تھی تاکہ وہ صحت مند ہو سکیں۔ وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ مدینہ منورہ میں آکر بیمار پڑ گئے، انہوں نے اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا حضور نے ان کو مدینہ منورہ سے چھ میل دور قباء کے نواح میں واقع چراگاہ میں رہنے کی اجازت دی تو کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضور علیہ السلام کے مقرر کردہ چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی اس ڈاکہ زنی کی خبر ملی تو آپ نے فوراً حضرت کرز بن جابر فہری کی قیادت میں بیس فوجیوں کو بھیجا جنہوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہونے سے پہلے آٹھ کے اس گروہ نے حضور علیہ السلام کے ایک آزاد کردہ غلام حضرت یسار کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھو کر انہیں موت سے ہمکنار ہونے کے لئے ویرانے میں پھینک دیا تھا۔

اس وحشیانہ قتل کے مرتکب افراد کو جب سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں گرفتار کر کے لایا گیا تو حضور نے ان سب کے ساتھ وہی سلوک کرنے کا حکم دیا جو کچھ انہوں نے حضور کے صحابی کے ساتھ کیا تھا۔ رحمت کائنات ﷺ کی رحمت کا بحر بیکراں اپنی جگہ، لیکن جب اپنے جاں نثاروں کے انتقام لینے کا معاملہ درپیش ہوتا تو سرکار مدینہ کسی قسم کی مصلحت کی بجائے قانون الٰہی کا نفاذ فرماتے تھے اور کوئی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

لہٰذا ان قاتلوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹ ڈالے گئے جس طرح انہوں نے حضرت یسار کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں ڈال کر ان کو اندھا کیا گیا اور تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے ان کو دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی کے لئے فریاد کرتے رہے لیکن ان کو ایک گھونٹ نہ دیا گیا۔ اس طرح ان ظالموں نے لحظہ لحظہ سسک سسک کر جہنم کی راہ لی۔

اس سال رونما ہونے والے ان تمام معرکوں اور چھاپہ مار دستوں اور قوت کے مظاہروں کی وجہ سے مدینہ منورہ کی حکومت کافی حد تک داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ ہو گئی۔ اب ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا۔

مدینہ منورہ کی حکومت کو شروع سے ہی مختلف خطرات اور چیلنجوں کا سامنا رہا تھا لیکن سرکار مدینہ کی قائدانہ فراست اور حکمت سے بروقت ان خطرات کا تدارک کیا جاتا رہا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے مدینہ آمد کے فوراً بعد وہاں مرکز بنایا جہاں نہ صرف عبادت کا اجتماعی تصور عملی صورت میں جلوہ گر ہوا بلکہ اسلامی اخوت کی بنیاد بھی رکھ دی گئی۔ "مواخات مدینہ" نے بھائی چارہ کو مستحکم کیا تو "میثاق مدینہ" نے ایک متحدہ و منظم حکومت کے لئے تحریری آئین دیا جو تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کا پہلا تحریری آئین ہے۔ حکومت کے بنیادی تقاضوں کی تکمیل اور آئین سازی کے بعد جو مسائل سب سے زیادہ اہم تھے وہ بیرونی خطرات کے خدشات تھے۔ سرکار مدینہ کو معلوم تھا کہ قریش مکہ کبھی آرام سے نہیں بیٹھیں گے اور مسلمانوں کے مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں آرام سے رہنے کو وہ کبھی گوارا نہیں کریں گے۔ لہٰذا آپ نے کفار مکہ کی تباہی و بربادی کی دعاؤں پر اکتفا کرنے کی بجائے خفیہ معلومات کے حصول کے لئے مختلف دستے روانہ کئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ دشمنوں کے عزائم کیا ہیں اور وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس جانبازوں کے ہجرت کے پہلے سال ماہ رمضان المبارک میں روانہ ہونے والے فوجی دستہ سے لے کر چھ ہجری کے رجب میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی سرکردگی میں تین سو فوجیوں کے دستے تک سارے انتظامات قریش مکہ پر نظر رکھنے اور ان کے مالی مفادات پر ضرب کاری لگانے کے لئے تھے۔

Marfat.com

رمضان دو ہجری میں غزوہ بدر کا معرکہ ہوا جس سے مسلمانوں کو تقویت ملی اور کفارِ مکہ کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ لیکن کفار نے مدینہ پر حملہ کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور احد اور خندق کی جنگیں ان کی انہی کوششوں اور مدینہ منورہ کی حکومت کے خاتمے کی خواہش کا نتیجہ تھیں۔ غزوہ بدر سے واپسی ہوئی تو مدینہ منورہ میں موجود بنو قینقاع کے یہودیوں کی سازشیں شروع ہو گئیں جن کا خاتمہ کرنا بے حد ضروری تھا۔ ان کو شام کی طرف روانہ کر دیا گیا لیکن مدینہ منورہ پر خطرات کے بادل ابھی بھی منڈلا رہے تھے۔ ابوسفیان نے یہودیوں کے ایک اور قبائلی سردار حی بن اخطب کے ذریعے مدینہ میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی اور خود بھی خفیہ طریقے سے رات کے اندھیرے میں حملہ کر کے اپنی طاقت کی دھاک بٹھانا چاہی۔ یہودیوں کی سازشی سرگرمیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ان کے سردار کعب بن اشرف کا خاتمہ ضروری تھا۔ حضور کے حکم پر اس کو قتل کر دیا گیا اب اگلہ معرکہ حجاز کے اندرونی علاقے میں جا کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا تھا جس کے لئے غزوہ بحران ہوا سن تین ہجری میں غزوہ احد میں اولین کامیابی کے بعد سرکار مدینہ کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے مسلمانوں کو وقتی طور پر پسپا ہونا پڑا لیکن آقا کے دو جہاں ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کے حوصلے بلند رکھے اور آپ کے جاں نثاروں کے عزمِ صمیم میں کوئی کمی نہیں آئی۔ سن 4 ہجری میں بنی نضیر کے یہودیوں سے مدینہ منورہ کو پاک کیا گیا کیونکہ ان کے ناپاک عزائم واضح ہو کر سامنے آ گئے تھے۔ اس کے فوراً بعد نجد کی طرف پیش قدمی کرنا پڑی اور ''غزوہ نجد'' ہوا۔ 5 ہجری میں غزوہ خندق کفار مکہ کی مدینہ پر حملہ کرنے کی آخری کوشش تھی۔ ایک طویل محاصرہ کے بعد ان کو ناکام و نامراد ہو کر واپس جانا پڑا۔ اس غزوہ کے بعد بنو قریضہ کے یہودیوں سے ان کی بدعہدی اور سازشوں کا بدلہ لینا ضروری تھا لہٰذا ان کی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر ان کے تمام جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ 5 ہجری میں یہودیوں کا مدینہ منورہ سے مکمل خاتمہ ہوا تو ہجرت کے چھٹے سال مختلف قبائل کی شورشوں اور ان کی مدینہ منورہ کی حکومت کے خلاف منصوبہ بندیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے متعلقہ علاقوں میں فوجی دستے روانہ کئے گئے۔ ان چھ سالوں میں کوئی بھی ایسا سال نہیں آیا جب مسلمان چھ ماہ کے عرصے میں مکمل امن و سکون کی حالت میں رہے ہوں۔ ہر سال کسی نہ کسی مہینے کوئی معرکہ کوئی نیا خطرہ درپیش ہوتا اور سرکار مدینہ کی ہدایات کے تحت آپ کے جاں نثار ان خطرات کا مقابلہ کرتے رہے اور دشمنوں کے عزائم ناکام بناتے رہے لیکن ان تمام تر داخلی اور خارجی خطرات کے سدباب اور فوجی مہمات کے باوجود مدینہ منورہ کی حکومت اپنی بے مثال اعلیٰ قیادت اخوت پر مبنی معاشرت، مشاورت پر مبنی نظامت عزیمت پر مبنی استقامت، حکمت پر مبنی جرأت، شرافت پر مبنی سیاست، سخاوت پر مبنی معیشت، شریعت پر مبنی عدالت کی وجہ سے ایک ایسی حکومت تھی جو تاریخ ساز بھی تھی اور اپنی نوعیت کی وجہ سے انقلابی حکومت بھی۔

Marfat.com

پندرھواں منظر

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کئے ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو دشمنان اسلام کے منصوبوں کے متعلق لحہ لحہ کی خبر ہے۔ آپ کو معلوم ہوا ہے کہ ابوسفیان کی سربراہی میں قریش مکہ کے ایک بہت بڑے تجارتی قافلے کی آمدنی کو وہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے خرچ کریں گے اس لئے میرے آقا نے مال واسباب اور کثیر نقدی لے کر شام سے لوٹنے والے اس قافلے کا راستہ روکنے اور مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے والے اس سرمایہ کو ضبط کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اور اپنے جاں نثاروں کو مسلح حملہ کا حکم دیا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے مطابق جاں نثار آپ کے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کی بارہ تاریخ اور ہفتہ کا دن ہے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے جاں باز غلاموں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر ایک میل کے فاصلے پر ایک کنویں ''بئر ابی عنبہ'' کے قریب ''مرج الظبیہ'' کے مقام پر اپنے لشکر کو ترتیب دے رہے ہیں اور ضروری ہدایات دے کر منظم طریقے سے آگے بڑھنے کے احکامات صادر فرما رہے ہیں۔ جاں نثاروں کے لشکر میں ہجرت کر کے آنے والے صحابہ کرام کی تعداد بیاسی ہے جبکہ مدینہ منورہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے دوسو اکتیس فوجی شامل ہیں۔

ان میں سے قبیلہ اوس کے 61 اور قبیلہ خزرج کے 170 ہیں۔313 کے اس قافلے کی سواری کے لئے 70 اونٹ ہیں اور دو گھوڑے۔ دو گھوڑوں پر حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود سوار ہیں اور انہیں لشکر کے دائیں بائیں رہ کر حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔ باقی افراد کی سواری کے لئے میرے آقا ایک ایک اونٹ پر تین یا چار افراد کو باری باری سفر کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس فوج کو میرے آقا نے دو دستوں میں تقسیم کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ حضرت علی المرتضٰی ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کی قیادت کا علم تھامیں انصار مدینہ یعنی مدینہ کے مقامی قبائل کی قیادت کا علم حضرت سعد بن معاذ کو دیا گیا ہے، اس پورے لشکر کی نگرانی کے لئے آپ نے سفید پرچم دے کر حضرت مصعب بن عمیر کو مقرر فرمایا ہے جبکہ قیس بن ابی صعصعہ کو آخری حصہ پر نظر رکھنے کی ذمہ داری دی ہے۔ آپ اس فوجی لشکر میں شریک ہر ایک شخص کی صحت اور اس کی عمر کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور جن جوانوں کی عمریں کم ہیں ان کے جذبہ جہاد کو خراج تحسین پیش کر کے ان کو واپس مدینہ منورہ بھیج رہے ہیں۔ عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن عفیر زید بن ارقم اور زید بن ثابت وہ نامور نوجوان ہیں جنہوں نے آگے چل کر اسلامی تاریخ میں اپنے اپنے شعبے میں عظیم خدمات سرانجام دینا ہیں اور گہرے نقوش مرتب کرنے ہیں لیکن اس دن ان کی کم عمری کی وجہ سے سپہ سالار اعظم ﷺ ان کو فوج میں شامل کرنے کی بجائے واپس روانہ فرما رہے ہیں لیکن ایک سولہ سالہ نوجوان عمیر بن ابی وقاص آنسوؤں کا نذرانہ دے کر فوج میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

سولہ سال کے اس کم عمر مجاہد کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام دوسرے نوجوانوں کے ساتھ واپس جانے کا حکم دیتے ہیں لیکن عمیر ادب سے درخواست کرتا ہے کہ اس کو شامل کر لیا جائے تا کہ اس کی دلی خواہش پوری ہو سکے۔ حضور علیہ السلام کے انکار پر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلتی ہے۔ میرے رؤف ورحیم آقا اس نوجوان کی تڑپ دیکھ کر اسے فوج میں شامل فرما دیتے ہیں، اس نوجوان کو سب سے کم عمر شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہونا ہے اور بدر کی شہادت گاہ ان کا انتظار کر رہی ہے۔

جاں نثاران مصطفٰی کا یہ جیش سوئے بدر اپنے آقا کی قیادت میں رواں دواں ہے۔

Marfat.com

منظر بدلتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں بنو ہاشم کے محلے میں حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا گھر ہے۔

انہوں نے ایک عجیب اور ڈراونا خواب دیکھا۔

یہ خواب دیکھتے ہی ان کی آنکھ کھل گئی۔ دوسرے دن علی الصبح انہوں نے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا ہے۔

''خیریت تو ہے! تم پریشان لگ رہی ہو؟ مجھے کیوں بلایا ہے''

عباس اپنی بہن سے پوچھتے ہیں۔

''بھائی جان آج رات میں نے ایسا خواب دیکھا ہے جس کا خوف مجھ پر طاری ہو گیا ہے۔ مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ اس شہر کے باسیوں پر کوئی مصیبت آنے والی ہے''

''کیا خواب دیکھا ہے تم نے'' عباس کی بے تابی بڑھتی جا رہی ہے۔

''اگر آپ اس خواب کو راز رہنے دیں تو آپ کو بتاتی ہوں''

''ہاں ہاں بتاؤ! یہ خواب میں کسی کو نہیں بتاؤں گا''

عاتکہ اس خواب کی تفصیلات بیان کر رہی ہیں۔

''میں نے دیکھا ایک اونٹ پر سوار ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ تین دن کے اندر اپنے مقتل کی طرف آؤ جہاں موت تم دھوکہ بازوں کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کی آواز سن کر مکہ کے لوگ اپنے گھروں سے نکل آتے ہیں اور اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ سوار خانہ کعبہ کی حدود میں چلا جاتا ہے اور پھر بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر یہی اعلان کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ اونٹ سوار ''جبل ابی قبیس'' کی بلندی پر جا کر یہی الفاظ دہرا رہا ہے اور پھر پہاڑ کی چوٹی سے ایک بہت بڑی چٹان کو زور سے نیچے گرا دیتا ہے یہ چٹان نیچے پہنچنے سے پہلے پھٹ گئی اور اس کے ٹکڑے بکھر کر مکہ کے ہر گھرانے کے اوپر جا گرے''

حضرت عباس بن المطلب بہن کا یہ خواب سن کر پریشان ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ''یہ کوئی معمولی خواب نہیں، کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے، عاتکہ! تم اس خواب کو کسی اور کو نہ بتانا''

خواب سن کر وہ باہر نکلتے ہیں تو راستے میں ان کی ملاقات اپنے دوست ولید بن عقبہ سے ہو جاتی ہے۔ وہ اس دوست کو اعتماد میں لے کر بہن کا خواب بتا دیتے ہیں اور اس کو کسی سے نہ کہنے کا وعدہ لیتے ہیں لیکن ولید یہ خواب اپنے باپ عقبہ کو بتا دیتا ہے اور اس طرح اب مکہ میں ہر طرف اس خواب کی تفصیلات کے چرچے ہو رہے ہیں۔ بازاروں، محفلوں اور گھروں میں اس خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

منظر بدلتا ہے۔

شام کا وقت ہے۔

لوگ دن بھر کے معمولات زندگی کے بعد حرم کعبہ کے صحن میں جمع ہو رہے ہیں۔ کچھ لوگ وہاں محفلیں جما کر بیٹھے ہیں اور کچھ طواف بیت اللہ کر رہے ہیں۔ حضرت عباس صحن کعبہ میں پہنچتے ہیں تو ایک طرف محفل مین بیٹھا ہوا ابوجہل ان کو دیکھ کر بلند آواز سے کہتا ہے ''ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر ذرا یہاں آنا'' طواف کرنے کے بعد حضرت عباس وہاں پہنچتے ہیں۔

محفل میں شریک شخص ان کی بہن ''عاتکہ'' کے خواب کا تذکرہ کر رہا ہے۔ ابوجہل ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

Marfat.com

"اے عبدالمطلب کی اولاد! اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کر رہی ہیں"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" عباس کے لہجے میں غصہ ہے۔

"میں اس خواب کی بات کر رہا ہوں جو تمہاری بہن عاتکہ نے دیکھا ہے"

"کون سا خواب؟" عباس حیرانی سے پوچھ کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہے۔

"دیکھو انجان مت بنو! ہر کسی کو یہ خواب معلوم ہے اور تمہیں اس کی خبر نہیں! کیا تمہارے لئے اتنا ہی کافی نہیں تھا کہ تم میں سے ایک شخصیت نے نبوت کا اعلان کیا۔ اب تمہاری عورتوں نے نبیوں جیسی باتیں کرنا شروع کر دی ہیں" گویا ابوجہل کو بھی یقین تھا کہ آنے والے حالات وواقعات کی خبر نبی ہی بتا سکتا ہے۔

ابوجہل نے عباس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

"تمہاری بہن نے تین دن کے اندر اونٹ پر سوار ہو کر آنے والے شخص کا ذکر کیا ہے۔ یاد رکھو! اگر تین دن تک یہ خواب سچا ثابت نہ ہوا تو ہم یہ اعلان لکھ کر لگا دیں گے کہ عربوں کے اندر تمہارا خاندان سب سے جھوٹا ہے"

حضرت عباس نے ابوجہل کی اس بدزبانی کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"بزدل انسان! تو خود جھوٹا ہے اور تیرا خاندان بھی جھوٹا ہے"

یہ کہہ کر وہ محفل سے اٹھ آئے، گھر پہنچے تو ابوجہل کی بدکلامی کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔ خواتین خانہ نے انہیں طعنے دیتے ہوئے کہا: "وہ خبیث اور فاسق شخص پہلے ہمارے خاندان کے مردوں کے متعلق باتیں کرتا تھا اب اس نے خاندان کی عورتوں کے متعلق بدزبانی شروع کر دی ہے اور آپ خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ آپ کو غیرت نہیں آئی"۔

"اگر اس نے پھر ایسی کوئی بات کہی تو میں اس کو قتل کر دوں گا"

حضرت عباس نے کہہ کر خواتین کو مطمئن کیا اور تیسرے دن کا انتظار کرنے لگے۔

منظر بدلتا ہے۔

تیسرے دن وہ حرم کعبہ میں پہنچتے ہیں ان کی نگاہیں ابوجہل کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ سامنے ہی ابوجہل نظر آ گیا، جیسے ہی وہ اس کی طرف بڑھے تو اس نے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید ان کے ڈر کی وجہ سے بھاگ رہا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے ان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ابوجہل ایک شخص کی طرف دوڑتا جا رہا ہے جو چیخ چیخ کر لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ حضرت عباس وہاں پہنچتے ہیں تو دیکھا غفاری قبیلے کا ضمضم بن عمرو اپنے اونٹ پر بیٹھا ہے جس نے اونٹ کے ناک اور کان کاٹ ڈالے ہیں اور اپنی قمیض کو پھاڑ کر باآواز بلند کہہ رہا ہے۔

"مکہ والو! مال تجارت والے اپنے قافلے کو بچانے کے لئے فوراً مدد کو پہنچو۔ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ نے قافلے پر حملہ کے لئے پیش قدمی شروع کر دی ہے پتہ نہیں تم ان تک پہنچ بھی سکو گے کہ نہیں! جلدی کرو کہ کہیں بہت دیر نہ ہو جائے"۔

قاصد کے اس پیغام کو سنتے ہی سب کو پریشانی لاحق ہو گئی ہے لوگوں کے دلوں پر خوف مسلط ہو گیا ہے کہ کہیں عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب، کے سچا ہونے کا وقت تو نہیں آ گیا لیکن ابوجہل جوش انتقام میں اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرنے کے لئے مختلف قبائلی سرداروں کو قائل کر رہا ہے۔ ان کو مال تجارت والے قافلے کے تحفظ اور مدد کے لئے روانہ ہونے کے لئے تیار کر رہا ہے۔ مکہ کے بڑے بڑے قبائلی سردار مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ ابولہب اس فوجی مہم میں شامل ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ امیہ بن خلف

Marfat.com

پہلے تو نہ جانے کے فیصلے پر ڈٹا رہا لیکن بعدازاں عقبہ بن ابی معیط کی طرف سے غیرت دلانے پر جانے پر تیار ہو گیا ہے۔

منظر بدلتا ہے۔

مکہ کے قریش کے تمام سرداروں اور ان کے حلف قبائل کا لشکر ابوجہل کی سربراہی میں چل پڑا ہے۔ مکہ سے جب یہ لشکر چلا ہے تو اس کی تعداد تیرہ سو ہے۔ تقریباً سب ہی لوگ اونٹوں پر سوار ہیں۔ ایک سو گھڑ سوار دستہ بھی ہمراہ ہے۔ بہت سارے اونٹ فوج کی خوراک کی ضروریات کے لئے ساتھ ہیں۔ روزانہ دس اونٹ ذبح کر کے یہ فوج ان کا گوشت کھا جاتی ہے۔ راستے میں ہی انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ بخیریت واپس آ رہا ہے۔ اس کا مال و اسباب بچ گیا ہے۔ اس لئے کچھ لوگ مشورہ دے رہے ہیں کہ ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ قبائلی سرداروں کو یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں ان کے دشمن قبائل ان کی مکہ مکرمہ سے غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر مکہ پر حملہ نہ کر دیں اور ان کے اقتدار کا خاتمہ نہ ہو جائے لیکن ابلیس لعین ایک قبائلی سردار سراقہ بن مالک کا روپ دھار کر انہیں یقین دلا چکا ہے کہ وہ آگے بڑھتے رہیں ان کی غیر موجودگی میں مکہ محفوظ رہے گا۔ ابوجہل اپنے ہمراہیوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہے۔

''ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے، ہم بدر پہنچ کر تین دن وہاں رہیں گے۔ وہاں ہم اونٹ ذبح کریں گے۔ کھانا کھائیں گے شراب پئیں گے، رقاصائیں رقص کریں گی اور گانے بجانے کی محفلیں ہوں گی، سارے عرب کے قبائل کو ہماری آمد اور شان و شوکت کا پتہ چلے گا تو وہ مرعوب ہو جائیں گے اور کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہو گی، اس لئے آگے بڑھتے رہو''۔

اس جنگی مہم میں کچھ لوگ دیوانگی کی اس حد تک نہیں پہنچے تھے جہاں تک ابوجہل چلا گیا تھا۔ ان کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کچھ باقی تھی۔ بنوزہرہ قبیلہ کا حلیف سردار اخنس بن شریق الثقفی کو ابوجہل کی پاگل پن کی حد تک انتقامی جذبے سے اختلاف تھا۔

وہ ابوجہل سے علیحدگی میں پوچھتا ہے:

''کیا تم واقعی سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ جھوٹے ہیں''

ابوجہل آہستگی سے اس کے کان میں جواب دیتا ہے۔

''اللہ کی قسم! ہم انہیں جھوٹا تو بالکل نہیں کہہ سکتے، ہم انہیں خود ''امین'' کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا تھا''۔

''تو پھر تمہاری مخالفت اور اس انتقامی جذبے کی وجہ کیا ہے''

ابوجہل اخنس بن شریق کو اعتماد میں لیتے ہوئے راز داری سے کہتا ہے:

''بات دراصل یہ ہے کہ عبد مناف کی اولاد کے پاس حاجیوں اور زائرین کو پانی پلانے، مکہ کی سرداری اور قبائلی جھگڑوں کو نمٹانے کے خصوصی ثالثی اختیارات اور اعزازات ہیں، ان کی ہر طرف عزت ہے اگر نبوت بھی ان کے گھرانے میں ہم مان لیں تو پھر ہمارے لئے کیا رہ جائے گا؟''

اخنس بن شریف کو جیسے ہی ابوجہل کے خبث باطنی کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنوزہرہ کے تین سو جوانوں کو واپس لوٹ جانے کا حکم دیتا ہے لیکن ایک ہزار پر مشتمل بقایا فوج ابوجہل کی سربراہی میں بدر کی طرف چل پڑتی ہے۔ فرشتہ اجل ان کو موت کی طرف لئے جا رہا ہے۔ وہ اپنی موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ابدی تباہی اور عبرت ناک انجام کی طرف۔

Marfat.com

بدر احد و خندق و خیبر
بے مثال سپہ سالار

نبی اکرم سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں جاں نثاروں کا قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے واپس آنے والے تجارتی قافلہ کے مال واسباب پر قبضہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو آپ نے مکمل فوجی نظم وضبط کے ساتھ اس کے دو دستے بنائے اور ہر دستہ کا علم ان کے کمانڈروں کو دیا فوج کے دائیں بائیں دو گھڑ سوار تھے، ایک مجاہد کو آخری حصے پر نظر رکھنے اور ایک کو پورے لشکر کی نگرانی کا حکم دیا اور خود 313 افراد پر مشتمل اس فوج کی قیادت فرما رہے تھے۔

آج پہلا موقعہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ایک مسلح جدوجہد کے لئے رواں دواں تھے۔ اگرچہ اس فوج کے اندر سامان وآلات حرب کی کمی تھی لیکن اس کے قائد وسپہ سالار کی موجودگی نے ان کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو تیز تر کر دیا تھا۔ جاں نثاران مصطفیٰ کا یہ قافلہ عشق ومستی کسی وعظ ونصیحت اور تبلیغی مہم پر نہیں جا رہا تھا۔ ان کو مکمل علم تھا کہ وہ دشمنوں کی جانیں لینے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے محو سفر ہیں۔ راستے میں وہ اپنے آقا کی قیادت میں رکوع وسجود کرتے ہوئے آپ کی دعاؤں کی چھاؤں میں پورے عزم اور استقلال کے ساتھ سوئے منزل گامزن تھے۔ ابدی کامیابی کی منزل۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے ایک کنویں کے قریب پڑاؤ کیا۔ وہاں نماز کی امامت فرمائی اور جاں نثاروں کو پانی پینے اور ضرورت کے لئے ساتھ لینے کا حکم دیا وہاں خود بھی پانی پیا ''بیر سقیا'' نامی اس کنویں کے قریب کھڑے ہو کر سپہ سالار اعظم ﷺ نے جو دعا فرمائی وہ اس لشکر میں شریک اکثر افراد کو ہمیشہ یاد رہی۔

آپ نے فرمایا تھا:

''اے میرے خدا! ابراہیم تیرے ہی بندے تھے انہیں تو نے اپنا دوست بنایا۔ مقام نبوت سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے مکہ کے باشندوں کے لئے دست طلب دراز کیا دعا مانگی میں محمد تیرا ہی عبد اور نبی ہوں، میں اہل مدینہ کے لئے دعا گو ہوں۔ یا اللہ! تو مدینہ والوں کے تولنے اور ناپنے کے پیمانوں اور ان کی خوراک اور پھلوں میں برکتیں عطا فرما۔ اے میرے رب! مدینہ کو تو ہم سب کے لئے پسندیدہ بنا دے اور وہاں جو بھی امراض اور وبائیں آتی ہیں ان کو خم'' کے علاقے کی طرف بھیج دے۔ یا الٰہی! جس طرح تیرے دوست ابراہیم نے مکہ کو حرم بنا دیا تھا اسی طرح میں بھی مدینہ کی حدود کے اندر علاقے کو حرم بناتا ہوں''

وہاں پر ایک جنگجو مسلح شخص نے جو مسلمان نہیں ہوا تھا ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی تو میرے آقا نے اس کو ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔ خبیب بن اساف جیسے نڈر شخص کی آمد بعض لوگوں کے لئے بہت خوش کن تھی لیکن سپہ سالار اعظم نے فیصلہ کن انداز میں ارشاد فرمایا:

''جو شخص ہمارے دین پر نہیں ہے اس کو ہم اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے''۔

وہاں پر کھڑے ہو کر میرے آقا نے ایک اور دعا فرمائی۔

''یا اللہ میرے ان پیدل جاں نثاروں کو سواریاں عطا فرما، ان بے لباسوں کو لباس سے مزین کر دے، بھوک سے نڈھال ان مجاہدین کو شکم سیر کر دے، ان مسکینوں کو اپنے فضل سے مال ودولت عطا فرما دے''

سرکار دو عالم ﷺ کی قیادت میں یہ قافلہ بڑی رازداری سے اور خفیہ انداز سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میرے آقا نے حفاظتی تدابیر کے طور پر حکم دیا تھا کہ اونٹوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیاں اتار دی جائیں تا کہ ''جرس ناقہ'' سے دشمن کو اس لشکر کی آمد کا پیشگی علم نہ ہو سکے۔

Marfat.com

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اندازہ تھا کہ ابوسفیان کا قافلہ بدر کے علاقے سے ہو کر گزرے گا۔ اس لئے آپ نے مکہ مکرمہ جانے والے معمول کے راستے کو چھوڑ کر بدر کی طرف رخ کر لیا۔ آپ نے معلومات کے حصول اور ابوسفیان کے قافلے کے متعلق صورتحال سے باخبر کرنے کے لئے دو جاسوس روانہ فرمائے۔ انٹیلی جنس کی خدمات سرانجام دینے والے یہ دونوں جانباز جب ابوسفیان کے قافلے کے پہنچنے سے ایک دن پہلے بدر کے قریب پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ اس طرف آ رہا ہے تو وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کے لئے واپس پہنچے لیکن دوسرے دن ابوسفیان کو جب یہ پتہ چلا کہ دو شتر سوار اجنبی اس علاقے میں دیکھے گئے ہیں تو اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے یہ کس علاقے کے اونٹ تھے اونٹوں کی لید ٹٹولنا شروع کر دی۔ اسے لید میں سے کھجور کی گٹھلیاں ملیں تو وہ گھبرا گیا کہنے لگا۔

''اللہ کی قسم! یہ تو یثرب کی کھجوریں کھانے والے اونٹوں کی لید ہے''

اسے پتہ چل گیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے جاں نثار اس کا پیچھا کر رہے ہیں اور اس کے تجارتی مال واسباب پر قبضہ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں اس لئے ابوسفیان براستہ بدر مکہ جانے والی شاہراہ کی بجائے ساحل سمندر یعنی بحیرہ احمر کے کنارے کنارے سفر کرتا ہوا اپنے قافلے کے ہمراہ مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ سمندر کا یہ کنارہ بدر کے مقام سے دس بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کا قافلہ بے سروسامانی کے عالم میں جرأت ایمانی کے جذبات سے معمور آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسرے افراد کی طرح آقائے دو جہاں ﷺ بھی باری باری اپنے اونٹ پر سواری کے لئے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد کو موقع دیتے اور اس دوران میرے آقا خود پیدل چلتے رہتے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد نے بار بار گزارش کی ہم پیدل چلتے رہتے ہیں آپ سواری پر تشریف فرما رہیں لیکن انسانیت کو عدل وانصاف کا درس دینے والے آقا نے ارشاد فرمایا:

''نہیں میں پیدل چلوں گا، نہ تو تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی ہو اور نہ ہی میں اجر کی ضرورت سے بے نیاز ہو سکتا ہوں''

میرے آقا اور آپ کے جاں نثار روزے بھی رکھ رہے تھے اور باری باری پیدل چل کر سفر بھی جاری تھا، دو دن بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا۔

''آج میں نے روزہ کھول لیا ہے۔ تم بھی روزے توڑ دو اور کھاؤ پیو''

اسلامی لشکر آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تو بدر سے بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن مکہ مکرمہ سے ایک فوجی لشکر چلا آ رہا ہے۔ اب محاذ آرائی اور باقاعدہ جنگ ناگزیر تھی، میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مرحلے پر اپنے جاں نثاروں سے مشاورت کرنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ مدینہ منورہ سے جاں نثار ابوسفیان کے قافلے کے مال واسباب پر قبضہ کرنے کی نیت سے چلے تھے اب مکہ سے آنے والی ایک ہزار فوج کا سامنا کرنا تھا۔

اس مرحلے پر اگر مسلمان واپس مدینہ لوٹ جاتے تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مکہ کے جنگجو مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں اس لئے ''بدر'' میں قریش مکہ کی فوج کا مقابلہ کرنا ضروری تھا لیکن ''وشاورھم فی الامر'' کے قرآنی اصول کے تحت میرے آقا نے مہاجرین وانصار پر مشتمل جاں نثاروں کا اجلاس طلب کیا اور ان سب کو بتایا:

''ابوسفیان کا قافلہ چلا گیا ہے، اب قریش مکہ کا لشکر آ رہا ہے اس صورتحال میں تمہارا کیا مشورہ ہے''

حضور نے صحابہ کرام کی طرف دیکھا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر حضور کے ہر حکم کی تعمیل کی یقین دہانی کرائی، اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جان نچھاور کرنے اور حضور کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا

Marfat.com

عزم دہرایا۔

حضرت مقداد بن عمرو نے کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا:

''یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق پیش قدمی جاری رکھئے! ہم آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے دیا تھا کہ ''آپ اور آپ کا خدا جنگ کریں، ہم یہاں بیٹھے رہیں گے'' ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جنگ کے لئے ہمیں جہاں بھی جانے کے لئے کہیں گے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے''۔

میرے آقا نے اپنے جاں نثار کا یہ پرعزم خطاب سنا تو بہت خوش ہو گئے اور ان کے لئے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور پھر دیگر جاں نثاروں کی طرف رخ انور کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے آپ لوگوں کا مشورہ چاہئے''

کیونکہ تینوں ابتدائی کلمات مہاجرین کے نمائندہ افراد کی طرف سے آئے تھے اس لئے انصار کی ایک نمائندہ شخصیت حضرت سعد بن معاذ نے فوراً محسوس کر لیا کہ آقا کا اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے، انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! آپ شاید ہماری رائے جاننا چاہتے ہیں''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اس سوال پر فرمایا:

''جی ہاں!''

اب حضرت سعد بن معاذ نے اپنے قلبی جذبات کو یوں بیان کرنا شروع کیا۔ ''ہم نے آپ پر ایمان لا کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی ہے، ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اس بات کا اقرار کیا ہے آپ دین حق کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے ہیں، ہم نے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا عہد کیا ہوا ہے، ہمیں اس رب کی قسم ہے جس نے آپ کو سچے دین کا رہبر بنا کر بھیجا ہے اگر آپ سمندر میں بھی چھلانگ لگائیں گے تو ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی قدم پیچھے نہیں ہٹائے گا۔ اگر آپ دشمن کا مقابلہ کل بھی کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، ہم ہر میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھانے والے اور دشمن کے مقابلے میں آپ کے سچے جاں نثار ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم آپ کو ایسی کارکردگی دکھائیں گے کہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی اب آپ ہمیں لے کر دشمن کے مقابلے پر اللہ کے بھروسے پر چل پڑیں''۔

حضرت سعد اپنی گفتگو کر رہے تھے اور میرے آقا کے چہرہ اطہر پر خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انصار مدینہ کے اس قبائلی سردار کی بے خوفی دلیری اور جاں نثاری پر مبنی جذبات کا اظہار بہت اچھا لگا تھا، فتح و نصرت کا وعدہ تو رب تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی ہو چکا تھا اپنے صحابہ کرام کے جذبہ جہاد کی اس لہر کو دیکھ کر میرے آقا نے ان کو فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ''آگے بڑھئے! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دونوں قافلوں میں سے ایک قافلہ پر فتح حاصل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم! میں دشمن قوم کے مقتول افراد کو ابھی سے دیکھ رہا ہوں''

مشاورت کے بعد یہاں سے جاں نثاران مصطفیٰ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں میدان بدر میں پہنچے، وادی صفراء کے نشیب میں واقع ساحل سمندر سے ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر یہ میدان ایک قریبی کنویں ''بدر'' کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس علاقے کو عربوں کے تجارتی قافلوں کی شاہراہ کا ایک اہم پڑاؤ ہونے کی وجہ سے خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان بدر کے قریب پہنچ کر ایک جگہ اپنی فوج کو روک دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اکیلے دشمنوں کی آمد کی خبر لینے کے لئے اس طرف تشریف لے گئے جس کے متعلق پتہ چلا تھا کہ قریش مکہ کا لشکر ادھر خیمہ زن ہے۔ راستے میں ایک بوڑھا بدو ملا۔ آپ نے اپنی شناخت چھپاتے ہوئے اس

Marfat.com

بوڑھے سے دریافت فرمایا:

''سنا ہے کہ قریش مکہ کا لشکر اور محمد اور اصحاب محمد ایک دوسرے کے مقابل آنے والے ہیں تمہیں اس کے بارے میں کیا معلوم ہوئے؟''

''پہلے تم لوگ یہ بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس کے ساتھ ہے''

''جب تم مجھے میرے سوال کا جواب دو گے تو تمہیں ہم اپنا تعارف کرادیں گے''

اس بوڑھے دیہاتی نے اپنے اندازے سے بتایا کہ مکہ والوں اور مدینہ والوں کا لشکر اس وقت کہاں کہاں ہونا چاہئے اس نے اپنی معلومات کے مطابق مدنی اور مکی لشکروں کے پڑاؤ کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ علاقہ کے لوگوں کو پتہ چل گیا تھا کہ دونوں لشکر آگے بڑھ رہے ہیں اور ایک دوسرے کے مدمقابل آنے والے ہیں۔میرے آقا اس بوڑھے دیہاتی سے معلومات حاصل کر چکے تو اس نے پوچھا:

''اب آپ بتاؤ تیجئے کہ آپ دونوں کس سے ہیں؟''

''ہم پانی سے ہیں'' یہ کہہ کر میرے آقا آگے چل دیئے۔وہ شخص جواب سن کر حیرت میں پڑ گیا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔میرے آقا نے دراصل تخلیق انسانی کی ابتداء کے مرحلے کی نشاندہی کی تھی اور مقصود یہ تھا کہ اپنا تعارف پردہ اخفا میں رکھا جائے۔میرے آقا اپنے رفیق محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس خفیہ گشت سے واپس آئے تو آپ نے اس روز شام کو دشمن کے کیمپ کے مزید حالات معلوم کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص پر مشتمل ایک دستہ خفیہ مہم پر روانہ فرمایا: بعض دیگر صحابہ کرام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔یہ دستہ بدر کے چشمے پر پہنچا اور وہاں قریش کے لئے پانی بھرنے والے ان کے دو نوکروں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لے آئے۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے۔ان قیدیوں سے تفتیش کی گئی کہ ان کا تعلق قریش کے کس قافلہ سے ہے؟ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ یا ابوجہل کا عسکری قافلہ۔ان قیدیوں نے جب یہ کہا کہ ان کا تعلق لشکر سے ہے تو بعض صحابہ کو شک گزرا کہ یہ قیدی جھوٹ بول رہے ہیں اس لئے ان کی پٹائی کر دی اور کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ کس قافلے سے تعلق ہے۔انہوں نے مار پیٹ کے خوف سے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے سے ہیں۔اس پر ان پر مار پیٹ کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

اس دوران حضور علیہ الصلوۃ والسلام نماز کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو آپ اس مار پیٹ پر ناراض ہوئے اور فرمایا: ''جب ان قیدیوں نے سچی بات کہی تو تم لوگوں نے انہیں پیٹنا شروع کر دیا اور جب یہ جھوٹ بولنے لگے تو انہیں سچا تسلیم کر لیا اور مارنا بند کر دیا''

میرے آقا نے اپنے رب کریم کے عطا کردہ علم کی بنیاد پر ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ دونوں شخص ٹھیک کہتے تھے کہ یہ قریش کے لشکر کے آدمی ہیں''

آپ نے ان دونوں نوکروں کو اپنے قریب بلایا اور ان سے لشکر قریش کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کی غرض سے پوچھا:

''مجھے بتاؤ کہ لشکر اس وقت کہاں ہے؟''

''وہ پہاڑی ٹیلہ جو وادی کے آخری کونے پر نظر آرہا ہے قریش کا لشکر اس کے پیچھے ہے'' ان غلاموں نے قریش کے لشکر کی جگہ کا بتایا تو میرے آقا نے ان سے سوال کیا ''لشکر میں کتنے افراد ہیں''

''بہت زیادہ ہیں''

''کتنی تعداد ہے؟''

Marfat.com

''ہمیں تعداد معلوم نہیں ہے''

''اچھا یہ بتاؤ کہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں''

''کبھی نو کبھی دس''

جیسے ہی انہوں نے کھانے کے لئے ذبح کیے جانے والے اونٹوں کی تعداد بتائی میرے آقا نے فرمایا:

''اس کا مطلب ہے کہ لشکر کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے لگ بھگ ہے'' اس کے بعد آپ نے ان سے پوچھا:

''اس لشکر میں معززین قریش میں سے کون کون شامل ہیں؟''

انہوں نے نام بتانے شروع کیے، ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف۔
ان قیدی نوکروں نے جیسے ہی مکہ کے رؤسا کے نام گنوائے تو میرے آقا نے اپنے جاں نثاروں کی طرف رخ انور کر کے ارشاد فرمایا:

''مکہ کی سرزمین نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے پاس لا کر ڈال دیا ہے''

اس رات کو موسلادھار بارش ہوئی۔ میرے آقا کے جاں نثاروں نے جس علاقے میں قیام کیا تھا وہ ریتلا علاقہ تھا۔ بارش سے زمین پختہ ہوگئی اور میدان صاف و ہموار ہوگیا۔ دشمن کا پختہ علاقہ کیچڑ میں لت پت ہوگیا۔ اس طرح جنگ سے پہلے ہی دشمن اعصابی طور پر پریشانی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا۔

عشاء کے بعد آپ نے اپنے لئے محاذ جنگ کے لئے مناسب جگہ کی تلاش کا سلسلہ شروع کیا اور حضرت خباب بن منذر کے مشورہ کے مطابق دشمن کے پڑاؤ کے قریب ترین چشمہ پر مسلمان افواج کا کیمپ لگایا، اس علاقے میں پانی کے دیگر چشمے بھی تھے جن پر قبضہ کیا گیا جنگی حکمت عملی کے تحت آپ نے اپنے زیر اثر ایک چشمے کے پانی کو محفوظ کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے اس کے اردگرد حوض بنوایا جبکہ دوسرے چشموں کے دہانوں کو بند کر دیا تاکہ دشمن پانی استعمال نہ کر سکے۔ اس کام سے فارغ ہو کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے کے تحت سپہ سالار اعظم ﷺ کے لئے ایک بلند جگہ پر سائبان بنا دیا گیا تاکہ دوسرے دن دوران جنگ اس جگہ سے آپ اسلامی افواج کی کمان سنبھالیں اور ہدایات دیتے رہیں، میرے آقا کو حضرت سعد بن معاذ کے وہ کلمات بہت اچھے لگے جو اس رات انہوں نے اس سائبان کی تعمیر کے دوران کہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا:

''آپ اس سائبان کے نیچے تشریف رکھیں گے اور آپ کے پاس سواریاں بھی موجود رہیں گی۔ ہم آپ کے دشمنوں سے مقابلہ کریں گے اگر اللہ نے ہمیں دشمن پر کامیابی عطا فرمائی تو بہت اچھا ہوگا ورنہ دوسری صورت میں آپ اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو جائیے گا اور مدینہ میں ان لوگوں کے پاس تشریف لے جائیے گا جو آپ کی محبت میں ہم سے کم نہیں ہیں، اگر انہیں پتہ ہوتا کہ جنگ کا سامنا کرنا پڑ جائے گا تو وہ ہرگز وہاں نہ بیٹھے رہتے، ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان جاں نثاروں کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ وہ آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کریں گے''۔

میرے آقا ان کلمات کو سن کر اپنے اس عاشق صادق کے لئے دعائے خیر فرماتے رہے اور ان کو حکم دیا کہ کل اس سائبان کی حفاظت کے لئے انصاری نوجوانوں کا دستہ تمہاری کمان میں موجود رہے گا اور تم ہی میرے محافظ دستہ کے سربراہ ہوگے۔

دوسرے دن اس سائبان کے سامنے حضرت سعد بن معاذ تلوار جسم پر سجائے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لئے مامور خصوصی دستہ کی قیادت کرتے ہوئے دوران جنگ ہمہ وقت موجود رہے۔

اس شب سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے فوجی کمانڈروں کو میدان جنگ کا نقشہ سمجھایا اور دوسرے دن مسلمانوں کی فوج کی پوزیشن

Marfat.com

کے متعلق ایک ایک نکتہ کی وضاحت فرمادی۔آپ کے فرمان کے مطابق ہی دوسرے دن اسلامی لشکر دشمنوں کے خلاف صف آراء ہوئے۔دنیا میں کوئی بھی سپہ سالار اس کامل یقین کے ساتھ اپنی فتح اور کامیابی کے متعلق پیشگوئی نہیں کرسکتا جس طرح میرے آقا سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمائی۔آپ نے اس رات دشمن کے ایک ایک سردار کے قتل ہونے کی جگہ کی پیشگی نشاندہی فرمادی۔ہاتھ کے اشارے سے اپنے جاں نثاروں کو بتاتے جاتے کہ یہاں فلاں قتل ہوگا اور یہاں فلاں کا خاتمہ ہوگا۔

قطعی نتائج سے آگہی وحی الٰہی سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔بارش میں بھیگتی رات مسلمان افواج کے لئے سکون واطمنان کا سبب بن گئی تھی۔ کسی طرح کے خطرے اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر جاں نثاران مصطفیٰ بڑے آرام سے گہری نیند سے لطف اندوز ہورہے تھے جبکہ میرے آقا رات بھر ایک درخت کے نیچے صبح تک اپنے رب کے حضور سربسجود رہے۔خصوصی دعائیں اور مناجات کرتے رہے اور رب العالمین سے فتح و نصرت کے لئے التجائیں کرتے رہے،اشک بار آنکھوں سے آپ یہ دعائیں فرماتے رہے:

''یااللہ!قریش کا یہ لشکر تکبر اور فخر کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے تاکہ تیری طاقت سے ٹکرائے اور تیرے رسول کی تکذیب کرے۔یاالٰہی جس نصرت کا تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے بھیج اور کل ان مغرور لوگوں کو تباہ کردے''

صبح ہوئی تو قریش مکہ نے عجیب منظر دیکھا،مسلمان تازہ دم ہوکر مقابلہ کے لئے تیار کھڑے تھے۔

وہ جس جگہ تھے وہاں زمین ہموار اور سخت ہوچکی تھی جبکہ کفار مکہ کیچڑ سے لت پت علاقے سے نکل کر کھلے میدان میں آئے تو وہاں سارے چشموں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔نفسیاتی طور پر ابتداء ہی میں وہ بددل ہوگئے اور ان کے بعض سمجھدار لوگ اپنے ساتھیوں کو واپس لوٹ جانے کا مشورہ دینے لگے۔ان میں عتبہ بن ربیعہ سرفہرست تھا،وہ اپنے سرخ اونٹ پر میدان میں ادھر سے ادھر جارہا تھا اور باآواز بلند اپنے ساتھیوں کو واپس جانے پر آمادہ کررہا تھا۔

میرے آقا نے اس کی ان کوششوں کو دیکھ کر فرمایا:

''قریش کے لشکر میں سے کسی سے اچھائی کی توقع کی جاسکتی ہے تو سرخ اونٹ کے اس سوار سے کی جاسکتی ہے،اگر قریش کے لوگ اس کی بات مان لیں گے تو شاید بچ جائیں''

میرے آقا نے حضرت علی کو مخاطب کرکے فرمایا:''حمزہ کو بلا کر لایئے''حضرت حمزہ جو سپہ سالار اعظم ﷺ کی ہدایت کے مطابق پہلی صف میں دشمن کے سامنے ایستادہ تھے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو میرے آقا نے پوچھا:

''یہ سرخ اونٹ والا کون ہے جو اپنے لوگوں کو واپس جانے کی تلقین کررہا ہے''

''یارسول اللہ یہ عتبہ بن ربیعہ ہے اور اس کی کوشش ہے کہ اس کا لشکر واپس چلا جائے''

حضرت حمزہ نے اس باتوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ کہہ رہا ہے کہ اے میری قوم کے لوگو!اس پسپائی کا سارا الزام تم مجھ پر عائد کردینا اور وہاں جاکر یہ کہنا کہ ہم عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے واپس آگئے ہیں لیکن یارسول اللہ!اس کی بات کوئی نہیں سن رہا کیونکہ ابوجہل عتبہ کی تجویز کو نہیں مان رہا اور دوسرے لوگ بھی اس کی تجویز کو اہمیت نہیں دے رہے''۔

اتنے میں دن چڑھ آیا تھا،مسلمان فوج کا پانی کے ذخائر پر قبضہ تھا۔یہی حکمت عملی طے کی گئی تھی کہ کفار مکہ کو پانی کی فراہمی روک دی جائے گی جب پیاس کی شدت بڑھی اور قریش مکہ کے بعض افراد نے مسلمانوں کے زیراثر چشمے کی طرف آنا چاہا جس کے اردگرد پانی کا حوض بنایا گیا تھا تو مسلمانوں کی افواج نے انہیں روک دیا لیکن سپہ سالار اعظم ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرمائی اور پانی پینے کی سہولت میسر فرما

Marfat.com

دی۔ اس دن کفار مکہ کے جس جس شخص نے مسلمانوں کے حوض سے پانی پیا ان میں سے حکیم بن حزام کے علاوہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں شرف صحابیت سے سرفراز فرمایا، باقی تمام افراد اس دن مسلمان افواج کے ہاتھوں مارے گئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے، رب تعالیٰ کی نصرت آسمانوں سے فرشتوں کی صورت میں اتری اور شام تک قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار بدر کی مقتل گاہ میں اوندھے پڑے تھے۔

جمعہ 17 رمضان المبارک کے اس دن یوم الفرقان کو مسلمانوں کو عظیم کامیابی ملی تھی۔ غزوہ بدر کے دن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ آپ کے لئے بنائے گئے مخصوص سائبان ''عریش'' پر جس شخصیت کو ہمہ وقت آپ کے ہمراہ رہنے اور آپ کی حفاظت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس رات کا وہ منظر کبھی نہیں بھولے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی موجودگی میں اسلامی لشکر میں اس معاملے پر بحث ہوئی کہ کل کون اس ''عریش'' پر سپہ سالار اعظم ﷺ کی حفاظت پر متعین ہوگا تاکہ اگر دشمن اچانک آپ پر حملہ کردے تو وہ آپ کی طرف سے حملہ آور کے عزائم کو ناکام بنا دے۔ حضرت ابوبکر صدیق فوراً اپنی تلوار لہراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آ کر گویا ہوئے۔

''آپ پر حملہ آور شخص سے میں خود نمٹ لوں گا''

حضرت ابوبکر اتنی تیزی سے اپنی تلوار کو بے نیام کر کے اٹھے تھے اور جس طرح انہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سر اقدس کی پشت کے قریب کھڑے ہو کر اپنے جرأت مندانہ عزم کا اظہار کیا یہ منظر حضرت علی المرتضیٰ کے لئے اتنا اثر انگیز تھا کہ ایک دفعہ اپنے دور خلافت میں دوران خطابت حضرت علی المرتضیٰ نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق کو ''اشجع الناس'' (انسانیت کا بہادر ترین فرد) کا خطاب دیا تھا۔

میدان بدر میں کفار مکہ کے مقابلے کے لئے اسلامی لشکر کو منظم کرنے اور ان کی صف بندی کرنے کی غرض سے سپہ سالار اعظم ﷺ نے تمام فوجیوں کا علی الصبح معائنہ فرمایا۔ ان کو قطار میں کھڑے ہونے اور مکمل فوجی نظم وضبط کے ساتھ ایستادہ رہنے کا حکم دیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک فوجی سواد بن غزیہ بار بار صف سے آگے نکلتے ہوئے نظر آتے ہیں، جیسے ان کو میدان میں کفار کا مقابلہ کرنے کی جلدی ہو۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ مبارک میں تیر تھا جس کے اشارے سے آپ اپنی مختصر سی فوج کو سیدھا رہنے کی ہدایات دے رہے تھے۔

آپ نے سواد بن غزیہ کو صف سے آگے نکلا ہوا دیکھا تو ان کے قریب آ کر ان کے پیٹ پر تیر چھوتے ہوئے فرمایا:

''سواد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ''

سپاہی نے اپنے سپہ سالار کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور تن کر کھڑے ہو گئے لیکن ساتھ ہی ادب سے شکایت کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! آپ کے تیر چھونے سے مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدل وانصاف مہیا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ مجھے اس تکلیف کا بدلہ لینے کی اجازت دیجئے''

اپنے سپاہی کی درخواست سن کر سپہ سالار اعظم ﷺ نے فوراً اپنا کرتہ اٹھا دیا اور اپنا شکم مبارک فوجی کے سامنے کر دیا۔

''سواد! آگے بڑھو! اور اپنا بدلہ لے لو''

سارا لشکر اسلامی حیرت سے دیکھنے لگا کہ سواد اب کیا کریں گے۔ یہ سننا تھا کہ سواد تیزی سے آگے بڑھے اور میرے آقا کے مقدس جسم سے چمٹ گئے اور آپ کے پیٹ کے بوسے لینے لگے اور پھر صف میں اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔

''سواد! تم نے یہ کیوں کیا؟''

''یارسول اللہ! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ صورتحال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے جانے سے پہلے میرا جسم آپ کے جسم سے

Marfat.com

چھو جائے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کو اپنے جاں نثار کا یہ محبت بھرا والہانہ انداز پسند آیا اور آپ نے اس کی محبت کے اس اظہار پر دعائے خیر کے لئے ہاتھ بلند فرما دیئے۔

آپ نے اس کے بعد لشکر کو خصوصی ہدایت جاری فرمائیں۔

''یاد رکھنا جب تک دشمن کی فوج تم پر حملہ آور نہ ہو تم اپنے تیر نہ چلانا۔ ان کو بچا کر رکھنا اور جب تک وہ تم کو اپنے گھیرے میں نہ لے لیں اس وقت تک تلوار میں نیام سے نہ نکالنا''۔

فوجیوں کا معائنہ کرنے اور ہدایات دینے کے بعد آپ اپنے سائبان سے نگرانی فرمانے کی غرض سے واپس پہنچے اس عریش کے نیچے دروازے کے قریب حضرت سعد بن معاذ حفاظتی دستے کے ہمراہ کھڑے ہو گئے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ''عریش'' پر تشریف لے گئے اور سارا دن آپ کی حفاظت کے لئے مستعد رہے، سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا۔ آج دعاؤں کا انداز نرالا اور جداگانہ تھا، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے محویت انہاک اور وارفتگی کا عالم یہ تھا کہ جسم اطہر پر پڑی ہوئی چادر کاندھے سے بار بار اتر جاتی۔ ایک دفعہ جب چادر کاندھے سے اتر کر نیچے گر پڑی تو ساتھ ہی کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا کر آپ کے جسم اطہر پر رکھتے ہوئے عرض کی۔

''یارسول اللہ! آپ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت دعائیں فرمالی ہیں۔ یقیناً وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا''

اس اثناء میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام تھوڑی دیر کے خاموش ہو کر بیٹھ گئے چند لمحوں کے لئے آنکھ لگ گئی اور پھر بیدار ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

''ابوبکر، خوشخبری سنو! اللہ کی نصرت پہنچ گئی ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ جبرائیل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے جا رہے ہیں اور میدان جنگ میں ان کے گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہو رہے ہیں''

ادھر مسلمانوں کے قبضہ میں پانی کے چشمے اور اس کے اردگرد بنائے ہوئے حوض کی طرف کفار مکہ کے لشکر کے افراد سب سے پہلے حملہ آور ہونا چاہتے تھے تاکہ پانی کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ اسود بن عبدالاسد نے للکار کر کہا:

''مجھے اللہ کی قسم! میں اس حوض کا پانی پیوں گا یا اس کے لئے اپنی جان دے دوں گا''

جیسے ہی اسود اس حوض کی طرف بڑھا مسلمانوں کے ہراول دستے میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب آگے بڑھے اور اپنی تلوار کے وار سے اسود کا پاؤں کاٹ کر رکھ دیا اور وہ گر پڑا لیکن گھسٹتا ہوا حوض کی طرف بڑھنے لگا۔ حضرت حمزہ نے آگے بڑھ کر اپنی تلوار اس کے جسم میں ایسے چھبو دی کہ وہ وہاں پر سسکتے سسکتے تڑپ کر مر گیا۔ یہ اس دن کا پہلا قتل تھا جو مسلمان افواج کی طرف سے کیا گیا تھا۔

اس کے فوراً بعد کفار کے تین شہسوار باہر نکلے ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید یہ تینوں مکہ کے سردار اموی خاندان کے اہم ترین فرد تھے۔ ان کے مقابلے کے لئے تین انصاری نوجوان عوف بن عفراء، معوذ بن عفراء اور عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے قریشی سرداروں نے اپنے مدمقابل اجنبی لوگوں کو دیکھا تو ان سے پوچھا:

''تم کس شہر سے تعلق رکھتے ہو''

''ہم مدینہ منورہ کے انصاری ہیں''

''آپ سے ہمیں نہیں لڑنا، ہم تو اپنے چچازاد بھائیوں سے مقابلے کے لئے آئے ہیں پھر ان میں سے ایک نے اونچی آواز میں کہا:

Marfat.com

''محمد! ہمارے مقابلے کے لئے ہماری قوم کے افراد کو لڑنے کے لئے بھیجو!''

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے مکہ کے بگڑے ہوئے قریشی سرداروں کے خاندان کے ان مغرور جنگجوؤں کا مطالبہ سنا تو ارشاد فرمایا:

''عبیدہ، حمزہ اور علی آپ اٹھئے اور ان کا مقابلہ کیجئے!''

میرے آقا کے ان جانبازوں نے ہتھیار جسموں پر سجائے اور قریشی سرداروں کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور اپنا تعارف کرایا تا کہ ان کو معلوم ہو سکے کہ وہ کن سے معرکہ آرائی کر رہے ہیں۔ ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو حضرت عبیدہ اور حمزہ نے للکارا جبکہ نوجوان ولید بن عتبہ کو جسے اپنی جوانمردی اور بہادری پر بڑا ناز تھا شیر خدا سیدنا علی المرتضٰی نے فوراً اپنی تلوار سے وار کر کے اس کا سرتن سے جدا کر کے پھینک دیا۔ حضرت حمزہ نے بھی ایک پل میں اپنے مدمقابل شیبہ کو قتل کر دیا۔ حضرت عبیدہ اور عتبہ کے مقابلے میں جب عتیبہ نے حضرت عبیدہ کی ٹانگ کو اپنی تلوار سے زخمی کر دیا تو حضرت علی اور حضرت حمزہ ان کی مدد کے لئے آگے بڑھے اور عتبہ کو یک بارگی حملہ کر کے اس کے انجام تک پہنچا دیا۔ حضرت عبیدہ اگرچہ عمر میں بڑے تھے لیکن جب تک حضرت علی اور حضرت حمزہ مدد کے لئے نہیں پہنچے انہوں نے عتبہ کا ڈٹ کر سامنا کیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت عبیدہ کی ٹانگ کٹ چکی تھی ان کو زخمی حالت میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں لایا گیا۔ ان کی آواز تو بند ہو چکی تھی لیکن ان کی نگاہیں میرے آقا سے یہ سوال تو ضرور کرتی ہوں گی کہ حضور میں نے دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا اور اب آہستہ آہستہ سفر آخرت پر روانہ ہو رہا ہوں کیا آپ میری اس قربانی پر راضی ہیں۔ میرے آقا کے چہرے پر اپنے اس جانباز کے لئے ایک لطیف سی مسکراہٹ ہی تمام غموں سے نجات کا باعث بن گئی ہو گی اور اسی پر کیف حالت میں رہتے ہوئے جنگ کی کامیابی کے چوتھے دن مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے سفر میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ زخموں سے نڈھال حالت میں جب ان کو حضور کی بارگاہ میں لایا گیا تھا تو انہوں نے اپنا چہرہ میرے آقا کے قدموں پر رکھ دیا تھا اور حضرت ابو طالب کے اشعار پڑھنے لگے۔ اس اولین معرکہ میں قریشی سرداروں کے بڑے بڑے نامور جنگجو ڈھیر ہو گئے تھے۔ اولین مرحلے میں ہی دشمن کے حوصلے پست ہو چکے تھے لیکن مغرور ابو جہل اپنے ساتھیوں کے حوصلے پست ہوتا ہوا دیکھ کر چیخنے لگا ''ہماری مدد کے لئے ہمارا خدا عزیٰ ہے وہ تمہاری مدد نہیں کرے گا''

ابو جہل کی اس بے ہودہ گفتگو کا جواب دینے کے لئے میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے جانبازوں کو حکم دیا کہ وہ باآواز بلند کہیں ''اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لئے ہے اور تمہاری مدد کے لئے کوئی بھی نہیں ہے۔ ہماری طرف سے جاں قربان کرنے والے جنت میں جائیں گے اور تمہارے مقتول آگ میں جلیں گے'' اس کے بعد میرے آقا اپنے مخصوص سائبان سے نیچے اترے فولادی زرہ آپ کے جسم اطہر پر تھی۔ ایک کمانڈر کی شان سے آگے بڑھے اور اپنے جاں نثاروں کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''عنقریب دشمنوں کا گروہ شکست کھا جائے گا اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرما کر زمین سے مٹی اٹھائی اور دشمن افواج کی طرف پھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ان چہروں پر پھٹکار پڑے، ان کے دلوں پر رعب پڑ جائے اور قدم ڈگمگا جائیں''

جیسے ہی میرے آقا نے خاک ان کی طرف اچھالی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مٹی بھر خاک دشمن کے لشکر کے ہر آدمی کی آنکھ نتھنوں اور منہ میں چلی گئی ایسا کیوں نہ ہوتا! اگرچہ یہ مٹی میرے آقا نے پھینکی تھی لیکن درحقیقت اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر شخص کی طرف پھینکا تھا۔

جیسے ہی دشمن فوجیوں کے چہرے خاک آلود ہوئے میرے آقا سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے جاں بازوں کو حکم دیا:

''آگے بڑھو! اور حملہ کرو! اس رب تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جو شخص بھی ڈٹ کر ثابت قدمی سے دشمن کا

Marfat.com

مقابلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پیچھے نہیں ہٹے گا اور جان کی قربانی دے گا اسے اللہ جنت میں داخلے کی نعمت سے نوازے گا۔ آگے بڑھو اور اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی وسعتوں کے برابر ہے" جنت کی وسعت کا تذکرہ سن کر ایک جان نثار عمیر بن حمام نے بے ساختگی سے کہا: "واہ واہ"

میرے آقا نے ان کے اس حیرت بھرے الفاظ پر ان سے پوچھا:

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"

"یارسول اللہ! میں حیران ہو رہا ہوں کہ جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور شاید میں بھی اس جنت میں جاؤں گا"

"یقیناً تم بھی اس جنت میں جاؤ گے"

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے جنت کی خوشخبری سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ میں جو کھجوریں لی ہوئی تھیں انہیں ایک طرف پھینک دیا اور کہنے لگے:

"اگر یہ کھجوریں کھاتا رہا تو بہت دیر ہو جائے گی"

یہ کہا اور فوراً میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے اور بالآخر جام شہادت نوش کیا ایک اور جاں نثار عوف بن عفراء نے پوچھا:

"یارسول اللہ! میدان جنگ میں کس بات پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر خوش ہوتا ہے"

میرے آقا نے انہیں جواب دیا:

"جب بندہ کوئی ہتھیار پہنے بغیر خالی جسم کے ساتھ دشمن کی صفوں میں گھس جائے" یہ سننا تھا کہ عوف نے جورہ پہنی ہوئی تھی اسے اتار پھینکا اور برہنہ شمشیر لے کر میدان جنگ کو چل دیئے اور بہادری کے جوہر دکھاتے دکھاتے شہید ہو گئے۔

اب میدان بدر میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے سائبان میں تشریف فرما مجاہدین اسلام کی کامیابی کے لئے مسلسل دعائیں فرما رہے تھے۔ شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں مصروف رہنے کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک نظر دیکھنے کے لئے سائبان کی طرف آتے، میرے آقا کو سربسجود دیکھتے اور لوٹ جاتے۔ میرے آقا حالت سجدہ میں "یاحی یاقیوم" کا ورد فرما رہے تھے، سیدنا علی المرتضیٰ میدان جنگ کی طرف جا کر پھر مشرکین کا قتل عام شروع کر دیتے واپس آتے تو آقا کو اسی طرح حالت سجدہ میں دیکھتے۔ حتیٰ کہ جتنی بار بھی حضرت علی نے آ کر دیکھا سرور کائنات کو رب کائنات کے حضور سجدہ ریز دیکھا اور دعاؤں میں منہمک پایا۔

میدان جنگ میں مسلمان مجاہدین کا جوش و جذبہ دیدنی تھا ان کو یقین تھا کہ رب تعالیٰ کی نصرت اور مدد ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ ان کے دل اطمینان کی کیفیت سے لبریز تھے۔ مشرکین مکہ کے دل میں اسلامی جاں نثاروں کا رعب اور دبدبہ قائم ہو چکا تھا۔ آسمان کے فرشتے مسلمان افواج کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے اور مشرکین کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ مجاہدین اسلام یہ منظر دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ ان کو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ کس کی تلوار کی زد میں آ کر مخالف فوج کے افراد کے ہاتھ اور سر کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ ایک جان باز کی حیرانی حد سے بڑھی تو وہ سپہ سالار اعظم ﷺ سے آ کر پوچھنے لگا کہ وہ کون سی مدد تھی کہ میں ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس پر کوڑے برسنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور کوئی کہہ رہا تھا کہ حیزوم آگے بڑھو! پھر وہ مشرک گر پڑا اس کی ناک اور چہرے پر زخم کے نشانات تھے جیسے اس کو کوڑے مار مار کر ختم کیا گیا ہو۔

"جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ بالکل سچ ہے، اسے تیسرے آسمان سے مدد کے لئے آنے والے فرشتے نے مارا ہے"

Marfat.com

فیصلہ کن معرکہ کے لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے سائبان سے میدان میں تشریف لے آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنگ میں بھرپور حصہ لینے اور اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کے لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ساتھ تھے حضور نے تشریف لاتے ہی مسلمان جانبازوں کو میدان میں ڈٹے رہنے کی ترغیب دی اور پھر اپنی تلوار سے دشمن افواج پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمان مجاہدین سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں بے خوفی اور بلند ہمتی سے لڑ رہے تھے اور مشرکین مکہ کے بڑے بڑے جنگجو اور سردار ایک ایک کر کے قتل ہو رہے تھے جو لوگ فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے انہیں مسلمان مجاہدین گرفتار کر رہے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب اس دن قریش مکہ کے لشکر کے ساتھ تھے۔ ان کو گرفتار کرنے والے انصاری مجاہد فخریہ انداز میں ان کی گرفتاری کا واقعہ بیان کرنے لگے تو حضرت عباس نے جواب دیا۔

''نہیں! اللہ کی قسم! مجھے اس نے گرفتار نہیں کیا، مجھے تو ایک خوبرو شخص نے جو ایک گھوڑے پر سوار تھا گرفتار کیا تھا''

حضرت عباس کے اس دعویٰ کی تصدیق فرماتے ہوئے میرے آقا نے مجاہد سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ایک فرشتے کے وسیلے سے تمہاری مدد کی تھی'' میرے آقا کی میدان جنگ میں تشریف آوری کے بعد جنگ کا فیصلہ جلد ہی ہو گیا۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور جو بچ گئے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے جس دن میرے آقا کے خلاف مشرکین نے مکہ کے ''دارالندوۃ'' میں اجلاس بلایا تھا اور قتل کی سازش تیار کی تھی اس دن ابلیس لعین ''شیخ نجدی'' کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ میدان بدر میں ابلیس لعین سراقہ بن مالک کی شکل میں موجود تھا اور مشرکین کے حوصلے بڑھا رہا تھا جب اس نے وہ دیکھ لیا جو مشرکین کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی نہیں تو میدان سے بھاگ نکلا وہ دیکھ سکتا تھا کہ اب آسمان سے فرشتوں کی فوج مدد کے لئے آ پہنچی ہے اور ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ابلیس کو میدان چھوڑ کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو مشرکین کہنے لگے، ''سراقہ! تم کہاں جا رہے ہو؟ تم نے تو کہا تھا کہ تم ہماری مدد کے لئے آئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے''

شیطان بھاگتے ہوئے کہنے لگا ''میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں تم اسے نہیں دیکھ سکتے'' اور یہ کہتا ہوا سمندر کی طرف چلا گیا۔ ابوجہل ابھی تک میدان میں ڈٹا ہوا تھا۔ اس کا غرور اور تکبر اسے وہاں سے ہٹنے نہیں دیتا تھا۔ وہ مشرکین مکہ سے بار بار کہہ رہا تھا کہ ڈٹے رہو۔ بہت جلد ہمیں کامیابی ہوگی، تم سراقہ کی واپسی سے دلبرداشتہ نہ ہونا، تم عتبہ شیبہ اور ولید کے قتل سے گھبرانا نہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی جلد بازی کی وجہ سے قتل ہوئے تھے۔ ہم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے دشمنوں کو رسیوں میں جکڑ کر گرفتار نہ کر لیں تم لوگ ان کو قتل کرنے کی بجائے ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو تا کہ ہم ان کو سزائیں دے سکیں۔

لیکن ابوجہل کی خطیبانہ جادوگری بھی مشرکین کی صفوں میں اتحاد برقرار نہ رکھ سکی۔ ان پر موت کا خوف مسلط ہو چکا تھا اور ان کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ ابوجہل نے اپنے اردگرد ایک حفاظتی حصار قائم کر رکھا تھا۔ تلواریں ہاتھوں میں تھامے اور نیزوں سے حفاظت کرنے والے جنگجو اس کے اردگرد دائرہ بنا رکھا تھا۔ مسلمان مجاہدین نے اچانک اس گروہ پر حملہ کر کے ابوجہل کے حفاظتی دستے کو منتشر کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو وہ منظر کبھی نہیں بھولا جب انہوں نے دو کم عمر نوجوانوں کو میدان جنگ میں دیکھا ان میں سے ایک نے آہستہ سے پوچھا:

''چچا جان! مجھے بتایئے کہ ابوجہل کہاں ہے؟''

عبدالرحمٰن بن عوف نے حیرانی سے اس نوجوان سے دریافت کیا:

''بھتیجے! تم اس کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہو''

Marfat.com

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے''

''تو تم کیا کرو گے؟''

''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ اگر مجھے وہ نظر آجائے تو اس وقت تک اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک ہم میں سے کسی ایک کا خاتمہ نہ ہو جائے''
ابھی حضرت عبدالرحمٰن سے اس نوجوان کی سرگوشی سن کر حیران ہو رہے تھے کہ دوسرے نوجوان نے بھی آہستگی سے ان کے کان میں یہی بات کہی۔

ان نوجوانوں کا یہ جوش وخروش دیکھا تو انہوں نے اپنے حفاظتی دستے میں گھرے ہوئے ابوجہل کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''دیکھو اس طرف تمہارا شکار موجود ہے، اگر اس کو پکڑ سکتے ہو تو جاؤ''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ابھی ابوجہل کی نشاندہ کی ہی تھی کہ یہ دونوں نوجوان مجاہد اپنی تلواریں لے کر ابوجہل کی طرف دوڑے اور اچانک حملہ کر کے اس دشمن اسلام کو گھائل کر دیا۔ غزوہ بدر میں یہ تاریخی کارنامہ سرانجام دینے والے کم سن مجاہدین کا جذبہ بھی یکساں تھا اور ان کی رگوں میں گردش کرنے والا خون بھی ایک تھا۔ یہ دونوں جوان معاذ اور معوذ حارث بن رفاعہ النجاری کے بیٹے تھے لیکن ان کے نام کے ساتھ ان کے والد کا نام نہیں بلکہ ان کی ماں کا نام تعارف کے لئے لگایا جاتا تھا۔ وہ حارث کی بجائے عفراء کے بیٹے کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ عفراء وہ خوش قسمت خاتون تھیں جو ان آٹھ افراد کے قافلے میں شریک تھیں جس نے مکہ مکرمہ میں حاضری دے کر سرور کائنات کی نبوت ورسالت پر ایمان لانے کا اعلان کیا تھا۔ اس عظیم المرتبت خاتون کے سات بیٹے تھے جنہوں نے میدان بدر میں مجاہدین اسلام کے لشکر میں شریک ہو کر مشرکین مکہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ عوف بن عفراء تو اولین مرحلے ہی میں اپنی زرہ اتار کر دیوانہ وار میدان میں بے خطر کود پڑے تھے اور جام شہادت نوش کیا۔ معاذ اور معوذ کو ابوجہل کو انجام تک پہنچانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ دونوں ابوجہل کو زخموں سے تڑپتا ہوا چھوڑ کر آئے تھے اور یہ سمجھے تھے کہ چند لمحوں بعد یہ مر جائے گا وہ جلد از جلد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے تھے اس لئے وہ ابوجہل کا سر کاٹ کر نہ لاسکے۔ ان نوجوانوں کے جوش اور جذبے کی کیفیت یہ تھی کہ معاذ پر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ ان کا بازو ایک طرف لٹک گیا۔ وہ اس لٹکتے ہوئے بازو کے ساتھ مصروف جہاد رہے۔ بالآخر انہوں نے اپنے پاؤں سے دبا کر اس بازو کو کھینچ کر ایک طرف پھینک دیا اور لڑتے رہے بعد ازاں وہ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر سپہ سالار اعظم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔ آپ نے اپنے مقدس ہاتھ سے اپنا لعاب دہن اس پر لگا کر اس کو معاذ کے جسم کے ساتھ لگایا تو وہ پھر سے جڑ گیا۔ دوسرے بھائی معوذ کا ہاتھ کلائی سے کٹ گیا تھا اسے بھی میرے آقا نے اپنے مقدس ہاتھ کے معجزہ سے دوبارہ جوڑ دیا، دونوں اصرار کر رہے تھے کہ انہوں نے ابوجہل کی زندگی کا خاتمہ کیا ہے۔ دونوں کی تلواریں اس کے خون سے لبریز تھیں۔ آپ نے ان دونوں جانبازوں سے فرمایا:

''تم دونوں نے ہی اس کو قتل کیا ہے'' پھر آپ نے اللہ اکبر کہہ کر اظہار تشکر فرمایا یہ دونوں مجاہدین دوبارہ میدان جنگ میں برسرپیکار ہو گئے۔ معوذ کی قسمت میں اس دن شہادت نصیب ہونا لکھا تھا۔ وہ شہید ہو گئے تو میرے آقا نے ابوجہل کا ذاتی سامان اس کی حفاظتی فولادی ٹوپی اور اس کی زرہ معاذ کو مال غنیمت کے طور پر عطا فرما دی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ایک نادار اور غریب گھرانے کے چرواہے تھے جنہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام کی دعوت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ابوجہل ان پر ظلم وستم کی انتہا کر دیا کرتا تھا۔ ان کے سر کے بال پکڑ کر ان کو تھپڑ مارتا، ان پر تشدد کرتا۔ لیکن عبداللہ بن مسعود ابوجہل کے مظالم کا جواب نہ دے سکتے تھے کیونکہ وہ غریب اور مفلس خاندان کے فرد تھے۔

آج میرے آقا نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور ابوجہل کی لاش تلاش کر کے اس کا سر کاٹ کر لائیں حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کو ایک جگہ پڑے ہوئے دیکھا تو اس کے قریب پہنچے۔ ابھی اس میں چند سانسیں باقی تھیں۔ اس کا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، اس کی تلوار اس کی رانوں پر رکھی ہوئی تھی، عبداللہ بن مسعود نے اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اپنی تلوار سے اس کے سر پر کچوکے لگانا شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنی تلوار سے اس کا سر کاٹنا چاہا لیکن پھر یہ سوچ کر رک گئے کہ ان کی تلوار پرانی اور زنگ آلود ہے اس لئے ابوجہل کی اپنی تلوار اٹھا کر اسے ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ دشمن رسول خدا نے آخری مرتبہ زبان کھولی۔ اس نے پوچھا۔

''کس کو کامیابی نصیب ہوئی ہے!''

''اللہ اور اس کے رسول کو'' پھر اس کو داڑھی سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے تجھ جیسے دشمن کو ذلیل و رسوا کیا''

انہوں نے اس کا سر کاٹنے کے لئے تلوار بلند کی تو ابوجہل نے عبداللہ بن مسعود کو آخری پیغام دیتے ہوئے کہا:

''محمد ﷺ کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں ہمیشہ ان سے دشمنی کرتا رہا ہوں اور آج بھی ان سے شدید عداوت رکھتا ہوں'' اس ازلی بدبخت کے یہ آخری الفاظ سنتے ہی نحیف و نزار جسم لیکن عظیم اسلامی جذبے اور قوت کے حامل عبداللہ بن مسعود نے تلوار سے اس کے سر کو کاٹ کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر اس کا قیمتی آہنی پیراہن اور دیگر سامان اٹھایا اور اس کے کٹے ہوئے سر کو سرکار دو جہاں ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ میرے آقا نے ابوجہل کے مغرور سر کو اپنے قدموں میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرما کر اکیلے سب گروہوں کو ذلیل و رسوا کیا''

ابوجہل کے آخری کلمات کی تفصیلات عبداللہ بن مسعود نے بیان کیں تو میرے آقا نے جاں نثاروں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''جیسے اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء میں عزت و اکرام عطا فرمایا ہے اسی طرح میری امت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بلند مرتبے والی ہے۔ میری امت کا فرعون ابوجہل بھی تمام سابقہ فرعونوں سے بڑھ کر ظالم اور کینہ پرور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت کا فرعون ڈوبتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں لیکن میری امت کا فرعون مرتے ہوئے بھی سرکش رہا اور اس کی اسلام کی دشمنی میں کمی نہیں ہوئی''

اس جنگ میں آسمان کے فرشتوں کی مدد تو حاصل تھی ہی لیکن ہر مرحلے پر مجاہدین اسلام اور جاں نثاران مصطفیٰ نے یہ مناظر بھی دیکھے کہ جب بھی ان کو کوئی مشکل درپیش آئی سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس کو آن واحد میں حل فرما دیا۔

حضرت معاذ اور حضرت معوذ کے کٹے ہوئے بازو اور ہاتھ کو میرے آقا نے اپنے لعاب دہن سے جوڑ دیا۔ ایک جانباز حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی کی تلوار ٹوٹ گئی تو وہ میرے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ایک لکڑی اٹھا کر دیتے ہوئے فرمایا:

''عکاشہ! اس لکڑی کے ساتھ لڑائی جاری رکھو!'' جیسے ہی میرے آقا نے یہ لکڑی ان کو تھما دی وہ تلوار بن گئی نہ صرف اس نے تلوار جیسا کام شروع کر دیا بلکہ یہ لکڑی فولاد میں بدل گئی جس کے لوہے کو نہ زنگ لگا اور نہ کسی جنگ میں اس کا لوہا کمزور ہوا۔

لکڑی سے لوہا بن جانے والی یہ تلوار ''العون'' کہلائی اور حضرت عکاشہ نے اسے کئی جنگوں میں استعمال کیا اور ہمیشہ سرخرو ٹھہرے۔ حضرت عکاشہ کو شہادت اس معرکے میں نصیب ہوئی جب انہوں نے نبوت کے ایک جھوٹے مدعی طلیحہ اسدی کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

ایک اور مجاہد سلمہ بن اسلم بن الحریش کو بھی میرے آقا نے کھجور کی ایک خشک ٹہنی دے کر دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے آقا کی عطا کردہ یہ ٹہنی بھی فولادی تلوار میں ڈھل گئی۔ یہ تلوار انہوں نے زندگی بھر سنبھال کر رکھی اور عہد فاروقی میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

ایک جاں نثار حضرت قتادہ کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا باہر ابل آیا۔ میرے آقا نے ان کی آنکھ کا ڈھیلا اپنے دست مبارک سے اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ انہیں بعد میں پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔ تکلیف تو اسی وقت جاتی رہی تھی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کو معلوم تھا کہ ہاشمی خاندان کے افراد زبردستی میدان جنگ میں لائے گئے ہیں۔ مکہ کے قریشی سرداروں نے ان کو مجبور کیا تھا کہ وہ اس جنگ میں شریک ہوں۔ اس لئے میرے آقا نے اپنے جانبازوں سے فرمادیا تھا:

''مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگ اپنی خوشی سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا اگر تم بنو ہاشم میں سے کسی شخص کو اپنی گرفت میں لے لو تو اس کو قتل نہ کرنا'' اس موقع پر خاص طور پر میرے آقا نے دو افراد کا نام لے کر انہیں قتل نہ کرنے کی ہدایت کی۔ عباس بن عبدالمطلب اور ابو بختری بن ہشام مسلمان جانبازوں کو یہ ہدایات ملیں تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''کیا ہم اپنے باپ بیٹوں بھائیوں اور خاندان اور قبیلے کے افراد کو قتل کریں گے اور عباس کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے عباس کو دیکھ لیا اور میری گرفت میں آ گئے تو تلوار سے ان کو خاموش کر دوں گا''

ابو حذیفہ کے ان خیالات کی اطلاع میرے آقا کو پہنچی تو آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''کیا لوگ اب میرے چچا کے چہرے کو تلوار سے کاٹ دیں گے''

سیدنا فاروق اعظم نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر عرض کی:

''مجھے اجازت دیجئے میں اس شخص کی گردن اڑا دوں جس نے ایسا کیا ہے کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ وہ منافق ہو گیا ہے''

لیکن میرے آقا نے حضرت عمر کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور حضرت ابو حذیفہ بھی تمام عمر اس بات پر رنجیدہ رہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کہا تھا۔ وہ ہمیشہ متفکر رہتے اور کہتے تھے کہ اطمنان اسی صورت میں نصیب ہوگا اگر شہادت کی موت ملے گی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ جنگ عامہ میں شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔

اس وقت جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں بحمد للہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں مسجد النبوی میں حرم نبوی کے اس حصے میں بیٹھا ہوں جہاں سے عثمانی ترکیوں کے دور میں تعمیر ہونے والے حرم شریف کے سامنے والے برآمدے میں گنبد خضرا کا حسین منظر آنکھوں کی فرحت کا سامان پیدا کر رہا ہے۔ میں چند سطور لکھتا ہوں تو باساختہ آنکھیں سبز گنبد کی طرف اٹھ جاتی ہیں اور میں اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگتا ہوں کہ مجھ جیسے شخص پر میرے آقا نے کتنا کرم فرمایا کہ نہ صرف سیرت پاک کے متعلق لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی بلکہ اپنے پاس بلا کر اپنی قربت خاص میں سبز گنبد کی چھاؤں میں اپنی مدح سرائی کرنے کا اعزاز بھی بخشا اور ارض طیبہ کی ایمان افروز فضا میں ان سطور کو لکھنے کا موقع رحمت فرمایا۔

مسجد نبوی کے قدیم ترین حصے کی پیشانی پر درمیان میں ماشاء اللہ اور اس کے دائیں اللہ جل جلا اور بائیں جانب محمد ﷺ کندہ ہے۔ اس کے علاوہ اس حصے میں آٹھ اور نام لکھے ہوئے ہیں جن کی دائیں طرف سے ترتیب یوں ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ۔ یوں تو نام حفظ مراتب اور خلفائے راشدین کی زبانی ترتیب کے اعتبار سے لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلا کا اسم ذات اور اسم محمد ﷺ کو مرکزی نقطہ اور محور بنا کر ارد گرد کے نام پڑھنا شروع کریں تو پہلے ابو بکر دائیں طرف پھر عمر بائیں طرف عثمان دائیں طرف اور علی بائیں طرف اور پھر دائیں بائیں حسن و حسین کے اسمائے گرامی آتے ہیں، یہ حسن اتفاق ہے کہ تحریر کی ترتیب کو پیش نظر رکھیں تو برآمدے کی پیشانی پر کندہ کیے ہوئے ناموں میں حضرت عمر کا نام میرے آقا کے نام کے ساتھ موجود ہے اور اسی دیوار کا آخری نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہے جن کے تحفظ کی خاطر حضرت عمر میدان بدر میں اپنے ایک ساتھی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com

دراصل میرے آقا نے سیدنا عمر کو فاروق کا جو خطاب دیا تھا وہ اس کے عظیم ترین مظہر تھے، وہ ذات مصطفیٰ کو ہی کائنات کی محبوب ترین شخصیت تسلیم کر چکے تھے اب اس کے بعد ان کے لئے کسی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس لئے جب وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضی کے خلاف کسی کو کچھ کہتے ہوئے سن لیتے تو فوراً اپنی تلوار بے نیام کر لیتے۔ درحقیقت وہ بذات خود تحفظ مقام مصطفیٰ کے لئے برہنہ شمشیر بن چکے تھے۔

میرے آقا نے بدر کے معرکے میں ابوبختری کو قتل کرنے سے منع اس لئے فرمایا تھا کہ اس نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ کے قیام دوران ایذا نہیں پہنچائی تھی، اور نہ ہی وہ کوئی گستاخانہ جملے کہتا تھا، وہ ایک سلجھے ہوئے انداز اور سلیقے سے بات کرنے والا شخص تھا۔ اسی نے اس معاہدہ کے صفحے کو پھاڑ کر ایک طرف پھینک دیا تھا جس میں قریشی سرداروں نے میرے آقا اور بنو ہاشم کے قبیلے کے دیگر افراد کے بائیکاٹ کا فیصلہ تحریر کر رکھا تھا لیکن جنگ کے ماحول میں بعض دفعہ ہنگامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک فیصلے کے نتیجے میں ابوالبختری کو قتل کرنا پڑا۔

میدان بدر میں جب ابوالبختری مسلمان مجاہدین کے سامنے آ گیا تو حضرت مجذ دبن زیاد نے باآواز بلند کہا:

''ابوبختری! اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تمہیں قتل نہ کیا جائے لہٰذا تم یہاں سے ہٹ جاؤ!''

''کیا تم مجھے چھوڑ رہے ہو یا یہ رعایت میرے ساتھی کو بھی ملے گی؟''

''نہیں، تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے! یہ حکم صرف تمہارے لئے ہے''

''پھر بخدا ہم دونوں لڑیں گے''

ابوالبختری جب اپنے ساتھی کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑا تو پھر مجذر بن زیاد کی تلوار نے اس کا اور اس کے ساتھی کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

سمجھدار قریشی سرداروں کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ جنگ ہار چکے ہیں اور اب قید ہونے سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر انہوں نے مزاحمت جاری رکھی تو وہ مارے جائیں گے جو اپنی ضد پر ہٹ دھرمی سے اڑے رہے وہ تو جلدی مارے گئے جنہوں نے ذرا تاخیر سے میدان چھوڑنے اور ہار ماننے کا فیصلہ کیا ان میں سے کچھ تو قیدی بن کر بچ گئے لیکن کچھ لوگ ہتھیار پھینک کر بھی اپنی جان کی بازی ہار گئے، اس کی واضح مثال امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل ہے۔ امیہ بن خلف مکہ کا ایک ظالم رئیس اور نخوت و تکبر والا قریشی سردار تھا۔ اس نے میرے آقا کے اولین دور کے ساتھیوں کو بہت ستایا تھا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اس کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔

میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد وہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو اس کو حفاظت میں لے کر جنگی قیدی کی حیثیت سے سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دے، اسے یقین تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت میں پہنچ گیا تو اس کی جان بچ جائے گی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کفار مکہ کے سامان میں سے کچھ اشیاء اور فوجیوں کی زرہیں ہاتھ میں لئے جا رہے ہیں۔ اس نے چیخ کر کہا:

''تم ان زرہوں کو چھوڑ دو، مجھے گرفتار کر لو' اور پھر ترغیب دلاتے ہوئے کہنے لگا ''میرے فدیے کے بدلے میں تمہیں دودھ دائے جانور ملیں گے کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں؟''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جنگی سامان وہیں پر چھوڑا اور امیہ بن خلف کو اس کے بیٹے سمیت گرفتار کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں امیہ نے عبدالرحمٰن سے پوچھا ''تمہاری فوج میں وہ کون شخص تھا جو سینے پر شتر مرغ کا پر لگائے ہوئے دلیری سے ہماری صفوں میں گھس کر جنگ کر رہا تھا''

''وہ حمزہ بن عبدالمطلب تھے''

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے میرے آقا کے اس نڈر اور دلیر چچا کا نام لیا تو امیہ نے بے ساختہ کہا: ''اسی شخص کی کارکردگی نے ہماری فوج کے اندر تباہی مچا دی''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس قریشی متکبر سردار کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت بلال حبشی نے دیکھ لیا۔ اسے دیکھتے ہوئے پکار اٹھے:

''کافروں کا لیڈر امیہ بن خلف! جاتا کہاں ہے! اب یا تو تم بچو گے یا میں''

''بلال اسے چھوڑ دو، یہ میرا قیدی ہے''

''نہیں میں اسے چھوڑوں گا نہیں، آج یہ بچ کر نہیں جا سکتا''

حضرت بلال بآواز بلند اذان دیا کرتے تھے، آج انہوں نے جو صدا دی وہ عجیب و منفرد تھی۔ آج میرے آقا کے اس خادم خاص اور عاشق صادق نے موذن نے اونچی آواز میں انصار مدینہ کو پکارا!

یا انصار اللہ! کافروں کا سردار امیہ بن خلف یہاں ہے! اس کو جانے نہیں دینا''

یہ سننا تھا کہ لوگ اذان بلالی پر دوڑے چلے آئے اور اس قریشی سردار اور اس کے بیٹے کو گھیرے میں لے لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے وعدے کی پاسداری کے پیش نظر اپنے قیدیوں کو بچانے کی کوشش کی لیکن آج مجاہدین کے غیض وغضب سے یہ دشمن خدا اور اس کے محبوب کا سب سے بڑا مخالف کس طرح بچ کر جا سکتا تھا۔ ایک طرف سے کسی نے اس کے بیٹے کے پاؤں پر تلوار سے حملہ کیا اور اس کو زخمی کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ امیہ نے بیٹے کو خاک وخون میں تڑپتا ہوا دیکھا تو اس نے ایک دردناک چیخ ماری۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے آخری کوشش کی اور کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ لیکن موت اس کے مقدر میں لکھی تھی۔ مجاہدین نے یک بارگی حملہ کر کے دونوں باپ بیٹے کے سر کاٹ کر ایک طرف پھینک دیئے۔

اس دشمن اسلام کی قتل کی خوشی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی ہوئی لیکن وہ آخر وقت تک اپنے قیدیوں کے تحفظ کی خاطر کوشش کرتے رہے۔ ان کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف نے مڑ کر دیکھا تو ان کے قبضہ میں آئی ہوئیں اتنی زرہیں کوئی اور لے کر جا چکا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی حسن مزاح کا اظہار کرتے ہوئے حضرت بلال سے فرمایا:

''بلال اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے بھی میرے ساتھ عجیب کام کیا ہے۔ میں نے زرہیں چھوڑ کر ان قیدیوں کو گرفتار کیا تھا کہ ان کے فدیے میں سے جانور ملیں گے۔ وہ زرہیں بھی ہاتھ سے گئیں اور قیدی بھی قتل ہو گئے''۔

غزوہ بدر میں ایسے ایسے مناظر سامنے آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے مثال معرکہ حق و باطل تھا۔ قریبی عزیز واقارب باپ بیٹا اور دوسرے کے مدمقابل تھے اور کفر واسلام کے امتیاز کی وجہ سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو للکارا۔ کہنے کو تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے یہ کہا کہ اس تلوار سے اپنے گمراہ باپ کا خاتمہ کروں گا لیکن چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مسلمان ہو گئے تو کہا کرتے تھے کہ اس دن والا سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔

حضرت ابوبکر فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجھ پر قابو پا لیتا تو میں بیٹا سمجھ کر ہرگز معاف نہ کرتا۔

جنگ ختم ہوئی تو گرفتار فوجیوں کو باری باری سپہ سالار اعظم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ اس وقت اپنے سائبان میں تشریف فرما تھے۔ اس کے داخلے راستے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر کھڑے تھے اور ہر آنے والے کو گہری نگاہ سے دیکھتے جاتے تھے ان کے غضبناک انداز کو دیکھتے ہوئے میرے آقا نے انہیں قریب بلایا اور فرمایا:

Marfat.com

"مجھے لگتا ہے کہ تمہیں مسلمانوں کا کفار کو گرفتار کرنا اچھا نہیں لگا"

"یارسول اللہ! آپ صحیح ارشاد فرما رہے ہیں، یہ ہمارا مشرکین کے ساتھ پہلا مقابلہ تھا، آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع فراہم کیا تھا اس لئے ہمیں چاہئے تھا کہ مشرکین کو چھوڑ دینے کی بجائے ان کو قتل کر دیا جاتا اور ان کی قوت کا خاتمہ کر دیا جاتا"

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے اس عظیم المرتبت جاں نثار کے جذبات کو سنا اور ان کے جذبہ مثالی فی سبیل اللہ کو محسوس فرمایا لیکن میرے آقا ہتھیار پھینکنے والے مشرکین اور گرفتار ہو کر آنے والے مخالفین کے قتل عام کا حکم دینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ دشمن جب ہتھیار پھینک دے اور اپنی شکست تسلیم کر لے تو اس کے بعد عفو و درگزر فرمانا شیوہ مصطفوی ہے۔ مشرکین مکہ کے فوجیوں کو گرفتار کرنے کا اولین مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو درس دیا جائے کہ مسلمان افواج کے سپاہی جنگ جیتنے کے بعد بغیر کسی وجہ سے اپنے مخالفین کا قتل عام نہیں کیا کرتے بلکہ ان کو گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔ البتہ ان گرفتار شدگان کی رہائی کے لئے فدیہ بھی ملنے والا تھا کیونکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اس لئے ان کی رہائی جرمانہ ادا کئے بغیر ممکن نہیں تھی جب کفار کے فوجیوں کو گرفتار کیا جا رہا تھا تو ایک دلچسپ واقع ہوا۔ دو بھائیوں کا آمنا سامنا ہوا۔ ایک بھائی مصعب بن عمیر نے جاں نثاران مصطفیٰ میں شامل ہو کر غزوہ بدر میں حصہ لیا تھا۔ دوسرا بھائی ابوعزیز بن عمیر مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا تھا۔ پہلے بھائی نے دوسرے بھائی کو گرفتار ہوتے ہوئے دیکھا تو گرفتار کرنے والے مجاہد سے کہا:

"اس شخص کو گرفتار کرنے سے تمہیں اچھی خاصی دولت ملنے والی ہے کیونکہ اس میں مال ایک مالدار خاتون ہے۔ یقیناً وہ اپنے اس بیٹے کی رہائی کے لئے کثیر مال و دولت دینے پر تیار ہو جائے گی"

ابوعزیز نے اپنے بھائی مصعب کو دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا:

"بھائی! کیا تم اپنے بھائی کے متعلق ان لوگوں سے یہ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں! اور کیا کہوں! تم میرے بھائی نہیں ہو! یہ انصاری جو تمہیں گرفتار کر رہا ہے میرا بھائی ہے"

ہتھیار ڈالنے والے گرفتار ہو چکے تو میرے آقا نے ان مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا تا کہ میدان میں بڑے بڑے دن کی لاشیں گل سڑ کر بدبو نہ پھیلائیں اور انسانی جسم کی بے حرمتی نہ ہو۔ ان سب کو اکٹھا کر کے باری باری جب کنویں پھینکا جا رہا تھا تو میرے آقا نے دیکھا کہ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے ابوحذیفہ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات واضح تھے اور ان کا اندرونی غم ان کے چہرے پر واضح ہو رہا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہاشمیوں کو چھوڑ دینے کے حکم پر اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اب اپنے باپ کو کنویں میں گھسیٹ کر لے جاتے ہوئے دیکھا تو ان کے چہرے کے خدوخال بتا رہے تھے کہ وہ غمزدہ ہیں سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے اس صحابی کو قریب بلایا اور محبت سے پوچھا "ابوحذیفہ! کیا تم اپنے والد کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہے ہو؟"

"یارسول اللہ! ہرگز میں اپنے والد کے قتل کی وجہ سے غمزدہ نہیں ہوں میری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے!"

"وہ کیا غم ہے؟"

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوچھنے پر ابوحذیفہ بن عتبہ نے عرض کی "میرا خیال تھا کہ میرا والد سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی ہے۔ میں سوچتا تھا کہ میرا یہ دوراندیش والد بالآخر ایک دن حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لے گا لیکن اس کا یہ انجام ہوگا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ مجھے اپنے والد کے حالت کفر پر خاتمے کا غم اور افسوس ہے"۔

ابوحذیفہ کے ان جذبات کے اظہار کو میرے آقا نے بہت پسند فرمایا اور ان کے ایمانی جذبے کی تحسین فرمائی اور ان کے لئے خیر و

Marfat.com

برکت کے لئے دعا فرمائی۔ غزوہ بدر کے نتیجے میں کفار مکہ کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے۔

ایک ہزار کے بڑے لشکر کے ساتھ مسلح ہو کر آنے والے تقریباً سارے قریشی سردار مارے گئے۔ کفار مکہ کے مقتولین کی تعداد ستر تھی اور ستر افراد قید کئے گئے۔ باقی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ میرے آقا کے مجاہدین میں سے شہداء کی تعداد چودہ تھی۔ چھ وہ تھے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے جبکہ انصار مدینہ میں سے آٹھ جاں نثاروں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔

دیگر کفاران مکہ کی لاشیں تو کنویں میں پھینک دی گئی تھیں لیکن امیہ بن خلف کی لاش اس قابل نہ رہتی تھی کہ اس کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈالا جاتا۔ اس کا جسم پھول کر پھٹنے والا ہو گیا تھا۔ اس نے آہنی زرہ پہنی ہوئی تھی، اس کی زرہ کو اتارا گیا تو اس کا جسم پھٹ کر مختلف حصوں میں زمین پر بکھر گیا۔ اس لئے اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر وہیں گلنے سڑنے کے لئے رہنے دیا گیا۔

جنگ ختم ہو چکی تھی۔ اس اولین معرکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا تھا قریش مکہ کے لشکر کو واضح شکست ہو چکی تھی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اللہ تعالیٰ نے واضح کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی تھی۔ جاں نثاران مصطفیٰ کے حوصلے بلند تھے۔ مکہ کے ہر گھر میں ماتم برپا تھا۔ مکہ والوں کو قریش مکہ کے لشکر کی ناکامی کی خبر پہنچ چکی تھی اور معلوم ہو گیا تھا کہ چوبیس بڑے بڑے قبائلی سردار اور وڈیرے مارے جا چکے ہیں۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے جنگ کے خاتمے کے بعد تین دن تک وہاں قیام فرمایا، تیسرے دن فرمایا کہ سواریاں تیار کی جائیں اور واپس روانگی کا حکم دیا۔ لشکر چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ آپ کی سواری پر کجاوہ کسا گیا۔ قافلہ روانہ ہوا، میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدل چلنا پسند فرمایا۔ چلتے چلتے اس کنویں کے قریب تشریف لائے جہاں کفار و مشرکین کی لاشیں ڈالی گئی تھیں وہاں پہنچ کر میرے آقا نے بڑے بڑے قریشی سرداروں کا نام لے کر ان کو مخاطب فرمایا:

''اے ابو جہل! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرتے تو آج بھی خوش ہوتے۔ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے تمہیں بتا دیا تھا کیا اس کی سچائی اور حقانیت کو تم نے دیکھ لیا؟ جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اس کی حقانیت کو ہم نے دیکھ لیا ہے۔ تم میرے بہت برے رشتہ دار ثابت ہوئے۔ تم نے ہمیشہ مجھے جھٹلایا جبکہ دوسرے لوگوں نے میری صداقت کو تسلیم کیا، تم نے مجھے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا دوسرے لوگوں نے اپنے پاس بلایا۔ تم میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آ پہنچے جبکہ دوسرے لوگوں نے میرا ساتھ دیکر میری مدد کی''۔

میرے آقا کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر تین دن پہلے مرنے والے ان مشرکین مکہ کی لاشوں سے خطاب فرما رہے تھے اور جاں نثاران مصطفیٰ پوری توجہ اور انہماک سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک لفظ ذہنوں میں محفوظ کر رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا۔ ''یارسول اللہ ان کو مرے ہوئے تین دن گزر چکے ہیں۔ آج آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں کیا ان کی روح جسم یہ گفتگو سن رہے ہیں؟''

''میری ان باتوں کو جس طرح یہ سن رہے ہیں تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے ہو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ان کو اچھی طرح سنائی دے رہا ہے لیکن ان کو طاقت نہیں ہے کہ میری باتوں کا جواب دے سکیں''۔

اس موقع پر میرے آقا کی وضاحت سے یہ بات طے ہو گئی کہ بے روح نکل جانے کے بعد بھی جسم کا روح سے کوئی نہ کوئی تعلق باقی رہتا ہے اور جسمانی موت کے بعد بھی مرنے والے سنتے ہیں۔ جب اسلام اور پیغمبر اسلام کے شدید ترین دشمنوں کی بعد از مرگ یہ کیفیت تھی تو جو نفوس قدسیہ اطاعت الٰہی اور اطاعت مصطفوی میں ''فنافی اللہ'' اور ''فنافی الرسول'' کے مقام پر فائز ہو گئے ان کی قبروں میں سماعت کی کیفیت اور مشاہدے کی قوت کیا ہو گی۔

Marfat.com

میرے آقا نے اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا اس شہر بابرکت کی طرف جس کی ہر ایک مشت خاک رشک آفتاب ہے، میں جس شہر مقدس، جس دارالہجرۃ، دارالایمان، کا تذکرہ کر رہا ہوں صد شکر کہ اس شہر کی فضا میں اس وقت سانس لے رہا ہوں اور مسجد النبوی میں بیٹھ کر اس نظر کو چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں جب میرے آقا اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ فاتحانہ انداز سے اس شہر خوباں کی جانب درود مسعود فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ، جلدی پہنچنے کا حکم فرمایا تاکہ وہاں جا کر اہل مدینہ کو معرکہ بدر میں کامیابی کی خوشخبری سنائیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ مدینہ منورہ کے بالائی علاقوں اور حضرت زید بن حارثہ نے شہر کے زیریں علاقوں میں جا کر باآواز بلند کامیابی کا اعلان کیا۔ منافقین اور یہودیوں کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ایک مختصر سے لشکر نے مشرکین مکہ کے بہت بڑی سے منظم فوج کو شکست دے دی ہے، اس روز میرے آقا کی صاحبزادی حضرت رقیہ کا وصال ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں موجود مسلمان ان کا نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر رہے تھے ابھی ان کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی جب حضرت زید بدر کی کامیابی کی خبر لے کر شہر میں پہنچے۔ حضرت عثمان غنی اپنی زوجہ محترمہ کی علالت کی وجہ سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اجازت سے مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے تھے۔

حضرت رقیہ کی وفات کے غمگین لحات میں بدر کی کامیابی کی خوشخبری نے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑا دی۔ منافقین نے حضرت زید کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنی پر سوار دیکھا تو خوشی سے ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے اور بظاہر بسورتا ہوا منہ لے کر افسوسناک لہجے کے ساتھ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ لگتا ہے کہ تمہارا سارا لشکر جان کی بازی ہار گیا ہے اور مکہ کی فوج نے ان کا خاتمہ کر دیا ہے سرکار مدینہ ﷺ نے بدر روانگی سے قبل مدینہ منورہ کے انتظام وانصرام کے لئے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو نامزد کیا تھا۔ منافقین ان کے پاس آ کر تعزیت کے انداز میں اظہار افسوس کر رہے تھے۔ لیکن دل ہی دل میں وہ خوش ہو رہے تھے کہ مکہ والوں نے ان لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔

مسلمانوں کو بھی جب یہ پتہ چلا کہ ابوجہل، زمعہ بن اسود امیہ بن خلف اور بڑے بڑے قبائلی سردار قتل کر دیئے گئے ہیں اور بہت سارے جنگی قیدی بنائے گئے ہیں تو ان کو حیرت ہو رہی تھی، دس سالہ اسامہ بن زید نے جسے بعد ازاں اسلامی افواج کا سربراہ بننے کا اعزاز ملنا تھا اس دن اپنے والد زید بن حارثہ سے بار بار یہی پوچھا۔

''والد محترم! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں کیا بالکل سچ ہے؟''

''واللہ میں سچ کہہ رہا ہوں بیٹے!''

والد کی زبانی تصدیق سن کر اسامہ نے منافقوں کو بتایا کہ خبر بالکل سچی ہے اور بہت جلد تم سب کو معلوم ہو جائے گا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی اس شان وشوکت سے ہوئی کثیر مقدار میں مال غنیمت ساتھ تھا ایک سو پچاس اونٹ بھی قبضہ میں لے گئے تھے۔ میرے آقا نے اپنی سواری کے لئے ابوجہل کے شہرت یافتہ اونٹ کو چنا، بعد ازاں دیگر جنگی معرکوں میں اس پر سواری فرماتے رہے۔ مال غنیمت میں ذاتی سامان کے علاوہ قیمتی اسلحہ اور ہتھیار بھی تھے۔ میرے آقا واپسی کے سفر میں ''الروحاء'' کے مقام پر جب تشریف لائے تو مدینہ میں کامیابی کی خبر سن کر صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد اور مدینہ منورہ کے قبائلی سردار حضور کے استقبال کے لئے اور مبارک باد دینے کے لئے وہاں پہنچے۔

اس سے پہلے حضرت جبرئیل امین نے بارگاہ رسالت میں حاضری دے کر گرد آلود چہرہ کے ساتھ عرض کیا تھا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی بارگاہ میں اس لئے بھیجا ہے کہ جب تک آپ حکم نہ دیں میں واپس نہ جاؤں''۔ آپ فرمایئے کہ کیا آپ راضی ہیں؟''

''میں بالکل راضی ہوں اور تمہیں اب واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں''۔

Marfat.com

حضرت جبرئیل امین عرش بریں کے رب العالمین کے حکم کے تحت میدان بدر میں جاں نثاران مصطفیٰ کی مدد کے لئے ہزاروں فرشتوں کی معیت میں آئے تھے اور اب بارگاہ نبوت کی اجازت سے واپس اپنے مقام کی طرف لوٹ گئے۔

بعض صحابہ کرام کو گمان تھا کہ بدر کا معرکہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کے سامان تجارت پر قبضہ کرنے کے لئے ہوگا اس لئے وہ سوچ کر وہاں نہ گئے کہ یہ کوئی جنگ نہیں ہوگی اور محاذ آرائی کی کیفیت کا مرحلہ نہیں آئے گا۔ ان میں حضرت اسید بن مغیر بھی شامل تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ سے باہر آکر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا استقبال کرتے ہوئے عرض کی:

''یارسول اللہ! میں اس لئے آپ کے ہمراہ جانے سے محروم رہا کیونکہ میرا خیال تھا کہ آپ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی غرض سے تشریف لے جارہے ہیں اگر مجھے پتہ ہوتا کہ دشمنوں کی فوج سے لڑائی ہوگی تو میں یہاں نہ رہتا اور آپ کے ساتھ ہی چلتا''۔

دلوں کے مخفی رازوں کو جاننے والے اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم کو بھی یہ خوبی عطا کی ہوئی ہے کہ وہ بھی انسانوں کے قلبی ارادوں سے واقف اور مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ حضرت اسید کی یہ گفتگو سن کر میرے آقا نے ارشاد فرمایا: ''اسید! تم بالکل سچ کہہ رہے ہو''۔ لوگ آگے بڑھ بڑھ کر مجاہدین کو ان کی کامیابی اور بڑے بڑے قریشی سرداروں کو ان کے انجام تک پہنچانے پر مبارکبادیاں دے رہے تھے۔ ایک مجاہد سلمہ بن سلامہ نے مبارک باد دینے والوں سے کہا:

''آپ کس چیز کے لئے ہمیں مبارک کے الفاظ سے نواز رہے ہیں۔ واللہ! ہمیں تو ایسا لگتا تھا کہ ہمارے سامنے بوڑھی گنجی عورتیں تھیں جنہیں اونٹنیوں کی طرح رسی سے باندھ کر ہمارے سامنے پھینک دیا گیا تھا اور ہم نے ان کو کاٹ ڈالا''۔

سلمہ بن سلامہ کے اس تبصرے پر میرے آقا مسکرا دیئے۔

''وہ بوڑھی عورتیں ہرگز نہیں تھی، وہ تو قبائل کے شہرت یافتہ سردار اور بہادر لوگ تھے''

آگے چل کر میرے آقا نے ایک ٹیلے کے قریب پڑاؤ فرمایا، یہ جگہ ''مفیق الصفراء'' کہلاتی تھی۔ یہاں پر آپ نے دشمنوں کی فوج میں سے گرفتار ہونے والے قیدی نضر بن حارث کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ہدایت پر اسے اپنی تلوار سے قتل کیا۔ یہ اپنے زمانے کا ایک نامور شاعر اور ایک ادبی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے اشعار سے میرے آقا کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ اس کے ہجو یہ اشعار مشرکین مکہ کی محفلوں میں پڑھے جاتے تھے۔

اس کی بہن قتیلہ بھی شاعرہ تھی۔ اسے جب بھائی کے قتل کی خبر ملی تو اس نے ایسا المیہ مرثیہ لکھا کہ سننے سے آنکھیں غمناک ہو جاتی تھیں۔ میرے آقا نے جب ایک غمزدہ بہن کا اپنے بھائی کی جدائی میں لکھا جانے والا مرثیہ سنا تو فرمایا: ''اگر اس کے یہ شعر میں نے حارث کے قتل ہونے سے پہلے سن لئے ہوتے تو اس کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیتا''

آگے چل کر جب میرے آقا نے عرق الظبیہ کے مقام پر بدزبان شخص عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بدر کے دن قید ہونے والا یہ متکبر شخص مکہ مکرمہ میں میرے آقا کو اذیت دینے والے لوگوں میں پیش پیش تھا۔ یہی وہ بدبخت تھا جس نے ایک دن محبوب رب العالمین کی گردن پر اس وقت اپنا پاؤں رکھ دیا جب آقائے دو جہاں صحن کعبہ میں مقام ابراہیم کے قریب اپنے رب کی بارگاہ میں سربسجود تھے۔ میرے آقا کو شدید ترین تکلیف ہوئی لیکن یہ شقی القلب اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ ایک مرتبہ اس نے حالت سجدہ میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے جسم اقدس پر جانور کی بدبودار الائش آکر رکھ دی اس کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ سر اقدس کا اٹھنا مشکل ہو گیا، ننھی صاحبزادی حضرت فاطمہ دوڑ کر آئیں اور اس اوجھ کو ہٹا کر ایک طرف کیا پھر سر مبارک اور گردن کو پانی سے صاف کیا۔ ایسے کمینے اور ظالم شخص کو جب میرے آقا کے حکم کے تحت

Marfat.com

حضرت عاصم بن ثابت قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے تو وہ کہنے لگا:

''باقی قیدیوں کو چھوڑ کر مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟''

''اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے تمہاری دشمنی تمہاری موت کا سبب بن گئی ہے''۔ ان دو قیدیوں کو قتل کرنے کے بعد باقی قیدیوں کو بحفاظت مدینہ منورہ لایا گیا اور انہیں جن لوگوں کی تحویل میں دیا گیا انہوں نے ان اسیران بدر کا پورا پورا خیال کیا۔ خود بھوکے رہ کر ان کے کھانے کا اہتمام کیا اور جب تک ان کے اہل خاندان نے ان کا ''فدیہ'' ادا کر کے ان کو رہائی نہ دلائی ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا گیا۔ چونکہ اس زمانے میں ''جیل خانہ'' نہیں تھا اس لئے انہیں مخصوص صحابہ کرام کو اپنی حراست میں رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔

یہ رمضان المبارک کی بائیس تاریخ اور جمعۃ المبارک کا دن تھا جب سرکار مدینہ واپس تشریف لائے اور انصار کی بچیوں نے ایک دفعہ پھر دف بجا کر انہی اشعار کے ساتھ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا جو اشعار انہوں نے مدینۃ الرسول میں پہلی تشریف آوری پر گائے تھے۔ میرے آقا جیسے ہی فاتحانہ انداز میں تشریف لائے منافقین اور یہودیوں کی شیطانی امیدیں خاک میں مل گئیں۔

عظمت اسلام کا پرچم اب ہر طرف لہرانے لگا تھا۔

مال غنیمت کا فیصلہ میرے آقا نے دوران سفر ہی فرما دیا تھا۔ اب مدینہ منورہ پہنچ کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیدیوں کے ساتھ ممکنہ سلوک کے سلسلے میں مجلس مشاورت منعقد کی گئی۔ اس میں آپ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رائے طلب کی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ قیدی ہمارے اپنے قبیلوں کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیں۔ اس طرح ہمیں جو مالی مفاد ہو گا وہ مستقبل میں ہمارے کام آئے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اور وہ ہمارے معاون بن جائیں''۔

حضرت عمر نے اس تجویز سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا:

''میری رائے ابوبکر کی رائے سے مختلف ہے۔ آپ میرے رشتہ دار کو میرے حوالے کریں۔ تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ عقیل بن ابی طالب کو علی کے حوالے کریں تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں۔ حمزہ کے بھائی کو حمزہ کے حوالے کریں وہ اس کا خاتمہ کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکین کے لئے کوئی ہمدردی کا جذبہ موجود نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ مشرکین کے قائدین اور ہمارے خلاف سازشیں کرنے والے ہیں'' اگر انہیں آج قتل کر دیا جائے تو پھر یہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں گے اور نہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بنیں گے؟

آپ نے دوسرے صحابہ کرام کی طرف دیکھا کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے خیال میں ایک کھلے میدان میں ایک بہت آگ کا الاؤ روشن کیا جائے اور بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ان قیدیوں کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے''۔

میرے آقا نے حضرت ابوبکر صدیق کی رائے کو پسند فرمایا اور باقی دونوں تجاویز کو قبول نہ فرمایا۔ بدر کے معرکے میں شریک مجاہدین کی کثیر تعداد نے بھی اس تجویز پر پسندیدگی ظاہر کی مگر اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم کے ذریعے مسلمانوں کو اس طرح کے فیصلوں کے وقت اور اس طرح کے حالات میں ایک واضح اصول اپنانے کا حکم دیا۔ جبرئیل امین نے بارگاہ الٰہی کا پیغام آ کر دیا جو قرآن مجید کی سورہ انفال میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو اسلام دشمن وڈیروں اور سرداروں کو قید کرنے کی بجائے انہیں صفحہ ہستی

Marfat.com

سے مٹا دینا چاہئے تھا۔ ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے میدان بدر میں اس امید پر دشمن کے فوجیوں کو اس۔لئے قیدی بنایا ہوتا کہ ان کے بدلے فدیہ ملنے کے امکانات روشن تھے اور یہ چیز خلاف شریعت بھی نہیں تھی کیونکہ فرمان الٰہی کے مطابق مخالف فوج پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد ان کو بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کرنا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ مگر غزوہ بدر میں مشرکین کے بڑے بڑے سردار اور فتنہ پرور موجود تھے۔ رب تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ ان کو قیدی بنانے کی بجائے ان کو میدان بدر میں قتل کر دینے کو ترجیح دی جاتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی بالکل صحیح تھی اور جن اصحاب رسول نے اس رائے کی تائید کی تھی ممکن ہے ان میں سے بعض کے پیش نظر مالی مفادات کا حصول بھی ہو اور یہ انسانی مزاج کے عین مطابق ہے لیکن میرے آقا کے تربیت یافتہ اور امت مسلمہ کے یہ جلیل القدر فرزند صرف دنیاوی خواہشات کو سامنے رکھ کر ہی ایسا سوچ رہے تھے ایسا سوچنا غلط ہوگا اور اسلامی تاریخ کے ان نامور سپوتوں کے جذبہ ایمانی کی توہین ہوگی لیکن اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم کے ان جید اور ممتاز صحابہ کرام کے لئے کردار شخصیت کا اعلیٰ پیمانہ طے کر رکھا تھا اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی معرفت اسی عذاب کی ایک ہلکی سی جھلک کا مشاہدہ فرمایا جو ایسے لوگوں کو ملتا ہے جن کا مقصود رضائے الٰہی نہیں بلکہ طلب مال و دولت ہوتا ہے تو میرے آقا دوسرے دن محفل میں اشکبار ہو گئے۔ آپ نے جب حضرت ابوبکر صدیق کو اس مشاہدہ عذاب کے بارے بتایا تو وہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عمر فاروق محفل میں آئے تو انہوں نے آقائے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر کو روتا ہوا دیکھا تو پریشان ہو گئے اور حیرانی سے پوچھنے لگے:

''یارسول اللہ! مجھے بتائیں آپ اور آپ کا یہ رفیق محترم کیوں اشکبار ہیں۔ اگر کوئی رونے کی بات ہے تو میں بھی روؤں گا۔ اگر نہ رو سکا تو آپ کی اتباع میں رونے کی کوشش کروں گا''۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''آپ کے بعض ساتھیوں نے فدیہ لینے پر جس طرح اصرار کیا تھا اس کی وجہ سے ان کو جو عذاب دیا جا سکتا تھا اس کا منظر مجھے دکھایا گیا، میں اس وجہ سے رو رہا ہوں''

چونکہ ان بدری صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی نیت صحیح تھی اور محض دنیاوی منفعت ہی مقصود نہ تھی اس لئے ان پر خصوصی کرم ہوا اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چشمان مقدس سے بہنے والے آنسوؤں نے ان کی اس لغزش کو معاف کرا دیا۔

چونکہ فدیہ لینے کا فیصلہ پہلے ہو چکا تھا اس لئے تمام قیدیوں کو بتا دیا گیا کہ وہ اپنے اہل خانہ سے رابطہ کر کے رقم کا بندوبست کریں تاکہ رہائی حاصل کر سکیں۔ فدیہ کی مالیت کا تعین مختلف افراد کے مالی پس منظر اور ان کی خاندانی حیثیت کے پیش نظر کیا گیا تھا۔ تین ہزار درہم سے لے کر ایک ہزار درہم تک فدیہ کی مالیت طے کی گئی۔ ایک اہم اور تاریخ ساز فیصلہ یہ کیا گیا کہ جن قیدیوں کے پاس فدیہ ادا کرنے کی مالی استطاعت نہ ہو اور وہ پڑھنا لکھنا جانتے ہوں اگر وہ مدینہ منورہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو ان کو رہا کر دیا جائے گا۔

صاف ظاہر ہے کہ ان قیدیوں نے مسلمان بچوں کو دینی تعلیم نہیں دینی تھی بلکہ صرف لکھنے پڑھنے کے قابل بنانا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تعلیم یافتہ معاشرہ کی کتنی اہمیت تھی اور آپ کے نزدیک یہ کتنا ضروری تھا کہ بچوں کی تعلیم کا انتظام حکومت کی طرف سے کیا جائے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض قیدیوں پر احسان کرتے ہوئے انہیں فدیہ لئے بغیر رہائی کے احکامات جاری فرما دیئے۔ سب سے زیادہ فدیہ کی رقم ایک مالدار شخص ابو وداعہ بن ضبیرہ کے بیٹے نے چار ہزار درہم ادا کی۔ بعض صحابہ کرام نے تجویز پیش کی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فدیہ نہ لیا جائے اور ان کو رہا کر دیا جائے۔ میرے آقا نے اس تجویز کو پسند نہیں فرمایا اور اپنے چچا سے فرمایا۔

Marfat.com

''اگر آپ رہا ہونا چاہتے ہیں تو چار سو درہم کا انتظام کیجئے! اور رہائی حاصل کیجئے''

حضرت عباس نے فرمایا:

''بھتیجے! میرے پاس اتنا مال نہیں کہ فدیہ ادا کرسکوں''

''محترم چچا وہ مال کیا کریں گے جو آپ نے چچی ام الفضل کے ساتھ مل کر اپنے گھر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ کیا آپ نے اپنی اہلیہ سے نہیں کہا تھا کہ اگر آپ میدان جنگ میں مارے جائیں تو اس مال کو بچوں کے حوالے کر دیں''۔

حضرت عباس نے رات کی تنہائی میں اپنے گھر میں ہونے والے اس واقعے کی تفصیلات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ''علم غیب'' کے حامل نبی کریم ﷺ سے سنیں تو حیران رہ گئے اور ٹکٹکی باندھ کر میرے آقا کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے اور بے ساختہ کہہ اٹھے۔

''مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ اس واقعہ کی تفصیلات اللہ کے رسول کے علم میں آسکتی ہیں۔ اس وقت جب میں یہ باتیں اپنی اہلیہ سے کر رہا تھا ہمارے علاوہ اور کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا آپ کو یہ باتیں یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم کی وجہ سے معلوم ہوئی ہیں''۔

حضرت عباس نے زبان نبوی سے گھریلو واقعہ کی تفصیلات سن کر نہ صرف رسالت ونبوت محمدی کا اقرار کر لیا بلکہ اپنا جمع کردہ سونا بارگاہ نبوی میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عباس کو چار سو درہم ادا کرنے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے ایک سو اوقیہ سونا بطور فدیہ ادا کیا اور یہ فدیہ کی ادائیگی کی سب سے بڑی مالیت تھی جو سونے کی شکل میں دی گئی۔ قیدیوں میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔ میرے آقا کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب ان کی اہلیہ تھیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ سے اپنے شوہر کی رہائی کے لئے جو مال بھیجا اس میں ایک طلائی ہار بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس ہار کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی ہار ہے جو سیدہ زینب کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت تحفہ کے طور پر دیا تھا۔ اپنی زوجہ محترمہ کی وہ نشانی دیکھ کر میرے آقا کو پرانا وقت یاد آگیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ اگر یہ ہار واپس کر دیا جائے اور بغیر کسی فدیے کے ابوالعاص کو رہا کر دیا جائے تو وہ کیا کہیں گے؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام چاہتے تو فیصلہ صادر فرما سکتے تھے لیکن آپ نے اس سلسلے میں اپنے صحابہ کی رائے جاننا ضروری سمجھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ جاں نثاران مصطفیٰ اپنے آقا کی مرضی کے خلاف کوئی مشورہ دیتے۔ سب نے یہی عرض کیا کہ جس طرح آپ چاہیں فیصلہ فرمائیں، ہم آپ کی رضا چاہتے ہیں۔ میرے آقا نے ابوالعاص کو رہا کرتے ہوئے انہیں سیدہ زینب کو مدینہ منورہ بھیج دینے کے لئے فرمایا: ابوالعاص نے یہ بات مان لی اور انہوں نے اپنی اہلیہ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالی۔ البتہ ھبار بن اسود بن مطلب نے سیدہ زینب کو راستہ میں روک کر انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کی۔ ابوالعاص کا بھائی کنانہ سیدہ زینب کو بحفاظت گھر لے آیا اور جب حالات سازگار ہوئے انہیں مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں مدینہ ساتھ لانے کے لئے حضرت زید بن حارثہ کو پہلے ہی بھیجا ہوا تھا جو مکہ کے مضافات میں ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنے جتھے کے ہمراہ ھبار بن اسود بن مطلب نے جس بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا اس کا بدلہ چکانے کے لئے میرے آقا نے حضرت ابوہریرہ اور دوسرے صحابہ کرام کو یہ خصوصی ہدایات دے کر روانہ فرمایا کہ ھبار بن اسود اور اس کا وہ ساتھی جنہوں نے میری بیٹی کو اذیت پہنچائی تھی جہاں بھی ملیں انہیں پکڑ کر آگ میں جلا دینا۔

دوسرے دن آپ نے اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم ان دونوں کو قتل کر دینا کیونکہ آگ میں جلانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا عذاب ہے، کسی اور کو یہ عذاب نہیں دینا چاہئے''۔

رحمۃ للعالمین صرف بیٹی کی توہین کا بدلہ لینا چاہتے تھے ابدی عذاب اور آگ میں جلانے کا فیصلہ اللہ رب العالمین کے لئے چھوڑ دیا تھا

Marfat.com

حضرت ابوالعاص نے مکہ مکرمہ پہنچ کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کی حقانیت کو دل سے تسلیم کیا اور مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

غزوہ بدر میں جاں نثاران مصطفیٰ کی کامیابی سے دشمنوں کے دل خوف سے دہل گئے تھے۔ وہ یہ سوچنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے کہ اتنی بڑی مسلح فوج کو مختصر سے لشکر نے شکست دے دی۔ ابولہب نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اس لئے وہ قتل ہونے سے تو بچ گیا لیکن چند ہفتے بعد طاعون کی موذی مرض میں مبتلا ہو کر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اس کی بدبودار لاش کو گھسیٹ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا اور پتھر پھینک پھینک کر اسے ڈھک دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں یہودی سرکار مدینہ کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے ان کو بھی ایک واقعہ کے نتیجے میں بدر کے معرکے کے فوراً بعد مدینہ منورہ میں اپنے ایک اہم قبیلے بنو قینقاع کے شہر سے نکل جانے کے فیصلے کے نتیجے میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس قبیلہ کو ایک محاصرہ کے بعد شہر چھوڑنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

میرے آقا نے ان منافقین کو بھی مسجد نبوی سے نکل جانے کا حکم دے دیا جو بظاہر تو مسلمان تھے، مسلمانوں کی طرح نظر آتے تھے، مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے لیکن دراصل وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے عداوت اور بغض رکھتے تھے اور میرے آقا کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے تحت ان سب کو دھکے دے کر مسجد نبوی سے باہر نکال دیا گیا تا کہ وہ دشمنان اسلام کے لئے جاسوسی نہ کر سکیں۔

مشرکین مکہ اپنی ہٹ دھرمی اور انتقام لینے کی آرزو سے باز نہیں آئے تھے لہٰذا انہوں نے خفیہ سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اور جنگ کی منصوبہ بندی بھی کرتے رہے۔ ایک طرف ان کی کوشش تھی کہ مدینہ منورہ کی حکومت کو غیر مستحکم کیا جائے اور دوسری طرف انہوں نے ایک بار پھر سرکار مدینہ اور آپ کے جاں نثاروں کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ معرکہ بدر کے ایک سال بعد شوال دو ہجری میں ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین مکہ کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اس دفعہ مشرکین کی تیاریاں پورا سال زور شور سے جاری رہی تھیں اور انہوں نے بدر میں اپنے سرداروں کے قتل کا بدلہ لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

اس جنگ میں ان کے تین ہزار اونٹ دو سو گھوڑے شامل تھے۔ ان کی فوج میں سات سو ایسے جنگجو تھے جن کے فولادی پیرہن تھے، ان زرہ پوشوں پر تیروں اور تلواروں کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ قبائلی سردار اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے تھے تا کہ وہ گیت گا کر ان کے حوصلے بڑھاتی رہیں، اور اگر کبھی بھاگنے کی نوبت آئے تو ان کی عورتیں ان کو غیرت کا احساس دلا کر ثابت قدمی پر مجبور کر سکیں۔ ان کو انتقام پر آمادہ رکھنے کے لئے بدر کے مقتولین کے مرثیے گاتی تھیں۔ خود بھی روتی تھیں اور سننے والوں کو بھی رلاتی تھیں۔

آج صبح 13 اگست 2007ء 30 رجب المرجب 1428ھ کو جب میں جبل احد کے سامنے کھڑا میدان جنگ کو چشم تصور سے دیکھ رہا تھا تو سوچ رہا تھا کہ سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمانی روح پھونک دی تھی اس کا اعجاز تھا کہ تین ہزار مسلح لشکر کے سامنے سات سو جاں نثاران مصطفیٰ پورے عزم واستقلال کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ فتح ان کے قدم چومے گی کیونکہ سرور کائنات ان کے سپہ سالار ہیں۔ آج جب میں احد کے دامن میں غزوہ احد کا کوئی نشان ڈھونڈ رہا تھا تو ایک پہاڑی گھاٹی اور چاردیواری کے اندر چند مزاروں کے نشانات اور ہموار سطح زمین کے علاوہ اور کوئی نشان باقی نہ تھا۔ اگر سیرت اور تاریخ کے طالب علموں کے لئے وہ نشانات محفوظ کر لئے جاتے ان جگہوں کی نشاندہی کر دی تھی جہاں مسلمانوں کے دستے صف آراء تھے جہاں سے کافروں کے دستے نے خالد بن ولید کی قیادت میں حملہ کیا تھا۔ جس جگہ مسلمانوں میں وقتی طور پر بھگدڑ مچ گئی اور سیدنا حضرت حمزہ شہید ہو گئے تو تحقیق کے کئی پہلو آشکارا ہو سکتے تھے لیکن پھر بھی یہ اعزاز میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کے محققین اور علمائے امت کے حصہ میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے آقا کی زندگی کا ایک ایک دن ایک ایک لمحہ سیرت، مغازی اور حدیث کی کتابوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ نشانیاں اور آثار مٹ سکتے ہیں، ان کو نظروں سے اوجھل کیا جا سکتا ہے لیکن آقا کی

Marfat.com

پاکیزہ سیرت کے ایک ایک دن کو کیسے تاریخ کے صفحات سے مٹایا جاسکتا ہے۔

احد کا معرکہ قریش مکہ کی طرف سے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ انتقام لینے کے لئے ان کا جارحانہ اقدام تھا جس کا میرے آقا نے اپنی فراست اور حکمت سے سامنا کیا اور اپنے جاں نثاروں کو اس طرح ترتیب دیا کہ مشرکین مکہ یہ حسرت دل میں لے کر واپس آ گئے کہ وہ معاذ اللہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے۔ مجاہدین اسلام نے کفار مکہ کے اس لشکر کا بھرپور مقابلہ کیا۔

مشرکین مکہ کے لئے یہ جنگ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر اصنام پرستی پر مشتمل ان کا ذریعہ معاش بند ہو گیا تو وہ روحانی برتری اور دیگر قبائل میں عزت واحترام کھو بیٹھیں گے۔ اگر شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ غیر محفوظ ہو گئی اور ان کا ذریعہ آمدنی ختم ہو گیا تو وہ مالی طور پر قلاش ہو جائیں گے۔ قریش کی سیاسی قیادت و برتری بھی ختم ہو سکتی تھی۔ ان کا وقار داؤ پر لگ چکا تھا۔ معرکہ بدر میں قتل ہونے والے ان کے سرداروں اور روسا کا قتل انہیں تڑپاتا تھا اور انتقام پر اکساتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ابوسفیان کے اس تجارتی قافلے کا منافع جس کو وہ معرکہ بدر سے پہلے بچا کر مکہ مکرمہ واپس لانے میں کامیاب ہو گیا تھا ایک بھرپور جنگ میں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے نزدیک یہ فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس لئے پہلے ابوسفیان رات کے اندھیرے میں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا لیکن آقا علیہ الصلوۃ و السلام کے جاں نثاروں نے جب اس کا سامنا کیا تو وہ ڈر کر بھاگ گیا۔ اب اس نے قریش کے دیگر رئیس زادوں کے کہنے پر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والی فوج کی قیادت کا فیصلہ کر لیا اور تین ہزار افراد پر مشتمل ایک ایسی فوج اکٹھ کرنے میں کامیاب ہو گئے جس میں سواری سامان اور خوراک اٹھانے کے لئے تین ہزار اونٹ تھے اور دوسو گھڑ سواروں کا دستہ بھی تھا۔ اس جنگ پر آنے والے اخراجات کے لئے تجارتی قافلے کا منافع استعمال کیا گیا تھا جس کی مالیت ایک ہزار اونٹوں کی قیمت اور پچاس ہزار دینار تھی۔ جنگ میں شریک ہونے کے لئے مختلف قبائل کے افراد کو اکٹھا کرنے ان کو قریش کے ساتھ تعاون کرنے اور ان کے اندر ملی اور قبائلی غیرت وحمیت کو بیدار کرنے اور ان کے اندر لڑنے مرنے کا جوش وجذبہ پیدا کرنے کے لئے شاعروں اور نامور خطیبوں کی امداد حاصل کی گئی۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ باطل قوتوں کو ہر دور میں سرکاری اور درباری شاعر اور خطیب میسر آ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ارزاں دستیاب ہوتے ہیں۔ ابوعزہ ایک نامور شاعر تھا اور بدر میں قید ہوا تھا۔ میرے آقا نے اس کی کمسن لڑکیوں پر رحم کرتے ہوئے اسے اس شرط پر رہا کر دیا تھا کہ وہ کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی میں شریک نہیں ہو گا لیکن صفوان بن امیہ نے جب اس کی خدمات اس وعدے کے تحت حاصل کیں کہ اس کی بچیوں کی کفالت کی جائے گی تو وہ اپنے شعروں اور تقاریر سے لوگوں کے دلوں میں انتقام کی آگ سلگانے کے لئے قریہ قریہ گاؤں گاؤں پھرتا رہا۔ ایک اور شاعر مسافع بن عبد مناف بھی اسی مہم پر روانہ کیا گیا۔ وہ بھی لوگوں کو قریش مکہ کی قیادت میں جانے والی فوج میں شامل ہونے کے لئے اکساتا رہا۔ ہبیرہ بن وہب کی بھی اسی مقصد کے لئے خدمات حاصل کی گئیں۔

بحمد اللہ اس وقت مکہ مکرمہ حرم کعبہ میں بیٹھا یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ مطاف کا منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ بیت اللہ شریف کے ارد گرد طواف کرنے والوں کا ہجوم ہے۔ اللہ کا وہ گھر میری آنکھوں کے سامنے ہے جس کی طرف منہ کر کے دن میں پانچ مرتبہ سربسجود ہونے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ اسی حرم کعبہ کے جوار میں قریش کا وہ "دارالندوہ" تھا جہاں بیٹھ کر وہ آقائے دوجہاں ﷺ کے خلاف سازشیں تیار کیا کرتے تھے اور منصوبے بناتے رہتے تھے کہ کس طرح سرکار مدینہ کے سیاسی اور روحانی اقتدار اور احترام کا خاتمہ کیا جا سکے۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں جب ابوسفیان بن حرب عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، عبداللہ بن ربیعہ، حارث بن ہشام اور چند دیگر جوشیلے لوگوں نے جب مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حتمی فیصلہ کیا تو میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جن کا اسلام ابھی تک مخفی تھا، مدینہ منورہ فوراً قریش کے منصوبے کی اطلاع بھجوائی۔ انہوں نے ایک آدمی کو یہ ہدایت دے کر اپنا خط سرکار مدینہ کی خدمت میں

Marfat.com

بھجوایا کہ اس کو جلد از جلد پہنچایا جائے۔ قبیلہ بنی غفار کے اس تیز رفتار سوار نے تین دن کے اندر یہ خط وادی قباء میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچایا اس وقت آپ ''قبا'' کے علاقے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت ابی ابن کعب کو حکم دیا کہ خط پڑھ کر سنایا جائے۔ خط سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

''واللہ! اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے بہتری ہوگی''۔

پھر آپ نے حضرت ابی ابن کعب سے فرمایا: اس خط کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہئے گا۔

اس کے بعد آپ حضرت سعد بن ربیع کے گھر تشریف لائے ان کو اعتماد میں لے کر مکہ مکرمہ سے آنے والے خط کی تفصیلات بتائیں اور انہیں بھی یہ بات کسی اور سے نہ کہنے کی تلقین فرمائیں۔ حضور علیہ والصلوۃ والسلام یہاں سے روانہ ہوئے تو سعد کی اہلیہ نے ان سے پوچھا۔

''نبی ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟''

''تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ میں تجھے بالکل نہیں بتاؤں گا''

''نہ بتاؤ! لیکن میں نے تو ساری باتیں سن لی ہیں، اب چھپانے کا کیا فائدہ؟''

''اب تم یہ بات کسی اور کو مت بتانا''

اس کے بعد سعد فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ کی گفتگو میری بیوی نے سن لی تھی اس لئے میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر یہ بات افشا ہو جائے تو اسے میری غلطی نہ سمجھئے گا''

''ٹھیک ہے! لیکن اب بیوی کو کچھ مت کہنا، اسے معاف کر دو''

اس کے بعد آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے قریب ترین ساتھیوں کو اعتماد میں لیا اور قریش مکہ کے خطرناک منصوبے کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

پورے مدینہ منورہ میں ہنگامی صورتحال نافذ ہوگئی۔ مدینہ کے باشندے دشمن کے عزائم جان کر چوکنا ہو گئے۔ حالات پر گہری نظر رکھی جانے لگی، منافقین اور یہودی دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ ان پر کڑی نظر رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ میرے آقا کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ انصاری نوجوان مسجد نبوی میں اور رات کو حجرہ اقدس کے باہر پہرہ دیتے۔ شہر کے راستوں کی خصوصی نگرانی کی جارہی تھی اور مکہ مکرمہ سے خصوصی ذرائع سے خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں۔

مشرکین مکہ کا لشکر غرور و تکبر سے لبریز مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب ان کا گزر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک سے ہوا تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے تجویز دی کہ کیوں نہ ہم (سیدہ) آمنہ کی قبر کھود کر ان کی لاش قبضہ میں کر لیں تاکہ جنگ میں ہمارے کچھ لوگ قیدی بن جائیں تو فدیہ کی بجائے اس لاش کو دے کر قیدی چھڑائے جائیں۔ ابوسفیان کو یہ تجویز اچھی لگی اس نے دوسرے قریشی سرداروں کو بتائی تو ان میں سے جو دانشمند تھے انہوں ن اس کی مخالفت کی اور سمجھایا کہ پھر عرب میں ہماری قبریں بھی محفوظ نہیں رہیں گی اور دوسرے قبائل والے ہماری دشمنی میں ایسا ہی کیا کریں گے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے مشرکین مکہ کی آمد کی تفصیلات جاننے کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا جنہوں نے آ کر بتایا کہ قریش کا لشکر مدینہ منورہ کے نواح میں وادی عقیق میں پہنچ گیا ہے اور عریض کی چراگاہوں میں انہوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے چرنے کے لئے چھوڑ دیے ہیں۔ ان کے جانوروں نے زمین سے ہریالی کو ختم کر دیا ہے میرے آقا کو جب یہ خفیہ اطلاعات ملیں تو آپ ان مخبروں کو یہ معلومات مخفی رکھنے

Marfat.com

اور کسی سے نہ کہنے کی تاکید فرماتے۔ ان دنوں میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا خصوصی ورد فرمایا کرتے۔ قریش مکہ کی فوج بدھ کو مدینہ منورہ کے مضافات میں پہنچ گئی تھی۔ بدھ اور جمعرات کو وہ جانوروں کو چراتے رہے اور خود آرام کرتے رہے۔ جمعہ کو وہ مدینہ منورہ کے سامنے جبل احد کے دامن میں وادی قناۃ کی بنجر زمین پر خیمہ زن ہو گئے۔

جمعہ کے دن آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے مسجد نبوی میں مجلس شوریٰ منعقد فرمائی اور اصحاب کبار سے اس سلسلے میں رائے طلب کی۔ آپ نے صورتحال کی تفصیلات بتاتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ کفار مکہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا حکمت عملی اختیار کی جائے۔

آپ نے گزشتہ شب اپنے خواب کے بارے میں بتایا، آپ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کچھ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر ٹوٹنے کے نشانات ہیں، میں نے پھر ایک محفوظ زرہ کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا ہے''۔

پھر آپ نے اپنے اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا:

''میرے نزدیک گائیں ذبح ہونے سے مراد یہ ہے کہ میرے کچھ صحابہ شہید ہوں گے۔ تلوار کا ٹوٹنا میرے گھرانے کے کسی فرد کا شہید ہونا ہے، محفوظ زرہ شہر مدینہ ہے''۔

اس طرح سپہ سالار اعظم ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے جنگ کا نتیجہ بتا دیا۔ خواہ وہ جنگ شہر کے اندر لڑی جاتی یا شہر سے باہر جا کر دشمن سے مقابلہ کیا جاتا اس میں بعض صحابہ کرام کی شہادت اور آپ کے عم محترم سید الشہداء حضرت حمزہ کی شہادت یقینی تھی اور یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ شہر مدینہ محفوظ و مامون رہے گا اور یہ شہر سرکار مدینہ کے زیر تسلط رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے دفاعی حکمت عملی کے بارے میں اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر تمہاری رائے ہو تو مدینہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کریں۔ عورتوں اور بچوں کو بڑی محفوظ حویلیوں میں بھیج دیا جائے اگر مشرکین مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈالے رہیں گے تو ان کا پڑاؤ انہی کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گا۔ اگر انہوں نے مدینہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا تو ہم گلیوں اور بازاروں میں ان سے جنگ کریں گے۔ عورتیں گھروں کی چھتوں سے ان پر اینٹیں پھینکیں گی۔ ہم اونچے ٹیلوں سے ان پر پتھر برسائیں گے۔ اب آپ اپنی تجاویز پیش کریں''۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تجویز حالات کے مطابق مناسب ترین اور صحیح تھی لیکن نوجوان مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار میدان جنگ میں داد شجاعت دینا چاہتے تھے ان میں وہ نوجوان پیش پیش تھے جنہیں غزوہ بدر میں شمولیت کی سعادت نصیب نہیں ہو سکی تھی۔ ان کا اصرار تھا کہ ہر حالت میں شہر سے باہر نکل کر جبل احد کے دامن میں دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی بظاہر تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تجویز کی حمایت کر رہا تھا لیکن درحقیقت وہ اور اس کے ساتھی جنگ سے جان چھڑانا چاہتے تھے جبکہ نوجوان انصاریوں کے ساتھ ساتھ حضرت اور حمزہ حضرت سعد بن عبادہ کی رائے یہ تھی کہ اگر ہم نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ نہ کیا تو دشمن اسے ہماری کمزوری سمجھے گا۔

میرے آقا نے جب صحابہ کرام کا جذبہ شجاعت عروج پر دیکھا تو آپ نے شہر سے باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی تجویز کو قبول فرما لیا۔

حضرت حمزہ کا شوق شہادت ان سے یہ کہلوا رہا تھا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس رب کی قسم جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر اپنی تلوار سے دشمنوں کو کاٹ کر نہ رکھ دوں''

Marfat.com

حضرت نعمان بن مالک نے بارگاہ نبوی میں عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ اس مرتبہ ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیے، اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے یقین ہے کہ میں جنت میں ضرور جاؤں گا''

میرے آقا نے اپنے ان جانثار صحابی سے پوچھا:

''تم کو کیسے یقین ہے؟''

''کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں اور میدان سے جنگ سے کبھی پیٹھ نہیں پھیرتا''

''تم سچ کہہ رہے ہو'' میرے آقا کی تصدیق نے اس محب صادق کے جذبوں کو اور توانائی بخش دی۔

نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تھا آج مسجد نبوی کے اندر سامعین ہمہ تن گوش ہو کر اپنے آقا کی زبانی میدان جنگ کے سلسلے میں ہدایات سن رہے تھے۔ آج کل اکثر مساجد میں سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے اور ملکی حالات پر گفتگو کو غیر شرعی سمجھ کر اس پر خطبہ دینا اسلامی اصولوں کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات مساجد کی منتظر کمیٹیاں یہ اعلان چسپاں کرا دیتی ہیں ''مسجد میں سیاسی گفتگو کرنا منع ہے'' کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کا خطاب معاشرتی اصلاح کے ساتھ ساتھ ملکی حالات سیاسیات اور بین الاقوامی امور پر میرے آقا کی ہدایات واحکامات پر مشتمل ہوتا تھا۔

غزوہ احد سے ایک دن پہلے کے خطبہ جمعہ میں میرے آقا نے نماز جمعہ کے خطبہ کے سامعین کو ہمت اور جہد مسلسل کا درس دیا۔ انہیں خوشخبری سنائی کہ صبر اور ثابت قدمی کی بدولت ان کو کامیابی نصیب ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی مجاہدین کے ساتھ ہو گی۔ راہ حق کے مسافروں کو غلبہ حاصل ہو گا۔ آپ نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ آپ کے اس اعلان جنگ کے ساتھ ہی مسلمانوں میں جوش وخروش بڑھ گیا اور ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ وہ ہماری طرح موت سے ڈرنے والے نہیں بلکہ موت کو کامیابی کا زینہ سمجھنے والے نفوس قدسیہ تھے۔ نماز جمعہ کے بعد مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد علاقوں میں یہ خبر تیزی سے پھیل گئی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ قریش مکہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے جبل احد کے دامن میں تشریف لے جا رہے ہیں اس خبر کا سننا تھا کہ شمع رسالت کے پروانے قطار اندر قطار مسجد نبوی میں حاضر خدمت ہونے لگے۔ نماز عصر کے وقت عشاقان مصطفیٰ کا ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ یہ محبان نبی صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرنے والے نہیں تھے بلکہ اپنے خون کا نذرانہ دینے کے لئے اپنی محبت کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے آئے تھے۔ نماز عصر کے بعد میرے آقا نے خواتین کے لئے حویلیوں میں حفاظت سے ٹھہرانے کا بندوبست فرمایا: اس کے بعد آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ہمراہ گھر کے اندر تشریف لے گئے جنہوں نے سپہ سالار اعظم ﷺ کو جنگی لباس سے آراستہ کیا۔ آپ نے دو زرہیں پہنیں، تلوار جسم اقدس پر لٹکائی آپ کو عمامہ پہنایا گیا، کمر بند باندھے اپنے ان یاران باصفا کے ہمراہ جب آپ حجرہ اقدس سے باہر نکلے تو جنگ کے میدان میں جانے کے لئے ضروری ہتھیاروں اور عسکری سج دھج کے ساتھ مسلح تھے۔ جاں نثاران مصطفیٰ نے اپنے آقا کو جنگی لباس میں ملبوس دیکھا تو ان کے عزم ویقین کو نئی جیت مل گئی۔ ان کا جذبہ شہادت پختہ تر ہو گیا۔ بعض صحابہ کرام اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو تجویز کی مخالفت کیوں کی اور جنگ کرنے پر اصرار کیوں جاری رکھا۔

ان میں سے بعض نے تجویز پیش کی۔

''یارسول اللہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم مدینہ میں رہ کر مقابلہ کریں گے۔ آپ کو جس طرح پسند ہو ویسے کیجئے ایہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں آپ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اب آپ جس طرح چاہیں فیصلہ فرمائیں، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے''

Marfat.com

آپ نے اپنے جاں نثاروں کی گفتگو سن کر فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

''کوئی نبی جب ہتھیار پہن لے تو پھر اس کے لئے اسے اتارنا مناسب نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے دشمنوں کے درمیان جنگ کا فیصلہ فرمادے''

پھر آپ نے مجاہدین سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر اپنے قدم بڑھاؤ! جب تک تم صبر واستقامت کے ساتھ ڈٹے رہو گے اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ساتھ ہوگی''

آپ نے مسجد نبوی میں باجماعت نماز کی امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن مکتوم کو مقرر فرمایا۔ پھر آپ نے اسلامی افواج کے تین علم تین نیزوں پر باندھے مہاجرین کا پرچم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا جبکہ اوس اور خزاج قبائل کے پرچم حضرت اسید بن حضیر اور حضرت حباب بن فذر کے سپرد کئے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ سے اس شان سے نکلے کہ ایک ہزار فوجی آپ کے ہمراہ تھے۔ ان میں سے ایک سو نے آہنی پیرہن پہنا ہوا تھا، پچاس گھڑ سوار تھے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے گھوڑے پر تشریف فرما تھے، مجاہدین آپ کے ساتھ ساتھ رواں دواں تھے۔ ''ثنیۃ الوداع'' سے یہ لشکر آگے بڑھا تو ہتھیاروں سے مسلح ایک فوجی دستہ رزمیہ گیت گاتا ہوا اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی غرض سے سامنے آیا تو میرے آقا نے پوچھا:

''یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟''

''یارسول اللہ ﷺ یہ بنو خزاج کا دوست قبیلہ ہے''

''کیا یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں؟''

''نہیں! یارسول اللہ ﷺ یہ یہودی ہیں''

''ہمیں ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں مشرکین سے جنگ کے وقت کسی اور مشرک قبیلے کی مدد نہیں چاہئے''

جب اسلامی لشکر ''شیخان'' کے مقام پر پہنچا تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے لشکر کا جائزہ لے کر اس کی صف بندی فرمائی اور کم عمر نوجوانوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ ان نوجوانوں میں عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، زید بن ثابت اور ابو سعید خدری جیسے کم عمر لڑکے بھی تھے جنھوں نے آنے والے وقتوں میں تاریخ اسلام میں انمٹ نقوش چھوڑنے تھے جس نوجوان کی عمر چودہ سال سے کم تھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے واپس بھیج دیا، دو کم عمر نوجوان رافع بن خدیج اور سمرہ بن جندب اس غزوہ میں شامل ہونے کے لئے آقائے دو جہاں ﷺ کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت رافع کو تو اس لئے اجازت مل گئی کہ وہ کمسنی میں بڑے ماہر تیرانداز مشہور ہو گئے تھے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے انہیں لشکر میں شامل کرلیا جب حضرت سمرہ بن جندب کو معلوم ہوا کہ رافع شامل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''ہم دونوں کا مقابلہ کرالیا جائے اگر میں رافع سے زیادہ طاقتور ثابت جاؤں تو مجھے بھی غزوہ میں شرکت کی سعادت بخشی جائے''

میرے آقا نے ان دونوں کو کشتی لڑنے کا حکم دیا۔ سمرہ نے رافع کو کشتی میں شکست دے دی تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے سمرہ کو بھی فوج میں شامل کرلیا۔

شیخان کے مقام پر ہی آقا علیہ السلام نے مغرب اور عشاء کی نماز کی امامت فرمائی اور رات کو بھی یہیں قیام فرمایا۔ آپ نے اسلامی فوج کی حفاظت کے لئے پچاس جانبازوں کی ذمہ داری لگائی کہ وہ ساری رات پہرہ دیتے رہیں اور مسلسل گشت کرتے ہوئے دشمن کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں کہ کہیں وہ شب خون مارنے کے لئے اچانک حملہ نہ کردیں۔ پچاس پہرہ داروں کی قیادت حضرت محمد بن مسلمہ کے حصے میں آئی۔ جس

Marfat.com

جانباز نے سپہ سالار اعظم ﷺ کی حفاظت کے لئے ساری رات زرہ پہنے اور ڈھال ہاتھ میں پکڑے پہرہ دیا وہ حضرت ذکوان بن عبد قیس تھے۔ دوسرے دن علی الصبح میرے آقا نے آپ نے جب لشکر کی قیادت کرتے ہوئے احد کی جانب روانگی کا فیصلہ فرمایا تو پوچھا:

''آپ میں سے کون ہے کہ ہمیں ایسے راستے سے لے جائے کہ ہم دشمنوں کی نظر میں نہ آسکیں''۔

''یارسول اللہ! میں یہ خدمت سرانجام دوں گا'' یہ آواز حضرت ابوخیثمہ کی تھی جنہیں انہیں پتھریلے راستوں اور وقفے وقفے سے آنے والی کھیتی باڑی اور زرعی زمینوں کے درمیان گزرنے والے مختصر راستے کا علم تھا۔ اس لئے انہیں اسلامی فوج کو راستہ بتانے کی خدمات سونپی گئیں۔ آج بھی آپ مدینہ منورہ کے مضافات میں دیکھیں تو سنگلاخ پتھریلی زمینوں کے درمیان اچانک نخلستان اور انگور کے باغات آجاتے ہیں اور آنکھوں کو بہت ہی اچھے لگتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی پتھریلا منظر آجاتا ہے لیکن ان خشک اور سیاہ پہاڑوں سے بھی میرے آقا کی قربت کی مہک آتی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ ایک منافق مربع بن قیظی جو بظاہر بھی اندھا تھا کہ زرعی زمینوں میں سے گزرے تو اس نے زمین سے مٹی اٹھا کر اسلامی لشکر کی طرف پھینکنے لگا اور ہذیان بکنے لگا۔

جاں نثاروں نے اس اندھے بدزبان منافق کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو میرے آقا نے روک دیا اور فرمایا:

''اسے چھوڑ دو! یہ آنکھوں کے ساتھ دل کا بھی اندھا ہے''

آگے بڑھے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ واپس جانے کا اعلان کر دیا۔ اس فیصلہ کن وقت میں اس کا یہ اعلان گہرے اثرات مرتب کر سکتا تھا۔ اوس اور خزرج کے بعض لوگوں میں بھی خدشات سر اٹھانے لگے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں استقامت پیدا فرمائی اور تین سو منافقین کا چلے جانا کوئی بھی منفی اثرات پیدا نہ کر سکا۔ البتہ اتنی بڑی تعداد میں منافقین کی نشاندہی ہوگئی جو میرے آقا کی قیادت میں چلے تھے اور آپ کو قائد تسلیم کر کے آپ کے حکم کے تحت جہاد میں حصہ لینے کا عہد کر چکے تھے لیکن جب میدان جنگ سامنے دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح ان کی منافقت آشکار ہوگئی اور یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی۔ اسی وقت جبریل امین بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور رب العالمین کا پیغام وحی کی صورت میں پیش کیا جس کا مفہوم یہ تھا۔

''اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر کبھی نہیں رکھنا چاہتا تھا جس میں تم اب تک موجود تھے۔ وہ چاہتا ہے کہ پاکیزہ لوگوں کو پلیدوں سے علیحدہ کر دے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے جبل احد کے دامن میں اسلامی فوج کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ لشکر کے سامنے کی طرف تھا اور پشت کی جانب پہاڑ، فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ موذن دربار رسالت سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ یہ وہ اذان ہے جس کو دانائے راز علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی

سید الانبیاء امام الہدیٰ ﷺ نے جماعت کی امامت فرمائی اور اس کے بعد آپ نے مجاہدین سے خطاب فرمایا۔ آپ نے جسم اطہر پر دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور سر اقدس پر آہنی خود تھا۔ آج جبہ وعمامہ شریف پہننے والے آقا نے فولادی لباس پہنا ہوا تھا۔ یہ امت مسلمہ اور آنے والی سب نسلوں کے لئے میرے آقا کا عملی سبق تھا کہ ضرورت پڑے تو صاحبان جبہ و دستار مساجد اور مدارس و خانقاہوں سے نکل کر عسکری لباس زیب تن کریں اور باطل طاغوتی طاقتوں کے خلاف برسرپیکار ہونے کے لئے میدان جہاد میں نکل آئیں۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے جانبازوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جب تک میں آپ کو حکم نہ دوں اس وقت تک جنگ شروع نہ کی جائے۔ جب دشمن سے جنگ کا آغاز ہو جائے تو شجاعت اور

Marfat.com

استقامت کا مظاہرہ کریں''

پھر آپ نے ایک تلوار بے نیام کرتے ہوئے دریافت فرمایا:

''کون ہے جو اس تلوار کو لے کر آج دشمنوں کے ساتھ لڑنے کا حق ادا کر دے؟''

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت زبیر بن العوام جیسے شہ زور آگے بڑھے اور اس تلوار کو لینے اور لڑنے کا حق ادا کرنے کا عزم ظاہر کیا۔

اس اثناء میں حضرت ابودجانہ بن سماک نے پوچھا:

''یا رسول اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟''

''اس کو دشمن کے چہرے پر اس طرح مارو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے''

آقا علیہ السلام کی وضاحت سن کر ابودجانہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ یہ تلوار مجھے عطا فرمایئے، میں اس کا حق ادا کروں گا''

آپ نے وہ تلوار انہیں عطا فرما دی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان دستوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں تفویض کر دی تھیں۔ آپ نے پچاس ماہر تیر اندازوں کی قیادت حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری کو سونپی انہیں ایک چھوٹی سی پہاڑی ''جبل رماۃ'' پر تعینات فرمایا۔

آپ ﷺ نے انہیں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

''جب دشمن کے گھڑ سوار ہم پر حملہ آور ہوں تو ان پر تیر برسا کر انہیں روکنا تاکہ وہ پیچھے کی جانب سے ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں۔ یاد رکھو ہمیں فتح ہو یا شکست تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اس جانب سے دشمن ہم پر حملہ نہ کر سکے''۔

پھر آپ نے اس تیر انداز دستہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے پھر بھی ہماری مدد کے لئے نیچے نہیں اترنا۔ اگر ہم جیت کر دشمنوں کا مال حاصل کر رہے ہوں تب بھی تم اپنی جگہ سے نہیں ہلنا۔ تمہیں اپنے مورچوں پر ڈٹے رہنا ہے ان کو چھوڑنا نہیں ہے جب تک میری طرف سے کوئی خصوصی ہدایات نہ ملیں تم دشمن فوج پر تیر اندازی جاری رکھنا کیونکہ تیروں کی بارش سے ہی گھوڑوں کی پیش قدمی روکی جا سکتی ہے یاد رکھنا کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے جسموں کے چیتھڑے اٹھا کر لے جا رہے ہیں پھر بھی تم یہ جگہ ہرگز نہ چھوڑنا اور اگر ہم دشمن کو شکست دے کر اس کی قوت کو کچل دیں پھر بھی میرے حکم کا انتظار کرنا اور اس جگہ رہنا جب تک تم یہاں پر موجود ہو گے کوئی ہم پر غلبہ نہیں حاصل کر سکتا''۔

آپ نے اسلامی فوج کے مختلف حصوں کے کمانڈر مقرر کئے۔ حضرت زبیر بن عوام کو یہ خصوصی ہدایات دی گئیں کہ وہ خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکین مکہ کے گھڑ سوار دستے پر خصوصی نظر رکھیں۔

7 شوال 3 ہجری بروز ہفتہ جبل احد کے دامن میں وادی قناۃ میں مشرکین مکہ کا صف آرا ہونے والا لشکر ابوسفیان کی قیادت میں کھڑا تھا جس کے دائیں بائیں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل اپنے اپنے دستوں کی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ یہ لوگ پیغمبر اعظم ﷺ سے مقابلے کے لئے آئے تھے لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ پانچ سال کے اندر اندر ابوسفیان سمیت خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل اسلامی قوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور اسلام قبول کر کے اسی رحمت دو عالم ﷺ کے دامن عافیت میں آ جائیں گے جس کو (معاذ اللہ) مٹانے کے لئے آج وہ تین ہزار مسلح افراد کا لشکر لے کر آئے ہیں۔ ابوسفیان نے غزوہ احد میں پہلے پہل کوشش کی کسی طرح مسلمانوں میں افتراق و

Marfat.com

انتشار پیدا کیا جائے۔ منافقین کا گروہ پہلے ہی جا چکا تھا اب اس کی کوشش تھی کہ انصاریوں کو کسی طرح تقسیم کیا جائے۔ اس نے کہلا بھیجا کہ اگر تم لوگ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان سے ہٹ جاؤ تو ہم لوگ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ ہماری تم سے لڑائی نہیں ہے۔

ابوسفیان کی اس پیشکش کا جواب جاں نثاران مصطفیٰ نے ایسی زبان میں دیا کہ ابوسفیان کو یہ پیشکش دوبارہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ اپنے فوجیوں کا جوش انتقام بڑھانے کے لئے بلند آواز سے گیت گاتی پھر رہی تھی اور مختلف قبائل کا نام لے کر ان کو غیرت دلا رہی تھی۔ وہ کبھی اپنے فوجیوں اور شمشیر زنوں کو دشمنوں پر بھرپور حملہ کرنے کے لئے اکساتی اور کبھی ان کو کامیابی کی صورت میں گلے لگانے اور ان کے اعزاز میں قالینیں بچھانے کی نوید سناتی۔ پیچھے ہٹ جانے اور ناکامی کی صورت میں اپنے نوجوانوں کو یہ پیغام بھی دے رہی تھی کہ پھر ہم تم سے روٹھ کر ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں گی۔ اس کے اشعار میں بہادری کا پیغام بھی تھا۔ وصل و راحت کی امید بھی تھی اور فراق کا خوف بھی عیاں تھا۔

میدان جنگ سج گیا اور دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں تو کفار مکہ کا پرچم بردار اور ان کا ایک نامور سپوت طلحہ بن ابی طلحہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مقابلے کے لئے للکارنے لگا۔ اس لحیم و شحیم شخص کو جسے "لشکر کا مینڈھا" کہا جاتا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام نے آن واحد میں اپنی تلوار کی وار سے کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ اس پھرتی سے اس کے اونٹ پر سوار ہو کر اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ دشمن افواج کو یقین ہی نہیں ہوا کہ یہ سب اچانک کیسے ہو گیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے اس جانباز کی پھرتی اور شجاعت دیکھی تو آپ نے اظہار مسرت فرمایا۔ آپ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپ نے حضرت زبیر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر نبی کے لئے ایک حواری ہوتا ہے، زبیر میرے حواری ہیں"

اس کے بعد جاں نثاران مصطفیٰ نے ان تمام علمبرداروں کو ایک ایک کر کے ختم کیا جنہوں نے یکے بعد دیگرے کفار مکہ کی فوج کے پرچم تھامے، طلحہ کے قتل کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھایا اور شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھا تو حضرت حمزہ نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ بازو سے لے کر پیٹ تک اس کے جسم کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اس کا بھائی ابوسعد بن ابی طلحہ پرچم تھام کر قیادت کرنے لگا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کے گلے کا نشانہ لے کر ایسا تیر چلایا کہ اس کی زبان باہر آ گئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس خاندان کے اس دن چھ افراد مسلمان فوج کے ہاتھوں مارے گئے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں لڑنے والے جانبازوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ مشرکین مکہ کی فوج کا جو بھی علم اٹھائے اس کو نشانہ بنا کر گرایا جائے تاکہ اس طرح دشمن فوج کے حوصلے پست کئے جائیں۔ بنوعبدالدار کو افواج کفار کا جھنڈا اٹھانے کی ذمہ داری دی گئی تھی جب ان میں سے کوئی بھی شہسوار باقی نہ رہا تو ان کے ایک غلام نے آخر دم تک پرچم تھامے رکھا لیکن بالآخر وہ بھی جان کی بازی ہار گیا۔

ایک طرف مسلمان جانبازوں نے کافروں کے علمبرداروں کو نشانہ بنا رکھا تھا تو دوسری طرف وہ دشمن کی فوج کے اندر گھس کر بے خوفی سے لڑ رہے تھے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان سب کا جائزہ لے رہے تھے اور ضروری ہدایات بھی فرما رہے تھے۔ ابودجانہ جنہوں نے اس صبح سپہ سالار اعظم ﷺ کے ہاتھ سے تلوار لے کر اس کا حق ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اپنی مخصوص چال سے چلتے ہوئے کافروں کی صفوں کے اندر گھس گئے تھے۔ انہوں نے اپنے سر پر سرخ رنگ کی پٹی باندھ لی تھی۔ یہ اس بات کی غمازی تھی کہ وہ آخر وقت تک ڈٹے رہیں گے۔ صرف موت ہی ان کے قدم روک سکتی ہے۔ وہ جس طرح اکڑ اکڑ کر چلتے ہوئے دشمنوں کو آنکھیں دکھاتے ہوئے ان کی صفوں میں گھس کر ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ میرے آقا مسلسل اس کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کی چال پر تبصرہ کرتے

Marfat.com

ہوئے آپ نے فرمایا:

اس طرح اکڑ کر چلنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے لیکن حالت جنگ میں پسندیدہ ہے''۔

آج ابودجانہ کی کیفیت ہی کچھ اور تھی وہ اس سرشاری میں مست تھے کہ آقا نے اپنی تلوار ان کو تھما دی تھی۔ وہ جدھر جاتے سروں کی فصل کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے انہوں نے تلوار کا حق ادا کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس دن انہوں نے خوب نبھایا۔

ان کے انداز شجاعت کا میرے آقا بھی مشاہدہ فرما رہے تھے اور دیگر صحابہ کرام بھی حضرت زبیر کو اس صبح اس بات پر دکھ ہوا تھا کہ آقا علیہ السلام نے اپنی تلوار انہیں عطا کیوں نہیں کی جبکہ انہوں نے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں اس کا حقدار تھا۔ وہ آقا علیہ السلام کی پھوپھی زاد تھے، ہاشمی تھے، تلوار بھی انہوں نے پہلے حاصل کرنے کی درخواست کی تھی، پھر بھی انہیں عنایت نہ کی گئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دیکھیں گے کہ ابودجانہ اس تلوار سے کیا جوہر دکھلاتے ہیں۔

حضرت زبیر کہا کرتے تھے کہ اس دن ابودجانہ نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی جس طرح لاج رکھی اس سے میرا یقین پختہ ہو گیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں اور ان کا فیصلہ بہتر فیصلہ ہوتا ہے۔

حضرت زبیر نے حضرت ابودجانہ کو داد شجاعت دیتے ہوئے دیکھا تو وہ ان کے تعاقب میں رہے تاکہ دیکھیں کہ کس طرح یہ تلوار دشمنوں کا صفایا کرتی ہے۔ ایک جگہ ابودجانہ نے دیکھا کہ کوئی شخص مشرکوں کے فوجیوں کو جوش دلا رہا ہے اور ہمت سے لڑنے پر اکسا رہا ہے، ابودجانہ نے آگے بڑھ کر تلوار اس کے سر پر لہرائی تو سامنے سے چیخ سنائی دی معلوم ہوا کہ یہ کوئی مرد نہیں بلکہ ابوسفیان کی بیوی ہند تھی جو مردوں کا بھیس بدلے صفوں میں موجود تھی۔

عورت کو سامنے دیکھا تو ابودجانہ نے تلوار کا وار روک لیا اور ہند کو جانے دیا وہ کہا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کر کے اس تلوار کی آبرو پر دھبہ نہیں لگانا چاہتا تھا۔

ایک طرف حضرت ابودجانہ اپنی بہادری دکھا رہے تھے تو دوسری طرف دیگر جید اور شجاع صحابہ کرام بھی مردانہ وار آگے بڑھ رہے تھے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان میں پیش پیش تھے۔

اس دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے جس طرح مشرکین کی فوج کے نامور سپوتوں کو قتل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ وہ جدھر جاتے کشتوں کے پشتے لگاتے چلے جا رہے تھے۔ کوئی بھی شہسوار ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا ان کے سامنے آ کر مقابلہ کے بعد منظر سے ہٹانے کی ہمت کسی کے اندر نہیں تھی ان کو جبیر بن مطعم کے غلام وحشی بن حرب نے دور سے ایسا تیر مارا جوان کے پیٹ سے پار ہو گیا۔ اس غلام کو اس لئے ساتھ لایا گیا تھا کہ وہ ماہر تیرانداز تھا اور اسے امید دلائی گئی تھی کہ اگر وہ حضرت حمزہ کا نشانہ باندھ کر تیر چلا کر انہیں شہید کر دے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا اس نے آزادی کی خواہش پر حضرت حمزہ کو شہید کیا لیکن اس حبشی غلام کی قسمت کا ستارہ بھی ایک دن چمک اٹھا جب وہ ہمیشہ کے لئے غلامی مصطفیٰ کی ابدی راحت میں آ گیا جس نیزے سے اس نے سیدالشہداء حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اسی نیزے سے جھوٹے مدعی نبوت مسلیمہ کذاب کو قتل کر کے اپنی غلطی کی تلافی کر دی تھی۔

حضرت حمزہ کی شہادت غزوہ احد میں مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا دھچکہ اور ذہنی صدمہ تھا لیکن مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا۔ اس دن جان نثاران مصطفیٰ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ پہلے ہی مرحلے میں کافروں کے قدم اکھڑ گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی،

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت انس بن نضر، حضرت سعد بن ربیع، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت زبیر، حضرت مصعب بن عمیر رضوان اللہ عنہم اجمعین سب نے ہی اپنی اپنی جگہ پر دشمن کا تعاقب کر کے ان کے فوجیوں کو اپنی تلواروں کی زد پر لیا اور انہیں پسپا ہو جانے پر مجبور کر دیا حالانکہ وہ ایک واضح کامیابی کی امید پر اور جشن کا سماں برپا کرنے کے لئے گانے بجانے والیاں ساتھ لا کر غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لئے آئے تھے لیکن جاں نثاران مصطفیٰ کی شجاعت کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکے۔ شکست ان کا مقدر ہو چکی تھی۔ اسلامی فوج میں حضرت حنظلہ جیسے نوجوان بھی تھے جو اپنی جوانی بارگاہ نبوت میں قربان کرنے کے لئے بے تابانہ آئے تھے۔ حضرت حنظلہ کی ابھی چند روز پہلے شادی ہوئی تھی جنگ کا پیغام سنا تو حجلہ عروسی میں بیوی کو چھوڑ کر میدان میں آ گئے اور ایسی بہادری دکھائی کہ سپہ سالار قریش ابو سفیان تک جا پہنچے۔ اسے قتل کرنا چاہتے تھے کہ خود شہید ہو گئے چونکہ وہ بیوی کی صحبت سے اٹھ کر آئے تھے اور انہیں غسل کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا اس لئے انہیں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔ اس لئے حنظلہ ''الغسیل'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کے نڈر اور بے خوف وخطر جاں نثاران مصطفیٰ نے دشمنوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اسلامی فوج سرخرو ٹھہری۔

اسلامی فوج کا پرچم سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا تھا۔ میدان جنگ میں افواج کے علمبردار کی بہت اہمیت ہوتی تھی جب تک وہ اپنی فوج کا علم تھامے سینہ تان کر کھڑا رہتا فوج کے حوصلے بلند رہتے۔ جھنڈا فوج کے وقار کی علامت ہوتا ہے اس لئے جب تک سپاہ کی نظروں کے سامنے ان کا جھنڈا رہتا تھا وہ جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر اسلامی فوج کا پرچم بھی تھام کر کھڑے تھے اور دشمن کے حملوں کو روک بھی رہے تھے اس طرح وہ دو کام کر رہے تھے۔ پرچم کی پاسداری اور دشمن سے مقابلہ۔ دشمن آپ تک پہنچنا چاہتے تھے تاکہ کسی طرح پرچم سرنگوں کیا جا سکے۔ کفار مکہ کے لشکر نے ان کا دائیں ہاتھ تلوار سے کاٹ دیا تو انہوں نے فوراً پرچم کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ جب ان کا بائیں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا گیا تو انہوں نے آخری دم تک پرچم کو سینے سے لگائے رکھا اور اسے گرنے نہیں دیا اور اسی حالت میں انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت کے بعد اسلامی فوج کا علم سپہ سالار اعظم ﷺ نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کو عطا فرمایا، جنہوں نے آقا کے حکم کی تعمیل میں فوراً پرچم تھام لیا۔

ادھر جبل رماۃ کے پہاڑی درے پر جن تیر اندازوں کو میرے آقا نے تعینات کیا تھا وہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے احکامات کے تحت کفار کے شہسواروں پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ خالد بن ولید نے اپنے دستے کے ہمراہ کئی بار اس راستے سے حملے کی کوشش کی لیکن مسلمان تیر اندازوں کی وجہ سے اس دستے کو اپنی کوشش میں ناکامی ہوئی۔

جس شخص نے حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کیا تھا اس نے افواہ پھیلا دی کہ اس نے حضور علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے لیکن جب جاں نثاران مصطفیٰ نے اپنے آقا کو انصار کے گروہ میں بحفاظت دیکھا تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔ اس وقت سیدنا علی المرتضیٰ اسلامی پرچم تھام کر باآواز بلند اعلان کر رہے تھے:

''میں باطل قوتوں کی کمر توڑنے کے لئے یہاں موجود ہوں''

اس دوران ایک مشرک نے پکار کر کہا:

''آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے باہر نکلو''

اور پھر کہنے لگا:

''محمد کے ساتھیو! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے فوج میں قتل ہونے والے جنت میں جاتے ہیں تو پھر آؤ مجھ سے مقابلہ کرو''

سیدنا علی المرتضیٰ اس کا چیلنج قبول فرماتے ہوئے اس کے سامنے میدان میں آ گئے اور ضرب ذوالفقار حیدری سے ایک ہی لمحے میں

Marfat.com

سے ڈھیر کر دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر جہنم کی آگ کا ایندھن بن گیا۔

کفارِ مکہ کی فوج کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ ان کے فوجی اب میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ ان کو حوصلہ دلانے والی ہند بنت عتبہ اور دوسری عورتیں اپنے کپڑے اٹھائے اس طرح بھاگ رہی تھیں کہ ان کی پنڈلیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس مرحلے پر جب اسلامی فوج کو واضح کامیابی حاصل ہو چکی تھی اور دشمن فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے پہاڑی درے پر تعینات تیر انداز دستے میں سے اکثر فوجی جن کی تعداد چالیس تھی سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی طرف سے ملنے والی ہدایات کے برعکس اپنی جگہ سے اتر کر میدان میں آ گئے حالانکہ انہیں ہر حالت میں اس جگہ پر رہنے کی آپ نے وضاحت سے تلقین کی تھی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھی میدانِ جنگ میں کامیاب ہو گئے ہیں اور مالِ غنیمت حاصل کر رہے ہیں تو انہوں نے انتظار کی زحمت گوارا نہ کی اور مالِ غنیمت میں حصہ لینے کے لئے نیچے اتر آئے حالانکہ اس دستے کے قائد حضرت عبداللہ بن جبیر نے انہیں روکا اور یاد دلایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہاں پر ڈٹے رہنے اور کسی بھی حالت میں یہ جگہ نہ چھوڑنے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے اپنے کمانڈر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے واضح احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میدان میں جا کر مالِ غنیمت سمیٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

چالیس تیر اندازوں کے چلے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے نو ساتھی پہاڑی درے پر باقی رہ گئے اور انہوں نے وہاں سے چلے جانا گوارا نہ کیا، اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن سپہ سالارِ اعظم ﷺ کے واضح فرمان کی خلاف ورزی نہیں کی۔

خالد بن ولید نے جب یہ دیکھا کہ پہاڑی درہ خالی ہو گیا ہے اور وہاں سے تیر انداز چلے گئے ہیں تو خالد نے اپنی قیادت میں ایک بھرپور حملہ کیا۔ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے باقیماندہ ساتھیوں کو شہید کیا اور میدان میں آ کر ایسا نعرہ لگایا کہ جس سے کفار کے بھاگتے ہوئے قدم رک گئے ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے پلٹ کر جاں نثارانِ مصطفیٰ پر ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے زمین پر گرا ہوا مشرکین کا علم اٹھا کر انہیں غیرت دلائی اور طعنہ دیا کہ اگر مرد جنگ نہیں لڑ سکتے تو پھر جا کر بچوں کی پرورش کریں۔ میدانِ جنگ عورتیں سنبھال لیں گی۔ خالد بن ولید کے بھرپور حملے اور اس عورت عمرہ بنت علقمہ کے جملے نے مشرکوں میں ایک نئی روح پھونک دی اور وہ اپنی قوت مجتمع کر کے ایک بار پھر میدانِ جنگ میں آ گئے۔ اس طرح مسلمان جنہیں کامیابی مل چکی تھی اور فتح کی خوشیاں منا رہے تھے بے خبری میں مشرکین کی فوج کے نرغے میں آ گئے۔

سپہ سالارِ اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکین کا تازہ دم دستہ آگے بڑھتا ہوا آ رہا ہے اور مسلمان اس حالت سے بے خبر ہیں تو اس لمحے آپ نے وہاں سے کسی محفوظ مقام پر چلے جانے کی بجائے میدان میں جمے رہنے اور اپنے جاں نثاروں کا حوصلہ بڑھانے کا فیصلہ فرمایا۔ اگرچہ اس وقت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد پندرہ جانباز موجود تھے اور فوج کی اکثریت منتشر ہو گئی تھی آپ نے بے مثال شجاعت اور باکمال قیادت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے بلند آواز سے اپنے جاں نثاروں کو آواز دی اور انہیں میدانِ جنگ میں اپنے قریب آنے کا حکم دیا تاکہ فیصلہ کن مقابلہ کیا جا سکے آپ کی آواز مسلمانوں تک پہنچنے سے پہلے مشرکین کے دستے تک پہنچ گئی اور مشرک فوجیوں نے آپ کے اردگرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا لیکن اس وقت بھی میرے آقا وہاں سے کسی اور جگہ تشریف نہیں لے گئے عزم و استقامت کے ساتھ ان پرخطر حالات میں وہیں موجود رہے۔

مسلمان فوج کے اندر انتشار اور بے چینی کی دو وجوہات تھیں ایک تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کی خلاف ورزی کی وجہ سے پہاڑی درہ خالی ہونے پر خالد بن ولید کے دستے نے اچانک حملہ کر دیا تھا اور بھگدڑ مچ گئی تھی دوسرے یہ کہ شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذریعے یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ نبی اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی صحابہ کرام کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ ان کے

Marfat.com

دل ٹوٹ گئے اور حوصلے پست ہو گئے۔ اس مرحلہ پر کچھ لوگ واپس مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے لگے اور کچھ یہ سوچنے لگے کہ ابوسفیان سے جنگ بندی کی درخواست کی جائے۔ ایسے میں ایک جاں باز اور عظیم المرتبت صحابی حضرت انس بن نضر نے جب بعض ساتھیوں کو اس وجہ سے دل شکستہ دیکھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ہمت دلاتے ہوئے کہا:

''نبی کریم ﷺ کے بعد تم لوگوں کی زندگی کا مقصد کیا رہ جائے گا۔ اس لئے اٹھو اور جس دین پر آپ نے جان قربان کی ہے تم بھی قربان کر دو''۔

کچھ اور صحابہ کرام نے بھی اسی طرح مسلمان فوجیوں کی ہمت بندھائی اور انہیں میدان جنگ میں جا کر دشمن کا مقابلہ کرنے اور جان کی بازی لگا دینے کی تلقین کی۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے اور وہ واپس میدان جنگ کی طرف پلٹنے لگے۔

میرے آقا کے اردگرد اس وقت مہاجر صحابہ کرام میں سے ابوبکر، عمر، علی، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح اور انصار میں سے حباب بن منذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ اور محمد بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین گھیرا بنائے کھڑے تھے اور بلند آواز سے نعرے لگا رہے تھے۔ کہ ہم حضور پر اپنی جان قربان کر دیں گے ان کے عربی کے الفاظ کا مفہوم یہ تھا:

اپنے چہرے آپ کی خاطر کٹاتے جائیں گے
اپنی جانیں آپ پر قربان کرتے جائیں گے
ہم لٹا کر اپنا سب کچھ تیری خاطر یا نبی
تم رہو ہر دم سلامت ہم یہ کہتے جائیں گے

یہ ان کا زبانی اظہار نہیں تھا بلکہ حقیقت میں پندرہ جاں نثار جس طرح اس دن ایک حفاظتی حصار بن کر میرے آقا کے اردگرد کھڑے ہو گئے تھے اور دشمن کی ہر تلوار اور ہر تیر کو اپنے جسم پر روکا تھا وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگرچہ چاروں طرف سے تیروں کی برسات ہو رہی تھی لیکن حضور استقامت کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ کچھ دیر پہلے حضرت علی المرتضیٰ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید ہونے والوں میں تلاش کر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ آپ نے جس مقصد کے لئے جام شہادت نوش فرمایا ہے میں بھی اس راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں گا جب شہداء کے اندر حضور علیہ السلام کو نہ پایا تو دل کو تسلی ملی اور پھر اچانک دیکھا کہ آقا مشرکین کے درمیان موجود ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ لپک کر وہاں پہنچے انہوں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور برہنہ شمشیر لے کر مشرکوں کے سروں کی فصل کاٹتے ہوئے مصطفیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے اور دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ آقا ﷺ کی حفاظت کے لئے ایستادہ ہو گئے۔

سب سے پہلے حضرت ابوبکر الصدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد حصار بنایا۔ بعد ازاں دیگر صحابہ کرام بھی وہاں پہنچ گئے۔

یوں تو تمام صحابہ کرام نے جو اس وقت آقا کے اردگرد موجود تھے جاں نثاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس دن طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص نے وفاداری اور جاں نثاری کی ایک روشن مثال قائم کی اور انہوں نے بے خوف وخطر حضور کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہونے کا مظاہرہ کیا۔ حملہ آوروں نے کوشش کی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا روشن چراغ بجھا دیا جائے لیکن سعد اور طلحہ جیسے جاں نثاروں کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔ ان بہادر جانبازوں نے دشمن کا ہر حملہ ناکام بنا دیا۔ یہ دونوں اپنی ماہرانہ تیر اندازی سے اس طرح سے تیر چلاتے کہ دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا۔ حضرت سعد کی تیر اندازی میرے آقا کو اتنی پسند آئی کہ آپ نے اپنے ترکش کے سارے تیر ان کے حوالے کر

Marfat.com

دیئے اور فرمایا:

"سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں، میری طرف سے تیر چلاؤ" اس سے پہلے حضور علیہ السلام اپنی کمان سے خود تیر چلا رہے تھے۔ حضرت سعد کی خوش قسمتی دیکھئے کہ آقا نے یہ الفاظ کسی اور کے لئے کبھی استعمال نہیں فرمائے تھے۔ حضرت سعد تیر چلانے سے پہلے اللہ سے دعا کرتے کہ یا الٰہی یہ تیر دشمن کے سینہ میں جا کر لگے۔ حضور علیہ السلام ان کی دعا کی

قبولیت کے لئے دعا فرماتے۔ جہاں تک حضرت طلحہ کا تعلق ہے انہوں نے تلواروں سے حملہ آور ہونے والے مشرکین کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو حضور کی طرف بڑھنے سے روکے رکھا۔

حتیٰ کہ ایک دشمن کی تلوار کی زد میں آ کر ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ درد کی وجہ سے انہوں نے ہلکی سی آواز نکالی لیکن میدان میں جمے رہے اور آقا کی طرف آنے والے ہر وار کا مقابلہ کرتے رہے اس وقت ان کے جسم پر چالیس کے قریب زخم تھے لیکن شدید زخمی حالت میں بھی حضرت طلحہ نے آقا کے لئے ڈھال کے طور پر کام کیا۔ حضرت ابوبکر جب اس دن کے معرکے کو یاد کیا کرتے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے "یہ جنگ تو ساری کی ساری طلحہ کے نام ہے"

جب مشرکین نے یہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنا مشکل ہو رہا ہے تو مشرکین کے ایک سپاہی عتبہ بن ابی وقاص نے دور سے میرے آقا کا نشانہ لے کر ایک پتھر مارا جو آپ کے چہرہ اقدس پر لگا اور نیچے والے سامنے کے دو دانتوں کے دائیں طرف والا دانت مبارک شہید ہو گیا اور ہونٹ کا نچلا حصہ بھی زخمی ہو گیا جس بدبخت نے پتھر مارا تھا وہ بھاگ کر جانے لگا تو حضور علیہ السلام نے ایک صحابی حضرت حاطب بن بلتعہ کو بتایا کہ وہ کدھر گیا ہے، حضرت حاطب نے اس کو فوراً جا لیا اور اس کا سر کاٹ کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔

میرے آقا نے انہیں دعا دی "اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ہے"

اس کی نسل میں سے پیدا ہونے والے ہر بچے کے سامنے والے دانت ٹوٹے ہوئے ہوتے تھے اسی عتبہ کے بھائی سعد ابن ابی وقاص تھے جو اس دن حضور کی طرف سے تیر چلا رہے تھے اور آقا کی دعائیں سمیٹ رہے تھے۔ عبداللہ بن شہاب الزہری نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی زخمی کر دی جس سے آپ کی ریش مبارک خون سے لبریز ہو گئی۔

عبداللہ بن قمئہ نامی شخص نے پہلے آپ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا لیکن اس کی تلوار آہنی زرہ کو کاٹ نہ سکی، پھر اس نے تلوار بلند کی تو آقا علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر لگی آنکھ سے نیچے والی ہڈی پر اس کا دباؤ پڑا۔ آقا علیہ السلام نے اس وقت فولادی ٹوپی پہن رکھی تھی جس سے سر مبارک اور چہرہ اقدس اس ٹوپی کے اندر چھپا ہوا تھا۔ تلوار کی ضرب لگنے سے اس فولادی ٹوپی "خود" کا لوہا سامنے کے حصے سے چہرہ اقدس میں پچھ گیا جس سے دو فولادی کڑیاں آپ کے چہرے کے اندر پیوست ہو گئیں۔ اس بدبخت ابن قمئہ نے تلوار کا وار کرتے ہوئے آقا علیہ السلام سے گستاخانہ لہجے میں کہا تھا:

"یہ رہا میرا وار، یاد رکھنا میں اس کا بیٹا ہوں جو توڑ ڈالتا تھا"

میرے آقا نے فوراً جواب دیا:

"اللہ تعالیٰ تجھے توڑ ڈالے گا"

ایسا ہی ہوا، کچھ عرصے بعد تیز سینگوں والے مینڈھے نے اس پر حملہ کر کے اسے پہاڑ سے دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے۔

میرے آقا کا جسم اطہر خون سے رنگین ہو گیا تھا لیکن آپ کی زبان مبارک سے ان دشمنوں کے لئے بھی دعا کے کلمات نکل رہے تھے۔

Marfat.com

آپ مسلسل فرمارہے تھے: ''یااللہ! میری قوم کوراہ ہدایت دکھا کیونکہ یہ مجھے نہیں پہچانتے''۔

حضرت ابوبکر جو چند لمحے پہلے میدان جنگ میں مشرکین کا مقابلہ کرنے اور منتشر لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے گئے تھے واپس تشریف لائے تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا سر مبارک اور چہرہ اقدس خون سے رنگین دیکھا۔ انہوں نے وہ فولادی کڑیاں چہرہ اقدس سے نکالنا چاہیں جو رخسار میں پیوست ہوگئی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح آگے بڑھے اور حضرت صدیق اکبر سے گزارش کی:

''بخدا یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیجئے!''

پھر انہوں نے ہاتھ سے نکالنے کی بجائے اپنا چہرہ مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرہ اقدس کے قریب کیا اور اپنے دانتوں سے ایک کڑی کو پکڑ کر آہستہ آہستہ کھینچنا شروع کیا تا کہ آقا علیہ السلام کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ اس کوشش میں حضرت ابوعبیدہ کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ دوسری کڑی نکالنے کے لئے حضرت ابوبکر نے آگے بڑھنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ نے پھر گزارش کی کہ انہیں اس خدمت کا موقع دیا جائے۔ انہوں نے پھر اپنے دانتوں سے آہستہ آہستہ دوسری فولادی کڑی کو نکال لیا اور اس دفعہ بھی ان کا ایک اور نچلا دانت ٹوٹ گیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے رفیق محترم سیدنا ابوبکر صدیق سے فرمایا:

''اپنے بھائی طلحہ کو سنبھالو، اس نے جنت میں داخلہ تو یقینی بنالیا ہے'' حضرت ابوبکر نے حضرت طلحہ کو غور سے دیکھا تو انہیں اندازہ ہوا کہ ان کا جسم زخموں سے چور چور تھا۔ جسم پر ستر سے زیادہ گہرے زخم آچکے تھے لیکن اس حالت میں بھی وہ آقا علیہ السلام کے لئے دل و جان سے حاضر تھے۔ یوں تو دیگر صحابہ کرام نے بھی آقا علیہ والسلام کے اردگرد حصار بنائے رکھا لیکن حضرت سعد اور حضرت طلحہ کے کارنامے زندہ وجاوید رہیں گے۔

جب حضرت طلحہ زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے تو حضرت ابوبکر نے ان کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا، انہوں نے آنکھ کھولی تو بس یہی پوچھا:

''رسول اللہ ﷺ کا حال اب کیسے ہے؟''

''الحمدللہ! آپ بالکل خیریت سے ہیں''

حضرت ابوبکر نے آقا علیہ السلام کی خیریت سے اس محب صادق کو مطلع کیا تو وہ بولے:

''اللہ کا شکر ہے! آپ کی موجودگی میں تمام مصیبتیں کچھ نہیں''

ادھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرہ اقدس سے فولادی کڑیوں کی کیلیں نکلنے سے خون جاری ہوگیا تھا۔ ایک جاں نثار حضرت مالک بن سنان نے خون بہنے والی جگہ پر اپنی زبان رکھ دی اور خون کو چوسنے لگے۔

''کیا تم خون چوس رہے ہو؟'' اسے تھوکتے کیوں نہیں؟''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سوال پر انہوں نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! میں آپ کا پاکیزہ خون چوسنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں''

''میرا خون جس خون میں شامل ہوگا اسے آگ کبھی نہیں چھوئے گی''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے بشارت کے کلمات سن کر جاں نثار کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

آقا علیہ السلام نے دیگر جاں نثاروں کو مخاطب ہوتے ہوئے حضرت مالک بن سنان کے بارے میں فرمایا:

''جس کسی نے جنت میں جانے والے کو دیکھنا ہو انہیں دیکھ لے''

Marfat.com

واقعی اس دن انہوں نے جام شہادت نوش کیا اور خلد بریں کی طرف ان کی روح پرواز کر گئی۔

اس دن دوران جنگ کافروں کی طرف سے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک میں گر جانے سے سپہ سالار اعظم ﷺ کے گھٹنے میں موچ آ گئی تھی۔ یہ گڑھا اتنا گہرا تھا کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے ہاتھ پکڑ کر آپ کو باہر آنے میں مدد دی اور حضرت طلحہ نے اندر جا کر آپ کو اپنی آغوش میں لے کر کھڑا کیا لیکن دانت شہید ہو جانے، چہرہ اقدس زخمی ہو جانے اور گھٹنے میں موچ آ جانے کے باوجود میرے آقا مسلسل میدان میں تشریف فرما رہے۔

تیروں کی مسلسل بارش میں جاں نثاران مصطفیٰ ان تیروں کو اپنے جسموں پر روک رہے تھے۔ ان نازک ترین حالات میں بعض خواتین صحابیات بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی افواہ سن کر میدان جہاد میں آ پہنچی تھیں اور بے چینی سے ہر کسی سے آقا کی خیریت کے بارے میں دریافت کر رہی تھیں۔ جب بعض لوگ حالات سے دل شکستہ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف واپس جا رہے تھے تو مصطفیٰ علیہ السلام کی منہ بولی ماں حضرت ام ایمن جنہوں نے بچپن میں حضور کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد ماں کی طرح آپ کا خیال رکھا تھا، ان لوگوں کو واپس آتا ہوا دیکھ کر زمین سے مٹی اٹھا کر ان کی طرف اچھالنا شروع کر دی اور انہیں فرمانے لگیں:

"تم گھروں میں بیٹھ کر عورتوں والے کام کرو اور تلواریں ہمیں تھما دو! ہم دشمنوں کا مقابلہ کریں گی"

حضرت ام ایمن نے میدان میں زخمیوں کی خبر گیری کرنے اور انہیں پانی پلانے کا فریضہ سنبھال لیا۔ مشرکوں کے ایک تیر انداز حبان ابن عرقہ نے نشانہ باندھ کر ام ایمن کو تیر مارا لیکن وہ ان کے کرتے کے دامن میں آ کر لگا جس سے بے پردگی ہو گئی اس پر مشرکین قہقہے مارنے لگے۔ میرے آقا نے حضرت سعد کو تیر دیتے ہوئے حبان کو نشانہ بنانے کا حکم دیا۔

حضرت سعد نے مصطفیٰ کریم کا عطا کردہ تیر اس مہارت سے چلایا کہ حبان کے گلے میں جا کر لگا اور اس کی شہ رگ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ حبان فوراً زمین پر گرا اور اس کی ٹانگوں سے کپکپاہٹ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ایک خاتون کے بے ستر ہونے پر قہقہے مارنے والا خود میدان میں عبرت ناک انداز میں پڑا تھا۔ میرے آقا نے اپنی "ماں جیسی ماں" کا بدلہ فوراً لے لیا تھا، حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر تبسم پھیل گیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کے اردگرد جن جاں نثاروں نے حصار بنایا ہوا تھا اور آقا کی طرف آنے والے تیر اپنے جسموں پر روک رہے تھے ان میں ایک صحابیہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب کا نام بھی سیرت نگاروں نے محفوظ کر لیا ہے۔ یہ پرعزم خاتون ان پرخطر لمحات میں آقا علیہ السلام کے دیگر جاں نثاروں کے ساتھ رہی اور مردانہ وار مقابلہ کرتی رہی اس خاتون کے لئے حضور نے دعائیں فرمائیں۔ ان لمحات میں حضرت ابودجانہ میرے آقا کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی پشت کو حضور کے لئے ڈھال بنا کر آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنی پیٹھ پر روک رہے تھے۔ ان کی پیٹھ تیروں کی بوچھاڑ سے زخمی ہو گئی لیکن یہ سچا عاشق رسول اپنی جگہ سے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں ہلا اور جم کو کھڑا رہا۔

اسلامی فوج کا پرچم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں پرچم تھام کر دوسرے ہاتھ سے ذوالفقار حیدری سے دشمنان اسلام کی گردنیں کاٹ رہے تھے۔ مشرکین کی فوج نے ایک طرف آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اردگرد موجود جاں نثاروں کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور دوسری طرف اسلامی فوج کو ایک فاصلے پر رکھا ہوا تھا اور ان کے گرد گھیرا تنگ کر کے ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر رہے تھے چونکہ آقائے دو جہاں ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تھی اس لئے افواج کی اکثریت میں بے چینی اور بددلی کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس طرف جانے کا فیصلہ فرمایا جہاں بچے کھچے مجاہدین کو مشرکین نرغے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضور اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مشرکین کی صفیں چیر کر اسی طرف روانہ ہوئے جہاں مسلمان فوجی موجود تھے اور بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر

Marfat.com

دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو بحفاظت ادھر آتا ہوا دیکھا تو حضرت کعب بن مالک خوشی سے پکار اٹھے:

''مسلمان سپاہیو! خوشخبری سنو! وہ دیکھو رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں اور ادھر تشریف لا رہے ہیں''۔

حضرت کعب بن مالک کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا اور وہ بار بار لوگوں کو خوشخبری سنا رہے تھے۔ میرے آقا نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا تاکہ دشمن فوج کو اس کی اطلاع نہ مل سکے۔ اب جیسے جیسے مجاہدین کو آقا علیہ السلام کی خیریت کی خبر ملتی گئی وہ اس مقام پر آنا شروع ہوگئے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ مشرکین مکہ کی فوج کی بھرپور کوشش یہی تھی کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچ کر آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔ ان کے کئی حملے ناکام ہو چکے تھے۔ ان کا ایک نامور سپوت عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اپنے تیز رفتار گھوڑے پر للکارتے ہوئے آیا اور کہنے لگا ''آج آپ نہیں یا میں نہیں''۔

میرے آقا زخمی حالت میں بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے جیسے ہی ناپاک ارادے سے وہ آگے بڑھا وہ اپنے گھوڑے سے پھسل کر نیچے گرا، وہ بھاگ کر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف آ کر تلوار سے حملہ کرنا چاہتا تھا کہ ایک جاں نثار مصطفیٰ حضرت حارث بن صمہ نے اپنی تلوار کے وار سے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور پھر جیسے ہی وہ زمین پر گرا اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے اور اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا۔

حضرت حارث اس کارروائی سے واپس آنے لگے تو مشرکین کے ایک گھڑ سوار فوجی عبداللہ ابن جابر نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ مسلمان مجاہدین اپنے ساتھی کی مدد کو پہنچ گئے اتنے میں حضرت ابودجانہ نے آگے بڑھ کر ابن جابر کی گردن اڑا دی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ آہستہ آہستہ اپنی فوج کو پہاڑ کی گھاٹی کی طرف لے گئے تاکہ محفوظ مقام پر پہنچ کر فوج کو منظم کیا جا سکے اور مجاہدین کو گرفتار ہونے سے بچایا جا سکے۔ جب آپ پہاڑی گھاٹی میں تشریف لے آئے تو مکہ کا ایک بگڑا ہوا رئیس زادہ ابی بن خلف رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کرتا ہوا پہاڑی گھاٹی میں پہنچ گیا۔ غزوہ بدر میں اس کا بھائی امیہ حضرت بلال حبشی کے ہاتھوں قتل ہوا تھا لیکن ابی جنگی قیدی بن کر بچ گیا تھا۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ میں اپنے تیز رفتار جنگی گھوڑے ''العوذ'' پر بیٹھ کر محمد ﷺ کو (معاذ اللہ) قتل کروں گا۔

آپ نے اس کا دعویٰ سن کر فرمایا تھا:

''انشاء اللہ وہ کامیاب نہیں ہوگا بلکہ میں اسے قتل کروں گا''

آپ نے اپنے جاں نثاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس پر نظر رکھیں کہ کہیں وہ پیچھے کی جانب سے حملہ آور نہ ہو۔ میدان میں تو اسے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن جیسے ہی آقا علیہ الصلوۃ والسلام پہاڑی گھاٹی میں پہنچے تو وہ فولادی خود پہنے ہوئے اپنے رقص کرتے ہوئے گھوڑے پر آ پہنچا اور میرے آقا کو للکارنے لگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

''ہم اس کے حملہ کا جواب دیں؟''

میرے آقا نے ارشاد فرمایا: ''تم اسے چھوڑ دو میرے پاس آنے دو'' نبی اکرم ﷺ نے اسے غضبناک حالت میں دیکھا تو ابی بن خلف سہم گیا، آپ نے فرمایا: ''اے جھوٹے! اب بھاگ کر کدھر جاتے ہو؟''

آپ نے حضرت حارث بن صمہ سے ایک نیزہ لے کر تیزی سے ابی کا اس جوشیلے انداز سے نشانہ لیا کہ صحابہ کرام سہم کر ایک طرف ہو گئے اور پھر بالکل اس کے سامنے آ کر اس کی فولادی ٹوپی اور اس کے فولادی پیراہن کے درمیان تھوڑی سی خالی جگہ کا نشانہ باندھ کر ایسا تیر مارا کہ اس کے حلق کو سیدھا جا کر لگا۔ میرے آقا کے تیر نے ایسا اثر کیا کہ چکرا کر گھوڑے کی پشت سے جا لگا اور لڑھکتے ہوئے جسم کے ساتھ اس کا گھوڑا اسے واپس مشرکین کے پاس لے گیا۔ اس کی گردن سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا جو رکنے میں نہیں آتا تھا۔

وہ چیخنے لگا ''مجھے محمد نے قتل کر دیا'' مکہ واپس جاتے ہوئے راستے میں اس کے ساتھی اسے تسلی دیتے رہے کہ گھاؤ زیادہ گہرا نہیں ہے، تم

Marfat.com

بچ جاؤ گے لیکن دوران سفر یہ بدبخت اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ مرتے دم تک وہ زخمی بیل کی طرح آوازیں نکالتا رہا۔ لوگ اس کے چیخنے چلانے سے حیران ہوتے وہ کہتا ''خدا کی قسم! جو تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں اگر ذی المجاز کے سب لوگوں میں بانٹی جاتی تو وہ سارے اس تکلیف سے مر جاتے۔

میرے آقا پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جانا چاہتے تھے تاکہ دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں اور محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ اوپر چڑھتے ہوئے ایک جگہ آپ ذرا رک گئے۔ میرے آقا کا جسم مقدس زخمی ہو چکا تھا، آپ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں جو کافی وزنی تھیں حضرت طلحہ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کیا حالانکہ وہ زخموں سے چور چور تھے۔ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں کے قریب آ کر نیچے بیٹھ گئے اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی ان کے کاندھے پر تشریف رکھیں۔ حضور علیہ اسلام حضرت طلحہ کے کندھوں پر بیٹھ گئے تو حضرت طلحہ آپ کو اٹھا کر چٹان کی طرف لے گئے۔ آقا کو جاں نثار کی یہ وفا شعاری اور خدمت گزاری بہت پسند آئی فرمایا:

''طلحہ کا جنت میں جانا تو اب لازمی ہو چکا ہے''۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ جو اس وقت مختصر تعداد میں تھے پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے اور کفار مکہ مسلسل آپ کا پیچھا کر رہے تھے تاکہ شمع رسالت کو خدانخواستہ بجھا سکیں۔ اس وقت حضرت طلحہ کے علاوہ گیارہ انصاری جاں نثار آقا کے ہمراہ تھے۔

دیگر صحابہ کرام میدان جنگ میں دشمنوں سے لڑ رہے تھے۔ اس حالت میں جب تعاقب کرنے والے مشرکین کے فوجیوں نے للکارنا شروع کیا تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے پوچھا:

''تم میں سے کون دشمنوں کا راستہ روکے گا؟''

زخموں سے نڈھال حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے ہمت مردانہ سے جواب دیا۔

''یارسول اللہ! میں حاضر ہوں''

''نہیں کوئی اور ہے تم اپنی جگہ پر ٹھیک ہو''

''مجھے حکم دیجئے! یارسول اللہ ﷺ!'' یہ ایک انصاری نوجوان تھا، آپ کی اجازت سے یہ انصاری دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگا اور میرے آقا کا بلندیوں کی طرف سفر جاری رہا۔ اتنے میں کچھ دشمن آپ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے پھر ارشاد فرمایا: ''کون ان کا مقابلہ کرے گا؟''۔

اس دفعہ بھی حضرت طلحہ نے سب سے پہلے خدمت کے لئے پیش کیا لیکن آقا نے انہیں اپنے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ دشمنوں کو قریب آنے سے روکے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے گیارہ انصاریوں نے آقا علیہ السلام کے حکم پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور دشمنوں کو آپ کے قریب آنے سے روکے رکھا۔ ان گیارہ انصاری جاں نثاروں کی شہادت کے بعد دشمن کے فوجیوں نے آگے بڑھ کر آقا علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچنا چاہا تو حضرت طلحہ ایک آہنی دیوار کی طرح ان کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آپ کے قریب نہ پہنچنے دیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ ایک پہاڑی گھاٹی میں تشریف لے گئے یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ کفار مکہ کے سردار ابوسفیان نے اپنے ہمراہ خالد بن ولید کو لے کر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تلاش میں ایک فوجی دستے کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ میرے آقا نے انہیں اپنی تلاش میں آتا ہوا دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو گئے۔

''یا اللہ! یہ لوگ اوپر نہ آسکیں''

Marfat.com

اتنے میں حضرت سعد، حضرت عمر بن خطاب اور دیگر مہاجرین بھی آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پہنچ چکے تھے۔ آپ نے انہیں دشمنوں کو نیچے کی طرف دھکیلنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف بڑھنے والے ابو سفیان اور خالد بن ولید کے دستے امقابلہ کر کے انہیں نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ کچھ دشمن گھاٹی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت سعد کو حکم دیا۔

''تم ان کا مقابلہ کر کے آگے بڑھنے سے روکو اور ان کے حوصلے پست کرو''

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اکیلا ان کا مقابلہ تو کر لوں گا لیکن ان کے حوصلے اکیلا کیسے پست کر سکتا ہوں''

''تم آگے بڑھو! اور ان کے حوصلے پست کرو!''

جب حضرت سعد نے آقا کی زبان سے یہ کلمات تین بار سنے تو انہیں یقین محکم ہو گیا کہ اب میں اپنی طاقت سے نہیں آقا کے فرمان کی قوت سے مقابلہ کروں گا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر نشانہ باندھ کر دشمن فوجیوں کی طرف پھینکنا شروع کیا جیسے ہی ان کا تیر دشمن کے جسم کو چھوتا تھا اس کی جان نکل جاتی اور وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ حضرت سعد نے اس وقت آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف بڑھنے والے جن مشرکین مکہ کو مارا ایک ہی تیر سے مارا۔ وہ ایک تیر مارتے دشمن کا خاتمہ ہوتا تو تیر اس کے جسم سے نکال لیتے اور وہی تیر پھر دوسرے حملہ آور کی طرف اچھال دیتے اس طرح ایک ہی تیر سے سارے حملہ آور اپنے انجام تک پہنچ گئے۔ حضرت سعد کا ایمان تھا کہ یہ کمال اس تیر کا نہیں تھا بلکہ زبان رسالتمآب کا اعجاز تھا کہ ایک تیر نے سب حملہ آوروں کے حوصلوں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ حضرت سعد نے یہ خوش قسمت تیر کہ جس کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی دعائے نصرت مل گئی تھی زندگی بھر اپنے پاس سنبھال کر رکھا۔ ان کی اولاد نے بھی بارگاہ نبوت کی یادگار کے طور پر اس تیر کو محفوظ رکھا۔

ابو سفیان اور اس کے لشکر کو یقین ہو چکا تھا کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوۃ والسلام میدان جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔ اس لئے انہوں نے واپسی کی تیاریاں شروع کیں لیکن جاتے جاتے انہوں نے مسلمان شہداء کے جسموں کی چیر پھاڑ شروع کر دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق لاشوں کی بے حرمتی کرنے لگے تا کہ آتش انتقام ٹھنڈی ہو سکے۔ ان کے مرد تو شہدائے اسلام کے اعضاء کاٹ رہے تھے عورتیں بھی اس دردناک منظر میں ان کے ساتھ ساتھ تھیں۔ ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے محترم چچا حضرت حمزہ کی لاش سے کلیجہ نکال کر منہ میں ڈال لیا اور اسے نگلنا چاہتی تھی لیکن نگل نہ سکی۔ اس نے شہداء کے کٹے ہوئے ناک اور کانوں کو دھاگے میں پرو کر ان کا ہار اور پازیب بنا کر اپنے گلے اور پاؤں میں باندھ لیا اور فخریہ انداز میں لوگوں کو دکھاتی پھری۔ مدینہ منورہ میں جیسے ہی آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت کی افواہ پھیلی آپ کی منہ بولی ماں حضرت ام ایمن سب سے پہلے میدان جنگ کی طرف پہنچیں اور حوصلے چھوڑ کر واپس پلٹنے والے مسلمان فوجیوں کو جوش دلایا اور انہیں واپس جا کر کٹ مرنے کا درس دیا۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر صحابیات اور خاندان نبوت کی عفت مآب پاکیزہ خواتین بھی وہاں تشریف لے آئیں۔ صحابیات میں ام سلیم اور ام سلیط نے پانی کے مشکیزے بھر بھر کر زخمی فوجیوں کو پلانے، ان کی خبر گیری کرنے اور ان کی مرہم پٹی کرنے کا کام سنبھال لیا، اس کام میں ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی ان خواتین کے ساتھ ساتھ تھیں وہ بھی پانی کے مشکیزے بھر بھر کر لاتی رہیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں۔

حضور کی اطلاع ملتے ہی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پہاڑ کی گھاٹی میں تشریف لے گئیں اور آپ کے گلے سے لپٹ گئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ اپنی فولادی ڈھال میں جبل احد کے ایک پہاڑی چشمے کا پانی بھر کر لائے اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو پینے کے لئے پیش کیا۔ آپ نے اس پانی کو پینا پسند نہیں فرمایا لیکن اس سے چہرہ اقدس کا خون دھویا اور اسے اپنے مبارک سر پر انڈیل دیا اور

Marfat.com

فرمایا:

''وہ اللہ تعالیٰ کے شدید ترین عذاب کا سامنا کرے گا جس نے اس کے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا ہے''

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے حضور کے زخموں کو اپنے ہاتھ سے دھویا جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانی انڈیلنے لگے جیسے جیسے پانی سے زخموں کو دھویا جا رہا تھا خون مسلسل رس رہا تھا اور رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔

سیدہ فاطمہ نے ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس جلے ہوئے ٹکڑے کی راکھ کو زخم کی جگہ پر رکھ دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا چونکہ آقا علیہ السلام نے فولادی ڈھال میں لائے جانے والے اس پانی میں سے کچھ ناگوار بو محسوس کی تھی اور اسے پینا پسند نہیں فرمایا تھا اس لئے حضرت محمد بن مسلمہ فوراً بھاگ کر صاف اور شفاف تازہ پانی لے آئے اور آقا کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے پیا اور محمد بن مسلمہ کے لئے دعا فرمائی۔ نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زخموں کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا فیصلہ فرمایا۔ صحابہ کرام کی جو جماعت اس وقت وہاں موجود تھی وہ سب شدید زخمی نہیں تھے اور نہ ہی ان کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری تھا لیکن وہ تو ہر حالت میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کے خواہاں تھے۔ اس لئے امام الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی تو مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر اقتداء کا محبت آمیز انداز اختیار کیا۔

واپس جاتے جاتے ابوسفیان ایک بار پھر جبل احد کی طرف آیا اور اونچی آواز میں کہنے لگا:

''کیا تم لوگوں میں محمد موجود ہیں؟'' وہ بار بار یہی سوال دہرائے جا رہا تھا، صحابہ کرام نے جواب دینا چاہا تو حضور نے منع فرمایا۔

''کیا تم لوگوں میں ابن ابوقحافہ موجود ہیں'' اس کا اشارہ حضرت ابوبکر کی طرف تھا، پھر اس نے پوچھا۔

''کیا تم میں عمر ابن الخطاب موجود ہیں''

جب اس کو کوئی جواب نہ ملا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنے لشکر کے پاس جا کر کہنے لگا: ''یہ تینوں موجود نہیں ہیں۔ قتل ہو گئے ہیں''۔

جب ابوسفیان اپنی فوج کو یہ خوشخبری سنا رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادب سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ ابوسفیان کو دندان شکن جواب دینے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے اجازت دے دی۔

حضرت عمر نے بآواز بلند ابوسفیان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''او دشمن خدا سن لے! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم زندہ ہیں اور تم نے آئندہ بھی ذلیل و رسوا ہونا ہے''

ابوسفیان نے حضرت عمر کا یہ مردانہ وار جواب سن کر کہا:

''تمہارے مقتولین کی لاشوں کو کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اگرچہ میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھے اس کا افسوس بھی نہیں ہے''

اور پھر نعرے لگانے لگا ''ہمارا خدا ہبل بلند ہے''

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بآواز بلند اس کا جواب دو اور کہو ''اللہ اعلیٰ واجل'' (اللہ بلند ترین اور عزت والا ہے)۔

حضرت عمر کا نعرہ مستانہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا:

''ہمارا خدا عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے''

آپ نے یہ نعرہ سن کر اپنے جاں نثاروں سے فرمایا:

''تم نعرہ کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

''اس کا کیا جواب دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!'' صحابہ کرام اپنے ہر عمل میں منشائے رسول کو شامل کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہو:

Marfat.com

''اللہ مولانا ولا مولا لکم'' (اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارے لئے کوئی مولیٰ نہیں ہے)

ابوسفیان کے پاس اس نعرہ کا جواب نہیں تھا۔ کھسیانا ہو کر کہنے لگا:

''آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا، اس دن تم نے ہمارے نوجوانوں کو قتل کیا تھا آج ہم نے ان کا بدلہ لے کر حساب برابر کر دیا''

''نہیں تم ہمارے برابر کیسے ہو سکتے ہو؟ ہمارے شہداء جنت میں پہنچ چکے ہیں اور تمہارے مقتول جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں''

حضرت عمر کے فوری جواب سے ابوسفیان سے کوئی بات نہ بن سکی تو کہنے لگا:

''عمر ذرا قریب تو آنا!'' انہوں نے حضور کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا:

''جاؤ سنو کیا کہتا ہے''

حضور کی اجازت سے حضرت عمر ابوسفیان کے پاس آئے تو اس نے پوچھا:

''کیا محمد قتل ہو چکے ہیں یا نہیں؟''

''اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، وہ اس وقت بھی تمہاری سب باتیں سن رہے ہیں''

''میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں، میرے نزدیک تم ابن قمیہ سے زیادہ سچے ہو اس نے تو ہمیں بتایا تھا کہ قتل کر دیا ہے''

پھر کہنے لگا: ''آئندہ سال بدر کی وادی میں ایک بار پھر ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا''

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے جاں نثار کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو جواب دو اور کہو ''یہ جنگ اب طے شدہ ہے'' آقا کے ارشاد کے مطابق صحابی نے آقا کا یہ ارشاد بآواز بلند سنا دیا۔ کفار کا لشکر واپس جانے لگا تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کو خصوصی ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم اس لشکر کے پیچھے پیچھے جاؤ اور غور سے دیکھو کہ ان کے ارادے کیا ہیں۔ اگر ان کے گھوڑے اونٹوں کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں اور وہ خود اونٹوں پر بیٹھے ہوں تو سمجھ لینا کہ وہ واپس مکہ جا رہے ہیں اگر یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹ ساتھ لے کر جا رہے ہوں تو ان کا ارادہ مدینہ پر حملہ کا ہے''۔

حضرت علی فرمان نبوی کے مطابق لشکر کفار کے تعاقب میں چلے تو آقا نے فرمایا: ''مجھے اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان لوگوں نے مدینہ پر چڑھائی کی میں ان کا پیچھا کر کے ان سے فیصلہ کن جنگ کروں گا''۔

حضرت علی المرتضیٰ کچھ دیر بعد یہ پیغام لائے کہ ان کے گھوڑے اونٹوں کے پہلو میں ہیں اور وہ لوگ اونٹوں پر بیٹھ کر واپس جا رہے ہیں۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی بے مثال اور باکمال جنگی حکمت عملی کی وجہ سے اس دن مسلمانوں کو یقینی فتح حاصل ہو سکتی تھی لیکن آپ کے واضح ارشاد کی خلاف ورزی کی وجہ سے وقتی طور پر مسلمان افواج کو پسپائی اختیار کرنا پڑی لیکن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مشکل ترین حالات میں بھی مسلمان فوج کے حوصلے پست نہیں ہونے دیئے اور ان کو اس طرح دشمن کا مقابلہ کرتے کرتے پیچھے ہٹنے اور محفوظ پناہ گاہ میں پہنچنے کی ہدایات دیں کہ کفار مکہ اور ابوسفیان مسلمان فوج کی مکمل شکست کی حسرت دل میں لئے واپس مکہ مکرمہ لوٹ گئے اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کے بعد میدان جنگ میں شہیدان راہ حق کو دفنانے اور زخمیوں کی خبر گیری کا مرحلہ شروع ہوا۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان جنگ میں مختلف صحابہ کرام کو بھیجا اور انہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زید بن ثابت کو فرمایا:

''جا کر سعد بن الربیع کو تلاش کرو اور انہیں میرا سلام دو اور پوچھنا تم کس حالت میں ہو؟''

Marfat.com

آقا کو اپنے جاں نثار کے آخری لمحات کا علم ہو چکا تھا اس لئے خصوصی طور پر حضرت زید کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت زید میدان جنگ میں زخمیوں میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو دیکھا ان کی آخری سانسیں چل رہی تھیں ان کا جسم زخموں سے چھلنی ہو چکا تھا اس حالت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس جاں نثار کو آقا کا سلام پہنچایا تو وقت آخر عاشق صادق کی روح کو قرار آ گیا۔ انہوں نے آقا کے سلام کا محبت سے دیتے ہوئے جواب دیا۔

''اس وقت دامن کوہ احد میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ میرا اسلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچانا اور میرا ایک پیغام میری قوم تک بھی ضرور پہنچانا''۔

حضرت زید نے اپنے کان حضرت سعد بن الربیع کے قریب کر دیئے،............حضرت سعد نے فرمایا:

''میری قوم سے کہنا جب تک تم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہو تو تم کسی بھی دشمن کو رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہونے کی اجازت نہ دینا، ورنہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

زخمیوں میں عمرو ابن ثابت بھی موجود تھے جو اسی دن میدان جنگ میں آنے سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام قبول کرنے کا علم نہیں تھا۔ انہیں مسلمان زخمیوں میں پڑے ہوئے دیکھا تو حیران ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا چیز ان کو میدان جنگ میں کھینچ کر لے آئی۔ کہنے لگے: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اس کے رسول کی حمایت کا جذبہ'' یہ کہتے ہی ان کا آخری وقت آ پہنچا ان کی شہادت کی اطلاع آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''وہ جنت میں جانے والے گروہ میں شامل ہے''

صحابہ کرام اس روز شامل حلقہ غلامان مصطفیٰ ہونے والے اس ساتھی کی قسمت پر رشک کرتے تھے کہ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی اور عزت و ناموس رسالت پر جان کا نذرانہ پیش کر کے جنت کا مستحق بن گیا۔ ان خوش قسمت زخمیوں میں جنھوں نے ناموس رسالت کے لئے قربانی دی تھی ایک ایسا بد قسمت شخص بھی موجود تھا جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے پہلے فرمایا تھا کہ ''یہ شخص جہنم جانے والا ہے'' فرمان کے متعلق جب حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو بعض صحابہ کرام کو حیرانی ہوئی تھی اس نے شجاعت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اور کئی دشمنوں کا سر کاٹ کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔ شدید زخمی ہو کر جب اسے اس کے گھر لایا گیا تو وہ جنگ کا احوال پوچھنے لگا اسے جب بتایا گیا کہ مسلمانوں کو بالآخر فتح نصیب ہوئی ہے اور کفار مکہ واپس لوٹ گئے ہیں تو اس نے کہا:

''میری لڑائی اپنی قوم کی برتری کے لئے تھی میں اپنی قوم کی عزت کے لئے لڑ رہا تھا یہ کہا اور خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ فرمان رسالتمآب حرف بحرف سچا ثابت ہوا وہ اپنی زندگی کا خود خاتمہ کر کے جہنم کا ایندھن بننے کے لئے چلا گیا۔

تھوڑی دیر پہاڑ کی گھاٹی میں آرام فرمانے کے بعد آقا علیہ الصلوۃ والسلام نیچے دامن کوہ میں تشریف لے آئے اور زخمیوں کی عیادت کی۔ شہداء کے جسموں کا مشاہدہ فرمایا جاں نثاروں کے زخموں سے لبریز جسموں کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں روز محشر ان کی گواہی دوں گا جو بھی زخمی ہوئے ہیں ان کو روز آخرت اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، ان کے جسم سے ایسے ہی خون بہہ رہا ہوگا جیسے اب بہہ رہا ہے، یہ خون سرخ رنگ کا نظر آئے گا لیکن اس میں سے مشک کی خوشبو کی مہک آ رہی ہوگی''

آپ کو معلوم ہوا کہ بعض شہداء کو مدینہ منورہ لے جایا گیا ہے آپ نے حکم دیا ''ان شہداء کو واپس یہاں لایا جائے اور ان کے میدان شہادت میں ان کو دفن کیا جائے'' سپہ سالار اعظم ﷺ نے شہداء کی تدفین کے اصول بھی وضع فرما دیئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''ان کے ہتھیار اور جنگی آہنی لباس اتار لئے جائیں ان کے دیگر معمول کے کپڑوں میں جو انہوں نے پہن رکھے تھے غسل دیئے بغیر دفن

Marfat.com

کردیا جائے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کے دور میں اسلامی افواج کے جو فوجی میدان جنگ میں شہید ہوں ان کے سر سے فولادی ٹوپی وغیرہ ہٹا کر ان کو اسی یونیفارم میں دفنا دیا جائے جس میں وہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے ہوں اور غسل کی ضرورت بھی نہیں۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی نگرانی میں دو دو تین تین شہیدوں کو ایک قبر میں دفن فرمایا، قبر میں اتارتے ہوئے پوچھتے:

''اس میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا''

جس کے بارے میں قرآن مجید کو زیادہ حفظ کرنے کی شہادت ملتی اس کو قبر میں آگے کی طرف جگہ دیتے، دو دو شہداء کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر بھی دفن کیا گیا۔

شہداء میں حضرت حنظلہ کی لاش نظر نہیں آرہی تھی، کچھ دیر بعد ایک جگہ ان کی لاش نظر آئی تو اس حالت میں تھی کہ اس میں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اس نوجوان کی لاش کو دیکھا تو فرمایا: ''ملائکہ ان کے جسم کو غسل دے رہے تھے'' ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، معلوم ہوا کہ وہ گھر سے جلدی میں اس حالت میں باہر آگئے تھے کہ غسل کرنا بھول گئے تھے، اس لئے ان کی لاش کو جنت کے فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ ان کی جنت کے پانی سے غسل کی ہوئی لاش کو دفنا دیا گیا۔ لوگوں نے ہمیشہ ان کو حنظلہ ''غسیل الملائکہ'' کے نام سے یاد رکھا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی لاش کو دیکھا تو آپ شدت غم سے اس طرح روئے کہ صحابہ کرام نے اس طرح آپ کو کبھی بھی اشک بار نہیں دیکھا تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی پھوپھی حضرت صفیہ بھی وہاں پہنچ چکی تھیں، آپ نے حضرت صفیہ کے صاحبزادے حضرت زبیر سے کہا: ''اپنی والدہ کو یہاں سے لے جاؤ'' ''میں بھائی کی لاش دیکھوں گی مجھے معلوم ہے کہ ان کی لاش کی بے حرمتی کی گئی ہے لیکن میں صبر کروں گی'' بہن نے صبر سے اپنے بھائی کی لاش کو دیکھا۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام جس وقت ان کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے تو دوران نماز آپ کی آواز بھرا گئی اور رقت طاری ہوگئی، حضرت حمزہ کو حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ اس طرح دفن کیا گیا کہ چادر سر پر ڈالی گئی تو پاؤں کو چھپانے کے لئے ''اذخر'' گھاس ڈال دی گئی اور یوں سید الشہداء کو لحد میں اتار دیا گیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس کے بعد مجاہدین کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور ان سے خطاب فرمایا: آپ نے اپنے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد مجاہدین اسلام کے لئے دعائیں فرمائیں اور ان کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا۔

کافروں کے لئے عذاب نازل کرنے کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ اس جنگ میں انصار مدینہ کا کردار لازوال اور مثالی رہا، ان کے 65 جاں بازوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ مہاجرین مکہ کے شہداء کی تعداد چار تھی جبکہ ۲۳ لوگ کفار مکہ کی فوج میں سے قتل ہوئے۔ غزوہ احد کے بعد مدینہ منورہ میں ایک ہنگامی حالت کی سی کیفیت تھی۔ خطرہ تھا کہ کفار کا لشکر مکہ مکرمہ جانے کی بجائے پلٹ کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی غرض سے اچانک واپس نہ لوٹ آئے۔ غزوہ احد سے واپسی پر اہل مدینہ نے اور بالخصوص خواتین نے گھروں سے باہر نکل کر آقا علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ کو دیکھ کر ان کو اپنے عزیز و اقارب کی شہادت کا غم بھول گیا۔ رخ مصطفیٰ کو دیکھ کر ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے حجرہ اقدس میں تشریف لا کر اپنی تلوار اپنی صاحبزادی کو دے کر اسے دھونے کے لئے کہا حضرت علی المرتضیٰ بھی موجود تھے۔ آپ نے ان کی اور دیگر جاں بازوں کی بہادری کی تعریف فرمائی۔ آنے والے چند دنوں میں مسلمانوں کے حفاظتی دستے مدینہ منورہ کی طرف آنے والے بیرونی راستوں کی خصوصی نگرانی کرتے رہے اور سپہ سالار اعظم ﷺ کی رہائش

Marfat.com

گاہ پر پہرہ دیتے رہے۔ کفار مکہ میں بعض جوشیلے نوجوانوں کا مطالبہ تھا کہ واپس جا کر مدینہ منورہ پر فیصلہ کن حملہ کیا جائے لیکن ابوسفیان نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور اس طرح کفار مکہ مسلمانوں کی حکومت کے مکمل خاتمے کی حسرت دل میں لئے واپس لوٹ گئے۔

ابوسفیان نے اگلے سال بدر کی وادی میں آنے کا چیلنج دیا تھا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اسے قبول کرتے ہوئے اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ بدر جا کر وہاں کفار مکہ کا انتظار کیا لیکن انہیں مسلمان جاں نثاروں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوسکی اور وہ مکہ سے نہ نکلے۔ اس سے اگلے سال ہجرت مدینہ کے پانچویں برس یہودیوں کی سازش کے نتیجے میں کفار مکہ کا ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا۔ مدینہ منورہ کے یہودی سرکار مدینہ ﷺ کی قیادت میں مدینہ کی حکومت میں امن وامان سے رہ رہے تھے لیکن درپردہ انہوں نے سرکار مدینہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ان کو لگ رہا تھا کہ مدینہ منورہ کی حکومت مزید مستحکم ہوگئی تو شاید ان کی اہمیت کم ہو جائے گی انہوں نے خفیہ طور پر کفار مکہ کو اکسانا شروع کر دیا کہ وہ ایسا فیصلہ کن حملہ کریں کہ مسلمانوں کی قوت کو ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیا جائے۔ اس کے بعد بنونضیر قبیلے کے یہودیوں کا ایک بیس رکنی وفد مکہ مکرمہ گیا اور وہاں مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کر کے انہیں مدینہ منورہ حملہ کرنے پر اکسایا اور اپنی طرف سے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ ان یہودی سرداروں نے بعد ازاں مختلف علاقوں میں جا کر وہاں کے قبائلی سرداروں سے ملاقات کر کے نہیں مدینہ پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ جب ان قبائلی سرداروں کو یہ یقین ہوگیا کہ یہودی مدینہ منورہ پر حملہ کے وقت اندرونی طور پر ان کی مدد کریں گے تو انہوں نے ابوسفیان کی قیادت میں ایک بہت بڑی فوج لے کر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ شروع میں یہ لشکر جب روانہ ہوا تو اس میں چار ہزار افراد تھے۔ لیکن مدینہ منورہ تک پہنچتے پہنچتے ان کی تعداد دس ہزار ہوگئی تھی۔ یہ اتنی بڑی تعداد تھی کہ مدینہ منورہ کی مجموعی آبادی بھی اس سے کہیں کم تھی۔ یہ مسلمان حکومت کا مکمل خاتمہ کرنے کی بھرپور کوشش تھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صورتحال پر مشاورت کے لئے اجلاس طلب فرمایا اور صحابہ کرام سے رائے پوچھی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشورہ پسند کیا گیا۔ آقا علیہ السلام نے ان کی اس تجویز کی منظوری دی کہ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے شہر کے اردگرد خندق کھودی جائے۔ حضرت سلمان نے فرمایا تھا کہ بیرونی حملہ آوروں کے اچانک حملہ کے دفاع کے لئے شہر کے باہر خندق کھودنے کا ایران میں رواج تھا اور ہم جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تو ہم خندق کھود کر شہر کو محفوظ کر لیا کرتے تھے۔

یہ فروری 627ء کا مہینہ تھا جس کے دن نسبتاً مختصر اور راتیں لمبی اور ٹھنڈی تھیں۔ کفار مکہ کا لشکر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا تھا وہ چند دنوں میں اس شہر نبی پہنچ کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا تہیہ کر کے نکلے تھے۔ مسلمانوں کو ایک ہفتہ کے اندر اندر ایک ایسی خندق تیار کرنا تھی جس کو دشمن افواج اور ان کے تیز رفتار گھوڑے بھی عبور نہ کر سکیں۔

آقا علیہ السلام کے حکم کے تحت مسلمان فوجیوں نے اپنے آقا کی قیادت میں خندق کھونے کا کام ہنگامی بنیادوں پر شروع کر دیا۔ یہ عجیب منظر تھا کہ جاں نثاروں کے ساتھ ساتھ سپہ سالار اعظم ﷺ بھی اس مشقت آمیز مہم میں ہر لحہ شریک رہے۔ چشم فلک نے ایسا منظر پہلے کب دیکھا ہوگا کہ سپہ سالار اپنے سپاہیوں کے ساتھ مل کر کدال ہاتھ میں لئے پتھریلی اور سنگلاخ زمین کو توڑ رہا ہو۔ مدینہ منورہ میں ان دنوں غربت اور تنگدستی کا دور تھا۔ اکثر گھروں میں غذائی خوراک کی قلت تھی، دو وقت کے لئے پیٹ بھر کر کھانا بھی دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ ان حالات میں پتھریلی زمین کو کھودنے کا محنت مشقت طلب کام شروع ہوا تو مسلمانوں کے خالی پیٹ ان کی کمر کے ساتھ چپک گئے۔ اپنے جسم کو سہارا دینے اور سیدھا کھڑا رہنے کے لئے جاں بازوں نے اپنے جسم پر پتھر باندھ لئے۔ پیٹ پر باندھے گئے یہ پتھر ان کو وقتی طور پر تو سہارا دے سکتے تھے لیکن پیٹ میں خوراک نہ ہونے کی وجہ سے کمزوری اور نقاہت ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ سے جب بھوک سے تنگ آئے ہوئے بعض جاں بازوں نے اپنے پیٹ پر باندھے گئے پتھروں کا تذکرہ کیا تو آقا علیہ السلام نے اپنے جسم اقدس

Marfat.com

سے کرتا اٹھایا، صحابہ کرام یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ نے شکم اطہر پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ غلاموں کو اطمینان ہو گیا کہ غذائی قلت کی اس بحرانی کیفیت میں آقا کو اپنے جاں بازوں کی حالت کا مکمل طور پر احساس ہے کیونکہ وہ خود بھی اسی حالت میں ہیں۔

قائد اپنے جاں بازوں کے ہر دکھ میں برابر کا شریک ہو تو پھر جاں بازوں کے اندر بھی ایک جذبہ مستانہ پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے دکھ میں شریک ہونا لفظوں میں تو بہت دفعہ استعمال کیا گیا اور دنیا کے قائدین ان الفاظ کی جگالی کرتے رہتے ہیں لیکن درحقیقت ان الفاظ کو معنویت میرے آقا نے عطا فرمائی۔ جانبازوں کے اندر ایک نیا عزم اور نیا ولولہ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ پوری تندہی اور لگن کے ساتھ خندق کھود رہے تھے۔ آقا علیہ السلام ہر مرحلے میں اپنے غلاموں کے ساتھ ساتھ تھے، عربوں کے اندر شعر گوئی اور شعر فہمی بہت ہے۔ ہر موقع پر ان کے شعراء رزمیہ اشعار اور قصائد سے اپنی افواج اور قائدین کا حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے وہی اشعار پڑھنا شروع کر دیئے جو آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے دن پڑھے تھے۔ آپ کے اشعار کے جواب میں جانبازوں نے بھی شعر پڑھنا شروع کیے۔ وہ خندق کو وسیع کرتے جا رہے تھے اور پڑھتے جا رہے تھے۔

ہم فدائین محمد ہیں کیا ہے ان سے یہ عہد وفا
دم میں جب تک دم ہے ہم جانیں لٹاتے جائیں گے

آقا ﷺ کو یہ دلنواز شعر بہت پسند آیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے جاں نثاروں کے اس محبت بھرے شعر کا جواب دو شعروں سے دیا، آپ نے جوفی البدیہہ اشعار پڑھے ان کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

میرے مولا یہ ہدایت تیرا ہی فیضان ہے
تجھ پہ ہے سب کچھ نچھاور سجدے کرتے جائیں گے
یا الٰہی تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور دے
ایسی تسکیں جس سے ہم سب غم بھلاتے جائیں گے
ظالموں کے سامنے ہم سرنگوں ہونگے نہیں
مدتوں تک یاد رکھیں گے سبق جو ہم سکھاتے جائیں گے

سپہ سالار اعظم ﷺ کے ان حوصلہ افزا اشعار سے جانبازوں کو یقین ہو گیا کہ دشمن فوج ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹے گی۔ خندق کھودنے کا عمل مسلسل جاری تھا۔ آقا علیہ السلام نے اپنے غلاموں کی تسکین کے لئے آئندہ آنے والے واقعات اور مستقبل میں ہونے والی فتوحات کی بشارتیں بھی دے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو جو غیب کی خبریں بتائی تھیں اس میں سے ایران شام اور یمن کی فتوحات کی خوشخبری سپہ سالار اعظم ﷺ نے انہی دنوں میں اس طرح دیں کہ ایک مرتبہ ایک بہت بڑی چٹان کسی سے بھی ٹوٹنے میں نہیں آ رہی تھی۔ صحابہ کرام کدالیں مار مار کر تھک گئے لیکن چٹان تھی کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ملی تو آپ اس جگہ تشریف لائے کدال ہاتھ میں لی اور اس زور سے چٹان پر ماری کہ اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر گرا اور ایسی روشنی پیدا ہوئی جیسے قمقمے جل اٹھے ہوں، آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں، واللہ مجھے سرخ محلات نظر آ رہے ہیں"۔

کدال ہاتھ میں لے کر ایک مرتبہ پھر ضرب لگائی، چٹان کا ایک اور حصہ ٹوٹ کر گرا تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر! مجھے سلطنت فارس کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں واللہ! مدائن کا سفید محل میری آنکھوں کے سامنے ہے"۔

آخری ضرب لگائی تو چٹان ٹوٹ کر بکھر گئی اور آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں، واللہ صنعاء کے بلند دروازے دیکھ رہا ہوں'' جسمانی اور مالی مشکلات کے اس دور میں سپہ سالار اعظم ﷺ کی یہ پیغمبرانہ پیشینگوئیاں جانبازوں کے لئے بہت حوصلہ افزا تھیں۔ انہیں نہ صرف یہ یقین ہو گیا تھا کہ دشمن افواج مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے بلکہ ایک ایسا سنہری دور آنے والا ہے کہ سلطنت فارس اور شام کی بازنطینی سلطنت اور یمن کی مملکت مسلمان افواج کے قدموں میں ڈھیر ہونے والی ہیں لیکن ان خوشخبریوں نے ان کے ہاتھ نہیں روکے تھے۔ وہ جہد مسلسل کر رہے تھے۔

کفار مکہ کی افواج جیسے جیسے مدینہ منورہ کے قریب آ رہی تھیں۔ خندق کو وسیع تر کرنے کا عمل تیزی سے جاری تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ جس سمت پہاڑی علاقہ ہے اور جہاں باغات ہیں اس علاقے کو چھوڑ کر باقی جگہوں سے زمین کو پاٹ کر اتنا چوڑا کر دیا جائے کہ دشمن افواج کے قدم شہر کی طرف نہ بڑھ سکیں۔ ابوسفیان کو مسلمانوں کی اس حکمت عملی کے متعلق خبر مل چکی تھی اس نے ایک تیز رفتار سوار کے ہاتھوں ایک خط دے کر روانہ کیا۔

اس خط میں ابوسفیان نے سپہ سالار اعظم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:

''میں لات اور عزیٰ کے مقدس ناموں کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی طرف ایک بہت بڑی فوج لے کر آ رہا ہوں، ہمارا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ اس دفعہ ہم اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے جب تک آپ کی قوت کا مکمل طور پر خاتمہ نہ کر دیں لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس مرتبہ آپ نے ہمارے سامنے آنے سے گریز کیا ہے اور خندقیں کھود رہے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ آپ نے جنگ کا یہ انداز کس کے کہنے پر اپنایا ہے۔ اگر اس دفعہ ہم مقابلہ کے بغیر واپس چلے گئے تو یاد رکھیئے ہم ایک اور حملہ کریں گے اور میدان احد کی طرح جنگ کریں گے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے ابوسفیان کے اس خط کے جواب میں اپنا مکتوب روانہ فرمایا جس کے مندرجات یہ تھے:

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حرب کے بیٹے سفیان کی طرف! طویل عرصے سے تم شیطان کے دھوکے میں رہ رہے ہو اور تمہارے غرور نے تمہیں اللہ کی طاقت کے سامنے کھڑا کر دیا ہے، تم نے لکھا ہے کہ تم ایک بہت بڑی فوج لے کر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہو اور تم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ہمارے خاتمے تک واپس نہیں جاؤ گے تو اچھی طرح سن لو کہ تمہاری اس خواہش کی کبھی تکمیل نہیں ہو گی کیونکہ تمہارے قدم قدرت الٰہی روک دے گی۔

فتح بالآخر ہمارا مقدر بنے گی۔ تمہارے خداؤں لات اور عزیٰ کو یاد کرنے والا کوئی بھی نہیں رہے گا یقیناً وہ دن آنے والا ہے جب میں لات عزیٰ کے ساتھ ساتھ تمہارے دوسرے بتوں اساف، نائلہ اور ہبل کو بھی پاش پاش کر کے رکھ دوں گا۔ بنی غالب خاندان کے نادان شخص یہ بات میں اس دن تجھے یاد دلاؤں گا''۔

غذائی قلت کے اس دور میں ایک طرف صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین چند مٹھی جو پر گزارا کر رہے تھے ایک بے ذائقہ چکنائی کو سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا جسے حلق سے اتارنا بھی مشکل ہوتا۔

مسلمان جانبازوں کو دیا جانے والا یہ کھانا جسم و جاں کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے ہوتا تھا۔ نہ ہی یہ کھانا معیار میں عمدہ ہوتا اور نہ ہی مقدار تسلی بخش ہوتی، ان حالات میں بعض جاں نثاروں کے لئے ان کے گھروں سے کھانا آتا، میرے آقا اپنے مقدس ہاتھوں سے اسے جانبازوں کو دیتے تو اعجاز نبوت سے یہ مختصر سا کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔

ایک دن ایک جانباز حضرت نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ کھجوریں لے کر آئیں تا کہ اپنے بھائی کو پیش کر سکیں۔

آقا علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر قریب بلایا اور ان سے کھجوریں لے لیں۔ اس بچی سے کھجوریں لے کر آقا نے ان کو ایک چادر پر بکھیر

Marfat.com

دیا اور ساتھ کھڑے ہوئے ایک صحابی کو حکم دیا کہ سب ساتھیوں کو انہیں کھانے کے لئے بلاؤ!

فرمان نبوت کی تعمیل کرتے ہوئے اس نے باآواز بلند کہا:

''خندق کھودنے والے سب لوگ سن لیں! کھانا تیار ہے یہاں آجائیے'' جاں نثاران مصطفیٰ وہاں پہنچے اور چادر کے اردگرد بیٹھ گئے، ان خالی پیٹ جاں نثاروں نے کھجوریں کھانا شروع کیں۔ وہ جیسے جیسے انہیں کھاتے جاتے تھے یہ بڑھتی جاتی تھیں۔

ایک پلیٹ میں آنے والی یہ کھجوریں میرے آقا مصطفیٰ کریم علیہ التحیات والتسلیم کے دست مبارک سے اتنی زیادہ ہوگئیں کہ ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں حتیٰ کہ سب جاں نثاروں نے جی بھر کر کھالیا تب بھی یہ بچ رہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گر پڑیں گی۔

ایک دن ایک صحابیہ ام عامر نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مدینہ منورہ کا خصوصی حلوہ ''حیس'' بنا کر بھیجا۔ کھجوروں سے بنا ہوا یہ حلوہ آج بھی مسجد النبوی میں ہر جمعرات اور سوموار شام کو اہل مدینہ لاتے ہیں اور دستر خوان سجا کر مسجد النبوی میں موجود میرے آقا کے مہمانوں کو پیش کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام اس وقت اپنے خیمہ میں آرام فرما رہے تھے ام المومنین، حضرت ام سلمہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے اسے تناول فرمایا، حضرت ام سلمہ نے بھی بڑے شوق سے اسے کھایا۔

پھر آپ اس حلوہ کو لے کر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ اعلان کرو ''آج رات کا کھانا یہاں میرے ساتھ کھائیں'' یہ اعلان سننے کے بعد جاں نثاران مصطفیٰ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پہنچے تو آپ نے وہی حلوہ ان کے سامنے رکھ دیا۔

یہ مختصر سا حلوہ ساری فوج کے لئے کافی ہوگیا اور پھر بھی اسی طرح موجود رہا جس طرح پہلے تھا۔

انہی دنوں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر ہونے والی دعوت صحابہ کرام کو مدتوں یاد رہی۔ یہ دعوت بھی معجزہ نبوت کا مظہر تھی۔

حضرت جابر کئی دنوں سے غذائی قلت کی وجہ سے آقا علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر آثار دیکھ رہے تھے۔ گھر آئے اور بیوی سے پوچھا:

''گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے؟''

''چند سیر جو ہیں اور یہ بکری کا بچہ ہے''

''ٹھیک ہے تم اس جو کا آٹا گوندھو میں بکری کا بچہ ذبح کرتا ہوں''

یہ کہہ کر حضرت جابر نے اٹھ کر اس کو ذبح کیا، اتنے میں ان کی اہلیہ محترمہ نے جو کا آٹا گوندھ کر گوشت ہنڈیا پر پکانے کے لئے چڑھا دیا۔ حضرت جابر نبی کریم ﷺ کو گھر کھانے پر بلانے کے لئے نکلے تو اہلیہ نے یاد دلایا۔

''مجھے نبی کریم اور آپ کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زیادہ لوگ گھر میں لے کر آجائیں''۔

''نہیں نہیں، تم مطمئن رہو، میں صرف نبی ﷺ کو ہی دعوت دوں گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں شام کے وقت کے کھانے کی دعوت دینے پہنچے تو ادب سے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! میری بیوی نے کچھ کھانا بنایا ہے جو بہت مختصر ہے، آپ تشریف لے چلیں اور اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو بھی لے چلیے''۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر کو اپنے قریب بلایا اور اپنے مقدس ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر رازدارانہ انداز میں پوچھا:

''کیا پکایا ہے؟''

''ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو کا آٹا گوندھا ہے''

Marfat.com

''یہ پاکیزہ کھانا ہے اور مقدار میں بھی بہت زیادہ ہے''

آقا علیہ السلام کے ان کلمات سے حضرت جابر بہت مطمئن ہو گئے۔ حضور نے ان کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہنڈیا کو نہیں اتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانا شروع کرنا''۔

اس کے بعد آقا علیہ السلام نے اعلان فرما دیا کہ آج رات کا کھانا جابر کے ہاں ہو گا تمام لوگ وہاں چلیں، حضرت جابر یہ اعلان سن کر تھوڑی دیر کے لئے گھبرائے لیکن پھر ان کو تسلی ہوگئی کہ جس نے سب کو کھانے کے لئے بلایا ہے کھانے کے لئے برکت بھی وہی لائیں گے۔

چند لوگوں کے لئے پکائے ہوئے اس کھانے کے لئے جب ایک ہزار جانبازوں کو اپنے گھر کی طرف آتا ہوا دیکھا تو حضرت جابر کی اہلیہ بھی چند لمحوں کے لئے پریشان ہوئیں لیکن جب حضرت جابر نے انہیں بتایا کہ ان سب لوگوں کو آقا نے خود مدعو کیا ہے تو مطمئن ہو کر بیٹھ گئیں۔ نبی کریم ﷺ ایک ہزار غلاموں کے ہمراہ وہاں پہنچے اور حکم دیا: ''دس دس آدمیوں کو اندر کھانے پر بلاتے رہو''۔

آقا علیہ السلام نے اس کھانے کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور حضرت جابر کی اہلیہ نے پکا ہوا سالن سامنے لا کر پیش کر دیا اور روٹیاں پکانا شروع کر دیں۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت جابر سالن ڈال ڈال کر جانبازوں کو دیتے رہے اور حضرت جابر کی اہلیہ روٹیاں پکا پکا کر پیش کرتی رہیں۔ ایک ہزار کے لشکر نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا پھر بھی سالن اسی طرح موجود رہا اور گوندھا ہوا آٹا بھی ختم نہ ہوا جب سارے لشکر نے کھانا کھا لیا تو حضرت جابر سے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''آپ لوگ بھی کھایئے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کیجئے! کیونکہ سب گھروں میں لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہیں''۔

حضرت جابر اس رات دیر تک لوگوں کے گھروں میں جا کر وہ کھانا پیش کرتے رہے جو میرے آقا مصطفیٰ کریم ﷺ کے معجزہ سے اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ جب تک حضور ان کے گھر میں موجود رہے کھانا وافر مقدار میں موجود رہا جیسے ہی حضور وہاں سے تشریف لے گئے کھانا بھی ختم ہو گیا۔

چھ دن میں مدینہ منورہ کو محفوظ رکھنے کے لئے خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا۔ اتنے مختصر وقت میں اتنا بڑا عسکری کارنامہ سپہ سالار اعظم ﷺ کے اعجاز قیادت کی وجہ سے ممکن ہوا تھا۔ ورنہ سنگلاخ اور پتھریلی زمین کو اتنا گہرا اور وسیع کھود کر دشمن افواج کو شہر پر حملہ کرنے کے منصوبے سے روک دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اب وہیں مستقل قیام کے لئے جبل سلع کے دامن میں پڑاؤ فرمایا۔ یہ قیام اس عرصہ تک رہا جب تک دشمن کی افواج ناکام و نامراد ہو کر واپس نہیں لوٹ گئیں۔

مسلمان افواج کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان جانثاران مصطفیٰ کو مختلف مقامات پر پڑاؤ ڈالنے کے احکامات دیئے گئے۔ مہاجرین کے دستہ کا علم حضرت زید بن حارثہ کو اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ کو سپہ سالار اعظم ﷺ نے عطا فرمایا۔ خواتین اور بچوں کو بڑی بڑی حویلیوں میں ٹھہرایا گیا تا کہ وہ وہاں حفاظت سے رہیں اور اکٹھے رہنے سے ان کی نگرانی اور حفاظتی نکتہ نظر سے ان کی سلامتی کو یقینی بنایا جا سکے۔

شہر کی طرف جانے والے تمام راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے اور دیواریں تعمیر کر کے دشمن فوج کا شہر کی طرف بڑھنا ناممکن بنا دیا گیا۔ مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والے اسلام دشمن لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ بعد ازاں ان کے مختلف حلیف قبائل کے نجد کی طرف سے آنے والے لشکر بھی آ کر اس میں شامل ہوتے رہے جن کی تعداد چھ ہزار تھی اس طرح مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والی افواج کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ یہ لشکر طاقت، غرور اور تکبر کے نشے میں بدمست ہو کر یہ سوچ کر آئے تھے کہ اس دفعہ فیصلہ کن جنگ کر کے ہی واپس جائیں گے جب انہوں نے شہر کو خندقوں کی وجہ سے بیرونی حملہ آوروں کی مداخلت کے امکانات سے محفوظ و مامون دیکھا تو سٹپٹا کر رہ گئے۔ اب وہ شہر کے اندر داخل تو نہیں ہو سکتے تھے ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ شہر کے اندر مقیم اپنے یہودی دوستوں سے رابطہ کریں اور اندرونی سازش سے

Marfat.com

کسی طرح سرکار مدینہ کے جاں نثاروں کے لئے مشکلات پیدا کریں۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مدینہ کے اندر رہنے والے یہودی اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو باہر سے آنے والے فوجی تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کے ذریعے مسلمانوں کے حوصلوں کو شکست دے دیں۔

کفار مکہ کا لشکر شہر میں اور کسی سمت سے داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ تین اطراف سے مدینہ منورہ قدرتی طور پر بیرونی حملہ آوروں کی مداخلت سے محفوظ تھا۔ جنوبی سمت میں گھنے باغات نے ایک فصیل بنا رکھی تھی۔ مشرقی اور مغربی جانب سخت پتھریلا علاقہ اور بلند چٹانیں تھیں جو بیرونی حملہ آوروں کے لئے غیر موزوں تھیں۔ صرف شمال کی سمت سے حملے کا امکان ہو سکتا تھا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے اسی سمت ہی خندق کھود کر اپنے جاں نثاروں کو اس کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا تاکہ کوئی اس خندق کو عبور کر کے شہر کی طرف نہ بڑھ سکے۔ دشمن افواج کے سپاہی جیسے ہی اس خندق کی طرف بڑھتے سامنے سے انہیں اسلامی افواج کے تیروں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس طرح ان کے گھوڑے رک کر واپس پلٹ جاتے اور یوں دشمن فوج کو خندق عبور کر کے شہر کی طرف بڑھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ ان کی فوجیوں کی مسلسل کوشش رہی کہ کسی طرح وہ خندق پار کر کے شہر کی طرف بڑھ سکیں اور اسلامی فوج کو شکست دیں۔ ایک دن ان کے شہسوار عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہمت کر کے خندق پھلانگ کر شہر کی جانب آنکلے اور للکارنے لگے۔

شیر خدا سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمرو ابن عبدوَد کے سامنے آ گئے اسے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے نخوت سے اس کو ٹھکرا دیا اور کہنے لگا:

''میں آپ سے مقابلہ نہیں کرتا، آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ میں آپ کے والد کا احترام کرتا ہوں اس لئے آپ کو قتل نہیں کرنا چاہتا''۔

''لیکن میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں، میری خواہش ہے کہ میری تلوار سے تیرا خاتمہ ہو جائے''۔

شیر خدا کا یہ نعرہ مستانہ سن کر وہ غصے سے پاگل ہو گیا، اپنے گھوڑے سے کود پڑا۔ پہلے اپنے گھوڑے کو تلوار کے وار کر کے اس کو لہولہان کر دیا یہ اس بات کی علامت تھی کہ اب میدان سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا بلکہ ایک دوسرے کی موت تک مقابلہ ہوگا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار ذوالفقار بے نیام کر کے سامنے آ گئے دونوں ہی اپنی اپنی افواج کے نامور اور بہادر سپوت تھے۔ دونوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، پھرتی اور تلوار چلانے کے جوہر ایک دوسرے پر آزمائے گئے۔ بالآخر ضرب حیدری نے اس مغرور اور بدمست طاقتور دشمن کی گردن کاٹ کر ایک طرف پھینک دی۔ اس مقابلے کے دوران آقا علیہ الصلوۃ والسلام حضرت علی کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔

حضرت علی شیر خدا نے عمرو ابن عبدود کی چھاتی پر بیٹھ کر جب اس کا سر کاٹ کر ایک طرف پھینکا تو مسلمان افواج میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ عمدہ شعر کا ذوق رکھنے والے حضرت علی خود بھی موقع کی مناسبت سے بہت فصیح و بلیغ شاعری فرماتے تھے اس دن انہوں نے دشمن کی مٹی پر تڑپتی ہوئی لاش کو دیکھ کر جو فی البدیہہ اشعار کہے تھے ان کا مفہوم یوں ہے۔

تو لڑا پتھر کے ان جھوٹے خداؤں کے لئے
میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے رب کی نصرت کے لئے
تو بس اک تھا احمق انساں اور میں ہوں وہ علی
علم دانش کا ہوں پیکر اور ہوں مرد جری
یوں گرایا ہے تجھے میں نے زمیں پر جیسے اک شجر کہن
تیری جڑ بھی کٹ گئی اور جسم خاک آلود ہے

Marfat.com

اے خدا کے دشمنو! سمجھو نہ تم ہم کو قلیل
ہم اکیلے تو نہیں ہیں بے سروساماں نہیں
کیسے ممکن ہے کہ فتح و کامرانی نہ ملے

مسلمان افواج کی جرأت واستقامت اور حضرت علی کے ان اشعار حکیمانہ کا یہ اثر ہوا کہ دشمنوں کو پھر اس طرف آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

یہودیوں نے اس حویلی کے اردگرد منڈلانا شروع کر دیا تھا جہاں مسلمان خواتین اکٹھی رہ رہی تھیں۔ وہاں صرف حضرت حسان بن ثابت حویلی کے دروازے پر متعین تھے۔ یہودی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس حویلی میں کون رہ رہا ہے اور کون سی خفیہ فوج ہے۔ ایک دن ایک سراغ رساں یہودی کو حویلی کے اردگرد چکر لگاتے دیکھا تو نبی اکرم ﷺ کی باہمت پھوپھی حضرت صفیہ نے حضرت حسان سے کہا:

''یہ یہودی ادھر بار بار کیوں آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر اطلاع دے کہ یہاں حفاظت کے لئے کوئی فوج موجود نہیں ہے۔ اور وہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے آپ جا کر اس یہودی کو اس وقت مار ڈالیں''۔

اس عظیم الشان شاعر نے جس کو شاعر دربار رسالت مآب ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور جس کی نعت گوئی پر میرے آقا نے انہیں جبرئیل امین کی بھی تائید حاصل ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ بہت سادگی سے اپنے مزاج کے حوالے سے فرمایا:

''اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، عبدالمطلب کی لخت جگر آپ کو تو معلوم ہے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا''۔

حضرت صفیہ نے خود ہی اپنا کمر بند کس کر اس جاسوس کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ایک بہت بڑے لکڑے کے ستون کو اٹھایا اور حویلی کی فصیل سے اتر کر نیچے گلی میں چلتے ہوئے اس شخص کو اس زور سے مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد کسی یہودی کو حویلی کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ پڑ سکی۔

ان سرد راتوں میں جب دن بھر کے تھکے ہوئے فوجی اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوتے ایک حفاظتی دستہ آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کے خیمہ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتا رہتا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ حسب معمول اپنے خیمے میں رات کے اکثر حصے میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے رکوع وسجود میں مشغول رہتے۔ ان دنوں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو آقا علیہ السلام کے ہمراہ رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت ام سلمہ کو اس رات کے وہ لمحات یاد رہے جب آقا علیہ السلام نوافل ادا کرتے کرتے اچانک اپنے خیمہ سے باہر تشریف لے گئے۔

آپ نے اپنے خیمے کے حفاظتی دستہ کے سردار حضرت عباد بن بشر کو آواز دی۔ وہ حاضر خدمت ہو گئے تو آقا علیہ السلام نے دریافت فرمایا:

''عباد! تمہارے ساتھ اور لوگ کہاں ہیں؟''

''یا رسول اللہ ﷺ مجاہدین کا ایک دستہ آپ کے خیمہ کے مختلف اطراف میں پہرہ دے رہا ہے''

''تم اپنے ساتھیوں کو بلاؤ! اور انہیں اپنے ہمراہ لے جا کر دشمن کا جائزہ لو! مجھے خندق کے اردگرد ان کے لوگ نظر آ رہے ہیں جو خندق کو اپنے گھوڑوں سے عبور کرنا چاہتے ہیں تا کہ ہم پر اچانک حملہ کر سکیں''۔

جاں نثار نے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دشمن کے پڑاؤ کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ ادھر محبوب رب العالمین نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند فرما دیئے۔

Marfat.com

''یا اللہ ان دشمنوں کے شر کو دفع فرما اور ہمیں ان پر نصرت عطا کر دے، یا الٰہی، ہمیں ان پر غالب فرما دے۔ تیرے بغیر ہمیں کوئی بھی ان پر غلبہ نہیں دلوا سکتا''۔

تھوڑی دیر بعد جانبازوں کا دستہ سپہ سالار اعظم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا آقا علیہ السلام نوافل سے فارغ ہوئے تو حضرت عباد نے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا کہ ابوسفیان چند گھڑسواروں کے ساتھ خندق کی ایک چھوٹی چوڑائی والی جگہ سے اس کو عبور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ ہم نے پتھر بھی پھینکے اور انہیں وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا''۔

آقا علیہ السلام نے محافظ دستے کی اس کارکردگی پر اظہار مسرت فرمایا، اس کے بعد دشمن افواج نے جب بھی خفیہ طریقے سے خندق کو پھلانگ کر شہر کی طرف آنے کی کوشش کی مسلمان افواج نے تیروں اور پتھروں کی ایسی بارش کی کہ انہیں اس طرف آنے ہی نہ دیا۔ ایک دن کفار کے لشکر نے سارا دن خندق عبور کر کے حملہ آور ہونے کی کوشش جاری رکھی۔ سارا دن اسلامی مجاہدین کافروں سے برسرِ پیکار رہے۔

کافروں کا نشانہ خیمہ مصطفیٰ تھا۔ وہ اسی طرف تیر برسا رہے تھے۔ جاں نثاران مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا اپنے آقا کی حفاظت کے لئے پوری طرح مستعد تھے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے جاں نثاروں کی خود قیادت فرما رہے تھے۔ اس دن معرکہ حق و باطل بغیر کسی وقفے سے برپا رہا۔ خالد بن ولید جنہیں آنے والے وقتوں میں آقا علیہ السلام کی طرف سے ''اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار'' کا خطاب ملنا تھا اس دن کافروں کے لشکر میں آگے آگے تھے۔ اور ان کی قیادت میں قریش مکہ کا دستہ بار بار حملے کر رہا تھا۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان کو خندق عبور نہیں کرنے دے رہا تھا۔ دن ڈھل گیا تھا۔ سورج غروب ہو گیا تھا لیکن ان کے حملے پھر بھی جاری تھے۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تو کفار مکہ کا لشکر واپس اپنے پڑاؤ میں لوٹ گیا۔ آقا علیہ السلام اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے خیموں کی طرف تشریف لے آئے۔ واپس آتے ہوئے سپہ سالار اعظم ﷺ نے اسید بن حضیر کی قیادت میں دو سو جانبازوں کے دستے کو خندق کے اردگرد حفاظت کے لئے مامور فرمایا انہیں حکم دیا کہ وہ وہیں پر رکیں اور دشمن کے اچانک حملے کی صورت میں ان کو روکیں۔ تھوڑی دیر بعد کافروں نے یہ سوچ کر پلٹ کر حملہ کیا کہ مسلمان تھک کر سو گئے ہوں گے جب ان کا سامنا دو سو مجاہدین کے دستے سے ہوا تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دن بھر میدان کارزار میں داد شجاعت دینے والے جاں نثاران مصطفیٰ نے اپنے آقا کی قیادت میں اس رات اس شان سے نمازیں ادا کیں کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مشترکہ طور پر نصف شب کو پڑھی گئیں۔ آقا علیہ السلام نے نمازیں اس طرح پڑھائیں جس طرح آپ پڑھاتے تھے۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور جہاد کی مصروفیت کی وجہ سے آقا ﷺ کے خشوع و خضوع اور عبادت کی یکسوئی میں ذرہ بھر کمی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ پورا دن تلواروں کی چھاؤں میں رہنے والے جانبازوں کے سر اسی طرح رکوع و سجود میں تھے جو ان کا معمول تھا۔

ادھر قریش مکہ اور ان کے حلیف نجدی قبائل مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے تھے اور ادھر مدینہ منورہ کے دو یہودی سرداروں کی ملی بھگت اور اندرونی سازش کا راز فاش ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ بنونضیر اور بنوقریظہ کے یہودی مل کر مسلمان افواج پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ بنونضیر پہلے سے ہی قریش مکہ کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اس کے سردار حیی ابن اخطب نے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد سے ملاقات کر کے اس کو بھی اپنے ساتھ شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ پہلے پہل تو کعب نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اپنی حویلی کا دروازہ بند کر دیا۔ حیی بن اخطب نے اس کو طعنہ دیا کہ ''کیا تم مجھے کھانا کھلانے کے لئے بھی دروازہ نہیں کھولو گے''

جہاندیدہ یہودی سردار کعب بن اسد نے حیی ابن خطب کو اندر تو آنے دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ بنونضیر کے اس سازشی ذہن کے سردار کو مدینہ منورہ میں امن سے رہنے اور مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے ''میثاق مدینہ'' کے تحت ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے منع کیا لیکن

Marfat.com

تباہی اور ہلاکت ان یہودیوں کا مقدر بن چکی تھی۔ اس لئے بالآخر چالباز حیئ بن اخطب نے دوسرے قبائلی سردار کعب بن اسد کو قائل کرلیا اور انہوں نے مل کر اپنے اپنے قبائلی لوگوں میں اسلحہ اور ہتھیاروں کی ترسیل شروع کردی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے حالات کی مکمل تفصیلات جاننے کے لئے اوس اور خزرج قبائل کے سرداروں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کو یہودی علاقے کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا۔

''اگر اطلاع غلط ہو تو سب کے سامنے اعلانیہ اس کی خبر دینا اور اگر خبر سچی ہو تو مجھے آکر بتانا اور وہ بھی خفیہ انداز سے''۔

یہ صحابہ کرام اپنے ہمراساتھیوں کے ہمراہ یہودی علاقے میں گئے تو حیران رہ گئے وہاں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں، یہودی کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے ان کا لہجہ بدل چکا تھا۔ ان کی زبانیں زہر اگل رہی تھیں اور ان کے منہ سے گالیوں کی بدبو آ رہی تھی۔

انہوں نے معاہدہ کی پاسداری کرنے سے انکار کر دیا اور ''میثاق مدینہ'' کی خلاف ورزی کا فیصلہ کرلیا۔ جب آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو اس کی خبر دی گئی تو آپ کو ذرہ بھر بھی پریشانی نہ ہوئی۔

آپ یہودیوں کی سرشت کو جانتے تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ وہ مشکل کے اس وقت میں ایسا ہی کریں گے۔ مسلمانوں کے اندر بے چینی اور تشویش کا پیدا ہونا فطرتی بات تھی۔ وہ پریشان تھے کہ وہ دومحاذوں پر کیسے لڑیں گے۔ بیک وقت اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے گا۔

تھوڑی دیر کے لئے آقا علیہ السلام لیٹ گئے اور چہرہ اقدس کو کپڑے سے ڈھانپ لیا، جاں نثاران مصطفیٰ اپنے آقا کی زبان اقدس سے تازہ صورتحال پر آپ کا ارشاد گرامی سننا چاہتے تھے۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو آقا علیہ السلام نے رخ انور سے کپڑا اٹھایا اور ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اپنے جاں نثاروں کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سناتا ہوں''۔

آقا کی زبان مبارک سے کامیابی کی نوید سن کر جاں نثاروں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے حکمت عملی کے تحت نجدی قبائل کے سرداروں سے مذاکرات کا فیصلہ کیا تا کہ دشمن کی فوج میں پھوٹ ڈلائی جائے اور ان کی قوت کو منتشر کیا جائے۔

آپ نے نجدی لشکر کے سردار عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو مذاکرات کے لئے اپنے خیمے میں بلوایا۔ یہ اجڈ جاہل اور مغرور و متکبر نجدی وڈیرے خیمہ مصطفیٰ میں اپنے جاہلانہ غرور کے انداز میں داخل ہوئے اور میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے گستاخانہ انداز میں بیٹھ گئے۔ آقا علیہ السلام نے ان کے غیر شائستہ اطوار کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سے گفتگو کا آغاز اپنے مخصوص حکیمانہ اور کریمانہ انداز میں فرمایا۔

''تم لوگ اگر مدینہ کا محاصرہ ختم کر کے واپس جانے پر آمادگی ظاہر کرو تو اس کے بدلے تمہیں معاوضہ دیا جائے گا''۔

وہ اک دوسرے کو دیکھنے لگے میرے آقا نے اپنی تجویز کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تمہیں اپنی فوج کے ساتھ واپس چلے جانے کے بدلے میں مدینہ کے باغات کی کھجوروں کا تہائی حصہ دیا جائے گا، اگر تمہیں یہ شرط منظور ہو تو بتادو''۔

ان دونوں نجدی سرداروں نے اس تجویز کو قبول کرلیا۔ ان رہزنوں اور لٹیروں کے لئے یہ کوئی خسارہ کا سودا نہیں تھا۔ ان کو بغیر کسی لڑائی

Marfat.com

اور جانی نقصان کے اچھا خاصا مفاد غذائی فراغی کی صورت میں مل رہا تھا جس کے حصول کے لئے وہ مختلف علاقوں میں لوٹ مار کیا کرتے تھے۔

گفتگو جاری تھی کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے حفاظتی دستہ کے اہم رکن حضرت اسید بن حضیر خیمہ مبارک میں حاضر ہوئے۔ وہ آقا علیہ السلام کی مزید ہدایات حاصل کرنے کے لئے آئے تھے جیسے ہی وہ میرے آقا کے خیمہ میں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ نجدی سردار عینیہ بن حصن آقا علیہ السلام کے سامنے پاؤں پھیلا کر غرور کا پیکر بنا بیٹھا ہے۔ جاں نثار مصطفیٰ سے یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی۔ آقا علیہ السلام اپنے مزاج کی نرمی کی وجہ سے خاموش تھے خادم خاص نے اپنا نیزہ اس چھوٹی آنکھوں والے نجدی سردار کی طرف لہراتے ہوئے للکارتے ہوئے کہا:

''بندر کی طرح آنکھوں والے تمہیں اس طرح اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے گستاخانہ انداز میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ مجھے اس محفل کے ادب کا لحاظ ہے ورنہ یہ نیزہ تیرے شکم میں گاڑ دیتا''۔

نجدی سردار سہم کر اک طرف بیٹھ گیا، آقا علیہ السلام نے اسید بن حضیر سے فرمایا ''سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اطلاع کیجئے کہ وہ یہاں آجائیں ان سے ضروری مشورہ کرنا ہے''۔

اسید اسی وقت جا کر ان دونوں انصاری سرداروں کو لے کر واپس آگئے۔ صدق و اخلاص، قربانی و جانثاری کے پیکر یہ انصاری سردار خیمہ مصطفیٰ میں احترامانہ انداز میں داخل ہوئے اور مودبانہ طریقے سے آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سلام عرض کر کے بیٹھ گئے۔

میرے آقا نے انہیں اعتماد میں لیتے ہوئے نجدی سرداروں سے ہونے والی گفتگو کی تفصیلات بتائیں اور اس سلسلے میں ان کا مشورہ طلب کیا۔

ان انصاری سرداروں کا جواب ایمان افروز اور ان کی مومنانہ غیرت و حمیت پر مبنی تھا اس جواب میں محبت رسول اور عظمت مصطفیٰ کی خوشبوئے مشک بار سب سے نمایاں تھی۔ انہوں نے باری باری اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! یہ معاہدہ اگر آپ کو اچھا لگتا ہے تو پھر ہماری کیا مجال ہے کہ اس کی مخالفت کریں، اگر یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہو رہا ہے تو ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر آپ ہمارے تحفظ و سلامتی کے لئے یہ معاہدہ فرما رہے ہیں تو ہم ان نجدیوں کو کچھ بھی دینے کو تیار نہیں ہیں''۔

''یا رسول اللہ! جاہلیت کے دور میں بھی ہم ان لوگوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہ ہمارے مہمان بن کر مدینہ کی کھجوروں سے لطف اندوز ہو سکتے تھے یا پھر ان کو خریدنا پڑتی تھیں ہم نے کبھی ان کو زبردستی کھجوریں چھین کر لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اب تو آپ کی قیادت میں ہم کو اسلام کی سعادت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت نصیب ہے۔ اب ہم ان لٹیروں کو اپنی کھجوریں لے جانے کی اجازت کس طرح دے سکتے ہیں کہ آپ کی موجودگی میں وہ ہم سے مدینہ کی کھجوریں رعب اور دھونس سے لے کر چلے جائیں''۔

انصاری سرداروں کے اس پرعزم جوابات کو سن کر آقا علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر تبسم پھیل گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''یہ معاہدہ تم لوگوں کے تحفظ کی خاطر کر رہا تھا تم لوگ اگر آمادہ نہیں ہو تو پھر ان سے بات چیت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہم انہیں کچھ دیں گے''۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ان کو دینے کے لئے ہمارے پاس ایک ہی تحفہ ہے، تلوار کا تحفہ، ان کو لڑائی کا شوق ہے تو میدان میں آجائیں اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے گا''۔

جاں نثاران مصطفیٰ کا جذبہ جہاد عروج پر دیکھا تو دونوں نجدی سردار ناکام و نامراد ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

مدینہ منورہ پر جن قبائلی افواج نے حملہ کرنے کے لئے محاصرہ کیا ہوا تھا ان میں قبیلہ بنو غطفان کا لشکر بڑا اور نمایاں تھا۔ اس لشکر میں سے

Marfat.com

ایک سعادت مند نوجوان مسعود بن عامر کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے منور کر کے بارگاہ رسالت میں بھیج دیا۔ نعیم نے میرے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں مجھے حکم فرمایئے کہ اس وقت میں کیا کر سکتا ہوں''۔

''تم اکیلے تو اس وقت کچھ زیادہ نہیں کر سکتے ہو، تم اگر اسلام کے دشمنوں میں باہمی بدگمانی پیدا کر کے پھوٹ ڈال دو تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ حالت جنگ میں یہ چال بھی ضروری ہوتی ہے''۔

جنگی چالیں حکیمانہ اور قائدانہ فراست سے ایک ایک قدم صحیح سمت میں آگے بڑھنے کا نام ہے۔ میرے آقا نے اس نوجوان کو صحیح اور مناسب ترین سمت میں پیش قدمی کی طرف رہنمائی کی تھی۔

نعیم نے آقا علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق یہودیوں اور مدینہ پر حملہ آور قبائلی لشکر کے درمیان بدگمانیاں پیدا کرنے میں دیر نہیں لگائی اور ان دونوں کے درمیان شک کی ایسی دیوار کھڑی کر دی جو بالآخر ایک دوسرے پر بداعتمادی اور دشمنی میں بدل گئی۔

نعیم بن مسعود نے یہودیوں کے قبیلے بنو قریضہ کے سرداروں سے جا کر کہا: ''تم لوگوں نے حماقت کی ہے کہ بیرونی قبائل کی مدد کی امید پر تم نے مدینہ کی حکومت کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ میں تمہاری خیر خواہی کے لئے تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ تم اپنے ان قبائلی دوستوں سے کہو کہ وہ اپنے چند اہم لوگ یرغمال کے طور پر تمہارے حوالے کریں تا کہ وہ جنگ ہارنے لگیں تو تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں بلکہ اپنے اہم لوگوں کی حفاظت کے لئے آخر وقت تک ڈٹے رہیں اور اس طرح تمہارے تحفظ کی ضمانت کے طور پر یہ یرغمالی تمہارے لئے اہم ثابت ہوں گے۔ ورنہ یاد رکھنا یہ حملہ آور قبائلی لشکر ناکامی کی صورت میں خود تو بھاگ کر اپنے محفوظ علاقوں میں چلے جائیں گے اور تمہیں مسلمانوں کے حوالے کر جائیں گے تمہیں اس شہر میں رہنا ہے ذرا سوچو! جنگ ہارنے کی صورت میں مسلمان تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے اس وقت تو تمہاری مدد کے لئے کوئی بیرونی قبیلہ بھی موجود نہیں ہوگا۔ تم اس وقت کیا کرو گے؟''

یہودیوں کو نعیم کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور انہوں نے بیرونی حملہ آوروں سے مطالبہ کر دیا کہ وہ اپنے نمایاں اور اہم افراد یرغمال کے طور پر یہودیوں کے سردار کی حویلی میں بھجوا دیں تا کہ ان کو تسلی رہے کہ انہیں مشکل میں چھوڑ کر وہ نہیں بھاگیں گے اور اپنے اہم لوگوں کی خاطر آخر وقت تک ڈٹ کر لڑیں گے۔

نعیم نے یہودیوں کو مشورہ دینے کے فوراً بعد ابوسفیان اور چند دیگر قبائلی سرداروں کو بتا دیا تھا کہ یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے جو غلط قدم اٹھایا تھا اس پر وہ بہت پچھتا رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں سے معافی مانگ لی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی معافی صرف اس صورت میں قبول کرنے کی حامی بھری ہے کہ اگر وہ قریش کے بعض اہم سرداروں کو ان کے حوالے کر دیں تا کہ ان کو قتل کیا جا سکے۔ لہٰذا یہودی اگر تم سے اہم قبائلی سرداروں کو یرغمال بنا کر رکھنے کا مطالبہ کریں تو ہرگز ان کے حوالے نہ کرنا۔ ورنہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا اور بالآخر یہودی بھی تمہارا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

جیسے ہی یہودیوں نے قریشیوں اور دیگر قبائلی سرداروں کو یہودیوں کے پاس یرغمال بنا کر بھیجنے کا مطالبہ کیا، قریش اور ان کے حلیف قبائل کو نعیم کی خفیہ خبر سچی لگی اور ان کا شک یقین میں بدل گیا کہ بنو قریضہ کے یہودی ایک جنگی چال چل رہے ہیں اور ان کے اہم لیڈروں کو قتل کرانے کے منصوبے میں شریک ہو گئے ہیں۔ درحقیقت یہ سپہ سالار اعظم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کا اعجاز تھا کہ بغیر جنگ کئے مدینہ پر حملہ آور بیرونی دشمنوں اور مدینہ میں موجود اندرونی دشمنوں کے درمیان بدگمانی اور بداعتمادی کی کیفیت پیدا کر دی جس کا نتیجہ دشمنوں کی پسپائی اور جاں نثاران مصطفیٰ کی کامیابی کی صورت میں نکلا۔

Marfat.com

ابوسفیان نے یہودیوں سے مذاکرات کے لئے عکرمہ بن ابی جہل اور ورقہ بن غطفان کی سربراہی میں ایک وفد بھیجا اور اس وفد کو ہدایات دیں کہ یہودیوں سے واضح طور پر کہا جائے کہ کل وہ مسلمانوں پر فیصلہ کن حملہ کریں گے۔ یہودی شہر میں شورش برپا کر دیں اندرونی اور بیرونی حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ وفد نے یہ واضح کر دیا کہ اب ان کی افواج زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتی۔ کل ہر صورت میں فیصلہ کن معرکہ ہو جانا چاہئے۔

فروری سن 627ء کی اس جمعہ کی شام کو ہونے والی یہ خفیہ ملاقات یہودیوں اور قریشیوں اور ان کے حلیف قبائل کی باہمی دوستی کا اختتام بن گئی کیونکہ یہودیوں نے بلا جھجک کہہ دیا کہ ''کل ہم جنگ نہیں کر سکتے، کل ہفتہ ہے، ''یوم السبت'' یہ ہمارا مقدس دن ہے اور اس دن ہم جنگ نہیں کریں گے۔ ویسے بھی جب تک ہمیں یقین نہ ہو جائے کہ تم ناکامی کی صورت میں ہمیں اکیلا چھوڑ کر بھاگ نہیں جاؤ گے ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔ تم اگر یہاں سے چلے گئے تو پھر ہمیں کون پناہ دے گا۔ ہم تمہارے ساتھ صرف اس صورت میں دیں گے اگر تم اپنے رہنماؤں کو ہمارے پاس بھجوا دو۔ ہم انہیں اپنے پاس رکھیں گے اور پھر جنگ میں تمہارا ساتھ دیں گے''۔

قریشیوں اور ان کے دوست قبائلی لشکروں کا وفد ناکام ہو کر واپس آیا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ یہودی مکارانہ چال چل رہے ہیں اور انہیں ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے بادل نخواستہ مدینہ منورہ کا محاصرہ ختم کر کے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سردیاں اپنے عروج پر تھیں، رات کو ٹھنڈک بڑھ جاتی، عیش و آرام کے خوگر کفار کے لشکر کے لئے شراب اور شباب کے بغیر زیادہ دیر تک رکنا ممکن نہیں تھا۔ ان کا غذائی سامان بھی دن بدن کم ہو رہا تھا۔ ان کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ اپنے یہودی دوستوں پر ان کا اعتماد بھی ختم ہو گیا تھا، یہودیوں کے تازہ مطالبہ نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ مسلمانوں کے ایمانی جذبہ اور شوق شہادت نے حملہ آوروں کے غرور اور عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا۔ رہی سہی کسر ایک زبردست آندھی نے پوری کر دی۔ وہ آندھی اتنی شدید تھی کہ ان کے گھوڑے اور اونٹ بدک کر بھاگ کھڑے ہو گئے۔ ان کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں ان کے غذائی ذخیرے ادھر ادھر بکھر گئے۔ ان کا ساز و سامان ہر طرف تیز ہواؤں کے دوش پر اڑا جا رہا تھا۔ ان کے فوجی سراسیمگی اور بدحواسی کے عالم میں دیوانہ وار بھاگ رہے تھے۔ ان کو ایسا لگ رہا تھا کہ ان پر عذاب مسلط ہو گیا ہے۔ وہ یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتے تھے۔ مشکل حالات میں سپہ سالار اپنے فوجیوں کو حوصلہ دیتا اور ان کو امید کا پیغام دیتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ سب سے پہلے ابوسفیان نے بدحواسی میں اپنے اونٹ کا رخ کیا اور اس کے پاؤں کا رسہ کھولے بغیر اس کو ایڑی لگائی۔

اونٹ اٹھنے کی کوشش کرتا لیکن گر پڑتا۔ ابوسفیان کو خیال آیا کہ وہ اس کے پاؤں کا عقال (رسی) کھولنا بھول گیا تھا۔ اس نے نیچے اتر کر رسی کھولنا بھی گوارا نہیں کیا اور وہیں پر بیٹھے بیٹھے اپنی تلوار سے رسی کو کاٹا اور بزدلوں کی طرح وہاں سے تیزی سے بھاگ گیا۔ قریشیوں اور دیگر قبائلی لشکروں نے اپنے سرداروں کو یوں بھاگتے ہوئے دیکھا تو ان کے حوصلے بھی پست ہو گئے اور انہوں نے بھی مدینہ منورہ کا محاصرہ ختم کر کے وہاں سے چلے جانے کا فوری طور پر فیصلہ کر لیا۔

دراصل اس وقت اللہ ربّ العالمین نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی نصرت کے لئے ہزاروں فرشتے وہاں نازل فرما دیئے تھے جنہوں نے شدید آندھی کی اس ہولناک کیفیت میں کفار کے لشکر میں ایسا خوف و ہراس پیدا کر دیا تھا کہ ان کا وہاں رک جانا ممکن ہی نہیں تھا۔ میرے آقا کی شان رحمۃ اللعالمین اگر جلوہ گر نہ ہوتی تو اس وقت لشکر کفار نیست و نابود ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔ یہ آقا علیہ السلام کی رحیمانہ کرم نوازی تھی کہ ان حملہ آوروں کو واپس جانے دیا۔ اس رات ابوسفیان کا وہاں سے بھاگ کر جانا اس بات کی خوشخبری تھی کہ اب کفار کا کوئی لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ ایک مہینہ جاری رہنے والے اس محاصرہ میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کی تعداد آٹھ تھی۔ حضرت سعد بن معاذ اس محاصرہ کے دوران زخمی ہو گئے تھے۔ بعد میں ان زخموں کی وجہ سے آپ کی

Marfat.com

شہادت کا بلند مرتبہ نصیب ہوا۔ یہ ان کی اس دعا کا نتیجہ تھا جو انہوں نے ان الفاظ میں مانگی تھی۔

''یا اللہ! اگر یہ جنگ آخری جنگ نہیں ہے تو مجھے زندہ رکھنا کیونکہ مجھے دشمنان رسول اللہ سے جنگ کرنا اچھا لگتا ہے اگر یہ آخری جنگ ہے تو میرے زخم کو شہادت کے حصول کا سبب بنا دے لیکن اس سے پہلے میری آنکھوں کو بنو قریضہ کے یہودیوں کا انجام دیکھنا نصیب ہو''۔

ان کی دعا قبول ہوئی اور انہوں نے یہودیوں کا عبرتناک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ ان کا قتل عام حضرت سعد بن معاذ کے مشورہ سے ہی ہوا تھا۔

ایک ماہ کے اس محاصرہ میں کافروں کے تین فوجی قتل ہوئے تھے۔ ان میں سے عمرو بن عبدود جس کو حضرت علی المرتضیٰ نے قتل کیا تھا اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ جسے حضرت زبیر بن العوام نے اپنے انجام تک پہنچایا تھا اپنی اپنی قوم کے سرکردہ افراد تھے اس لئے کافروں نے ان کی لاشوں کی واپسی کے لئے دس دس ہزار درہم دے کر انہیں لے جانے کی پیشکش کی تھی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے معاوضے کے بدلے لاشوں کی واپسی کی اس پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ہم مردوں کو بیچ کر ان کے بدلے رقم نہیں لیں گے''

آپ نے کافروں کو اپنے سرداروں کی لاشیں بغیر کسی معاوضے کے لے جانے کی اجازت دے دی۔

جن دنوں کفار مکہ کا محاصرہ جاری تھا۔ راتوں کو آقا علیہ السلام اپنے دعائے نیم شب میں ان خصوصی دعاؤں کو شامل فرمایا:

''اے کتاب ہدایت نازل فرمانے والے رب! بہت جلد حساب کرنے والے اور دشمنوں کے گروہ کو تباہ کرنے والے، الٰہی! ان سب کو تباہ و برباد کر دے اور ہمیں کامیاب و کامران فرما، یا اللہ! ہماری عزت کا پردہ سلامت رکھنا اور ہمیں خوف کی بجائے دلی تسکین عطا فرما''۔

یہ دعائیں سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو بھی تلقین فرمائی تھیں۔ اتباع رسول ﷺ کے پیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دن کی معرکہ آرائیوں اور رات میں سجدہ ریزی کی تنہائیوں میں ان دعاؤں کا ورد جاری رکھتے ان دعاؤں کی مقبولیت کا وقت آن پہنچا تھا۔ اس طوفانی رات میں عذاب الٰہی بن کر نمودار ہونے والی تند و تیز آندھی کا زور تھا تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو طلب فرمایا اور انہیں کفار کے خیموں کی طرف جا کر صورتحال کا پتہ لگانے اور واپس آ کر اطلاع دینے کا حکم دیا۔ حضرت حذیفہ نے تھوڑی دیر بعد حاضر خدمت ہو کر اطلاع دی کہ وہ لوگ ڈر اور خوف کے سبب سے بھاگ رہے ہیں اور ہر طرف افراتفری ہے۔ صبح ہوئی تو خندق کی دوسری طرف میدان صاف تھا۔ دشمنوں کی فوج کا نام و نشان باقی نہیں تھا۔ ان کا بچا کچھا غذائی ذخیرہ ان کی اوندھی ہو کر گری ہوئی ہانڈیاں، ان کے جلے ہوئے خیمے، ان کا بکھرا ہوا سامان ان کی بدحواسی کی کیفیت میں فرار کی داستان سنا رہا تھا۔

یہ بدھ کا دن تھا، سنیچر کو انہوں نے مسلمانوں پر فیصلہ کن حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔ یہودیوں کے صاف انکار کے بعد ان کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے اور پھر چند دنوں کے اندر اندر تیز آندھی کی صورت میں رب تعالیٰ کی شان قہاری کے مظہر عذاب نے انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

جس روز سپہ سالار اعظم ﷺ کفار مکہ اور ان کے حلیف قبائل کی واپسی کے بعد اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اسی دن ظہر کے وقت اللہ رب العالمین کے فرمان کے مطابق آپ نے یہودیوں کے بنو قریضہ خاندان کے محلے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اور بالآخر ان کو گرفتار کر کے ان انجام تک پہنچایا۔ دوست کے روپ میں دھوکہ دینے والے اندرونی دشمن سے انتقام لینے میں تاخیر ہو جائے تو مستقبل میں مزید خطرناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے رب تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ ان آستین کے سانپوں سے اولین فرصت میں نمٹا جائے اور ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کے ان یہودیوں کے خاتمے کے بعد اگلہ مرحلہ ان یہودیوں کی قوت کو توڑنے کا تھا جو مدینہ کے شمال میں ایک سو میل کے فاصلے پر "خیبر" میں آباد تھے۔ اس زمانے میں یہ ایک بڑا خوشحال شہر تھا جس میں یہودیوں نے اپنی حفاظت کے لئے قلعے بنا رکھے تھے۔ یہ زرعی لحاظ سے کافی شاداب علاقہ تھا۔ اپنے مزاج کے اعتبار سے یہاں پر بھی یہودیوں نے معیشت اور زراعت پر اپنا غلبہ اور تسلط قائم کیا ہوا تھا۔ مدینہ منورہ کے بنو قریضہ قبیلے کے یہودیوں کا عبرتناک انجام ذیقعدہ سن پانچ ہجری میں ہوا تھا۔ مدینہ کے ان یہودیوں کو بغاوت پر اکسانے والے اور بیرونی قبائل کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے والے "خیبر" کے یہودیوں پر حملہ بنو قریضہ کے یہودیوں کے خاتمے کے چودہ مہینے بعد محرم کے مہینے میں ہجرت کے ساتویں سال میں کیا گیا۔ ان دنوں سپہ سالار اعظم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ خیبر کے ان یہودیوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کا منصوبہ بنا رکھا ہے اور وہ کسی وقت بھی اپنی حامی افواج کے ساتھ مدینہ کا رخ کر سکتے ہیں۔ ان کے متوقع حملے سے پہلے اسلامی افواج نے خیبر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور یہودیوں کے منصوبے کو ناکام بنانے کے ساتھ ساتھ ان کے فتنے کے امکانات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

جاں نثاران مصطفیٰ گزشتہ مہینے حدیبیہ سے واپس پہنچے تھے۔ کفار مکہ نے انہیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ بالآخر سپہ سالار اعظم ﷺ نے قریش مکہ سے ایک مصالحتی "امن معاہدہ" کیا تھا اور اگلے سال عمرہ کرنے کی شرط کو قبول کرتے ہوئے آقا علیہ السلام چودہ سو جاں نثاروں کے ہمراہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ اس سے اگلے مہینے میرے آقا علیہ السلام نے "خیبر" کے یہودیوں کے متوقع حملے کے پیش نظر خیبر کی جانب ان چودہ سو صحابہ کرام کی قیادت کرتے ہوئے تشریف لے گئے جو ابھی "حدیبیہ" سے واپس آئے تھے۔ آپ نے صراحت سے فرما دیا تھا کہ اس سفر میں صرف وہی لوگ میرے ہمراہ چلیں گے جو واقعی طور پر جہاد کے لئے تیار ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے قربانیاں دینے کا عزم رکھتے ہیں۔ وہی چودہ سو صحابہ کرام آپ کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گئے جنہیں "حدیبیہ" کے مقام پر بیعت رضوان کی سعادت نصیب ہوئی تھی اس مرتبہ غفاری قبیلہ کے حضرت سباع بن عرفطہ کو مدینہ منورہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا اعزاز حاصل ہوا۔

ادھر سپہ سالار اعظم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ادھر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے فوری طور پر یہودیوں کو خفیہ پیغام بھجوا دیا کہ وہ ہوشیار ہو جائیں کیونکہ مسلمان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے چل پڑے ہیں۔ اس نے ان کو یہ پیغام بھی بھجوا دیا کہ وہ پریشان نہ ہوں کیونکہ مسلمان تھوڑی تعداد میں ہیں۔ تمہارے پاس بہت زیادہ اسلحہ اور کافی تعداد میں افرادی قوت موجود ہے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ مہم بہت اہم اور فیصلہ کن ہوگی آپ نے اس کا خصوصی طور پر انتظام کیا کہ یہودیوں کے دیگر دوست قبائل ان کی مدد کو نہ آ سکیں اور نہ ہی نجدی لٹیرے مدینہ پر حملہ آور ہونے کی جرأت کر سکیں۔ ان نجدی بدوؤں کو مدینہ پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے آپ نے حضرت ابان بن سعید کی قیادت میں ایک دستہ "نجد" کی طرف روانہ کیا۔ اس اسلامی دستہ نے نجدیوں کو ان کے علاقے میں الجھائے رکھا اس طرح لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرنے والے "نجدی" مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے اطمینان سے "خیبر" کے محاذ پر یہودیوں سے برسرپیکار رہے۔ ابان بن سعید "نجد" کے معرکے سے اس وقت واپس تشریف لائے جب مسلمانوں نے "خیبر" کے پورے علاقے کو فتح کر لیا تھا۔ انہوں نے آقا علیہ السلام کی خدمت میں "خیبر" میں پہنچ کر کامیابی کی خبر سنائی۔ اس طرح اس پوری مہم کے دوران نجد کی طرف سے حملہ کا امکان نہ تھا۔

"خیبر" کے یہودیوں کی مدد کے لئے قبیلہ بنو غطفان کے قبائلی لشکر نے جب اپنے علاقے سے نکل کر خیبر کی طرف بڑھنا شروع کیا تو ان کو اپنی بستیوں میں سے کچھ شور سنائی دیا جس سے ان کو خدشہ ہوا کہ مسلمانوں نے ان کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے۔ اس لئے وہ خوف زدہ ہو

Marfat.com

کر اپنے علاقے میں لوٹ گئے۔ وہ اتنے ڈر گئے تھے کہ پھر اپنے علاقے سے نہیں نکل سکے۔ ان کے دلوں پر آقا علیہ السلام کے جاں نثاروں کا اتنا رعب مسلط ہو چکا تھا کہ وہ اپنے یہودی دوستوں کو بچانے کے لئے نہ آسکے۔

میرے آقا نے راستہ کی رہنمائی کے لئے جن دو ماہرین کی خدمات حاصل کی تھیں ان کو آسان ترین راستہ سے خیبر کی طرف لے جانے کی ہدایت کی۔

آپ حفاظتی اور جنگی حکمت عملی کے تحت ایسی مہموں کے لئے عموماً رات کو سفر فرمایا کرتے اور دن کو محفوظ جگہوں پر پڑاؤ کیا جاتا۔ جہاں مسلمان فوج کے دستے آرام کرتے تین راتوں میں طے ہونے والے مدینہ سے خیبر کے اس سفر میں رات کو جب کبھی تھکن اور نیند غالب آنے لگتی تو قافلے میں شریک کوئی مجاہد بلند آواز سے اشعار پڑھنا شروع کر دیتا جس سے کارواں میں ایک نیا عزم اور ولولہ پیدا ہو جاتا۔

ایک رات عزم اور ولولہ سے بھرپور لہجے والے اس بہادر شاعر عامر بن اکوع نے بلند آواز سے اپنے اشعار اس انداز سے پڑھے کہ حوصلوں کو مہمیز ملتی تھی، اشعار کچھ اس مفہوم کے تھے:

یا الٰہی تیرے پیغام ہدایت کے بغیر
کیسے ہم دے سکتے تھے جانوں کا صدقہ اور ہم
کیسے تیرے سامنے سجدوں میں رکھتے یہ جبیں
یا الٰہی بخش دے اس دور عصیاں کو کہ جب
پیروی کرتے تھے جس کی تھا وہ ابلیس لعین
برسرپیکار اس کے پیروکاروں سے ہیں ہم
تجھ سے کرتے ہیں دعا تو رکھ ہمیں ثابت قدم
جب بھی ان کے ہوں مقابل ہم کسی میدان میں
ہو کرم تیرا کہ تسکیں کا نزول خاص ہو
جب بھی اذن جنگ دیتا ہے ہمیں تیرا حبیب
دشمنان راہ حق کے شور و غل سے ہم کبھی
ڈر نہیں سکتے نہ اب ہم سر جھکائیں گے کبھی
دشمنوں کے فتنوں سے محفوظ کر دے اے خدا
کامیابی کامرانی کا حصول اب کر عطا

پرسوز لے میں پڑھے جانے والے اشعار آقا علیہ السلام نے سنے تو دریافت فرمایا:

”ہمارے کارواں میں یہ کون سا سخنور ہے“

”یارسول اللہ ﷺ یہ عامر بن اکوع ہیں“

”اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے“

”یارسول اللہ ﷺ! واقعی ان پر رحمتیں نچھاور ہونا اب لازم ہو گیا ہے۔ کاش ہم ان کی شاعری سے اور فیض یاب ہو سکتے“۔

یہ حضرت عمر فاروق تھے جنہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے عامر کے لئے رحمت کی دعا کے الفاظ سن کر ان کی جلد

Marfat.com

شہادت کا یقین کر لیا تھا، وہ مزاج شناس رسالت مآب تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام میدان جنگ یا سفر جنگ میں جب کسی کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرماتے تو اس کو شہادت کی سعادت حاصل ہو جاتی۔

رات کے سفر میں قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

چاندنی رات تھی۔ ایک شخص قافلے میں سب سے آگے تھا اس کی اونٹنی بھاگی چلی جا رہی تھی۔ سوار کے کاندھوں پر پڑی ہوئی چادر پر چاند کی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ سفید دودھیا روشنی میں اس سوار کی سفید چادر اور بھی زیادہ چمک رہی تھی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس تیز رفتار اونٹنی کے سوار کے متعلق پوچھا۔

''یہ کون ہے جو آگے آگے جا رہا ہے''

''یا رسول اللہ ﷺ یہ عبس بن جبر ہے''

''ذرا اس کو روکو''

آقا علیہ السلام کے حکم پر جاں نثاروں نے انہیں فوراً روک کر حاضر خدمت کر دیا۔ عبس سہمے ہوئے بارگاہ اقدس میں پیش ہوئے وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں ان سے کوئی نادانستہ بے ادبی تو نہیں ہو گئی۔

''تم قافلے والوں سے آگے آگے کیوں جا رہے تھے!''

آقا علیہ السلام کے پوچھنے پر عبس نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! میری اونٹنی میرے روکنے کے باوجود آج دوڑتی چلی جا رہی ہے۔ یہ منہ زور ہو گئی ہے اور روکے سے بھی نہیں رک رہی''۔ عبس نے تیز رفتاری کا سبب بیان کر دیا تو میرے آقا نے ان کی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے ان کی دلجوئی کے لئے دریافت فرمایا:

''میں نے تمہیں جو چادر دی تھی وہ کہاں ہے؟ اسے کیوں نہیں اوڑھ رہے ہو؟''

''یا رسول اللہ ﷺ! اس سفر میں روانہ ہونے سے پہلے میں نے آپ کی وہ چادر فروخت کر دی تھی''۔

''وہ کیوں؟''

''مجھے پیسوں کی ضرورت تھی، میں نے اسے آٹھ درہم میں بیچ دیا تھا، دو درہم سے سفر کے لئے ضروری سامان خریدا، دو درہم گھر والوں کو اخراجات کے لئے دے دیئے تھے اور چار درہم سے چادر خرید لی تھی جسے اب پہنے ہوئے ہوں''۔

حضرت عبس بن جبر کی اس تفصیلی وضاحت سن کر میرے آقا کے چہرہ اقدس پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آقا کو مسکراتے دیکھ کر عبس کی جان میں جان آ گئی۔

''عبس! تم اور تمہارے جیسے دوسرے دوست کچھ عرصہ بعد دیکھو گے کہ دوران سفر تمہارے پاس بہت سارا سامان ہوا کرے گا تم اپنے گھر والوں کو بھی اخراجات کے لئے کافی رقم دیا کرو گے تم لوگوں کے پاس سرمایے کی کمی بھی نہیں ہو گی اور تمہاری خدمت کے لئے کافی تعداد میں خدمت گزار غلام بھی ہوں گے''۔

عبس کے ساتھ صحابہ کرام اپنے آقا کی زبان مبارک سے ادا ہونے والی یہ پیغمبرانہ بشارتیں اور آنے والے وقتوں کے واقعات کی تفصیلات پر مبنی غیبی خبریں سن رہے تھے۔ میرے آقا نے آخر میں دولت کے آ جانے سے معاشرہ میں پیدا ہو جانے والی برائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''سرمایہ کی یہ کثرت تمہارے لئے بہتر ثابت نہیں ہو گی''۔

تیسرے دن قافلہ خیبر کے قریب پہنچ چکا تھا۔

Marfat.com

قافلے والوں کے پاس کھانے کے لئے ستو کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا تھا، آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ یہی ستو پیئے۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے نمازیں پڑھتے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس رات آپ نے راستے کی رہنمائی کرنے والے افراد کو طلب فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ ایسے راستے کی سمت سے خیبر کی طرف لے چلیں جو راستہ خیبر اور بنو عطفان کے علاقہ کو ملاتا ہے تا کہ ہم اس راستہ پر قبضہ کر کے خیبر والوں کے لئے بیرونی امداد کا حصول ناممکن بنا دیں۔

راستے کی نشاندہی کرنے والے ماہرین نے مختلف راستوں کی تفصیلات بتائیں تو آپ نے ایسے راستے کو پسند فرمایا جس کے نام میں آسانی اور کشادگی کا تاثر ملتا تھا۔ آپ نے ان راستوں کی طرف جانے سے منع فرما دیا جن کے ناموں سے سختی اور مصیبت کا احساس ہوتا تھا۔ یہ مجاہدین کی تسکین قلب اور نفسیاتی طور پر ان کو مطمئن کرنے کے لئے ضروری تھا۔ ویسے بھی میرے آقا ہمیشہ اچھے ناموں کو خوش بختی اور نیک فال سمجھتے تھے۔ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے۔

رات کے پچھلے پہر اسلامی لشکر خیبر کے وسیع و عریض شہر کے اس حصے کے قریب پڑاؤ ڈال چکا تھا جس طرف یہودیوں کے بہت بڑے قلعے اور بڑی بڑی حویلیاں اور ان کی زرعی زمینیں تھیں۔ بالعموم میرے آقا نماز فجر اتنے اندھیرے میں ادا نہیں فرماتے تھے۔ اس دن آپ نے اولین وقت میں نماز فجر کی امامت فرمائی۔ جاں نثاران مصطفیٰ نے جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے لبریز جذبات کے ساتھ سپہ سالار اعظم ﷺ کی امامت میں نماز پڑھی اور پھر مجاہدانہ عزم کے ساتھ آقا علیہ السلام کی قیادت میں شہر کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ روانہ ہونے سے پہلے میرے آقا نے شہر کے باشندوں کی سلامتی اور فتنہ و فساد سے محفوظ رہنے کی دعا مانگی، چودہ سو جاں نثاروں پر مشتمل یہ لشکر جس میں دو سو گھڑ سوار تھے جیسے ہی اچانک شہر میں نمودار ہوا۔ شہر کے باشندے حواس باختہ ہو گئے۔ ان کو توقع نہیں تھی کہ سرکار مدینہ کی قیادت میں مسلمان ایسے اچانک ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ علی الصبح کھیتی باڑی کرنے والے مزدور کسان کدالیں لئے ہوئے اپنی اپنی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ انہوں نے مسلمان فوج کو شہر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو گھبرا گئے اور چیختے چلاتے ہوئے واپس شہر کی طرف پلٹے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے ہوئے ''اللہ اکبر'' اونچی آواز میں فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: خیبر والوں کی شامت آ گئی اور یہ اجڑ گیا جب ہم کسی قوم کے سامنے میدان میں آ جاتے ہیں تو ان پر خوف اور ڈر مسلط ہو جاتا ہے اور حملے والی صبح ان پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ جیسے ہی یہودی سردار سلام بن مشکم کو مسلمان فوج کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی اس نے اپنی قوم کے چیدہ چیدہ افراد سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ ہمیں مدینہ پر فوراً حملہ کر دینا چاہئے تم لوگوں نے میری بات نہ مانی اور اب یہ دن دیکھنا نصیب ہو رہا ہے۔ اب تم سب ہمت سے ان کا مقابلہ کرو، بھاگ کر جان بچانے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں۔

اس نے فوری طور پر جنگی حکمت عملی طے کی اور اپنے مختلف قلعوں کو جو ''النطاۃ'' کے مرکزی علاقے میں واقع تھے ان کو مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی ہدایات دیں، اسلحہ کے ذخائر قلعہ ''ناعم'' میں جمع کرنے، لڑنے والے مسلح افراد کو دوسرے قلعہ میں پناہ لینے کی ہدایات دیں۔ یہودیوں کو یقین تھا کہ شہر کا دفاعی نظام اس قدر موثر ہے کہ وہ طویل عرصہ تک قلعہ بند رہ کر اپنا اور شہر کا دفاع کر سکتے ہیں۔

پہلے پہل سپہ سالار اعظم ﷺ نے ''نطاۃ'' کے مرکزی علاقے کے قریب پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ فرمایا: حضرت حباب بن منذر نے جب یہ مشورہ دیا کہ اس قلعہ کی فصیل کے سائے میں پڑاؤ ڈالنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ یہ نشیبی علاقہ ہے۔ اس قلعہ میں یہودیوں کے سارے جنگجو جمع ہیں وہ قلعہ کی بلندیوں سے ہم پر تیر اندازی کریں گے۔ ہم ان پر جوابی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ہم کسی مناسب اور محفوظ مقام پر مورچہ زن ہوں۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے حباب سے فرمایا: ''تمہاری رائے بالکل صحیح ہے''۔ اس کے بعد اسلامی فوج دوسری جگہ پر جو دفاعی حکمت عملی کے لحاظ سے محفوظ ترین تھی وہاں منتقل ہو گئی۔ یہ جگہ منتخب کرنے کی ذمہ داری آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت محمد بن مسلمہ

Marfat.com

کو سونپی تھی۔ جنہوں نے مناسب جگہ ڈھونڈ کر اس کی نشاندہی کی تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور جاں نثاراں مصطفیٰ نے اپنے خیمے وہاں گاڑ دیئے۔ آپ نے سب سے پہلے اس مرکزی علاقے ''نطاۃ'' کے قلعوں کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان قلعوں کو ''حصون النطاۃ'' کا نام دیا گیا تھا۔ آپ کی ہدایات کے مطابق جاں نثاران مصطفیٰ نے پہلے قلعہ ''ناعم'' کا محاصرہ کیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے جنگی لباس زیب تن کیا، سر اقدس پر فولادی خود تھا، جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے اور ہاتھوں میں نیزہ اور ڈھال تھام رکھے تھے۔ دن بھر قلعہ کے اندر سے تیر برسائے جاتے رہے۔ میرے آقا کی ہدایات کے مطابق جاں نثاران مصطفیٰ بھی قلعہ پر موجود فوجیوں پر تیر اندازی کر رہے تھے بعض دفعہ یہودیوں کے پھینکے ہوئے تیروں کو اٹھا کر دوبارہ انہی کی طرف نشانہ باندھ کر پھینکا جاتا۔ علی الصبح مسلمان جانباز قلعہ کے قریب و جوار میں پہنچ جاتے اور شام کو واپس اپنے خیموں کی طرف لوٹ آتے۔ ان دنوں آقا علیہ السلام کو سر درد کی تکلیف ہوگئی۔ اگلے دن آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر میدان جنگ کی طرف بھیجا انہیں آقا علیہ السلام نے اپنا پرچم عطا کیا اور افواج کی قیادت کا حکم دیا اور اس سے اگلے روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم ﷺ کا پرچم تھامے میدان جہاد میں تشریف لائے۔ اب تیر اندازی اور جوابی تیر اندازی میں شدت آتی جا رہی تھی لیکن کوئی واضح کامیابی نصیب نہیں ہو رہی تھی۔

اس شام سپہ سالار اعظم ﷺ نے جاں نثاروں سے خطاب فرماتے ہوئے خوشخبری سنائی۔

''کل اپنا جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا۔ وہ اس وقت تک قلعہ سے ہٹے گا نہیں جب تک قلعہ فتح نہ ہو جائے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا یہ بہادر اپنی طاقت سے قلعہ پر قبضہ کرلے گا''۔

آقا علیہ السلام کا یہ بشارت آمیز خطاب سن کر جانبازوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ اس مرد جری کے نام کا انتظار کرنے لگے جس کے ہاتھوں پر فتح مقدر کر دی گئی تھی۔

دوسرے دن جمعہ تھا، جاں نثاران مصطفیٰ نے آقا علیہ السلام کی قیادت میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد آپ نے اپنا پرچم لے آنے کا حکم دیا اور پھر دریافت فرمایا:

''علی کہاں ہیں؟ نظر نہیں آ رہے''

جاں نثاروں نے عرض کیا: ''ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے اس لئے یہاں موجود نہیں ہیں''۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے جہادی قافلے کے ہمراہ نہیں آسکے تھے۔ ان کی آنکھوں کو شدید تکلیف تھی۔ اس لئے مدینہ میں رک گئے تھے لیکن دل نے وہاں رکنے نہ دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ آقا علیہ السلام میدان جہاد کی طرف تشریف لے جائیں اور وہ گھر میں موجود رہیں لہٰذا انہوں نے آشوب چشم میں مبتلا آنکھوں پر پٹی باندھی اور تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر ''خیبر'' کی طرف چل پڑے۔

مسلمانوں نے جب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ساتھ دینے کے لئے حضرت علی یہاں پہنچ گئے ہیں تو سب بہت خوش ہوئے۔ حضرت علی نے خیمہ مصطفیٰ کے قریب آ کر اپنی اونٹنی روکی تھی اور حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیا چونکہ آنکھیں شدت درد سے کھل نہیں سکتی تھیں اس لئے وہ میدان جنگ میں جانے کے قابل نہیں تھے اور اپنے خیمے میں آرام فرمانے لگے، اس دن نماز جمعہ کے بعد جب آقا علیہ السلام نے جب حضرت علی المرتضیٰ کو طلب فرمایا تو حضور کے حکم پر ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی کو بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا گیا۔

''علی آپ اب کیسے ہیں؟''

آقا نے خیریت دریافت کی تو حضرت علی نے جواب دیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آنکھوں میں شدید تکلیف ہے اور کچھ نظر نہیں آتا''

Marfat.com

''ذرا میرے قریب آنا''

حضرت علی مصطفیٰ کریم ﷺ کے قریب ہوئے تو آپ نے حضرت علی کا سر پکڑ کر اپنی گود میں رکھ دیا۔ میرے آقا نے اپنی انگلی سے اپنے مقدس منہ کا لعاب حضرت علی کی آنکھوں پر لگانا شروع کر دیا جیسے جیسے یہ لعاب دہن حضرت علی کی آنکھوں کو لگتا جا رہا تھا حضرت علی کی آنکھوں کی تکلیف جاتی جا رہی تھی۔ انہوں نے آنکھیں کھول دیں، اب کسی قسم کی کوئی تکلیف باقی نہیں رہی تھی بلکہ اس دن کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنکھوں کی کبھی بھی تکلیف نہیں ہوئی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حکم دیا کہ وہ اسلامی فوج کا پرچم تھام کر قلعہ کی طرف روانہ ہوں۔ کامیابی کی بشارت میرے آقا پہلے ہی دے چکے تھے۔ حضرت علی نے مزید ہدایات حاصل کرنے کے لئے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں؟''

''تم رفتہ رفتہ ان کی طرف پیش قدمی کرنا، پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کا پیغام دینا اور انہیں بتانا کہ مسلمان ہو جانے کی صورت میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کے کون کون سے حقوق ادا کرنا ہوں گے۔

علی! واللہ اگر آپ کے ذریعے ایک شخص بھی ہدایت یافتہ ہو گیا تو یہ سرخ اونٹوں کے حصول سے کہیں بہتر ہے''۔

حضرت علی المرتضیٰ آقا علیہ السلام کی دعائیں لے کر قلعہ ''ناعم'' کے سامنے پہنچے اپنا جھنڈا میدان میں گاڑا اور دشمنوں کو مقابلے کے لئے للکارا، یہودیوں نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی آمد پر ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ان کے دلوں پر رعب مسلط ہو گیا تھا، ایک یہودی نے قلعہ کی فصیل سے جھانک کر پوچھا: ''آپ کون ہیں؟''

''میں علی ابن ابی طالب ہوں''

''موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کرنے والے خدا کی قسم! آپ ہم پر غالب آ کر رہیں گے''۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی فوج قلعہ پر حملہ کے لئے تیار کھڑی تھی۔ مسلمانوں کے پختہ عزائم کو دیکھ کر یہودیوں نے قلعہ ''ناعم'' کے اندر سے اپنے ایک بہادر شخص ''حارث'' کو باہر بھیجا۔ اس نے مقابلے کی دعوت دی۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے آگے بڑھ کر ایک لمحے میں اپنی تلوار کے وار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ حارث جیسے بہادر اور طاقتور آدمی کے اس اچانک قتل سے اس کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے یہودی بھاگ کر واپس قلعہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد قلعہ کے اندر سے ان کا ایک طویل الجسہ طاقتور شخص ''عامر'' مقابلے کے لئے باہر نکلا۔ اس کا بہت بڑا قد اس کی ہیبت بڑھا رہا تھا۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لمبے قد کے شخص کو دیکھ کر صحابہ کرام سے فرمایا: ''اس لمبے قد والے شخص کو دیکھ رہے ہو؟''

حضرت علی المرتضیٰ نے اس کے جسم پر تلوار سے حملہ کیا لیکن اس کے لمبے قد کی وجہ سے اس پر اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مولا علی المرتضیٰ نے اس کی ٹانگوں پر تلوار کے پے در پے وار کئے۔ اس کی پنڈلیوں پر ''ضرب حیدری'' ایسی لگی کہ یہ نیچے زمین پر آ گرا۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فوراً اس کا سر اس کے تن سے جدا کر دیا۔

اس کے بعد یہودیوں کی طرف سے ''یاسر'' نامی ایک شخص نکلا جس کو قتل کرنے کے لئے حضرت زبیر نے حضرت علی سے گزارش کی کہ یہ موقع انہیں دیا جائے۔

حضرت زبیر کی والدہ میرے آقا کی محترمہ پھوپھی تھیں۔ وہ بھی اس وقت وہاں تشریف فرما تھیں اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک طاقتور شخص کے سامنے دیکھا تو پریشانی سے بولیں: ''کیا میرا بیٹا اس کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا؟''

Marfat.com

''نہیں نہیں! بلکہ انشاء اللہ آپ کا بیٹا اس کو قتل کرے گا''

فرمان رسالتمآب کے عین مطابق چند لمحوں میں حضرت زبیر نے اس یہودی کو ختم کر دیا۔ میرے آقا اپنے پھوپھی زاد کو داد شجاعت دیتے ہوئے دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے رہے اور فرمایا:

''اللہ کے ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے''۔

اپنے تین بہادروں کے عبرتناک انجام کو دیکھ کر یہودیوں نے اپنے سب سے طاقتور اور بہادر آدمی اور اپنے بادشاہ ''مرحب'' کو قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ باہر نکلا تو اس نے فولادی لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ غرور وتکبر سے اشعار پڑھتا ہوا نکلا عربوں کا دستور تھا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرتے وقت اپنی بہادری اور عزم کے اظہار کے لئے اشعار پڑھتے تھے۔ یہودیوں نے بھی یہاں برسہابرس سے قیام کے دوران یہ طریقہ سیکھ لیا تھا۔ یہ اشعار جنہیں ''رجز'' کہا جاتا ہے دشمن پر ہیبت اور خوف بٹھانے کے لئے پڑھے جاتے تھے۔ اس نے آتے ہی للکارنا شروع کر دیا اس کے شعروں کا مفہوم یوں تھا:

جانتا ہے مجھ کو خیبر میں ہوں وہ مرحب کہ جب
پہن لیتا ہوں لباس جنگ تو ٹلتا نہیں
ہے شجاعت میری یوں ضرب المثل کہ جب کبھی
مجھ پہ کر دے حملہ کوئی شیر دل تو میرا خوں
جوش سے کھول اٹھتا ہے اور میں ہار کر جاتا نہیں

مرحب کو اشعار پڑھ کر للکارتے ہوئے دیکھا تو وہ کمال شاعر آگے بڑھا جس نے دوران سفر اپنے رزمیہ اشعار سے اسلامی فوج کے حوصلے بڑھائے تھے جن کے پرعزم اشعار کو آقا علیہ السلام سے پسند فرمایا تھا اور ان پر اللہ کی رحمتیں نچھاور ہونے کی نوید سنائی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے مزاج شناسان مصطفیٰ کو اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عامر بن اکوع نے اس معرکہ حق وباطل میں جام شہادت نوش کرنا ہے۔ وہ مرحلہ اب قریب آ پہنچا تھا۔ مرحب کے اشعار کا جواب دینے اور میدان کارزار میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے عامر بن اکوع آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے شعر میں کچھ یوں کہا:

جانتا ہے مجھ کو خیبر میں ہوں وہ عامر جری
ہوں مسلح اور سب ہیں جانتے جرأت مری

حضرت عامر بن اکوع مرحب کا بھرپور مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنی تلوار سے مرحب پر خوب حملے کئے لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی اس لئے جیسے ہی یہ تلوار مرحب کی پنڈلی کو لگی تو پلٹ کر حضرت عامر کو آ کر لگی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور پھر اسی زخم سے ان کی شہادت کی بشارت کا لمحہ آ گیا۔

اس بے مثال شاعر کی روح ان کے جسم سے پرواز کر کے ''اعلیٰ علیین'' کی طرف جا رہی تھی تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے اپنی مقدس دو انگلیوں کو بلند کر کے فرمایا:

''ان کے لئے دوگنا اجر ہے، ان کی طرح جری مجاہد عرب زمین پر کم ہی پیدا ہوئے ہوں گے''

عامر کی شاعری اور ان کی بہادری دو مختلف خوبیاں تھیں۔ ان دونوں خوبیوں میں وہ ممتاز تھے اس لئے آقا علیہ السلام نے ان کی دونوں خوبیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ اجر وانعام کا اعلان فرمایا تھا۔

Marfat.com

عامر بن اکوع کی شہادت کے بعد وہ مرحلہ آن پہنچا جب سیدنا علی المرتضیٰ نے مرحب کے غرور وتکبر کا خاتمہ کرنا تھا اور اس کے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کرنا تھا۔ مولا علی یہ اشعار پڑھتے ہوئے سامنے تشریف لائے۔

میں علی ہوں نام حیدر ماں نے رکھا تھا میرا
شیر دل ہوں شیر جیسا نام تھا ماں نے دیا
میں ہوں وہ مرد جری کہ نام سنتے ہی مرا
دشمنان دین حق سب کانپ جاتے ہیں
شیر کی مانند ان پر حملہ جب کرتا ہوں میں
میری ہمت کے مقابل وہ ٹھہر سکتے نہیں
جب بھی وہ مجھ سے لڑیں گے تب ہی منہ کی کھائیں گے
سارے دشمن میرے نیزے سے یوں مرتے جائیں گے

مرحب اپنی تلوار لہراتے ہوئے آگے بڑھا، وہ اپنے سر پر پہنی ہوئی فولادی ٹوپی کی وجہ سے خود کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے اس کی اسی آہنی خود پر ضرب لگائی تو ذوالفقار حیدری اس کو کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اس کے سر کے دو حصے کر دیئے۔ آپ نے دوسرے ہی لمحے اس کے سر کو تن سے کاٹ کر ایک طرف پھینک دیا۔ یہ فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ اپنے شہ زور بادشاہ کا یہ انجام دیکھا تو قلعے کے اندر موجود یہودی سہم گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو وہاں دیکھ کر انہیں پہلے سے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آج شکست ان کا مقدر بن چکی ہے لیکن ان کی ذلت آمیز شکست اس قدر جلد ہو جائے گی اس کا شاید ان کو گمان نہیں تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے اس یہودی سردار کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کی بشارت کی تکمیل ہو گئی تھی۔ آپ نے یہ فرمان مکمل ہوا کہ اسلامی افواج کا پرچم اس کو عطا کیا جائے گا کہ جس کے ہاتھ پر فتح مقدر ہو چکی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس کے بعد ان یہودیوں سے مقابلہ کیا جو قلعہ کے اردگرد موجود تھے اور آخری حکمت عملی کے طور پر مدافعت کر رہے تھے۔ اس مرحلہ میں بچے کھچے یہودی سردار مارے گئے اور بالآخر حضرت علی المرتضیٰ کی قیادت میں اسلامی فوج نے قلعہ "ناعم" پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعہ پر قبضہ کے بعد یہودی وہاں سے فرار ہو کر اپنے دوسرے مضبوط قلعے "حصن صعب" میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس قلعہ کا محاصرہ کئی روز تک جاری رہا۔ ان کے چرواہے بھی بھیڑ بکریاں لے کر قلعے کے اندر چھپ گئے لیکن کب تک وہاں چھپے رہتے۔ ایک دن ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر باہر نکلا۔ اسلامی فوج کے پاس غذائی سامان کی قلت تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے جاں نثاروں سے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کون اس ریوڑ میں سے چند بکریاں پکڑ کر لا سکتا ہے؟"

حضرت کعب بن عمر نے فوراً کھڑے ہو کر اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کر دیا اور جا کر دو بکریاں پکڑ کر لے آئے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کے حکم کے تحت ان کو ذبح کیا گیا۔ ان دو بکریوں کے گوشت میں اتنی برکت ہو گئی کہ اس کو فوج کے اندر تقسیم کیا گیا اور سب کے لئے کافی ہو گیا۔

قلعہ کے محاصرہ کے کئی دن ہو چکے تھے۔ ابھی تک سامان خورد ونوش والا قلعہ فتح نہیں ہو سکا تھا۔ مجاہدین اسلام میں بھوک اور غذائی قلت کی وجہ سے پریشانی تھی۔ آقا علیہ السلام نے اپنے جاں نثاروں کی مسلسل فاقہ کشی کے پیش نظر دعا فرمائیں۔

"یا اللہ! ان مجاہدین کو اس سب سے بڑے قلعہ پر فتح نصیب عطا فرما جس کے اندر خوراک کا ذخیرہ موجود ہو"۔

Marfat.com

اس روز علم سیاہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے ان کو جھنڈا دے کر حملہ کرنے کا حکم دیا اور دعائیں دے کر رخصت کیا۔ اسی دن شام کو قلعہ ''صعب'' فتح ہو گیا جس کے نتیجے میں کھانے کی قلت کا مسئلہ نہیں رہا کیونکہ غذائی ذخیرہ اس قلعہ کے اندر موجود تھا۔ فیصلہ کن لمحات میں اپنے جاں نثاروں کو حوصلہ عطا فرمانے کے لئے سپہ سالار اعظم ﷺ خود میدان میں تشریف لے گئے آقائے دو جہاں کو وہاں دیکھا تو یہودی تیر اندازوں نے اپنے تیروں کا رخ آقا علیہ السلام کی طرف کر دیا لیکن جاں نثاران مصطفیٰ نے اپنے آقا کے ارد گرد حصار بنا لیا اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ یہودی بھاگ کر قلعہ کے اندر جانے لگے۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا تعاقب کیا اور قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور یہودیوں کا قتل عام شروع کر دیا جنہوں نے ہتھیار پھینک دیئے ان کو قیدی بنا لیا گیا۔

اندر قلعہ کے گودام میں غذائی سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ وہ تمام اشیاء جنہیں عرب بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں کھجوریں، شہد، خوردنی تیل، چربی اور جو۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کی طرف سے مجاہدین میں اعلان کر دیا گیا۔

''جتنا مرضی ہو اپنے لئے اور جانوروں کے لئے خوراک حاصل کرو لیکن ضرورت سے زیادہ خوراک اٹھا کر نہ لے جاؤ''۔

اس قلعہ کے اندر کھانا پکانے کے تانبے کے برتن ملے۔ آقا علیہ السلام کے حکم کے تحت مسلمانوں نے ان برتنوں کو اچھی طرح دھو کر کھانا پکایا، خوردنی اشیاء کے علاوہ وہ تمام جانور اور ریوڑ بھی قبضہ میں آ گئے جو اس قلعہ کے اندر تھے۔ اس میں بھیڑ بکریاں کثیر تعداد میں تھیں اس کے علاوہ اسلحہ کے ذخائر بھی ہاتھ لگے اس سے اگلہ مرحلہ قلعہ ''زبیر'' کو فتح کرنے کا مرحلہ تھا کیونکہ بچ جانے والے یہودی اس قلعہ میں محصور ہو گئے تھے۔ تین روز تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رہا۔ ایک یہودی ''غزال'' نے قلعہ سے کسی طرح باہر آ کر نبی اکرم ﷺ کو اس شرط پر قلعہ کے حوالے سے اہم معلومات مہیا کرنے کا وعدہ کیا کہ اسلامی فوج اس کو اور اس کے خاندان کو تحفظ فراہم کرے گی۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس کو تحفظ کی یقین دہانی فرمائی تو اس نے بتایا:

''ان قلعوں کے قریب زیر زمین سرنگوں کے ذریعوں پانی کی فراہمی کا بندوبست ہے۔ اس لئے وہ مہینوں تک اس قلعہ میں محصور رہ کر مدافعت کر سکتے ہیں آپ اگر ان پانی کی گزرگاہوں پر قبضہ کر لیں تو ان کو پانی کی فراہمی ختم ہو جائے گی اور وہ رات کو باہر نکل کر پانی حاصل کرنے میں ناکام ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس اہم اور خفیہ اطلاع کی بنیاد پر پانی کے ان ذخیروں پر قبضہ کر کے یہودیوں کے لئے فراہمی آب کا راستہ بند کر دیا۔ اس طرح یہودیوں نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ زبیر فتح ہو گیا۔ ابھی دو اور اہم قلعوں ''حصن ابی'' اور ''حصن نزار'' کا مرحلہ باقی تھا۔ یہودی قلعہ ابی میں پناہ گزیں ہوئے تو مسلمان فوجیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں سے ایک یہودی بہادر شخص ''عزوال'' باہر نکلا اور مقابلہ کے لئے للکارنا لگا۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت حباب بن منذر آگے بڑھے۔ وہ کچھ دیر تک مقابلہ کرتا رہا۔ پھر بھاگ کر پلٹا تو قلعہ میں جانے سے پہلے حضرت حباب نے اسے پکڑ لیا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور پھر اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور یہودی باہر نکلا اس کو حضرت ابو دجانہ نے قتل کر دیا۔ اب یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہ کی قیادت میں مسلمان فوجی قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اس مرحلہ پر بچے کھچے یہودی دیواروں سے چھلانگیں مار کر دوسرے قلعے ''نزار'' میں چھپ گئے۔ یہ اس علاقے کا سب سے محفوظ اور مضبوط قلعہ تھا اس قلعہ کے اندر انہوں نے بچوں اور عورتوں کو رکھا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ مسلمان اس قلعہ پر قبضہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑی پر تھا۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے اس تک پہنچنا مشکل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کو دوسرے قلعوں میں سے جو آلات جنگ ملے تھے ان میں ''منجنیقیں'' یعنی گولہ بارود برسانے والی توپیں بھی تھیں۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے ان منجنیقوں کو استعمال کرنے کا حکم دیا۔ گولہ باری کی وجہ سے قلعہ ''نزار'' کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے جس کی وجہ سے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی اور وہ خوف زدہ ہو کر قلعہ سے بھاگنے

Marfat.com

لگے، جلدی میں فرار ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی وہیں چھوڑ گئے۔ اس قلعہ پر قبضہ ہوتے ہی خیبر کے مرکزی علاقے پر مسلمانوں کا تسلط اور غلبہ ہوگیا۔ اب سپہ سالار اعظم ﷺ نے خیبر کے دوسرے اہم علاقے ''کتیبہ'' کا رخ کیا۔ یہاں پر بھی متعدد قلعے تھے جن میں قلعہ ''قموص'' سب سے اہم اور بڑا تھا۔ اس قلعہ پر قبضہ کے لئے بیس دن تک جدوجہد کی گئی اور اس قلعہ کا محاصرہ جاری رہا اور جھڑپیں بھی ہوتی رہیں۔

اس قلعہ پر قبضہ کے حوالے سے فیصلہ کن معرکے میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اہم کردار ادا کیا۔ جنگی حکمت عملی کے تحت جب سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس قلعہ پر حملہ کے لئے منجنیقیں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تو یہودیوں کو معلوم ہوگیا کہ اب ان کے لئے ہتھیار ڈال دینے اور شکست تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ اس لئے انہوں نے مذاکرات کی پیشکش کر کے اس قلعہ کا قبضہ مسلمانوں کو دے دیا۔ اس قلعہ کی فتح کے نتیجے میں بالآخر پورا خیبر مسلمانوں کی تحویل میں آ گیا کیونکہ دوسرے قلعے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔

''حصن القموص'' سے جو مرد و خواتین قیدی بنائے گئے اس میں قلعہ کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق کے اہل خاندان بھی تھے۔ کنانہ کی دلہن صفیہ ایک یہودی سردار حی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کو بعد ازاں میرے آقا کی زوجہ محترمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور پوری امت مسلمہ کے لئے ماں کے درجے پر فائز ہوگئیں۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مرضی سے آقا علیہ السلام سے زوجیت کا شرف حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

خیبر کے دو قلعوں ''وطیح'' اور ''سلالم'' کا محاصرہ چودہ دن جاری رہا اور بغیر کسی جنگ کے یہودیوں نے مذاکرات کی پیشکش کی۔ کنانہ بن ابی الحقیق نے جب سپہ سالار اعظم ﷺ کو مذاکرات کا پیغام بھیجا تو آپ نے اس سے بات چیت پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور باہمی معاہدہ طے پا گیا۔ اس معاہدے کے بنیادی نکات یہ تھے:

☆ قلعوں میں موجود یہودی باہر آ جائیں گے اور ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔
☆ یہودیوں کے قیدی بچے ان کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔
☆ یہودی خیبر کے شہر سے اور اس کی زرعی زمینوں سے قبضہ ختم کر کے یہاں سے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ چلے جائیں گے۔
☆ یہودی اپنا سارا مال اسباب مثلاً زیورات، کپڑے، جانور، اسلحہ سب کچھ حضور علیہ السلام کے حوالے کر دیں گے۔ صرف اتنے کپڑے ساتھ لے جا سکیں گے جو وہ اپنی سواری پر لاد سکیں گے۔

یہ آخری دو قلعے نخلستان کے علاقے میں تھے، یہاں کھجوروں کے چالیس ہزار درخت تھے۔ ان قلعوں سے تلواریں، نیزے اور دیگر اسلحہ بھی وافر تعداد میں ملا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر تمام اراضی اور سامان پر قبضہ کر لیں۔

خیبر پر مکمل قبضہ کے بعد میرے آقا نے یہودی سردار کنانہ اور ربیع بن ابی الحقیق کو بلوایا وہ اپنے بھائی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے تو آقا علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا۔

''حی بن اخطب مدینہ سے واپسی پر جو اشیاء اپنے ساتھ لایا تھا وہ کہاں ہیں؟''

''وہ سارا مال اسباب جنگوں میں خرچ ہوگیا ہے''۔

آقائے دو جہاں ﷺ کو ایک یہودی مخبر نے آ کر اطلاع دی تھی کہ مدینہ سے آنے والے بنونضیر کے یہودیوں نے حی بن اخطب کی گمراہی میں یہاں پہنچ کر ایک ویرانے میں اپنا خزانہ زمین کھود کر چھپا دیا تھا۔ سرکار مدینہ نے کنانہ سے پوچھا:

Marfat.com

''کیا تمہیں اس خزانہ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں؟''

''میں کسی خزانے کے متعلق کچھ نہیں جانتا'' کنانہ کے انکار پر اس مخبر یہودی نے بتایا: ''میں اس کو اکثر اس ویرانے میں چکر لگاتے دیکھتا رہا ہوں''۔

''اگر وہ خزانہ ہمیں مل گیا تو تم سے معاہدہ ختم ہو جائے گا اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں رہے گی اور تم کو قتل کر دیا جائے گا''۔

کنانہ نے اس واضح تنبیہ کے باوجود یہ تسلیم نہ کیا کہ اسے پوشیدہ خزانہ کے بارے میں کچھ معلوم ہے اس کے بعد سرکار مدینہ نے اس مخصوص جگہ کو کھودنے کا حکم دیا جس کی نشاندہی کی گئی تھی وہاں خزانے کا ایک حصہ مل گیا۔ اونٹ کے چمڑے میں محفوظ کئے گئے زیورات کا ڈھیر بارگاہ رسالت میں لا کر پیش کیا گیا تو آپ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ وہ کنانہ کو ساتھ لے جا کر اس سے اگلوائیں کہ باقیماندہ خزانہ کہاں دفن ہے۔

حضرت زبیر نے اس پر ذرا تشدد کیا تو وہ فوراً یہ بتانے پر آمادہ ہو گیا کہ خزانہ کہاں ہے۔ یہ خزانہ بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد طے شدہ اصول کے تحت سپہ سالار اعظم ﷺ نے کنانہ کو اپنے ایک جاں نثار محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا۔ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو قلعہ سے پتھر گرا کر شہید کر دیا تھا۔ اب ان کے بھائی نے فرمان رسالتمآب کے مطابق اسے قتل کر دیا۔ ابوالحقیق کا دوسرا بیٹا بھی معاہدے کی خلاف ورزی کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔

اگرچہ معاہدے کے مطابق یہودیوں نے جلاوطنی قبول کر لی تھی اور خیبر چھوڑ کر چلے جانے کی حامی بھر لی تھی لیکن ابھی مسلمانوں کے پاس زراعت کے پیشہ سے منسلک اتنے افراد نہیں تھے جو خیبر کی سرسبز زمینوں اور وہاں کے ہزاروں کھجوروں کے درختوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کر سکیں اور زرعی آمدنی کو برقرار رکھ سکیں۔ اس لئے آپ نے خیبر کی زرعی زمینیں اس شرط پر یہودی زراعت پیشہ افراد کے حوالے کر دیں کہ تمام زرعی پیداوار کا آدھا حصہ ان یہودی مزارعین کو ملے گا اور جب تک سرکار مدینہ چاہیں گے یہودی یہاں پر رہ سکیں گے۔ وگرنہ ان کو یہاں کا علاقہ چھوڑ کر جانا ہوگا۔

خیبر کے فتح ہوتے ہی مالی مشکلات کا دور ختم ہو گیا اور خوشحالی کا آغاز ہو گیا۔ زرعی طور پر بہت زرخیز علاقہ ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں غذائی قلت کا امکان باقی نہیں رہا تھا۔ اس کا فوری طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ مہاجرین نے اپنے انصاری بھائیوں سے ملنے والے کھجوروں کے درخت اور زرعی زمینیں واپس کر دیں جو انہوں نے ہجرت مدینہ کے وقت انہیں ملی تھیں۔ اب خیبر کی زرعی زمینیں ان کی مالی اور غذائی کفالت کے لئے کافی تھیں۔

فتح خیبر ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ مسلمان اس خوشی پر اللہ رب العالمین کے حضور اظہار تشکر کر رہے تھے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والوں کا آخری قافلہ جس میں سولہ افراد تھے اس خوشی کے موقع پر شریک ہونے کے لئے خیبر میں پہنچ گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مکہ مکرمہ کے کٹھن اور مشکلات سے بھرپور دور میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد وہاں جانے والے لوگوں میں سے بعض نے واپسی کا فیصلہ پہلے کر لیا تھا۔ یہ قافلہ سب سے آخر میں آیا تھا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ نے یہودیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ''خیبر'' کی طرف فوج کشی کی ہے۔ لہٰذا حضرت علی المرتضیٰ کے برادر محترم حضرت جعفر بن ابی طالب کی سربراہی میں یہ سولہ رکنی قافلہ خیبر پہنچا۔ وہ اب مزید جدائی نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ وہ جلد از جلد رخ مصطفیٰ کا دیدار کرنے کے متمنی تھے۔

اس قافلے میں شریک مرد اور عورتیں خیبر پہنچیں تو انہیں دیکھ کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک

Marfat.com

رہا تھا آپ نے ان لوگوں کو واپس آنے کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا تھا اور نجاشی بادشاہ حبشہ کو پیغام بھجوایا تھا کہ انہیں بحفاظت واپس بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔ حضرت جعفر جب آقائے دو جہاں ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے انہیں سینہ اقدس سے چمٹا لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیکر ارشاد فرمایا:

''مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس چیز کی زیادہ خوشی ہوئی ہے، فتح خیبر کی یا جعفر کی آمد کی''۔

قافلے میں خواتین بھی شریک تھیں ان میں ایک صحابیہ اسماء بنت عمیس بھی تھیں، حضرت عمر اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں گئے تو یہ خاتون بھی وہاں تشریف فرما تھیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہ نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیس حبشہ سے ابھی پہنچی ہیں۔ حضرت عمر نے برجستہ کہا ''ہجرت میں ہم لوگ تم لوگوں سے سبقت لے گئے'' انہوں نے فوراً جواب دیا: ''نہیں ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر وطن سے دوری برداشت کی ہے اور اہل خاندان سے دور رہے ہیں''۔ آقا علیہ السلام خیمے میں تشریف لائے تو انہوں نے حضرت عمر کے فقرے کا تذکرہ کیا اور ان کو دیا جانے والا اپنا جواب بھی بتا دیا۔

میرے کریم آقا ﷺ نے اس عظیم المرتبت صحابیہ کا حضرت عمر کو دیا جانے والا جواب سن کر ارشاد فرمایا:

''تم لوگوں سے بڑھ کر کسی اور کا حق مجھ پر نہیں ہے۔ عمر اور ان کے ساتھیوں نے صرف ایک مرتبہ ہجرت کی ہے کشتی میں سفر کر کے آنے والے اس قافلے نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے''۔

آقائے دو جہاں ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کریمانہ کلمات سن کر اسماء بنت عمیس کی خوشی کی انتہا نہ رہی، سفر کی ساری مصیبتیں ساری تکلیفیں جاتی رہیں اس کے بعد ان سے قافلے میں شریک دیگر افراد سرکار مدینہ کا یہ پیار بھرا فقرہ بار بار سنتے رہے، اس قافلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، وہ یمن سے آنے والے اس قافلے میں شامل تھے جو طوفان کی وجہ سے حبشہ کے ساحل پر جا اترا تھا۔ وہ حضرت جعفر کے ہمراہ مدینہ منورہ اس لئے حاضر ہوئے تھے کہ سرکار مدینہ کی زیارت کر سکیں جب یہ معلوم ہوا کہ آپ خیبر تشریف لے گئے ہیں تو انہیں وہاں چند دن انتظار کرنا بھی ان کے لئے مشکل تھا اس لئے وہ بھی اپنے باقی ہمسفروں کے ہمراہ ''خیبر'' پہنچے اور بارگاہ نبوت میں حاضری دی۔

خیبر میں حاضری دینے والوں میں وہ عظیم المرتبت شخصیت بھی شامل تھی جس کو احادیث کے ذخیرے کا حافظ بننے کا اعزاز ملنے والا تھا۔ اپنے قبیلے کے اسی افراد کے ہمراہ آنے والے عبدالرحمٰن نے جنہیں میرے آقا نے بعد میں ابو ہریرہ کا لقب دے کر ان کی پہچان بنا دیا مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں رکنا گوارا نہ کیا اور حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں فوراً حاضر ہونے کے لئے ارادہ کر لیا۔

مسجد نبوی میں مصلے رسول پر امامت کرانے والے حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری نے ان کے لئے سواریوں کا انتظام فرمایا اور اس طرح یہ قافلہ ''خیبر'' اس وقت پہنچا جب شہر کے مرکزی قلعے فتح ہو چکے تھے اور باقیماندہ قلعوں کا محاصرہ جاری تھا۔ میرے آقا نے خیبر میں پہنچنے والے جبشہ اور حضرت ابو ہریرہ کے قافلوں کے افراد کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔

خیبر فتح ہو چکا تھا، یہودی مغلوب ہو چکے تھے لیکن ان میں سے سازشی ذہن کے لوگ دل ہی دل میں کڑھ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا، ان کے دلوں میں نفرت کا لاوا بہہ رہا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ شمع رسالت کو بجھانا چاہتے تھے لیکن بجھا نہیں سکتے تھے کیونکہ رب تعالیٰ اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہوئی تھی۔

جس دن آقا علیہ السلام فاتحانہ انداز سے قلعہ قموص میں داخل ہوئے مرحب کی بہن زینب بکری کا گوشت بھون کر آقا علیہ السلام کی خدمت میں لے آئی۔ یہ گوشت زہر آلود تھا، خصوصاً گوشت کے اس حصے میں زہر زیادہ لگایا تھا جس کے متعلق معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ کو زیادہ مرغوب ہے۔ آپ نے اس گوشت میں سے ایک ٹکڑے کو اٹھا کر چباتے ہی فوراً تھوک دیا اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''گوشت کا یہ حصہ مجھے بتا رہا ہے کہ یہ زہر آلود ہے''۔

آپ نے اس عورت کو طلب کیا اور اس سے زہر کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے زہر ملانے کا اقرار کرلیا۔

''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

آقا علیہ السلام کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا۔

''میں نے سوچا تھا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو پتہ نہیں چل سکے گا اگر اللہ کے نبی ہیں تو آپ کو خبر ہو جائے گی اور آپ نہیں کھائیں گے''۔

اس وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ دسترخوان پر حضرت بشر بن براء اور چند دیگر صحابہ کرام موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت بشر نے بھی گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا تھا اور اس کو کھا لیا تھا۔ اگرچہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے لیکن ادب بارگاہ رسالتمآب کی وجہ سے اسے وہ تھوک نہ سکے اور چند لمحوں میں ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور پھر اس زہر کی وجہ سے ان کا وصال ہو گیا۔ میرے آقا نے ان کے قتل کے بدلے میں اس یہودی خاتون کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔

معرکہ خیبر میں مسلمان شہیدوں کی تعداد تقریباً بیس تھی جبکہ 93 یہودی مارے گئے۔ خیبر کی فتح کے بعد حضور کی خدمت میں ''فدک'' کے علاقے کی طرف سے ایک نمائندہ وفد آیا جنہوں نے خیبر کے یہودیوں کی طرح آدھی پیداوار کی بنیاد پر صلح کا معاہدہ کرلیا اور اس طرح سرکار مدینہ ﷺ کو ''فدک'' کی طرف فوج کے ہمراہ جانے کی ضرورت نہ پڑی اور بغیر جنگ کے یہ علاقہ فتح ہو گیا چونکہ یہ علاقہ مسلمان افواج کی مہم اور جنگ کے بغیر حاصل ہوا تھا اس لئے سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس خطہ زمین کی پیداوار کو اپنے اہل خاندان کی ضروریات اور اپنی زیر نگرانی غرباء و مساکین کی ضروریات پورا کرنے کے لئے وقف فرما دیا۔ یعنی اس علاقے کی پیداوار میں سے فوج کے دیگر افراد کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ البتہ آپ اپنی مرضی سے مجاہدین کی ضرورت کے لئے اس میں سے کفالت فرماتے تھے۔

خیبر سے آپ وادی القریٰ تشریف لے گئے یہاں پر بھی یہودی آباد تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور قافلہ مصطفوی پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے جاں نثاروں کی صفیں منظم کر کے بھرپور حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہودیوں کے شہسوار ایک ایک کر کے میدان میں آتے رہے اور جان کی بازی ہارتے رہے، اس دن ان کے گیارہ آدمی قتل ہوئے۔ میرے آقا نبی کریم ﷺ انہیں مسلسل اسلام قبول کر لینے کی دعوت دیتے رہے اور مقابلہ بھی جاری رہا مسلمانوں نے رات وہیں قیام کیا۔ دوسرے دن دوپہر سے پہلے پہلے وادی القریٰ کے یہودیوں نے اپنی شکست تسلیم کر کے اپنا مال اسباب جاں نثاران مصطفیٰ کے حوالے کر دیا۔ کامیابی کے بعد سپہ سالار اعظم ﷺ نے وہاں چار دن قیام کا فیصلہ فرمایا۔ جو مال غنیمت ملا تھا اسے جاں نثاروں میں تقسیم فرما دیا زرعی زمین اور کھجور کے باغات کے متعلق وہی فیصلہ فرمایا جو خیبر کے متعلق فرمایا تھا۔

خیبر کے بعد ''فدک'' اور ''وادی القریٰ'' میں ہونے والی کامیابیوں اور فتوحات کی خبریں وادی تیماء کے یہودیوں کو بھی پہنچ چکی تھیں انہوں نے مقابلہ کرنے کی بجائے امن معاہدہ کرنے کو ترجیح دی۔ ان کا وفد سپہ سالار اعظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی ہدایت پر حضرت خالد بن سعید نے ایک معاہدہ لکھا جس میں ''تیماء'' کے یہودیوں کو امن سے رہنے کی ضمانت دی گئی تھی اور انہیں ان کے علاقوں سے جلاوطن نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ جن دنوں سپہ سالار اعظم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کی قوت توڑنے کے لئے ان کے علاقوں کا رخ کیا ان دنوں آپ نے نجدی لٹیروں کو ڈرانے کے لئے حضرت ابان بن سعید کی سربراہی میں ایک فوجی دستہ روانہ فرمایا۔ آپ کو معلوم تھا کہ طویل عرصے کے لئے مدینہ منورہ سے باہر رہنا پڑے گا اس عرصہ میں مدینہ منورہ کو ان نجدی رہزنوں کے خطرے کا سامنا رہے گا کیونکہ وہ مدینہ کو خالی سمجھ کر اس پر چڑھ دوڑیں گے اس لئے آپ نے جنگی حکمت عملی کے تحت اپنے جانبازوں کا ایک دستہ ان نجدیوں کے علاقوں میں بھیج کر

Marfat.com

انہیں وہاں مصروف رکھا تا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں جبکہ سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں اسلامی فوج خیبر اور اس کے ملحقہ علاقوں میں کامیابیاں حاصل کرتی رہی۔ خیبر میں فتح کے حصول کے بعد ابان بن سعید کا فوجی دستہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس طرح خیبر اور اس کے ملحقہ علاقے بھی قبضے میں آ گئے اور نجد کے قبائل کو بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

خیبر سے واپسی پر سپہ سالار اعظم ﷺ اور آپ کے جاں نثار مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو پورے جزیرۃ العرب میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ سرکار مدینہ کی قیادت میں اسلامی افواج نے خیبر کے عظیم الشان قلعوں کا غرور رکھنے والے متمول اور خوشحال یہودیوں کو شکست سے دوچار کر دیا ہے اور ان کو اس وقت تک خیبر میں رہنے کی اجازت دی ہے جب تک سرکار مدینہ چاہیں گے۔ اسلامی تاریخ کا یہ اس لحاظ سے بہت ہی اہم واقعہ تھا کہ کفار مکہ یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ جن جنگجو مسلمانوں کو ہم شکست نہیں دے سکتے انہیں طاقتور اور جدید آلات حرب سے مسلح یہودی شکست آشنا کر دیں گے اور ہماری ناکامیوں کا بدلہ مل جائے گا۔ وہ مکہ مکرمہ میں آنے والے ہر مسافر سے ''خیبر'' کے معرکوں کی تفصیلات پوچھتے۔ ایسی کسی جھوٹی خبر پر خوش ہوتے جس میں مسلمانوں کی ناکامی کی داستان ہوتی لیکن بالآخر انہیں معلوم ہو گیا کہ ان من گھڑت خبروں میں کوئی صداقت نہیں تھی۔ جاں نثاران مصطفیٰ نے اپنے آقا کی قیادت میں جس طرح قریش مکہ اور ان کے حواریوں کا غرور خاک میں ملایا تھا اسی طرح یہودیوں کے عظیم الشان قلعوں کو تسخیر کر کے ان کے تکبر کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ بدر سے احد، احد سے احزاب اور احزاب سے خیبر تک تمام غزوات سپہ سالار اعظم ﷺ کے پیغمبرانہ معجزات اور قیادت کا عظیم ترین ثبوت ہیں۔ بے مثال عسکری قیادت۔

Marfat.com

سولہواں منظر

مسجد نبوی سے متصل کاشانہ نبوت ہے۔ کچی مٹی سے بنا ہوا یہ نورانی کمرہ جس کی دیواریں چھوٹی سی ہیں اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور گارے کے لیپ سے بنائی گئی ہیں اتنا مختصر سا ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں قیام اللیل کے لئے جب کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے رب کی بارگاہ میں نوافل ادا کرتے ہیں تو بعض دفعہ آپ کا جسم اطہر ہماری محترم ماں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے جسم سے چھو جاتا ہے کیونکہ کمرہ میں اتنی زیادہ جگہ نہیں ہے کہ میرے آقا علیحدہ جگہ پر نماز ادا فرما سکیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی ابھی صلوٰۃ التہجد پڑھ کر ذرا دیر کے لئے سو گئے ہیں۔ یہ رات کے پچھلے پہر کے نوافل تھے۔ اس سے پہلے آدھی رات کو بھی آپ نے نوافل پڑھے تھے اور پھر اپنے بستر پر سو گئے تھے جو سادگی اور آپ کی شان فقر و استغناء کا حسین مظہر ہوتا تھا، اس کے بعد آپ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوئے تھے اور نوافل پڑھ کر فجر کی نماز تک ذرا آرام کرنے کے لئے محو استراحت ہو گئے ہیں۔ ام المومنین یہ سمجھی ہیں کہ آپ شاید نیند فرما رہے ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ فجر کی اذان دیتے ہیں۔

حجرہ مبارک مسجد نبوی سے متصل ہے۔ اس کی ایک کھڑکی مسجد کے مرکزی کمرہ میں کھلتی ہے۔ حضرت بلال کی اذان کی آواز سنتے ہی میرے آقا بستر سے اٹھتے ہیں اور مسجد نبوی میں جانے کے لئے اپنے مقدس نعلین مبارک پہنتے ہیں اور مسجد کی طرف رخ فرماتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

''میں سمجھی آپ گہری نیند سو رہے ہیں اس لئے آپ وضو فرمائیں گے''۔

''نہیں! میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل جاگ رہا ہوتا ہے''

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی تشریف لے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہلے سے وہاں موجود ہیں۔

مدینہ منورہ کی مضافاتی بستیوں سے بھی صحابہ کرام آقا کی امامت میں نماز فجر ادا کرنے کے لئے یہاں پہنچ چکے ہیں۔

صفیں درست کی جاتی ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نظر صفوں پر ڈالتے ہیں اور پھر تکبیر تحریمہ کے بعد آپ کی اقتداء میں نماز کا آغاز ہو جاتا ہے۔ کائنات کا امام مصلے مسجد نبوی پر اس قرآن مجید کی تلاوت فرما رہا ہے جو ان کے قلب اطہر پر نازل ہوا ہے۔ ایک نور کی فضا ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام انہماک اور وجدان کے ساتھ اپنے آقا کی زبان مقدس سے تلاوت آیات سن رہے ہیں۔ ایک ایک آیت دل میں نازل ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔

نماز فجر مکمل ہوتی ہے، میرے آقا اپنے معمولات کے مطابق اذکار اور وظائف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کی تحمید و تہلیل و تسبیح پر مبنی آپ کے اوراد مبارکہ مکمل ہوتے ہیں تو آقا ایک محبت بھری نظر صحابہ کرام کی طرف ڈالتے ہیں جو اس انتظار میں وہاں ادب و احترام سے بیٹھے ہوئے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے کچھ ارشاد فرمائیں اور وہ رحمۃ اللعالمین کی زبان اقدس سے نورانی کلمات سن سکیں۔

''آپ میں سے کسی نے گزشتہ رات کوئی خواب دیکھا ہے'' کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو وہ بیان کر دیتا ہے۔ پھر آقا خود اپنا خواب

Marfat.com

بتاتے ہیں اور اس کی تعبیر بھی کر دیتے ہیں کیونکہ خوابوں کی صحیح ترین تعبیر خاصہ نبوت اور علوم رسالت کا مظہر ہے۔ اتنے میں سورج طلوع ہوتا ہے۔

آفتاب اپنا سفر شروع کرتا ہے۔ دن چڑھے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار پھر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور پھر مسجد نبوی سے باہر تشریف لے آتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے بچے اور بچیاں جن کو ان کے والدین نے بارگاہ نبوت کی دعائیں حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا ہے مسجد نبوی کے دورازے کے باہر انتظار کر رہے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پیار و محبت سے سب کو قریب بلاتے ہیں۔ آپ ان پر دست شفقت پھیر رہے ہیں۔ ان کے لئے دعائیں کر رہے ہیں ان کو محبتوں سے نواز رہے ہیں۔ کچھ بچوں نے پانی سے بھرے ہوئے برتن اٹھا رکھے ہیں تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیں اور یہ پانی بابرکت ہو جائے، پھر آپ حجرہ اقدس میں تشریف لے جاتے ہیں۔

آپ اپنی بکری کا دودھ خود دوہتے ہیں اور اس کو برتن میں ڈال کر ام المومنین کو پیش کرتے ہیں اور خود بھی کھجور کے ساتھ نوش فرماتے ہیں۔

مسجد نبوی میں دور دراز سے ملاقات اور دیدار کے لئے آنے والے بیرونی وفود اور صحابہ کرام آنا شروع ہو گئے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر بعد پھر مسجد نبوی تشریف لاتے ہیں، کوئی تکلف نہیں، کوئی مخصوص اہتمام نہیں کوئی ''ہٹو بچو'' کی صدائیں نہیں، بڑی سادگی اور ابدی وقار کے ساتھ میرے آقا مسجد نبوی میں آ کر مسند نشین ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے ایک مرتبہ ایک بلند چبوترہ بنانے کی گزارش کی تھی تا کہ آپ اس پر تشریف رکھا کریں لیکن آپ نے اس تجویز کو قبول نہیں فرمایا تھا اور صحابہ کرام کے ساتھ زمین پر بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔

مختلف علاقوں سے آنے والے وفود اپنے اپنے علاقوں کے حالات بتا رہے ہیں، اپنے قبائل میں اسلام کی تبلیغ کے حوالے سے مشکلات اور دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم سے آقا علیہ السلام کو آگاہ کر رہے ہیں۔

بعض دیہاتی علاقوں سے آنے والے ''اعرابی'' بارگاہ نبوت کے آداب سے کما حقہ آگاہ نہیں ہیں اس لئے ''السابقون الاولون'' یعنی ممتاز صحابہ کرام ان کو بارگاہ نبوی کے آداب احترام قرینہ اور سلیقہ بتا رہے ہیں۔ اولین دور کے صحابہ کرام کا ادب و احترام ان کی نشست کے انداز سے ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ اپنے آقا کے سامنے دوزانو ہو کر اس طرح بیٹھے ہیں کہ ان کے سر جھکے ہوئے ہیں اور ہمہ تن گوش ہیں، پوری یکسوئی سے اپنے آقا کے فرامین کو سن رہے ہیں اور دل کی تختی میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر رہے ہیں۔ ان کو اس اہمیت کا احساس ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس مقدس گروہ کو خاتم النبیین ﷺ کی صحبت کے لئے چن لیا ہے۔ یہ منصب صحابیت پر فائز ہیں۔ ان کو سرور کائنات کے ایک ایک لفظ ایک ایک فقرہ کو ذہنوں میں محفوظ کر لینا ہے تا کہ آنے والے دور میں امت کلام نبوی کے اعجاز سے مستفید ہو سکے۔ انہیں پتہ ہے کہ انہیں آنے والی نسلوں تک اس پیغام نبوت کو پہنچانا ہے اور اپنے آقا کے فرامین اور سیرت کو رہتی دنیا تک امت کے لئے نشان منزل بنانے کے لئے ہر علاقے اور خطے کے لوگوں تک پہنچانا ہے۔

اس محفل میں صرف وعظ و نصیحت اور عبادات و معاملات پر ہی ارشادات نبوی نہیں ہو رہے ہیں بلکہ دشمن کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگی حکمت عملی پر غور کیا جا رہا ہے۔ مختلف علاقوں میں جانبازوں کے دستے تشکیل دیئے جا رہے ہیں جو شورش زدہ علاقوں میں جا کر باطل قوتوں کا زور ختم کر سکیں اور اگر ضروری ہو تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے جانثاروں کے ہمراہ کینہ پرور اور فساد برپا کرنے والے قبائل کے علاقوں کی طرف جانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں کس دن جانا ہے، کس راستے سے جانا ہے اور کن کن جانثاروں کو ساتھ لے جانا ہے یہ تمام معاملات زیر بحث آ رہے ہیں۔

صحابہ کرام اپنے ذاتی اور گھریلو معاملات بھی پیش کر رہے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی گفتگو بڑے اطمینان و سکون سے سن کر ان

Marfat.com

کو پیغمبرانہ شان سے مشورے دے رہے ہیں۔

خواتین کی طرف سے مسلسل خواہش تھی کہ ان کو بھی ایک دن ملاقات کے لئے عطا کیا جائے تا کہ وہ بھی اپنے مسائل پیش کر سکیں اور تفہیم دین کے لئے اپنے سوالات کے بارگاہ نبوت سے جوابات حاصل کر سکیں۔ اس لئے ان کے لئے ایک دن متعین کر دیا گیا ہے۔

خواتین اپنے مخصوص دن پر مسجد نبوی میں آ رہی ہیں۔ مدینہ منورہ کے ہر محلے اور ہر علاقے کی مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں مسجد نبوی کی طرف رواں دواں ہے۔

انہیں آج اپنے آقا کے حضور ایک طویل نشست کا موقع ملے گا۔ انہیں تسلی سے دیدار نبوی کی سعادت نصیب ہوگی انہیں اپنے اپنے معاملات کی رہنمائی کے لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے کلمات طیبات سننے کو ملیں گے چونکہ یہ نشست عورتوں کے لئے مخصوص ہے اس لئے مردوں کا داخلہ بند ہے۔

مسجد نبوی کے مرکزی دروازہ پر خادم خاص حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ اور آنے والے مرد حضرات کو بتا رہے ہیں کہ آج کا دن خواتین کے لئے ہے۔ البتہ بعض اہم معاملات کے لئے کسی خاص شخصیت کو ملاقات کی اجازت دے دیتے ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق بارگاہ نبوت میں حاضری کے لئے آتے ہیں اور خواتین کے اس اجتماع میں ان کو جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے ان کو آقا علیہ السلام ایک اہم اور ضروری بات کرنا ہے۔

خواتین کے اس اجتماع میں اپنائیت اور محبت کا عجیب منظر ہے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی محفل میں صحابیات اس طرح بیٹھی ہیں جس طرح خاندان کے سربراہ کی موجودگی میں اطمینان اور بے تکلفی سے بیٹھتی ہیں۔ ہر طرح کے سوالات کر رہی ہیں۔ اپنے گھریلو معاملات اور مسائل بیان کر رہی ہیں۔ اپنے شوہروں کے متعلق بھی بتا رہی ہیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنی مخصوص ملکوتی مسکراہٹ کے ساتھ ان تمام خواتین کی گفتگو سن رہے ہیں اور ان کے سوالات کے جوابات عنایت فرما رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق جیسے ہی محفل میں نمودار ہوتے ہیں خواتین یکدم خاموش ہو جاتی ہیں۔ حضرت عمر حیران ہو جاتے ہیں۔

''کیا بات ہے آپ خاموش کیوں ہو گئی ہیں؟''

''ہم آپ کی شخصیت کی ہیبت کی وجہ سے خاموش ہو گئی ہیں''

ایک خاتون وضاحت کرتی ہیں۔

''اللہ تم لوگوں کو عقل دے، تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں اور مجھ سے ڈرتی ہو''

''ہم نبی اکرم سے کیوں ڈریں، وہ تو بڑے اطمینان سے ہماری باتیں سنتے ہیں''

میرے آقا حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان سے گفتگو فرماتے ہیں، اس کے بعد حضرت عمر روانہ ہو جاتے ہیں اور خواتین کی اس محفل میں ادب واحترام سے لبریز بے تکلفی کا یہ ماحول دوپہر کی نماز تک جاری رہتا ہے۔

نماز ظہر سے پہلے مسجد نبوی میں سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کاشانہ نبوت تشریف لے جاتے ہیں۔ اگر گھر میں کچھ پکا ہوا ہے تو تناول فرما کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے ہیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد یہ ''قیلولہ'' آپ کا معمول مبارک ہے، اس دوران آپ سے ملاقات کے لئے آنے والے صحابہ کرام اور مختلف علاقوں سے آنے والے وفود مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہیں۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے آئیں تو دیدار نبوی سے فیض یاب ہو سکیں اور ہدایات ورہنمائی حاصل کر سکیں۔

کچھ بادیہ نشین ''اعرابی'' ابھی آداب نبوت سے مکمل طور پر آگہی حاصل نہیں کر سکے اور انہیں معلوم نہیں ہے کہ بارگاہ نبوت میں حاضری

Marfat.com

کے کیا تقاضے ہیں۔

میرے آقا حجرہ اقدس میں آرام فرما رہے ہیں۔

اچانک شور بلند ہوتا ہے کچھ لوگ اونچی اونچی آواز میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی لے کر آپ کو کاشانہ نبوت سے باہر آنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اپنا اپنا خاندانی تعارف کرا رہے ہیں اور باآواز بلند بتا رہے ہیں کہ ان کا تعلق کن اہم قبائل سے ہے اور ان سے ابھی ملاقات کرنے کے لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا گھر سے باہر آنا کس قدر اہم اور ضروری ہے۔

میرے آقا ان دیہاتی قبائلی لوگوں کے باآواز بلند پکارنے اور ملاقات کے اصرار پر گھر سے باہر تشریف لے آتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو ان لوگوں کا یہ انداز پسند نہیں آیا لیکن اپنے اخلاق کریم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو ملتے ہیں اور مسجد نبوی میں ان سے ملاقات کرتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کے نزدیک ان اعرابیوں کا یہ انداز بارگاہ نبوت کے آداب کے خلاف ہے اس لئے امت کی رہنمائی اور ہمیشہ کے لئے رہنما اصولوں کو بتانے کے لئے جبرئیل امین سدرۃ المنتہیٰ سے مسجد نبوی تشریف لے آتے ہیں۔ وحی کی آمد کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ وحی الٰہی کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آقا پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

چند لمحوں بعد آقا علیہ الصلوۃ والسلام بارگاہ خداوندی کا پیغام سنا رہے ہیں۔ میرے آقا کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے کلمات جن کو قرآن بنتا ہے صحابہ کرام کے ذہن میں محفوظ ہو رہے ہیں۔ پیغام بہت واضح اور غیر مبہم ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے ادب رسالت مآب کے تقاضے بیان ہو رہے ہیں۔ سورۃ الحجرات کی آیات کا مفہوم یہ ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آواز نبی اکرم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو! اور ان کو اس طرح سے مخاطب نہ کیا کرو جس طرح تم آپس میں باتیں کرتے ہو۔ ایسا کرنے سے تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

آگے چل کر پیغام الٰہی آداب نبوی کا سلیقہ بیان کرتے ہوئے وضاحت کر رہا ہے جن لوگوں نے حجرات نبوی کے باہر آپ کو اونچی آواز سے پکارا ہے ان میں سے اکثر لوگ عقلمند نہیں تھے۔ انہیں صبر کرنا چاہئے تھا اور آپ کے باہر تشریف لے آنے کا انتظار کر لیتے تو ان کے لئے یہ بہتر ہوتا لیکن اب وہ معافی طلب کریں تو اللہ رب العالمین ان کی اس نادانستہ گستاخی کو معاف کر دے گا کیونکہ مغفرت اور رحمت اس کی شان کریمی ہے۔

نماز عصر کے بعد میرے آقا اپنی ازواج مطہرات سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ایک ایک ام المومنین کے حجرے میں جا کر ان کی خیریت دریافت فرما رہے ہیں۔ ان سے گھریلو معاملات اور ضروری امور پر گفتگو فرما رہے ہیں۔ امہات المومنین آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری پر آپ کی خدمت میں ماحضر تناول کے لئے پیش کر رہی ہیں، کہیں آپ چند کھجوریں لیتے ہیں کہیں آپ شہد ملا ہوا شربت پیتے ہیں، اتنے میں دن ڈھلنے لگتا ہے۔ نماز مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔

دن بھر کے کام کاج میں مصروف مدینہ منورہ کے محنت کش، مزدور، دکاندار، کسان اور تاجر مسجد نبوی کی طرف رواں ہیں۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام مسجد نبوی میں امامت کے بعد نوافل اور تلاوت قرآن مجید کے معمولات ادا فرماتے ہیں اس کے بعد اس حجرہ اقدس میں تشریف لے جاتے ہیں جہاں آج رات آپ نے قیام فرمانا ہے۔

سادہ سا کھانا اور بکری کا دودھ پی کر کچھ آرام فرماتے ہیں اور پھر نماز عشاء کے لئے مسجد نبوی تشریف لے جاتے ہیں۔

نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے ہیں اور فوراً سو جاتے ہیں کیونکہ آپ نے نصف شب کو پھر نوافل کے لئے بیدار ہونا ہے۔

Marfat.com

صحابہ کرام اگلے دن کی ملاقات کی امید دل میں لئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں، کچھ دنیاوی معاملات سے بے نیاز صحابہ کرام ایسے بھی ہیں جنہوں نے مسجد نبوی میں ہی قیام کرنا ہے یہ صبح وشام یہیں رہتے ہیں۔ کلام نبوی سے مستفید ہوتے ہیں، ''اصحاب الصفہ'' کے حوالے سے پہچانے جانے والے یہ صحابہ ایک چھوٹے سے چبوترے پر ہر وقت حاضر خدمت رہتے ہیں، نہ ان کو کھانے پینے کی پرواہ ہے نہ ان کو زندگی کی دیگر آسائشات کی تمنا ہے، وہ کائنات کے آخری رسول گرامی کی صحبت میں ہر وقت رہنا چاہتے ہیں۔ یہ مکتب نبوی کے خصوصی تلامندہ ہیں جن کے علم کے فیضان سے آئندہ آنے والی صدیوں امت میں محدثین، مفسرین اور مجتہدین پیدا ہوں گے۔

جو صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں وہ رات کے آرام کے بعد صبح سویرے مسجد نبوی میں حاضر ہو جائیں گے۔ اپنے آقا کی امامت میں نماز فجر ادا کرنے کے لئے ان کے چہرہ زیب کا دیدار کرنے کے لئے، ان کی مٹھاس بھری باتیں سننے کے لئے، وہ باتیں جو مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہیں جو دلوں کو اطمینان دلاتی ہیں، وہ باتیں جن سے خوشبو آتی ہے، عزم ویقین کی خوشبو!

Marfat.com

حضور ﷺ کی محافل
باتوں سے خوشبو آئے

کسی بھی شخصیت کا پہلا تاثر اس کے سراپا اور ظاہری خدوخال سے متعین ہوتا ہے۔
رحمت کائنات فخر موجودات نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا سراپا اور جسم اطہر حسن صورت کا حسین مظہر تھا۔
آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ سرخ رنگت کی آمیزش کے ساتھ سفید تھا جیسے مکھن میں شہد ملا دیا جائے چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔
آنکھیں سیاہ رنگ کی تھیں، پلکیں دراز اور آنکھوں کے سفید حصہ کی سفیدی بہت واضح اور نمایاں تھی، اس میں سرخ رنگ کے ڈورے بھی عیاں تھے جن سے آپ کی آنکھوں کا حسن دوبالا ہو جاتا تھا۔ ابرو باریک لمبے اور خمدار تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان جگہ صاف تھی۔
چہرہ مبارک ہلکی سی گولائی لئے ہوئے تھا، پیشانی چوڑی تھی، کندھے کشادہ تھے۔ پیٹ جسم اطہر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جسم کی ہڈیاں مضبوط ہاتھ اور پاؤں گوشت سے لبریز تھے۔ ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں نرم تھیں اور پاؤں مبارک متناسب تھے، پورا جسم تخلیق فطرت کا حسین شاہکار تھا۔ جسم نہ لاغر نظر آتا تھا اور نہ ہی فربہ لگتا تھا۔ گھنی ریش مبارک تھی، قد زیادہ لمبا نہیں تھا لیکن چلتے ہوئے نمایاں نظر آتے اور آپ کا قد مبارک دوسروں سے نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔
سر اقدس بڑا اور ناک مبارک بلند اور حسین تھی۔ سر کے بال ذرا گھنگھریالے تھے، یہ ہمیشہ سجے ہوئے نظر آتے، ایک قدرتی مانگ تھی جو بالوں کے حسن میں اضافہ کرتی رہتی تھی، کبھی کبھی بال بڑھا لیتے اور کانوں کی لو سے یہ گھنگھریالے بال نیچے جھک جاتے اور ایک عجیب انداز دلربائی کا سماں پیدا کر دیتے۔ آپ کے دندان مبارک باریک اور موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ سامنے کے دانتوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ گردن مبارک حسین اور دلکش تھی جس سے سفیدی چھن چھن کر آتی تھی۔ پورا جسم نور مجسم تھا، ہر وقت حاضر خدمت رہنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بقول حضور اکرم ﷺ کا چہرہ اقدس سورج کی طرح تاباں تھا، جب آپ مسکراتے تو دیواریں منور ہو جاتی تھیں۔
جسم اطہر ہمیشہ نفاست اور پاکیزگی کا عمدہ نمونہ ہوتا تھا، صاف شفاف اور اجلا لباس زیب تن فرماتے، سفید اور ہلکے پیلے (کریم کلر) کے کپڑے پسند فرماتے۔ خاص موقعوں پر سبز رنگ کی کڑھائی والا سرخ جبہ پہنتے تو حسن مصطفویٰ کا جوبن دیکھنے والا ہوتا تھا۔ حضرت ابو ہالہ رضی اللہ عنہ کے مطابق چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔
ہر وقت جسم نبوی سے خوشبو اور دلکش مہک آتی رہتی تھی۔ آپ کے جسد اطہر کی یہ خوشبو آپ کی ایسی پہچان بن گئی تھی کہ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے گزر کر جاتے تو بعد میں آنے والے رہگزر کو معلوم ہو جاتا کہ آقا اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔
ان کی خوشبو ان کی آمد کا پتہ دیتی تھی، جس کسی کو میرے آقا کا دست مبارک چھو جاتا تھا وہ عجیب سی ٹھنڈک محسوس کرتا اور خوشبوؤں سے لبریز ہو جاتا۔ جس سے مصافحہ فرماتے اس کے ہاتھ میں سارا دن خوشبو رہتی، جس بچے کے سر پر دست شفقت پھیرتے اس کے بالوں سے آنے والے خوشبو مصطفیٰ کریم ﷺ کے مقدس ہاتھ کی برکت کی نشاندہی کرتی رہتی۔
آپ ﷺ کے جسم اطہر سے بہنے والا پسینہ بھی مشک عنبر سے بڑھ کر معطر تھا، ایک دن آپ نے دوپہر کے وقت حضرت انس کے گھر آرام فرمایا، چمڑے کے ایک گدے پر آپ سو گئے، اٹھے تو گدے پر جمع ہونے والے پسینے کے قطرے حضرت انس کی والدہ نے جمع کر لئے اسے انہوں نے خوشبو کی شیشی میں ملا دیا۔ مدینہ منورہ کی خواتین کو معلوم ہو گیا، وہ شادی بیاہ کے وقت یہ مصطفوی پسینے کا عطر لے جاتیں اور خوشی

Marfat.com

کے موقعوں پر استعمال کرتیں، اس کی خوشبو کی بات ہی کچھ اور تھی۔ جسم اطہر کی یہ خوشبو وصال کے بعد بھی بدرجہ کمال موجود تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے آپ کو غسل دیا تھا، وہ اس کا تذکرہ کرتے تھے کہ آقا علیہ السلام کے جسم سے آنے والی خوشبو اپنی مثال آپ تھی۔ گفتگو میں ایسی چاشنی اور شیرینی تھی کہ جو آپ کی گفتگو سنتا گرویدہ ہو جاتا، بات ٹھوس اور واضح فرماتے، آواز باوقار تھی آپ کی گفتگو دلنشیں ہوتی اور خاموشی میں بھی ایک حسن تھا لوگ آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے رہتے کہ اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ بات اتنی عمدگی اور وضاحت سے ارشاد فرماتے کہ ہر آدمی آپ کا مفہوم سمجھ جاتا، جب بھی ضرورت محسوس فرماتے اہم فقرے کو دہراتے، گفتگو کی اہمیت کے پیش نظر ہاتھوں کے اشاروں سے گفتگو کے اہم نکات کی نشاندہی فرماتے جاتے۔ جاں نثاران مصطفیٰ پوری توجہ اور دلجمعی سے آپ کے فرامین کو سنتے رہتے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے گفتگو فرماتے ہوئے ان کو ان کے خصوصی منصب اور اہمیت کا احساس دلاتے، قائدین عام طور پر اپنے قریبی ساتھیوں کی خدمات اور خصوصیات کا اعتراف کم ہی کرتے ہیں لیکن میرے آقا نے اپنے صحابہ کرام کے متعلق متعدد مرتبہ پیار بھرے کلمات ارشاد فرمائے اور ان کو دوسرے لوگوں سے ممتاز قرار دیا۔

ایک دن ارشاد فرمایا:

''میرے زمانے کے لوگ سب سے بہتر ہیں اس کے بعد بہتر وہ لوگ ہیں جو اس زمانے کے بعد آئیں گے اور پھر اس کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ بھی بہتر ہوں گے''۔ (صحیح البخاری، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

ایک دن اپنے رفیق محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے جسمانی اور مالی طور پر میرا سب سے زیادہ ساتھ دیا وہ ابوبکر ہیں۔ رب تعالیٰ کے بعد میرے بہترین خلیل ابوبکر ہیں۔ مسجد نبوی سے ملحقہ تمام دروازے جو لوگوں کے گھروں میں کھلتے ہیں بند کر دینا لیکن ابوبکر کا دروازہ باقی رہنے دینا''۔

اس فرمان رسالتمآب کو حضرت ابی سعید الخدری نے سنا تھا۔ دیگر صحابہ کرام بھی اس محفل میں موجود تھے۔ (صحیح البخاری باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الا باب ابی بکر)

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں جنت کے ایک محل کے قریب ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا:

''یہ محل کس کا ہے؟'' مجھے بتایا گیا ''یہ عمر کا ہے''

مجھے تمہاری غیرت کا احساس یاد آ گیا، لہٰذا میں فوراً وہاں سے چلا آیا۔

حضرت عمر نے آقا کی زبان سے یہ سنا تو اشکبار ہو گئے روتے ہوئے عرض کرنے لگے:

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا مجھے آپ کے موجود رہنے سے غیرت ہوتی'' گویا وہ یہ فرما رہے تھے کہ یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ملا ہے اور ملے گا۔ (صحیح البخاری باب مناقب عمر ابن الخطاب)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کی دلجوئی یوں فرمائی۔

''یا ابن الخطاب! مجھے اللہ کی قسم ہے تم جس راستے سے آ رہے ہوتے ہو شیطان وہ راستہ تبدیل کر لیتا ہے اور کسی دوسرے راستے سے آتا ہے''۔

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے روک دیا اور حکم دیا کہ وہ آقا علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں کی دیکھ بھال کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''عثمان! آپ کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس معرکہ میں شریک لوگوں کو ملے گا، آپ کو اتنا ہی مال غنیمت ملے گا جتنا مجاہدین کو ملے گا''۔

حضرت عثمان ارشاد نبوی سن کر مطمئن ہو گئے۔ آقا علیہ السلام کے تسکین آمیز کلمات نے ان کی ڈھارس بندھائی۔ (صحیح البخاری، باب مناقب عثمان ابن عفان)

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پیار و محبت سے کبھی کسی کو مخصوص نام دے دیتے اور وہ نام اس شخصیت کی پہچان بن جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰ کو ابو تراب کا لقب بہت پسند تھا۔ یہ نام انہیں آقا علیہ السلام نے اس وقت دیا جب وہ مسجد نبوی میں مٹی کے فرش پر آرام فرما رہے تھے۔ میرے آقا حضرت علی کے جسم سے مٹی (تراب) جھاڑتے جاتے اور پیار سے کہتے جا رہے تھے۔

''یا ابا تراب اٹھ جائیے''

یہ پیار بھری گفتگو حضرت سہل بن سعد نے سنی تھی۔

آقا علیہ السلام نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ تمہاری حیثیت میرے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی''۔ (صحیح البخاری باب مناقب علی ابن طالب)

نبی اکرم ﷺ آنے والے حالات و واقعات کا بھی ضرورت کے تحت تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن دوران خطبہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک نظر حضرت حسن کو دیکھا اور پھر مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ''یہ میرا بیٹا سردار ہے، اس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا''۔ (صحیح البخاری باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

قرآن مجید کے بہترین قراء حضرات کی حوصلہ افزائی یوں فرمائی۔

''چار آدمیوں سے تلاوت قرآن کا علم حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعود سے، سالم مولی ابی حذیفہ سے، ابی ابن کعب سے اور معاذ بن جبل سے''۔ (صحیح البخاری باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

اپنے نواسوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''یہ میری دنیا کے پھول ہیں'' آپ انہیں پھولوں کی طرح سونگھا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت اور صحبت میں بعض صحابہ کرام کا وقت زیادہ گزرتا تھا۔ یہ وہ نفوس قدسیہ تھے جو کسی نہ کسی حوالے سے بارگاہ نبوی میں حاضر رہتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس وقت سے لے کر آخر دم تک مسجد نبوی میں گوشہ نشین ہو گئے اور مکتب نبوت و رسالت کے وہ نامور تلمیذ رشید بنے جن سے ہزاروں احادیث نبوی امت کو یہ تک پہنچیں۔ میرے آقا نے ان کی قوت حافظہ کے لئے خصوصی دعا فرمائی تھی جس کی وجہ سے ان کو مصطفیٰ کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ فوراً ذہن نشین ہو جاتے تھے۔ سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جنہیں سیدنا حضرت عمر فاروق جیسے جید صحابی ''میرا سردار'' کہہ کر پکارتے تھے۔ غلامان مصطفیٰ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ یہ بھی کاشانہ نبوت کے ارد گرد رہتے اور حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت بازار جاتے اور ضروری سامان خرید لاتے اور آقا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق دیگر خدمات انجام دیتے۔ موذن دربار رسالت کے ان کے خصوصی مقام نے ان کو ایک امتیازی شان عطا کر دی۔ حضرت انس بن مالک بچپن میں یتیم ہو گئے تھے کہ ان کی والدہ ام سلیم اپنے ان کمسن بچے کو دربار رسالت میں لے آئیں اور حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

Marfat.com

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت انس کو گھریلو کام کاج اور خدمت گزاری کے لئے پسند فرمالیا۔ حضرت انس نے اپنے بچپن کے وہ سال جو کاشانہ نبوت میں خدمت گزار کے طور پر گزارے ان کو اپنی زندگی کے بہترین سال سمجھتے تھے۔ میرے آقا ہمیشہ محبت وشفقت سے اس یتیم بچے سے پیش آتے۔ حضرت انس کو ایک واقعہ بھی ایسا یاد نہیں تھا جب آقا علیہ السلام نے ان کے ساتھ سخت کلامی اور غصے کا اظہار کیا ہو۔ وہ کہتے تھے کہ میری کوتاہیوں کے باوجود حضور علیہ السلام نے کبھی ''اف'' تک نہ کیا۔ ایک دفعہ حضرت انس کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ ان کی والدہ ام سلیم نے گزارش کی تھی اپنے اس خدمت گزار کے لئے دعائے خیر فرمایئے۔

''یا الٰہی انس کے مال اولاد اور عمر میں برکت عطا فرمانا اور اسے جنت میں بھی میری رفاقت نصیب کرنا''۔

حضرت انس اس دعائے مصطفوی کو یاد کرتے مصطفیٰ کریم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے ان کلمات کی آفرینی دیکھئے کہ طویل عمر پائی صحت ایسی تھی کہ زندگی کے آخری سالوں میں بھی مکمل صحت منداور چاق وچوبند تھے۔

مدینہ منورۃ کے تمام باغات سال میں ایک مرتبہ پھل دیتے انکے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل آتے تھے۔ اولاد کی کثرت کا عالم یہ کہ پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں کی تعداد میں حیران کن حد تک برکت تھی۔ فرماتے تھے دعا کا آخری حصہ یعنی جنت میں آقا علیہ السلام کی رفاقت میری وفات کے بعد پورا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود جن کو امت مسلمہ کے عظیم محدث اور فقیہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا وہ ہر وقت آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اشیاء کی حفاظت کی خدمت پر مامور رہتے تھے۔

وہ سرکار دو جہاں ﷺ کے نعلین مبارک اٹھاتے آپ کا تکیہ شریف سنبھالتے اور آپ کے وضو کے لئے استعمال ہونے والا لوٹا بوقت ضرورت آپ کی خدمت میں پیش کرتے، ان کی ان خدمات کی وجہ سے صحابہ کرام میں ان کی پہچان یہی بن گئی تھی ''صاحب النعلین والوسادہ والمطہرۃ'' یعنی نعلین تکیہ اور لوٹا اٹھانے والے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ محترمہ کا خدمت کے لئے کاشانہ نبوت میں اکثر آنا جانا رہتا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ آمد کے بعد جس طرح میں نے عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ کو نبی اکرم ﷺ کے گھر میں بلا جھجک آتے جاتے دیکھتا تھا تو میں انہیں آپ کے اہل بیت کے افراد تصور کرتا تھا۔ انہوں نے فرمایا مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو خدمت گزار ہیں۔

میرے آقا کا حسن سلوک اپنے خدمت گزاروں سے ایسا عمدہ اور مثالی تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ گھر کے افراد لگتے تھے۔ (صحیح البخاری باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

ہر طرح کے حالات میں اپنے جاں نثاروں کی خبر گیری کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا میرے آقا کی پیغمبرانہ عظمت تھی۔ حالات کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوتے، آقا علیہ السلام کے تسکین آمیز کلمات سے سامعین فوراً ہی مطمئن ہو جاتے۔

فتح مکہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ میرے آقا نے فتح کے بعد ''تالیف قلوب'' کی خاطر نئے مسلمان ہونے والوں میں مال غنیمت تقسیم فرمایا تو مدینہ منورہ کے بعض جذباتی نوجوانوں کو محسوس ہوا۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا ''یہ بڑی عجیب بات ہے ہماری تلواروں سے ابھی تک قریشیوں کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور مال غنیمت بھی انہی کو دیا جا رہا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کو نوجوانوں کے ان جذبات کے متعلق معلوم ہوا تو آپ نے انصار مدینہ کو بلوا بھیجا۔

''تمہارے متعلق یہ میں کیا سن رہا ہوں، کیا یہ سچ ہے؟''

Marfat.com

''جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ آپ نے جو کچھ سنا ہے سچ ہے''

انصار کے وفد کا جواب سن کر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ دوسرے لوگ مال و دولت لے کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ تم لوگ وادیوں میں سے جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ وادیوں میں جاؤں گا، اگر تم پہاڑی راستے پر جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ پہاڑی راستے پر چلوں گا''۔

میرے آقا کے یہ کلمات طیبات اکسیر کی طرح موثر ثابت ہوئے، جوش اور غصے سے لبریز نوجوان ایک ہی لمحے میں مطمئن ہو گئے۔ یہ میرے آقا کی حکمت آمیز گفتگو اور انداز بیاں کا اعجاز تھا۔ (صحیح البخاری، باب مناقب الانصار)

ایک دن انصار سے مخاطب ہوتے ہوئے میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''انصار سے مؤمن ہی محبت کرتے ہیں اور انصار سے منافق ہی نفرت کرتے ہیں۔ جو انصار سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو انصار سے نفرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتا ہے''۔

آقائے دو جہاں ﷺ کا یہ خطاب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آقا علیہ السلام کے فرمان کا یہ حصہ یاد تھا۔

''ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے، نفاق کی نشانی انصار سے بغض ہے''۔ (صحیح البخاری باب حب الانصار من الایمان)

حضرت ابو سعید نے بتایا کہ ایک دن آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کو گالیاں مت دینا، آنے والے زمانوں میں اگر کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دے پھر بھی میرے صحابہ کے مٹھی بھر عطیات وصدقات کے برابر اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب بھی کوئی خواب دیکھتے اسے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے بیان کرتے تا کہ آپ کی زبان اقدس سے اس کی تعبیر سن سکیں، نوجوان عبداللہ بن عمر کی بھی خواہش تھی کہ وہ کوئی خواب دیکھیں اور آقا علیہ السلام سے بیان کریں۔

عبداللہ بن عمر عہد رسالتمآب ﷺ میں مسجد نبوی کے اندر رات کو سویا کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا دو فرشتے آئے اور انہیں پکڑ کر دوزخ کے کنارے پر لے گئے۔ انہوں نے دوزخ کو دیکھا تو یہ ایک گہرے کنویں کے مانند تھی۔ اور اس کے اندر انہیں کچھ جانے پہچانے منافقین کے چہرے بھی نظر آئے۔

خواب میں یہ دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور اللہ رب العالمین سے جہنم کی آگ سے پناہ طلب کی۔ پھر ایک اور فرشتہ آیا اور کہنے لگا:

''تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے''

انہوں نے یہ خواب اپنی بہن، ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو بتایا اور گزارش کی کہ آقا علیہ السلام سے اس کی تعبیر پوچھیں۔

حضرت حفصہ نے آقا علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''عبداللہ کتنا عمدہ شخص ہے، اسے کہو کہ رات کو نوافل پڑھنا اپنا معمول بنا لے'' بہن نے بھائی کو خواب کی تعبیر کے حوالے سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان اور ارشاد کے متعلق جب بتایا تو اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے رات کو بہت کم سونا شروع کر دیا۔ آقا نے نوجوان عبداللہ کے لئے ایسے عمدہ الفاظ کہے تھے کہ ان کی زندگی کا رخ متعین ہو گیا۔ امت مسلمہ کو ایک عظیم محدث وفقیہ مل گیا۔ (صحیح البخاری،

Marfat.com

باب مناقب عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما)

ایک دن خادم خاص سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''میں نے جنت میں اپنے ساتھ ساتھ تمہارے قدموں کی آہٹ سنی ہے''

آقا علیہ السلام کا یہ ارشاد سن کر غلام کا خوشی سے کیا حال ہوا ہوگا۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خدمت میں حاضر رہنے والے ہر ایک شخص کی صلاحیت اور خصوصی مہارت سے آگاہ تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ آنے والے وقتوں میں سے ان میں سے کس کس نے کن شعبوں میں پیغام نبوی کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔

ایک دن نوجوان ابن عباس کو قریب بلایا اور انہیں گلے سے لگا لیا پھر ارشاد فرمایا:

''یا اللہ اسے علم و حکمت عطا فرما اسے قرآنی علوم کا عالم بنا دے''

حضرت ابن عباس کے لئے یہ فرمان رسالتمآب اکسیر ثابت ہوا اور وہ علم و حکمت کا پیکر اور علوم نبوت کی تقسیم کا ذریعہ بن گئے۔ (صحیح البخاری، ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما)

عرب معاشرے میں بالعموم بیٹیوں کو باعث عزت و وقار نہیں سمجھا جاتا تھا آپ نے اپنی بیٹی کو سردار بنا دیا۔ میرے آقا علیہ السلام نے علی الاعلان ارشاد فرمایا:

''فاطمہ جنت کی خواتین کی سیدہ ہے، فاطمہ میری جان ہے، جو کوئی بھی اس کو ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا'' (صحیح البخاری، باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

عہد جاہلیت میں لوگ اپنی بیویوں کو کمتر حیثیت دیتے تھے۔

میرے آقا علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات کی ہمیشہ دلجوئی کی اور ان سے ایسی گفتگو فرماتے کہ وہ خوش و خرم زندگی بسر کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے ارشاد فرمایا:

''عائشہ! یہاں جبرئیل موجود ہیں، یہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں'' حضرت عائشہ نے خوشگوار حیرت سے جواب دیا: ''آپ انہیں میری طرف سے اللہ کی بارگاہ سے سلامتی رحمت اور برکت کا پیغام دے دیں'' پھر کہنے لگیں:

''آپ جو کچھ دیکھ سکتے ہیں ہم تو وہ نہیں دیکھ سکتے''

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے یہ واقعہ بتایا کہ ایک دن آپ نے عورتوں کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مرد حضرات میں سے بہت سارے لوگوں نے کردار کی بلندی کو چھو لیا لیکن خواتین میں سے چند خواتین نے ہی وہ مقام حاصل کیا جیسے مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون'' اور پھر اپنی زوجہ مطہرہ کے متعلق فرمایا:

''عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر تو ایسی ہے جیسے دوسرے کھانوں پر لذیز ترین کھانے ''ثرید'' کو افضلیت حاصل ہے''۔ (صحیح البخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا)

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''خدیجہ بہترین خواتین میں سے تھیں''

مدینہ منورہ میں مختلف قبائل کے لوگ رہتے تھے۔ آقا علیہ السلام نے ان سب کی دلجوئی کے لئے ایک دن ارشاد فرمایا:

''انصاریوں میں سے سب سے بہترین گھرانہ بنو نجار کا گھرانہ ہے پھر بنو عبدالاشہل کا گھرانہ، پھر بنو الحارث بن الخزرج کا گھرانہ، پھر بنو ساعدہ کا گھرانہ، تم سب لوگوں کے گھرانے بہت اچھے گھرانے ہیں''۔

Marfat.com

حضرت سعد بن عبادہ نے آقا علیہ السلام کے ان خیالات کے ارشاد کے بعد عرض کی، ''یا رسول اللہ! انصار کے بہترین گھرانوں میں ہمارا تذکرہ سب سے آخر میں کیوں؟''

میرے آقا نے ارشاد فرمایا: ''کیا یہ تمہارے لئے اطمینان بخش بات نہیں ہے کہ تم بہترین گھرانوں میں شامل ہو؟'' (صحیح البخاری، باب فضل دور الانصار)

ایک دن آپ نے حضرت ابی بن کعب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے سورۃ لم یکن الذین کفرو کی آیات تلاوت کروں''

حضرت ابی ابن کعب کو حیرانی ہوئی کہ ان کے متعلق خصوصی طور پر ارشاد ربانی ہوا۔ وضاحت کے لئے انہوں نے پوچھا: ''کیا میرا نام لیا گیا ہے؟''

''جی ہاں آپ کا نام لیا گیا ہے'' آقا علیہ السلام کی زبان مبارک سے رب تعالیٰ کی بارگاہ سے خصوصی لطف و کرم کا تذکرہ سن کر ابی ابن کعب آبدیدہ ہو گئے۔ (صحیح البخاری باب، مناقب ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ)

حضرت جریر بن عبداللہ فرمایا کرتے کہ آقا علیہ السلام نے کبھی بھی مجھ سے ملاقات سے انکار نہیں فرمایا اور جب مجھے دیکھتے مسکرا دیتے۔ (صحیح البخاری، باب ذکر جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ)

میرے آقا صحابہ اور صحابیات کو تحائف بھی دیا کرتے تھے۔

ام خالد رضی اللہ عنہا کو وہ دن کبھی نہیں بھولا جب وہ حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچیں تھیں۔ اس کمسن لڑکی کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شال اوڑھائی، اس شال پر کچھ نشانات تھے۔ میرے آقا ان نشانات کو اپنے ہاتھوں سے مٹاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے ''بہت خوب! بہت خوب!'' (صحیح البخاری، باب ہجرۃ الحبشہ)

یمن سے کچھ لوگ مدینہ منورہ آنا چاہتے تھے، ان کی کشتی مدینہ کے ساحلی شہر ینبوع آنے کی بجائے حبشہ کی طرف غلطی سے چلی گئی۔ وہاں پہنچ کر وہ بعد ازاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ آقا علیہ السلام نے اپنے یمنی صحابہ سے گفتگو فرماتے ہوئے خوشخبری سنائی۔

''کشتی والو! تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ تم کو دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا'' آقا کا فرمان سن کر یمنی صحابہ خوشی سے سرشار ہو گئے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے صحابہ کرام کا بغور مشاہدہ کرتے رہتے اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہتے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے لباس کو دیکھا تو اس پر پیلے رنگ کے نشانات تھے جو ایک مخصوص قسم کی خوشبو کے نشانات تھے۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا:

''عبدالرحمٰن یہ کیا ہے؟''

''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے انصار کی ایک خاتون سے شادی کی ہے اس لئے پیلے رنگ کی خوشبو لگائی تھی''۔

''تم نے حق مہر کے طور پر اسے کیا دیا ہے؟''

''کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کا ایک ٹکڑا دیا ہے''

''کھانا بھی کھلاؤ! خواہ ایک بھیڑ ہی ذبح کر دو'' (صحیح البخاری، باب کیف اخی النبی ﷺ بین اصحابہ)

نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودیوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی بہت کوشش فرمائی۔ آپ

Marfat.com

یہودیوں کی نفسیات کو جانتے تھے۔ایک دن ارشاد فرمایا:

''اگر دس یہودی سردار مجھ پر ایمان لے آتے تو باقی یہودی بھی مسلمان ہو جاتے''۔

مدینہ منورہ آمد کے بعد آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ کیوں روزہ رکھتے ہیں انہوں نے جواب دیا۔

''یہ وہ دن ہے جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون پر کامیابی عطا فرمائی ہم اس کی یاد کے احترام میں روزہ رکھتے ہیں''۔

میرے آقا نے ارشاد فرمایا: ''ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام سے قریبی تعلق رکھتے ہیں'' اس کے بعد آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔

''تم بھی یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کرو'' (صحیح البخاری، باب اتیان الیہود النبی ﷺ حین قدم المدینۃ)

ایک دن نوجوانوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''اے نوجوانو! تم میں سے جو بھی شادی کرنے کے قابل ہو چکے ہیں شادی کر لیں اور اگر شادی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تو تمہیں روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ رکھنے سے جنسی خواہشات کم ہو جاتی ہیں''۔

قریشی خواتین کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک دن ارشاد فرمایا:

''خواتین میں سے بہترین وہ ہیں جو اونٹوں پر سفر کرتی ہیں، قریشی خواتین نیک اور پارسا ہوتی ہیں۔وہ بچوں پر بہت مہربان ہوتی ہیں اور اپنے شوہروں کی عزت کی حفاظت کرتی ہیں'' (صحیح البخاری، باب الیٰ من ینکح وای النساء خیر)

حج کے لئے خواتین کے جانے پر بھی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔میرے آقا ﷺ حضرت مقداد بن الاسود کی زوجہ ضباعہ بنت الزبیر کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا:

''کیا تمہارا حج کرنے کا ارادہ ہے؟''

''واللہ میں بیمار ہوں اس لئے نہیں جا سکتی''

''تم مشروط طور پر حج کر سکتی ہو، تم اس طرح نیت کرو۔

یا اللہ! جب تک میری صحت اجازت دے گی میں احرام باندھے رہوں گی''

ایک دن بیوی کے انتخاب کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''مرد ایک عورت سے چار وجوہات کی بنیاد پر شادی کرتے ہیں۔عورت کی دولت، اس کا حسب نسب، اس کا حسن و جمال اس کا دین سے تعلق، خوش قسمت ہے وہ جو دین کی وجہ سے عورت کو پسند کرتے ہیں'' (صحیح البخاری، باب الاکفاء فی الدین)

سید الاولین والآخرین ﷺ کی خدمت اقدس میں خواتین بھی حاضر ہوتی تھیں۔آپ سے صحابہ کرام اور صحابیات گھریلو مسائل اور شادی بیاہ کے معاملات بھی بیان کرتے جن کو آپ حل فرما دیتے۔ایک دن ایک خاتون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں۔

''یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے!''

میرے آقا نے ایک نظر اس خاتون کی طرف دیکھا اور پھر اپنا سر اقدس جھکا لیا۔آپ کا انداز بتا رہا تھا کہ آپ اس خاتون سے شادی نہیں کرنا چاہتے لیکن وہ خاتون وہاں بیٹھی رہیں کچھ دیر بعد ایک صحابی رسول نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ اس خاتون سے شادی نہیں کرنا چاہتے تو ان سے میرا نکاح کرا دیجئے!''

Marfat.com

''کیا تمہارے پاس انہیں دینے کے لئے کچھ ہے؟''
آقا علیہ السلام کے دریافت کرنے پر انہوں نے جواب دیا:
''یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں''
''اپنے گھر جایئے! اور دیکھئے شاید گھر میں کوئی چیز مل جائے'' وہ صحابی گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے:
''یارسول اللہ ﷺ گھر میں بھی کچھ نہیں'' آپ نے پھر فرمایا:
''دوبارہ گھر میں دیکھ کر آؤ، شاید لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے''
وہ دوبارہ گھر سے واپس آئے اور عرض کی'' گھر میں لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے''۔
البتہ میں اپنی چادر کا آدھا حصہ انہیں دے دوں گا''۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اس چادر کے آدھے حصے سے کیا ہوگا، نہ تمہاری ستر پوشی ہوگی اور نہ ہی اس خاتون کی ستر پوشی ہوگی۔
آقا علیہ السلام کا فرمان سن کر صحابی کافی دیر وہاں خاموشی سے بیٹھے رہے پھر اٹھ کر جانے لگے تو آقا نے انہیں روکا اور دریافت فرمایا:
''قرآن کا کتنا حصہ تم جانتے ہو؟''
آقا کے سوال کرنے پر اس صحابی رسول نے ان سورتوں کی تفصیل بتادی جو ان کو یاد ہو چکی تھیں۔
''کیا تم ان سورتوں کو حفظ کر چکے ہو اور زبانی پڑھ سکتے ہو؟''
''جی ہاں یارسول اللہ ﷺ!''
''تو ٹھیک ہے آپ جایئے، میں آپ کو اس خاتون سے حفظ قرآن کے حق مہر کے بدلے میں نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہوں''۔(صحیح بخاری، باب المنظر الی المراۃ قبل التزویج)

میرے آقا کی محافل ایسی ہوتی تھیں جہاں بچے، بڑے، بوڑھے، خواتین سب کی دلجوئی کا سامان ہوتا تھا۔ ہر کسی کو بات کرنے کی اجازت ہوتی تھی، ہر کسی کے مسائل کا حل ہوتا تھا۔ دل شکستہ آتے اور راحت و فرحت کے جذبات کے ساتھ واپس جاتے۔ پریشان حال آتے اور اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال ہو کر جاتے، دربار نبوی میں لوگ دین و دنیا کے معاملات سے متعلق سوالات لے کر آتے اور آقا علیہ السلام کے تسلی بخش جوابات سے مطمئن ہو کر جاتے۔ میرے آقا کا یہ کریمانہ طرز عمل جس طرح محفلوں کی جلوتوں میں تھا اسی طرح گھر کی خلوتوں میں تھا۔

بعض دفعہ میں محفل میں کوئی منافق شخص بارگاہ نبوت میں گستاخانہ کلمہ کہہ دیتا تو آپ درگزر فرما دیتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس دن کا تذکرہ کیا کرتے تھے جب ایک مرتبہ میرے آقا ''جعرانہ'' میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی چادر بچھی ہوئی تھی جس میں چاندی کا ڈھیر تھا۔ میرے آقا اس چاندی کو وہاں موجود لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ محفل میں ایک شخص کہنے لگا۔
''عدل کیجئے!''
آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تو برباد ہو جائے! میرے علاوہ اور کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو یہ نظام حکومت ناکام ہو جائے گا''۔
سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کی بدتمیزی برداشت نہ ہو سکی۔ آپ نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے گزارش کی: ''مجھے

Marfat.com

اس منافق کو قتل کرنے کی اجازت دیجئے''۔

میرے آقا نے حضرت فاروق اعظم کی اس خواہش کے جواب میں ارشاد فرمایا:

''ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے''۔

پھر حضرت عمر فاروق اور دیگر حاضرین محفل کو ایسے گستاخوں کی حقیقت بتاتے ہوئے ان کی اصلیت یوں بیان فرمائی۔ ''اس طرح کے لوگ قرآن کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن روح قرآں ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتی۔ یہ دین اسلام سے اس طرح نکل گئے ہیں جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے''۔

خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک دن آقا علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ میرے آقا ﷺ نے اپنے جسم اطہر کے اردگرد چادر اوڑھی ہوئی تھی، اتنے میں ایک غیر شائستہ گفتگو کرنے والا دیہاتی آیا اور میرے آقا کی چادر کو زور سے کھینچ کر کہنے لگا:

''اللہ نے آپ کو جو مال دیا ہے اس میں سے میرے ان دو اونٹوں پر رکھوا دیجئے! یہ آپ کا اور آپ کے والد کا مال نہیں ہے''۔

اس شخص کی انتہائی گستاخانہ گفتگو کے ساتھ اس کا رویہ اتنا جارحانہ تھا کہ بدتمیزی سے چادر کھینچنے سے چادر کے کھردرے کونے سے میرے آقا کی گردن مبارک پر سرخ نشان ابھر آیا لیکن میرے آقا ﷺ نے صبر و تحمل کے ساتھ اس کی گفتگو اور اس کا غیر مہذب رویہ برداشت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہاں! میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا مال ہے اور میں اس کا عبد ہوں، لیکن تم نے جس طرح چادر کھینچنے سے مجھے تکلیف پہنچائی ہے میں اس کا بدلہ تم سے ضرور لوں گا''۔

''نہیں آپ بدلہ نہیں لیں گے''

''کیوں نہیں لوں گا''

''وہ اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ برے کام کا بدلہ برے کام سے نہیں دیں گے''

میرے آقا اس کے اس تبصرے پر مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا:

''اس کے ایک اونٹ پر جو کی بوریاں اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو''۔

حضور رحمت اللعالمین سید الاولین والآخرین سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریم کے تذکرے سابقہ کتب آسمانی میں موجود تھے۔ یہود و نصاریٰ کے علماء آپ کی نشانیوں سے واقف تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک مشہور یہودی عالم زید بن سعنہ رہتا تھا۔ اس نے آقا علیہ السلام میں تمام علامات نبوت کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ صرف ایک علامت کا ثبوت باقی رہ گیا تھا۔ وہ علامت تھی نبی آخر الزماں کا حلم، آپ کا درگزر کرنا، آپ کی شائستگی جاہلوں کے طرز عمل سے فوراً طیش میں نہ آ جانا۔ اس نشانی کی تصدیق کے لئے اس یہودی عالم نے سرکار دو عالم ﷺ سے ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ آپ سے ایک مقررہ دن پر کھجوریں لینے کے لئے آنے کا وعدہ کیا اور اس کے بدلے رقم کی ادائیگی پیشگی کر دی۔

آقا علیہ السلام نے قیمت وصول کر لی اور طے شدہ دن پر کھجوریں دینے کا وعدہ فرما لیا، ابھی وعدہ کی تکمیل میں دو دن باقی تھے کہ زید بن سعنہ بارگاہ نبوت میں آ گیا اور طیش میں کہنے لگا ''یا محمد! تم کب میری کھجوریں میرے حوالے کرو گے؟ مجھے پتہ ہے کہ عبدالمطلب کے خاندان والے ہمیشہ تاخیری حربے استعمال کرتے ہیں مجھے میری کھجوریں دیجئے جس کی رقم میں پہلے ادا کر چکا ہوں''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہودی تاجر کی یہ گفتگو سن کر غصے سے فرمانے لگے: ''اے دشمن خدا تمیز سے بات کرو۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم رسول اللہ کے بارے میں اس طرح گفتگو کر رہے ہو''۔ میرے آقا نے حضرت عمر کی اس تنبیہ کو سننے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''عمر!

Marfat.com

آپ کو اس شخص کو کچھ کہنے کی بجائے مجھے کہنا چاہیے تھا کہ میں اس کی کھجوریں اس کے حوالے کروں۔ ہاں تمہیں اس سے یہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ اپنا مطالبہ بہتر انداز میں پیش کرتا''۔

میرے آقا نے اس کے بعد حضرت عمر سے ارشاد فرمایا:

''آپ ان کے ساتھ جایئے! اور جتنی کھجوروں کا ان سے معاہدہ کیا تھا وہ ان کے حوالے کیجئے! اور مقررہ مقدار سے زائد بیس صاع (تولنے کا پیمانہ) کھجوریں بھی دیجئے! کیونکہ آپ نے انہیں ڈرادیا ہے، اس طرح سے ان کی دل شکنی کا ازالہ ہو جائے گا''۔

جب حضرت عمر زید بن سعنہ کو ساتھ لے کر چلے تو اسی وقت زید کی دل کی دنیا بدل گئی اور وہ یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

آپ کی گفتگو اور طبیعت میں نخوت و تکبر کا ذرہ بھر شائبہ تک نہیں تھا۔

آپ کے پاس عمدہ اونٹ اور اونٹنیاں سواری کے لئے موجود تھیں۔ جن کے لئے مدینہ منورہ کے نواحی شاداب علاقے میں چرنے کے لئے انتظام کیا گیا تھا۔ آپ بے مثال گھڑ سوار تھے۔ لیکن آپ کبھی گدھے پر بھی سواری فرماتے تھے۔ اس طرح قیامت تک آنے والے ان محنت کشوں، غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے لئے یہ حقیقت کتنی اطمینان بخش رہے گی کہ آقا علیہ السلام نے گدھے کو بھی سواری بننے کا شرف عطا کیا تھا۔ دوران گفتگو اگر کوئی آپ سے مرعوب ہو کر گھبرا جاتا تو اس کو تسلی دیتے اور پیار بھرا کلمہ ارشاد فرمادیتے جس سے گفتگو کرنے والے کا خوف جاتا رہتا ایک دن ایک شخص آپ سے گفتگو کرتے ہوئے کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''اطمینان سے بات کرو، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی اس خاتون کا بیٹا ہوں جو ایسا گوشت کھاتی تھیں جو دھوپ میں سکھایا جاتا تھا''

اپنائیت کے ان کلمات نے گفتگو کرنے والے کی گھبراہٹ دور کر دی۔

عدی بن حاتم کو اسی دن یقین ہو گیا تھا کہ میرے آقا اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں جس دن اس نے میرے آقا کی خدمت میں ایک خاتون کو اپنے بچوں کے ساتھ بے تکلفی سے دربار نبوت و رسالت میں اپنے معاملات کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ عدی نے بادشاہوں کے درباروں کے تذکرے سن رکھے تھے۔ اب دربار رسالت کی سادگی دیکھی تو ان کو رسول اکرم ﷺ کی صداقت کے حوالے سے کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

آپ کی یہ سادگی صرف گفتگو تک محدود نہیں تھی بلکہ حیات مبارکہ کے ہر پہلو میں نظر آتی ہے، ایک دن آپ نے دیکھا کہ معاذ بن جبل ایک ذبح شدہ بکری کی کھال اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اتر نہیں رہی۔ وہ شخصیت جس کو آنے والے وقتوں میں یمن کا گورنر بننا تھا میرے آقا ان کے قریب پہنچے اور ارشاد فرمایا:

''معاذ! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کھال کو کس طرح اتارا جاتا ہے''۔ پھر آپ نے بکری حضرت معاذ کے ہاتھ سے لے کر خود اس کی کھال اتاری اور فرمایا: ''نوجوان! کھال یوں اتاری جاتی ہے'' گھر میں تشریف فرما ہوتے تو اپنے ذاتی کام مثلاً پھٹے ہوئے کپڑوں کو سینا، جوتوں (نعلین مبارک) کو گانٹھنا، بکری کا دودھ دوہنا، خود ہی فرمایا کرتے تھے اور کسی کو یہ کام کرنے کے لئے نہیں فرماتے تھے۔

آپ کی محفل میں جو بھی آتا آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھتا، آپ قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ بات کرنے والے کو دیکھ کر کریمانہ انداز سے مسکرا دیتے تھے۔ جس سے گفتگو کرنے والے کے سینے میں ایک ٹھنڈک سی پڑ جاتی۔ جب بھی کوئی کسی کام کے لئے آپ کی مدد اور آپ کے تعاون کی درخواست کرتا تو آپ فوراً جواب دیتے ''لبیک'' (میں حاضر ہوں)۔ آپ کی طبیعت میں ایسی دلکشی اور ملنساری تھی کہ بچے آپ سے بہت مانوس تھے۔

Marfat.com

جب بھی آپ بیرونی سفر سے مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو شہر سے باہر بچے آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔ یہ وہ بچے تھے جو بعد میں امت کے محدثین اور مفسرین بنے۔ آپ ان بچوں کو پیار کرتے ان کو باری باری اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور صحابہ کرام سے بھی فرماتے کہ بچوں کو اپنے ساتھ بٹھائیں ان بچوں نے ہمیشہ اپنے آقا کی ان کرم نوازیوں اور دلجوئیوں کو یاد رکھا۔

جب کوئی اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ ملنے کے لئے آتا یا آپ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ننھے منھے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے ان سے کھیلتے اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کے لئے پیار بھری باتیں کرتے۔

جب کوئی شخص آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو اس وقت تک اپنا مقدس ہاتھ اس سے نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے۔ اگر کوئی آپ سے خفیہ بات کرنا چاہتا اور آپ کے کان مبارک سے لگ کر بات کرنا چاہتا تو آپ اپنا مقدس کان اس کے قریب کر دیتے اور اس وقت تک توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہتے جب تک وہ بات مکمل نہ کر لے۔ محفل میں حاضر ہونے والوں کو سلام کرنے میں میرے آقا پہل فرماتے۔

کبھی کبھی اپنے ملاقاتیوں کے لئے اپنی مقدس چادر بچھا دیتے اور مہمانوں کو اس پر بیٹھنے کے لئے فرماتے۔ بعض دفعہ مہمانوں کو تکیہ بھی پیش کیا تا کہ وہ اس کے سہارے آرام سے بیٹھ سکیں۔ گفتگو کے دوران سامنے والے شخص کو اس لقب اور اس نام سے پکارتے جو اس کو پسند ہوتا۔ کسی کو بات کے دوران نہ ٹوکتے اور پوری توجہ سے بات سنتے۔ میرے آقا کی بارگاہ میں بیٹھنے والا کوئی بھی شخص یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ اس کی اہمیت دوسرے لوگوں کی نسبت سے معمولی ہے یا وہ کمتر شخص ہے۔ ہر کسی کو وہ محبت اور احترام دیتے کہ وہ اپنے آپ کو منظور نظر سمجھتا تھا۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اور حسن سلوک کا اعجاز تھا کہ ہر وقت آپ کے اردگرد صحابہ کرام کا، شمع نبوت کے پروانوں کا جمگھٹا لگا رہتا وہ سب اپنے آقا کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھتے رہتے اور میٹھی میٹھی باتیں سنتے رہتے۔

دور دراز سے آنے والے مہمانوں کی خبر گیری کرنے میں خصوصی دلچسپی لیتے، حبشہ سے ایک وفد آقا علیہ السلام سے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا تو میرے آقا نے خود ان کے آرام اور کھانے پینے کے انتظامات کئے، صحابہ کرام نے آقا علیہ السلام سے گزارش کی۔ ''آپ تشریف رکھیے! ہم مہمانوں کی ضروریات کا خیال رکھیں گے اور ان کی خدمت کے لئے موجود ہیں''۔

میرے آقا ﷺ نے جواب دیا ''جب میرے صحابہ ان کے ملک میں گئے تھے تو ان لوگوں نے محبت سے سلوک کیا تھا۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں خود ان کی خدمت اور مہمان نوازی کروں''۔ جس طرح دوسری خواتین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتی تھیں اسی طرح کبھی کبھی آپ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ ان کا شوہر اور بیٹا بھی آپ سے ملاقات کے لئے آتے، آپ ان کا خصوصی طور پر استقبال فرماتے، احتراماً کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر ان کے لئے بچھا دیتے، تا کہ وہ اس پر بیٹھیں۔ محفل میں موجود وہ لوگ جو اجنبی ہوتے تھے اس خاندان کی عزت افزائی پر حیران رہ جاتے۔ حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ فرماتے تھے کہ جب میں نے اسی بزرگ خاتون کے ساتھ آقا علیہ السلام کا یہ حسن سلوک دیکھا تو پوچھا ''کون خاتون ہیں؟'' میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ وہ خوش قسمت خاتون ہے جس کو آقا علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

جو لوگ محفل میں اکثر آیا کرتے تھے ان کی غیر حاضری پر ان کی خیریت دریافت فرماتے۔ اگر ان کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہیں تو عیادت کے لئے ان کے گھروں کو تشریف لے جاتے۔ صحابہ کرام کو بھی تلقین کرتے کہ بیماروں کی عیادت کے لئے جایا کریں۔ ایک یہودی نوجوان اکثر حاضر خدمت رہتا تھا۔ اور آقا علیہ السلام کی پیغمبرانہ گفتگو توجہ سے سنا کرتا تھا۔ اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا لیکن خاندانی ماحول کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ یہ نوجوان شدید بیمار ہو گیا۔ رحمت کائنات ﷺ کو پتہ چلا تو آپ اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کے قریب بیٹھ کر اس کی خیریت دریافت کی اور آہستہ سے اس سے ارشاد

Marfat.com

فرمایا: ''اب اسلام قبول کر لو'' نوجوان نے اپنے والد کی طرف دیکھا، گویا وہ آنکھوں آنکھوں میں والد سے اجازت طلب کر رہا ہو۔

''جو کچھ ابوالقاسم فرما رہے ہیں ان کی پیروی کرو'' یہودی نوجوان نے اپنے والد کی اجازت کا فقرہ سنا تو اس کے چہرے پر اطمینان بخش مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے محبت بھرے انداز سے میرے آقا کا دست مبارک تھام لیا اور آپ کی نبوت و رسالت اور رب تعالیٰ کی وحدت کا اقرار کیا۔ آقا علیہ السلام اس یہودی نوجوان کے مسلمان ہو جانے پر بہت مسرور ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''الحمدللہ! میرے رب کے کرم سے یہ جہنم کی آگ سے نجات مل گئی''۔

یہ میرے آقا ﷺ کا حسین انداز تکلم اور اخلاق کریمانہ تھا کہ آپ کی محفل میں آنے والا ہر شخص آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور بار بار محافل نبوی میں حاضر ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ اس کو ہر مرتبہ آقا علیہ السلام پہلی سی محبت اور اپنائیت کے ساتھ ملتے۔ کبھی کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس کا آنا حضور علیہ السلام کو ناگوار گزر رہا ہے۔ محفل میں کوئی تصنع کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ نہ اپنے لئے نشست کا کوئی خاص اہتمام پسند تھا اور نہ ہی مہمانوں کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک فرماتے۔ البتہ بیرونی مہمانوں اور وفود کی دلجوئی اور مہمان نوازی کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ آپ بالعموم جب نوافل پڑھتے تو طویل قیام فرماتے جب آپ سے ملاقات کے لئے وفود آ جاتے تو نماز مختصر فرما دیتے تا کہ مہمانوں کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑے۔ ہر کسی کی بات توجہ اور پیار سے سنتے۔ اگر زبانی طور پر کسی کو رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو فوراً رہنمائی فرما دیتے۔ اگر کسی معاملے میں مدد کی ضرورت ہوتی تو فوراً سائل کے ہمراہ مدد کے لئے روانہ ہو جاتے۔ مسجد نبوی میں جس طرح میرے آقا اپنے ملاقاتیوں سے محبت بھرے انداز میں گفتگو فرماتے اس طرح گھر میں بھی ماحول بہت خوشگوار رکھتے اور ہماری ماؤں، امہات المؤمنین یعنی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک کا ہمیشہ وہ مظاہرہ کیا کہ کبھی بھی تلخی نہیں آئی۔ آپ کی گفتگو، آپ کا پیار بھرا انداز، آپ کا اخلاق کریمانہ، آپ کا انداز دلربائی، آپ کی عمدہ حس لطافت و ظرافت، آپ کے پیغمبرانہ انداز نصیحت نے گھر کی چار دیواری میں موجود عفت و عصمت کی پاکیزہ ردا میں ملبوس ازواج مطہرات کو ہمیشہ خوش و خرم رکھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقی رضی اللہ عنہا اس دن کو یاد کیا کرتی تھیں جس دن وہ کھانا دینے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئی تھیں وہ دن میرے آقا علیہ السلام کا حضرت سودہ کے لئے مخصوص تھا۔ کھانے کے دوران حضرت عائشہ اور حضرت سودہ کے درمیان ہلکی پھلکی نوک جھونک ہوئی اور پیار بھرے جملوں کا تبادلہ ہوا۔ آقا علیہ السلام ان دونوں کے طرز عمل پر ہنستے رہے۔ پھر میرے آقا نے حضرت عائشہ صدیقہ کا سر پکڑ کر اپنی ران پر رکھا اور حضرت سودہ سے فرمایا: ''اب میں نے اس کو قابو کر لیا ہے تم آ کر اس سے بدلہ لے لو''۔

حضرت عائشہ فرماتی تھیں اس دن حضور علیہ السلام ہم دونوں کی پیار بھری لڑائی پر خوب ہنسے اور گھر کا ماحول آپ کی مسکراہٹوں کی وجہ سے خوشگوار رہا۔ اس طرح کا خوشگوار ماحول ہر ام المؤمنین کے گھر آپ کی تشریف آوری سے پیدا ہو جاتا تھا۔ کبھی بھی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار نہیں کیا کہ ان پر اپنا رعب اور دبدبہ مسلط کرنے کی کوشش فرماتے۔ آقا علیہ السلام خواہ گھر میں تشریف فرما ہوتے یا سفر میں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بے تکلفی کا رویہ قائم رکھتے۔

ایک سفر کے دوران آپ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ ذرا آگے چلے جائیں سب لوگ وہاں سے چلے گئے تو آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا: ''چلو آج میں اور تم دوڑتے ہیں، مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ'' حضرت عائشہ نے فوراً حامی بھر لی، وہ دبلی پتلی اور پھرتیلی تھیں۔ دوڑ میں وہ آقا علیہ السلام سے آگے نکل گئیں۔ آقا نے ان کی جیت کو تسلیم کر لیا۔ کچھ سال بعد حضرت عائشہ صدیقہ ایک سفر میں میرے آقا کے ہمراہ تھیں۔ اب ان کا وزن بڑھ گیا تھا اور پہلے کی طرح چست اور پھرتیلی نہیں رہی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو دور چلے جانے کا حکم دیا اور پھر حضرت عائشہ سے پوچھا ''آج پھر دوڑنے کا مقابلہ کرو گی؟''

Marfat.com

''جی ہاں! کیوں نہیں'' حضرت عائشہ نے اس دفعہ آقا علیہ السلام کے ساتھ دوڑ لگائی تو کچھ فاصلے پر جا کر ہانپنے لگیں اور پیچھے رہ گئیں میرے آقا پہلے کی طرح مستعد تھے آگے نکل گئے۔ دوڑ کا یہ مقابلہ جیتنے کے بعد میرے آقا نے ارشاد فرمایا: ''عائشہ! پہلے والی دوڑ کا حساب برابر ہوا'' اس دن بھی آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت عائشہ صدیقہ ایک مثالی اور خوش وخرم میاں بیوی کی طرح ہنستے مسکراتے رہے۔ خوش کلامی گھر کے اندر اور باہر میرے آقا کا معمول مبارک تھی۔

صحرا نشین زہیر بن حرام الاشجعی جب بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا صحرا کے تحائف ساتھ لاتا، میرے آقا ﷺ اسکو شہر مدینہ کی سوغاتیں عطا فرماتے۔ صحرا میں رہنے والے اس محبّ رسول کو میرے آقا دیکھ کر فرماتے۔

''زہیر ہمارا صحرا ہے، ہم اس کا شہر ہیں''

ایک دن آقا علیہ السلام نے زہیر کو بازار میں اپنا مال تجارت فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو اچانک اس کی پشت کی جانب سے جا کر اس کو سینے سے لگا لیا، زہیر سمجھ گئے کہ یہ آقا علیہ السلام کی کرم نوازی ہے۔ اس لئے وہ اپنے جسم کو حضور کے جسم اطہر کے ساتھ پیوست کئے رہے تا کہ برکات نبوی حاصل ہوتی رہیں۔

میرے آقا ﷺ نے بازار میں اپنے اس صحرائی صحابی کو تھام رکھا تھا اور صحابہ کرام یہ دلکش منظر حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ میرے آقا نے بلند آواز سے فرمایا:

''یہ غلام برائے فروخت ہے، کوئی ہے جو اس کو خرید لے''

''مجھے کون خریدے گا؟ میں تو ایسا نکما غلام ہوں جس کی کوئی بھی قیمت دینے کو تیار نہیں ہوگا''۔

میرے آقا نے اس کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا: ''نہیں، تم کم قیمت نہیں ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری بہت زیادہ قیمت ہے'' میرے آقا کے اس پیار بھرے جملے سے وہ بادیہ نشیں مسکرا اٹھا اور اپنی قسمت پر رشک کرنے لگا جس کو آقا نے بیش قیمت قرار دے دیا تھا۔ آپ کبھی کبھی ایسا جملہ ارشاد فرماتے کہ پوری محفل مسکرا اٹھتی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔

''یا رسول اللہ! مجھے ایک سرکاری اونٹ عطا فرمایئے تا کہ میں جہاد کے دوران سواری کے لئے استعمال کرسکوں''

''تمہیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں، اس پر سواری کرو گے؟''

آقا علیہ السلام کے اس سوال پر وہ شخص حیرانی سے کہنے لگا۔

''میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا!

''ارے بھلے آدمی! کیا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا؟''

میرے آقا کے حسن ظرافت سے سب حاضرین محفل نے لطف اٹھایا۔ ایک دن حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی ''آپ میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب فرمائے''۔

''ام زبیر! جنت میں بوڑھیاں تو نہیں جائیں گی''

''کیا واقعی میں جنت میں نہیں جاسکوں گی''

حضرت صفیہ آقا علیہ السلام کے جواب سے گھبرا گئیں تو آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جب آپ جنت میں جائیں گی تو بوڑھی کب رہیں گی وہاں تو آپ نوجوان بن جائیں گی۔ کیا آپ نے قرآن مجید کی وہ آیت نہیں سنی جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نوجوان دوشیزہ بنا کر جنت میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے''۔

Marfat.com

صاحب قرآن کے اس پیار بھرے انداز بیان پر آپ کی پھوپھی مسکراتے ہوئے محفل سے اٹھیں۔ کبھی کسی بدو کی بدکلامی پر صحابہ کرام شدید غصے میں آجاتے لیکن میرے آقا ایسے کم فہم لوگوں کی باتوں کو نظرانداز کرتے اور حکیمانہ طریقے سے اصلاح فرما دیتے اور معاملے کو سلجھا دیتے۔ ایک دن صحرائی علاقے سے آنے والے ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں آکر مدد کی درخواست کی۔ آپ نے جو کچھ بھی اس وقت موجود تھا اسے عطا فرما دیا۔ اور پوچھا:

''کیا تم خوش ہو؟''

''نہیں، بالکل نہیں! آپ نے مجھے ایسا کیا دے دیا ہے کہ میں آپ سے خوش ہو جاؤں اور آپ کی تعریف کرنے لگوں؟''

اس بدو کے گستاخانہ جواب کو سن کر صحابہ کرام طیش میں آگئے اور اس کی طرف لپکے تا کہ اس کو قتل کر دیں۔

''رک جاؤ اس کو کچھ نہ کہو'' آقا علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا تو سب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ میرے آقا ﷺ اس کے بعد اپنے حجرہ اقدس میں تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ اس بدو کو یہاں بھیجا جائے۔ وہ آپ کی خدمت میں وہاں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو اس کی خواہش کے مطابق بہت سارا مال اسباب عطا فرمایا اور پھر پوچھا:

''اب بتاؤ کہ تم مجھ سے خوش ہو؟''

''یا رسول اللہ! بہت خوش ہوں آپ نے اتنا عطا فرما دیا ہے کہ میں اپنے اہل خانہ اور قبیلے والوں کی طرف سے آپ کو دعائیں دیتا ہوں''۔

وہ اٹھ کر جانے لگا تو میرے آقا نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کچھ دیر پہلے تم نے جس انداز سے بات کی تھی اس سے میرے صحابہ کو بہت تکلیف ہوئی تھی، اگر تم چاہو تو جو بات تم نے یہاں میرے سامنے کی ہے یہ محفل میں آکر بیان کر دو تا کہ ان لوگوں کا غم و غصہ بھی دور ہو جائے اور تمہارے متعلق ان کا دل بھی مطمئن ہو جائے''۔

''کیوں نہیں یا رسول اللہ! میں حاضر خدمت ہو کر یہی بات وہاں بھی کر دوں گا''

دوسرے دن یہی بدو پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، صحابہ کرام اس شخص کو دیکھ کر چونکے، آقا علیہ السلام اپنے جاں نثاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''کل اس شخص نے جو بات کہی تھی وہ تم لوگوں نے سن لی تھی، اس کو مطمئن کرنے کے لئے میں نے اس کی خواہش کے مطابق اور بھی مال و دولت عطا کیا تھا جس سے وہ خوش ہو گیا ہے'' پھر اس کی طرف دیکھ کر میرے آقا نے پوچھا:

''کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم اب مطمئن ہو گئے ہو؟''

''جی ہاں یا رسول اللہ میں بالکل مطمئن ہوں اور اپنے خاندان اور اپنے قبیلے کی طرف سے آپ کے لئے دعائیں کر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے اتنا عطا فرما دیا ہے کہ اب ہمارے قبیلے سے غربت و افلاس ختم ہو جائے گی''۔ اعرابی کے ان کلمات سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسکین ہو گئی اور اس اعرابی سے متعلق ان کی بدگمانی بھی دور ہو گئی۔ کل جو شخص قتل ہونے سے بال بال بچ گیا تھا آج میرے آقا کی بارگاہ میں مطمئن بیٹھا تھا اور جاں نثاران مصطفیٰ اس کو شفقت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ میرے آقا نے اس موقع پر حاضرین محفل سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں تمہیں اپنے اور تمہارے تعلق کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

جیسے کسی شخص کی اونٹنی اپنے مالک کا رسہ توڑ کر بھاگ جائے اور لوگ اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے دوڑنا شروع کر دیں۔

Marfat.com

پھر اونٹنی کا مالک آجائے اور لوگوں سے کہے تم سب لوگ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنی اونٹنی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم اسے پکڑنے کی کوشش نہ کرو۔ میں اسے آسانی سے پکڑ لوں گا۔ سب لوگ رک جائیں تو اونٹنی کا مالک اپنے دامن میں اونٹنی کے لئے سبز چارہ ڈال کر اس کی طرف بڑھے اور اس کو آواز دے کر بلائے تو اونٹنی اپنے مالک کی آواز سن کر رک جائے گی اور اپنے مالک کی سمت دوڑتی ہوئی چلی آئے گی، جیسے ہی وہ قریب آئے گی اونٹنی کا مالک اس کی نکیل پکڑ کر اس کو نیچے بیٹھنے کا اشارہ کرے گا تو وہ بیٹھ جائے گی پھر وہ اس پر اپنا کجاوہ کس کر باندھے گا اور اس پر سوار ہو جائے گا''۔

حاضرین محفل پوری توجہ اور انہماک سے آقا علیہ السلام کی زبان مبارک سے خوبصورت مثال سن رہے تھے میرے آقا ایسے ماحول اور ایسی صورتحال کے متعلق مثال دے رہے تھے جو عرب معاشرہ میں روزمرہ کا معمول تھا اور وہ لوگ اکثر اس کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔ یہ مثال بیان کرنے کے بعد رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کل میں تم کو نہ روکتا اور تم لوگ اس شخص کی بات سن کر اس کو قتل کر دیتے تو یہ جہنم کا ایندھن بن جاتا''۔ میرے آقا کے اس بلیغ خطاب کے بعد حاضرین محفل کو یہ پیغام مل گیا کہ جب تک آقا علیہ السلام کا حکم نہ ہو کسی کو قتل نہ کیا جائے اور غیر شائستہ گفتگو کرنے والے اعرابیوں کا معاملہ حضور علیہ السلام پر چھوڑ دیا جائے تاکہ آپ اپنی حکیمانہ بصیرت سے اس کو سلجھا دیں۔

بارگاہ نبوت و رسالت میں حاضر ہونے والے لوگوں کے لئے اس طرح کے نصیحت آمیز خطابات آپ وقفے وقفے سے ارشاد فرماتے رہتے تھے۔ روزانہ کا یہ معمول نہیں تھا تاکہ حاضرین اکتا نہ جائیں بالعموم روزانہ کی محفل میں ہلکی پھلکی اور مختصر مگر بامعنی اور جامع گفتگو فرماتے۔ جس طرح گفتگو میں اختصار کو اپناتے اسی طرح نمازوں میں بھی بعض دفعہ مختصر سورتیں تلاوت فرماتے۔ خاص طور پر اس وقت جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو تلاوت مختصر کر دیتے اور نماز جلدی مکمل فرما دیتے تاکہ ماں باپ اپنے ان بچوں کو سنبھال سکیں جو نماز کے دوران رو رہے تھے۔

صرف انسانی بچوں سے ہی نہیں بلکہ پرندوں کے بچوں پر بھی شفقت فرماتے ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک چڑیا آپ کے سر اقدس پر مسلسل چکر کاٹ رہی ہے۔ آپ نے حاضرین محفل سے دریافت فرمایا:

''کسی شخص نے اس چڑیا کے انڈے اٹھا کر اسے پریشان کیا ہے''۔

محفل میں موجود ایک صحابی نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ میں نے انڈے اٹھائے تھے''

''ابھی جا کر اس چڑیا کے انڈے اس کے گھونسلے میں رکھ آؤ'' اس صحابی نے میرے آقا کے حکم کی فوراً تعمیل کر دی۔

فتح مکہ کے سفر کے دوران راستے میں کتیا کو اپنے نوزائیدہ بچوں کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھا تو ایک جاں نثار کو حکم دیا کہ وہ اس جگہ کھڑا ہو جائے اور پیچھے آنے والے لشکر کو کہے کہ اپنا راستہ بدل لیں تاکہ کتیا اور اس کے بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ آپ کی محفل میں حاضر ہونے والے بعض لوگ آپ کی خدمت میں تحائف بھی پیش کرتے آپ مسکراتے ہوئے ان تحائف کو قبول فرماتے۔ بعض دفعہ ان تحائف کو تقسیم فرما دیا کرتے، بالخصوص ان خواتین کو یہ تحائف بھجواتے جو آپ کی اولین رفیقہ حیات، زوجہ محترمہ، ام المومنین، سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں تھیں اور آپ کے گھر تشریف لایا کرتی تھیں آپ بکری ذبح فرماتے تو اس کا گوشت بھی ان خواتین کے گھر اہتمام کے ساتھ بھجوایا کرتے تھے۔

ایک دن دیرینہ تعلقات کی پاسداری کے حوالے سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قدیم تعلقات کو نبھانا تم سے محبت کرنے والوں اور تمہارے محبوب لوگوں کو چاہنے والوں کا خیال رکھنا بھی ایمان کی ایک علامت ہے''۔

آپ جس چٹائی پر تشریف فرماتے کبھی کبھی اس پر لیٹ جاتے، ایک مرتبہ کچھ دیر چٹائی پر آرام فرما کر اٹھے تو خدمت میں ہر وقت حاضر

Marfat.com

رہنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر چٹائی چبھنے کے نشانات نظر آئے، حضرت ابن مسعود آقا علیہ السلام کے مبارک جسم کے ملنے لگے تاکہ وہ نشانات مٹ جائیں اور پھر بڑے ادب سے عرض کی:

''یارسول اللہ آپ یہاں چٹائی پر تشریف فرماتے ہیں آپ اگر اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے آرام دہ بستر لگا دیا کریں تاکہ آپ اس پر آرام فرمالیا کریں۔ آپ نے اس تجویز کو ناپسند فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں دنیاوی آرام کی پرواہ نہیں کرتا، میری اور دنیا کی مثال ایسے ہے جس طرح کوئی مسافر گرمی کے موسم میں دن کو سفر پر روانہ ہو، دوپہر ہو جائے تو کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ کر کچھ دیر آرام کرلے پھر اس کے بعد اس جگہ سے اپنی منزل کی طرف چل پڑے''۔

جس طرح مسجد نبوی میں چٹائی پر لیٹنا پسند فرماتے اسی طرح گھر کے اندر بھی غیر آرام دہ بستر کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک دن آپ کی زوجہ محترمہ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بستر کی چادر کو اس طرح بچھا دیا کہ بستر نرم ہو گیا۔ دوسرے دن میرے آقا بیدار ہوئے تو فرمایا:

''رات میرا بستر کس طرح لگایا تھا''۔

''میں نے چادر کی چار تہیں کر کے اسے بچھا دیا تھا تاکہ نرم ہو جائے''۔

''اب ایسا نہ کرنا، پہلے کی طرح چادر دوہری کر کے بچھایا کرو کیونکہ نرم بستر ہونے کی وجہ سے میں آج رات کو عبادت کے لئے اٹھ نہیں سکا''۔

ام المومنین حضرت حفصہ کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن چٹائی کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر دیکھے تو رونے لگے اور عرض کی:

''یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے اس کو سب سے زیادہ پسند ہیں آپ کی یہ کیفیت ہے اور ایران و روم کے بادشاہ آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں''

حضرت عمر کی گفتگو سن کر میرے آقا اٹھ کر بیٹھ گئے، جاہ و جلال چہرہ اقدس سے عیاں ہو رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''عمر! کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا ان بادشاہوں کو دنیاوی نعمتیں دے دی جائیں اور ہمیں آخرت میں انعامات دیئے جائیں اگر میں چاہتا کہ یہ پہاڑ سونا بن جائیں اور میرے ساتھ ساتھ چلیں تو یہ پہاڑ سونا بن جاتے اور میرے ساتھ چلتے''۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام بالعموم دوپہر کو گھر میں آرام فرماتے تھے، سونے سے پہلے کچھ تناول فرماتے ایک دن آپ گھر تشریف لے گئے لیکن گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس لئے آرام نہیں فرمایا اور مسجد نبوی کی طرف واپس روانہ ہو گئے تاکہ وہاں عبادت و تلاوت الٰہی میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ آپ مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے کہ دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی آرہے ہیں۔ آپ نے ان سے تپتی ہوئی دوپہر میں مسجد کی طرف آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا۔

''یارسول اللہ! بھوک نے بے حال کر رکھا ہے، اس لئے اپنے گھروں سے نکل آئے ہیں''۔

''مجھے اپنے رب کی قسم جو میری جان کا مالک ہے کہ میں بھی اس وقت گھر سے اس وجہ سے باہر آیا ہوں''۔

اس کے بعد میرے آقا اپنے ان دونوں وزیروں کو ساتھ لے کر کاشانۂ حضرت ابوایوب انصاری کی طرف تشریف لے گئے مدینہ میں اولین میزبان رسول کو جب معلوم ہوا کہ آج انہیں پھر میزبانی رسالتمآب کا شرف حاصل ہو گیا ہے تو وہ خوش ہو گئے اور آقا علیہ السلام کی ضیافت کے لئے بکری ذبح کی اس کا گوشت بھون کر جب میرے آقا کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اسے روٹی پر رکھ کر حضرت ابوایوب انصاری سے فرمایا:

''آپ یہ میری بیٹی فاطمہ کے گھر دے آیئے کیونکہ وہ بھی فاقہ سے ہیں اور کئی دنوں سے نہیں کھایا''۔

Marfat.com

پھر آپ نے کھانا تناول کرنے کے بعد فرمایا:

''یہی وہ نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور جس کا ذکر سورۃ التکاثر میں موجود ہے''۔

ایک دن بارگاہ نبوت ورسالت میں موجود حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کبھی بھی مالی کمی کی وجہ سے ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی آمدنی کو اپنا رزق نہ بنالینا، میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حالت فقر میں وفات دے میں مالدار بن کر اس دنیا سے نہیں جانا چاہتا۔

یا اللہ! مجھے روز محشر بھی مساکین کے ساتھ اٹھانا۔

پھر آپ نے حاضرین کو بتایا ''سب سے بڑا بدبخت وہ ہے جو دنیا میں بھی مالی تنگدستی کا شکار رہا اور آخرت میں بھی عذاب اس کا مقدر بنے گا''۔

آقائے دوجہاں سرور کائنات ﷺ کے اس فقر واستغناء کے مزاج کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانتے تھے اور آپ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضوان اللہ عنہن اجمعین بھی مزاج شناسان رسالت تھیں۔ اس لئے گھر میں کئی کئی دن تک کھانا نہ پکتا اور کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی پھر بھی آپ کی محترم بیویاں اور ہماری مائیں صبر واستقامت کے ساتھ رہتیں، اور جس طرح کے حالات ہوتے اس میں خوش رہتی تھیں کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آقا علیہ السلام بھی فاقہ کشی کر رہے ہیں لیکن مطمئن ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیات طیبہ میں کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی بھی مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی کا کھانا میسر نہیں ہوسکا۔

نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ جس طرح محفل میں شگفتگی اور ماحول میں لطافت کا عنصر پیدا فرماتے اسی طرح گھر میں بھی ازواج مطہرات کے ساتھ برتاؤ تھا۔ آپ کی تمام ازواج آپ کے حسن سلوک کی معترف تھیں۔ آپ کی گفتگو عمدہ تھی اور آپ کا طرز عمل خلق عظیم کا نمونہ تھا۔

آپ نے پہلی شادی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کی تھی جب تک وہ زندہ رہیں میرے آقا نے کسی اور سے شادی نہیں کی، انہیں سب سے پہلے اسلام کا پیغام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ نے ہمیشہ ان کی محبتوں اور وفاؤں کو یاد رکھا اور اکثر ان کا تذکرہ فرماتے رہتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر رشک آتا تھا کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہتے۔ آپ ان خواتین سے بھی حسن سلوک خصوصی اہتمام کے ساتھ فرماتے جو حضرت خدیجہ کے وقت آپ کے کاشانہ اقدس میں تشریف لایا کرتی تھیں اور حضرت خدیجہ کی سہیلیاں تھیں، ان کے آنے سے وہ گزرا ہوا زمانہ آپ کو یاد آجاتا تھا۔ میرے آقا علیہ السلام جب بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو یاد فرماتے ان کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے ان کا مال و دولت اسلام کے لئے نچھاور کرنے ان کے ایثار ان کی قربانیوں اور پھر فقر واستغناء کے ساتھ زندگی گزارنے کی ان کی خوبیوں کو بیان فرماتے۔ میرے آقا کی تمام اولاد اطہار (سوائے حضرت ابراہیم کے) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی۔

صاحبزادگان القاسم، اور عبداللہ (الطیب الطاہر) بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزاہرا رضوان اللہ عنہن اجمعین تھیں۔

حضرت زینب کی شادی حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہجرت سے پہلے ہوگئی تھی۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی شادیاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھیں۔ حضرت رقیہ کے وصال کے بعد میرے آقا نے حضرت ام کلثوم کی شادی بھی حضرت عثمان سے کر دی تھی

Marfat.com

جس وجہ سے ان کا لقب ''ذی النورین'' مشہور ہوا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی نسل پاک حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا سے چلی۔ جن کا عقد سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے سیدنا حسن سیدنا حسین سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اب جو بھی خاندان نبوت سے نسبی تعلق رکھتا ہے وہ حسنی سید ہے یا حسینی سید ہے، اور یہی میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی نسل پاک ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حرم نبوی میں بحیثیت زوجہ محترمہ پچیس برس رفاقت مصطفوی میں گزارے۔ یہ پچیس سال انتہائی اہم اور میرے آقا کی حیات طیبہ کے نمایاں سال ہیں۔ ان پچیس سالوں میں اعلان نبوت سے پہلے پندرہ سال ہیں۔ جب میرے آقا ایک مثالی جوان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ کے حسن خلق، آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور آپ کی صداقت وامانت کے ہر طرف چرچے تھے۔ اس عرصہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے قائد انسانیت کی زوجہ محترمہ کا کردار بہت عمدگی اور مثالی انداز سے نبھایا۔ گھر میں مہمانوں کے لئے ضیافت کا اہتمام کرنا عربوں کی دیرینہ روایات میں شامل ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبری میرے آقا کے مہمانوں کے لئے ضیافت کا خصوصی اہتمام کرتیں مکہ مکرمہ میں آپ کی ضیافتیں اور مہمانوں سے عمدہ سلوک ہر طرف شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اعلان نبوت کے دس سال بعد کے دور میں حضرت خدیجہ نے عزیمت واستقامت کے ساتھ ابتدائی دور کی مشکلات کو برداشت کیا، تعلقات ٹوٹتے ہوئے دیکھے، شعب ابی طالب کی تنہائیوں اور معاشرتی مقاطعے کا سامنا کیا، آقا علیہ الصلوۃ والسلام پر ہر طرف سے آنے والے مخالفت کے طوفانوں کا مشاہدہ کیا لیکن ایک مخلص رفیق سفر اور سچی شریک حیات کی طرح قدم قدم پر میرے آقا کا سہارا بنی رہیں۔ آپ کا حوصلہ بڑھاتی رہیں، آغاز وحی کے پہلے دن سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں تک وہ میرے آقا کی معاون ومونس وغمخوار رہیں۔ آقا علیہ السلام نے ایک دن ان کی خصوصی خدمات اور ان کے ممتاز مقام کا تذکرہ یوں فرمایا:

''اللہ کی قسم! مجھے ایسی بیوی نہیں ملی جو ان سے بہتر ہو، کیونکہ انہوں نے اس وقت ایمان قبول کیا جب لوگوں نے انکار کر دیا تھا انہوں نے اس وقت مجھے سچا کہا جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ انہوں نے اس وقت اپنی دولت مجھ پر لٹا دی جب دوسرے لوگوں نے میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کسی اور خاتون سے نہیں صرف انہی سے مجھے اولاد کی نعمت عطا فرمائی''۔

ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے آپ کا وصال ہوا۔ میرے آقا نے انہیں خود لحد میں اتارا۔ اس وقت ان کی عمر 65 برس تھی۔ میرے آقا کی عمر مبارک ان سے پندرہ برس کم تھی لیکن آپ نے اپنی عمر سے پندرہ سال بڑی زوجہ محترمہ کی وفات کے غم کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور بہت غمگین ہوئے اس سال کو حیات نبوی میں ''عام الحزن'' کہا جاتا ہے۔ غم کا سال۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد ایک ایسی خاتون کی ضرورت تھی جو کاشانہ نبوت میں بچیوں کی نگہداشت کر سکے اور گھر سنبھال سکے۔ میرے آقا کی نظر انتخاب پچپن سال کی ایک معمر سنجیدہ بیوہ خاتون پر پڑی۔ جن کا نام حضرت سودہ بنت زمعہ تھا۔ ان کے شوہر سکران بن عمرو وفات پا چکے تھے۔ ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے تھے جس کے کچھ عرصے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے وصال بعد حضرت سودہ کو جب آقا علیہ السلام کی طرف سے نکاح کا پیغام آیا تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا لیکن اپنے والد سے اجازت لینے کی تجویز دی۔ خولہ بنت حکیم جو یہ رشتہ لے کر گئی تھیں ان کے والد کے پاس گئیں۔ انہوں نے بھی بخوشی قبول کر لیا۔ ام المومنین حضرت سودہ نے بحیثیت زوجہ محترمہ بارگاہ نبوت میں تقریباً چودہ سال کا عرصہ گزارا۔ وہ ایک نہایت عبادت گزار اور سخی خاتون تھیں۔ حس مزاح بھی عمدہ تھا، وہ اپنی خوبصورت باتوں سے میرے آقا ﷺ کو خوش کرتی رہتی تھیں جس سے آپ مسکرا اٹھتے۔ ایک دن فرمانے لگیں میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھی کہ ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا، اس اچانک نکسیر پھوٹنے سے میں نے اپنا ناک پکڑ لیا تا کہ خون نہ بہے اور نماز بھی پڑھتی رہی''۔

Marfat.com

میرے آقا ﷺ نے یہ سنا تو بہت مسکرائے، وہ اسی طرح کی باتیں سنا کر میرے آقا ﷺ کو خوش وخرم رکھتیں۔ آقا علیہ السلام بھی ان سے محبت اور کرم نوازی کا اظہار فرماتے۔ وہ فرماتی تھیں میرے لئے یہی اعزاز بہت ہے کہ قیامت کے روز مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ کا اعزاز ملے گا۔ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے میرے آقا ﷺ نے اپنے رفیق محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قربانیوں اور وفاؤں کا یہ صلہ دیا کہ ان کے تعلق کو رشتہ داری میں بدلنے کا فیصلہ فرمایا۔ اللہ رب العالمین کے محبوب کریم کوئی بھی کام رب تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ آپ نے جب حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت عائشہ الصدیقہ کے لئے پیغام بھجوایا اس وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ سال تھی لیکن نگاہ نبوت مشاہدہ کر رہی تھی کہ آپ کی یہ زوجہ محترمہ امت مسلمہ کے لئے علم کی خیرات تقسیم کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنے گی۔ حضرت ابوبکر کو میرے آقا ﷺ کا یہ پیغام ملا تو انہوں نے سب سے پہلے مطعم بن عدی کو جا کر بتایا کیونکہ مطعم اپنے پوتے کے لئے رشتہ کا پیغام پہلے بھجوا چکا تھا لیکن مطعم کی بیوی خود اس رشتہ سے انکاری ہوگئی اور کہنے لگی تم میرے پوتے کو بھی اپنے دین پر لے آؤ گے اس نے ہم تمہاری بیٹی سے اپنے پوتے کا رشتہ نہیں کرتے۔ حضرت ابوبکر کو تسلی ہوگئی کہ انہوں نے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ دوسری طرف سے خود ہی انکار ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی تھی کہ ان کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ بنے اور وہ خود آقا علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار بن جائیں۔ یہ اعزاز ان کی صاحبزادی کو ملنے والا تھا کہ صرف وہی کنواری زوجہ تھیں جن کا آقا علیہ السلام کے ساتھ نکاح ہوا۔ دوسری امہات المومنین پہلے سے شادی شدہ تھیں۔ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی نو سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ حیات نبوی کے مدینہ منورہ کے دس سال کے عرصے میں قربت نبوی ﷺ سے بحیثیت زوجہ محترمہ فیض یاب ہوتی رہیں اور بارگاہ نبوت سے جو علم وبرکات حاصل کیں وہ سوغات بعد میں ایک معلمہ کے طور پر بانٹتی رہیں۔ ان کی ذہانت اور دین فہمی اپنی مثال آپ ہیں وہ امہات المومنین سے اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد شخصیت ہیں جن سے اسلامی فقہ کے ماہرین نے اکتساب فیض کیا۔ وہ احادیث کو صرف بیان ہی نہیں کرتی تھیں بلکہ احادیث سے احکامات کی تخریج اور فقہ کے اصول کی تدوین میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔ میرے آقا علیہ السلام کو ان کی ذہانت اور معاملہ فہمی کی وجہ سے ان سے خصوصی پیار تھا اور اس محبت کا اظہار آپ اکثر فرماتے تھے۔ آپ کا یہ فرمان آپ کی محبت کا شاہد ہے ”عائشہ کو دنیا کی دیگر خواتین پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (گوشت کی یخنی) کو دوسرے کھانوں پر“۔

حضرت عائشہ نے آقا علیہ السلام سے سنے ہوئے کلمات اور احکامات شریعت کو یاد رکھا۔ دو ہزار دو سو دس احادیث رسول آپ نے روایت کیں۔ جن میں امت کے لئے عمومی رہنمائی کے علاوہ عورتوں کے لئے خصوصی ہدایات اور احکامات بھی شامل ہیں۔

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور اپنی خصوصی حیثیت پر ناز کرتی تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جبریئل امین میرے حجرے میں میری موجودگی میں تشریف لایا کرتے تھے۔ میں ہی باکرہ زوجہ محترمہ تھی۔ میرے ہی بستر پر میری گود میں سر رکھے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا، اور میرے ہی حجرے میں قبر مبارک بنی جہاں آپ آرام فرما ہیں“۔

ایک دفعہ بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے اس بنیاد پر کہ دوران سفر حضرت عائشہ الصدیقہ اونٹ پر اپنے کجاوے میں نہیں تھیں اور پیچھے رہ گئی تھیں بعض افواہیں آپ سے منسوب کر دیں۔ درحقیقت حضرت عائشہ اس سفر میں ضروری وجہ سے پیچھے رہ گئی تھیں اور ایک صحابی رسول ﷺ کی حفاظت میں بعد میں قافلے میں شامل ہوگئی تھیں۔ لیکن مدینہ منورہ میں بعض لوگوں کو افواہیں پھیلانے کا موقع مل گیا۔ حضرت عائشہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو وہ شدید بیمار ہو گئیں اور سوکھ کر کانٹا بن گئیں۔ ان کو آقا ﷺ سے جو محبت تھی اور جو خصوصی تعلق تھا اس کی وجہ سے ان کو شدید دکھ پہنچا تھا۔ میرے آقا ﷺ خاموش تھے۔ آپ اللہ رب العالمین کی وحی کا انتظار فرما رہے تھے تا کہ قرآن مجید کی آیات میں سیدہ

Marfat.com

صدیقہ کی صداقت کی گواہی آجائے اور قیامت تک ان کی پاکیزگی اور طہارت کی گواہی آیات قرآنی کا حصہ بن جائے۔ اللہ رب العالمین نے سورۃ النور میں سیدہ عائشہ الصدیقہ کی پاکیزگی اور کردار کے اجلے بن کا تذکرہ کر کے ان کو ایک امتیازی حیثیت عطا کر دیں۔ معلم انسانیت ﷺ نے اپنی اس عالمہ زوجہ محترمہ کے بارے میں ایک دن ارشاد فرمایا:

''دین کے علوم کا آدھا حصہ میری حمیرا سے حاصل کرو''

آقا علیہ السلام پیار سے سیدہ عائشہ کو ''حمیرا'' کہہ کر بلایا کرتے تھے اور کبھی کبھی پیار سے فرماتے:

''حمیرا، مجھ سے بات کرو''

میرے آقا ﷺ حضرت عائشہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔ ایک دن فرمایا: ''مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ تم آج کسی بات پر ناراض ہو''۔

''وہ کیسے؟'' حضرت عائشہ کے سوال کرنے پر آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب خوش ہوتی ہو تو رب محمد کی قسمیں کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو رب موسیٰ کا حوالہ دیتی ہو''

حضرت عائشہ میرے آقا کی اس بات پر مسکرا دیں۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے ہاتھ میں ایک کھلونا دیکھا جو گھوڑے کی شکل کا تھا اور جس کے پَر تھے۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا:

''کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں''

''وہاں کیوں نہیں! سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر نہیں تھے'' میرے آقا حضرت عائشہ کی اس خوبصورت حاضر جوابی سے بہت محظوظ ہوئے حضرت عائشہ کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن درحقیقت وہ تمام فقہاء اور ائمہ حدیث ان کی روحانی اولاد تھے جو آقا علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد ان کے گھر کے دروازے کے باہر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور ان کی زبانی رسالتمآب ﷺ کی احادیث سنا کرتے۔ یوں تو پوری امت مسلمہ ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ کی ایمانی اور روحانی اولاد ہے لیکن میرے آقا نے سیدہ عائشہ الصدیقہ کو ''ام عبداللہ'' کی کنیت عطا فرمادی تھی۔ حضرت عائشہ کی بہن حضرت اسما بنت ابی بکر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر کے حوالے سے اس کنیت سے یاد کی جاتی رہیں۔

حضرت عائشہ میرے آقا ﷺ کے پیغام کی بہت بڑی شارحہ اور ذہین ترین معلمہ تھیں۔ حضرت عائشہ الصدیقہ کے بعد جس خاتون کو ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا وہ سیدنا عمر فاروق کی صاحبزادی حضرت حفصہ تھیں۔ ان کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تو ان کے والد کو ان کی شادی کا فکر لاحق ہوا۔ عرب معاشرہ میں بیوہ سے شادی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے ہاں ہندو معاشرت کے اثرات سے بیوہ خاتون کی شادی عام طور پر معاشرہ قبول نہیں کرتا۔ نوجوان بیوائیں بھی ساری زندگی معاشرتی جبر کی وجہ سے تنہائی میں زندگی گزار دیتی ہیں۔ حضرت عمر نے اپنی بیٹی کا رشتہ پہلے حضرت عثمان کو پیش کیا۔ میرے آقا علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں کا وصال ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے حضرت عثمان کو رشتہ کی پیشکش کی تھی۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ میرا ابھی نکاح کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو نکاح کرنے کے لئے کہا تو وہ بھی خاموش رہے۔ جب حضرت عمر نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی تو آپ نے اسے قبول فرمایا اور یوں حضرت عمر فاروق بھی حضرت ابوبکر صدیق کی طرح میرے آقا ﷺ سے ''مصاہرت'' کی وجہ سے قریبی رشتہ میں منسلک ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق میرے آقا کی اس خواہش سے آگاہ تھے۔ وہ مزاج شناس مصطفیٰ تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عمر کی پیشکش پر سرد مہری دکھائی تھی۔ میرے آقا ﷺ نے حضرت حفصہ

Marfat.com

سے ہجرت کے تیسرے سال شعبان کے مہینے میں نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ نے اسے اپنی خوش قسمتی سمجھا کہ وہ کاشانۂ نبوت میں زوجہ محترمہ کی حیثیت سے آئیں۔ انہوں نے میرے آقا کے آرام وسکون کا ہمیشہ خیال رکھا۔ عبادت گزار اور اکثر روزے سے رہنے والی اس پاکیزہ خاتون کی ان خوبیوں کی گواہی حضرت جبرئیل امین نے آ کر دی۔ وہ ایک بہادر اور پرعزم خاتون تھیں وہ میدان بدر میں زخمی مجاہدین کی دیکھ بھال کی وجہ سے نگاہ نبوت میں مقام بنا چکی تھیں۔ غزوہ بدر میں شہید ہونے والے حضرت عبیدہ بن حارث کی بیوہ حضرت زینب بنت خزیمہ کو بھی ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے اپنے شوہر کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش سے نکاح کیا تھا۔ یہ بھی غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ میرے آقا ﷺ نے اس بیوہ خاتون کی دل جوئی کے لئے ان سے نکاح فرمایا۔ یہ اس وقت ساٹھ برس کی تھیں۔ اس نکاح سے میرے آقا ﷺ نے مجاہدین اسلام کو یہ عملی پیغام دیا کہ ان کی بیواؤں کو بے آسرا نہیں چھوڑا جائے گا۔ ان کی دست گیری کے لئے رؤف و رحیم آقا موجود ہیں۔ اگرچہ انہیں صرف آٹھ ماہ کے مختصر عرصہ تک زوجیت مصطفوی کا شرف حاصل رہا لیکن ام المومنین بننے کا اعزاز ہمیشہ کے لئے حاصل ہو گیا۔ میرے آقا ﷺ کی ان پر نگاہ کرم کی ایک خصوصی وجہ یہ تھی کہ یہ غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ان کے کردار کے اس خصوصی پہلو کی وجہ سے ان کو ''ام المساکین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ بھی غزوہ بدر میں مجاہدین اسلام کو طبی امداد دینے کی خدمت میں شریک رہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد یہ واحد زوجہ محترمہ ہیں جن کا وصال میرے آقا علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ میں ہوا اور آپ نے انہیں جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

راہ حق کے ایک اور مجاہد کی بیوہ سے نکاح کرنے کا میرے آقا ﷺ نے اس وقت فیصلہ فرمایا جب غزوہ احد کے مجاہد حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد جنگ کے موقع پر لگنے والے زخم کی وجہ سے ہجرت کے چوتھے سال وصال فرما گئے۔ اگرچہ غزوہ احد کے دن لگنے والے زخم وقتی طور پر تو مندمل ہو گیا تھا لیکن ایک اور معرکہ میں دوبارہ زخمی ہونے کی وجہ سے وہی زخم جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کی وفات اس لحاظ سے قابل رشک ہے کہ آخری وقت میرے آقا علیہ السلام ان کے سرہانے موجود تھے۔ یہ حضور علیہ السلام کے رشتے میں پھوپھی زاد بھائی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی۔ میرے آقا ﷺ نے اپنے اس رضاعی بھائی کے آخری لمحات میں ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ دم واپسیں حضرت ابو سلمہ میرے آقا کا دیدار کرتے کرتے اور آپ کے چہرے اقدس کو تکتے تکتے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ میرے آقا ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کیں۔ کتنے خوش قسمت تھے ابو سلمہ کہ آخری وقت تک ان کی آنکھوں کے سامنے چہرہ مصطفیٰ تھا اور وصال کے بعد ان کی آنکھوں پر ''ید مصطفیٰ'' تھا۔ وہ ''ید'' جسے اللہ نے سورۃ الفتح میں ''یداللہ'' قرار دیا ہے۔ شوہر کے وصال کے وقت حضرت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو نکاح کا پیغام بھجوایا لیکن اس باہمت اور پرعزم خاتون نے رشتہ قبول نہ کیا۔ میرے آقا علیہ السلام نے اپنے رضاعی بھائی کی اس بیوہ کی دل جوئی اور ان کے چار یتیم بچوں کی کفالت کے لئے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اگرچہ انہوں نے آپ کو یہ عذر پیش کیا کہ میری عمر زیادہ ہے اور بچوں کی نگہداشت کی ذمہ داری بھی ہے اور میرے جذبات رقابت میں بھی شدت ہے لیکن میرے آقا ﷺ نے ان کی تسلی کرا دی۔ زیادہ عمر کا مسئلہ اس لئے نہیں تھا کہ یہ شادی جنسی خواہشات کے تابع نہیں تھی۔ بچوں کی کفالت کی آپ نے یقین دہانی کرا دی اور جذبات رقابت میں کمی کے لئے دعا فرمانے کا وعدہ فرمایا اور اس طرح حضرت ام سلمہ حرم نبوی میں بحیثیت زوجہ محترمہ تشریف لے آئیں۔ میرے آقا ﷺ نے ایک اور غازی اور شہید کی بیوہ کو ''ام المومنین'' بننے کا اعزاز بخشا۔ حضرت ام سلمہ ایک ذہین اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ صلح حدیبیہ کے وقت میرے آقا علیہ السلام جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذباتی ردعمل سے غمزدہ اور متفکر تھے تو انہی کے مشورے پر آپ نے سر کے بال حلق کرا کے اور قربانی دے کر احرام کھول لیا۔ پھر آپ کی اتباع میں جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ نے بھی بال کٹوانے کر قربانیاں کر دیں اور احرام کھول دیئے۔ میرے آقا کو اپنی زبان اقدس سے ارشاد نہیں فرمانا پڑا۔

Marfat.com

آپ کے طرز عمل کی پیروی ہی صحابہ کرام کا مقصود تھا۔

جذباتی ماحول میں یہ کام آسانی اور عمدگی سے حضرت ام سلمہ کے مشورہ کی وجہ سے ہی ممکن ہوا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ امہات المومنین میں سب سے طویل عمر پانے والی خاتون تھیں۔ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد انہوں نے وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ایک اور نکاح جو میرے آقا علیہ السلام کو کرنا پڑا وہ ایک غلط معاشرتی تصور اور جاہلیت کی رسم کی جڑ کاٹنے کے لئے ضروری تھا۔ عہد جاہلیت میں یہ تصور تھا کہ منہ بولا بیٹا بھی سگے بیٹے کی طرح ہوتا ہے۔ اب تمام معاملات اور رشتے اسی طرح سمجھے جائیں گے جس طرح سگے بیٹے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ میرے آقا علیہ السلام نے اپنے غلام حضرت فرید بن حارثہ کو بیٹا بنانے کا اعلان کیا تو لوگ انہیں آپ کا بیٹا کہنے لگے اور یہی سمجھا جانے لگا کہ جیسے وہ آپ کے بیٹے ہی ہیں۔ آپ نے اپنے اس عزیز ترین خادم کا رشتہ اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش سے کیا تھا۔ لیکن یہ شادی شروع سے ہی کامیاب نہ ہوسکی اور بالآخر طلاق ہوگئی۔ معاشرتی پس منظر کے فرق کی وجہ سے یہ شادی قائم نہ رہ سکی۔

حضرت زینب بنت جحش کو طلاق ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے واضح فرمان کے مطابق میرے آقا نے ان کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ یہ نکاح اس رسم کے خاتمے کے لئے بھی تھا کہ منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اللہ رب العالمین کے حبیب کریم نے اس نکاح سے جاہلیت کی اس رسم کو ختم کر کے رکھ دیا۔

یہ شادی ہجرت کے پانچویں سال ہوئی تھی۔ نکاح کا پیغام میرے آقا علیہ السلام کی طرف سے حضرت زینب بنت جحش کے سابقہ شوہر حضرت زید بن حارثہ لے کر گئے۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ میں استخارہ کرلوں تو جواب دوں گی۔ اللہ رب العالمین نے آیت کریمہ نازل فرمادی۔ واضح حکم آگیا کہ حضرت زید کی طلاق کے بعد انہیں کاشانہ نبوت میں آنا ہے۔ امت مصطفوی میں حضرت زید وہ واحد شخصیت ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور اس حوالے سے آیا ہے۔ حضرت زینب جو ایک اعلیٰ خاندان کے تفاخر سے سرشار تھیں اپنے رشتے کی منظوری کے سلسلے میں قرآنی آیت کے نزول سے بہت خوش ہوئیں اور فرماتی تھیں دوسری ازواج مطہرات کے نکاح ان کے والدین اور اہل خانہ نے کئے میرا نکاح کا اعلان اللہ رب العالمین نے آسمان سے کردیا۔ مخالفین اسلام نے اس شادی پر بہت اعتراضات کئے اور اپنے منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی سے نکاح کے طعنے دینے لگے۔ کفار اور منافقین کے ان الزامات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے وہ آیت مبارکہ نازل فرمائی جس میں رسول اللہ ﷺ کے کسی بیٹے کے والد نہ ہونے اور آپ کی ختم نبوت کی صراحت موجود ہے یہاں ختم نبوت کا حوالہ اس لئے دیا گیا تا کہ دنیا کو بتادیا جائے کہ چونکہ آپ کے بعد کسی نبی نے تشریف نہیں لانا اس لئے عہد جاہلیت کی ہر رسم پر برائی کا عملی خاتمہ کرنا ''خاتم النبیین'' کے لئے ضروری تھا۔ اس نکاح کے بعد حضرت زید کو ''زید بن حارثہ'' کہا جانے لگا۔ ورنہ اس سے پہلے انہیں ''زید بن محمد'' کہا جاتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش جس طرح حسن و جمال میں ممتاز تھیں اسی طرح غریبوں کی مدد اور سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔

حضرت عائشہ الصدیقہ فرماتی تھیں کہ وہ ہر نیکی کے معاملے میں مجھ سے بڑھ جانے اور مقابلہ کرتی تھیں۔ لیکن مسابقت کا یہ جذبہ حسد اور عناد پر مبنی نہیں تھا۔ یہ میرے آقا علیہ السلام کی نگاہ کرم اور تربیت کا اثر تھا کہ تمام امہات المومنین رشک اور رقابت کے فطری اور بشری جذبات کے باوجود آپس میں پیار و محبت کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ الصدیقہ پر بہتان لگایا گیا تو میرے آقا نے حضرت زینب بنت جحش سے اس معاملے میں دریافت فرمایا۔ آپ نے اپنی سوکن کے تعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں فرمایا:

''واللہ! مجھے ان کے کردار کی عمدگی کے علاوہ اور کسی چیز کا علم نہیں ہے''۔

حضرت عائشہ الصدیقہ فرمایا کرتی تھیں۔

Marfat.com

''میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دینی معاملات میں بہتر، اللہ سے زیادہ ڈرنے والی، زیادہ سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور خیرات کرنے والی نہیں دیکھی''۔

حضرت زینب خاندانی لحاظ سے دوسری ازواج مطہرات کی نسبت میرے آقا کی قریبی تھیں۔ پھوپھی زاد ہونے کی وجہ سے ذرا سی بے تکلفی بھی تھی، آقا علیہ السلام ان کی کسی بات کا برا بھی نہیں منایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے آقا مہاجرین میں سال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ اس دوران حضرت زینب نے اپنی رائے دی۔ حضرت عمر فاروق کو ان کا اس طرح بولنا ناگوار گزرا اور انہوں نے ان کو ٹوکنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عمر کو روک دیا اور فرمایا:

''تم اس معاملے کو رہنے دو''

حضرت زینب کی سخاوت بھی بے مثال تھی اور غیرت بھی۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر فرمایا۔ یہ خطیر رقم حضرت زینب نے وصول کر کے غریبوں اور ضرورت مند رشتہ داروں میں تقسیم کردی اور دعا فرمائی ''یا اللہ! یہ عطیہ مجھے اگلے سال ملنا نصیب نہ ہو''۔ حضرت عمر کو ساری رقم تقسیم کرنے کی خبر ملی تو فوراً ایک ہزار درہم مزید روانہ کر دیئے۔

حضرت زینب نے اسے بھی فوراً خیرات کر دیا۔

اگلے سال عطیہ نہ لینے کی ان کی دعا قبول ہوئی اور ایک سال کے اندر ہی ان کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں دینے والے میرے آقا علیہ السلام نے ان کے وصال سے پہلے ہی مطلع کر دیا تھا۔ آپ نے ایک دن ازواج مطہرات کے سامنے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے وہ سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے''

''جوامع الکلم'' ارشاد فرمانے والے میرے آقا کے اس فرمان کی معنویت اور حقیقت کو سمجھنے کی بجائے امہات المومنین نے اس کے ظاہری معنی کے لحاظ سے سمجھا اور وہ جب وصال مصطفوی کے بعد کسی حجرے میں جمع ہوتیں تو دیوار پر اپنے ہاتھوں کو رکھ کر اسے ناپا کرتی تھیں تاکہ یہ دیکھ سکیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے۔ حضرت زینب کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں جاتا تھا کیونکہ ان کا قد چھوٹا تھا اور ہاتھ بھی لمبے نہیں تھے لیکن میرے آقا علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ آقا علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ''لمبے ہاتھ والی سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گی'' سخاوت کے کھلے ہاتھ کی طرف اشارہ تھا ہاتھ کی جسمانی ساخت کی طرف نہیں تھا۔ سخاوت کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے اپنے لئے ایک کفن تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی ایک کفن بھیجیں گے۔ دونوں میں سے ایک کو کسی مستحق کو دے دینا۔ چنانچہ ان کی وصیت کی تعمیل کی گئی۔ حضرت عمر فاروق نے نماز جنازہ بھی پڑھائی اور ازواج مطہرات کی اجازت سے ان کو لحد میں بھی اتارا۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پانچویں سال دشمن قوم کی ایک قیدی خاتون سے شادی کی۔ بیس سالہ ''برہ'' کو میرے آقا نے نیا نام ''جویریہ'' عطا فرمایا اور انہیں غلامی سے آزادی دے کر نکاح فرمالیا۔ وہ ایک قبائلی سردار کی بیٹی تھی آپ نے انہیں عزت دے کر ''ام المومنین'' بنایا تو پورے قبیلے کے لئے عزت کا باعث بن گئیں۔ اس رشتہ کی وجہ سے ان کے خاندان کے سب ہی گرفتار لوگ رہا کر دیئے گئے حضرت جویریہ کو ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئی تھیں۔

میرے آقا نے کرم فرماتے ہوئے حضرت ثابت کو نو اوقیہ سونا دے کر انہیں اپنے لئے پسند فرمایا اور شرف زوجیت عطا فرمایا۔ صحابہ کرام کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت جویریہ کے خاندان کے گرفتار شدگان کو نہ صرف رہا کیا بلکہ ان کی عزت و تکریم کی کیونکہ اب ان کا آقا کریم

Marfat.com

سے رشتہ مصاہرت قائم ہو چکا تھا۔ حضرت عائشہ الصدیقہ نے اس موقع پر فرمایا۔

''میں نے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے لئے جویریہ سے بڑھ کر باعث برکت ہو۔ ان کی وجہ سے ان کے خاندان کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے''۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ پر جو احسان کیا تھا اس کا اعتراف انہوں نے یوں کیا کہ جب ان کے والد انہیں واپس لینے کے لئے آئے تو حضرت جویریہ نے جانے سے انکار کر دیا۔

ان کے والد نے آقا علیہ السلام سے گزارش کی تھی ''آپ میری بیٹی کو آزاد کر دیجئے! یہ ایک سردار کی بیٹی ہے اس کا لونڈی بن جانا ہماری توہین ہے''۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اس پر کوئی جبر نہیں ہے۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ چاہے تو تمہارے ساتھ چلی جائے اور اس کی مرضی ہو تو میری بیوی بن کر یہاں رہے''۔

حضرت جویریہ کے والد نے بیٹی سے چلنے کے لئے کہا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے اعزاز کو ترجیح دی۔ قبائلی سردار کی بیٹی کے تعارف کی بجائے ''ام المومنین'' کے لقب کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھا اور میرے آقا کی خدمت گزاری کو اپنی خوش بختی۔ اس وقت حضرت جویریہ کی عمر بیس سال تھی لیکن ان کا فیصلہ ان کی سنجیدہ فکر اور ان کی پختہ مزاجی کا آئینہ دار ہے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام گھریلو ماحول پر خصوصی نظر رکھتے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کے معمولات کا مشاہدہ فرماتے رہتے تھے۔ عبادت میں زیادہ وقت گزارنا ایک پسندیدہ فعل ہے۔ لیکن خواتین کو گھریلو امور بھی سرانجام دینے ہوتے ہیں اس لئے آپ نے ایک دن بڑی خوبصورتی سے حضرت جویریہ کو بتایا کہ بعض اذکار ایسے ایسے ہیں کہ ان کا ثواب طویل عبادات سے زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے اس دن مشاہدہ فرمایا تھا کہ فجر کی نماز سے لے کر کافی دیر تک حضرت جویریہ اپنے حجرے میں مصلے پر بیٹھ کر عبادت کرتی رہیں۔ آپ صبح کے وقت تشریف لائے تو انہیں مصلے پر دیکھا۔ کافی دیر بعد تشریف لائے تو ابھی تک وہیں بیٹھی تھیں۔

آپ نے ان سے پوچھا:

''کیا تم صبح سے یہاں پر بیٹھ کر عبادت کر رہی ہو؟''

''جی ہاں یارسول اللہ!'' حضرت جویریہ کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اس عرصہ میں چار کلمات پڑھے ہیں، ان کا موازنہ تمہاری اس عبادت سے کیا جائے تو ان چار کلمات کا ثواب زیادہ ہوگا''۔

حضرت جویریہ دیگر امہات المومنین کی طرح حصول ثواب کی ہمیشہ طلب گار اور اعمال صالحہ کی خوگر رہتی تھیں۔ لہٰذا فوراً پوچھا مجھے وہ کلمات بتایئے، آقا علیہ السلام نے انہیں کلمات بتائے وہ یہ تھے۔

''سبحان اللہ و بحمدہ عذر حلقه و رضی نفسه وزنة عرشه و مداد کلماته''

اسلامی معاشرہ کی ان خواتین کے لئے جو گھریلو امور میں بھی مصروف رہتی ہیں اور نفلی عبادات کے لئے زیادہ وقت نہیں نکال سکتیں۔ یہ کتنا راحت افزا پیغام ہے کہ ان کلمات طیبات کے پڑھنے سے انہیں ڈھیروں ثواب حاصل ہوگا اور یہ تحفہ حضرت جویریہ کی معرفت سے ملا ہے۔

میرے آقا نے حضرت جویریہ کو جمعہ کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھا تو پوچھا:

Marfat.com

''کیا تم نے گزشتہ کل روزہ رکھا تھا؟''

''نہیں'' حضرت جویریہ کے جواب میں آقا علیہ السلام نے دریافت فرمایا: ''کیا کل روزہ رکھو گی؟''

حضرت جویریہ نے جواب دیا ''نہیں''۔

آپ نے فرمایا: تو پھر آج کا روزہ توڑ دو! کیونکہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اگر جمعہ کے دن روزہ رکھنا ہو تو ایک دن پہلے یا بعد میں بھی روزہ رکھا جائے''۔

اس طرح آپ نے بڑی عمدگی سے ایک دینی مسئلہ کی وضاحت فرما دی۔ اس طرح کے فقہی مسائل آپ گھر میں اکثر ارشاد فرماتے رہتے تھے۔ آپ کی گھریلو چار دیواری کے اندر ہونے والی گفتگو آنے والے وقتوں میں امت کے لئے پیغام ہدایت اور دینی احکام کی وضاحت کا ذریعہ بن گئی۔

نبی اکرم ﷺ جس طرح مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے اسی طرح حبشہ میں رہنے والے مسلمانوں کے معاملات بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں تھے۔ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد حبشہ ہجرت کرنے والے یہاں آ چکے تھے۔ لیکن ابھی تک کچھ لوگ وہیں پر آباد تھے۔ ان میں ابوسفیان کی بیٹی رملہ بھی اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ قیام پذیر تھیں۔

مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی رملہ نے اسلام قبول کیا تو اپنے والد کے ظلم و ستم سے گھبرا کر مجبوراً حبشہ کی طرف اپنے خاوند کے ہمراہ ہجرت کرنا پڑی، وہیں ان کی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں، جس سے ان کا نام ام حبیبہ مشہور ہو گیا، حبشہ میں عیسائیوں کا غلبہ تھا۔ عبداللہ بن جحش پر عیسائی نظریات غالب آ گئے اور وہ مرتد ہو گیا۔ بیوی نے اس سے تعلق توڑ لیا۔ اس نے بہت منت سماجت کی کسی طرح زوجہ سے تعلقات باقی رہیں لیکن ام حبیبہ میرے آقا کے دین کی سچی پیروکار تھیں۔ وہ ایک غیر مسلم کے ساتھ کس طرح رہ سکتی تھیں۔ شوہر سے علیحدگی ہو گئی تو زندگی کی مشکلات شروع ہو گئیں۔ ایک اجنبی ماحول میں کسی اکیلی خاتون کا بچی کو پالنا ایک دشوار مرحلہ تھا۔ مکہ واپس نہیں آ سکتی تھیں۔ خدشہ تھا کہ دین اسلام سے منحرف کرنے کے لئے ان کا والد ہر حربہ استعمال کرے گا۔ وہ حالات کا استقامت سے مقابلہ کر رہی تھیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے فرمان رسالتمآب کے مطابق آپ کا نکاح آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ کر دیا اور حق مہر بھی خود ادا کیا۔ اس نے اس خوشی میں کھانے کا اہتمام بھی کیا اور حضرت ام حبیبہ کو حضرت شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بحفاظت مدینہ منورہ بھجوا دیا۔ یہ ہجرت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کے قریب ان کے لئے علیحدہ حجرے کا اہتمام فرمایا۔ وہی سادگی، وہی تصنع سے پاک ماحول، جہاں نہ کوئی دنیاوی جاہ و جلال کا اظہار، نہ شان و شوکت کا سامان، سردار مکہ ابوسفیان کی بیٹی مٹی کی دیواروں سے بنے ہوئے مختصر سے حجرے میں آئیں تو اس ماحول کو اپنے لئے دنیا و آخرت کی خوش قسمتی سمجھا۔ اب ان کی پہچان ابوسفیان کی بیٹی کے حوالے سے نہیں بلکہ خاتم النبیین ﷺ کی زوجہ محترمہ کی وجہ سے تھی، باپ کو پتہ چلا تو وہ بیٹی سے ملاقات کی غرض سے مدینہ آن پہنچا، اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے عداوت تو موجود تھی لیکن بیٹی کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ آنا پڑا، پدری محبت نے جوش مارا تو کاشانہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بدر و احد و خندق کے معرکوں میں مسلمانوں کے لئے خطرات و مشکلات پیدا کرنے والا اور ان کا خون بہانے اور ان کے آقا کو شہید کرنے کے عزائم رکھنے والا ابوسفیان اب سر جھکائے اپنی بیٹی سے ملنے مدینہ پہنچا تو آقا علیہ السلام نے اسے بیٹی سے ملنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ جونہی وہ حجرہ اقدس پہنچا تو سادگی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایک سادہ سا بستر بچھا ہوا تھا۔ دوسرا پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے تیزی سے بستر ہٹا دیا، باپ سمجھا کہ بیٹی اپنے سردار باپ کے شایان شان کوئی عمدہ قالین بچھائے گی اس لئے یہ سادہ سا بستر لپیٹ دیا لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب بیٹی نے باپ سے کہا اب آپ بیٹھ جایئے۔ ابو

Marfat.com

سفیان نے پوچھا ”کیا بات ہے تم نے بستر کیوں لپیٹ دیا کیا وہ بستر میرے قابل نہیں تھا یا میں بستر کے قابل نہیں ہوں“۔

”یقیناً آپ اس قابل نہیں ہیں کہ اس بستر پر بیٹھ سکیں کیونکہ آپ مشرک اور ناپاک ہیں اور میں کسی ناپاک کو اللہ تعالیٰ کے رسول کے بستر پر بیٹھنے کی اجازت کس طرح دے سکتی ہوں“۔

بیٹی کے اس جواب نے ابوسفیان کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا جذبہ ہے، یہ کیا نظریہ ہے، جس کی بدولت بیٹی اپنے باپ کو بھی نجس اور ناپاک سمجھتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے یہ جذبات ان کی غیرت ایمانی اور محبت نبوی کے مظہر تھے۔ ایمان کی جو دولت حضرت ام حبیبہ کو اولین دور میں نصیب ہوگئی تھی ابوسفیان کو اسے حاصل کرنے میں کافی وقت لگا۔ کسی بھی نظریہ کو قبول کرنا اسے تسلیم کرنے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اولین دور میں نظریہ کی سچائی کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دینے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو پہلے پہل اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کی راہ میں کانٹے بکھیرتے ہیں اور رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں، لیکن جب نظریہ غالب آجاتا ہے اور انہیں اپنی ناکامی کا یقین ہو جاتا ہے تو پھر وہ بالآخر نظریہ کے حامی بن جاتے ہیں۔ ابوسفیان دوسری طرح کے لوگوں میں تھا جس نے اسلام کا غلبہ دیکھ کر فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا۔ غزوہ خیبر کے بعد جب یہودی قبائل کو شکست ہوگئی اور ان کے قیدی دربار رسالت میں پیش کئے گئے تو ان میں ایک قبائلی سردار حی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انہیں حضرت وحیہ کلبی کی ملکیت میں دے دیا۔ لیکن صحابہ کرام نے آپ سے گزارش کی کہ وہ سردار قوم کی بیٹی ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ ان سے نکاح فرمالیں۔ میرے آقا نے حضرت صفیہ کو بلا کر پوچھا:

”اگر تم یہودی بن کر رہنا چاہتی ہو تو میں تمہیں آزاد کرتا ہوں اور تمہیں تمہارے قبیلے والوں کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا اگر تم اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلو تو پھر بھی تم آزاد ہوگی اور اگر چاہو تو میں تمہارے ساتھ نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں“۔

حضرت صفیہ نے سوچنے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہیں کی اور اسلام قبول کرلیا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اپنی زوجہ محترمہ کا شرف عطا کرنے کے لئے ان سے نکاح کرلیا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔ اس سے پہلے وہ دو شوہروں کی یکے بعد دیگرے بیوی رہ چکی تھیں۔ لیکن ان کو جو مقام ومرتبہ، عزت واحترام میرے آقا کی زوجہ محترمہ اور ”ام المؤمنین“ کے اعزاز کی وجہ سے ملا وہ اس پر فخر کرتی تھیں۔ اگرچہ بشری تقاضوں کے تحت بعض امہات المومنین انہیں یہودی خاندان سے تعلق کا طعنہ دیتی تھیں لیکن میرے آقا ہمیشہ حضرت صفیہ کی دل جوئی کرتے، ایک دن انہیں فرمایا کہ اگر کوئی تمہیں یہودی ہونے کا طعنہ دے تو اس سے دل شکستہ ہونے کی بجائے تم فخریہ طور پر کہو کہ موسیٰ علیہ السلام میرے والد ہیں اور ہارون علیہ السلام میرے چچا ہیں۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اس تسلی سے حضرت صفیہ کو اطمینان ہوگیا، میرے کریم آقا کسی کو بھی دکھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے بنی اسرائیل سے تعلق کی نسبت سے حضرت صفیہ کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے جوڑ کر انہیں مطمئن اور شاد کردیا۔ آپ گفتگو ہی ایسی فرماتے تھے کہ سننے والا اداس ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ کی زبان اقدس سے لفظ پھول بن کر نکلتے تھے۔ جن کی مہک اور خوشبو پورے ماحول کو معطر کردیتی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے ح ضرت میمونہ بنت حارث سے بھی نکاح فرمایا۔ آپ کا یہ نکاح سات ہجری میں عمرہ سے واپسی پر آپ کے چچا حضرت عباس نے پڑھایا۔ یہ حضرت عباس کی بیوی ام الفضل کی بہن تھیں۔ بڑھاپے میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ حضرت عباس کی گزارش پر میرے آقا نے ان سے نکاح فرمایا اور اس طرح انہیں بھی امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوگئی۔ حضرت میمونہ کی آٹھ

Marfat.com

نہیں تھیں جو اہم قبائلی سرداروں کے ہاں بیاہی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ سے نکاح کی وجہ سے حضرت میمونہ کی بہنوں کے خاندانوں کے افراد نے بھی بالآخر اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مصر کے حکمران مقوقس نے بطور ہدیہ ایک خاتون ماریہ قبطیہ کو بھیجا، جن کو میرے آقا نے اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیا۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں ''علایہ'' میں ان کے لئے ایک علیحدہ مکان میں رہائش کا انتظام کیا۔ ان کے بطن سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت ماریہ قبطیہ حضرت خدیجہ کے بعد دوسری خاتون تھیں جن کو میرے آقا کی اولاد کی والدہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ رحمت اللعالمین ﷺ اپنے صاحبزادے ابراہیم سے بہت پیار فرماتے تھے۔ دودھ پلانے کے لئے ایک محنت کش لوہار کی بیوی ام سیف کو سعادت حاصل ہوئی۔ ام سیف کا شوہر گھر میں ہی لوہار کا کام کرتا تھا۔ گھر میں دن کو دھواں بھرا رہتا تھا۔ میرے آقا اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے اس لوہار کے گھر تشریف لے جاتے تو اسی دھویں بھرے ماحول میں بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھی طبیعت پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوتے تھے جس کو خادم خاص حضرت انس بن مالک نے محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے جیسے ہی میرے آقا بیٹے ابراہیم کو دیکھنے کے لئے ام سیف کے گھر کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے حضرت انس اپنے لڑکپن کی پھرتی کے ساتھ ام سیف کے گھر کی طرف تیزی سے پہنچتے۔ حضرت انس ان دنوں کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے کہ وہ جلدی سے وہاں پہنچ کر اہل خانہ کو اطلاع دیا کرتے تھے کہ آقا یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لئے دھویں والا کام روک دو۔ یہ سن کر ابو سیف کام بند کر کے آقا علیہ السلام کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگتے۔ حضور علیہ السلام یہاں تشریف لاتے، ننھے ابراہیم کو گود میں اٹھاتے، اس کو چومتے اس سے کھیلتے رہتے، ننھا بچہ بھی اپنے خیر البشر والد گرامی کو دیکھ کر معصومیت سے کھکھلا اٹھتا۔ جس کو دیکھ کر میرے آقا کے چہرہ انور پر نورانی مسکراہٹ پھیل جاتی۔ اب بچہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا تھا اور دودھ کی خدمت ام سیف نے حسب معمول کے ذمے تھے۔ اچانک ننھے ابراہیم کی طبیعت خراب ہو گئی، دن بدن کمزوری اور بیماری بڑھتی گئی۔ آقا علیہ السلام ننھے ابراہیم کی بیماری سے غمگین ہوئے ایک دن اطلاع آئی کہ ابراہیم پر نزع کی کیفیت طاری ہے اور آخری سانسیں چل رہی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس وقت آقا علیہ السلام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میرے آقا اسی وقت ابو سیف کے گھر پہنچے، ڈیڑھ سالہ ابراہیم کو گود میں لیا، بچے نے نقاہت سے آنکھیں کھولیں تاکہ آخری دفعہ چہرہ انور کا دیدار کر سکے۔ میرے آقا نے ننھے بچے کو آخری لمحات میں سینے سے چمٹا لیا اور آپ کی مدّس آنکھوں سے آنسو سوئیوں کی لڑی کی طرح گرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حیرانی سے عرض کی:

''یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟''

شاید عبدالرحمٰن بن عوف نے اس طرح کبھی اپنے آقا و مولا کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ میرے آقا نے اپنی اشکبار آنکھوں سے عبدالرحمٰن بن عوف کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''ابن عوف! یہ آنسو رحمت و شفقت کے آنسو ہیں'' یعنی آپ اس حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ یہ رب تعالیٰ سے کسی طرح کے شکوے کے اظہار کے نہیں بلکہ بچے کے ساتھ محبت و پیار کے آنسو ہیں۔ پھر آپ نے ننھے ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''ابراہیم! تیری جدائی کا صدمہ بہت زیادہ ہے، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، دل غمگین ہے لیکن میں وہی کہوں گا جس میں میرے رب کی رضا ہے''۔

آپ کے صاحبزادے کی وفات کی خبر پورے مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ اتفاق سے اس دن مدینہ میں دن کو سورج کو گرہن لگ گیا۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ سورج گرہن آپ کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ آپ نے اس غلط فہمی کو فوراً ختم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ''سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، ان کو گرہن لگنے کا تعلق کسی کی موت سے نہیں ہوتا''۔

Marfat.com

چھوٹی سی چارپائی پر ننھے ابراہیم کی میت رکھ کر بقیع میں لایا گیا جہاں آقا علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ننھے ابراہیم کے دفن ہونے کے بعد تک آپ اس کی قبر کے قریب کھڑے رہے پھر آپ نے حکم دیا کہ پانی کی ایک مشک لائی جائے۔ ایک انصاری پانی کی مشک بھر کر لائے اور آپ کے فرمان کے مطابق قبر کے اوپر چھڑکاؤ کیا۔ پھر آپ نے قبر پر ایک شناختی نشان لگویا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو کر واپس گھر تشریف لے آئے۔ حضرت ابراہیم ہجرت کے آٹھویں سال ذی الحجہ میں پیدا ہوئے تھے اور ڈیڑھ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔

خوشی اور غم کے جذبات حوارشات و واقعات میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روزمرہ کے معمولات وعبادات پر اثر انداز نہیں ہوتے تھے۔ آپ مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنے مقصد اور اپنے نصیب العین کے مطابق حیات مبارکہ کے شب و روز بسر فرماتے تھے۔ آپ نے زندگی کا زیادہ تر حصہ اپنی عمر سے پندرہ سالہ بڑی تخاون کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزار دیا تھا۔ حیات طیبہ کے آخری سالوں میں آپ نے جو نکاح فرمائے ان میں ہر نکاح کے پیچھے حکمت، مقصد اور پیغام تھا۔ حکمت کو سمجھنے کے لئے دل محبت رسول سے سرشار ہونا چاہئے۔ مقصد سے آگہی کے لئے سیرت پاک کا ہمہ گیر جائزہ لینا چاہئے اور پیغام کی حقیقت جاننے کے لئے ان پاکیزہ رشتوں کے ہمہ گیر سیاسی اور معاشرتی نتائج پر غور کرنا چاہئے۔ امہات المومنین نے میرے آقا کی صحبت و تربیت سے جو فیض حاصل کیا اس کو انہوں نے امت تک پہنچایا۔ ہر ام المومنین اپنے اپنے مرتبہ اور اپنے مقام کے مطابق خیرات مصطفوی تقسیم فرماتی رہیں۔ ہماری تمام مائیں اپنے کردار، اپنے افکار اور اذکار میں یکتا و بے مثال تھیں۔ انہوں نے عزم و استقامت کے ساتھ جس طرح میرے آقا کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر طرح کی مالی تکالیف اور غذا کی قلت کا صبر و شکر کے ساتھ سامنا کیا یہ ان کے اعلیٰ منصب کا تقاضا اور ان کے عظیم مرتبے کے عین مطابق تھا۔ ان کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے کبھی آقا علیہ السلام سے اپنی مالی پریشانیوں کا تذکرہ کیا ہو اور نان و نفقہ کے اخراجات میں اضافہ کا مطالبہ کیا ہو۔ وہ یہ سوچ سمجھ کر کاشانہ نبوت میں داخل ہوئی تھیں کہ وہاں زہد و تقویٰ اور فقر و استغناء کی دولت ہے۔ دنیاوی جاہ و حشمت کا وہاں گزر ہی نہیں ہے۔ جب میرے آقا علیہ السلام کے جاں نثاروں کی خوبی یہ بیان کی گئی ہے۔

"ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ"

اور میرے آقا کی تربیت یافتہ اور آپ کے طرز عمل کی اتباع کرنے والوں کا نقشہ شاعر یوں کھینچتا ہے۔

تخت سکندری پہ وہ تو تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ صبح و شام میرے آقا علیہ السلام کی معیت اور صحبت میں ہونے والی پاک باز اور نیک سیرت ہماری مائیں دنیاوی خواہشات سے اس قدر مغلوب ہوگئی ہوں کہ انہوں نے مالی مشکلات کا تذکرہ شروع کر دیا ہو اور آقا علیہ السلام سے اخراجات پورے کرنے کے مطالبے کرنے لگی ہوں۔

البتہ منافقین اور یہودیوں کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ سرکار مدینہ کے لئے گھریلو معاملات میں پریشانیاں پیدا کرنے کے اسباب پیدا کئے جائیں اور اس کے لئے وہ طرح طرح کے شیطانی منصوبے بناتے رہتے تھے، منافقین کی عورتیں امہات المومنین کے گھروں میں جا کر ان سے ہمدردی جتاتیں اور انہیں یہ کہہ کر کہ آپ شریف اور معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں یہ احساس دلاتیں کہ اب وہ زندگی کی راحتوں اور لذتوں سے محروم ہوگئی ہیں۔ اگر وہ بڑے مالدار گھرانوں میں بیاہی گئی ہوتیں تو زندگی آرام و سکون سے گزرتی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتیں کہ اگر اب بھی وہ طلاق لے لیں تو ان کی شادیاں بڑے بڑے امراء اور روسا کے ساتھ ہوسکتی ہیں۔ یہ وسوسے ڈالنے اور فتنے

Marfat.com

پھیلانے والی عورتیں ہر معاشرہ میں ہوتی ہیں۔ اس طرح کی کوششوں کا تعلق نبی اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی میں کسی نہ کسی طرح کا فتنہ پیدا کرنا تھا جیسا کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے افواہیں پھیلا کر کیا تھا۔ ازواج مطہرات ان منافق عورتوں کی چال بازیوں اور چالسازیوں سے واقف تھیں لیکن اپنی طبعی شرافت اور انکسار کی وجہ سے ایسی عورتوں کو سخت جواب نہیں دیتی تھیں۔ جس سے یہ عورتیں سمجھتی تھیں کہ وہ اپنے منصوبے میں بالآخر کامیاب ہو جائیں گی۔ محبوب رب العالمین ان ریشہ دوانیوں اور دشمنوں کی مذموم کارروائیوں سے آگاہ تھے لیکن دشمنوں کو جواب دینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار تھا۔ منافقین کے ان گھٹیا اور پست حربوں کا جواب دینے کے لئے اللہ رب العالمین نے سورۃ الاحزاب کی دو آیات نازل فرمائیں جن میں آقا علیہ السلام کو اپنی ازواج مطہرات سے بات کر کے ان کو دنیا اور آخرت میں کسی ایک کو ترجیح دینے کا اختیار دیا گیا۔ ان آیات کا مقصد امہات المومنین کی سرزنش نہیں تھا اور نہ ہی ان سے کسی ناراضگی کا اظہار تھا بلکہ ان سے مخاطب کر کے دراصل منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا جا رہا تھا اور بتایا جا رہا تھا کہ تمہاری کوششوں کے برعکس نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات دنیاوی عیش و عشرت پر آخرت کی فلاح اور کامیابی کو ترجیح دیں گی۔ اس لئے میرے آقا نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے تحت ازواج مطہرات کے سامنے قرآنی مفہوم کے مطابق بیان فرمایا:

”اگر تم دنیا کے آرام اور اس کی زینتوں کی طلب گار ہو تو میں تمہیں مال و دولت دے کر رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے ابدی گھر کا حصول چاہتی ہو تو پھر یاد رکھو کہ تم جیسی پاک باز خواتین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے“۔

آپ نے یہ پیغام باری باری امہات المومنین کے سامنے دہرایا۔ سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ سے ارشاد فرمایا:

”جواب جلدی دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنے والدین سے مشورہ کر لیجئے!“

”مجھے اس معاملے میں کسی سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چن لیا ہے“۔

ام المومنین حضرت عائشہ نے جواب دینے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہ کی اور فوراً ہی اپنا فیصلہ سنا دیا، دوسری ازواج مطہرات نے بھی اسی طرح آقا علیہ السلام کی صحبت، معیت اور آپ کی زوجیت میں رہنے کو ترجیح دی۔ منافقین کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ میرے آقا منافقین کی خفیہ سرگرمیوں سے واقف تھے لیکن آپ نے ازواج مطہرات سے کسی طرح کی باز پرس کرنے یا سخت لہجے میں بات کرنے کی بجائے محبت اور اپنائیت سے ان کی رائے پوچھی اور اسی انداز میں پوچھی جس طرح رب کائنات نے وحی کی صورت میں ہدایات روانہ فرمائی تھیں، آپ کے زوجیت کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد ازواج مطہرات کسی اور کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکتی تھیں۔ میرے آقا کی نسبت ان کے لئے کائنات کا سب سے بڑا اعزاز تھا۔

میرے آقا نے ہمیشہ اپنے طرز عمل سے یہ درس دیا کہ صنف نازک کے جذبات کا خیال رکھا جائے۔ آقا علیہ السلام نے کبھی بھی کسی زوجہ محترمہ کی دل آزاری یا دل شکنی کا سبب بننے والا کوئی فقرہ استعمال نہیں فرمایا۔ آپ کی ہر گفتگو ہر زوجہ محترمہ کے لئے تسکین قلبی کا باعث ہوتی تھی۔ نماز عصر کے بعد جب آپ تھوڑی دیر کے لئے امہات المومنین کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور ان کی خبر گیری فرماتے تو ایک ام المومنین آپ کو شہد کا شربت پیش فرماتیں۔ جس کو آپ شوق سے نوش فرماتے۔ بعض امہات المومنین نے رقابت کے پیش نظر یہ کہنا شروع کر دیا کہ شہد کا شربت پینے سے آپ سے ”مغافیر“ کی مہک آتی ہے۔ ایک خاص قسم کے پودے کا رس پینے سے ایک مخصوص شہد سے ”مغافیر“ کی بو آتی تھی، جب اس طرف اشارہ کیا گیا تو آپ نے اپنے لئے شہد کا شربت نہ پینے کی قسم کھا لی۔ مقصد یہ تھا کہ شربت پینے کی وجہ سے زیادہ دیر بیٹھنے سے وقت کی مساوی تقسیم میں جو فرق پیدا ہوتا ہے وہ ختم ہو جائے چونکہ یہ فیصلہ خاتم النبیین ﷺ کا فیصلہ تھا اس لئے خدشہ تھا کہ امت اس کو اپنے لئے شریعت کا ضابطہ نہ سمجھ لے۔ اس لئے اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب کریم کو ایسی قسم توڑنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

نبی اکرم نور مجسم رحمت دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محافل میں جو صحابہ کرام اور صحابیات حاضر خدمت ہوتی میرے آقا ان پر کبھی ایسی خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے کہ حاضری کا وہ لمحہ زندگی بھر کے لئے یادگار بن جاتا۔

حضرت ابیض بن جمال کے چہرے پر ایک ایسا داغ تھا جس سے چہرہ بدنما لگتا تھا، ایک دن میرے آقا نے ان کو اپنے قریب بلایا اور ان کے چہرے پر اپنا دست مبارک لگایا۔ اس دن ان کا چہرہ خوشنما بن گیا اور کوئی داغ باقی نہ رہا۔

حضرت شرجیل جعفی کی ہتھیلی میں ایک گلٹی تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے روزمرہ کے کام بھی آسانی سے نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس مشکل سے نجات کی درخواست کی آپ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس گلٹی کو زور سے رگڑا۔ چند لمحوں بعد اس گلٹی کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ یہ گلٹی اتنی بڑی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ تلوار تھام سکتے تھے اور نہ گھوڑے کی باگ پکڑ سکتے تھے۔ حضرت عائذ بن سعید حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ! آپ میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے اور میرے لئے دعائے برکت فرمایئے'' آپ نے ان کی خواہش کے مطابق اپنا ہاتھ بھی ان کے چہرے پر پھیرا اور دعا بھی فرمائی۔ اس دن سے ان کا چہرہ ہمیشہ پرنور رہا کرتا تھا۔ یہ نورانی ہاتھوں کی برکت تھی۔

حضرت قتادہ بن ملحان سے جب ان کے بڑھاپے میں یہ پوچھا جاتا تھا کہ ان کا پورا جسم تو لاغر ہو گیا ہے لیکن چہرے کی تروتازگی کا کیا سبب ہے تو وہ بتاتے کہ ایک دن آقا ﷺ نے میرے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا تھا یہ اسی کی برکت کا اثر ہے۔

حضرت قیس بن زید کے سر پر سو سال کی عمر میں بھی سیاہ بالوں کا ایک گچھا تھا، لوگ حیران ہو کر پوچھتے کہ سفید بالوں کے درمیان ان سیاہ بالوں کی وجہ کیا ہے تو وہ ان خوش قسمت لمحات کو یاد کرتے جب وہ بارگاہ رسالتمآب میں حاضر تھے اور آقا علیہ السلام نے محبت سے ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا تھا۔ اس لمحہ کی یادگار کے طور پر سر کے اس حصے پر جہاں آقا کا مبارک ہاتھ لگا تھا بال سیاہ ہی رہے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام بچیوں کے سروں پر بھی دست شفقت رکھتے تھے۔ حضرت سہل بن رافع اپنی صاحبزادی عمیرہ کو ساتھ لے کر آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے میرے آقا نے اس بچی کے سر پر ہاتھ رکھا حضرت عمیرہ نے اس لمحہ کو زندگی بھر یاد رکھا وہ دست نبوت کی شفقت اور ٹھنڈک کو کبھی بھی بھلا نہ سکیں۔

شفقت اور محبت کا یہ انداز صرف محفل میں حاضر خدمت ہونے والوں کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ راہ چلتے ہوئے بھی بچوں کو پیار سے میرے آقا قریب بلاتے اور محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے حضرت سائب بن یزید بتاتے تھے کہ ایک دفعہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف تھے۔ اتنے میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام وہاں سے گزرے۔ آپ نے تمام بچوں کو سلام کیا۔ دوسرے بچوں کا دھیان کھیل کی طرف رہا لیکن حضرت سائب نے آقا کے سلام کا عقیدت سے جواب دیا۔ میرے آقا نے انہیں قریب بلایا اور اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ کر فرمایا ''اللہ تجھے برکتوں سے نوازے'' سائب کا بچپن گزرا، جوانی آئی، جوانی ڈھل گئی، بڑھاپا آ گیا لیکن سر کے بال نوجوانوں کی طرح سیاہ ہی رہے۔ یہ اس مبارک دعا کا نتیجہ تھا۔

حضرت عقربہ اپنے بیٹے بشیر کو بارگاہ رسالتمآب میں لے گئے۔ بشیر بن عقربہ کی زبان میں لکنت تھی، وہ صحیح طریقے سے لفظ ادا نہیں کر سکتے تھے، آقا علیہ السلام نے اس بچے کو قریب بلایا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ بچے کی زبان کی لکنت جاتی رہی میرے آقا کی خدمت میں بدترین دشمن بھی حاضر ہوتا تو آپ اس سے درگزر فرماتے اور اس کے ساتھ طرز عمل پر شرمندہ نہ فرماتے۔ کعب بن زہیر اپنے بھائی بجیر کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے، انہوں نے بجیر کو مدینہ منورہ اس لئے بھیجا کہ وہ پیغام نبوت کی حقیقت سے ان کو آگاہ کرے اور ان کی تفصیلات آ کر بتائے بجیر مدینہ منورہ آ کر میرے آقا کا پیغام ہدایت سن کر ایسے گرویدہ ہوئے کہ فوراً دعوت اسلام قبول کر لی اور شرف صحابیت

Marfat.com

حاصل کر لیا۔ کعب بن زہیر کو معلوم ہوا تو اس نے غصے سے لبریز ہو کر میرے آقا کے خلاف اشعار لکھ کر اپنے بھائی بجیر کو بھجوائے۔ گستاخی پر مبنی اشعار کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں کعب بن زہیر کے قتل کا حکم صادر ہوا۔

کعب بن زہیر کو ان کے بھائی بجیر نے ترغیب دلائی کہ وہ بارگاہ رسالتمآب میں آ کر معافی طلب کریں تو ان کو امان مل جائے گی۔ کعب مدینہ منورہ میں پہنچے تو سیدھے مسجد نبوی میں آئے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ کعب خاموشی سے آپ کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے کر عرض کی "یارسول اللہ! کعب بن زہیر مسلمان ہونا چاہتا ہے اور آپ سے امان کا طلب گار ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو اسے میں حاضر خدمت کروں؟"

آقا علیہ السلام نے کعب کی طرف دیکھا، کعب کو یقین تھا کہ آپ اسے نہیں جانتے، میرے آقا نے بھی اس کے تصور کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور فرمایا:

"اجازت ہے"

"یارسول اللہ ﷺ کعب میں ہی ہوں"

میرے آقا کعب کے اس فوراً جواب پر مسکرا دیئے۔

آقا کی شفقت کریمانہ سے مسرور ہو کر حضرت کعب بن زہیر نے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد نعتیہ اشعار آقا کی بارگاہ میں سنائے۔ وہ شاعر جو پہلے ہجو یہ شاعری کیا کرتا تھا اب شاعر دربار رسالت بن گیا تھا۔ اس کا زاویہ نگاہ بدل گیا تھا۔ اس کی صلاحیتیں اب آقا علیہ السلام اور اسلام کی تعریف و توصیف کے لئے وقف ہو چکی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے نعتیہ اشعار سنانے پر کعب بن زہیر کو اپنی مقدس چادر عطا فرمائی۔ جو زندگی بھر اس نعت گو شاعر کے پاس تبرک کا محفوظ رہی۔

آپ کی محفل میں چھوٹے بچے بھی لائے جاتے آپ ان چھوٹے بچوں کی آمد کی وجہ سے کبھی پریشان نہیں ہوئے۔ محبت سے ان کو اٹھا لیتے ان کو گود میں بٹھا کر انہیں پیار کرتے۔ ایک دن ام قیس بنت محصن اپنا دودھ پیتا بچہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں لے کر آئیں۔ آپ نے حسب معمول اس بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ بچے نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا لیکن آپ نے اس کا برا نہیں منایا، پانی منگوا کر کپڑوں کو دھو دیا اور کچھ بھی نہ فرمایا۔

آپ ایک مرتبہ حضرت حسن کو پیار سے چوم رہے تھے کہ محفل میں موجود اقرع بن حابس تمیمی نے کہا:

"میرے دس لڑکے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کو آج تک نہیں چوما" آپ نے یہ سن کر فرمایا:

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

ایک مرتبہ بارگاہ نبوت میں موجود ایک دیہاتی نے حیرانی سے پوچھا:

"کیا آپ بچوں کو چومتے ہیں؟" اور پھر اپنے متعلق بتانے لگا اور "میں تو کبھی بھی اپنے بچوں کو نہیں چومتا"۔

"اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت کا جذبہ نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

کبھی کبھار والدین اپنے شرارتی بچوں کو اصلاح کی غرض سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں لے جاتے تا کہ آپ ان کو نصیحت فرمائیں۔

غفاری خاندان کا ایک لڑکا انصار کے کھجوروں کے درختوں پر ڈھیلے مار کر کھجوریں گرایا کرتا تھا اور کھاتا تھا، اس لڑکے کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا، میرے آقا نے اس لڑکے سے دریافت فرمایا:

Marfat.com

''تم درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟''

''کھجوریں کھانے کے لئے''

''ڈھیلے نہ مارا کرو، جو کھجوریں نیچے گری ہوتی ہیں انہیں کھالیا کرو''۔ آقا علیہ السلام نے اس کو نصیحت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔''یا اللہ اس کی بھوک مٹادے''۔

میرے آقا علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے یہ لڑکا شرارتوں سے بھی باز آ گیا اور اس کے اندر تحمل آ گیا، اس کا طرز عمل بدل گیا۔ آپ کی محفل میں حاضر ہونے والے مدینہ منورہ کے باغات کے تازہ پھل بھی ہدیۃً پیش کرتے۔ آپ انہیں قبول فرماتے اور دعا فرماتے ''یا اللہ ہمیں اپنے مدینہ میں اس کے پھلوں میں ناپ اور تول کے پیمانوں میں برکتیں عطا فرما''۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد محفل میں موجود بچوں میں یہ پھل تقسیم فرما دیتے سب سے پہلے محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو عنایت فرماتے۔ غذائی قلت کے دور میں بچے پھلوں کے تحفے آقا علیہ السلام سے حاصل کر کے بہت خوش ہوتے۔ ضرورت مند خواتین آقا علیہ السلام کے گھر بھی حاضر ہوتیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ حضرت عائشہ الصدیقہ کے حجرے میں آئی اور کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ کاشانہ نبوت میں اس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ حضرت عائشہ نے ضرورت مند خاتون کو وہ کھجور دے دی اس نے اس کے دو حصے کر کے اپنی بیٹیوں کو دے دیئے۔

محفل میں آنے والے بچے بہت جلد آقا علیہ السلام سے مانوس ہو جاتے تھے۔ میرے آقا ان سے بہت شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام کی زوجہ ام خالد بنت خالد بن سعید اپنے بچپن کی یادیں بیان کرتے ہوئے اس دن کا واقعہ سناتی تھیں جب انہوں نے پیلے رنگ کا کرتا پہنا ہوا تھا۔ آقا علیہ السلام نے بچی کو خوش کرنے کے لئے اس کے کرتے کے رنگ کی تعریف کی۔ بچی آقا علیہ السلام سے ایسی مانوس ہوئی کہ آپ کی پشت اطہر پر ''مہر نبوت'' سے کھیلنے لگی، بچی کے والد خالد بن سعید نے اسے جھڑکا، لیکن آقا علیہ السلام نے ان سے کہا ''بچی کو کھیلنے دو''۔

یہ بچی بڑی ہو کر حضرت زبیر بن العوام سے بیاہی گئیں تو آپ نے ایک دفعہ انہیں تحفے میں چادر دینے کے لئے اپنی بارگاہ میں بلایا آپ نے کپڑوں کے ڈھیر میں سے سیاہ رنگ کی چادر ام خالد کے لئے پسند فرمائی اور حکم دیا ''ام خالد کو لے آؤ'' پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر انہیں اوڑھائی اور دعا دی ''تو اسے پہن کر پرانی کرے''۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید اپنے خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور وہیں کافی عرصہ رہے تھے۔ صاف ظاہر ہے بچوں نے حبشی زبان سیکھ لی ہوگی۔ میرے آقا نے ام خالد کو چادر عطا فرما کر حبشی زبان میں کپڑے کی خوبصورتی کا تذکرہ کیا۔

مدینہ منورہ کے باغات میں بھی آپ کبھی کبھار تشریف لے جاتے اور وہاں پر موجود لوگوں سے بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ ایک انصاری کے نخلستان میں سے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک اونٹ پر پڑ گئی۔ اس اونٹ نے آقا علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا۔ اس کے بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر آپ اس کے قریب پہنچے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اونٹ نے رونا بند کر دیا۔ آپ نے پوچھا ''اس کا مالک کون ہے؟''

''یہ میرا اونٹ ہے'' اونٹ کے مالک نے آگے بڑھ کر عرض کی ''کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس پر تشدد کرتے ہو''

ایک مرتبہ محفل میں جانوروں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا: تم اپنے سواری کے جانوروں کی پیٹھ کو بیٹھنے کی نشست سمجھ کر مستقل طور پر منبر کی طرح نہ بیٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے تابع کیا ہے تاکہ یہ تمہیں ایسے شہروں میں پہنچا دیں جہاں تم آسانی سے نہیں

Marfat.com

پہنچ سکتے تھے۔

بارگاہ نبوت میں آنے والے بیرونی مہمانوں کے لئے خصوصی اکرام فرماتے، عدی بن حاتم طائی حاضر خدمت ہوئے تو عیسائی تھے لیکن آقا علیہ السلام نے ان کی عزت وتوقیر کی ان کو اپنے حجرے میں لے گئے ان کو اپنا تکیہ پیش کیا تا کہ اس پر بیٹھ سکیں ان سے محبت آمیز گفتگو کی جس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کی محافل میں آنے والے مرد وخواتین اور بچے سب ہی میرے آقا علیہ السلام کے انداز گفتگو آپ کی بے مثال سخاوت آپ کی نظر عنایت اور دست شفقت کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ کا خلق عظیم، آپ کا انداز تکلم ہی ایسا تھا کہ ہر کسی کو آپ کا شیدائی بنا دیتا تھا۔ ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ آقا علیہ السلام کی خصوصی توجہ اسے حاصل ہے۔

رحمت کائنات ﷺ کی ذات اقدس کی پرکشش شمع نبوت کے پروانوں کے لئے مہمیز کا کام دیتی تھی، وہ ہر وقت دیوانہ وار آپ کے ارد گرد حلقہ بنا کر بیٹھے رہتے اور اپنے آقا کی میٹھی میٹھی باتیں سر جھکا کر سنا کرتے۔ اس وقت دربار رسالت کا کیا ماحول ہوتا ہوگا؟ چشم تصور سے ذرا اس کا نظارہ کیجئے! میرے آقا کی محافل میں حاضر ہونے والوں کے جذبات کا خلاصہ اشعار کے آئینہ میں دیکھئے۔

محکم ہے بات ان کی رحمت ہے ذات ان کی
بولیں تو پھول برسیں ہنس دیں تو کلیاں مہکیں
ان کا کلام جامع ان کا بیان افصح
وہ پیکر ہدایت وہ منبع شریعت
کوئی بھی ان کا ثانی پیدا ہوا نہ ہو گا
وہ لازوال رہبر بے مثل و بے نظیر
وہ بے مثال قائد داعی بھی اور شاہد
سراج منیر بھی ہیں بشیر اور ہیں نذیر
وہ رحمت دو عالم دیں ہے نظام ان کا
امن و سکوں کا محور سارا پیام ان کا
میرے کریم آقا ایسے کریم و اجود
جو بھی سوالی آیا ہے فیض عام ان کا
وہ معدنِ سخاوت ملجائے بے کساں
بُرھان رب بھی وہ ہے محبوب کبریا ہے
صلو علیہ ہر دم فرمودہ خدا ہے

Marfat.com

سترھواں منظر

قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو رہا ہے۔
سالارِ قافلہ میرے آقا و مولا سیدنا محمد الرسول ﷺ ہیں۔ آپ کے ہمراہ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔
میرے آقا اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر تشریف فرما ہیں۔
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی شریکِ سفر ہیں۔ چند اور خواتین بھی ہمراہ ہیں۔ صحابہ کرام میں جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ سب اپنے آقا کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ المکرّمہ کی طرف رواں دواں ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا خواب جب صحابہ کرام کو سنایا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام بھی ساتھ ہیں عمرہ ادا کرنے کے بعد کچھ نے بال منڈوائے ہیں کچھ بال کٹوا رہے ہیں تو اس خواب سننے کے بعد سب کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ عمرہ کے اس سفر پر آپ کی معیت کا شرف حاصل کرے۔
قافلہ میں شریک ہر شخص بشارت نبوی کی وجہ سے پر امید ہے اور مکمل یقین رکھتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بغیر کسی روک ٹوک کے عمرہ کی ادائیگی ہوگی۔
قافلہ اب مدینہ منورہ سے سات میل دور "ذوالحلیفہ" میں پہنچ چکا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں اپنی سواری سے اترتے ہیں۔ یہ ایک مختصر سا گاؤں ہے۔ گاؤں والوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنا رکھی ہے۔ یہاں پر میرے آقا اور آپ کے صحابہ کرام نے عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد میرے آقا یہاں دو رکعت نوافل ادا فرماتے ہیں۔ نماز ادا فرمانے کے بعد آپ اونٹنی پر سوار ہوتے ہیں اور قربانی کے جانوروں کی علامتیں واضح کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ قربانی کی بھیڑ بکریوں کی گردنوں میں قلاوے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ قافلہ میں ستر اونٹ بھی ہیں۔ ان کے کوہان چیر کر قربانی کے لئے مخصوص نشان بنا دیا جاتا ہے۔
میرے آقا کی قیادت میں صحابہ کرام "تلبیہ" پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہیں۔ تمام اطراف کے قبائل کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قافلہ مصطفوی سوئے حرم کعبہ روانہ ہے۔
احتیاط کے طور پر میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشر بن سفیان کو ارد گرد کے قبائل کی سرگرمیوں اور مکہ کے قریش کے عزائم معلوم کرنے کے لئے روانہ کر دیا ہے تا کہ وہ کسی خطرے کی صورت میں واپس آ کر قافلہ والوں کو اطلاع دے سکے۔
بیس جاں نثاروں کا ایک دستہ سید الانبیاء ﷺ کی سواری کے آگے آگے حفاظت کی غرض سے چل رہا ہے۔ راستے میں جہاں آپ رکنے کا فیصلہ کرتے ہیں جاں نثار آپ کے لئے سایہ دار درخت کے نیچے جگہ صاف کرتے ہیں اور آپ کے لئے نشست کا اہتمام کرتے ہیں۔
دورانِ سفر لوگ تحائف لے کر حاضرِ خدمت ہو رہے ہیں۔ ایک قبیلہ کی طرف سے اونٹنیوں کا دودھ پیش کیا گیا، لیکن آپ اسے قبول نہیں فرماتے کیونکہ یہ قبیلہ مسلمان نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں "میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا"۔
قبیلہ بنو غفار کا ایک شخص ایک سو بکریاں اور دو اونٹنیاں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا اور انہیں ہدیہ پیش کرتا ہے۔ آپ ان کو قبول فرما لیتے ہیں۔

Marfat.com

قافلہ اب ''عسفان'' کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ بشر بن سفیان قریش مکہ اور ان کے حلف قبائل کی تیاریوں کی اطلاع لے کر پہنچ گیا ہے۔ وہ بتا رہا ہے۔

''مکہ کے جنگجو شہر سے نکل کر ذوطوی کے میدان میں خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ شہر فتح کرنے آ رہے ہیں اس لئے انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ آپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے علاوہ خالد بن ولید کی سربراہی میں دو سو شہسواروں کا دستہ ''کراع الغمیم'' راستہ روکے کھڑا ہے'' صحابہ کرام جنگ کے ارادے سے نہیں آئے، ہر کسی کے پاس صرف ایک تلوار ہے اور وہ بھی نیام میں ہے۔ میرے آقا اس صورتحال پر صحابہ کرام سے مشاورت کرتے ہیں کہ اس صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اپنا عزم صمیم یوں بیان کرتے ہیں۔

''پتہ نہیں قریش کو کس بات کا گمان ہے، واللہ! میں اپنے رب کے پیغام کی سربلندی کے لئے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اس دین کو اللہ تعالیٰ اس سرزمین پر نافذ کر دے خواہ اس میں میری زندگی بھی قربان ہو جائے''۔

آپ اپنے رفیق محترم حضرت ابوبکر سے دریافت فرماتے ہیں تمہاری رائے کیا ہے؟

''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم عمرہ ادا کرنے کی نیت سے آئے تھے جنگ لڑنے کے لئے نہیں، ہمیں اپنی منزل کی طرف سفر جاری رکھنا چاہئے جب کسی نے ہمیں روکا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے''۔

میرے آقا کو رفیق محترم حضرت ابوبکر صدیق کی یہ تجویز پسند آئی لیکن آپ احتیاطی تدبیر کے طور پر مکہ کی طرف جانے والی مشہور شاہراہ پر سفر جاری نہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔

اب قافلہ کٹھن اور مشکل راستہ میں سے گزر رہا ہے۔

یہ ایک تنگ راستہ ہے جس میں جھاڑیاں اور پتھریلی چٹانیں ہیں، اس دشوار راستے کی نشاندہی کے لئے ایک شخص آگے آگے چل رہا ہے تا کہ اس غیر معروف اور گمنام راستے سے قافلے مکہ مکرمہ پہنچ سکے۔ قافلہ جیسے ہی ثنیۃ المرار میں پہنچا ہے تو میرے آقا کی اونٹنی یہاں بیٹھ گئی ہے۔ صحابہ کرام اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ خود نہیں بیٹھی اس کو اس اللہ نے بٹھایا ہے جس نے ہاتھی والوں کو روک دیا تھا''

میرے آقا اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیتے ہیں۔ اونٹنی کو ڈانٹتے ہیں تو وہ اچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے اور تھوڑی دور پانی کے ایک چشمہ کے قریب جا کر آپ اسے روک دیتے ہیں۔ یہ وادی حدیبیہ ہے یہاں آپ ہر کسی کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔

تمام جاں نثاران مصطفیٰ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں یہاں اپنی سواریوں سے سامان اتار کر یہاں قیام کرنے کے انتظامات کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حدیبیہ
فتح مکہ کی بشارت

حدیبیہ میں آقا علیہ السلام کی قیادت میں صحابہ کرام کا قافلہ جب رکا تو سب سے پہلے پانی کی تلاش شروع ہوئی۔ قریب ہی ایک چشمہ تھا جس سے تھوڑا سا پانی آ رہا تھا۔ لیکن ڈیڑھ ہزار کے قافلے کے لئے کافی نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد پانی ختم ہوگیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کو پانی کے ختم ہو جانے کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے اپنا تیر دیتے ہوئے حکم دیا کہ اس کو چشمے میں گاڑ دیا جائے۔ آج کے مادی دور میں رہنے والے ہر چیز کی منطقی توجیہہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ میرے آقا کے صحابہ کرام صرف حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اپنی ذاتی سوچ اور عقل کو انہوں نے ہمیشہ دہلیز مصطفیٰ پر قربان کیا۔ لہٰذا جیسے ہی آپ نے تیر عطا فرمایا اس کو جا کر جیسے ہی انہوں نے چشمے میں گاڑا چشمے میں سے ہر طرف پانی کے فوارے ابل پڑے۔ پانی کی ایسی فراوانی ہوگئی کہ پھر قافلہ والوں کو پانی کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی۔

قریش مکہ اس قافلہ مصطفوی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ خالد بن ولید کی قیادت میں دو سو جنگی سواروں کا دستہ مکہ مکرمہ کی شاہراہ پر موجود تھا جس سے بچ کر جاں نثاران مصطفیٰ حدیبیہ پہنچ گئے تھے کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی۔ خالد بن ولید کے دستے نے ایک مرحلے پر مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ بھی کیا تھا۔ جب آقا علیہ السلام کی قیادت میں نماز ظہر ادا کی جا رہی تھی تو خالد کے دستہ نے مسلمانوں کو رکوع و سجود کی حالت میں دیکھا تو ان پر یک بارگی حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن نماز کے بعد یہ قافلہ فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا اور دشمن کو حملہ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ اس دن ہی نماز عصر سے پہلے صلوۃ خوف کا حکم نازل ہوگیا۔ یعنی حالت جنگ کی خصوصی نماز کا حکم دیا گیا جس کے تحت سارے مسلمانوں کو بیک وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔ فرمان الٰہی کے مطابق ہر ایک صف کے پیچھے مجاہدین کی ایک صف اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لئے شمشیر بر کف رہے لیکن دشمن کے اچانک حملے کی صورت میں منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔

حدیبیہ میں پڑاؤ کے دوران سب سے پہلے قبیلہ بنو خزاء کا سردار بدیل بن ورقا میرے آقا کی خدمت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا۔ اس نے خیر خواہانہ انداز میں بتایا:

''قریش کے تیور اچھے نہیں ہیں۔ وہ آپ کو ہرگز مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور وہ جنگ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ آپ کا ارادہ کیا ہے؟''

حضور نبی اکریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہمارا ارادہ لڑائی کا نہیں ہے۔ ہم اس مقصد کے تحت یہاں آئے ہی نہیں ہیں۔ قریش ہم سے لڑ لڑ کر تھک چکے ہیں۔ ان کی قوت پہلے جیسی نہیں رہی۔ میں ان سے معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں''

''فرمایئے! آپ کی تجویز کیا ہے؟'' بدیل کے پوچھنے پر میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''ہم ایک مدت طے کر لیتے ہیں، اس عرصہ کے دوران قریش مکہ میری اور میرے ساتھیوں کے راستے میں حائل نہ ہوں اور مخالفت نہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ مجھے غلبہ عطا فرمائے گا تو دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرنا چاہیں تو ان وقت وہ اپنی قوت بحال کر چکے ہوں گے اور مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں گے تو کر لیں گے۔ اگر اب انہیں لڑائی ہی کرنی ہے تو مجھے اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان سے لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میری جان قربان ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ ہو جائے''۔

Marfat.com

پھر آپ نے اپنی آمد کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا ارادہ عمرہ کرنا ہے، ہم لڑائی کی غرض سے نہیں آئے اور نہ ہم مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ احرام باندھ کر قربانی کے جانور ساتھ لے کر ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں، کیا ہم ایک ایک تلوار ساتھ لے کر جنگ لڑنے کے لئے چلے ہیں''۔

میرے آقا کی اس تفصیلی گفتگو سے بنوخزاء کے سردار کی تسلی ہوگئی۔ وہ قریش مکہ کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ مسلمان لڑائی کی نیت سے نہیں آئے اور نہ ان کا ارادہ مکہ پر قبضہ کرنے کا ہے۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ان کا راستہ مت روکو اور انہیں عمرہ ادا کرنے کے لئے آنے دو۔ لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

سرداران مکہ نے اب ایک اور چال چلی انہوں نے مکہ کے نواحی علاقوں کے احابیش قبائل کے سردار حلیس بن علقمہ کو میرے آقا سے ملاقات کے لئے بھیجا اور بدوؤں کے اس سردار کو یہ سمجھا بجھا کر بھیجا کہ مسلمان جنگ کی نیت سے آئے ہیں اور مکہ مکرمہ کا تقدس پامال کرنا چاہتے ہیں اس کو ان کو جا کر روکو۔

قریش کا خیال تھا کہ سخت گیر قبائل کا یہ سردار جوش میں آکر اپنے قبیلوں کے افراد کے ساتھ مسلمانوں پر چڑھائی کردے گا اور ہمیں ان کو روکنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ حلیس بن علقمہ جیسے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ میرے آقا نے دیکھتے ہی صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس کے قبیلے کے افراد قربانی کے جانوروں کا بیت احترام کرتے ہیں۔ لہٰذا تم فوراً قربانی کے لئے لائے ہوئے جانوروں کو کھڑا کردو حلیس جیسے پہنچا تو اس نے اردگرد قربانی کے جانور دیکھے جن کے گلے میں قلادے اور جن کے کوہان نشان زدہ تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ مسلمان صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں۔ اس لئے وہ صورتحال کو سمجھ گیا اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔ مسلمانوں نے عزت واحترام کے ساتھ اس کو رخصت کیا۔ اس نے قریش مکہ کو جا کر بتایا کہ مسلمانوں کو روکنا مناسب نہیں، ہمیں ان کے قافلہ میں قربانی کے لئے لائے گئے جانور دیکھ کر آیا ہوں وہ مکہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے نہیں آئے۔ تم انہیں عمرہ کے لئے کیوں روک رہے ہو؟

مکہ کے سردار کب برداشت کر سکتے تھے کہ ایک بدو سرداران کو مشورہ دے۔ انہوں نے اس کی توہین کی اور اسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ اس پر حلیس کو بھی غصہ آگیا اور اس نے دھمکی دی کہ ہم تمہاری اس لئے مدد نہیں کررہے کہ تم زائرین حرم کو آنے سے منع کرو۔ اگر تم نے اپنا فیصلہ تبدیل نہ کیا تو میں اپنے فوجی دستے کے ساتھ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ قریش کا غصہ اب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور وہ اب اس کی منت سماجت کرنے لگے اور اسے منانے لگے۔ اب فیصلہ ہوا کہ مسلمانوں سے مذاکرات کے لئے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا جائے۔ اس نے پہلے پہل معذرت کرلی۔ اس کو پتہ تھا کہ قریش کو ہر اس شخص پر شک کرتے ہیں جو مسلمانوں کے متعلق نرم گوشہ رکھتا ہے اور ان کو عمرہ کے لئے آنے دینے کے حق میں ہے لیکن قریش نے اصرار کرکے عروہ بن مسعود ثقفی کو بات چیت کے لئے روانہ کیا۔

عروہ نے بارگاہ رسالتمآب میں حاضر ہو کر اپنی گفتگو کا آغاز یوں کیا:

''کیا آپ اپنی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں، کیا آپ سے پہلے کسی اور عرب نے اپنی قوم کو تباہ و برباد کیا ہو، اگر اس بار فیصلہ کن جنگ ہوئی تو آپ کے اردگرد بہت سے چھچھورے لوگ ساتھ چھوڑ جائیں گے''۔ اس نے جیسے ہی یہ فقرہ کہا حضرت ابوبکر صدیق سے ضبط نہ ہوسکا، فوراً اسے جواب دیا:

''یہاں سے دفع ہو جاؤ اور جا کر اپنے بت لات کے نچلے حصے کو جا کر چوس! تو کس زبان سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا کا ساتھ چھوڑ دیں گے''۔

Marfat.com

عروہ کواس طرح کے ردعمل کی توقع نہیں تھی اس نے گھبرا کر پوچھا: کون ہے؟ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابوبکر ہیں تو کھسیانا ہو کر کہنے لگا: ''تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں تمہاری بات کا جواب ضرور دیتا''۔

عروہ بن مسعود نے اپنا اپنا پینترا بدلا اور آقائے دو جہاں ﷺ سے اپنائیت سے باتیں کرنے لگا اور بے تکلفی ظاہر کرنے کے لئے آپ کی مقدس داڑھی کو ہاتھ لگاتا تھا اور منتیں سماجتیں کرتا تھا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی پشت پر آپ کے جاں نثار مغیرہ بن شعبہ سر پر خود پہنے اور ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے تھے۔ جیسے ہی میرے آقا مصطفیٰ کریم ﷺ کے اس جاں باز محافظ نے مشرک کا ہاتھ آقا کی ریش مبارک کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر دے مارا اور غصے سے کہا: ''اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک کی طرف مت بڑھانا''

عروہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو مغیرہ کو غیض و غضب کی حالت میں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا: ''تم کتنے سخت مزاج اور تند خو انسان ہو''

پھر میرے آقا سے دریافت کیا ''یہ کون ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''یہ تیرا بھتیجا مغیرہ ہے''

عروہ کو احساس ہو گیا کہ اس کی سفارتکاری کام نہیں آئے گی اور مسلمان کسی نتیجے پر پہنچے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے اس لئے اس نے وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس نے قریش کے پاس پہنچ کر انہیں قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ آنے دیں۔ اس نے بتایا کہ جو کچھ میں دیکھ کر آیا ہوں اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد ﷺ کے جاں نثار کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

''تم کیا دیکھ کر آئے ہو؟''

ایک قریشی کے پوچھنے پر عروہ نے اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر دربار رسالت کی منظر کشی یوں کی

''میں نے قیصر و کسریٰ اور دیگر حکمرانوں کے درباروں میں جا چکا ہوں لیکن خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں کسی بادشاہ کی وہ عزت و تعظیم نہیں دیکھی جس طرح اصحاب محمد کو محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔

''تم نے کیا انہونی چیز دیکھی ہے؟''

محفل میں سے ایک شخص بولا تو عروہ نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا:

''محبت و عقیدت کے یہ مناظر کہیں اور نہیں دیکھے جس طرح آج دیکھے ہیں۔ محمد تھوکتے ہیں تو ان کے اصحاب اس تھوک کو بابرکت سمجھ کر اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے ہیں۔ وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے جسم سے لگے ہوئے پانی کے قطرے حاصل کرنے کے لئے وہ لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرتا۔ وہ جب کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو حکم کی تعمیل کرنے کے لئے سب تیار ہو جاتے ہیں۔ جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو سب خاموش ہو کر ان کو سنتے ہیں۔ ادب و احترام کی حد یہ ہے کہ کوئی بھی ان کی طرف پوری طرح آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ اس طرح کے جاں نثاروں کا تم کیا مقابلہ کرو گے۔ بہتر ہے کہ تم ان کی بات مان لو اور انہیں عمرہ کے لئے آنے کی اجازت دے دو''۔

قریش کے سردار تو صلح پر آمادہ نظر آرہے تھے اور ان کا ارادہ یہی تھا کہ کسی طرح سے باہمی مذاکرات سے صلح ممکن ہو سکے لیکن بعض نوجوان جنگ اور خونریزی کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ ستر اسی نوجوانوں نے رات کے وقت اچانک مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا اور جب وہ قافلہ مصطفوی پر شب خون مارنے کے لئے آگے بڑھے تو مسلمانوں کے محافظ دستے کے نگران محمد بن مسلمہ نے بروقت جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان کو گرفتار کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سب کو رہا کرنے کا حکم دے دیا آپ صلح اور امن کا پیغام دینا چاہتے تھے۔

Marfat.com

سپہ سالار اعظم ﷺ نے جنگ اور خونریزی سے بچنے کے لئے قریش مکہ سے مذاکرات کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ وہ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آنے کی اجازت دیں اور مسلمان میرے آقا کی قیادت میں عمرہ کی ادائیگی کر سکیں۔ سب سے پہلے میرے آقا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجنا چاہا لیکن حضرت عمر نے عرض کی کہ اس سلسلے میں وہ موزوں شخصیت نہیں ہیں کیونکہ اگر قریش مکہ نے ان کو اذیت دی تو ان کی حمایت میں ان کے قبیلے کا کوئی بھی شخص ان کی حمایت کے لئے آمادہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ حضرت عثمان غنی اس لحاظ سے موزوں ترین شخصیت ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان کو روانہ کرتے ہوئے انہیں ہدایات دیں اور فرمایا: ''آپ قریش مکہ بتایئے گا کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں آئے، صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہیں سلامتی کا پیغام دیجئے گا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے بھی رابطہ کیجئے گا اور انہیں خوشخبری دینا کہ اللہ رب العالمین دین اسلام کو بہت جلد غلبہ عطا فرمائے گا۔ مکہ مکرمہ میں حالات تبدیل ہو جائیں گے اور کسی مسلمان کو اسلام کی وجہ سے اپنے آپ کی روپوش کرنے یا اپنا عقیدہ چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی''۔

میرے آقا کے فرمان کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عثمان مکہ مکرمہ کی حدود میں داخل ہوئے تو لوگ انہیں دیکھ کر حیران ہو گئے۔

''آپ یہاں کیسے؟'' ایک قریشی نے حیرت سے پوچھا۔

''میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر آیا ہوں اور قریش کے سرداران تک پہنچانا چاہتا ہوں''۔

مکہ مکرمہ میں کسی سردار کی حفاظت کے بغیر داخلہ ممکن نہیں تھا۔

سعید بن عاص حضرت عثمان کو اپنی پناہ میں لے کر انہیں اپنا گھوڑا پیش کیا اور اپنے ساتھ بٹھا کر مکہ مکرمہ لے گئے۔

قریش کے سرداروں کو آپ کی آمد کی خبر ہو چکی تھی وہ آپ سے ملاقات کے منتظر تھے۔ جیسے حضرت عثمان ان سرداروں سے ملاقات کے لئے پہنچے انہوں نے حضرت عثمان کو خوش آمدید کہا۔

حضرت عثمان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

''میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام آپ کو سنانا چاہتا ہوں''

''کہئے! کیا پیغام ہے؟'' ایک قریشی سردار بولا۔

''پیغام یہ ہے کہ آپ ہمیں عمرہ کے لئے مکہ آنے کی اجازت دے دیں۔ ہم یہاں جنگ کرنے کی نیت سے نہیں آئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ قربانی کے جانور ہیں جنگ کرنے کی نیت سے آتے تو اسلحہ ساتھ لے کر آتے۔ ہم چند روز یہاں رہیں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے''۔

''نہیں آپ اس سال یہاں نہیں آسکتے۔ ہم اس دفعہ آپ کو اجازت نہیں دیں گے۔ اگلے سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے'' ایک قریشی سردار نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

دوسرے قریشی رؤسا بھی اسی فیصلے کے حامی تھے۔ حضرت عثمان انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بات چیت کافی طویل ہو گئی تو ایک سردار نے تجویز پیش کی۔

''عثمان! آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ چونکہ مکہ مکرمہ آ چکے ہیں اس لئے آپ عمرہ ادا کر لیجئے! ہم اس کے لئے آپ کو اجازت دیتے ہیں''۔ دوسرے سرداروں نے بھی اس تجویز کی حمایت کی۔ حضرت عثمان اگرچہ نرم خو اور متحمل مزاج شخصیت تھے لیکن یہ تجویز سنتے ہی آپ کو

Marfat.com

آ گیا۔ آپ نے فوراً جواب دیا۔

"آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر عمرہ کر لوں گا۔ اچھی طرح سن لیجئے کہ میں اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ کے رسول محترم یہاں تشریف نہیں لاتے۔ اگر مجھے ایک سال بھی یہاں رہنا پڑ جائے پھر بھی میں محبوب خدا کے بغیر بیت اللہ کا طواف ہرگز نہیں کروں گا"۔

گفتگو کا سلسلہ طویل ہوا تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے صحابہ کرام نے سوچا کہ حضرت عثمان عمرہ کر رہے ہوں گے اس لئے دیر ہو گئی ہے۔ میرے آقا ﷺ تک صحابہ کرام کی اس طرح کی گفتگو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"جب تک ہم یہاں کفار کے محاصرے میں ہیں عثمان کعبہ کا طواف نہیں کریں گے"۔

حضور علیہ السلام کے علم میں تھا کہ حضرت عثمان معیت مصطفوی کے بغیر خانہ کعبہ کا رخ نہیں کریں گے۔

حضرت عثمان کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح قریش مکہ کے سردار اس بات پر آمادہ ہو جائیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ہمراہ آنے والے صحابہ کرام کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دیں۔ اس سلسلے میں وہ مختلف قبائلی سرداروں سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں قائل کرنے کی جستجو میں تھے۔ حضرت عثمان نے یہ سوچ کر مکہ میں قیام طویل کر دیا کہ کسی معاہدہ تک پہنچا جا سکے۔

حضرت عثمان واپس نہ آئے تو کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ مکہ مکرمہ میں انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔

جیسے ہی یہ خبر قافلہ مصطفوی تک پہنچی نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت حضرت عمر نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام آپ تک پہنچایا ہے کہ تمام لوگ آپ کے ہاتھ پر عثمان کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے بیعت کریں۔ اب آپ سب لوگ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں چلیں اور آپ کے سامنے عہد کریں کہ ہم عثمان کے قتل کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے"۔

جیسے ہی حضرت عمر نے یہ اطلاع دی سب غلامان مصطفیٰ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ جب سب وہاں پہنچ گئے تو حضرت عمر نے پوچھا:

"کیا آپ لوگ بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں؟"

"بے شک! ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے ہرگز نہیں بھاگیں گے ہم فتح حاصل کریں گے یا پھر شہادت ہمارا مقصد ہو گی"۔ یہ آواز حضرت سلمہ بن الاکوع کی تھی۔

"یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیجئے! جس طرح آپ کی مرضی ہو اسی طرح ہم سے عہد لیجئے! ہم حاضر ہیں" یہ نعرہ مستانہ حضرت سنان بن ابی سنان اسدی نے لگایا تو میرے آقا ﷺ نے ان کو اپنے قریب بلا لیا۔ سب سے پہلے انہیں بیعت کرنے کا شرف عطا کیا اس کے بعد جاں نثاران مصطفیٰ آگے بڑھتے رہے اور حضور کے حکم کے تحت اپنی جاں لٹانے کا عہد کرتے رہے، سب بیعت کر چکے تو میرے آقا ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا:

"یا اللہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی پیروی کر رہا ہے"۔

میرے آقا ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ عثمان خیریت سے ہیں۔ صحابہ کرام سے بیعت شہادت کا مقصد ان کا ذوق شہادت تیز تر کرنا اور کفار مکہ کو پیغام دینا تھا کہ یہ وہ قافلہ ہے جو سر کٹانا جانتا ہے باطل قوتوں کے سامنے سر جھکانا نہیں۔ اس قافلہ مصطفوی کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے دولت اور دنیا کا حصول نہیں۔

Marfat.com

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

صحابہ کرام مرشد اعظم رہبر کامل ﷺ کے دست مبارک پر اس عزم صمیم کے ساتھ بیعت کر رہے تھے کہ وہ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں گے۔ حضرت سلمہ بن الاکوع نے تین مرتبہ بیعت کی۔ ہر دفعہ ان کا ذوق شہادت پہلے سے فزوں تر ہوتا تھا۔ یہ بیعت اس تاریخ ساز درخت کے نیچے ہوئی جس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ ''الفتح'' میں موجود ہے۔ اس کی ٹہنیاں حضرت معقل بن الیسار نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھی تھیں تا کہ وہ رخ مصطفیٰ کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ میرے آقا ﷺ کا ہاتھ سیدنا فاروق اعظم نے تھام رکھا تھا تا کہ آپ سب سے ہاتھ ملاتے ملاتے تھک نہ جائیں۔ یہ حضرت عمر کی عقیدت اور محبت کا ایک حسین انداز تھا۔ سب غلامان مصطفیٰ بیعت کر چکے اور حضور علیہ السلام حضرت عثمان کی طرف سے بیعت قبول کر چکے تو کچھ دیر بعد حضرت عثمان بھی تشریف لے آئے۔ سب ان کو بخیریت دیکھ کر مطمئن اور مسرور ہو گئے۔

مسلمانوں کا جوش اور ولولہ اپنے عروج پر تھا۔ اب وہ کسی قیمت پر عمرہ کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ قریش مکہ کے سرداروں نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے مذاکرات کے لئے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ جیسے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے آتا ہوا دیکھا تو آپ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

''تمہارا کام اب آسان ہو گیا ہے۔ اس شخص کو مذاکرات کے لئے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریشی اب صلح پر آمادہ ہو چکے ہیں''

سہیل آیا، مذاکرات شروع ہوئے، وہ حضور کے سامنے مودب طریقے سے دو زانو ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے آقا کے دو جاں نثار عبادہ بن بشر اور سلمہ بن اسلم کمانڈوز کی طرح مسلح ہو کر حضور ﷺ کے پیچھے چوکس کھڑے ہو گئے۔ مذاکرات میں ایک ایک شرط پر کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ کبھی نادانستہ طور پر سہیل بن عمرو کی آواز بلند ہو جاتی تو عبادہ بن بشر اسے بتاتے کہ اسے آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اسے بارگاہ مصطفوی کے ادب کے تقاضے پورے کرنے کی یاد دہانی کراتے۔ دیگر صحابہ کرام حلقہ بنا کر ایک فاصلے پر حضور علیہ السلام کے ارد گرد ادب و احترام سے بیٹھے تھے۔ کافی طویل مذاکرات کے بعد زبانی معاہدہ طے ہو گیا۔ معاہدہ کے نکات کو تحریری شکل دینے کے لئے قلم دوات اور کاغذ کو پیش کیا گیا۔

''اوس بن خولی یہ معاہدہ تحریر کریں گے'' میرے آقا نے حکم دیا تو سہیل بن عمرو نے تجویز دی۔

''یہ معاہدہ آپ کے چچا زاد علی لکھیں، وگرنہ عثمان یہ معاہدہ تحریر کریں''

''علی! آپ یہ معاہدہ لکھیں'' میرے آقا ﷺ نے حضرت علی کو معاہدہ تحریر کرنے کا حکم دیا تو وہ کاغذ قلم سنبھال کر بیٹھ گئے اور حضور علیہ السلام کی ہدایات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے۔

''لکھیے! بسم اللہ الرحمن الرحیم''

''یہ آپ کس طرح معاہدہ کا آغاز کر رہے ہیں۔ ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے، آپ اس طرح معاہدہ کا آغاز کیجئے جس طرح ہم کرتے ہیں'' سہیل بن عمرو نے معاہدہ کے آغاز پر اعتراض کیا تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا:

''لکھیئے! ''باسمک اللھم'' (اے اللہ تیرے نام سے شروع کر رہا ہوں)

سیدنا علی المرتضیٰ نے حضور کے حکم کے مطابق اسی طرح لکھ دیا۔

میرے آقا نے معاہدہ کی عبارت کی املاء کراتے ہوئے فرمایا: ''ھذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ'' (اس معاہدے کی

Marfat.com

شرائط پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے)۔
جیسے ہی میرے آقا ﷺ نے یہ فقرہ لکھوایا تو قریشی نمائندہ سہیل بن عمرو پھر بول اٹھا۔
''اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کا راستہ کیوں روکتے۔ اس لئے آپ رسول اللہ کا لفظ حذف کرا دیجئے!''
صحابہ کرام نے سہیل کی یہ تجویز سنی تو ان کے جذبات کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے بآواز بلند کہنا شروع کر دیا۔
''سہیل! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ہم تمہاری یہ تجویز قبول نہیں کر سکتے معاہدہ میں محمد رسول اللہ ہی لکھا جائے گا''
میرے آقا ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ حضور علیہ السلام کا اشارہ دیکھتے ہی غلامان مصطفیٰ باادب خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور نے حضرت علی کو حکم دیا۔
علی! محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھیے۔ رسول اللہ کا لفظ حذف کر دیجئے''
''یارسول اللہ، مجھ سے یہ جسارت نہیں ہو سکے گی۔ میں یہ لفظ نہیں مٹا سکتا''
''اچھا تو یہ کاغذ مجھے دیجئے!''
میرے آقا نے کاغذ حضرت علی کے ہاتھ سے لے کر اس میں رسول اللہ کا لفظ اپنے مقدس ہاتھ سے مٹا دیا اور اب حضرت علی کو حکم دیا:
''اب آپ عبارت لکھئے!''
حضرت علی حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت معاہدہ لکھتے رہے جس کے نکات یہ تھے:

1- معاہدہ کے مطابق دس سال تک فریقین جنگ نہیں کریں گے تاکہ لوگ امن و سکون سے رہ سکیں۔ ایک فریق دوسرے پر حملہ آور نہیں ہو گا۔ ایک دوسرے کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی اور نہ ہی جنگ بندی کے معاہدے کی خلاف ورزی کی جائے گی۔
2- ہر قبیلے کو آزادی ہو گی کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرے یا قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور ان دونوں میں سے جس کی پناہ میں جانا چاہے چلا جائے۔
3- محمد ﷺ کے پاس مکہ سے اپنے خاندان کے سربراہ کی اجازت کے بغیر اگر کوئی بھاگ کر آئے گا تو اسے مکہ واپس بھیجا جائے گا لیکن اگر اصحاب محمد ﷺ میں سے کوئی مکہ واپس آئے گا تو اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔
4- محمد ﷺ اس سال اپنے اصحاب کے ساتھ واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال اپنے اصحاب کے ہمراہ صرف تین دن کے لئے آئیں گے ان کی تلواریں نیاموں کے اندر ہوں گی اس کے علاوہ ان کے ساتھ اور کوئی اسلحہ نہیں ہو گا''۔

معاہدہ لکھا جا چکا تو اس پر دستخط کرنے کا مرحلہ آیا۔
نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جن صحابہ کرام نے اس پر دستخط کئے وہ یہ تھے:
حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
قریش مکہ کی طرف سے اس پر مویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص نے دستخط کئے۔
زبانی معاہدہ طے پا گیا تو قریش کے سفیر سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا کسی طرح گھسٹ گھسٹ کر وہاں پہنچ گیا۔ ابوجندل نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے والد نے انہیں گھر میں زنجیریں باندھ کر قید کر دیا تھا۔
آقا علیہ السلام کی آمد کی خبر سنی تو ابوجندل بارگاہ نبوی میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا اس لئے نبی

Marfat.com

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابھی معاہدہ طے نہیں ہوا اس لئے اپنے بیٹے کو ہمارے حوالے کر دو''

''نہیں، ہرگز نہیں! اسے آپ کو اس معاہدہ کی بنیاد پر واپس کرنا ہوگا ورنہ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوگا''

''اچھا تم اس کو میری وجہ سے چھوڑ دو''۔

میرے آقا ﷺ کے فرمان کے جواب میں اس نے کہا:

''میں اسے آپ کی وجہ سے بھی آپ کے حوالے نہیں کروں گا اسے میرے ساتھ واپس جانا ہوگا''۔

معاہدہ پر دستخط ہو گئے تو سہیل بن عمرو اپنے بیٹے پر تشدد کرتے ہوئے اور گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گیا۔ ابوجندل بلند آواز سے مدد کے لئے مسلمانوں کو پکارتے رہے لیکن صحابہ کرام حضور کے حکم کی تعمیل میں خاموش رہے۔ البتہ اکثر صحابہ کرام غمگین تھے۔ انہیں معاہدہ کے نکات اور بالخصوص اس سال عمرہ نہ کرنے پر بہت افسوس ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق نے اگرچہ معاہدہ پر دستخط کر دیئے تھے لیکن وہ حضرت ابوبکر سے بار بار پوچھتے کہ یہ معاہدہ ہم نے کیوں کیا ہے؟ کیا ہم سچ پر نہیں ہیں۔ پھر ہم نے کفار سے مرعوب ہو کر یہ معاہدہ کیوں کیا ہے۔ انہوں نے اس دن اس معاہدہ کے متعلق جس طرح اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تھا، بعدازاں زندگی بھر اس پر نادم رہے اور توبہ و استغفار کرتے رہے۔

قریش کا وفد واپس چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

''اٹھیے! اور اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیجیے!'' فرمان رسالتمآب پر کٹ مرنے کی آرزو رکھنے والے جاں نثاران رسالتمآب اس دن اتنے غمزدہ تھے کہ حضور ﷺ کا حکم سنتے رہے لیکن بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔

اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال ہوگا کہ شاید میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ جانے کا فیصلہ کر لیں اور ہم عمرہ ادا کر کے قربانی کریں۔

حضور علیہ السلام کے تین بار ارشاد فرمانے پر بھی صحابہ کرام خاموش بیٹھے رہے تو میرے آقا ﷺ اپنے خیمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ سرخ چمڑے سے بنے ہوئے اس خیمے کے اندر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر انہوں نے آپ کی پریشانی کا اندازہ لگا لیا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میرے آقا اس لئے پریشان ہیں کہ صحابہ کرام نہ ہی قربانی کے جانور ذبح کرنے پر آمادہ ہیں اور نہ ہی حجامت کرا کے احرام کھولنا چاہتے ہیں۔ ام المومنین نے فرمایا:

''آپ کو انہیں کچھ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ایسا کیجیے کہ اپنے بال حلق کرا دیجیے اور اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر دیجیے! آپ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے صحابہ بھی قربانی کریں گے اور احرام اتار دیں گے''۔

یہ مشورہ میرے آقا ﷺ کو پسند آیا، آپ خیمے سے باہر تشریف لائے اور قربانی کے اس اونٹ کو ذبح فرمایا جو غزوہ بدر کے دن ابوجہل کے پاس تھا اور مال غنیمت میں ملا تھا۔ اونٹ کی یادداشت بہت تیز ہوتی ہے۔ اس لئے کینہ شتر بھی ضرب المثل بن گیا ہے۔ یہ اونٹ حدیبیہ پہنچا تو اسے مکہ کے اردگرد کی وادیاں یاد آ گئیں۔ یہ بھاگ کر مکہ ابوجہل کے گھر جا پہنچا۔ میرے آقا ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے قریش مکہ سے کہہ کر اسے واپس منگوایا۔ قریشی سرداروں نے ابوجہل کے اس اونٹ کے بدلے سو اونٹ دینے کی پیش کش کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ پیشکش مسترد کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ اونٹ اگر قربانی کے لئے نامزد نہ ہو چکا ہوتا تو اس کی واپسی پر اصرار نہ کرتا لیکن اب اسے آپ لوگوں کو واپس لوٹانا ہوگا''۔

قربانی کا یہ اونٹ ذبح کرنے کے بعد آپ نے اپنے خیمے میں اپنے حجام خراش بن امیہ الکعبی کو بلوا بھیجا اور سر کے بال مبارک منڈوا

Marfat.com

دیئے۔ میرے آقا ﷺ نے عمرہ اور حج کے موقع پر ہی حلق کرایا ہے۔ ورنہ عام طور پر آپ بال رکھتے تھے اور آپ کے گھنگھریالے گیسو بعض دفعہ کانوں کے نچلے حصے تک نظر آتے تھے۔ آپ نے اس دن حجامت کرا کے اپنے بال مبارک ایک قریبی درخت پر رکھوا دیئے۔ صحابہ کرام اس درخت کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ایک ایک کر کے مقدس بال تبرک کے طور پر حاصل کرتے رہے۔ دنیا بھر میں نبی اکرم ﷺ سے منسوب بال مبارک جہاں جہاں موجود ہیں وہ ان صحابہ کرام کی محبت کی یادگار ہیں جنہوں نے کبھی بھی میرے آقا کے بالوں کو زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ ہمیشہ عقیدت و احترام سے انہیں حاصل کر لیا اور زندگی بھر اس کو باعث برکت سمجھ کر اپنے پاس رکھا بعض صحابہ کرام نے ان مقدس بالوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کی وصیت کی تاکہ ان کی برکات سے عالم برزخ اور آخرت میں بھی مستفید ہو سکیں۔

حضور اکرم ﷺ نے قربانی کر کے حلق کرایا تو اب کسی قسم کے شک اور ابہام کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ جاں نثاران مصطفیٰ نے بھی اپنے آقا کی اتباع میں قربانیاں کیں، بال منڈوائے یا ترشوائے اور قربانی کے جانور ذبح کئے۔

یہ معاہدہ جسے اللہ تعالیٰ نے فتح مبین، واضح فتح قرار دیا دراصل میرے آقا ﷺ کی عالمگیر قیادت کا ابتدائی مرحلہ تھا، اس معاہدہ کے بعد عرب کے قبائل محمد مصطفیٰ ﷺ سے معاہدہ کرنے اور آپ کی حفاظت میں آنے کے لئے آزاد اور خود مختار ہو گئے تھے۔ انہیں قریش مکہ روک نہیں سکتے تھے اور نہ ہی معاہدہ کے مطابق دس سال تک مسلمانوں سے جنگ کر سکتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے حلیف قبائل سے دوستی کرنے اور ان کو تحفظ دینے کے پابند تھے۔

میرے آقا ﷺ کو معلوم تھا کہ آئندہ چند سالوں کے اندر اندر اسلام مکمل طور پر جزیرۃ العرب میں غلبہ حاصل کر لے گا۔ صرف یہی نہیں پیغام اسلام جزیرۃ العرب کی سرحدوں سے نکل کر دوسرے علاقوں تک پہنچے گا۔ مسلمان اپنی توانائیاں اب جنگی مہمات کی بجائے دعوت و تبلیغ اسلام میں لگائیں گے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق جیسے جوشیلے صحابہ کرام اپنے جذبہ ایمانی کی وجہ سے جس معاہدہ کو مسلمانوں کی پسپائی سمجھ رہے تھے درحقیقت فتح مکہ مکرمہ کی تمہید تھا۔ بلاد عرب میں اسلام کی اشاعت کی نوید تھا۔ اس لئے قرآنی بشارت کے مطابق اس معاہدے کے نتائج مسلمانوں کے حق میں بہت مفید اور بہتر ثابت ہوئے۔ قریش مکہ تقریباً چودہ سو صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ نہ آنے کی پابندی عائد کر کے اور انہیں واپس جانے پر مجبور کر کے خوش ہو رہے تھے کہ انہوں نے برتری حاصل کر لی ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ میرے آقا علیہ السلام نے اپنی قائدانہ فراست سے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے قریش مکہ کے ہاتھ باندھ دیئے۔ اب وہ اسلام کی تبلیغی مہموں اور دعوتی سرگرمیوں کو نہیں روک سکتے تھے۔ دو سال بعد جب میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ہر قریشی سردار حیران و پریشان تھا۔ کل تک مکہ نہ آنے دینے کی دھمکی دینے والے خود پناہ و معافی کے طلب گار اور خواستگار تھے۔ اس معاہدہ کے چند ماہ بعد دعوت و تبلیغ کے اثر سے مکہ کی اہم ترین شخصیات عمرو بن العاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ نے اسلام قبول کر لیا اور توحید و رسالت کے پیغام کے علمبردار بن گئے۔ مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے والے یہ افراد اب قافلہ مصطفوی کے افراد اور میرے آقا کے جاں نثار بن گئے۔ اس معاہدہ کے بعد نبی اکرم رحمت اللعالمین سید الاولین والآخرین ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے کہ دوران سفر اللہ تعالیٰ نے سورۃ ''الفتح'' آپ کے قلب اطہر پر نازل فرمائی۔

آپ نے اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلا کر یہ خوشخبری سنائی۔

''آج دن چڑھے اللہ تعالیٰ نے ایک سورت نازل کی ہے یہ سورت مجھے دنیا بھر کی تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہے''

آپ نے یہ فقرہ تین بار ادا فرمایا۔

صحابہ کرام نے اپنے آقا کو خوش اور مسرور دیکھا تو کہنے لگے:

Marfat.com

''یارسول اللہ! آپ اس سورت کے نزول کی بے شمار مبارک باد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق تو ارشاد فرما دیا۔ یہ فرمائیے کہ ہمارے لئے کیا خوشخبری ہے''

میرے آقا نبی اکرم ﷺ اپنی مرضی اور خواہش سے کبھی کوئی ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ آپ ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ اسی لمحے جبرئیل امین حاضر خدمت ہو گئے اور رب العالمین جل جلالہ کا فرمان آپ پر نازل فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنت کے ان باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں رواں ہیں۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کی برائیاں ان سے دور کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انہیں بہت بڑی کامیابی عطا کی گئی ہے''۔

''فتح مبین''، ''مغفرت'' اور ''نعمت'' کی خوشخبریوں سے شاداں اور فرحاں ہو کر صحابہ کرام میرے آقا ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ واپس پہنچے اب انہیں عمرہ ادا نہ کرنے کا غم تھا اور نہ ہی اس سال بیت اللہ کی حاضری کی سعادت نصیب نہ ہونے کا شکوہ تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ان کے آقا ان کے ہادی ان کے مرشد کامل کا فرمان سچ ثابت ہوگا اور اگلے سال ضرور حاضری ہوگی۔ ان کے دل میں وقتی طور پر جو حزن و ملال کی کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ اب جاتی رہی تھی وہ اپنے آقا ﷺ کے ہر فیصلے پر خوش تھے اور اس معاہدے کو اپنے لئے بہت بڑی کامیابی کا یقین کامل رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ واپسی پر میرے آقا ﷺ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا ایک منفرد اور جداگانہ اسلوب اختیار کیا۔ عالمگیر پیغام کے لئے اس وقت کے ممتاز عالمی رہنماؤں کو میرے آقا ﷺ نے خطوط لکھوائے آپ کا ہر مکتوب گرامی وعظ و نصیحت کا مرقع بھی تھا اور ہدایت قبول کرنے کی تنبیہ بھی۔

مدینۃ الرسول سے بھیجے جانے والے یہ خطوط تاریخ عالم کا رخ متعین کر رہے تھے۔ مدینہ منورہ سے نور نبوت کی شعاعیں اب پوری دنیا کو روشن کرنے والی تھی۔ اب میرے آقا ﷺ کے غلاموں نے جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے کونے کونے میں پیغام مصطفوی کو پھیلانا تھا اس کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دینا تھا۔

بحمد للہ یہ سطور میں اس پاک دھرتی، اس شہر آقا، اس دار الہجرت، اس مدینۃ الرسول، اس مرکز نور میں مسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ سیرت پاک کی اس کتاب کے سلسلے میں میری حقیری سی خدمت کو آقا علیہ السلام نے قبول فرماتے ہوئے ماہ رجب المرجب 1429 میں مجھے حاضری کی ایک بار پھر سعادت نصیب فرمائی ہے۔ آج 30 رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک یکم اگست 2008ء نماز عصر کے بعد مسجد النبوی الشریف میں صلح حدیبیہ کے معاہدے کے حوالے سے اس باب کا اہم حصہ تحریر کیا۔ اس وقت نماز عشاء کے بعد جب یہ سطور باب السلام کے پہلو میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں تو ریاض الجنۃ میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں ابھی مواجہہ شریف کے سامنے اپنے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اس باب کے اوراق پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح میرے آقا ﷺ نے اس سے پہلے ابواب کو قبولیت اور پذیرائی بخشی ہے وہ کرم نوازی فرماتے ہوئے اس حصے کو بھی قبول فرمائیں گے اور اپنی مسکراہٹ کی سوغات عنایت فرمائیں گے۔

حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو خطوط لکھوائے اور اپنے سفیروں کو انہیں دینے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ نے ان خطوط پر بطور مہر ثبت کرنے کے لئے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر اس ترتیب سے آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا۔

اللہ

رسول

محمد

Marfat.com

یہ مہر آپ خطوط کے آخر میں استعمال فرماتے۔ آپ نے حبشہ کے نجاشی اصحمہ کے پاس اپنا مکتوب حضرت عمرو بن امیہ الضمری کی معرفت روانہ فرمایا اس خط میں آپ نے توحید ورسالت کے پیغام کا مختصر تعارف کرایا اور پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اسے یہ تنبیہ بھی کی کہ اگر اس نے اسلام قبول نہ کیا تو تم کو تمہاری قوم کا گناہ بھی ہوگا۔ نجاشی پہلے سے ہی آپ کو نبوت ورسالت کا دل سے معترف تھا۔ اب آپ کا مکتوب گرامی ملا تو وہ ادب واحترام کی وجہ سے آپ کا خط لینے کے لئے اپنے تخت سے نیچے اترا اور آپ کا یہ مکتوب گرامی لے کر آنکھوں پر رکھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب پہلے سے ہی وہاں موجود تھے۔ اس نے حضرت جعفر کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جوابی خط لکھوایا جس میں آپ کی نبوت ورسالت کا تحریری طور پر اقرار کیا۔ اس نے اپنے خط میں ذکر کیا کہ اگرچہ میں نے آپ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے لیکن درحقیقت میں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اس نے حضرت جعفر اور دیگر مہاجرین حبشہ کی واپسی کا اہتمام بھی کیا۔

میرے آقا نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی اس غائبانہ بیعت کے اقرار کا محبت بھرا جواب اس طرح دیا کہ ہجرت کے نویں سال جب اصحمہ نے وفات پائی تو میرے آقا نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر ادا کی۔

نبی کریم ﷺ نے مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام مکتوب گرامی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی معرفت روانہ فرمایا۔ اس میں بھی آپ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ یہ بادشاہ بھی عیسائی عقیدہ کا حامل تھا۔ اس لئے آپ نے اسے لکھا کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترکہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ انسانوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کریں۔

حضرت حاطب بن بلتعہ نے یہ خط سکندریہ جا کر مصر کے بادشاہ کو دیا تو اسے یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

''اسی سرزمین پر تم سے پہلے ایک جابر حکمران اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہتا اور سمجھتا تھا، اس کے تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے لئے اس کو عبرت کا نمونہ بنا دیا۔ لہٰذا تم اس کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ آئندہ لوگ تمہارے انجام سے عبرت حاصل کریں''۔

''ہم لوگ اپنے عقیدے پر قائم ہیں۔ ہم اپنے نظریہ حیات کو نہیں چھوڑ سکتے''۔

اگرچہ حضرت حاطب نے اس کو اسلام کے متعلق بنیادی معلومات فراہم کیں لیکن اس کا دل اسلام کی طرف مائل نہ ہو سکا۔ اس نے عزت واحترام کے ساتھ حضور سرور عالم ﷺ کا مکتوب گرامی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور میرے آقا علیہ السلام کے نام خط تحریر کروانے کے لئے عربی کے ایک ماہر کو بلوایا۔ اس نے اپنے خط میں لکھوایا کہ اسے معلوم تھا کہ نبی آخرالزماں نے مبعوث ہونا ہے مگر اس کے خیال کے مطابق اس نبی کا ظہور شام سے ہونا تھا۔ اس نے آپ کے قاصد سے احترام سے پیش آنے کا تذکرہ کیا اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں دو لونڈیاں ماریہ اور سیرین روانہ کیں۔ آپ کی سواری کے لئے ایک خچر اور آپ کے لئے چند کپڑے بھی بھجوائے۔

حضور علیہ السلام نے اس کے یہ تحفے قبول فرمائے۔ خادماؤں میں سے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنی خدمت کے لئے پسند فرمایا جبکہ سیرین کو حضرت حسان بن ثابت کے حوالے کر دیا۔ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ حضرت ابراہیم کی والدہ بنیں یہ سعادت انہیں حضرت خدیجہ کے بعد ملی کہ وہ میرے آقا کی اولاد کی ماں بنیں۔ میرے آقا سرور عالم ﷺ نے سلطنت فارس کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام خط میں اسے بھی اسلام قبول کرنے کی تلقین کی۔ یہ خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی معرفت روانہ فرمایا۔ یہ خط جب کسریٰ کے دربار میں پڑھ کر سنایا گیا تو اس بدمست اور مغرور حکمران کو بہت غصہ آیا۔ اس نے یہ مکتوب گرامی اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس کو اس

Marfat.com

بات کا بہت غصہ تھا کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا اسم گرامی کسریٰ کے نام سے پہلے لکھا تھا۔ اس نے میرے آقا ﷺ کے متعلق گستاخانہ اور بے ادبی پر مبنی کلمات بھی کہے۔ وہ غصے میں پاگل ہوا جا رہا تھا۔ اس نے اس وقت یمن کے گورنر باذان کو خط لکھوایا:

''میں تمہیں ہدایت دیتا ہوں کہ فوراً اپنا ایک وزیر اور ایک فوجی جوان حجاز میں بھیج کر محمد ﷺ کو میرے پاس گرفتار کر کے بھجواؤ''۔

میرے آقا سرور عالم ﷺ کو کسریٰ کے طرز عمل کی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ نے دعا فرمائی:

''اللہ اس کی بادشاہت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے''

کچھ دن بعد یمن کے گورنر کی طرف سے روانہ کردہ اس کا ایک وزیر اور ایک ایرانی فوجی مدینہ منورہ اپنے حکمران کے حکم کی تعمیل کرانے کے لئے پہنچ گئے۔ یمن کے گورنر کے بھیجے ہوئے ان دونوں افراد کو بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے ان کے مدینہ آنے کا مقصد پوچھا:

''شہنشاہ کسریٰ نے ہمارے حکمران باذان کو حکم دیا ہے کہ آپ کو کسریٰ کے دربار میں پیش کیا جائے۔ ہم اس کام کے لئے یہاں آئے ہیں اور آپ کو کسریٰ کے دربار میں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اگر آپ جانے پر آمادہ نہیں ہوں گے تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم زبردستی آپ کو ساتھ لے جائیں''۔

میرے آقا ﷺ تحمل سے ان کی گستاخانہ گفتگو سنتے رہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم لوگ کل آنا، پھر میں تمہاری بات کا جواب دوں گا''۔

دوسرے دن صبح جب یہ دونوں نمائندہ ایک بار پھر بارگاہ نبوت میں پیش ہوئے تو سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم جس کسریٰ کے حکم کے تحت یہاں آئے ہو اسے کل رات اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور خود حکمران بن گیا ہے۔ جاؤ اور اپنے حکمران کو بتا دو کہ میرے رب نے اس کے رب کا خاتمہ کر دیا ہے''۔

''آپ کیا بات کہہ رہے ہیں؟ آپ کے خط نے کسریٰ کو غضبناک کر دیا تھا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ بات بھی ہم بادشاہ فارس کسریٰ کو لکھ بھیجیں''۔

''بالکل تم یہ بات اپنے حکمران کو بتا دو اور اسے یہ بھی بتا دینا کہ دین اسلام اور میری حکومت وہاں تک ضرور پہنچ کر رہے گی، جہاں تک کسریٰ کی حکومت ہے، بلکہ اس کی حدود اس کی سلطنت کی حدود سے بڑھ کر وہاں تک پہنچ جائیں گی جہاں سے آگے اونٹوں اور گھوڑوں کے قدم نہیں جا سکیں گے''۔

کسریٰ کے متعین کردہ یمنی گورنر کے یہ دونوں نمائندے حیرت سے میرے آقا سرور عالم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ ان کے دلوں پر حضور علیہ السلام کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''تم اپنے حکمران سے کہنا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو جو کچھ علاقہ اس کے تسلط میں ہے وہ سب میں اسے دے دوں گا اور اسے بادشاہی عطا کر دوں گا''۔ ان میں سے ایرانی النسل فوجی کو میرے آقا ﷺ نے سونے اور چاندی کے جڑاؤ والا کمر بند تحفے میں عطا فرمایا۔ یہ دونوں نمائندے جو کہ میرے آقا ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے کے ارادے کے ساتھ آئے تھے انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ میرے آقا ﷺ کے جاں نثار تو کسی سفیر اور قبائلی نمائندے کو اونچی آواز میں بات کرنے کی اجازت تک نہیں دیتے۔ یہ میرے آقا ﷺ کا خصوصی کرم تھا کیونکہ حضور کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ یمن کا گورنر بالآخر غلامی مصطفیٰ میں آ جائے گا اس لئے حضور نرمی سے ان دونوں کی سخت اور بے ادبی پر مبنی گفتگو تحمل سے سنتے رہے۔

یمنی گورنر کے یہ کارندے واپس یمن پہنچے اور انہوں نے سرور عالم ﷺ کی گفتگو کی تفصیلات ''باذان'' کو بتائیں تو وہ حیران ہو گیا۔

Marfat.com

اس زمانے میں ذرائع مواصلات تیز ترین نہیں تھے۔ ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک اطلاعات اور خبریں تاخیر سے پہنچتی تھیں۔ یمن کا گورنر ''باذان'' اس سوچ میں پڑ گیا کہ وہ خبر جو ابھی تک یمن تک نہیں پہنچی وہ حجاز میں سرکار مدینہ ﷺ تک کیسے پہنچ گئی، کچھ عرصہ بعد سلطنت فارس سے سرکاری خط نئے حکمران شیرویہ کی طرف سے یمن کے گورنر کو ملا، جس میں لکھا تھا:

''میں نے اپنے والد کو قتل کر کے سلطنت کا اقتدار سنبھال لیا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے والد نے حجاز کی جس شخصیت کے خلاف کارروائی کرنے کی ہدایت کی تھی ان کو ناراض نہ کرنا اور جب تک میرا اگلا حکم نہ آئے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا''۔

یہ خط یمن کے گورنر کو جیسے ملا اس کے دل کی دنیا بدل گئی، اسے یقین ہو گیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے آنے والے واقعات کی خبر ہو جاتی ہے۔ اس نے اور اس کے رفقاء نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میرے آقا ﷺ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنانے والے غلامانِ مصطفیٰ میں شامل ہو گئے۔

میرے آقا سرور عالم ﷺ نے اپنے وقت کی ایک عظیم سلطنت رومی سلطنت کے شہنشاہ قیصر روم ہرقل کے نام مکتوب گرامی بھیجا جسے لے جانے کی سعادت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصے میں آئی۔ قیصر روم سلطنت فارس کے مقابلے پر حاصل ہونے والی مسلسل کامیابیوں اور فتوحات کے اظہار تشکر کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔

میرے آقا نبی کریم ﷺ نے اپنے قاصد کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ مکتوب گرامی بصریٰ کے حاکم کی معرفت قیصر روم تک پہنچائیں تاکہ آسانی سے اس تک یہ خط پہنچ سکے۔

جیسے ہی ہرقل قیصر روم کو میرے آقا سرور عالم ﷺ کا نامہ مبارک ملا اس نے عزت و احترام سے اسے وصول کیا اور پوچھا کہ آپ کے علاقے کی کوئی اور نمائندہ شخصیت اس علاقے میں موجود ہے۔ حکومت کے کارندوں نے تجارتی قافلے کے ساتھ آئے ہوئے ابوسفیان کو بیت المقدس میں قیصر روم کے دربار میں پیش کر دیا۔ قیصر نے ابوسفیان سے نبی اکرم ﷺ کے حسب نسب، آپ کے پیغام کی بنیادی تعلیمات، آپ پر ایمان لانے والوں کے خاندانی پس منظر اور معاشی حالات اور نبی اکرم ﷺ کے طرز عمل کے بارے میں سوالات کئے۔ ابو سفیان نہ چاہتے ہوئے بھی میرے آقا ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر سکا اور نہ ہی غلط بیانی کر سکا۔ جب قیصر کو معلوم ہوا کہ میرے آقا ﷺ حجاز مقدس میں اعلیٰ ترین حسب نسب سے ہیں لیکن ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا کہ جس کی بادشاہت کا حصول ان کا خواب ہو، وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے اور ''اللہ وحدہ لاشریک لہ'' کی عبادت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے پیغام کو کمزور اور معاشرہ کے محروم طبقات قبول کر رہے ہیں۔ ان کے پیغام کو قبول کرنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور کوئی بھی ان کو چھوڑ کر مرتد نہیں ہوتا۔ انہوں نے کبھی کسی سے بدعہدی نہیں کی۔ ضرورت پڑے تو وہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہیں تو قیصر کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ خاتم الانبیاء ہیں جن کی آمد کے تذکرے سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود تھے۔ اس نے اپنے وزراء، امراء اور مذہبی پیشواؤں کو آپ کا پیغام تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن عیسائیت ان کے دل میں اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ انہوں نے اپنے شہنشاہ کی تجویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ قیصر کو اپنی سلطنت اور اپنا اقتدار ہاتھ سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اسے خدشہ پیدا ہو گیا کہ اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو تمام عمائدین سلطنت اس کے خلاف ہو جائیں گے اس لئے اس نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اپنا عقیدہ اور مذہب تبدیل نہیں کرے گا وہ تو بس یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کی سلطنت کے عمائدین اپنے عقائد میں کس قدر پختہ ہیں۔ یوں اس نے حکمت عملی سے کام لے کر اپنے دل کی بات چھپالی۔ لیکن اس کا دل گواہی دیتا تھا کہ سرور عالم ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں لیکن اس کا ظاہری طور پر اقرار کرنے کی کبھی جرأت نہ کر سکا البتہ اس مکتوب گرامی کو اس نے اور اس کی اولاد نے ہمیشہ عزت و احترام سے محفوظ رکھا۔ قیصر روم نے نہ صرف نامہ مبارک کی

Marfat.com

عزت و تکریم کی بلکہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ کے سفیر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کافی تحائف بھی بھیجے۔ یہ تحائف حضرت دحیہ اپنے ساتھ لا رہے تھے کہ راستے میں رہزنوں نے انہیں لوٹ لیا۔ یہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور دربار قیصر کے احوال اور راستہ میں تحائف کے لوٹ لئے جانے کی تفصیلات بتائیں۔ میرے آقا علیہ السلام نے اسی وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پانچ سو صحابہ کرام کا دستہ اس قبیلے کی طرف بھیجا جنہوں نے یہ تحائف چھینے تھے۔ یہ دستہ قبیلہ جزام پہنچا تو قبائلی لوگوں سے لڑائی ہو گئی۔ رہزن قبیلے کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اسلامی فوج کے دستہ نے ان کے جانوروں کو ہانکا اور ان کی عورتوں کو ساتھ لے آئے۔ یہ جانور عورتیں اور بچے جب مدینہ منورہ لائے گئے تو قبیلہ جزام سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی رسول حضرت زید بن رفاعہ جذامی نے بارگاہ نبوت میں اپنے قبیلے کے افراد کی رہائی اور مال مویشی کی واپسی کی درخواست کی۔ میرے آقا نے اپنے اس صحابی کی درخواست کو قبول فرمایا اور یہ مال و اسباب اور قیدی عورتوں، بچوں کو واپس بھیج دیا۔

نبی اکرم سرور عالم ﷺ نے دیگر حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کو بھی دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ ان میں حاکم بحرین منذر بن ساوی کو حضرت علاء بن الحضرمی نے حاکم، یمامہ ہوذہ بن علی کو حضرت سلیط بن عمرو عامری نے حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کو حضرت شجاع بن وہب نے عمان کے حکمران جعفر اور اس کے بھائی عبد کو حضرت عمرو ابن العاص نے یہ خطوط پہنچائے۔ ان حکمرانوں کا ردعمل ملا جلا تھا۔

بحرین کے حاکم نے نبی اکرم ﷺ کے خط کے جواب میں خط بھیجا جس میں اسلام کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور بتایا کہ اس کی مملکت میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اس نے اپنے خط میں پوچھا کہ وہ اپنی مملکت میں رہنے والے یہودیوں اور مجوسیوں کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ میرے آقا علیہ السلام نے اس کو جوابی خط بھیجا اور اس کے حسن اخلاق کو پسند فرمایا اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے یہودیوں اور مجوسیوں پر ''جزیہ'' کا ٹیکس عائد کرنے کا حکم بھی دیا۔ بحرین کا حکم اگرچہ مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن اس نے میرے آقا علیہ السلام کا احترام کرتے ہوئے آپ سے ہدایات طلب کی تھیں۔ آپ نے اپنے جوابی خط میں اسے یقین دہانی کرائی کہ جب تک اس کا طرز عمل بہتر رہے گا اسے بحرین کی حکمرانی سے معزول نہیں کیا جائے گا۔

حاکم یمامہ نے اپنے جوابی خط میں تکبر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ عربوں میں میرا ایک خاص مقام ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے آپ مجھے اہمیت دیں اور مجھے کوئی خصوصی منصب اور عہدہ عطا کریں پھر میں آپ کی پیروی کروں گا۔ اس نے بارگاہ نبوی میں کچھ تحائف بھی بھیجے۔ میرے آقا علیہ السلام نے اس کا خط سنا تو ارشاد فرمایا:

''وہ اگر زمین کا ایک ٹکڑا بھی مجھ سے مانگے گا تو اسے نہیں دوں گا، وہ خود بھی برباد ہو جائے گا اور اس کی مملکت بھی برباد ہو گی''۔

حاکم دمشق کا جواب غرور و تکبر سے لبریز تھا۔ اس نے خط پڑھ کر کہا ''مجھ سے میری سلطنت کون چھین سکتا ہے میں بہت جلد ان پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کروں گا'' اس نے حملہ کرنے کا ادہ بھی کر لیا تھا لیکن وہ قیصر روم کے تابع تھا، اس نے حتمی منظوری کے لئے قیصر کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو اس نے روک دیا۔ قیصر ان دنوں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ قیصر نے دمشق کے حکمران کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ حارث کو پتہ چل گیا کہ قیصر مدینہ منورہ پر حارث کے منصوبے سے خوش نہیں ہے۔ اس نے میرے آقا علیہ السلام کے قاصد حضرت شجاع بن وہب کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے پوچھا: ''آپ کب واپس جا رہے ہیں''۔

''میرا ارادہ کل واپس جانے کا ہے'' حضرت شجاع نے بتایا تو دمشق کے حکمران نے کہا:

''آپ میری طرف سے ایک سو مثقال سونا ہدیہ کے طور پر اپنے نبی کریم کو پیش کر دینا'' اس طرح قیصر روم کی مداخلت سے دمشق کے حکمران کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا خطرہ ٹل گیا۔

Marfat.com

شاہ عمان کے نام مکتوب گرامی میں آپ نے حکمران اور اس کے بھائی کا نام لکھا تھا۔ نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ شاہ عمان جعفر تک یہ خط پہچانا مشکل ہو جائے گا۔ یہ خط اس کے بھائی عبد کی معرفت شاہ عمان تک پہنچے گا اس لئے آپ نے ان دونوں بھائیوں کا نام لکھوایا۔

سفیر دربار رسالتمآب حضرت عمرو ابن العاص کے لئے بادشاہ کے دربار تک رسائی ممکن نہ ہو سکتی اگر اس کا بھائی عبد اُن سے تعاون نہ کرتا۔

ابتداء میں کئی دنوں تک وہ بادشاہ کے دربار میں رسائی کی کوشش کرتے رہے لیکن شاہی دربان انہیں محل میں نہیں جانے دیتے تھے۔

ایک دن اس کے بھائی عبد نے بادشاہ تک ان کی رسائی ممکن بنا دی اور انہوں نے سرور عالم ﷺ کا مکتوب گرامی اس تک پہنچا دیا۔ بادشاہ ہر معاملے میں اپنے چھوٹے بھائی کے مشورہ پر عمل کرتا تھا۔ بادشاہ نے اپنے بھائی سے اس خط کے سلسلے میں رائے طلب کی اس کے بھائی کا ذہن حضرت عمرو ابن العاص پہلے سے ہی تیار کر چکے تھے۔ وہ کئی دن اس کے مہمان رہے تھے اور اس دوران اسے اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی شاہ عمان جعفر کو اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا اور اس طرح دونوں بھائی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

انہوں نے حضرت عمرو ابن العاص کو مکمل طور پر آزادی دے دی کہ وہ لوگوں سے صدقات وصول کریں اور اسلامی احکامات کے مطابق فیصلے صادر کریں۔ اگر کسی نے ان کے لئے مشکلات پیدا کیں تو حکومت نے حضرت عمرو ابن العاص کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح حدیبیہ کے طے شدہ معاہدہ کے مطابق اگلے سال عمرہ کے لئے جانے کا اعلان فرمایا۔ وہ تمام لوگ جو گزشتہ سال قافلہ مصطفوی میں شامل تھے اس دفعہ بھی شامل تھے۔ صرف وہ صحابہ کرام جو اس عرصہ میں شہید ہو گئے تھے اس سفر میں شامل نہ ہو سکے وہ اب جنت النعیم میں رونق افروز تھے۔ اس کے علاوہ کچھ مزید صحابہ کرام بھی اس دفعہ شامل تھے دو ہزار سے زائد تعداد تھی۔ عورتیں اور بچے بھی ساتھ تھے کچھ صحابہ کرام کے پاس راستے کے لئے کھانے کا سامان تک نہیں تھا۔ آپ نے دیگر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرو خواہ وہ کھجور کا آدھ حصہ ہی کیوں نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ متعین کر دیئے تھے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ اس دفعہ آپ نے دفاعی نکتہ نظر سے جنگی سامان خود، زرہیں نیزے بھی ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔ ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے۔ ہتھیاروں اور گھوڑوں کے متعلق میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصوصی احکامات دیئے۔

"بشیر ابن سعد ہتھیاروں کی نگرانی کریں گے۔ گھوڑوں کی حفاظت محمد ابن مسلمہ کے ذمہ داری ہوگی"۔

آپ کے حکم کے تحت جنگی اسلحہ اور جنگی گھوڑوں کو ساتھ لے جانے کا اہتمام ہو گیا تو ایک صحابیہ نے عرض کی:

"یارسول اللہ! ہم نے قریش مکہ سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم صرف ایک تلوار ہمراہ لائیں گے اور وہ بھی نیام کے اندر ہوگی"۔

میرے آقا سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہم معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، ہم حرم کی حدود میں یہ سامان جنگ لے کر نہیں جائیں گے ہم معاہدہ کے مطابق نیام کے اندر اپنی تلواریں لے کر جائیں گے۔ اسلحہ اور گھوڑوں کو ہم حدود حرم سے باہر رہنے دیں گے تاکہ قریش مکہ اگر معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہم پر اچانک حملہ کر دیں تو ہمارے پاس جنگی آلات اور گھوڑے موجود ہوں گے اور ہم اپنا دفاع کرنے کے قابل ہوں گے"۔

فرمان نبوی کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت بشیر ابن سعد گھوڑے اور جنگی ساز و سامان لے کر حدود حرم سے باہر مرالظہران پہنچے اور وہاں پر موجود لوگوں کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لئے اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں تو مشرکین مکہ گھبرا گئے۔ وہ سوچنے لگے کہ انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی پھر یہ جنگی تیاریاں کس لئے ہیں؟ میرے آقا ﷺ کے جاں نثاروں نے بتایا کہ یہ

Marfat.com

سامان حدودِ حرم سے باہر رہے گا اور یہ صرف حفاظتی اور دفاعی انتظامات کے تحت ہے۔

حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دو سو آدمی ہمہ وقت اس اسلحے اور جنگی گھوڑوں کے اردگرد ہے تا کہ کوئی نقصان نہ پہنچے۔

مدینہ منورہ سے روانگی سے قبل نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابورہم غفاری کو رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کا امام اور اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے عمرہ کی نیت کی صحابہ کرام آپ کی قیادت میں لبیک اللھم لبیک کا ورد کرتے ہوئے اپنے آقا کے ہمراہ رواں دواں تھے۔ میرے آقا سرور عالم نبی اکرم ﷺ جب مرالظہر ان پہنچے تو اسلحہ اور جنگی گھوڑے پہلے سے یہاں پہنچ چکے تھے۔ غربت اور تنگدستی کی وجہ سے اکثر صحابہ کرام کو غذائی قلت کا سامنا تھا۔ ان کے جسم کمزور اور چہرے زرد پڑ چکے تھے۔ قریش مکہ نے افواہ اڑادی کہ یثرب کے اندر پھیلنے والے بخار نے اصحاب محمد کو لاغر اور کمزور کر دیا ہے۔ ان میں ہمارا مقابلہ کرنے اور لڑنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ صحابہ کرام تک اس افواہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں ہم اپنے سواری کے چند اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت پکا کر کھائیں اور کچھ جسمانی طاقت حاصل کریں تا کہ دشمنوں پر ہماری ہیبت اور رعب مسلط ہو سکے''۔

میرے آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کی یہ درخواست سن کر ارشاد فرمایا:

''آپ لوگوں کے پاس کھانے کا جس قدر بھی سامان موجود ہے اسے میرے پاس لے آئیے''۔

فرمان رسالتمآب کی تعمیل کرتے ہوئے صحابہ کرام اپنی تمام تر خوراک کا حضور اکرم ﷺ کے سامنے دسترخوان پر ڈھیر لگا دیا۔ یہ اتنا سامان نہیں تھا کہ سب صحابہ کرام کے لئے کافی ہو۔ میرے آقا علیہ السلام نے برکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''اب آپ سب لوگ اس میں سے پیٹ بھر کر کھائیے''۔

اس مختصری خوراک کو سب صحابہ کرام نے حسب ضرورت کھایا اور اپنے بقایا سفر کے لئے بھی محفوظ کر لیا پھر بھی دسترخوان پر خوراک کی فروانی تھی۔

ذی الحجہ کی چار تاریخ تھی جب سرور عالم ﷺ اپنے دو ہزار سے زائد صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی اطلاع ملتے ہی رؤسا مکہ نے شہر کو چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ لے لی۔ یہ میرے آقا کا رعب بھی تھا اور وہ لوگ آمد مصطفیٰ کا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ میرے آقا ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ قربانی کے اونٹ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ صحابہ کرام آپ کی سواری کے اردگرد تھے۔ سب کی تلواریں نیاموں میں بند تھیں اور گلے میں لٹک رہی تھیں۔ میرے آقا علیہ السلام کی سواری کے آگے آگے حضرت عبداللہ بن رواحہ تھے جنہوں نے اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی اور اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان کے نعتیہ اشعار کا مفہوم یوں تھا:

کفر کے بیٹو راستہ چھوڑو
رب کے رسول اب آ پہنچے ہیں
ساری بھلائی ان کے دم سے
خیر و برکت ان کے قدم سے
رب رحمان نے ان پر بھیجا
یہ قرآن یہ صحف مبارک

Marfat.com

جس کی تلاوت کرتے رہیں گے
اور ہم کفر سے لڑتے رہیں گے
اپنے رسول کے متوالے ہیں
راہ حق کے رکھوالے ہیں
ان کی بات ہے ایمان اپنا
ان کی ذات پہ ایقان اپنا
ان کے حکم پہ ہم کر دیں گے
سر سے جدا کافر کی گردن
اپنے آقا کے کہنے پہ
خم کر دیں گے کفر کی گردن

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت عمر فاروق نے انہیں ٹوکا۔

"آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشعار پڑھ رہے ہیں اور وہ بھی حدود حرم میں"۔

آقا علیہ السلام نے حضرت عمر کو غصے کی حالت میں حضر عبداللہ بن رواحہ کو اشعار پڑھنے سے منع کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"عمر! انہیں نہ روکو۔ اشعار پڑھنے دو کیونکہ یہ کافروں کے لئے تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ اثر کر رہے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ اشعار پڑھ چکے تو سید العالمین ﷺ نے انہیں حکم دیا۔

"رواحہ کے فرزند! آپ یہ کہئے، اللہ وحدہ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں، اس نے اپنے عبد کو کامیابی عطا کی اور اپنے لشکر کو عزت بخشی اور اسی اللہ وحدہ نے دشمن کے گروہوں کو رسوا کیا"۔

(لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ نصر عبدہ و اعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ)

آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا:

"طواف کے پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آہستہ چلیں۔ اپنا دایاں کندھا کھلا رکھیں اور چادر کا دوسرا کنارہ بائیں کندھے پر ڈال لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحمتیں نچھاور کرے گا۔ اگر آپ اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کریں گے"۔

میرے آقا علیہ السلام کی قیادت میں صحابہ کرام نے تیز تیز دوڑ کر اور دائیں کندھے کھلے چھوڑ کر طواف کرنا شروع کیا تو کفار مکہ کی یہ افواہ دم توڑ گئی کہ مسلمانوں کو بخار نے نڈھال کر رکھا ہے اور وہ کمزور اور لاغر ہو گئے ہیں۔ پہلے تین چکروں میں دوڑنے اور کندھے کھلا چھوڑنے کا وہ حکم اب قیامت تک آنے والے ہر عمرہ کرنے والے مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری ہو گیا ہے۔

میرے آقا علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کی معیت میں طواف کر رہے تھے آپ کے جاں نثاروں نے آپ کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ قریش مکہ کے رؤسا دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور اپنے حسد کی آگ میں جل بھن رہے تھے۔ طواف کے بعد آپ نے صفا مروہ کی سعی کی۔ مروہ کے قریب آپ کے قربانی کے اونٹ تیار کھڑے تھے۔ جنہیں سعی کے بعد ذبح کیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"یہ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی ساری گلیوں میں قربانی کی جا سکتی ہے"۔ اس کے بعد آپ نے حجامت کرائی اور پھر آپ نے حکم دیا کہ دو سو لوگ ہتھیاروں اور گھوڑوں کی حفاظت کے لئے چلے جائیں اور وہاں حفاظت کرنے والے دو سو لوگوں کو عمرہ ادا کرنے کے لئے یہاں بھیج دیں۔

Marfat.com

بعدازاں نبی اکرم سرور عالم ﷺ بیت اللہ کی عمارت کے اندر تشریف لے گئے اور ساری رات وہاں تلاوت اور نوافل میں مشغول رہے۔ وہ رات حبیب اللہ نے بیت اللہ کے اندر اپنے رب کے حضور مناجات اور نفلی عبادات میں بسر کی۔ عبد خاص نے اپنے معبود کی بارگاہ میں اظہار تشکر کیا۔ صبح کی نماز کے وقت آقا علیہ السلام نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

''کعبۃ اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دو''۔

صحن حرم میں اذان بلالی گونجی تو قریش مکہ کے سرداروں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ وہ ایک دوسرے سے افسوس کر رہے تھے کہ ہم یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئے ہیں کہ ہمارا حبشی غلام کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر باآواز بلند اپنے عقیدے کا اعلان کرے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اچھا ہوا کہ ہمارے بڑے بڑے سردار بدر میں قتل ہو گئے اور انہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سفر میں مکہ مکرمہ تین دن قیام فرمایا۔

چوتھے دن حضور علیہ السلام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی اہم معاملے پر گفتگو فرما رہے تھے کہ قریش مکہ کا نمائندہ سہیل آ گیا اور کہنے لگا:

''اب آپ یہاں سے واپس چلے جائیں، معاہدہ حدیبیہ کے مطابق آپ کے لئے یہاں تین دن قیام کرنا تھا۔ آپ کی مدت پوری ہو گئی ہے اس لئے آپ مزید یہاں نہیں رہ سکتے''۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سہیل کو گستاخانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً بول اٹھے۔

''سہیل یہ سرزمین مکہ تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔

تم کون ہوتے ہو ہمیں دھمکیاں دینے والے۔ رسول اللہ ﷺ جب تک چاہیں گے یہاں قیام فرمائیں گے''

حضرت سعد بن عبادہ غصے میں بولتے جا رہے تھے اور آقا علیہ السلام ان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے کیونکہ اس قدر غصے میں آنے کی وجہ ان کی غیرت ایمانی تھی اور حضور علیہ السلام ان کے اس جذبہ پر خوش ہو رہے تھے۔ آپ نے حضرت سعد سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''سعد! آپ غصہ نہ ہوں، یہ ہمارے پاس چل کر آیا ہے اس لئے اس سے سخت کلامی مناسب نہیں ہے'' پھر آپ نے صحابہ کرام کو ہدایات دیں، ''کوئی بھی مسلمان شام تک یہاں موجود نہ رہے''۔

آقا علیہ السلام کا فرمان سن کر سب صحابہ کرام نے سواری کے اونٹوں پر کجاوے کسے اور حضور علیہ السلام کی سربراہی میں روانہ ہو کر ان رات حدود مکہ سے باہر قیام فرمایا۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے جانے لگے تو ایک چھوٹی سی بچی میرے چچا جان میرے چچا جان کہتی ہوئی دوڑتی آئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا لیا۔ یہ سید الشہداء حضرت حمزہ کی یتیم بیٹی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اسے بھی ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی اس سے پہلے وہ اپنی ماں کی زیر کفالت رہ رہی تھی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت زید بن حارثہ، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت جعفر ابن ابی طالب نے بارگاہ نبوت میں گزارش کی کہ اس بچی کا انہیں نگہبان بنایا جائے۔ حضرت زید مواخات مدینہ میں حضرت حمزہ کے بھائی بنائے گئے تھے اور وہ اس اسلامی اخوت کی ذمہ داری نبھانا چاہتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت جعفر اپنے چچا کی یتیم بیٹی کی کفالت کرنا چاہتے تھے۔ سرور عالم ﷺ نے ان تینوں کی درخواست سن کر اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہوئے حکم دیا یہ بچی حضرت جعفر ابن ابی طالب کے حوالے کی جائے کیونکہ ان کی بیوی اس یتیم بچی کی خالہ تھیں، آپ نے فرمایا: خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے''۔

صلح حدیبیہ کے بعد سرور عالم نبی اکرم ﷺ نے دعوتی مکتوبات اپنے سفیروں کے ذریعے مختلف حکمرانوں کو بھجوائے ان میں سے ایک خط آپ نے بصریٰ کے حاکم کے لئے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو دے کر بھیجا۔ راستے میں قیصر روم کے متعین کردہ گورنر شرجیل بن

Marfat.com

عمرو غسانی نے انہیں پکڑ لیا اور رسیوں میں جکڑ کر شہید کر دیا۔ یہ خبر جب رحمت اللعالمین ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اپنے سفیر کے قتل کا بدلہ لینے کا فیصلہ فرمایا۔ اس سے پہلے جنگی معرکے قریش مکہ اور یہود کے مختلف قبائل کے ساتھ ہوتے رہے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سرور عالم ﷺ نے رومی سلطنت کی افواج کے خلاف جنگی مہم روانہ فرمائی۔ عمرہ قضاء ادا فرمانے کے پانچ مہینے بعد آپ نے تین ہزار مجاہدین کے لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ اس لشکر کی اہمیت اتنی تھی کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ منورہ کے باہر تین میل کے فاصلے پر جوف کے مقام پر مجاہدین کو الوداع کہنے اور ان کو نصیحتیں فرمانے کے لئے تشریف لے آئے۔

آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

''اس فوج کا قائد زید بن حارثہ کو مقرر کرتا ہوں۔ ان کی شہادت کی صورت میں جعفر بن ابی طالب فوج کی قیادت کریں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ سربراہ ہوں گے اگر انہیں بھی شہید کر دیا گیا تو پھر مسلمان جس کے متعلق فیصلہ کریں گے وہی فوج کی قیادت کرے گا''۔

جاں نثاران مصطفیٰ سمجھ رہے تھے کہ ان تین حضرات کی شہادت ان کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے اس کے بعد میرے آقا علیہ السلام نے ہدایت کی:

''آپ لوگ سب سے پہلے حارث بن عمیر کی قبر پر جائیں اور وہاں کے باشندوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے کچھ نہ کہنا ورنہ اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کریں اور ان سے میدان جنگ میں مقابلہ کریں''۔

پھر آپ نے اس مہم کے دوران فوجیوں کے لئے اصول وضع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں ہر مرحلے پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں اپنے ہمراہیوں کیساتھ بہتر سلوک کرنا، اللہ کا نام لے کر منکرین اسلام کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر جنگ کرنا۔ کسی کو دھوکہ نہ دینا اور نہ ہی بددیانتی کے مرتکب ہونا۔ کسی بچے اور عورت کو قتل نہیں کرنا، بوڑھے لوگوں اور اپنی مذہبی عبادت گاہوں میں مقیم مذہبی رہنماؤں کو بھی کچھ نہ کہنا، باغات اور درختوں کو مت کاٹنا اور نہ ہی کسی مکان کو گرانا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی ہو وہ تم سے ہر پریشان کو دور کر دے اور تمہیں خیریت سے مال غنیمت کے ہمراہ واپس لے آئے''۔

سرور عالم ﷺ نے مجاہدین کو ثنیۃ الوداع تک چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مجاہدین کا لشکر روانہ ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ آقا علیہ السلام مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ مسجد النبوی میں آکر بیٹھ گئے۔ جمعہ کا دن تھا ان کی خواہش تھی کہ زندگی کا مدینہ منورہ میں یہ آخری جمعہ حضور علیہ السلام کی امامت میں پڑھیں۔ وہ گھر بھی نہیں گئے۔

نماز جمعہ کے بعد آقا علیہ السلام نے انہیں طلب کیا۔

''آپ قافلہ کے ساتھ نہیں گئے؟''

''یارسول اللہ میری خواہش تھی کہ نماز جمعہ آپ کی اقتداء میں ادا کروں''

''عبداللہ یاد رکھو اگر تم اس زمین کی ساری دولت بھی راہ خدا میں صدقہ کر دو تو اس ثواب کو حاصل نہیں کر سکتے جو صبح سویرے جانے والوں کو حاصل ہوا۔ اللہ کے راستے میں سفر کرنے کی ایک صبح یا شام دنیا کے ہر ثواب سے بہتر ہے''۔

یہ لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو شرجیل بن عمرو الغسانی کو اس کے جاسوسوں نے اس کی روانگی کی اطلاع کر دی۔ اس نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ مجاہدین اسلام نے موجودہ اردن اور سعودی عرب کے صوبہ حجاز کی شمالی سرحد کے قریب ''معان'' پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہیں انہیں اطلاع ملی کہ ہرقل قیصر روم ایک لاکھ رومی افواج کے ہمراہ ''مآب'' میں خیمہ زن ہو کر فوج کی قیادت کر رہا ہے۔ مزید ایک لاکھ قبائلی فوجی بھی

Marfat.com

وہاں موجود ہیں۔ اس طرح دو لاکھ افراد پر مشتمل فوج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تین ہزار پر مشتمل صحابہ کرام کے اس لشکر کے بعض نئے نئے مسلمان ہونے والے کے حوصلے تھوڑی دیر کے لئے پست ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ایسی پرجوش تقریر کی کہ سب میدان جہاد میں داد شجاعت دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر ایک کے دل میں شوق شہادت فزوں تر ہو گیا۔ ''بلقاء'' کے علاقے کی ایک بستی ''مشارف'' میں دشمن کی فوج جمع تھی مسلمان مجاہدین نے ''معان'' سے ''موتہ'' کے علاقے میں چلے گئے اور یہیں پر وہ تاریخ ساز معارکہ ہوا جس میں مسلمانوں نے دو لاکھ فوج کا ہمت اور شجاعت سے اس طرح مقابلہ کیا کہ جنگ کے آخر میں مسلمانوں کے ایک درجن فوجی شہید ہوئے اور بالآخر وہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے مطابق صحیح سلامت واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ دوران جنگ حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جرأت اور بہادری کی ایک نئی داستان رقم کی۔ میرے آقا علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے لیکن آخری دم تک انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ پرچم کو زمین پر گرنے نہیں دیا۔ ''موتہ'' میں مسلمان مجاہدین رومی افواج سے برسرپیکار تھے جبکہ مدینہ منورہ میں سرکار مدینہ نے صحابہ کرام کو مسجد النبوی الشریف میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں میل دور ''موتہ'' کے مقام پر لڑی جانے والی جنگ کی تفصیلات اس طرح ارشاد فرمائیں، گویا آپ وہاں تشریف فرما ہیں اور آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں آپ کو لشکر اسلام کے حالات کے متعلق معلومات دینا چاہتا ہوں اسلامی فوج کا آمنا سامنا دشمن کی فوج سے ہوا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار زید شہید ہو گئے۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ پھر جعفر نے اسلامی فوج کا پرچم سنبھال لیا اور دشمنوں پر بھرپور حملے کئے۔ وہ بھی شہید ہو گئے ہیں ان کے لئے بھی مغفرت کی دعا کیجئے ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے فوج کی قیادت سنبھالی اور پرچم کو تھام لیا اور میدان میں ڈٹے رہے انہوں نے بھی بالآخر شہادت کی نعمت کو حاصل کر لیا ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کیجئے۔ اس کے بعد خالد بن ولید نے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے پرچم پکڑ لیا۔ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار اور منافقین کے خاتمے کے لئے شمشیر برہنہ بنایا ہے۔ ان کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گئی ہے''۔

حضرت خالد بن ولید نے جنگی مہارت اور بڑی عمدگی سے مسلمان مجاہدین کو دو لاکھ افواج کے نرغے میں سے نکالا اور بحفاظت انہیں مدینہ منورہ واپس لے آئے۔ جنگ کے پہلے دن تین سپہ سالاروں کی شہادت کی وجہ سے مجاہدین اسلام غمگین اور افسردہ تھے۔ اس شام حضرت خالد بن ولید نے فوج کی کمان سنبھالی تو جنگ دوسرے دن کے لئے ملتوی ہو گئی دوسرے دن حضرت خالد نے فوج کو ازسرنو ترتیب دیا اور پچھلی صفوں میں موجود مجاہدین کو اگلی صفوں میں لا کر کھڑا کر دیا۔ اس حکمت عملی سے دشمن کی افواج نے سمجھا کہ مسلمانوں کو تازہ کمک مل گئی ہے۔ اس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمان دو لاکھ افواج کو دھکیل کر پیچھے ہٹانے میں کامیاب ہو گئے اور یوں حضرت خالد بن ولید کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ مدینہ منورہ مجاہدین اسلام کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔

''موتہ'' کے محاذ پر حضرت جعفر بن ابی طالب نے اس بہادری سے لڑے کہ ان کے دو بازو کٹ گئے لیکن انہوں نے پرچم نہیں گرنے دیا ان کی شہادت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ جنت میں ان کو دو ایسے بازو دیئے گئے ہیں جن کے ساتھ وہ جہاں چاہیں اڑ کر جا سکتے ہیں۔ اس دن سے ان کا نام ''جعفر طیار'' مشہور ہو گیا۔ میرے آقا علیہ السلام اپنے اس اکتیس سالہ نوجوان چچازاد بھائی کی شہادت کے بعد ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس کو ان کی شہادت کی خبر دی اور صبر کی تلقین کی۔ جعفر کے بیٹوں کو قریب بلایا پیار سے شفقت بھرا ہاتھ ان کے سروں پر رکھا اور اپنی مخصوص عادت شریفہ کے مطابق انہیں سونگھا جس طرح اپنے نواسوں حسن و حسین کو سونگھا کرتے تھے۔ اس دن حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہو گئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پھر دعا

Marfat.com

فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا۔

"یا اللہ جعفر کو احسن ثواب عطا فرما اور اس کی اولاد کی اسی طرح خصوصی نگہبانی فرما جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی اولاد کی نگہبانی فرماتا ہے"۔

اس دن کا کھانا حضور علیہ السلام نے اہتمام سے پکوا کر حضرت جعفر کے گھر بھجوایا اور خصوصی تاکید کی کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بھجوانے میں تاخیر نہ کرنا آج انہیں کھانا پکانے کا ہوش نہیں ہے۔ کہیں وہ بھوکے نہ رہ جائیں"۔

حضرت خالد بن ولید جس دن مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو بعض لوگوں نے حضرت خالد کی پیچھے ہٹنے کی حکمت عملی کو ان کی بزدلی سمجھا۔ حالانکہ میدان جنگ میں حضرت خالد کی نو تلواریں ٹوٹ گئی تھیں اور انہوں نے اس انداز سے فوج کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کیا کہ دشمن فوج کے دل میں رعب پڑ گیا اور وہ سمجھے کہ مسلمان انہیں صحرا میں دھکیل کر مارنا چاہتے ہیں۔ حضرت خالد اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور مسلمان مجاہدین کو بحفاظت واپس لے آئے۔ اس کی وجہ سے جب کچھ لوگوں نے انہیں بھاگ کر واپس آنے کا طعنہ دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ بھاگنے والوں میں سے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ دشمن کی فوجوں پر بار بار حملہ کریں گے"۔

اس فوجی مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش مکہ کے دل میں مسلمانوں کی ہیبت اور بڑھ گئی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہیں گے اور انہیں کبھی بھی مکہ مکرمہ واپس نہیں آنے دیں گے لیکن دو لاکھ افواج کا بے خوفی سے مقابلہ کر کے میرے آقا ﷺ کے جاں نثاروں نے ثابت کر دیا کہ وہ کسی بھی معرکے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے اور ہمیشہ ثابت قدم رہیں گے۔ قریشی سرداروں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ انہیں یقین ہو گیا۔ ایک عظیم فوج جس کی قیادت سلطنت روم کا شہنشاہ ہرقل روم کر رہا تھا اسے مسلمان پسپائی پر مجبور کر سکتے ہیں تو دوسری کوئی بھی فوج ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔

صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے "فتح مبین" قرار دیا تھا۔ اسی صلح حدیبیہ کے نتیجے میں سرور عالم نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفیر مختلف حکمرانوں کے پاس بھجوائے تھے۔ ان میں سے ایک سفیر کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے آپ نے تین ہزار کا لشکر روانہ کیا تھا جس نے دو لاکھ پر مشتمل فوج کا مقابلہ کر کے نہ صرف رومی سلطنت اور اس کی افواج پر اپنی دھاک بٹھا دی بلکہ فتح مکہ کی راہ بھی ہموار کر دی۔ یوں حدیبیہ کا معاہدہ فتح مکہ کی نوید بن گیا۔

بحمد للہ اس وقت میں یہ سطور مسجد النبوی الشریف کی پہلی صف میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔ تین شعبان المعظم 1429 ہے۔ سوموار کی صبح قریب ہے۔ یہ تہجد کا وقت ہے۔ قبولیت کی گھڑی ہے دعا ہے اللہ رب العالمین اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل میری اس حقیری کوشش کو قبول فرمائے اسے قبولیت عامہ عطا فرمائے اور اسے نبی کریم ﷺ کی امت کی بہتری کے لئے مفید بنائے اور بالخصوص نوجوانوں کو سنت نبوی ﷺ کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے اور عملی طور پر محبت رسول کا مظہر بنائے۔ نماز ظہر کے بعد دیار حبیب سے عارضی جدائی ہو گی۔ مکۃ المکرمہ روانگی ہے۔ انشاء اللہ وہاں پر فتح مکہ کا باب لکھنے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد برطانیہ روانگی سے قبل ایک بار پھر مدینۃ المنورہ میں حاضری ہو گی۔ اللہ کرے حاضری کی یہ سعادت بار بار نصیب ہو۔

Marfat.com

اٹھارواں منظر

یہ مدینہ منورہ ہے۔

مسجد نبوی کے باہر چالیس سوار اپنی سواریاں باندھ رہے ہیں۔ ان کے قبیلے پر قریش کے ایک حلیف قبیلے نے حملہ کر دیا ہے وہ اس حملے کی دہائی دینے کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ اس قافلے کی قیادت عمرو بن سالم خزاعی کر رہے ہیں۔ جن کے قبیلہ بنو خزاعہ پر بنو بکر نے اچانک حملہ کر دیا تھا اور جب انہوں نے بھاگ کر حرم کی حدود میں پناہ لے لی تو قدیم قبائلی رسوم اور حرم کی حدود کے احترام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بنو بکر کے حملہ آوروں نے مقدس سرزمین پر تشدد کا نشانہ بنایا۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان پر ہونے والے ظلم وتشدد کی پہلے سے ہی رب تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی وجہ سے خبر ہو گئی تھی۔ جیسے ہی یہ وفد مسجد نبوی شریف میں حضور علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوتا ہے آپ پہلے سے ہی ان کا انتظار فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد حاضر ہیں۔ وفد کے قائد عمرو بن سالم خزاعی حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد اپنے قبیلے پر ہونے والے حملے کی تفصیلات سنا رہے ہیں۔ وہ میرے آقا ﷺ سے مدد کی درخواست کر رہے ہیں۔ وہ اشعار میں اپنے خاندان اور قریش کے قبیلے کے قدیم تعلقات کا حوالہ دے رہے ہیں اور اس یقین کا اظہار کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں گے اور ظالموں کے مددگاروں سے ظلم کا بدلہ لیں گے۔

عمرو بن سالم اپنی گزارشات مکمل کرتے ہیں تو میرے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''عمرو بن سالم! آپ کی مدد کی جائے گی''

فرمان رسالتمآب سے وفد کے تمام ارکان کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اور وہ مطمئن و مسرور ہو کر واپس لوٹ جاتے ہیں کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ آپ کا ایک فقرہ دنیا کے دیگر حکمرانوں کے سینکڑوں وعدوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ جب آپ ﷺ نے مدد کا وعدہ فرما دیا ہے تو پھر آپ کی مدد ضرور پہنچے گی۔

ابوسفیان ایک نظر حجرۂ مصطفیٰ پر ڈالتا ہے تاجدار کائنات ﷺ کا کمرہ سادگی کا مظہر ہے۔ کمرہ میں ایک طرف سادہ سا بستر لگا ہوا ہے۔ ابوسفیان بے تکلفی سے اس پر بیٹھنے لگتا ہے۔ مسلمان حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ آج ان کی آنکھیں ایک عجیب منظر دیکھ رہی ہیں۔ مکہ کا قریشی سردار ابوسفیان اپنی سواری پر سر جھکائے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہا ہے۔ اس کے چہرے پر ندامت اور افسوس کے تاثرات واضح ہیں۔ وہ سب سے پہلے مسجد نبوی شریف کے قریب امہات المومنین کے لئے بنائے گئے حجروں میں سے اپنی بیٹی اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے جا کر رک جاتا ہے۔ وہ سوچ رہا ہے کہ اپنی بیٹی سے جا کر کیا کہے، کس طرح اسے قائل کرے کہ وہ محمد ﷺ کو آمادہ کرے کہ آپ مکہ والوں پر حملہ نہ کریں۔ پھر وہ یہ سوچ کر بیٹی کے گھر میں داخل ہو جاتا ہے کہ اگر بیٹی نے میری بات نہیں مانی اور مسلمان ہو گئی ہے تو کیا ہوا۔ آخر وہ میری بیٹی ہے، باپ ہونے کے حوالے سے وہ میرا احترام کرے گی، مجھے دیکھ کر خوش ہو گی اور ممکن ہے کہ میری مدد بھی کر دے۔ جیسے ہی وہ حجرہ ام حبیبہ میں داخل ہوتا ہے۔ بیٹی اپنے والد کو دیکھ کر خوشگوار حیرت کا اظہار کرتی ہے۔ باپ اور بیٹی ایک عرصے کے بعد مل رہے ہیں۔ بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھی اور اب رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ بن کر

Marfat.com

مدینہ منورہ واپس پہنچی ہیں۔

''رک جایئے ابا جان!''

حضرت ام حبیبہ کے کہنے پر ابوسفیان فوراً رک جاتا ہے وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ بیٹی نے اس بستر پر بیٹھنے سے کیوں منع کیا ہے۔

پھر وہ دل ہی دل میں سوچتا ہے چونکہ میری بیٹی میرے مزاج کو اچھی طرح جانتی ہے اس لئے وہ میرے لئے میرے شایان شان عمدہ اور آرام دہ بچھونے کا انتظام کر رہی ہے۔ حضرت ام حبیبہ آگے بڑھ کر میرے آقا ﷺ کا بستر احترام سے اٹھا لیتی ہیں اور اپنے والد کو چٹائی پر بیٹھنے کے لئے کہتی ہیں۔

''بیٹی تم نے مجھے بستر پر کیوں نہیں بیٹھنے دیا۔ کیا تم نے اس بستر کو میرے لئے مناسب نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا''۔

حضرت ام حبیبہ فوراً جواب دیتی ہیں۔

''ابا جان! آپ اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک انسان ہیں'' ابوسفیان حیرت سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا کہ اس کی بیٹی اسے ناپاک انسان کہہ رہی ہے۔

ابوسفیان کچھ مزید کہے بغیر کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔

اب وہ مسجد نبوی کی طرف جا رہا ہے۔ اس کا جھکا ہوا سر اس کی ذہنی شکست خوردگی کی کیفیت کی گواہی دے رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کی طنزیہ نگاہوں کی تاب نہیں لا سکتا۔ وہ خاموشی سے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ آپ ﷺ مروت اور اپنی عادت شریفہ کے مطابق اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ اسے ساتھ بٹھاتے ہیں لیکن صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو نہیں فرماتے۔ ابوسفیان دربار رسالتمآب سے مایوس ہو کر اٹھ جاتا ہے وہ اب حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف جا رہا ہے تاکہ ان سے بات کر سکے۔

''اے ابوقحافہ کے بیٹے! آپ محمد ﷺ سے سفارش کیجئے! ہم صلح کا پھر معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہیں اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر نادم اور شرمندہ ہیں''۔

''اس سلسلے میں آپ سے اب کوئی بات نہیں ہو سکتی اور نہ ہی میں نبی اکرم ﷺ سے کچھ عرض کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا''۔

ابوسفیان کا رخ اب حضرت عمر کی طرف ہے۔ وہ ان سے مخاطب ہوتا ہے۔

''کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں؟''

''کیسی مدد؟''

''محمد ﷺ سے ہماری سفارش کر سکتے ہیں؟''

''یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں نبی اکرم ﷺ سے تمہارے لئے سفارش کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس ڈنڈے کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہ ہو تو پھر بھی میں اسی ڈنڈے سے تم لوگوں کے خلاف جہاد کروں گا''۔

حضرت عمر کا واضح جواب سن کر ابوسفیان حضرت عثمان کے گھر کا رخ کرتا ہے اور ان سے اپنی قرابت داری کا حوالہ دیتے ہوئے مدد کی درخواست کرتا ہے۔ حضرت عثمان غنی بھی ابوسفیان کی مدد کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ اب حضرت علی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ حضرت علی اسے گھر میں آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ گھر میں خاتون جنت جگر گوشہ نبی رحمت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہیں۔ ننھے بچے حسن اور حسین گھر میں کھیل رہے ہیں۔ ابوسفیان سیدہ فاطمہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

Marfat.com

''آپ محمد ﷺ کی نورِ نظر ہیں آپ ہی ہمارے لئے امن کے معاہدے کی تجدید کا اعلان کردیجئے!''

''معاہدہ امن کی تجدید کا اعلان کرنا میرا کام نہیں''

''تو پھر آپ اپنے بیٹے حسن سے کہئے کہ وہ اعلان کردے اس طرح وہ دنیائے عرب کا غیر متنازعہ سردار بن جائے گا''۔

''میرے بیٹے کی اتنی عمر نہیں کہ وہ اس طرح کا اعلان کرے۔ آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی بھی کسی طرح سے امن کا معاہدہ نہیں کرسکتا'' حضرت فاطمہ کے دوٹوک جواب سے ابوسفیان اپنا رخ حضرت علی کی طرف کر لیتا ہے اوران سے گزارش کرتا ہے۔

''ابوالحسن! لگتا ہے حالات بہت خراب ہوگئے ہیں۔ آپ ہی مجھے کوئی مشورہ دیجئے!''

''واللہ! میرے نزدیک اب تمہیں کوئی چیز بھی آنے والے حالات سے چھٹکارا نہیں دلاسکتی۔ تم چونکہ بنو کنانہ کے سردار ہو اس لئے اس حیثیت سے تم کھڑے ہو کر امن کی پاسداری کا اعلان کردو اور یہاں سے چلے جاؤ''۔

''کیا اس سے ہمیں کوئی تحفظ حاصل ہوجائے گا'' ابوسفیان پوچھتا ہے ''نہیں، ہرگز نہیں! لیکن تمہارے پاس اس کے علاوہ اور حل بھی کیا ہے''۔ ابوسفیان حضرت کی علی کی تجویز پر مسجد نبوی میں جاتا ہے وہاں پر موجود صحابہ کرام کی موجودگی میں اعلان کرتا ہے۔ ''حاضرین! سن لیجئے! میں امن کے معاہدے کی مستقبل میں مکمل طور پر پاسداری کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بھی امن کے معاہدہ کو باقی رہنے دیں گے'' یہ کہہ کر وہ مسجد نبوی سے نکل جاتا ہے اور اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوجاتا ہے۔

ایک عورت قافلے والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ جارہی ہے۔ وہ چند دن پہلے مدینہ منورہ آئی تھی۔ اس کے پاس ایک خط ہے جس میں مسلمانوں کی طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی سے متعلق اہم راز ہیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود کو بارگاہ نبوت میں طلب فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں۔

''آپ ابھی روانہ ہوجایئے، آپ لوگوں کو روضہ خاخ پر ایک اونٹ سوار عورت ملے گی۔ اس کی تلاشی لے کر اس کے پاس موجود خط اس سے لے لیجئے اور میرے پاس لے آیئے''

فرمان نبوی کے مطابق یہ جانثارانِ مصطفیٰ تیزی سے عورت کے تعاقب میں اپنی اپنی سواریوں پر روانہ ہو کر جارہے ہیں۔ اس کو راستے میں جالیا اور پکڑ کر اس کی تلاشی لی لیکن خط اس کے سامان میں سے کہیں بھی نہ ملا۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عورت سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''واللہ خط تمہارے پاس موجود ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔ تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ وہ خط ہمیں خود دے دو ورنہ تجھے عریاں کرکے تمہاری تلاشی لیں گے اور خط حاصل کرکے ہی رہیں گے''۔

حضرت علی کی دھمکی سے عورت ڈر جاتی ہے۔ اب وہ گندھے ہوئے سر کے بال کھول رہی ہے اور اس میں چھپا ہوا خط نکال کر دیتی ہے۔

صحابہ کرام یہ خط لے کر بارگاہ نبوت میں واپس پہنچتے ہیں۔

یہ خط ایک صحابی رسول حضرت حاطب بن بلتعہ کی طرف سے قریش مکہ کو لکھا گیا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کی خبر دی گئی تھی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حاطب بن بلتعہ سے پوچھتے ہیں: ''حاطب! آپ نے یہ کیوں کیا؟''

''یارسول اللہ، میرا اللہ پر اور آپ پر ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ میں مرتد نہیں ہوں میرا مکہ میں کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو وہاں پر میرے اہل

Marfat.com

خانہ کی حفاظت کرتا اس لئے یہ خط لے کر میں نے اہل مکہ کو ایک اہم خبر بھجوائی تا کہ وہ اس کے بدلے میرے خاندان کا تحفظ کریں''۔

''حاطب! آپ نے سچ کہا ہے''

حضرت عمر قریب ہی بیٹھے ہیں وہ حضور علیہ السلام سے اجازت طلب کرتے ہیں

''یارسول اللہ مجھے حکم دیجئے میں اس منافق کو قتل کر دوں''

''عمر ایسامت کہئے! حاطب غزوہ بدر میں شمولیت کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے وہ جو چاہے کریں انہیں معاف کر دیا گیا ہے''۔

میرے آقا علیہ السلام کا ارشاد سن کر حضرت عمر فرماتے ہیں: ''اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں''

میرے آقا ﷺ کے حکم کے تحت بروقت کارروائی سے ایک اہم راز سے قریش مکہ آگاہ نہیں ہو سکتے۔ وہ ابھی تک امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ان کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی کے باوجود سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے قریش کو سبق سکھانے کے لئے مکہ کی طرف پیش قدمی نہیں کریں گے لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ میرے آقا رحمت اللعالمین، سید الاولین والآخرین حضور نبی اکرم ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ رازداری کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانگی کا حکم دیتے ہیں تا کہ قریش مکہ کو معاہدہ شکنی کی سزا دی جا سکے اور مکۃ المکرّمہ کو ہمیشہ کے لئے فتح کر کے آقا علیہ السلام کے جاں نثاروں شمع رسالت کے پروانوں کے لئے ایک ایسا شہر بنا دیا جائے جہاں وہ قیامت تک بے خوف وخطر آ سکیں اور رب تعالیٰ کے گھر کی زیارت کر سکیں۔ اس کا طواف کر سکیں، حجر اسود چوم سکیں، زمزم پی سکیں، صفا مروہ کے درمیان سعی کر سکیں، مناسک عمرہ اور حج ادا کر سکیں۔ میرے آقا ﷺ کی قیادت میں دس ہزار جاں نثاران مصطفیٰ کا قافلہ سوئے مکۃ المکرّمہ رواں دواں ہے۔

Marfat.com

فتح مکہ
عالمی قیادت کی نوید

حضور نبی اکرم ﷺ اس رات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام فرماتے۔ صبح تہجد کے لئے اٹھے اور وضو خانہ تشریف لے گئے آپ جب وضو فرما رہے تھے تو ام المومنین نے سنا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں ''میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، تمہاری مدد کی جائے گی تمہاری مدد کی جائے گی، تمہاری مدد کی جائے گی'' وضو کر کے آپ حجرے میں واپس تشریف لائے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا:

''یارسول اللہ ﷺ آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے''

''بنی کعب کا شخص اشعار پڑھ کر مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا ان کے قبیلے پر قریش کی مدد سے بکر بن وائل کے قبیلے نے حملہ کر دیا ہے میں اس کی مدد کی درخواست کا جواب دے رہا تھا''۔

دوسرے دن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی بنو خزاعہ پر ہونے والے حملے کی اطلاع دے دی۔

''بنو خزاعہ پر گزشتہ رات اچانک حملہ کر کے انہیں ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے''۔

''یارسول اللہ ﷺ قریش میں اب اتنی ہمت ہو گئی ہے کہ وہ معاہدہ کو توڑ سکیں، حالانکہ وہ مسلسل شکستوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو چکے ہیں''

حضور ﷺ نے فرمایا: اس معاہدہ کے ٹوٹ جانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں'' میرے آقا ﷺ کا جواب سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ کیا اس کا انجام خیر پر مبنی ہے؟''

''یقیناً اس کا نتیجہ خیر ہی ہے''

نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد بنو خزاعہ کے وفد کو جو مدینہ منورہ آیا تھا اسے اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی اور پھر مکہ کی طرف پیش قدمی کی تیاری بھرپور طریقے سے شروع کر دی گئی۔ اس روانگی کی تیاری کو خفیہ رکھا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر جیسے معتمد ترین صحابی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ کہاں جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

ہجرت کے آٹھویں سال 10 رمضان المبارک کو میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مدینہ منورہ سے روانگی کا حکم دیا اور اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ دوران سفر نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے اہل خانہ سمیت آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام قبول کرنے کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ انہیں شاید معلوم نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ مکہ کی طرف آ رہے ہیں، اس لئے وہ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔

فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان نام کی دو شخصیتوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک تو ابوسفیان قریش مکہ کا سردار تھا۔ دوسرا ابوسفیان میرے آقا علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے ایک کا نام حارث تھا۔ ابوسفیان اسی حارث کا بیٹا تھا۔ وہ اور نبی اکرم ﷺ

Marfat.com

کا پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ دونوں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو میرے آقا ﷺ نے انہیں دیکھ کر اپنا رخ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ اگرچہ آپ کے یہ قریبی رشتہ دار تھے لیکن مکہ میں یہ دونوں میرے آقا ﷺ کے سخت ترین مخالفوں میں تھے اور آپ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔

میرے مصطفی کریم آقا ﷺ کے جلال کو جمال میں بدلنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حارث کو قریب بلا کر ایک مشورہ دیا۔ ''تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہی کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے معافی طلب کرتے ہوئے کہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا جواب اسی طرح ہوگا جو حضرت یوسف کا تھا۔ وہ نہیں چاہیں گے کہ حضرت یوسف کے جواب سے آپ کا جواب بہترین نہ ہو''۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا چچا زاد بھائی ندامت سے سر جھائے پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی:

''واللہ! آپ کی شخصیت اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے لئے قابل احترام بنائی تھی اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے''۔

میرے آقا نے یہ اعتراف حقیقت سن کر ارشاد فرمایا:

''آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے''۔

ابوسفیان بن حارث نے میرے آقا کا یہ جواب سنا تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ ایک شاعر تھا، وہ ہمیشہ میرے آقا علیہ السلام کی مذمت کیا کرتا اور ہجویہ شعر کہتا تھا۔ آج سے اس نے اپنی شاعری حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مدحت سرائی کے لئے مخصوص کر لی اس نے وہیں کھڑے کھڑے میرے آقا علیہ السلام کی شان میں نعتیہ اشعار کہے اور آپ کے سامنے نذرانہ عقیدت کے طور پر پڑھ کر سنائے۔ وہ عجب منظر تھا جب کل کا شدید ترین دشمن آج محبوب خدا کا ثنا خواں بن کر حضور کے سامنے نعتیہ اشعار پڑھ رہا تھا اور میرے آقا ﷺ اس نعت کو سماعت فرما رہے تھے۔ اس نعت کا مفہوم یہ تھا:

آپ کی زندگی کی قسم
ایک وہ وقت تھا کہ خواہش تھی
ہم کہ لات و منات پوجتے تھے
تھی یہ خواہش کہ ہم رہیں غالب
میں مسافر تھا ایسی راہوں کا
جن میں کوئی بھی روشنی ہی نہ تھی
میں بھٹکتا رہا اندھیروں میں
نہ کہیں بھی نشانِ منزل تھا
اب ملی ہے وہ روشنی جس سے
ابدی ظلمت کا خاتمہ ہو گا
وہ ہدایت ملی ہے اب مجھ کو
راہ حق کا ہی راستہ ہو گا
آپ ہی روشنی کا منبع ہیں

Marfat.com

آپ ہادی ہیں آپ رہبر ہیں
جن کو جھٹلایا تھا کبھی میں نے
آج کہتا ہوں سب سے برتر ہیں

ابوسفیان بن حارث نے اپنے نعتیہ اشعار ختم کیے تو میرے آقا علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:
''تم نے ہمیشہ میرے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا تھا'' حضور علیہ السلام نے ان کی تمام تر گستاخیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے معاف فرما دیا۔

میرے آقا ﷺ نے ابوسفیان بن حارث کے اسلام قبول کرنے کو تسلیم کر لیا تھا۔
وہ خوشی خوشی وہاں سے چلے گئے۔

اب قافلہ مصطفوی مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ پہنچ چکا تھا۔ رات شروع ہو رہی تھی، اگرچہ مکہ مکرمہ زیادہ دور نہیں تھا لیکن میرے آقا ﷺ نے یہاں پر رات بسر کرنے کا حکم دیا۔ دس ہزار جاں نثاروں نے اپنے گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں سے سامان کھول کر رات کے قیام کی تیاری شروع کر دی۔ کھانا پکانے کا مرحلہ آیا تو سرور عالم ﷺ نے حکم دیا۔
''ہر شخص علیحدہ علیحدہ کھانا پکائے''۔
اس حکم کے پس منظر میں ایک عظیم حکمت عملی کارفرما تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے دس ہزار چولہے روشن ہو گئے، ان کی روشنی اتنی پھیلی کہ دور مکہ کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر نظارہ کرنے والے سرداران قریش کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ ابوسفیان کو تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ جو کبھی رات کی تاریکی میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے تھے اس شان سے واپس لوٹیں گے کہ ایک عظیم لشکر ان کے ہمراہ ہوگا۔

ابوسفیان اپنے ساتھیوں حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء سے کہنے لگا: ''رب کعبہ کی قسم! میں نے آج رات کی طرح آگ اور اتنا بڑا لشکر اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا کیا یہ محمد ﷺ کا لشکر ہے؟''
''گھبراؤ نہیں! یہ بنوخزاعہ کا لشکر ہے'' بدیل بن ورقاء نے ابوسفیان کو جھوٹی تسلی دی۔
''ہرگز نہیں! یہ بنوخزاعہ کا لشکر نہیں ہو سکتا، ان کمتر اور پست لوگوں کا لشکر اتنا بڑا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کی آگ اتنی روشن ہو سکتی ہے''۔

اتنے میں حضرت عباس رسول اللہ ﷺ کی سواری لے کر وہاں سے گزرے تو انہوں نے ابوسفیان کی گفتگو سن لی۔ وہ کسی آدمی کی تلاش میں تھے تاکہ قریش کے سرداروں کو پیغام بھیج سکیں کہ اب بھی وقت ہے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لیں۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ پہاڑی چوٹی پر کھڑا ہو کر یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے ابوسفیان یہاں تک آ پہنچا تھا۔ رات کی تاریکی بڑھ چکی تھی۔ چہرے واضح نظر نہیں آ رہے تھے لیکن حضرت عباس نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی تھی۔ انہوں نے اسے آواز دی۔
''کیا تم ابوسفیان ہو؟''
''جی ہاں''ابوالفضل! آپ یہاں کیسے؟''
اور پھر خوشامدی لہجے میں کہنے لگا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یہ تو بتائیے کہ یہ لشکر کس کا ہے؟''
''یہ اللہ کے رسول ﷺ کا لشکر ہے اور بخدا اب قریش کی تباہی یقینی ہے''
''اب مہربانی کر کے یہ تو بتائیے کہ بچنے کا طریقہ کیا ہے'' ابوسفیان حضرت عباس کی منت سماجت کرنے لگا اور بار بار یہ بھی کہتا جاتا تھا

Marfat.com

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اب آپ ہی کوئی راستہ بتا سکتے ہیں''۔

''تمہارے لئے بچنے کا اور کوئی راستہ نہیں، تم اگر کسی مسلمان جاں باز کو نظر آ گئے تو وہ تمہارا سر کاٹ کر رکھ دے گا''۔

پھر ذرا سوچ کر حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا:

''اگر جان کی امان چاہتے ہو میرے پیچھے اس خچر پر بیٹھ جاؤ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جا کر تمہارے لئے معافی طلب کرتا ہوں''۔

ابوسفیان نے فوراً چھلانگ لگائی اور حضرت عباس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت عباس نے خچر کو ایڑی لگائی اور تیزی کے ساتھ خیمۂ مصطفیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسلامی لشکر میں سے گزرتے ہوئے لوگ حضرت عباس کو آقا علیہ السلام کی سواری پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو ان کو محبت سے سلام کرتے اور راستہ چھوڑ دیتے۔ کسی کا بھی خیال ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے سردار قریش ابوسفیان کی طرف نہیں گیا، جس کا چہرہ رات کی تاریکی میں واضح طور پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور بین نگاہوں نے دور سے ایک شخص کو حضرت عباس کے پیچھے بیٹھا ہوا دیکھا تو قریب آئے اور دریافت کیا ''یہ کون شخص ہے''

پھر ایک لمحے میں ابوسفیان کو پہچان لیا اور خوشی سے بول اٹھے

''الحمد للہ! آج اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوسفیان بغیر کسی امن معاہدے کے ہمارے پاس خود چل کر آ گیا ہے۔ آج یہ بچ کر نہیں جا سکتا''۔

حضرت عمر کا یہ نعرہ مستانہ سنا تو حضرت عباس گھبرا گئے اور فوراً سواری تیزی سے دوڑاتے ہوئے حضور علیہ السلام کے خیمہ کی طرف بڑھے حضرت عمر نے بھی تیزی سے ان کا پیچھا کیا اور جیسے ہی حضرت عباس میرے آقا ﷺ کے روبرو پہنچے حضرت عمر بھی وہاں پہنچ گئے۔

''یارسول اللہ! آج مجھے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت عطا فرمائیے''۔

حضرت عمر نے جیسے ہی اپنی گزارش مکمل کی حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں وضاحت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''یارسول اللہ! ابوسفیان کو میں نے پناہ دے دی ہے۔ آپ بھی اسے معاف فرما دیں'' پھر چچا نے بڑی محبت سے اپنے پیارے بھیجتے کا سر اقدس ادب سے تھام لیا اور عرض کی:

''آپ آج کی رات کسی کا بھی مشورہ قبول نہ فرمائیں اور نہ ہی اس سلسلے میں کان میں کسی کی بات سماعت فرمائیں خدا کے واسطے صرف میری بات سنئے!''

حضرت عمر بار بار آقا علیہ السلام سے گزارش کر رہے تھے۔

''یارسول اللہ ﷺ اس دشمن اسلام کو بچ کر نہیں جانا چاہئے''

حضرت عمر کا اصرار بڑھا تو حضرت عباس نے اپنا چہرہ حضرت عمر کی طرف کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

''عمر! رک جاؤ۔ تم بار بار کیوں اصرار کر رہے ہو۔ اگر تمہارے قبیلے بنی عدی بن کعب کا کوئی شخص یہاں ہوتا تو میرا خیال ہے کہ تم اس کے قتل کے متعلق اصرار نہ کرتے''۔

''نہیں ایسی بات نہیں! میری بات غور سے سنئے! اگر میرے والد نے اسلام قبول کیا ہوتا تو اس سے مجھے جو خوشی حاصل ہوتی اس سے کہیں زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہوئی ہے کہ آپ نے اسلام قبول کیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اسلام قبول کرنے کی بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے''۔

Marfat.com

اب حضرت عمر اور حضرت عباس دونوں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور کی طرف دیکھ رہے تھے کہ آپ اس سلسلے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ ابوسفیان بظاہر گھبرایا ہوا تھا۔ وہ اس وقت دس ہزار مسلح مسلمانوں کے درمیان موجود تھا جو اس کی وجہ سے ہمیشہ جنگ وجدال اور ظلم وستم کا شکار ہوتے چلے آئے تھے۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں غصے میں آ کر کوئی جوشیلا مسلمان اچانک خیمہ میں گھس کر اسے قتل نہ کر دے لیکن ابھی اسے احساس نہیں تھا کہ یہ بارگاہ رسالت ہے۔ یہ خیمۂ مصطفیٰ ہے، جب تک آقا علیہ السلام سپہ سالار اعظم ﷺ کی اجازت نہیں ہو گی کوئی اندر آنے اور ابوسفیان کو ہاتھ لگانے کی جسارت کرنا تو کیا اس کے متعلق سوچنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ اکابر صحابہ کرام خیمہ مصطفوی کے باہر ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے حکم نبوی کے منتظر تھے۔ اندر حضرت عباس اور حضرت عمر میرے آقا کے لب ہائے مبارک سے نکلنے والے الفاظ سننے کے لئے بے تاب تھے۔

میرے آقا ﷺ نے ایک نظر ابوسفیان کی طرف دیکھا اور پھر حضرت عباس سے ارشاد فرمایا:

''آپ اسے اپنے ساتھ لے جایئے اور صبح ساتھ لے آیئے گا'' ابوسفیان کی جان میں جان آئی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی لکیر ابھر آئی۔ اس کی جان بچ گئی تھی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی بھی اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ وہ خوشی خوشی وہاں سے حضرت عباس کے ساتھ چلا گیا۔

دوسری صبح فرمان نبوی کے مطابق حضرت عباس ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو گئے۔ جیسے ہی ابوسفیان آپ کے سامنے آ کر بیٹھا، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ابوسفیان، تمہارے لئے کتنے افسوس کی بات ہے کہ ابھی تک بھی تم نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کیا، وہ وقت کب آئے گا جب اس بات کو تسلیم کرو گے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

ابوسفیان بڑی توجہ سے زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ سن رہا تھا۔ جیسے ہی آقا علیہ السلام کی گفتگو ختم ہوئی اس نے کہا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کتنے نرم خو کرم نواز اور اقرباء کا لحاظ کرنے والے ہیں۔ مجھے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود اور الٰہ ہوتا تو اس نے ہماری مدد کی ہوتی''۔

''ابوسفیان! مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ کیا تم اب بھی نہیں جان سکے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔

حضور علیہ السلام نے ابوسفیان نے سوال کیا تو اس نے جواب دینے میں ذرا سی تاخیر کی اور پھر کہنے لگا۔

''بخدا! آپ بہت عمدگی سے پیش آتے ہیں اور حسن اخلاق کا مظہر ہیں لیکن آپ کی رسالت کے متعلق مجھے اب بھی کچھ شکوک وشبہات ہیں''۔

حضرت عباس نے ابوسفیان کا یہ جواب سنا تو فوراً بول اٹھے۔

''اب سوچنا کس بات کا! اس سے پہلے کہ کوئی تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے بھلائی اسی میں ہے کہ فوراً کلمہ شہادت پڑھ لو۔ اللہ رب العالمین کی ربوبیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کر لو۔ سوچتے رہو گے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے''۔

ابوسفیان نے حضرت عباس کے مشورہ پر کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عباس نے اپنے دوست کے اسلام قبول کرنے پر اطمینان کا سانس لیا اب ابوسفیان محفوظ ہو چکا تھا۔ اسے میرے آقا ﷺ نے اسلام میں داخل ہونے اور صحابیت کے شرف کا اعزاز عطا فرما دیا تھا۔ حضرت عباس ابوسفیان کے مزاج آشنا تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مکہ کا یہ رئیس اور سردار جاہ پسند اور عزت وشہرت کا طالب ہے۔ حضرت عباس نے بارگاہ رسالتمآب میں عرض کی: ''یا رسول اللہ! ابوسفیان عزت ومرتبے کو پسند کرتا ہے۔ آپ اس کے لئے کسی خصوصی اعزاز کا اعلان کر دیجئے تا کہ یہ خوش ہو جائے''۔

Marfat.com

میرے آقا ﷺ نے حضرت عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا:
''بہتر ہے، جو کوئی بھی ابوسفیان کی حویلی میں جا کر اس کی پناہ میں آ جائے گا اسے کچھ نہیں کہا جائے گا''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جو لوگ اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیں گے اور یا جو لوگ مسجد حرام میں داخل ہو جائیں گے وہ بھی محفوظ ہو جائیں گے''۔
ابوسفیان کے چہرے پر سردارانہ تفاخر کا احساس نمایاں ہو گیا اس نے اسلام قبول کر کے کچھ کھویا نہیں تھا بلکہ اس کی حیثیت اور اس کے قائدانہ تحفظ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہ میرے آقا کے عفو و درگزر و کرم نوازی کا عظیم الشان مظاہرہ تھا کہ وہ شخصیت جس نے ہر ہر مرحلے پر آقا علیہ السلام اور آپ کے جاں نثاروں کے لئے مشکلات پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اسے میرے آقا سید اللعالمین ﷺ نے ایک لمحے میں معاف فرما دیا تھا اور اس کے قبائلی سردار کے مقام کو بھی بحال رکھا تھا۔
راستے کا ایک بہت بڑا پتھر ہٹ چکا تھا، دشمن اسلام ابوسفیان اب صحابی رسول، حضرت ابوسفیان کے روپ میں سامنے آ چکے تھے۔ مکہ مکرمہ میں کسی بڑی مزاحمت اور رکاوٹ کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا۔ جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کا قافلہ میرے آقا کی قیادت میں مکہ المکرمہ کے مضافاتی علاقے ''مرالظہران'' سے 17 رمضان المبارک کی صبح سوئے مکہ روانہ ہوا۔
میرے آقا علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ ابوسفیان ابھی نیا نیا مسلمان ہوا ہے اس کے دل میں اسلامی افواج کی عظمت و شوکت اور اس کا رعب و دبدبہ ڈالنا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے حضرت عباس کو اپنے پاس بلایا اور انہیں ضروری ہدایات دیں۔
''آپ ابوسفیان کو اپنے ساتھ رکھئے! اور پہاڑی درے کے تنگ راستے پر کھڑا ہو کر اسے اسلامی لشکر کا نظارہ کراتے رہیں۔ تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی فوج کو دیکھ سکے''۔
''یارسول اللہ! آپ نے جیسے فرمایا ہے میں ایسا ہی کروں گا'' حضرت عباس حکم رسالتمآب سن کر ابوسفیان کے پاس پہنچے اور اس کو ساتھ لے کر ایک پہاڑی درے پر ایسی جگہ کھڑا ہو گئے جہاں گزرنے والے اسلامی افواج کے قافلے واضح نظر آ رہے تھے۔ مختلف قبائلی سرداروں کی قیادت میں اسلامی فوج کے دستے ایک ایک کر کے وہاں سے گزرتے رہے اور ابوسفیان ان سب کے متعلق حضرت عباس سے پوچھتا رہا۔ حضرت عباس جب ابوسفیان کو بتاتے کہ یہ فلاں قبیلے کے لوگ ہیں تو فوراً ابوسفیان کے اندر سرداری اور قبائلی عصبیت کی لہر جاگ اٹھتی اور وہ کہتے:
''میں ان لوگوں کو کیا سمجھتا ہوں، یہ لوگ میرا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے''۔
ایک ایک کر کے سارے قافلے گزرتے رہے اور حضرت عباس ان کا تعارف ابوسفیان سے کراتے رہے۔ ابوسفیان مختلف قبائلی کمانڈروں کی سربراہی میں آنے والے دستوں کے بارے میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرتا رہا۔
اچانک ایک شور سنائی دیا، ایک ہجوم تھا کہ بڑھتا ہوا آ رہا تھا، مجاہدین اسلام پرجوش نعرے لگاتے ہوئے آ رہے تھے۔
اس عظیم الشان فوجی دستے کے آگے سبز پرچم لہرا رہا تھا۔ اس دستے کی آن بان اور شان ہی نرالی تھی۔ یہ آقائے دو جہاں رحمت اللعالمین سید الاولین والآخرین سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے جاں نثاروں کا کمانڈو دستہ تھا۔ میرے آقا ﷺ اپنی سواری پر جلوہ افروز تھے۔ آپ کے اردگرد جاں نثاروں نے تلواروں اور نیزوں کا حصار قائم کر رکھا تھا۔ گویا لوہے کی ایک دیوار تھی جو آقا علیہ السلام کے محافظ دستے نے آپ کے جسم اقدس کے آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑی کر دی تھی۔ اس دستے کا جوش اور ولولہ جداگانہ تھا اور ان کا انداز فدایانہ تھا۔ یہ وہ جاں نثار تھے جو برسوں سے کفار مکہ کا ظلم و ستم سہتے ہوئے آ رہے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان اور ابوجہل کے مظالم سہے تھے۔ انہوں نے بدر و احد و خندق میں کفر کی طاغوتی قوتوں کا بے خوفی سے مقابلہ کیا تھا۔ انہوں نے دنیا کی ہر طاقت سے ٹکر لی تھی اور اب فاتحانہ انداز میں اپنے آقا علیہ

Marfat.com

السلام کی قیادت میں بلا خوف وخطر مکۃ المکرّمہ میں داخل ہونے کے لئے بے تاب تھے۔ ان جاں نثاروں میں مہاجرین وانصار دونوں شامل تھے۔ ان غلامانِ مصطفیٰ کی پر جوش انداز میں آمد دیکھی تو ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا:

''یہ کون سا فوجی دستہ آرہا ہے''

''یہ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں آنے والا انصار ومہاجرین کا دستہ ہے''۔

''ان جانثاروں سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟'' ابوسفیان نے اپنی رائے دی ابوسفیان کے اس جواب نے اس کے ان تمام ناکام تجربات کا نچوڑ بیان کردیا جو وہ پچھلے کئی سالوں سے کرتا چلا آرہا تھا۔ اس کی ہر کوشش، اس کا ہر تجربہ ناکام ہوا تھا، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کے خلاف اس کی ہر سازش کا انجام ہزیمت وذلت اور عبرت پر ہوا تھا اور اب میرے آقا ﷺ اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے انہی جانثاروں کے ہمراہ مکۃ المکرّمہ کی طرف گامزن تھے جہاں انہیں اذیت ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جیسے جیسے جاں نثارانِ مصطفیٰ کا یہ دستہ ابوسفیان کے قریب آرہا تھا۔ ابوسفیان کی حیرت بڑھتی جارہی تھی، اس نے ایسا جوش وجذبہ، اپنے آقا کے ساتھ ایسی محبت وعقیدت کا منظر پہلے کہاں دیکھا ہوگا وہ اپنے قلبی جذبات کو چھپا نہ سکا اور کہنے لگا:

''ابوالفضل! تمہارے بھتیجے جیسی بادشاہت تو پہلے نہ دیکھی نہ سنی، ایسی قوت اور ایسی شان وشوکت؟؟ یہ تو ایک زبردست تبدیلی ہے''۔

حضرت عباس نے ابوسفیان کو فوراً ٹوکا۔

''ابوسفیان! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ بادشاہت نہیں ہے۔ نبوت ہے، نبوت!''

''ٹھیک ہے ابوالفضل! اب تو لوگ ایسے ہی کہیں گے''۔

حضرت عباس حیرت سے ابوسفیان کو دیکھنے لگے، انہوں نے ایک لمحے کے لئے ضرور سوچا ہوگا کہ ابوسفیان نبوت اور رسالت کو بادشاہت کہنے پر کیوں اصرار کررہے ہیں لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ ابوسفیان کا خاندان ہی اسلامی تاریخ میں بنوامیہ کی حکمرانی کے ذریعے مسلمانوں میں بادشاہانہ نظام کا آغاز کرے گا اور امت مسلمہ پر خاندانی بادشاہت کا آمرانہ اور ظالمانہ انداز حکومت بزور شمشیر مسلط ہوجائے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری جاں نثاروں کے ہمراہ ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر نعرہ مستانہ لگایا۔

''آج خون کا بدلہ خون سے لینے اور حرمت والے علاقے میں جنگ کا دن ہے''۔ ابوسفیان یہ سن کر کانپ اٹھے اور آقا علیہ السلام سے فوراً حضرت سعد بن عبادہ کے سخت گیر لہجے کی شکایت کی۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اس کی تصدیق کی وہ جانتے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ آج بہت پر جوش ہیں۔ میرے رحیم وکریم آقا نے انصار کے دستے کا پرچم بحکم عمر کے حضرت سعد سے لے کر ان کے نوجوان بیٹے قیس بن سعد کے حوالے کردیا۔ اس طرح ابوسفیان کو تسلی ہوگئی۔

آقا علیہ السلام کی قیادت میں جاں نثاروں کا دستہ جیسے مکہ کی طرف بڑھا حضرت عباس نے ابوسفیان کو مشورہ دیا:

''جلدی سے تم مکہ پہنچو! اور انہیں بتاؤ کہ کوئی مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کرے''۔

ابوسفیان نے تیزی سے مکۃ المکرّمہ کی جانب اپنی سواری دوڑائی اور مکہ پہنچ کر باآواز بلند کہا:

''اے قریش! اچھی طرح سن لو محمد ﷺ شہر کے قریب آپہنچے ہیں ان کے ساتھ اتنا بڑا لشکر ہے کہ تم کسی بھی طرح ان کا مقابلہ نہیں کرسکو گے لہٰذا جو لوگ میری حویلی میں پناہ لے لیں گے وہ محفوظ رہیں گے''۔

ابوسفیان کی بیوی نے یہ سنا تو غصے اور نفرت سے جل بھن گئی، میرے آقا ﷺ کے متعلق گستاخانہ فقرے کہنے لگی، وہ ایک سردار کی بیٹی تھی، اس نے اپنے تکبر اور غرور کا اظہار کبھی بھی چھپا نہیں تھا۔ اس نے سب کے سامنے اپنے شوہر کی مونچھوں کو پکڑ لیا اور اسے کوسنے لگی۔

Marfat.com

''تم برباد ہو جاؤ، کتنی بری خبر لے کر آئے ہو''

ابوسفیان آج اپنی بیوی ہند بنت عتبہ کی بات سننے پر آمادہ نہیں تھے۔

انہوں نے اسی لہجے میں اپنی بیوی لے کہا:

''تم برباد ہو جاؤ'' اور پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''یادرکھنا اس عورت کی باتوں میں نہ آنا ورنہ اس کی وجہ سے اپنی تباہی کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ آنے والی فوج کا مقابلہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے اس لئے میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ تم میرے گھر کے احاطے میں چلے جاؤ، تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا''

''یہ تو سوچو تمہارا گھر کتنے لوگوں کی پناہ گاہ بن سکتا ہے''

لوگوں نے سوال کیا تو ابوسفیان نے جواب دیا۔

''اگر تم اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو گے تو پھر بھی محفوظ رہو گے اور اگر مسجد الحرام میں چلے جاؤ گے تو بھی تمہیں کچھ نہیں ہوگا'' یہ اعلان سنتے ہی لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے اور جن کے گھر دور تھے وہ پناہ لینے کی غرض سے مسجد الحرام کی طرف دوڑ پڑے۔ کچھ نوجوان قریشی ان حالات میں بھی مقابلہ کرنے کی نیت سے باز نہ آئے۔ عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور ان کے بعض ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ یہ جوشیلے نوجوان خاموشی سے اپنی شکست اور ناکامی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھے اور جنگ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

سرور کائنات ﷺ کی سربراہی میں اسلامی افواج مکہ مکرمہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ میرے آقا ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ سر مبارک تواضع اور انکساری کی کیفیت میں جھکا ہوا تھا۔

داڑھی مبارک کے بال کجادے کو چھو رہے تھے، جاں نثاران مصطفیٰ ایک ایک لمحہ کو آنکھوں کے رستے قلب و ذہن میں محفوظ کر رہے تھے۔ جیسے یہ لشکر مکہ مکرمہ کی قریبی وادی ذی طویٰ میں پہنچا میرے آقا ﷺ نے عسکری اور حربی تقاضوں کے پیش نظر اس کو ترتیب دیا۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں بعض قبائل کا لشکر دائیں سمت سے مکہ مکرمہ کے نشیبی حصے کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ جو بھی مقابلے پر آئے اسے قتل کر دیں اور کوہ صفا کے دامن میں پہنچیں۔ حضرت زبیر بن عوام کو حکم ملا کہ بائیں طرف سے وہ مکہ مکرمہ کے بلند سطح کے علاقے سے شہر میں داخل ہوں۔ حضرت زبیر کے ہاتھ میں سپہ سالار اعظم ﷺ کا جھنڈا تھا انہیں یہ ہدایت دی گئی کہ وہ علم مصطفوی کو مکہ مکرمہ کے مرکزی علاقے ''حجون'' میں جا کر گاڑ دیں اور حضور علیہ السلام کے استقبال کی تیاریاں کریں اور آپ کی آمد کا انتظار کریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو پیدل دستوں کی قیادت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف درمیانی راستے سے مسجد الحرام تک پہنچنے کی ہدایات دیں۔

تمام کمانڈر اپنے اپنے مقرر کردہ راستوں پر آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں بڑھنے والے دستے کو عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ نے روکنا چاہا لیکن حضرت خالد کے بھرپور حملے سے بارہ مشرکین مکہ فوراً ہی قتل کر دیئے گئے۔ عکرمہ اور صفوان بھاگ نکلے، اس کے بعد کسی کے اندر اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اسلامی افواج کا مقابلہ کرتا، حضرت خالد بن ولید اپنے دستے کی قیادت کرتے ہوئے فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آقا علیہ السلام کے حکم کے مطابق کوہ صفا کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت زبیر بن عوام کا دستہ ''حجون'' پہنچا تو وہاں پہنچ کر آقا علیہ السلام کے لئے خیمہ نصب کیا اور آپ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ''مسجد الفتح'' موجود ہے۔ جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ اپنے آقا کی آمد کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے جیسے ہی انہیں سرور کائنات کا چہرہ اقدس نظر آیا ان کی آنکھوں کو تسکین ملی۔ آپ اللہ رب العالمین کے حضور اظہار تشکر اور مقام ''عبدیت'' کا مظہر بنے ہوئے سر

Marfat.com

اقدس کو جھکائے ہوئے تھے اور آپ کی سواری خراماں خراماں چلی آرہی تھی۔ لشکر اسلام آپ کے اردگرد تھا، تاحد نگاہ جاں نثاروں کا ہجوم تھا، ایسا منظر اہل مکہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہر طرف نعرہ تکبیر کی صدائیں تھیں۔

اپنے جاں نثاروں کے ہزاروں افراد پر مشتمل قافلے کی قیادت کرتے ہوئے اپنی اونٹنی پر تشریف فرما سرور کائنات سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ جیسے حرم کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر بیت اللہ کا طواف شروع کیا۔ جاں نثارانِ مصطفیٰ کی آنکھیں ایسے طواف کا خواب ایک عرصے سے دیکھ رہی تھیں۔ طواف کے آغاز میں میرے آقا کے نعرہ تکبیر کے جواب میں صحابہ کرام نے پرجوش نعرے لگائے۔ یہ ایسا طواف تھا جس میں مشرکین مکہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کسی طرح کی گستاخی اور بدکلامی کا امکان نہیں تھا۔ تمام مشرکین اور منکرین کی زبانیں آج خاموش تھیں۔ ان کے دل خوف زدہ تھے۔ وہ سہمے ہوئے تھے، انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ آج کیا ہونے والا ہے۔ وہ جس رسول مکرم اور ہادیٔ اعظم ﷺ کو طواف کے دوران گستاخانہ کلمات سے ستایا کرتے تھے اور آپ کا دل دکھایا کرتے تھے آج وہ اسی رہبر کامل کے رحم و کرم پر تھے۔ رحمت کائنات ﷺ اسی وقت ان تمام مخالفین سے بے نیاز اپنے رب کی بارگاہ کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔ چشم فلک نے ایسا طواف پھر نہیں دیکھنا تھا۔ ایک عجیب و حیران کر دینے والا منظر تھا۔ آپ اونٹنی پر بیٹھے ہوئے طواف فرما رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کمان تھی، جس پر آپ خانہ کعبہ کے قریب اور اس کی چھت پر موجود تین سو ساٹھ بتوں کو اپنی کمان سے ٹھوکر مار کر توڑتے جا رہے تھے۔ خانہ کعبہ کے دروازہ کے قریب نصب ''ہبل'' کے بڑے بت کی آنکھوں میں اپنی کمان چبھو کر اسے توڑ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ میرے آقا علیہ السلام بتوں کو توڑتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ قل جاالحق وذہق الباطل ان الباطل کان زھوقا ''حق کے آتے ہی باطل مٹ گیا، باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ضرب مصطفیٰ سے قریش مکہ کے جھوٹے خداؤں کے بت پاش پاش ہو رہے تھے۔ تاریخ انسانیت اسی پاکیزہ لمحے کا انتظار کر رہی تھی۔ رحمت کائنات ﷺ نے ہی بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرنا تھا اور حرم کعبہ کو رب العالمین کی عبادت کے لئے خاص فرمانا تھا۔ میرے آقا علیہ السلام دوران طواف جس اونٹنی پر تشریف فرما تھے حضرت محمد بن مسلمہ نے اس اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ غلامان مصطفیٰ ساتھ ساتھ پیدل طواف کر رہے تھے۔ یہ طواف عمرہ کا نہیں تھا اور آپ نے احرام بھی نہیں باندھا تھا، اس لئے صفا مروہ کی سعی نہیں فرمائی۔ طواف کے بعد پہلے مقام ابراہیم پر دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر آب زمزم سے وضو فرمایا اس کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے پاس بیت اللہ کی چابی تھی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو میرے آقا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ نے اندرونی ماحول کا جائزہ لیا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں نظر آئیں۔ ان تصویروں میں ان کے ہاتھ میں فال نکالنے والے تیر دکھائے گئے تھے۔ ان تصویروں کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

''مشرکین کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے۔ واللہ ان انبیاء نے کبھی بھی تیروں سے فال نہیں نکالی تھی'' وہاں آپ نے دیکھا کہ لکڑی سے بنا ہوا کبوتر کا ماڈل بھی موجود ہے۔ مشرکین مکہ کے لئے یہ ایک مقدس نشان تھا۔ میرے آقا علیہ السلام نے اپنے مقدس ہاتھوں سے اسے توڑ دیا اور تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا۔

خانہ کعبہ کے اندر اس وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت بلال، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ موجود تھے۔ آپ کے حکم سے دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا پھر آپ نے دروازہ کی مخالف سمت کی دیوار کی طرف رخ انور کر لیا اور نماز ادا فرمائی۔ شکرانے کی نماز ادا فرمانے کے بعد آپ خانہ کعبہ کے اندر چکر لگا کر حمد یہ کلمات ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا دس ہزار جاں نثاروں کا ہجوم اپنے آقا ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامنے مجمع کی

Marfat.com

طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا صحن کعبہ اور اس کے ارد گرد ملحقہ جگہوں پر موجود غلامان مصطفیٰ ﷺ اپنے آقا کے فرمان کے منتظر تھے۔ کچھ مشرکین مکہ ڈر کر پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ بعض نے اپنے اپنے گھروں کو اندر سے بند کر کے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ کچھ لوگ اور قریشی سردار صحن کعبہ میں آ گئے تھے۔ وہ اندر سے سہمے ہوئے تھے، ڈرے ہوئے تھے، ان کو پتہ تھا کہ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ کیا توہین آمیز سلوک کیا تھا کس طرح اذیتیں دی تھیں لیکن انہیں یقین تھا کہ انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں سے خانہ کعبہ کے دروازہ کو تھاما اور اپنا خطبہ شروع فرمایا۔

نیچے صحن میں موجود پورا مجمع پوری توجہ سے آقا علیہ السلام کا خطاب سن رہا تھا۔ میرے آقا نے حسب معمول اپنے خطبہ کا آغاز اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا سے فرمایا۔

''اللہ کے علاوہ عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے''

وہ وحدہ لاشریک ہے، آج اس کا وعدہ سچا ثابت ہو گیا۔

اس نے اپنے ''عبد'' کی مدد فرمائی اور سارے لشکروں کو اکیلے شکست دی''۔

پھر آپ نے مجمع کی طرف نگاہ اٹھا کر انہیں فتح مکہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی قوت و حشمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''اچھی طرح سن لو! بیت اللہ کی چابی کس کے حوالے کی جائے، حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز کسے ملے گا، کس کو اعزاز اور مقام ملے گا کس کا خون بہایا جائے گا یہ تمام فیصلے آج میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں''۔

میرے آقا علیہ السلام کے ان کلمات سے آقا کے جاں نثاروں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے، مشرکین مکہ کی شکست کے آثار ان کے چہروں سے عیاں تھے لیکن وہ اب بھی اپنی معافی کے سلسلے میں خوشخبری سننے سے مایوس نہیں ہوئے تھے۔ خطاب کا اگلا حصہ قریش کے لئے مخصوص تھا۔ آپ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے قریشیو!'' تم جاہلیت کی وجہ سے تکبر پر اڑے ہوئے تھے اور اپنے باپ دادا پر فخر کرتے تھے اللہ نے اس تکبر اور تمہارے فخر کا خاتمہ کر دیا۔ ساری انسانیت کی ابتداء آدم سے ہوئی اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کرنے کے بعد قوموں اور قبائل میں اس لئے تقسیم کیا تاکہ تمہاری شناخت ہو سکے۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ اس کو صاحب تکریم بنائے گا جو اس کی نافرمانی سے بچتا رہے گا۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے''۔

پھر آپ نے قریشیوں سے سوال پوچھا: قبیلہ قریش کے لوگو! تم کیا سمجھتے ہو کہ آج میں تم سے کیسا رویہ اختیار کروں گا؟''

یہ سوال سن کر ایک لمحے کے لئے تو ان کے حواس گم ہو گئے اور اپنے انجام کے متعلق متفکر ہو گئے، ان میں سے چند سمجھدار اور جہاندیدہ لوگوں نے جواب دیا:

''ہم آپ سے بہتری کی توقع رکھتے ہیں، آپ نبی کریم ہیں خود بھی کرم فرمانے والے ہیں اور کرم فرمانے والے والد کے صاحبزادے ہیں اور آپ کو ہمیں معاف کر دینے کا اختیار اور اقتدار بھی ہے''۔

میرے آقا ﷺ نے قریش کی طرف سے معافی کی درخواست سن کر ارشاد فرمایا:

''میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا۔ 'جاؤ آج تم سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور وہ ارحم الراحمین ہے، اطمینان سے جاؤ میں تمہیں آزادی عطا کرتا ہوں'۔

Marfat.com

جیسے ہی میرے آقا ﷺ نے قریش کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا مجمع میں موجود مشرکین کے چہروں پر اطمینان کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آقا علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جذبات میں آ کر بعض لوگ مشرکین کو قتل کر سکتے ہیں اور ''قتل خطاء'' یعنی بغیر سوچے سمجھے اچانک قتل کی قانونی شق کا سہارا لے سکتے ہیں اس لئے آپ نے اپنے خطاب میں اس موضوع پر بھی اظہار خیال فرمایا۔

''اچھی طرح یاد رکھو جس ''قتل خطاء'' میں جان بوجھ کر قتل کرنے کا ثبوت مل گیا اور مرنے والا خواہ ڈنڈے اور کوڑے کی ضرب سے مر گیا تو اس کا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اس کی ''دیت'' کے لئے ساٹھ اونٹ اور چالیس ایسی اونٹنیاں دینا پڑیں گی جو حاملہ ہوں''

آپ کی اس وضاحت سے غیر مسلموں کو تحفظ مل گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اپنے خطبہ میں آقا علیہ السلام نے بعض اہم فقہی اور عائلی مسائل اور احکامات بھی ارشاد فرمائے۔

نبی اکرم ﷺ اس خطاب کے بعد خانہ کعبہ کے دروازے سے نیچے اترے۔ آقا علیہ السلام بلندی سے جیسے ہی صحن کی طرف تشریف لائے تو صحابہ کرام دیوانہ وار آگے بڑھے اور اپنے آقا ﷺ کے قریب ہو گئے اس سے پہلے حضور علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے اندر جانے کے لئے جب اپنی اونٹنی سے اترنا چاہا تھا تو صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں آگے کر دی تھیں تا کہ آقا علیہ السلام ان پر اتر کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیں جب آب زمزم سے وضو فرمایا تو آپ کے جسم اطہر سے چھو کر گرنے والے قطرے زمین پر آنے سے پہلے صحابہ کرام اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور تبرکاً چہرے پر مل لیتے مشرکین مکہ جاں نثارانِ مصطفیٰ کی اپنے آقا سے محبت کا ایک ایک منظر، ایک ایک انداز حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اب حضور علیہ السلام صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے اور ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین آپ کے اردگرد حلقہ بنائے ادب واحترام سے بیٹھے تھے۔ یہ وہی صحن حرم کعبہ تھا جہاں بھی میرے آقا علیہ السلام کو اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاں آپ رات کی تنہائیوں میں جب سب لوگ چلے جاتے تھے اکیلے تشریف لا کر قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جہاں دن کے اجالے میں قریش مکہ کے سرداروں کے لئے مسندیں لگ جاتی تھیں۔ جہاں بیٹھ کر فخر وتکبر اور خاندانی غرور میں مبتلا یہ قبائلی وڈیرے میرے آقا علیہ السلام کے خلاف گستاخانہ فقرے کہتے اور جب بھی حضور تشریف لاتے آپ کو ذہنی اذیت دیتے۔

آج اس صحن کعبہ میں سرور کائنات ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مسند نشین تھے۔ صحابہ کرام اپنے آقا علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے رونق افروز دیکھ کر مطمئن شاداں اور فرحاں تھے۔ میرے آقا کے اعلان کے مطابق ہر کسی کے لئے عام معافی کا اعلان ہو چکا تھا لیکن ان پندرہ افراد کی قسمت کا بھی فیصلہ ہونا تھا جن کو قتل کر دینے کا حکم میرے آقا علیہ السلام نے دیا تھا۔ ان میں سے چار عورتیں اور گیارہ مرد تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سازشیں کرنے اور تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ گستاخان رسالتمآب کا گروہ تھا۔ ان میں سے چند ایک وہ بھی تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، ان مردوں اور عورتوں کے متعلق حکم تھا کہ جہاں بھی یہ ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب ان کے لئے رحم کی درخواستیں پیش کی گئی تو ان میں سے اکثر کو رحمت اللعالمین ﷺ نے معاف فرما دیا۔ ان معاف شدہ افراد میں سے کچھ شخصیات نے اسلامی تاریخ میں اہم اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ جن لوگوں کے قتل کا حکم ملا تھا ان کے نام یہ ہیں:

1۔ عبدالعزیٰ بن خطل۔	2۔ ارنب۔	3۔ ام سعد۔	4۔ عبداللہ بن ابی سرح۔
5۔ عکرمہ بن ابی جہل۔	6 حارث بن نفیل۔	7۔ مقیس بن صبابہ۔	8۔ ہبار بن اسود۔
9۔ سارہ۔	10۔ کعب بن زہیر۔	11۔ حارث بن ہشام۔	12۔ زہیر بن ابی امیہ۔
13۔ صفوان بن امیہ۔	14۔ ہند بنت عتبہ۔	15 وحشی بن حرب۔	

Marfat.com

عبدالعزیٰ ابن خطل نے مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اسے صدقات وصول کرنے کے لئے مختلف قبائل کے پاس روانہ فرمایا اور اس کی خدمت کے لئے ایک انصاری کو ساتھ بھیجا۔ دوران سفر طیش میں آ کر اس نے اپنے اس خدمت گار کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔ یہ شاعر تھا، اس نے حضور علیہ السلام کے خلاف ہجو یہ اشعار لکھے اور لوگوں کو اکٹھا کر کے میرے آقا ﷺ کے متعلق یہ گستاخانہ اشعار سناتا تھا۔ اس بدزبان شاعر کے متعلق آپ نے حکم دیا کہ جہاں بھی ملے اس کو قتل کر دیا جائے۔ عبدالعزیٰ نے فتح مکہ کے دن بھی مقابلہ کرنے کی ٹھانی تھی، یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ ہاتھ میں لئے اسلامی افواج کا مقابلہ کرنے نکلا لیکن حضور علیہ لاسلام کے جاں نثاروں کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد واپس پلٹا اور گھبرا کر خانہ کعبہ کے غلاف کے اندر چھپ گیا۔ میرے آقا ﷺ کو جب یہ خبر دی گئی کہ یہ بدزبان مرتد خانہ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے تو آپ نے حکم دیا: ''اس کو وہیں قتل کر دو، کعبہ میں کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں ملتی''۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور وہیں پر میرے آقا کے دو جاں نثاروں نے ایک ہی لمحے میں اس کو قتل کر کے پھینک دیا۔

ارنب اور ام سعد اس کی دو لونڈیاں تھیں جو اس کے ہجو یہ اشعار گا گا کر لوگوں کو سنایا کرتی تھیں۔ ان دونوں گلوکاراؤں کے قتل کا بھی حکم ہوا تھا۔ ارنب قتل کر دی گئی۔ دوسری ام سعد کو معاف کر دیا گیا، وہ مسلمان ہو گئی تھی۔

عبداللہ بن ابی سرح نے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد کیا تھا اور حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا تھا۔ اس شاتم رسول کے لئے بھی قتل کا حکم تھا۔ اسے جب اپنے قتل کے حکم کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس امان طلب کرنے کے لئے پہنچا وہ حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا، حضرت عثمان اس کو لے کر بارگاہ رسالتمآب میں حاضر ہوئے اور اس کے لئے معافی کی درخواست کی۔ میرے آقا ﷺ نے اس کی گستاخیوں کی وجہ سے اس کی معافی قبول کرنے سے انکار فرمایا لیکن حضرت عثمان نے اصرار جاری رکھا، بالآخر میرے رحیم و کریم آقا علیہ السلام نے حضرت ذی النورین کی درخواست کو قبول فرمایا اور عبداللہ بن ابی سرح کو دوبارہ بیعت فرمایا اور اسلام میں داخل فرمایا۔ یہ عبداللہ بن ابی سرح کی خوش قسمتی کی ساعت تھی، یہ اس شخصیت کا قبول اسلام تھا جس نے آنے والے وقتوں میں فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاص کے ڈپٹی کمانڈر انچیف کی ذمہ داریاں ادا کرنا تھیں۔ حضرت عمر نے انہیں مصر کی فتح کے بعد وہاں کے ایک علاقے کا نگران مقرر کر دیا۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا والی (گورنر) بنا دیا گیا۔ جس شخصیت کی معافی کے لئے حضرت عثمان نے بارگاہ نبوت میں معافی کی درخواست پیش کی تھی اسی کو اپنے عہد خلافت میں جب مصر کا گورنر بنایا تو اس شخصیت نے بھی عادلانہ حکمرانی اور صالحیت و تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کر دیئے۔ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ میری زندگی کا آخری عمل نماز فجر ہو۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ فجر کی نماز کے دوران اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔

دشمن اسلام ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو بھی قتل کر دینے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ ڈر کر مکہ سے بھاگ گیا اور سمندر کی جانب جا نکلا، اس کی بیوی ام حکیم شرف اسلام سے بہرہ ور ہو چکی تھیں۔ انہوں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عکرمہ بن ابی جہل کی معافی کی درخواست کی جسے آقا علیہ السلام نے قبول فرما لیا۔

ادھر عکرمہ ساحل سمندر سے روانہ ہونے والی ایک کشتی میں سوار ہو گیا اور ''یمن'' روانہ ہو گیا دوران سفر سمندری طوفان نے آ لیا، مسلمان مسافروں نے اللہ رب العالمین سے دعائیں مانگنا شروع کیں تو عکرمہ نے اپنے بتوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ اسے مسلمان مسافروں نے تلقین کی کہ یہ جھوٹے خدا کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو وہی مدد فرمائے گا۔

عکرمہ نے تہیہ کر لیا کہ اگر وہ اس مصیبت سے بچ گیا تو وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لے گا۔ طوفان تھم گیا

Marfat.com

اور کشتی واپس ساحل پر آ گئی۔ اس دوران اس کی بیوی اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں پہنچ گئی جہاں کشتی موجود تھی، بیوی نے اسے نبی اکرم ﷺ کی معافی کی خوشخبری سنائی، وہ دل سے اسلام پہلے ہی قبول کر چکے تھے۔ لہٰذا فوراً حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانے کے لئے تیار ہو گئے جونہی عکرمہ ساحل سمندر سے روانہ ہوئے میرے آقا علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں ارشاد فرمایا: ''عکرمہ یہاں پہنچنے والا ہے، تم اس کے باپ کے متعلق کوئی سخت بات اس کے سامنے نہ کرنا کیونکہ مرے ہوئے لوگوں کی برائی کرنے سے ان کے زندہ عزیز واقارب کو صدمہ ہوتا ہے''۔

ابوجہل میرے آقا علیہ السلام کا شدید ترین دشمن تھا، وہ عہد مصطفوی کا فرعون تھا، اس کا بیٹا جب بارگاہ رسالتمآب میں حاضر خدمت ہوا تو میرے آقا ﷺ اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اپنی مقدس چادر اسے اوڑھائی اور ارشاد فرمایا:

''میں اس شخص کو ''مرحبا'' کہتا ہوں جو ایمان لانے کے بعد دور سے سفر کر کے میرے پاس پہنچا''۔

عکرمہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے معاف کر دیا گیا ہے۔ وہ بارگاہ نبوت میں سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ان کی اہلیہ ان کے ساتھ تھیں، انہوں نے جھجکتے ہوئے عرض کی:

''مجھے میری بیوی نے اطلاع دی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے'' میرے آقا ﷺ نے محبت بھری نگاہ سے عکرمہ کو دیکھا اور فرمایا:

''تمہاری بیوی نے تمہیں سچ کہا ہے، تم اب محفوظ ہو اور میری پناہ میں ہو''۔

عکرمہ حیران کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیا یہ الفاظ میں اس شخصیت سے سن رہا ہوں جن کی ہمیشہ مخالفت کی اور ان کو تکلیف پہنچانے کے لئے حتی المقدور کوشش کرتا رہا۔

عکرمہ نے کبھی پیغام نبوت کو توجہ سے سننے کی زحمت ہی گوارا نہ کی تھی۔ آج ان کے ذہن سے تمام نفرتوں اور تعصبات کا غبار ڈھل چکا تھا، انہوں نے ادب سے بارگاہ نبوت میں عرض کی:

''آپ کا پیغام کیا ہے؟ آپ لوگوں کو کیا فرماتے ہیں؟''

''میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ وہ اس بات کی گواہی دیں اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے اور میں رسول اللہ ہوں نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیتا ہوں''۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے دلنشیں انداز میں دعوت اسلام سننے کے بعد عکرمہ کے دل کی دنیا بدل گئی اور انہوں نے کہا:

''یہ پیغام تو بھلائی پر مبنی ہے، اس سے بہترین کوئی اور بات کیا ہو سکتی ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ پوری قوم میں سچے ترین تھے اور لوگوں پر احسان فرماتے تھے۔ میں آج اس بات کی گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے عبد اور رسول ہیں''۔

عکرمہ نے جیسے ہی یہ الفاظ ادا کئے انہیں اطمینان ہو گیا کہ وہ اسلام کی دعوت قبول کر کے راہ حق کے مسافروں میں شامل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ایک لمحہ توقف کیا اور آقا علیہ السلام سے پوچھا:

''کچھ اور بھی کہنا ہے؟''

''تم یہ بھی کہو تم اسلام کے مجاہد ہو اور تم نے اسلام کے لئے ہجرت کی ہے''۔

Marfat.com

حضرت عکرمہ نے فرمان رسالتمآب کی تعمیل کی، ابھی تک وہ شرم اور حیا سے آنکھیں زمین پر گاڑے سر جھکائے کھڑے تھے۔

میرے آقا علیہ السلام نے ان کی قلبی کیفیت کو بھانپ کر ارشاد فرمایا:

''عکرمہ! تم جو کچھ بھی مجھ سے مانگو گے میں تمہیں دے دوں گا''

عکرمہ نے ادب سے عرض کی:

''یا رسول اللہ میری ہر گستاخی کو بھلا کر مجھے معافی دے دیجئے؟''

عکرمہ کی درخواست سن کر میرے آقا نے دعا فرمائی۔

''یا اللہ! عکرمہ کی ہر عداوت کو اور میرے ساتھ اس کی گستاخانہ گفتگو کو معاف فرما دے''۔

رحمت اللعالمین ﷺ کی زبان مبارک سے تسکین آمیز کلمات سن کر عکرمہ کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ وہ اب ایک بدلی ہوئی شخصیت تھے، جن کا دل جذبہ جہاد سے سرشار ہو چکا تھا اور جن کی روح پیغام اسلام سے منور ہو چکی تھی، عکرمہ جو کبھی اسلام کے خلاف معرکوں میں شریک رہا کرتے تھے انہیں اسلام کا مجاہد اور شہید بننا تھا، انہیں حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں شام کے شہر ''حمص'' کے معرکے میں داد شجاعت دینا تھی، انہیں دیوانہ وار لڑتے ہوئے اور کفار کی پیش قدمی روکتے ہوئے جام شہادت نوش کرنا تھا۔ اس دن ان کے ساتھی ان کو محتاط طریقے سے جنگ کرنے کا مشورہ دے رہے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید کی کمان میں لڑنے والے عکرمہ بن ابی جہل نے اس بے خوفی سے دشمن افواج کا مقابلہ کیا کہ دشمن فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ حضرت عکرمہ تو شہید ہو گئے لیکن سرزمین شام پر عظمت اسلام کا جھنڈا گاڑ گئے۔ یوں تو حضرت عکرمہ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا لیکن نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خصوصی علوم کی وجہ سے پہلے سے ہی خبر تھی کہ وہ دن آئے گا جب عکرمہ اسلام کے دامن میں پناہ لے گا۔ اسلام کے مجاہدین کے خلاف لڑتے ہوئے ایک دفعہ عکرمہ نے ایک انصاری مسلمان کو شہید کر دیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ اس جانثار انصاری صحابی کی شہادت پر مسکرا دیئے۔

صحابہ کرام آقا علیہ السلام کی مسکراہٹ پر حیران ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ جنت میں یہ شہید اور شہید کرنے والا دونوں اکٹھے ہوں گے''۔

اس دن تو شاید بعض لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی ہو گی لیکن جب ''حمص'' کے معرکے میں حضرت عکرمہ نے جام شہادت نوش فرمایا تو یہ راز ہر کسی پر عیاں ہو گیا کہ وہ واقعہ جو برسوں بعد سرزمین شام میں رونما ہونے والا تھا نگاہ مصطفوی نے علوم نبوی کے نور سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور اس کی طرف نشاندہی فرماتے ہوئے خوشخبری دی تھی کہ آج مسلمان کو شہید کرنے والا کل خود راہ حق کا شہید بنے گا۔

حارث بن نفیل بن وہب ایک گستاخ اور بدزبان شخص تھا جو آقا علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخانہ گفتگو کیا کرتا تھا اس بدبخت نے اس اونٹ کا پیچھا کیا تو جو ہجرت مدینہ کے وقت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور سیدہ ام کلثوم کو لے کر مکہ مکرمہ سے آ رہا تھا۔ حارث نے اونٹ کو روکنے کی کوشش کی اونٹ نے گھبرا کر بھاگنا شروع کیا جس کی وجہ سے حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت ام کلثوم اونٹ سے گر کر زخمی ہو گئیں۔ حضور رسالتمآب اور خاندان رسالتمآب سے دشمنی رکھنے والے اس شخص کو فتح مکہ کے دن قتل کر دیا گیا۔

مقیس بن صبابہ کو اس لئے قتل کرنے کا حکم دیا گیا کہ یہ شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک انصاری کو شہید کر کے مدینہ منورہ سے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی لیکن فتح مکہ کے دن قتل ہونا اس کا مقدر بن چکا تھا لہٰذا مارا گیا۔ ہبار بن اسود نے ایک ایسی شرمناک اور قبیح حرکت کی تھی جس نے آقا علیہ السلام کو قلبی اذیت پہنچائی تھی اس نے سیدہ زینب کے اونٹ کو جو آپ کو لے کر مدینہ منورہ آ رہا تھا

Marfat.com

کچوکے دے کر بدحواس کر دیا۔ آقا علیہ السلام کی صاحبزادی سیدہ زینب اونٹ سے گر پڑیں۔ آپ اس وقت حاملہ تھیں، شدید چوٹوں کی وجہ سے آپ کا حمل ضائع ہو گیا آپ شدید بیمار ہو گئیں اور بالآخر اس بیماری کی وجہ سے آپ کا وصال ہوا۔ اس شخص نے بھی جس کی وجہ سے یہ حادثہ ہوا تھا بارگاہ نبوت میں پناہ لی۔ اگرچہ اس کے قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا لیکن وہ اس امید پر حاضر ہو گیا کہ اسے پناہ مل جائے گی۔ ہبار بن اسود جیسے ہی خاموشی سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو محفل میں سے کسی نے کہا:

''یارسول اللہ! ہبار بن اسود آ گیا ہے''

حضور نے ارشاد فرمایا: ''میں نے دیکھ لیا ہے کہ وہ آ گیا ہے''

اس کے بعد محفل میں خاموشی چھا گئی، ایک صحابی نے اس نیت سے اپنی تلوار نیام سے نکالی کہ ہبار کو وہیں پر قتل کر دیں کیونکہ ان کو قتل کرنے کا حکم پہلے سے ہی زبان نبوت سے مل چکا تھا۔ آقا علیہ السلام نے اپنے ایک جاں نثار کو ہبار کو قتل کرنے کے ارادے سے اٹھتے ہوئے دیکھا تو اشارے سے روک دیا۔ ہبار کی جان میں جان آ گئی، اس کو اب یقین ہو گیا کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ ہبار نے کھڑے ہو کر اپنی غلطیوں کا اقرار کیا اور پشیمانی کا اظہار کیا، ہبار نے کہا:

''میں یہاں سے بھاگ کر جا رہا تھا کہ مجھے آپ کے خصائل حمیدہ اور عنایات کریمہ کی وجہ سے امید پیدا ہوئی کہ آپ کرم نوازی فرماتے ہوئے مجھے معاف فرما دیں گے آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ نجات دکھلائی ہے۔ میری غلطیوں اور گستاخیوں کو معاف فرمائیے، میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں''۔

میرے آقا رحمت اللعالمین ﷺ نے ہبار بن اسود کی معافی کی درخواست قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تمہیں معاف کیا جاتا ہے، تجھ پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گا کہ اس نے تجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا کر دی۔ اسلام قبول کرنے سے انسان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔

مغنیہ سارہ کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن اسے بھی معاف کر دیا گیا گانا گانے والی یہ عورت بنو مطلب بن عبد مناف کی لونڈی تھی، یہ مکہ مکرمہ کی مشہور گلوکارہ تھی، اس نے بارہا ایسے نغمے گائے تھے جس میں سرور دو عالم ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات اور اشعار ہوتے تھے۔

جب اس مغنیہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی مالی تنگ دستی کا ذکر کیا اور حضور علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی تو آپ نے پوچھا:

''تم تو مشہور مغنیہ ہو، جب تم گانا گاتی ہو تو سننے والے تم پر مال نچھاور کر دیتے ہیں، پھر یہاں مالی مدد طلب کرنے کے لئے کیوں آئی ہو؟''

اس نے اپنی بدحالی کا ذکر کرتے ہوئے جواب دیا:

''جب سے مکہ کے بڑے بڑے سردار بدر کی جنگ میں قتل ہوئے ہیں مکہ کی موسیقی کی محفلیں ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے میں اس حال کو پہنچ چکی ہوں اور آپ سے مدد طلب کرنے یہاں آئی ہوں''

میرے آقا ﷺ نے اس مغنیہ کو خالی واپس نہیں بھیجا۔ اسے خوراک کی بوریوں سے لدا ہوا اونٹ دیا لیکن یہ عورت مکہ مکرمہ پہنچ کر پھر آقا علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی والے اشعار موسیقی کی محفلوں میں گا کر سنانے لگی مشرکین مکہ اس کے ہجویہ اشعار سن کر اپنے آپ کو خوش کر لیا کرتے تھے۔ اس کو یہ اشعار ابن خطل لکھ کر دیا کرتا تھا، ابن خطل کو فتح مکہ کے دن غلاف کعبہ میں چھپ کر بھی پناہ نہیں ملی تھی اور اسے حضرت ابو بریدہ الاسلمی نے اپنے ایک ساتھی کی مدد سے قتل کر دیا تھا۔ سارہ کو پتہ چلا تو وہ ڈر کے مارے چھپ گئی۔ اس نے اپنے لئے معافی کی درخواست دربار رسالت میں بھجوائی۔ جسے میرے آقا ﷺ نے قبول فرما لیا، وہ حاضر خدمت ہوئی اور اسلام قبول کرنے کے بعد زندگی بھر

Marfat.com

کے لئے غلامی مصطفیٰ میں شامل ہو گئیں اور صحابیہ کے اعزاز کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

کعب بن زہیر نے اپنے اشعار میں آقائے دوجہاں ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی تھیں، اسے بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اس سحر البیان اور قادر الکلام شاعر کی قسمت میں شاعر دربار رسالتمآب اور مدح خواں مصطفیٰ بننا لکھا تھا، اس لئے فتح مکہ کے دن تو وہ چھپ گیا لیکن بعد میں مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آقا علیہ السلام سے معافی طلب کرنے کی درخواست کی سفارش کرنے کے لئے کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کعب بن زہیر کا صدق دل دیکھ لیا تھا۔ وہ جان چکے تھے کہ کعب کی دل کی دنیا اب بدل چکی ہے۔ آپ اسے اپنے ساتھ دربار رسالت میں لے گئے اور گزارش کی۔

''یارسول اللہ کعب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے بیعت فرمایئے!''

میرے آقا نے صدیق اکبر کی سفارش قبول فرماتے ہوئے اس کو بیعت کا شرف عطا فرمایا اور اس طرح کعب اسلام میں داخل ہوئے اب وہ ''طریق محمدی'' پر گامزن ہو چکے تھے۔ کل تک جو زبان ہجو یہ اشعار کے لئے وقف تھی آج اس زبان سے نعت مصطفیٰ کے اشعار نکل رہے تھے۔ یہ فصیح اللسان شاعر فی البدیہہ اپنے نعتیہ اشعار سنا رہا تھا اور میرے آقا ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار اور کعب کے لئے محبت بھرے جذبات نمودار ہو رہے تھے، پھر کعب بن زہیر نے وہ لازوال شعر پڑھا جس پر میرے آقا علیہ السلام نے اپنے جسم اطہر سے مقدس چادر اتار کر انہیں عطا فرما دی، پوری محفل میں کیف و مستی کی ایک کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

شعر کا مفہوم یہ ہے۔

آپ بے شک نور ہیں اور منبع انوار ہیں
اور خدا کی بے نیام اک بے مثل تلوار ہیں

اس شعر پڑھنے پر میرے آقا علیہ السلام نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو جو چادر عطا فرمائی اسے آپ کے وارثوں سے حضرت امیر معاویہ نے بیس ہزار درہم دے کر حاصل کر لیا اور پھر اموی اور ان کے بعد عباسی خلفاء اپنی تخت نشینی کے وقت اس کو تبرکاً اوڑھتے تھے۔

حارث بن ہشام ابوجہل کا سگا بھائی تھا، اسے بھی قتل کرنے کا حکم بارگاہ رسالتمآب سے جاری ہوا تھا۔ زہیر بن ابی امیہ کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا۔ یہ دونوں آقا علیہ السلام کی پھوپھی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے پاس حاضر ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معافی طلب کرنے کے لئے ان کی سفارش کی درخواست کی۔ میرے آقا نے حضرت ام ہانی کی دی ہوئی پناہ کو قبول فرمایا اور ان دونوں کو معاف فرما کر دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی سعادت بھی عطا فرما دی۔ اس طرح یہ دونوں شرف صحابیت سے سرفراز ہوئے۔

صفوان بن امیہ اور اس کا والد اسلام کے شدید ترین مخالفوں میں سے تھے۔ امیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ لشکر اسلام اور پیغمبر اعظم ﷺ کی کامیابی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی تاب نہ لا سکا اور خودکشی کرنے کے لئے ساحل سمندر کی طرف بھاگ نکلا، اس کے چچازاد بھائی عمیر بن وہب نے اسے روکا اور سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا، عمیر بارگاہ رسالتمآب میں حاضر ہوا اور صفوان کی معافی کی درخواست پیش کی جسے آپ نے قبول فرمایا۔

عمیر نے گزارش کی ''آپ اپنی ایسی نشانی عطا فرمایئے جس کو دکھا کر میں صفوان کو تسلی دلا سکوں اور اس کو آپ کے پاس واپس لا سکوں'' میرے آقا علیہ السلام نے شان کریمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا عمامہ شریف اس کے حوالے کر دیا۔ عمیر جب صفوان بن امیہ کا تعاقب کرتے

Marfat.com

ہوئے پہنچا تو وہ اس وقت سمندر میں کود کر اپنے آپ کو موت کے سپرد کرنے کے فیصلے پر عمل کرنے جا رہا تھا۔ عمیر نے جب اسے یقین دلایا کہ اسے معاف کر دیا گیا ہے تو وہ مکہ مکرمہ لوٹ آیا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی معافی کی تصدیق چاہی۔ حضور علیہ السلام نے اس کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ اس کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ مشرک رہا۔ غزوہ ہوازن میں کامیابی کے بعد آقا علیہ السلام نے تین سو اونٹ اور بھیڑ بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ اسے دیا کہ وہ اس پیغمبرانہ فیاضی کو دیکھ کر پکار اٹھا:

''دنیا کا کوئی بادشاہ اس طرح بے دریغ نہیں دے سکتا۔ یہ صرف اللہ کے رسول کی شان کریمی ہی ہے جو اتنا عطا کرتے ہیں کہ لینے والے کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا''۔

صفوان بن امیہ نے اسلام قبول کرنے کے لئے سوچنے کی خاطر چار ماہ کی مہلت طلب کی تھی لیکن میرے رؤف و رحیم آقا ﷺ کی شان کریمی کے طفیل وہ اس عرصہ سے پہلے ہی اسلام قبول کر کے صحابی ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ ان کا یہ فقرہ ان کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔

''آج سے پہلے سب انسانوں میں سے آپ سے زیادہ نفرت کرتا تھا اب ساری کائنات میں مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہے''۔

بارگاہ نبوت سے معافی حاصل کرنے والوں میں ابوسفیان کی اہلیہ زوجہ ہند بھی شامل تھیں۔ غزوہ احد کے دن جس طرح اس سنگ دل خاتون نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے ان کا دل کلیجہ نکال کر چبایا تھا اور جس طرح اس عورت نے بارہا شان نبوت میں گستاخی کی تھی اس کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم صادر ہوا تھا۔ ہند بنت عتبہ ایک سردار کی بیٹی اور ایک سردار کی بیوی تھیں۔ قبائلی تفاخر اور خاندانی برتری کا احساس اس کے اندر موجود تھا لیکن جیسے ابوسفیان نے اسلام قبول کیا اور گھر میں آ کر میرے آقا علیہ السلام کی کرم نوازی کا تذکرہ کیا تو بالآخر ان کی زوجہ ہند نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اگرچہ اس خاتون کو قتل کروانے کے احکامات جاری ہو چکے تھے لیکن اسے یقین تھا کہ بارگاہ نبوت سے اس کو معافی نصیب ہو جائے گی۔ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''میں عتبہ کی بیٹی ہند ہوں اور اسلام قبول کر چکی ہوں میں اس اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا بیان کرتی ہوں جس نے اپنے پسندیدہ دین اسلام کو کامیابی اور غلبہ عطا فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتی ہوں''۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہند کے ان کلمات میں ارشاد فرمایا:

''میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں''

ہند کی خوشی کی انتہا نہ رہی، اسے رحمت کائنات نے قبول فرما کر صحابیہ ہونے کا شرف عطا کر دیا تھا، ہند اپنے ساتھ دو بھنے ہوئے بکروں کے طشت بھی لے آئی تھیں، آقا علیہ السلام کی ضیافت کے لئے یہ ڈشیں آپ کی خدمت میں پیش کیں تو میرے آقا نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے:

''تمہارے ریوڑ پر اللہ رب العالمین برکتیں نچھاور فرمائے''۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے ہند کھلے چہرے کے ساتھ مردوں میں بے باکانہ چلی جاتی تھیں۔ میرے آقا ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں ایک لمحہ حاضری کا یہ فیضان ہوا کہ ہند نے دربار رسالتمآب کے ادب کے پیش نظر شرم و حیاء کے اظہار کے لئے چہرے پر نقاب ڈال لیا اور بھی بہت سی خواتین حاضر خدمت ہو رہی تھیں اور اسلام قبول کر رہی تھیں۔

اب بیعت کا وقت آ گیا تھا، تمام نئی مسلمان ہونے والی خواتین محبت بھرے جذبات کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر تھیں۔ میرے

Marfat.com

آقا علیہ السلام نے انہیں زندگی کو نئے طریقے اور نئے سلیقے سے گزارنے کا حلف لیا ان خواتین سے جنہیں صحابیات کا عظیم اعزاز اور شرف مل چکا تھا آقا علیہ السلام نے یہ وعدہ کیا۔

''اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہیں سمجھو گی، چوری، زنا اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی، کسی پر تہمت نہیں لگاؤ گی اور میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرو گی''۔

میرے آقا ﷺ کے الفاظ کو یہ خواتین دہرا بھی رہی تھیں اور صدق دل سے ان امور کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ بھی کر رہی تھیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب ان خواتین سے عہد و پیمان لے لیا تو خواتین میں سے ایک عورت کی آواز بلند ہوئی۔

''یا رسول اللہ ﷺ اس وقت تک مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں اس کی معافی کے لئے درخواست گزار ہوں''۔

میرے آقا علیہ السلام نے اس نقاب پوش خاتون کی آواز سن کر ارشاد فرمایا:

''تم عتبہ کی بیٹی ہند ہو؟''

''جی یا رسول اللہ ﷺ میں ہند بول رہی ہوں''۔

پھر آقا علیہ السلام نے عورتوں سے مخاطب ہوتے فرمایا:

''آئندہ زنا کاری نہ کرنا''

''کیا شرفاء کی عورتیں بھی بدکاری کرتی ہیں''

ہند کی آواز پھر بلند ہوئی۔

میرے آقا نے اپنی نصیحت آمیز گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''اپنی اولاد کو قتل نہیں کرنا''

ہند سے خاموش نہ رہا گیا، فوراً بول اٹھیں۔

''ہم نے تو بچے پال پوس کر جوان کر کے میدان جنگ میں بھیج دیئے تھے جنہیں آپ نے قتل کرا دیا۔ کیا ہمارا کوئی بچہ بدر سے آپ نے زندہ واپس آنے دیا ہے؟''

ہند نے محفل میں بے ساختگی سے یہ فقرہ کچھ اس طرح ادا کیا کہ میرے آقا علیہ السلام مسکرا دیئے، حتیٰ کہ سخت طبیعت کے حضرت عمر فاروق بھی اس فقرے سے اتنے لطف اندوز ہوئے کہ وہ بے ساختہ ہنس پڑے اور ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے حالانکہ تمام صحابہ کرام ادب دربار رسالتمآب کا بے حد خیال اور لحاظ رکھنے والے تھے لیکن ہند نے اچانک ایک ایسی بات سادگی سے کہہ دی تھی جس سے محفل میں قہقہے گونجنے لگے، ہند نے پھر روئے سخن اپنے شوہر ابوسفیان کی طرف بدلا اور اپنے شوہر سے کہنے لگیں:

''میں آپ سے پوچھے بغیر آپ کا مال لے لیا کرتی تھی، مجھے معلوم نہیں تھا شوہر سے پوچھے بغیر اس کا مال لینا بھی ناجائز ہے'' ایک دفعہ پھر آقا علیہ السلام ہند کی اس سچ بیانی پر مسکرا دیئے۔

حضرت ابوسفیان نے بیوی سے کہا ''تم نے آج تک مجھ سے پوچھے بغیر جو کچھ بھی چرایا ہے اسے معاف کرتا ہوں''۔

ہند بنت عتبہ نے اس دن دربار رسالتمآب ﷺ میں جن باتوں پر بیعت کی تھی اسے زندگی بھر نبھایا، جس طرح دو غزوہ احد کے دن کفار مکہ کے لشکر میں جا کر انہیں حملے پر اکساتی رہی تھیں اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ کے شعلے بھڑکاتی رہی تھیں، میرے آقا علیہ السلام سے بیعت کرنے کے بعد بھی عمل وہ میدان جہاد میں مسلمانوں کا شوق شہادت اور جذبہ جہاد بیدار کرنے کے لئے دہراتی رہیں۔ وہ

Marfat.com

اپنے شوہر ابوسفیان کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جایا کرتی تھیں، سرزمین شام کے اندر لڑی جانے والی جنگ یرموک میں ہند میدان جنگ میں مجاہدین کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ان کے شانہ بشانہ رہیں اور انہیں راہ حق میں قربان ہو جانے کا درس دیتی رہیں، یقیناً میرے آقا علیہ السلام نے اس پرعزم خاتون کے مستقبل کی کیفیت دیکھ کر ان کو قتل کرنے کا فیصلہ معافی میں بدل دیا تھا۔

وہ آخری شخصیت جس کو رحمت اللعالمین ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ان کو قتل کرنے کے حکم کے باوجود معافی عطا فرمائی وہ حضرت وحشی بن حرب تھے۔ یہ وہی وحشی بن حرب تھے جنہوں نے میرے آقا علیہ السلام کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کیا تھا حضرت وحشی خوف کی وجہ سے طائف بھاگ گئے تھے۔ وہاں سے وہ شام یا یمن کی طرف چلے جانے کا منصوبہ بنا رہے تھے کہ انہیں کسی نے حضور علیہ السلام کی شان کریمی اور رحیمی کے واقعات بتائے۔ لہٰذا وہ اس امید پر مکہ مکرمہ واپس آ گئے کہ انہیں بھی معاف کر دیا جائے گا۔ ان کے مقدر کا ستارہ چمکا اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ فوراً ہی اللہ رب العالمین کی وحدانیت اور حضور علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا، میرے آقا علیہ السلام نے اپنی نظر مبارک اٹھا کر انہیں دیکھا اور فرمایا:

''تم وحشی ہو؟''

''جی میں وحشی ہوں، یا رسول اللہ!''

''بیٹھ جاؤ! مجھے حمزہ کو قتل کرنے کا واقعہ تفصیل سے سناؤ''۔

وحشی میرے آقا علیہ السلام کو واقعہ کی تفصیلات سنا رہے تھے اور حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس سے غم اور غصہ کے آثار واضح اور نمایاں ہو رہے تھے۔ آپ نے وحشی کو حکم دیا:

''میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا، آئندہ میری آنکھوں کے سامنے نہ آنا''۔

ان کا اسلام قبول کر لیا گیا تھا، لیکن انہیں حضور نے سامنے آنے سے منع فرما دیا تھا، اس طرح آپ کو اپنے چچا کے بہیمانہ قتل کا واقعہ یاد آ جاتا تھا جس نیزہ سے وحشی نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اسی نیزہ سے انہوں نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو میدان جہاد میں قتل کیا یوں انہیں تسلی ہوئی کہ جیسے انہوں نے ایک عظیم المرتبت صحابی رسول کو شہید کیا تھا اسی طرح ان کے ہاتھ سے ایک ایسے بدترین شخص کا قاتل ہوا جس نے آقا علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد جھوٹا مدعی نبوت بن کر ایک فتنہ کھڑا کر دیا تھا، حضرت وحشی بن حرب کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد یہ فتنہ بھی اپنی موت آپ مر گیا۔

ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور معتب کے قتل کا حکم تو صادر نہیں ہوا تھا لیکن ڈر کے مارے وہ بھی چھپ گئے تھے۔ اس دن جبکہ تمام بڑے بڑے مخالفین حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر رہے تھے۔ ابولہب کے بیٹے نظر نہ آئے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عباس سے دریافت فرمایا:

''آپ کے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں، وہ یہاں نہیں آئے؟''

''یا رسول اللہ! جس طرح کچھ لوگ ڈر کر چھپ گئے ہیں اسی طرح یہ دونوں بھی چھپے ہوئے ہیں''۔

''آپ انہیں میرے پاس لائیے!''

حضرت عباس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی وقت اونٹ پر سوار ہو گئے اور کچھ دیر بعد انہیں ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ میرے آقا علیہ السلام نے انہیں اسلام کا پیغام اتنے دلنشیں انداز میں دیا کہ وہ فوراً حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

اس کے بعد میرے آقا ﷺ نے ان دونوں کا ہاتھ تھاما اور کعبۃ اللہ کے دروازے کی طرف تشریف لے گئے اور در کعبہ تھام کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ واپس اپنی نشست پر جب آقا علیہ السلام تشریف لائے تو بہت مسرور تھے اور آپ کی خوشی آپ کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہو رہی تھی۔ حضرت عباس نے ادب سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوشیوں سے نوازے۔ آج آپ کے چہرہ پر خوشی کی ایک خاص کیفیت نظر آ رہی ہے'' میرے آقا علیہ السلام نے حضرت عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے چچا کے بیٹوں کے لئے دعا کی تھی اور میرے رب نے دونوں مجھے دے دیئے اس وجہ سے میں آج بہت خوش ہوں''۔

دانشور اور خطیب سہیل کے متعلق میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ فہم و فراست اور عمدہ کردار کا حامل ہے۔ اس جیسا شخص زیادہ عرصہ تک پیغام اسلام کا منکر نہیں ہو سکتا'' آپ نے اس کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کوئی اسے چبھتی ہوئی نظروں سے نہ دیکھے'' سہیل کو جب آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس کریمانہ گفتگو کے متعلق معلوم ہوا تو وہ فوراً حضور علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا اور کچھ عرصہ اسلام قبول کئے بغیر آقا علیہ السلام کی صحبت میں رہا اور نور نبوت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ بالآخر ایک دن اس کی خوش قسمتی کا لمحہ آ ہی گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ مسجد الحرام کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ جاں نثاروں کا ہجوم آپ کے ارد گرد تھا آپ نے بیت اللہ کی چابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کی تھی۔ بعد ازاں خانہ کعبہ کا دروازہ بند کر کے سیدنا علی المرتضیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو چابی پیش کر دی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ انہیں بلایئے''

بارگاہ نبوت میں حاضر خدمت گاروں نے فوراً عثمان بن طلحہ کو بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا، میرے آقا ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''عثمان! تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا ایک ایسا دن آئے گا کہ کعبہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا، تم نے اس دن چابی مجھے نہیں دی تھی اور کہا تھا جس دن چابی آپ کے پاس ہو گی اس دن قریش ذلیل و رسوا ہو جائیں گے''۔

''یارسول اللہ! مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا، میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں'' میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک نظر حاضرین کی طرف دیکھا، حضرت عباس قریب ہی موجود تھے، انہوں نے گزارش کی: ''یارسول اللہ حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ہمارے خاندان کی ہے۔ کعبۃ اللہ کی چابی بھی ہمیں عطا فرما دیجئے!''

حضرت عباس کی درخواست سن کر حضور نے ارشاد فرمایا:

''آج انتقام لینے کا دن نہیں ہے۔ یہ کرم کرنے کا دن ہے'' پھر آقا علیہ السلام نے حضرت عثمان بن طلحہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یہ چابی واپس لے لیجئے! یہ اب ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی، تمہارے خاندان سے جو بھی اسے چھیننے کی کوشش کرے گا وہ ظالم شخص ہو گا، تمہارے خاندان کو اس گھر کا امین بنایا گیا ہے۔ اس کی خدمت کے صلے میں جو کچھ ملے اسے جائز طریقے سے استعمال کرنا''۔

حضرت عثمان بن طلحہ نے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ آقا کریم علیہ السلام کے دست اقدس سے کعبۃ اللہ کی چابی وصول کی۔

میرے آقا ﷺ کی کرم نوازی کے زندہ ثبوت کے طور پر یہ چابی آج بھی عثمان بن طلحہ کے خاندان کے پاس چلی آ رہی ہے۔

حضور علیہ السلام کا دریائے رحمت موجزن تھا، حضرت ابو بکر صدیق چپکے سے اٹھے اور اپنے آبائی گھر میں موجود اپنے بوڑھے والد کو اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ اس وقت تک مسلمان ہونے کے شرف سے محروم تھے۔ آقا علیہ السلام نے اپنے رفیق غار صدیق اکبر کو اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''آپ نے اپنے بزرگ والد کو یہاں لانے کی تکلیف اٹھائی، انہیں اپنے گھر میں ہی آرام کرنے دیا تھا، میں خود ان سے ملنے آپ کے گھر آجاتا'' آقا کریم کے اس فقرے پر صدیق اکبر نے عرض کی:

''یارسول اللہ! آپ کیوں ان سے ملنے کے لئے جانے کی زحمت برداشت کرتے میرے والد کو آپ کی خدمت میں خود حاضری دینا چاہئے تھی''۔

بوڑھے ابوقحافہ ادب سے سر جھکائے ہوئے آقا علیہ السلام کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے آقا ﷺ نے محبت سے ان کے دل پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا: ''اسلام قبول کیجئے!''

فرمان رسالتمآب کی تاثیر کچھ ایسی تھی کہ ابوقحافہ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر ایک لمحے میں صحابی رسول بننے کا اعزاز حاصل کر لیا اور اس طرح حضرت صدیق اکبر کو اطمینان حاصل ہوا کہ پیرانہ سالی میں ان کے والد کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

نماز ظہر کا وقت ہوا تو سید العالمین ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دو، آپ نے ارشاد فرمایا کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ، جیسے ہی حضرت بلال بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنا رخ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی طرف کر لیا، صحن کعبہ میں میرے آقا اپنے محب صادق اپنے سچے عاشق کی زبان سے کلمات اذان سن رہے تھے اور حضرت بلال توحید و رسالت کا پیغام بلند آواز میں دے بھی رہے تھے اور اس چہرہ کا دیدار بھی کر رہے تھے جس نے پیغام توحید و رسالت سے آشنا کیا تھا، یہ سعادت حضرت بلال حبشی کے مقدر میں تھی کہ فتح عظیم، فتح مکہ کے دن جب سب قریشی سردار موجود ہوں ان کے ظلم و ستم سہنے والا یہ غلام خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر اذان کی صدا بلند کرے، آج اذان بلالی حریت و آزادی کا استعارہ بن گئی تھی۔ اقبال نے کہا تھا اور کیا خوب کہا تھا۔

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
ادائے شوق سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

حضرت بلال کی اذان کے دوران قریشی وڈیرے عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام شدید غصے میں تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ حبشی غلام ان کی آنکھوں کے سامنے بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے گا۔ وہ حضرت ابوسفیان کو بھی اکساتے رہے کہ وہ اس پر احتجاج کریں لیکن ابوسفیان سچے دل سے مسلمان ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ اسلام لانے کے بعد ان کے اندر سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی تھی کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ آقا علیہ السلام کو ہر بات معلوم ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ رب العالمین کے عطا کردہ علم غیب سے وہ باتیں جان جاتے ہیں جو آپ کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے قریشی سرداروں کی ہاں میں ہاں ملانے سے انکار کر دیا اور کہا ''میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہتا، اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میری گفتگو کے متعلق بتا دیں گی''۔

اذان ختم ہوئی، آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان قریشی سرداروں کے قریب آئے اور محبت سے پوچھا: ''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''

قریشی سردار ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، میرے آقا ﷺ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''ابھی ابھی تم نے جو گفتگو کی ہے وہ مجھے معلوم ہو چکی ہے''

''کون سی گفتگو؟ ہم تو کچھ نہیں کہہ رہے تھے''

Marfat.com

قریشی سردار گھبراہٹ میں اپنی صفائیاں دینے لگے

''عتاب کیا تم نے نہیں کہا کہ اچھا ہوا میرا باپ، یہ دن دیکھنے سے پہلے مر گیا، ورنہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑتا کہ ایک حبشی غلام اذان دے رہا ہے وہ یہ دیکھ کر اور سن کر بہت غمزدہ اور رنجیدہ ہوتا''۔ پھر میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حارث بن ہشام سے کہا:

''تم نے کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ محمد ﷺ کا پیغام سچا ہے تو میں ان کے دین کو تسلیم کرلوں گا''

عتاب اور حارث حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور پھر یک زبان ہو کر بولے:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ گفتگو ہم تینوں کے درمیان ہوئی تھی کسی اور شخص نے نہیں سنی تھی''۔

اب حضور علیہ السلام نے اپنا چہرہ اقدس حضرت ابوسفیان کی طرف کیا ابوسفیان فوراً بولے:

''یارسول اللہ! میں نے تو کچھ نہیں کہا؟''

میرے آقا علیہ السلام ابوسفیان کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔

فتح مکہ کا تاریخ ساز دن بغیر کسی جنگ کے وجدال سے آرام سے گزر گیا۔ آقا علیہ السلام نے حرم کعبہ میں نماز ظہر کی امامت فرمائی اور پھر اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے غسل فرمایا اور پھر انہی کے گھر نوافل ادا فرمائے۔ میرے آقا علیہ السلام نے اپنے پاکیزہ طرز عمل سے امت کو یہ پیغام دیا کہ خوشی اور فتح کے وقت اظہار مسرت کسی اور طرح سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر کیا جائے۔ مسلمان کے لئے غم کا وقت آئے یا خوشی کا وہ ہاتھ باندھ کر اپنے رب کے حضور کھڑا ہو جائے۔

حضرت ام ہانی کے گھر میں ان کے دو دیور چھپے ہوئے تھے، انہیں خدشہ تھا کہ حضرت علی ان کو قتل کر دیں گے حضرت ام ہانی نے جب آقا علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے انہیں پناہ دے دی ہے تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ام ہانی! جن لوگوں کو تم نے پناہ دی ہے میں بھی اسے پناہ دیتا ہوں''

مکہ مکرمہ میں سورج غروب ہو چکا تھا، لیکن اسلام کی تاریخ میں ایک نئی صبح تاباں کا آغاز ہو چکا تھا اس شام شیطان لعین نے اس زور سے چیخ ماری کہ سارے شیاطین اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ ابلیس نے روتے اور چیختے ہوئے کہا: ''آج کے بعد تم امت محمدیہ کو شرک کی طرف لوٹ جانے میں آمادہ کرنے میں ناکام ہو جاؤ گے۔ یہ بت پرستی نہیں کریں گے اب تم ان میں نوحہ گری اور شاعری کے ذریعے مشرکانہ الفاظ کا استعمال عام کرانے کی مہم شروع کر دو''۔

دوسرے دن نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ نے حرم کعبہ میں پھر خطاب فرمایا: آپ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے تخلیق کے دن مکہ مکرمہ کو حرمت والا شہر بنا دیا تھا، یہ قیامت تک احترام والا شہر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھنے والے کے لئے حلال نہیں ہے کہ اس میں قتل کرے یا یہاں کے درخت کاٹے، صرف مجھے قتال کی اجازت ملی تھی اور وہ بھی ایک دن کے لئے۔ اس لئے اگر کوئی میرے طرز عمل کا حوالہ دے تو اسے بتا دینا کہ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی تھی۔ یہ اجازت کسی اور کے لئے نہیں ہے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ پیغام یہاں پر غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں''۔

فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ کے انصار کو اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید حضور نبی اکرم ﷺ اب مکہ مکرمہ میں ہی قیام فرمائیں گے کیونکہ یہ آپ کا پسندیدہ شہر ہے اور آپ کی جائے پیدائش بھی ہے۔ یہیں پر آپ نے حیات طیبہ کا زیادہ تر حصہ گزارا ہے جب میرے آقا علیہ السلام کو انصار کے ان اندیشوں کی خبر ہوئی آپ اس وقت کوہ صفا پر موجود تھے اور وہاں بارگاہ الٰہی میں دعا میں مشغول تھے۔ آپ نے فوراً انصار مدینہ کے

Marfat.com

نمائندوں کو بلایا اور پوچھا:

''تم لوگوں نے میرے متعلق کیا باتیں کی ہیں؟''

''یارسول اللہ کچھ بھی نہیں''

''نہیں! مجھے بتاؤ کہ تمہارے کیا اندیشے ہیں اور تم کیا کہہ رہے تھے'' انصار نے اپنے اندیشے اور خدشات بتائے تو میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''معاذ اللہ! تم نے ایسا کیوں سوچا اب میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ میں وہاں چلوں گا جہاں تم چلو گے، تم جس راستے سے جاؤ گے میں بھی اسی راستے سے جاؤں گا'' ارشاد نبوی سن کر انصار کے چہروں پر رونق آ گئی اور وہ خوشی سے کھل اٹھے۔

ہادیٔ اعظم نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنے دو ہفتے کے قیام کے دوران نئے مسلمان ہونے والے مردوں اور عورتوں سے حلف لیا۔ ان نئے مسلمانوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ وہ آئندہ زنا کاری میں مبتلا نہیں ہوں گے، میرے آقا نے بدکاری نہ کرنے کے سلسلے میں خاص طور پر اس لئے ان سے حلف لیا تھا کہ مکہ مکرمہ میں غلبہ اسلام سے پہلے بدکاری کے اڈے عام تھے۔ جہاں فاحشہ بدکار عورتیں دعوت گناہ دیا کرتی تھیں، مکہ کے رؤسا اور بگڑے ہوئے رئیس زادے گناہ کے ان اڈوں پر جا کر شراب پیا کرتے اور بدکاری کرتے تھے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں اسلامی افواج نے مکہ مکرمہ میں غلبہ حاصل کرنے کے بعد ایسے اڈوں اور فاحشہ عورتوں کے ٹھکانوں کا خاتمہ کر دیا تھا اور اب نئے نئے مسلمان ہونے والے افراد سے بدکاری سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا وعدہ لیا جا رہا تھا۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران دو ہزار افراد نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کے احکامات پر عمل کرنے اور گناہ نہ کرنے کی جس طرح بیعت کی تھی وہ سنت نبوی کے طور پر آج بھی اسلامی معاشرہ میں زندہ ہے۔ تزکیہ نفس کرنے والا ''مزکی'' یعنی شیخ طریقت جب کسی سے ''بیعت'' لیتا ہے تو اسی طرح کا حلف لیتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران نبی اکرم ﷺ مختلف علاقوں میں نصب شدہ بتوں کو گرانے کے لئے فوجی دستے روانہ فرمائے۔ ''عزیٰ''، ''سواع'' اور ''مناۃ'' نامی یہ بت مکہ مکرمہ کے قریبی علاقوں میں مختلف قبائل نے اپنی اپنی بستیوں میں نصب کر رکھے تھے۔ خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ میں موجود بتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اب میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خالد بن ولید حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت سعد بن زید کو ان بیرونی بتوں کے خاتمے کے لئے فوجی دستوں کی قیادت سپرد کرتے ہوئے روانہ فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید وادیٔ نخلہ میں پہنچے اور وہاں پر موجود عزیٰ کے بت کو گرا کر واپس تشریف لائے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ کو بت گرانے کے بعد کچھ نظر آیا تھا؟''

''جی نہیں، یارسول اللہ میں نے کچھ نہیں دیکھا''

''آپ پھر جائیں، آپ نے دراصل عزیٰ کے بت کو توڑا ہی نہیں ہے دوبارہ آپ جا کر اسے توڑ کر آئیں''۔

فرمان رسالتمآب سن کر حضرت خالد بن ولید تلوار لہراتے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر ایک بار پھر وادیٔ نخلہ جا پہنچے اور عزیٰ کے ٹوٹے ہوئے بت کے قریب جا کر نعرہ تکبیر بلند کیا تو ایک کالی سیاہ عریاں عورت بال بکھیرے ہوئے ظاہر ہوئی دراصل یہی وہ چڑیل تھی جس کی پوجا کی جاتی تھی اس ''کالی'' کے پجاری چیخ چیخ کر اس سے مدد طلب کرنے لگے لیکن حضرت خالد بن ولید نے ایک لمحہ میں اپنی تلوار کے وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے اور اس عریاں کالی عورت کے ظاہر ہونے کا واقعہ سنایا۔ میرے آقا ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''یہی عزیٰ تھی، اب یہاں اس کی پوجا نہیں کی جائے گی۔اب وہ مایوس ہو کر ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلی گئی ہے''۔حضرت عمرو ابن العاص ''بنو ہذیل'' کے قبیلے میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کا خیال تھا کہ ان کا معبود بت حملہ آوروں کو روک دے گا۔حضرت عمرو ابن العاص نے جیسے ہی ''سواع'' کا مجسمہ گرایا اور اس کے لئے پیش کئے جانے والے زیورات و عطیات کے لئے مخصوص کمرہ کو منہدم کر دیا اور کچھ بھی نہ ہوا تو سب سے پہلے اس بت کی حفاظت پر مامور نگران شخص مسلمان ہو گیا۔

''مناۃ'' کے بت کو گرانے کے لئے متعین کئے جانے والے حضرت سعد بن زید اور ان کے فوجی دستے کو اسی تجربے کا سامنا کرنا پڑا جس طرح حضرت خالد کو ہوا تھا۔وہاں بھی ایک کالی سیاہ بال بکھیرے ہوئے عریاں عورت نکلی اور سینہ کوبی کرنے لگی۔وہاں کے نگران نے پکار کر کہا:

''مناۃ! اپنے دشمنوں کا خاتمہ کر ڈال''۔

جیسے ہی یہ گھناؤنی صورت والی عریاں عورت آگے بڑھی حضرت سعد بن زید نے تلوار سے اس کو کاٹ کر رکھ دیا اور سرخرو ہو کر بارگاہ رسالت میں پہنچے۔فتح مکہ کے بعد قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار اور تمام قابل ذکر قبیلوں کے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے لیکن پہاڑی علاقے حنین کے دو جنگجو قبیلوں ہوازن اور ثقیف نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی، وہ اسلامی افواج کی کامیابی اور فتح کو تسلیم نہ کر سکے اور ایک بھرپور حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کی۔یہ علاقہ مکہ مکرمہ سے تقریباً پندرہ میل شمال مشرق کی طرف ہے۔ان قبائل نے مالک بن عوف کو اپنا سپہ سالار بنایا اور اس انداز سے گھروں سے نکلے کہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب اور مویشی بھی ساتھ لے آئے۔بال بچوں، اونٹ اور بکریوں کو ساتھ لانے کی حکمت یہ تھی کہ دوران جنگ گھر کی کوئی فکر نہ رہے۔وہ یہ نیت کر کے آئے تھے کہ ماریں گے یا مر جائیں گے لیکن ناکام نہیں لوٹیں گے۔اگرچہ ایک جہاندیدہ بوڑھے شخص درید نے مالک بن عوف کو مشورہ دیا کہ اپنی بیویوں، بچوں اور مویشیوں کو ساتھ رکھنا عقلمندی نہیں ہے اس طرح تم اپنے اہل خانہ اور جانوروں کے ریوڑ کو خطرے میں ڈال رہے ہو لیکن اس حالت میں جنگ کرنے پر اڑا ہوا مالک بن عوف نہ مانا، وہ سمجھتا تھا کہ اس کے فوجی اپنے خاندان اور مال اسباب کی حفاظت کی خاطر جان کی بازی لگا کر لڑیں گے۔آقائے دوجہاں ﷺ نے جب اس فوجی مہم کی خبر سنی تو آپ نے دشمن کے ٹھکانوں اور اس کی فوج کا اندازہ لگانے کے لئے اپنا نمائندہ روانہ فرمایا تاکہ واپس آ کر معلومات مہیا کرے۔جیسے ہی آپ کو دشمن قبائل کے عزائم کے متعلق خبر رساں نے آگاہ کیا آپ نے دشمنوں کی آمد کا انتظار کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر ان کے علاقوں میں جا کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

میرے آقا سپہ سالار اعظم ﷺ کے علم میں تھا کہ جزیرۃ العرب کے جنگجو قبائل کے ساتھ لڑی جانے والی یہ آخری جنگ ہے اس لئے آپ نے اس فیصلہ کن جنگ کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا اور بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔صفوان بن امیہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا اس کے پاس اسلحہ کا بہت بڑا ذخیرہ تھا میرے آقا علیہ السلام نے اسے پناہ دی تھی اور وہ حضور کی ضمانت کی وجہ سے محفوظ رہا تھا۔میرے آقا علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا، وہ حاضر خدمت ہوا تو میرے آقا نے فرمایا:

''ہمیں کچھ عرصے کے لئے تمہارا اسلحہ چاہئے''

''کیا آپ مجھ سے میرا اسلحہ چھیننا چاہتے ہیں''

صفوان نے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے لئے چار مہینے کی مہلت مانگی تھی اب وہ سوچ میں پڑ گیا کہ شاید میرا اسلحہ مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے جواب دیا:

''بالکل نہیں! تمہارا اسلحہ ہم زبردستی نہیں چھیننا چاہتے تم اگر اسے کچھ عرصے کے لئے دے دو تو ہم اسے استعمال کر کے واپس دے دیں

Marfat.com

گے اور نقصان پورا کرنے کی ضمانت بھی دیتے ہیں''۔

آقا علیہ السلام کی وضاحت سن کر صفوان نے کہا: ''ٹھیک ہے میں اپنا اسلحہ آپ کو پیش کرتا ہوں''۔ صفوان بن امیہ نے چار سو زر ہیں اور دیگر سامان وآلات حرب بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی حامی بھری تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس اسلحہ کو میدان جنگ تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہو گی'' صفوان نے اپنے اونٹوں پر اسلحہ لاد کر میدان جنگ کی طرف روانہ کیا، حضور نبی اکرم ﷺ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا، آپ نے نوفل سے اس کے تین ہزار نیزے طلب فرمائے جو نوفل نے پیش کر دیئے آپ بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''مجھے نظر آرہا ہے کہ تمہارے یہ نیزے مشرکین کی کمریں توڑ کر رکھ دیں گے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس جنگی مہم کے اخراجات پورے کرنے اور اسلامی مجاہدین کو خوراک اور لباس کی فراہمی کے لئے قریش سرداروں سے قرضہ بھی لیا، صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار عبداللہ بن ربیعہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس چالیس ہزار درہم لئے گئے۔

ثقیف اور ہوازن قبائل کا کمانڈر انچیف مالک بن عوف اپنی کامیابی کے متعلق بہت پر امید تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسلامی فوج کو کسی زبردست فوج سے آج تک مقابلہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس کا گمان تھا کہ اس کے ہزاروں جاں باز اپنی شمشیریں بے نیام کر کے یک بارگی مسلمانوں پر حملہ کریں گے تو ان کی پیش قدمی رک جائے گی اور وہ واپس لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے روانگی سے قبل حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنانے کا اعلان فرمایا، انہیں مکہ کا گورنر مقرر فرماتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''عتاب! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں کن لوگوں پر نگران بنایا گیا ہے، تمہیں اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں پر نگران بنایا گیا ہے، اگر میری نظر میں تم سے زیادہ مناسب آدمی ہوتا تو اسے میں یہ ذمہ داری دیتا، اپنی ذمہ داری بہتر طریقے سے نبھانا، تم اللہ کے خاص بندوں کے نگران بنائے گئے ہو۔ یاد رکھنا یہ خاص لوگ ہیں اس لئے میں تمہیں ہدایت دیتا ہوں کہ ان سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا''۔

آقا علیہ السلام نے اکیس سالہ نوجوان عتاب کو مکہ مکرمہ جیسے اہم شہر کی گورنری کا منصب عطا کیا تھا، میرے آقا علیہ السلام ہمیشہ نوجوانوں کو خصوصی اہمیت دیتے تھے اور ان کو اہم ذمہ داریاں تفویض فرماتے تھے۔ نوجوان بھی آقا علیہ السلام کی توقعات پر پورا اترتے تھے اور ایک مثالی نوجوان منتظم کا کردار ادا کرتے تھے۔ عتاب بن اسید عین جوانی کے دور میں اس دن فوت ہوئے جس دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا لیکن مکہ مکرمہ کے اس نوجوان گورنر نے جس کی تنخواہ آقا علیہ السلام نے ایک درہم روزانہ مقرر کی تھی ایسی اجلی بے داغ اور مثالی گورنری کی کہ لوگ ان کی پاک دامنی، بہترین انداز حکمرانی اور سادگی کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ لوگ حیران ہوتے کہ ایک درہم روزانہ کی تنخواہ پر کیسے گزارا ہوتا ہے؟ عتاب بن اسید نے ایک دن خطبہ میں برملا کہا:

''جس آدمی کو ایک درہم روزانہ ملتا ہو اور پھر بھی وہ بھوکا رہنے کی شکایت کرتا ہو اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ بھوکا ہی رکھے، نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے ایک درہم روزانہ کی تنخواہ مقرر کی تھی، مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے یہی میرے لئے کافی ہے''۔

آقا علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں اسلامی عقائد کی تبلیغ اور ترویج کے لئے مقرر فرمایا تا کہ نئے اسلام میں داخل ہونے والے لوگ عقائد اسلام سے اچھی طرح آگاہ ہو سکیں۔

27 جنوری 630ء کو سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے اسلامی افواج حنین کی طرف روانہ ہوئیں۔ بارہ ہزار افراد پر مشتمل اس فوج میں وہ دس ہزار لوگ شامل تھے جو فتح مکہ کے لئے آئے تھے اور اب ان کے ساتھ وہ دو ہزار افراد بھی شامل ہو گئے تھے جو گزشتہ

Marfat.com

پندرہ دنوں میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان بارہ ہزار فوجیوں میں سب سے زیادہ تعداد ان انصاری صحابہ کرام کی تھی جنہوں نے مدینۃ الرسول میں میرے آقا علیہ السلام کے لئے ہر مرحلے اور ہر معرکے پر ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا۔ چار ہزار انصاری صحابہ تعداد میں سب سے نمایاں تھے۔ ایک ہزار وہ مہاجرین صحابہ کرام بھی تھے جنہوں نے آقا علیہ السلام کے حکم کے تحت اپنا گھر بار، کاروبار سب کچھ چھوڑ کر ہجرت اختیار کی تھی۔ باقی لوگ مختلف قبائل سے تھے، ان میں سے بعض اسلام میں نئے داخل ہوئے تھے اس وجہ سے ابھی تک جاہلانہ قبائلی رسوم کو اہم سمجھتے تھے۔

مکہ مکرمہ سے یہ فوج روانہ ہوئی تو راستے میں بیری کا ایک سرسبز درخت نظر آیا، کچھ نئے مسلمانوں نے اپنے پرانے دستور اور طریقوں کے مطابق اسے نیک شگون سمجھا، عہد جاہلیت میں ایسے سرسبز درختوں کے ارد گرد فوج رک جایا کرتی تھی درخت کی ٹہنیوں پر برکت کے حصول کے لئے ہتھیار لٹکائے جاتے تھے۔ اس درخت کی گھنی چھاؤں میں کچھ دیر آرام کیا جاتا تھا۔ کامیابی کی دعائیں مانگی جاتی تھیں اور پھر فوج آگے کی طرف پیش قدمی کرتی تھی۔ لہٰذا جیسے ہی یہ ہرا بھرا سرسبز درخت نظر آیا تو بعض نئے مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آقا علیہ السلام سے گزارش کی جائے کہ اس درخت کو ہمارے لئے ''ذات انواط'' یعنی بابرکت درخت قرار دے دیں تاکہ ہم اس درخت کے وسیلے سے دعائیں مانگیں۔

لہٰذا ان کے نمائندوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ! جس طرح مشرکوں کا بابرکت درخت ہوتا ہے آپ بھی ہمارے لئے اس درخت کو بابرکت بنانے کا اعلان فرمادیں''۔

رسول انقلاب ﷺ نے یہ غیر اسلامی مطالبہ سنا تو آپ حیران ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''اللہ اکبر! میں اس رب کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا، اے موسیٰ جس طرح بت پرستوں کے بت معبود ہیں اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک بت کو خدا کا درجہ دے دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تھا ''تم جاہل قوم ہو''

کیا تم لوگ بھی پہلی قوموں کے طریقوں پر چلنا چاہتے ہو؟''

6 شوال 27 جنوری 630 کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے والی اسلامی فوج پانچویں دن 10 شوال 31 جنوری 630ء کو وادیٔ حنین کے دامن میں جا اتری۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے لئے اس سفر میں دو خیمے نصب کئے جاتے تھے، آپ کے ہمراہ دو امہات المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصلیٰ ان خیموں کے درمیان بچھایا جاتا تھا۔ جیسے بارہ ہزار افراد پر مشتمل یہ اسلامی لشکر ''حنین'' پہنچا دشمن قبائل کو ان کی آمد کی خبر ہوگئی۔ ان کے سالار مالک بن عوف نے صورتحال کی خبر لینے کے لئے اپنے جاسوس روانہ کئے۔ یہ تین جاسوس جب واپس پہنچے تو وہ بے حد سہمے ہوئے اور خوفزدہ تھے۔ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے اور ان سے بات کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے سفید گھوڑوں پر سفید رنگت والے شہسواروں کو دیکھا ہے ان عجیب گھوڑوں اور ان کے سواروں کو دیکھ کر دہشت سے ہمارا یہ حال ہو گیا ہے۔ وہ انسان نہیں آسمانی مخلوق نظر آتے تھے۔ ہم ان کا کسی بھی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مالک بن عوف نے اپنے جاسوسوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا تاکہ وہ اور لوگوں کو یہ باتیں سنا کر خوفزدہ نہ کر دیں۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے بھی اپنے مخبر روانہ فرمائے تھے تاکہ دشمن کی صورتحال سے آگاہ کریں اسی شام کو کو آپ کو اطلاع دی گئی کہ پہاڑی کی دوسری طرف دشمنوں کا لشکر موجود ہے لگتا ہے کہ بنو ہوازن کے سب ہی افراد اپنے گھروں سے نکل آئے ہیں۔ ان کی عورتیں، بچے، جانور، مویشی سب کچھ ان کے ساتھ ہیں۔ ان تفصیلات کو سن کر آقائے دوجہاں ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا: ''ان کا سب مال انشاء اللہ کل مسلمانوں میں مال غنیمت کے طور پر تقسیم کیا جائے گا''۔

دوسرا دن طلوع ہونے سے پہلے دشمن کی فوج کے تیر انداز دستے پہاڑی گھاٹیوں راستوں ڈھلوانوں اور چٹانوں پر چھپ کر بیٹھ گئے

Marfat.com

تھے۔ انہوں نے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی کہ جیسے ہی مسلمان فوج پیش قدمی کرے گی یہ خفیہ تیرانداز یک بارگی ان پر حملہ کردیں گے اور تیروں کو بوچھاڑ سے اسلامی افواج کے بڑھتے ہوئے قدم رک جائیں گے۔

گیارہ شوال کی صبح سپہ سالار اعظم ﷺ نے سورج طلوع ہونے سے بہت پہلے اسلامی فوج کی صف بندی فرمائی۔ ان کو مختلف دستوں میں تقسیم فرمایا ان کو علیحدہ علیحدہ پرچم عطا فرمائے۔

علی الصبح اسلامی لشکر سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں وادیٔ حنین کی طرف بڑھا تو خفیہ جگہوں پر گھات لگائے ہوئے تیراندازوں نے تیر برسانا شروع کردیئے اور پھر دشمن فوج کے سپاہیوں نے یک بارگی حملہ کردیا۔ اس غیر متوقع تیروں کی بارش اور اچانک حملے سے اسلامی لشکر کے ہراول دستے کے قدم اکھڑ گئے۔ اس میں زیادہ تر تعداد نئے مسلمان ہونے والوں کی تھی۔ یہ یقینی فتح کی امید پر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی اور اب انہوں نے واپس پلٹ کر اپنے ہی لشکر کو روند کر بھاگنا شروع کردیا۔ کچھ دیر پہلے مسلمان فوجی اس قدر خوش تھے کہ وہ کہہ رہے تھے:

''آج ہم ضرور کامیاب ہوں گے کیونکہ ہماری تعداد آج کم نہیں ہے'' کچھ لوگوں نے کہا تھا ''آج جب مکہ مکرمہ کے نئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے تو لاشوں کے ڈھیر لگادیں گے''۔

آقا علیہ السلام نے اس طرح کے فقرے سنے تو غصے سے آپ کا چہرہ اقدس سرخ ہوگیا۔ مزاج شناسان مصطفیٰ اپنے آقا کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کب آقا علیہ السلام نے خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور کب آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تربیت فرمائی تھی اس میں تعداد کی کثرت اور قلت کی اہمیت نہیں تھی اس میں اصل اہمیت، مقصد اور پیغام انقلاب کی تھی، اس سے پہلے تمام معرکوں میں مسلمان تعداد کی قلت کے باوجود کامیابی حاصل کرتے رہے تھے۔ آج بعض لوگوں کی زبانی تعداد کی کثرت کا فخریہ انداز میں اظہار میرے آقا علیہ السلام کو پسند نہیں آیا تھا۔ تعداد میں کثرت کا ذکر رب تعالیٰ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہے۔ قرآن مجید میں صراحت سے اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسلامی افواج کا اولین دستہ جب تیروں سے جان بچا کر واپس پلٹا تو پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک عجیب افراتفری کا سماں تھا۔ سپاہی اپنی جان بچانے کے لئے ادھر ادھر چھپ رہے تھے کیونکہ تیرانداز دستے مسلسل بلندیوں سے تیر برسائے جارہے تھے۔ اس مشکل ترین صورتحال میں سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے سفید خچر ''دلدل'' پر تشریف فرما رہے اور بلند آواز سے اسلامی فوج کے حوصلے بڑھاتے رہے۔ آپ کے چہرہ اقدس پر وہی ابدی سکون اور اطمینان تھا جو ہر وقت موجود رہتا تھا۔ کسی قسم کی پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نہیں تھے۔ آپ نے اپنے خچر پر بیٹھ کر اپنے صحابہ کرام کو آواز دی۔

''اے اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کرنے والو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں۔ اے لوگو! تم کس طرف بھاگ رہے ہو۔ واپس میری طرف آؤ''۔

اس دن لگتا تھا کہ مسلمان فوج کے قدم اکھڑ چکے ہیں اور اب یہ جم کر دشمن کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ ابوسفیان کو مسلمان فوج کی شکست نظر آنے لگی تو اس نے بے ساختہ کہا ''فوجیوں کی یہ بھگدڑ ساحل سمندر سے پہلے رکنے والی نہیں ہے''۔

اس وقت سپہ سالار اعظم ﷺ کے یہ بارہ جاں باز اور جاں نثار آپ کے اردگرد تھے۔

ابوبکر الصدیق، عمر فاروق بن الخطاب، علی المرتضیٰ ابن ابی طالب، عقیل بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب، فضل بن عباس، اسامہ بن زید، ایمن بن عبید اللہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن زبیر، ربیعہ بن حارث اور ابوسفیان بن حارث، ابوسفیان بن حارث نبی اکرم ﷺ

Marfat.com

کے چچازاد بھائی تھے اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے سفر کے دوران فتح مکہ سے پہلے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے مکی دور میں آپ کے اس چچازاد نے آپ کو بہت تکالیف پہنچائی تھیں اور اذیتیں دی تھیں۔ لیکن آقا علیہ السلام نے انہیں معاف فرما کر انہیں دائرہ اسلام میں داخل فرما لیا تھا آپ کے چچا حضرت عباس نے بھی فتح مکہ سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا اور حضور علیہ السلام نے دوران سفر ان کا استقبال کیا تھا۔

معرکہ حنین کے پرخطر لمحات میں حضرت عباس نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سواری کی لگام تھامی ہوئی تھی اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن حارث نے آقا علیہ السلام کی رکاب کو تھام لیا۔ انہوں نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور حضور علیہ السلام کے قدموں سے لپٹ گئے اور آپ سے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کرنے لگے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث کو احساس تھا کہ انہوں نے عہد جاہلیت میں آقا علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخیاں کی تھیں اب وہ ان کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے نظر اٹھا کر اپنے قدموں سے لپٹے ہوئے حضرت ابوسفیان بن حارث کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھا تو حضرت عباس بولے: "یارسول اللہ ﷺ اپنے چچا حارث کے اس بیٹے کو معاف فرما دیں۔ یہ آپ کا چچازاد بھائی ہے آپ کی دعا کا طلب گار ہے"۔

رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کی جانے والی اس کی ساری عداوتوں اور نفرتوں کی مغفرت فرمائے"۔

پھر میرے آقا علیہ السلام نے پیار سے انہیں مخاطب فرمایا۔

"اے میرے بھائی"

آقا علیہ السلام کی زبان مبارک سے بھائی کے الفاظ سن کر ابوسفیان بن حارث کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور انہوں نے آپ ﷺ کے مبارک قدموں کو عقیدت و محبت کے ساتھ چوم لیا۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے چچازاد بھائی کی یہ محبت و عقیدت دیکھ کر خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا: "ابوسفیان بن حارث جنت میں جانے والے نوجوانوں میں سے ہے"

سپہ سالار اعظم ﷺ نے منتشر افواج کو ایک بار پھر اکٹھا کرنے کے لئے اور اپنے قریب بلانے کے لئے باآواز بلند یہ شعر پڑھا۔ یہ شعر سن کر صحابہ کرام آپ کے ارگرد پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

(میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

اس شعر کا مفہوم یہ ہے۔

میں خدا کا سچا پیغمبر ہوں میں جھوٹا نہیں۔
ابن عبدالمطلب ہوں بھاگ کر جاتا نہیں۔

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ اپنی اونچی آواز میں صحابہ کرام کو بلائیں اور واپس آنے کا پیغام نبوی سنائیں۔ حضرت عباس نے اپنی بلند اور بارعب آواز میں پکارنا شروع کیا "اے رسول اللہ ﷺ کے لئے بیعت رضوان کے دن جان کی قربانی دینے کا وعدہ کرنے والو! کہاں ہو تم؟ اے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار انصاریو کہاں ہو تم؟ آؤ ادھر آؤ۔

"رسول اللہ تمہیں بلا رہے ہیں، واپس میدان جنگ میں لوٹ آؤ"۔

حضرت عباس نے اپنی گرجدار آواز میں کچھ ایسے جذباتی انداز سے جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کو پکارا کہ جو جہاں بھی تھا وہیں سے پلٹا

Marfat.com

اور آقا علیہ السلام کی طرف لوٹ آیا۔ حضرت عباس نے فرمان رسالتمآب کے تحت جس انداز سے پکارا تھا صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسے انداز سے اس کا جواب دیا۔ جس کسی نے بھی حضرت عباس کی آواز سنی وہ پکار اٹھا "لبیک یا رسول اللہ! ہم آرہے ہیں۔ ہم آرہے ہیں، ہم آپ کے جاں نثار آپ کے ساتھ ہیں"۔ غلامان مصطفیٰ ﷺ اپنے اونٹوں کا رخ واپس میدان جنگ کی طرف موڑ رہے تھے گھڑسوار گھوڑوں کی لگامیں تھام کر انہیں واپس لا رہے تھے۔ پیدل دستے دیوانہ وار واپس آرہے تھے جس کسی کا اونٹ یا گھوڑا تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے واپس میدان جنگ میں آنے سے گریز کرتا، وہ اونٹ یا گھوڑے کو روک کر اپنی تلوار اور ڈھال کو ہاتھوں میں تھام کر اپنی سواری سے کود جاتا اور دوڑ کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آجاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان فوج ایک دفعہ پھر مجتمع اور متحد ہوگئی، بھاگنے والوں کے قدم جم گئے، حوصلے بلند ہوگئے، جذبہ جہاد بیدار ہوگیا، شوق شہادت فزوں تر ہوگیا، مجاہدین اسلام نے پلٹ کر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن تیراندازوں کی صفوں کو چیر کر ان کی فوج کے قلب میں جا پہنچے۔ مجاہدین کی تلواریں دشمنوں کے سروں کی فصل کاٹ رہی تھیں، سپہ سالار اعظم ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"اب جنگ کا چولہا گرم ہوگیا ہے"۔

میرے آقا علیہ السلام نے زمین سے مٹی اٹھائی اور اسے اپنے مقدس ہاتھ میں لے کر اسے دشمن فوج کی طرف اچھال کر فرمایا:

"دشمنوں کے چہرے برباد ہوجائیں"

یہ مٹھی بھر مٹی میرے آقا علیہ السلام کے پیغمبرانہ اعجاز سے دشمن کے ہر فوجی کی آنکھ میں پڑ گئی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد بنو ہوازن اور ثقیف کا کوئی فوجی میدان میں جم کر کھڑا نہ رہ سکا اور اپنی آنکھوں کو ملتا ہوا میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں میں جنگ کا فیصلہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر پہلے مسلمانوں پر تیروں کی یلغار کرنے والے اب میدان سے بھاگ رہے تھے، جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ نے انہیں بھاگنے نہیں دیا اور ان کو گرفتار کر کے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں پیش کر دیا۔

مسلمانوں پر یلغار کرنے والوں میں اب بھگدڑ مچ گئی تھی، جو فوجی میدان سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے اسلامی افواج نے تیروں کی بوچھاڑ اور تلواروں کے وار سے ان کو ڈھیر کر دیا، اس دن حملہ آور ثقیف قبیلہ کے تقریباً ستر فوجی قتل ہوئے تھے لیکن جب وہ ڈر کر اور خوف سے میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو مسلمان افواج نے ان کا تعاقب کیا اور دشمن فوج کے مزید تین سو افراد کو قتل کر دیا گیا۔ جنگ کے ان لمحات میں جاں نثاران مصطفیٰ کا جذبہ اور شوق شہادت دیدنی تھا۔ آسمان سے فرشتوں کی نصرت بھی پہنچ چکی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے میدان جنگ میں ان فیصلہ کن لمحات میں ایک پراثر دعا بارگاہ الٰہی میں مانگی جس کے جواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، آج آپ نے وہی دعا مانگی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت مانگی تھی جب فرعون کے لشکر سے اپنی امت کو بچا کر وہ آگے بڑھ رہے تھے اور سمندر کی موجوں کو سامنے دیکھا تھا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے ہمراہ پانچ ہزار فرشتے بھی جاں نثاران مصطفیٰ کی مدد اور تائید کے لئے لائے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دشمن کے فوجیوں کو ہر درخت اور چٹان سے شہسواروں کے جتھے حملہ آور ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے اس لئے وہ جان بچا کر بھاگ رہے تھے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری کی اہلیہ محترمہ ام سلیم بھی اپنے شوہر کے ہمراہ میدان جنگ میں موجود تھیں۔ اس پرعزم خاتون نے اپنی کمر چادر سے کس لی تھی اور ایک خنجر ساتھ رکھ لیا تھا۔ ان کے شوہر نے پوچھا: "یہ خنجر کس لئے ہے؟"

"اس لئے کہ اگر کوئی مجھ پر حملہ کرے تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں" حضرت ابوطلحہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سنا میری اہلیہ کیا کہہ رہی ہے"۔

Marfat.com

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت ام سلیم نے جرأت مندانہ انداز میں وہی بات دہرادی۔

حضور ﷺ اس بہادر خاتون کا یہ عزم سن کر مسکرادیئے ام سلیم نے سپہ سالار اعظم ﷺ کو میدان جنگ سے بھاگ جانے والوں کو سزا دینے کا مشورہ دیا تو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''اللہ رب العالمین نے ان کی خطا کو معاف کردیا ہے، اس لئے انہیں سزا نہیں دی جائے گی''

پہلے پہل اگرچہ لگتا تھا کہ مشرکوں کی فوج کامیاب رہے گی لیکن ان کے تین سو ستر افراد قتل ہوئے جبکہ مسلمان افواج میں ہونے والی بھگدڑ اور افراتفری کے باوجود مسلمانوں کا جانی نقصان صرف چار افراد تھے۔ یہ ان جاں نثاران مصطفیٰ میں سے تھے جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں میدان میں ڈٹے رہے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

غزوہ حنین اس لحاظ سے اہم اور تاریخی غزوہ ہے کہ اس میں دشمن فوج کے چھ ہزار افراد قید ہوئے چونکہ وہ اپنا مال اسباب اور مویشی میدان جنگ میں ساتھ لائے تھے اس لئے ان پر بھی قبضہ کرلیا گیا۔ وادیٔ حنین میں ہر طرف اونٹ اور بکریاں ہزاروں کی تعداد میں تھیں۔ ان چوبیس ہزار اونٹوں اور چالیس ہزار بکریوں کو مسلمان فوج نے قبضہ میں لے لیا اور دشمن کے قیدیوں کو آقا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم کی مالیت کی چاندی بھی قبضے میں لے لی گئی۔ وادیٔ جعرانہ میں آپ نے ان تمام مویشیوں اور مال و دولت کو حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی تحویل میں دے دیا تاکہ جب تک سپہ سالار اعظم ﷺ اس کی تقسیم کا فیصلہ نہ فرمائیں وہ اس کی نگرانی کرتے رہیں۔

غزوہ طائف سے سپہ سالار اعظم ﷺ کی واپسی تک حضرت مسعود بن عمرو ان مویشیوں اور مال کی حفاظت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کرتے رہے۔

دشمن فوج کے افراد اور ان کے اہل خانہ کو جب مسلمان گرفتار کر رہے تھے تو ایک خاتون نے گرفتار کرنے والے سے کہا ''مجھے عزت سے اپنے آقا کی بارگاہ میں لے چلو تم جانتے نہیں ہو کہ میں کون ہوں؟''

''تم کون ہو؟''

''میں تمہارے آقا علیہ السلام کی دودھ شریک بہن ہوں'' گرفتار کرنے والے نے سمجھا کہ یہ خاتون شاید اپنی جان بچانے کے لئے کہہ رہی ہے اور اس کی بات پر توجہ نہ دی لیکن اس خاتون نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ لہٰذا اسے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ لے گئے۔ جیسے ہی یہ خاتون آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پہنچیں اور بچپن میں ایک ساتھ کھیلنے والے محمد ﷺ کو ہزاروں جاں نثاروں کے جھرمٹ میں دیکھا تو خاتون کے چہرے سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے۔ اسے وہ گیت یاد آنے لگے جو اس نے ننھے محمد ﷺ کی شان میں گائے تھے اور ان گیتوں میں پیار بھرے انداز میں اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا جب میرا رضاعی بھائی محمد ﷺ عرب کے تمام قبیلوں کا سردار بنے گا، سب لوگ اس کی عظمت کے گن گائیں گے اور عقیدت سے اس کے سامنے سر جھکائیں گے۔ آج وہ تمام دعائیں اور نیک خواہشیں حقیقت بن کر اس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں۔

''یا محمد! آپ نے مجھے پہچانا؟''

''میرے آقا نے اپنے ہمیشہ کی طرح کے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں پیار سے پوچھا

''تم کون ہو؟''

''میں آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی اور آپ کی رضاعی بہن شیما ہوں''

Marfat.com

''تم شیما ہو؟'' میرے آقا نے اپنی رضاعی بہن وتقدس آمیز محبت بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا:

''اگر تم شیما ہو تو میرے بچپن کی کوئی بات بتاؤ کوئی نشانی بتاؤ''

''میرے بازو پر کاٹنے سے ایک نشان پڑ گیا تھا، یہ نشان اب تک موجود ہے''

میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو آپ کی رضاعی بہن نے جیسے ہی اپنا تعارف کرایا آپ فوراً اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اپنی چادر مبارکہ اس کے لئے زمین پر بچھادی اور ارشاد فرمایا:

''اس پر بیٹھو!''

اس کے بعد کافی دیر تک آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنی رضاعی بہن سے وادیٔ طائف میں گزرے ہوئے بچپن کے پیارے اور دلچسپ واقعات اور لمحات کو یاد فرماتے رہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد اپنی رضاعی بہن سے دریافت فرمایا: ''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو بتاؤ، محبت اور عزت کے ساتھ تمہاری رہائش کا انتظام کیا جائے گا۔ اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو جاسکتی ہو۔ ہم تمہیں خالی ہاتھ واپس نہیں بھیجیں گے''۔

''یا محمد ﷺ! آپ مجھے میرے خاندان میں واپس بھجوا دیجئے!۔ میں وہیں پر خوش ہوں''

اپنی رضاعی بہن کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میرے رؤف ورحیم آقا ﷺ نے اسے عزت واحترام کے ساتھ اس شان سے روانہ فرمایا کہ قیدی بن کر آنے والی ''شیما'' دربار رسالتمآب سے واپس جاتے ہوئے بہت سے مویشی اور دیگر تحائف لے کر روانہ ہوئیں۔ یہ خصوصی لطف وکرم میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شان کریمی کا ایک حسین مظہر تھا جسے ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

وادیٔ حنین میں لڑی جانے والی اس جنگ کے نتیجے میں دشمن افواج کو جو واضح شکست ہوئی تھی اس سے مکہ مکرمہ کے اردگرد رہنے والے دیگر عرب قبائل کو بھی واضح پیغام مل گیا تھا کہ اب سرکار دوعالم ﷺ کے جاں نثاروں سے مقابلہ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

دشمن افواج کا سپہ سالار مالک بن عوف اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ میدان سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور طائف چلا گیا تھا، جہاں اس نے قلعے میں چھپ کر جان بچائی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے طائف کے قبائل پر اسلامی لشکر کی قوت ظاہر کرنے کے لئے ''طائف'' کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ فرمایا۔ مخالفین کا لشکر تین مختلف علاقوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ لشکر کے سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سمیت طائف کی طرف بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔ لشکر کے ایک حصے نے ''اوطاس'' کے علاقے میں پناہ لی اور کچھ لوگ ''نخلہ'' کی طرف چلے گئے۔ اوطاس کی طرف بھاگ جانے والے وہاں جا کر خیمہ زن ہو گئے تھے اس لئے خدشہ تھا کہ بھرپور تیاری کے بعد وہ دوبارہ حملہ نہ کر دیں اس لئے سپہ سالار اعظم ﷺ نے ابو عامر الاشعری کی سربراہی میں دستہ روانہ فرمایا، دستہ کے کمانڈر ابو عامر الاشعری نے بہادری سے اپنے دستے کی کمان کی لیکن بہادری کے جوہر دکھاتے دکھاتے وہ شدید زخمی ہو گئے اور شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے چچازاد بھائی ابو موسیٰ نے دستے کی قیادت سنبھال لی اور دشمن کے لشکر کو شکست دے کر انہیں قیدی بنا کر بارگاہ رسالتمآب میں پیش کیا، اس وقت سپہ سالار اعظم ﷺ طائف کی طرف پیش قدمی شروع فرما چکے تھے، آپ نے ان جنگی قیدیوں کی حفاظت کرنے اور سکون سے حراست میں رکھنے کے احکامات صادر فرمائے۔ آپ نے خاص طور پر ان کو مناسب لباس اور خوراک مہیا کرنے کا حکم دیا۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں ایک ہزار فوج پر مشتمل ابتدائی دستہ طائف کی طرف روانہ

Marfat.com

فرما دیا تھا تا کہ وہ طائف کے قلعے کا محاصرہ کریں۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اس کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے سوئے طائف روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ نے ایک جگہ دشمن قبائل سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کی لاش دیکھی، آپ بہت افسردہ ہوئے اور ایک تیز رفتار قاصد کو ہراول دستے کے قائد خالد بن ولید کے پاس خصوصی پیغام کے ساتھ روانہ فرمایا۔

''خالد کو میرا پیغام پہنچا دو کہ حالات جس قدر بھی سنگین ہوں تم عورتوں اور بچوں کو ہرگز قتل نہ کرنا، انہیں قتل کرنے کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں ہے''۔

طائف پہنچنے سے قبل آپ کو دشمن افواج کے سربراہ مالک بن عوف کی قلعہ نما حویلی نظر آئی آپ نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ جیسے جیسے اسلامی لشکر کی طائف کی سمت آمد کی اطلاعات مل رہی تھیں اہل طائف میں خوف و ہراس بڑھ رہا تھا۔ طائف اس زمانے کے روایتی شہروں کی طرح مضبوط برجوں اور فصیلوں کے اندر ایک محفوظ شہر تھا، جس کے دروازوں کو انہوں نے حفاظتی نکتہ سے اندر سے بند کر لیا تھا تا کہ اسلامی لشکر شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں ایک ہزار جاں نثاروں کا اولین دستہ جب طائف پہنچا تو اس شہر میں داخل ہونے کے سارے راستے بند ہو چکے تھے۔ حضرت خالد نے شہر کی فصیل کے باہر اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔

حضرت خالد نے طائف کے قلعے میں بند ہو کر مسلمانوں کو روکنے والے جنگجو سپاہیوں کو پیغام بھیجا۔

''تم کب تک شہر کے اندر چھپ کر بیٹھے رہو گے ایک نہ ایک دن تمہیں اسلام کی طاقت کو تسلیم کرنا ہو گا۔ بہتر ہے ہم آپس میں مذاکرات کرتے ہیں اور صلح کی شرائط طے کرتے ہیں، ورنہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ'' لیکن طائف کے جنگجوؤں نے مذاکرات سے انکار کر دیا اور اپنی ضد پر اڑے رہے، انہیں گھمنڈ تھا کہ وہ ایسی قوم ہیں کہ جن کو مقابلہ میں شکست نہیں دی جا سکتی۔

حضرت خالد بن ولید نے بنو ثقیف قبیلہ کے قلعہ بند ہو جانے کے بعد ان کے محاصرہ کا فیصلہ فرمایا۔ جب سپہ سالار اعظم ﷺ کی سربراہی میں اسلامی لشکر اس فصیل شہر کے قریب پہنچا تو بنو ثقیف کے تیر اندازوں نے یک بارگی تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے محفوظ جگہ پر خیمے نصب کرنے کی ہدایات دیں تا کہ اسلامی لشکر تیر اندازوں کے نشانے کی زد سے محفوظ رہیں، بنو ثقیف قبیلے کے لوگوں نے ایک سال کے لئے اشیائے خوراک کا ذخیرہ شہر کے اندر جمع کر رکھا تھا اس لئے ان کو محاصرہ کی کوئی فکر نہیں تھی، وہ جب اسلامی لشکر کو فصیل شہر کی طرف آتا ہوا دیکھتے تیروں کی بارش کر دیتے ایک دفعہ سپہ سالار اعظم ﷺ ''منجنیق'' سے پتھر پھینک کر شہر کی دیوار میں شگاف کرنے کا حکم دیا۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا، پتھر برسانے والی اس توپ (منجنیق) کو فصیل شہر تک لے جانے کے لئے چمڑے سے ڈھکا ہوا اک چھکڑا (دبابہ) بھی بنایا گیا تا کہ منجنیق کو آگے لے جایا جا سکے، دبابہ میں چھپ کر صحابہ کرام نے منجنیق کو دھکیل کر فصیل شہر تک پہنچا دیا تھا تا کہ اس میں شگاف ڈالا جا سکے لیکن اوپر قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تیر اندازوں نے کچھ اس شدت سے تیر برسائے اور اوپر سے آگ کے گولے پھینکے کہ مجاہدین کو واپس لوٹنا پڑا، کچھ شہید ہو گئے۔ دیوار میں شگاف ہو گیا تھا لیکن اسلامی لشکر شہر میں داخل نہ ہو سکا۔

جنگی حکمت عملی کے تحت میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن طائف کے انگوروں کے باغات کو تہس نہس کرنے کا حکم دیا۔ قلعہ کی فصیل سے طائف والوں نے جب اپنے انگوروں کے باغات کو تباہ و برباد ہوتا دیکھا تو اونچی اونچی آواز میں رسول اللہ ﷺ سے رحم کی فریاد کرنے لگے اور آپ کو رضاعی رشتے کے حوالے سے یاد دلانے لگے کہ آپ نے اپنا بچپن یہاں گزارا ہے اور آپ کی والدہ کی بھی رشتہ داری اس علاقے سے ہے اس لئے مہربانی فرما کر ہم پر رحم فرمائیں اور ہمارے باغات کو اجاڑنے اور درختوں کو کاٹنے کا حکم نہ دیں۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنو ثقیف کے لوگوں کی فریاد سن کر ارشاد فرمایا، ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور خاندانی قرابت کے احترام میں یہ باغ تمہارے لئے چھوڑ رہا ہوں''

Marfat.com

حضور رحمت دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے جان چکے تھے کہ بنوثقیف بالآخر مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ نے طائف کا محاصرہ اٹھانے کا فیصلہ فرمایا۔

بنوثقیف قلعہ کے اندر رہ کر بھی گھبرائے ہوئے تھے۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ اردگرد کے سب قبائل اسلام قبول کر چکے ہیں۔ باغی اور سرکش لوگ قیدی بنائے جا چکے ہیں۔ ہزاروں اونٹ بھیڑیں، بکریاں مسلمان فوج کے قبضے میں آ چکی ہیں۔ انہیں ایک صدمہ اس وقت پہنچا جب سپہ سالار اعظم ﷺ کی طرف سے معافی اور آزادی کا اعلان سن کر شہر میں محصور تیئس غلام فصیل شہر سے چھلانگیں مار کر نیچے آ گئے اور اسلامی لشکر نے انہیں خوش آمدید کہا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی غلامی کے خاتمے کا باضابطہ اعلان فرما دیا اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ان کی ضروریات کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ دنیا سے غلامی کا خاتمہ کرنے والے میرے رحیم و کریم آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے اس طرز عمل سے طائف میں موجود دیگر غلاموں میں بھی آزادی کی امید کی کرن جاگ اٹھی اور انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں زیادہ عرصہ تک غلام بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔

طائف کے محاصرہ کو دو ہفتے ہو چکے تھے۔ دس شوال 8 ہجری کو سپہ سالار اعظم ﷺ کو وادی حنین میں تشریف لائے تھے اور غزوہ حنین کے بعد آپ نے طائف کی طرف پیش قدمی فرمائی تھی۔ شوال کا مہینہ ختم ہونے والا تھا، ماہ ذیقعد کا چاند نظر آتے ہی ہر طرح کی جنگ وقتال کے سلسلے کو احترام حج کی وجہ سے بند ہونا ضروری تھا۔ اس لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے محاصرہ چھوڑ کر واپس تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس وقت تک بنوثقیف قبیلہ کے بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اسلام دشمن قبائل کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اس لئے طائف کا محاصرہ زیادہ دیر تک جاری رکھنا حکمت کے خلاف تھا۔ لہٰذا دو ہفتوں بعد آپ نے مجاہدین اسلام کی روانگی کا فیصلہ فرمالیا۔

حضرت عمر فاروق ﷺ کو جب سپہ سالار اعظم ﷺ کے اس فیصلے کی خبر ملی تو وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو طائف فتح کرنے کا ابھی حکم نہیں ملا ہے مجھے خویلہ نے بتایا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ابھی اس کی اجازت نہیں ملی۔ یارسول اللہ آپ نے ایسا ارشاد فرمایا ہے؟''

''جی! میں نے ایسا ہی کہا ہے، مجھے طائف فتح کرنے کا حکم نہیں ملا ہے''

''یارسول اللہ! کیا میں اسلامی لشکر کو اس کی اطلاع کر دوں اور انہیں واپس جانے کی تیاری کرنے کے لئے کہوں؟''

''جی! آپ سب کو بتا دیجئے''۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب خیمہ مصطفیٰ سے نکل کر اسلامی لشکر کو واپسی کے اعلان سے آگاہ کیا تو لشکر میں کچھ نوجوانوں نے مکمل فتح حاصل کئے بغیر واپس جانے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کو بعض مجاہدین کے ڈٹے رہنے کے عزم کے متعلق پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم لوگ طائف کو فتح کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہتے تو کل صبح سے دشمن کے ساتھ جنگ کا آغاز کر دو''۔

دوسرے دن جب جنگ چھڑی تو مسلمان فوجیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ صحابہ کرام کافی تعداد میں زخمی ہوئے کچھ شہید بھی ہو گئے، اب ان کو احساس ہوا کہ انہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی حکم عدولی کی تھی جس کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ اب سنجیدہ اور مزاج شناس رسالتمآب ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور معافی طلب کرنے کے ساتھ ساتھ واپس جانے کی درخواست بھی پیش کی۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''ہم انشاء اللہ کل واپس روانہ ہوں گے''

Marfat.com

یہ اعلان سنتے ہی لشکر میں خوشی کے آثار ظاہر ہو گئے، اب سب لوگ جلدی جلدی واپسی کے سفر کے لئے اپنا سامان باندھ رہے تھے، حضور نبی اکرم ﷺ ان کی تیاریوں کو دیکھ کر مسکرا اٹھے۔

اس دن ابوسفیان بن حرب کی آنکھ میں ایسا تیر لگا تھا کہ ان کی آنکھ ضائع ہو گئی تھی اور آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گیا تھا، وہ اسے ہاتھ میں لے کر سپہ سالار اعظم ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے تھے، ایمان لانے کے بعد حضرت ابوسفیان کا یہ ایقان تھا کہ حضور علیہ السلام میری آنکھ کو درست فرما سکتے ہیں۔ میرے آقا ﷺ نے انہیں اس حال میں دیکھ کر فرمایا:

''ابوسفیان! کیا چاہتے ہو؟ اس آنکھ کے بدلے جنت کے نظارے دیکھنا چاہتے ہو یا اسی آنکھ کو ٹھیک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں؟''

''یارسول اللہ! مجھے وہ آنکھ چاہئے جو جنت میں کام آئے، مجھے جنت کی آنکھ عطا فرما دیں''۔

یہ کہہ کر انہوں نے آنکھ کا ڈھیلا زمین پر پھینک دیا، صحبت مصطفوی نے حضرت ابوسفیان کو ابدی سعادتوں سے فیض یاب کر دیا تھا۔

اگلے دن اسلامی لشکر واپس روانہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی ''یارسول اللہ آپ بنوثقیف کے لئے عذاب نازل ہونے کی دعا فرمائیں''

آپ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا: ''یا اللہ! ثقیف قبیلہ کو راستہ دکھا اور ان کو میرے پاس بھیج دے''۔

جب یہ لشکر خوشی خوشی واپس جانے کے لئے تیار تھا تو میرے آقا نے ارشاد فرمایا: یہ پڑھتے ہوئے جاؤ۔

''اے ہمارے رب! ہم تیری طرف رجوع کرنے والے، تجھ سے توبہ مانگنے والے تیری عبادت کرنے والے اور تیری حمد بیان کرنے والے ہیں''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی نگرانی میں مال غنیمت دیا تھا ''جعرانہ'' کے مقام پر وہ اس مال غنیمت کے ساتھ موجود تھے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں واپس تشریف لائے ہر طرف اونٹوں اور بھیڑوں، بکریوں کے ریوڑ وادی میں نظر آتے تھے۔ جو اسلامی لشکر کے قبضے میں آ چکے تھے۔ اسلامی لشکر کا جوش و خروش بھی عروج پر تھا، وہ سب خوش تھے کہ ایک واضح کامیابی ملی تھی، بنوثقیف اور ہوازن کے افراد بھی یہاں پہنچ رہے تھے اور اسلام قبول کر رہے تھے۔ طائف کے قلعے کا محاصرہ چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ خود اپنی مرضی سے چل کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو رہے تھے۔

قبیلہ بنوہوازن کا وفد جب ''جعرانہ'' میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا:

''مالک بن عوف کہاں ہے؟''

''یارسول اللہ! وہ ابھی تک طائف کے قلعے میں چھپا ہوا ہے اور بنوثقیف کی پناہ میں ہے''۔

''آپ اسے میری طرف سے ایک پیغام پہنچا دیں، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کے خاندان کے افراد اور اس کے مویشی اس کو واپس دے دیئے جائیں گے اس کے علاوہ اسے ایک سو اونٹ بھی دیئے جائیں گے''۔

مالک بن عوف تک یہ پیغام پہنچا تو وہ اپنے حلیف قبیلہ ثقیف کے لوگوں سے پوچھے بغیر وہاں سے نکل آیا اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا، ثقیف اور ہوازن قبائل کو اکٹھا کر کے ایک بہت بڑے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اسلام کی قوت کو کچل دینے کا عزم لے کر فوج کشی کرنے والا قبائلی سردار ندامت سے سر جھکائے سپہ سالار اعظم ﷺ کے سامنے کھڑا تھا، میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

اسے عزت و احترام سے بٹھایا، اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ آپ نے حسب وعدہ اس کے اہل خانہ کو رہا کر دیا اور اس کے قبضہ شدہ سارے مویشی واپس کر دیئے اور مزید ایک سو اونٹ بھی عطا فرمائے۔ کل تک مخالفت و انتقام پر کمربستہ یہ قبائلی سردار حیرانی سے میرے آقا ﷺ کی کرم نوازی دیکھتا رہا اور پھر اس کی شاعرانہ حس جاگ اٹھی۔ عرب کے دوسرے قبائلی سرداروں کی طرح وہ بھی شعر کا عمدہ ذوق رکھتا تھا اور شعر موزوں بھی کرتا تھا۔

اس نے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے فی البدیہہ نعتیہ اشعار کہے جس کا مطلع یہ تھا:

ما ان رایت ولا سمعت بمثلہ

فی الناس کلھم بمثل محمد

اس کے نعتیہ اشعار کا مفہوم یہ تھا:

آپ کا کوئی بھی ہمسر نہ ہی دیکھا نہ سنا
پورے عالم میں ہیں آپ اپنی مثال اور یکتا
مانگنے والے کو دیتے ہیں گماں سے بڑھ کر
جھولی سائل کی یوں بھرتے ہیں بصد شانِ سخا
وہ علوم آپ کو خالق نے کیے ہیں تفویض
عہد فردا کے بھی احوال وہ دیتے ہیں بتا
جب کوئی لشکر شمشیر بکف آپ کا رخ کرتا ہے
تب وہ اک شیر کی مانند نظر آتے ہیں آقا

چند ہفتے پہلے تیس ہزار لشکر کی قیادت کرنے والا مالک بن عوف بارگاہ رسالتمآب میں مدحیہ اشعار پڑھ رہا تھا، اور آقا کریم علیہ الصلوۃ و السلام اس کے محبت بھرے کلام کو بغور سن رہے تھے۔ آپ نے اس قبائلی سردار کی عزت نفس کا خیال رکھا اور اسے ان دنوں اسلام قبول کرنے والے نئے قبائل کا امیر مقرر فرما دیا۔

''جعرانہ'' کے وسیع و عریض میدان میں سپہ سالار اعظم ﷺ ہزاروں جاں نثاروں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، بھیڑیں بکریاں اور اونٹ ایک طرف قطار اندر قطار موجود تھے۔ ان کی حفاظت پر متعین دستہ ان کی دیکھ بھال کر رہا تھا، اب اس مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا وقت آ گیا تھا، اتنے مویشی مال غنیمت کے طور پر کبھی ہاتھ نہیں آئے تھے، جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ صبر و رضا کا پیکر بنے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے، نئے نئے مسلمان ہونے والے قریشی سردار امید بھری نگاہوں سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ چونکہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ ہمیشہ مسلمان کے خلاف صف آرا رہے ہیں اور انہیں تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ نا معلوم آج ہمیں کیا ملتا ہے؟ کچھ ملتا بھی ہے کہ نہیں۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی نگاہیں بار بار اس طرف اٹھتی تھیں جہاں ہوازن قبیلے کے لوگ موجود تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اب بھی وہ اپنے کیے پر پشیمان ہو کر توبہ کر لیں تو ان کا مال اور مویشی ان کو واپس کر دیئے جائیں لیکن ابھی تک وہ تائب ہونے پر آمادہ نہیں تھے اس لئے آپ نے مفتوحہ اموال کی تقسیم کا آغاز فرما دیا۔

آپ ﷺ نے ابو سفیان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

Marfat.com

''ابوسفیان کو ایک سو اونٹ دیئے جائیں اور چالیس اوقیہ چاندی بھی''۔
''یارسول اللہ! میرا بیٹا یزید بھی لشکر میں شامل تھا''
میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:
''اسے بھی چالیس اوقیہ چاندی دی جائے اور سو اونٹ بھی''
''اور میرا بیٹا معاویہ؟''
میرے آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا: ''اسے بھی اتنا ہی دیا جائے''

اس طرح ابوسفیان اور اس کے بیٹوں کو تین سو اونٹ اور تقریباً اٹھارہ کلو چاندی کی صورت میں مال غنیمت عطا کیا گیا۔ ابوسفیان اس عنایت کریمانہ پر بہت خوش ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تعریفی کلمات کہے۔

اس کے بعد آپ نے حکیم بن حزام کو بلایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:
''آپ کو سو اونٹ دیئے جاتے ہیں''
''مزید عطا کیجئے یارسول اللہ!''
''انہیں دو سو اونٹ دیئے جائیں''
آقا علیہ السلام نے فوراً ہی حکیم بن حزام کی درخواست قبول فرمالی۔
''مجھے اور بھی عنایت فرمائیے''
''ٹھیک ہے آپ کو تین سو اونٹ دیئے جاتے ہیں''

حکیم بن حزام کے چہرے پر رونق آگئی، انہوں نے جتنا مانگا تھا وہ فوراً مل گیا تھا اس کے بعد سپہ سالار اعظم ﷺ نے ان کو قریب بلایا اور ارشاد فرمایا: ''حکیم بن حزام! دنیا کا مال بہت سرسبز اور میٹھا نظر آتا ہے، لیکن اس مال کو جب دل کا سخی حاصل کرتا ہے تو یہ مال اس کے لئے بابرکت ہو جاتا ہے اور جو حریص اور لالچی ہوتا ہے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا رہتا ہے لیکن اس کا پیٹ کبھی بھی نہیں بھرتا۔ حکیم! اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا جو ہاتھ دینے کے لئے اوپر رہتا ہے لینے والے نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے''۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیار و محبت اور شفقت و الفت سے کچھ اس طرح حضرت حکیم بن حزام کو سخاوت قناعت اور برکت کا یہ سبق دیا کہ انہیں زندگی بھر یاد رہا، انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! مجھے ایک سو اونٹ ہی کافی ہیں میں دو سو اونٹ واپس کرتا ہوں، مجھے اس رب کی قسم جس نے آپ کو پیغام حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آج کے بعد آپ سے کوئی اور مال غنیمت طلب نہیں کروں گا بلکہ زندگی بھر اب کسی سے بھی کچھ نہیں مانگوں گا میں آپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا''۔

اس دن حضرت حکیم بن حزام نے بارگاہ رسالت میں جو عدہ کیا تھا اسے زندگی بھر نبھایا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اپنے عہد خلافت میں جب حکیم بن حزام کو مال غنیمت اور عطیات حاصل کرنے کے لئے بلاتے تو آپ قبول کرنے سے انکار کرتے اور فرماتے ''مجھے کچھ نہیں چاہیئے میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے جو وعدہ کیا تھا اس کو نبھاتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا''۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفوان بن امیہ کو ایک سو اونٹ عطا فرمائے تو انہوں نے بھی زیادہ کا مطالبہ کیا انہیں دو سو اور پھر تین سو اونٹ دینے کا حکم جاری ہوا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے متعدد دیگر سرداروں کو بھی ایک ایک سو اونٹ دینے کے احکامات جاری فرمائے۔

Marfat.com

صفوان بن امیہ کو اسلام قبول کرنے کے لئے چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی اس دن آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شان کریمی دیکھ کر وہ بے ساختہ کہہ اٹھے:

''آپ نے مجھے اتنا عطا فرمایا ہے کہ میرے دل میں آپ کا بغض وعداوت آپ کی چاہت اور محبت میں بدل گیا ہے۔آپ میرے لئے دنیا کی محبوب ترین شخصیت ہیں''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرماتے ہوئے اس مجاہد کو بلایا طائف سے واپسی پر جس کی اونٹنی تیزی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی سے جا ٹکرائی تھی، اس ٹکر کی وجہ سے مجاہد کی جوتی کا ایک کنارہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک پنڈلی کو جا لگا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی تھی اور آپ نے اپنی چھڑی ہلکے سے اس کے پاؤں پر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''پیچھے پیچھے چلو، تمہاری تیز رفتاری کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی ہے'' وہ جاں نثار اسی وقت سے شرمندہ تھا اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے آنے سے کترا رہا تھا، اسے معلوم تھا کہ نادانستہ ہی سہی اس سے ایک غلطی ہوگئی ہے اور سوچ رہا تھا کہ اس غلطی کی تلافی کیسے کرے؟ اس گستاخی کی معافی کیسے طلب کرے؟؟

اب اسے آواز دی گئی اور اسے معلوم ہوا کہ آقا کریم علیہ السلام اسے یاد فرما رہے ہیں تو مجاہد نظریں جھکائے حاضر خدمت ہوا۔آپ نے اپنے جاں نثار کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

''کل جب تمہارا پاؤں میری پنڈلی کو لگا تھا تو مجھے تکلیف ہوئی تھی اور میں نے چھڑی سے تمہارے پاؤں کو کچوکا دیا تھا۔اب تمہیں میں اس تکلیف کا معاوضہ دینا چاہتا ہوں کیونکہ چھڑی لگنے سے تمہیں اذیت پہنچی ہوگی، اس لئے اس کے معاوضہ کے طور پر تمہیں اسی بکریاں دی جاتی ہیں''۔

جاں نثار کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔وہ سوچ کر گیا تھا کہ اس کی کل کے واقعہ کی وجہ سے سرزنش کی جائے گی لیکن میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے شرمندہ کرنے کی بجائے اسے توقع سے بڑھ کر سرفراز فرما دیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس دن ان قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو زیادہ مال غنیمت تقسیم فرمایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے، یہ ان کی ''تالیف قلب'' کے لئے تھا تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اسلام قبول کر کے ہم خسارے میں رہے ہیں، یہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لئے آقا کریم ﷺ چاہتے تھے کہ ان کے دل عظمت اسلام اور محبت رسول ﷺ سے جڑے رہیں اور ان کے دلوں میں کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ گھر کر سکے۔سو سو اونٹوں کی تقسیم کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا تو آقا علیہ السلام نے ایک سو سے کم تعداد میں اونٹ تقسیم کرنے کے مرحلے کا آغاز فرمایا۔لوگ اپنی باری پر آتے رہے اور اپنا حصہ وصول کرتے رہے، نئے مسلمان ہونے والے اس عنایت کریمانہ پر حیران اور ششدر تھے، وہ لوگ آپس میں کہنے لگے:

''محمد الرسول اللہ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے فقر کا کچھ اندیشہ ہی نہیں ہے''

ایک اعرابی عباس بن مرداس کو اس کی توقع سے کم اونٹ ملے تو اس نے نظم کی صورت میں شکوہ شروع کر دیا۔نبی اکرم ﷺ نے شکوہ شکایت سے لبریز اس کے اشعار سن کر فرمایا: ''اس کی زبان بند کر دو'' آپ ﷺ کے حکم کے تحت اس اعرابی شاعر کو اتنا کچھ دیا گیا کہ واقعی اس کی زبان بند ہو گئی کچھ دیر پہلے جو زبان شکوہ کناں تھی اب عطائے مصطفیٰ کے بعد مدحت مصطفیٰ کے گن گا رہا تھا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ علیہ السلام نے اس کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں فرمایا:

''آپ بقایا مال غنیمت اور فوجیوں کی تعداد کا حساب کر کے بتائیں کہ ایک ایک فوجی کے حصے میں کیا آئے گا''

Marfat.com

حضرت زید نے حساب کر کے بتایا ''ہر ایک شہسوار کے حصے میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں گی ہر پیدل فوجی کے حصے میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں گی'' میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے افواج میں ان کے حصے کے مطابق مویشی تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ان درویش منش صحابہ کو بھی جانتے تھے کہ جن کو مال و دولت کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ کبھی انہوں نے اس کی خواہش کی تھی ان میں سے ایک جعیل بن سراقہ الضمری تھے، میرے آقا نے انہیں مال غنیمت میں سے حصہ نہ دیا تو ایک شخص نے عرض کی:

''یارسول اللہ آپ نے عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس جیسے لوگوں کو ایک ایک سو اونٹ عطا فرمائے ہیں اور جعیل بن سراقہ کو کچھ بھی عطا نہیں فرمایا''

نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''مجھے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے عیینہ اور اقرع کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنے کے لئے انہیں سو سو اونٹ دیئے ہیں، جعیل کے لئے اسلام ہی کافی ہے۔ اس کو اسلام کی نعمت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے''۔

لشکر میں جہاں جعیل بن سراقہ جیسے بے لوث جاں نثار موجود تھے وہاں ذوالخویصرہ جیسا بدزبان شخص بھی موجود تھا جس نے برملا میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا۔

جب سپہ سالار اعظم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرما کر بقایا مال کو فوج میں برابر حصوں میں تقسیم کرنے کا اعلان فرمایا تو یہ شخص بول اٹھا۔ اس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

''یا محمد!''

جیسے ہی اس نے یا محمد کہا صحابہ کرام حیرت سے اس کو دیکھنے لگے کہ یہ کون بدبخت ہے جو آقا علیہ السلام کو ان کا نام لے کر بات کرنے کی جسارت کر رہا ہے کیونکہ صحبت مصطفوی کے فیض یافتہ اور محبت نبوی سے سرشار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین جب بھی حضور علیہ السلام سے مخاطب ہوئے تو گفتگو کا آغاز ''یارسول اللہ'' سے کرتے، ذوالخویصرہ نے جیسے ہی ''یا محمد'' کہا اکابر صحابہ کو اسی وقت معلوم ہو گیا کہ یہ شخص گستاخانہ انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ اس نے کہا:

''آج کے دن آپ نے جو کچھ کیا ہے میں اسے دیکھتا رہا ہوں''

''تو پھر اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے نرمی سے اس سے دریافت فرمایا:

''میرے خیال میں آپ نے عدل نہیں کیا''

جیسے ہی اس نے یہ کلمات کہے صحابہ کرام کی آنکھیں شعلہ بار ہو گئیں۔ ان کے ہاتھ تلواروں کو بے نیام کرنے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ میرے آقا علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کی جذباتی کیفیت سے آگاہ تھے۔ آپ نے ذوالخویصرہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''تو تباہ و برباد ہو جائے! اگر مجھ سے عدل نہیں ملے گا تو پھر عدل تجھے کہاں ملے گا؟''

صحابہ کرام کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کرنے والے تھے۔ میرے کریم آقا علیہ السلام نے انہیں روک دیا اور ارشاد فرمایا:

''آپ اس کو چھوڑ دیں! اس جیسے اور بھی لوگ ہوں گے اس گروہ کے لوگ بظاہر دین کے متعلق بہت زیادہ محتاط ہونے کا تاثر دیں

Marfat.com

گے لیکن ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوگا کیونکہ وہ دین سے اسی طرح دور ہو چکے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے نکل کر دور چلا جاتا ہے"۔

اس کے بعد سپہ سالار اعظم ﷺ جب اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوئے تو کچھ بدوؤں نے آپ کے اردگرد گھیرا بنالیا اور آپ سے مال و دولت کا مطالبہ کرنے لگے، ان کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ آقا علیہ السلام وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کی اوٹ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے آپ نے جسم اطہر پر جو چادر اوڑھی ہوئی تھی وہ درخت کی شاخوں میں الجھ گئی۔ ایک اعرابی نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"میری چادر واپس میرے پاس لے آؤ"

آپ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اللہ کی قسم! اگر میرے پاس وادیٔ تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر مویشی ہوں تو انہیں بھی میں تم میں تقسیم کردوں گا۔ میں نہ بخیل ہوں نہ بزدل اور نہ ہی جھوٹ بولتا ہوں"۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے قریب کھڑے ہوئے اپنے اونٹ کی کوہان سے ایک بال اکھیڑ کر اسے ہوا میں لہرایا اور ارشاد فرمایا:

"میرے پاس مال غنیمت میں سے اب کچھ بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک بال بھی نہیں۔ صرف مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے اور وہ بھی تمہیں واپس لوٹا دیا جاتا ہے"۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کرنے میں اس لئے تاخیر فرمائی تھی کہ آپ ہوازن کے لوگوں کی آمد کا انتظار فرما رہے تھے جب وہ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت تقسیم فرما دیا جب مال مویشی سب کچھ تقسیم ہو گیا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس چودہ رکنی وفد نے گزارش کی کہ ان کا مال اور مویشی اور قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

"تمہیں اپنے خاندان کے لوگ واپس چاہیں یا مال و دولت؟ سچ سچ بتاؤ کہ تمہیں کس سے زیادہ پیار ہے؟"

"خاندانی عزت سے بڑھ کر ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ہے اس لئے ہمارے لوگوں کو رہا کر دیجئے" ان کی گزارش سن کر میرے آقا علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:

"جب ظہر کی نماز مکمل ہو جائے تو تم اٹھ کھڑے ہونا اور کہنا کہ ہم مومنوں کو رسول اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمارے قیدی آزاد کر دیئے جائیں جو قیدی میرے حصے میں یا عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے حصے میں ہے تو اس کو میں ابھی آزاد کرتا ہوں اور اس کا اعلان بھی کردوں گا"۔

نماز ظہر کے بعد وفد کے سربراہ زہیر بن صرد اور دوسرے ارکان نے جب رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر مومنین سے اپنے خاندان کے قیدی رہا کرنے کی درخواست پیش کی تو آقا علیہ السلام نے اس کے جواب میں خطاب فرمایا: آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

"میں اپنے حصے اور عبدالمطلب کی اولاد کے حصے کے قیدی تمہیں واپس کرتا ہوں باقی لوگ اپنے فیصلے کے بارے میں مجھے اپنی رائے دیں"

اس کے بعد آپ نے قیدیوں کی رہائی کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کے قیدی رہا کرنے کا اپنی طرف سے اور خاندان کی طرف سے فیصلہ کیا ہے جو شخص اپنی مرضی سے قیدیوں کو آزاد کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اگر آپ ان جنگی قیدیوں کو رہا نہیں کرنا چاہتے تو آئندہ سب سے پہلے جس جنگ میں سے مال غنیمت ملے گا اس میں سے ہر فوجی کو دیئے جانے والے حصے سے چھ گنا زائد ہم ہر قیدی کا معاوضہ ادا کریں

Marfat.com

گے اگر آپ رہا کر دیں گے تو آنے والے معرکہ میں آپ کو چھ گنا زیادہ مال غنیمت ملے گا''۔

آقا علیہ السلام کا خطاب سن کر انصار اور مہاجرین نے مشترکہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ ہم اپنے اپنے حصے کے قیدی آزاد کرتے ہیں۔ ان کے قائدین نے یکے بعد دیگرے اٹھ کر اپنے فیصلے کا اعلان کیا۔ صرف اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصین اور عباس بن مرداس نے اپنے اپنے قبیلوں کے حصے میں آنے والے قیدی واپس نہ کرنے کا اعلان کیا۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے ایک بار پھر اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ مجھے ان کی آمد کا انتظار تھا اس لئے میں نے تقسیم میں تاخیر کی تھی۔ اب انہوں نے مال و دولت کی بجائے اپنے اہل خانہ کو ترجیح دی ہے اور ان کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ جس کسی کے پاس بھی ان کے اہل خاندان کے قیدی ہیں انہیں واپس کر دیں۔ آپ کو آئندہ اس کا صلہ چھ گنا زائد مال غنیمت کی صورت میں بھی ملے گا''۔

جن سرداروں نے اپنے حصے میں آئے ہوئے قیدی واپس نہ دینے کا اعلان کیا تھا ان کے قبیلے کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی مرضی اور خواہش کے پیش نظر قیدیوں کی رہائی کے متعلق اپنی رائے دی۔ اجتماع میں اس سلسلے میں مختلف لوگ انفرادی طور پر اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ آقا علیہ السلام نے ان قبائلی سرداروں سے فرمایا:

''آپ لوگ علیحدگی میں جا کر اپنے قبیلے کے لوگوں سے مشورہ کریں اور واپس آ کر ہمیں اپنے فیصلے کے متعلق اجتماعی طور پر بتائیں۔ میں قبیلے کے افراد کی رائے ان کے سربراہوں سے سننا چاہتا ہوں۔ وہ واپس آ کر اپنے اجتماعی فیصلے سے ہمیں آگاہ کریں''۔ تمام سرداروں نے واپس آ کر قیدیوں کی رہائی کے حق میں فیصلہ سے آگاہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے تمام قیدیوں کو چادروں کا تحفہ دے کر عزت و احترام سے روانہ کیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کے اس حکیمانہ اور قائدانہ فراست کے عکاس فیصلے سے قبائلی سرداروں کی عزت بھی محفوظ رہی اور بالآخر تمام نے اسی رائے کے حق میں فیصلہ دیا جو رائے نبی اکرم ﷺ نے ظاہر فرمائی تھی۔ آپ انفرادی فیصلوں کی بجائے اجتماعی فیصلہ پسند فرماتے تھے۔ اس دن بھی آپ نے قبیلوں کے افراد کو واپس بھیج کر اور باہمی مشورہ کر کے مشترکہ اور اجتماعی فیصلہ کرنے کی ترغیب دی جس کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔

شام ہوئی تو انصار کے بعض خیموں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض انصاریوں کو اس بات کا شکوہ تھا کہ انہیں مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ ان کے بعض نوجوان بہت جذباتی ہو رہے تھے۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا:

''رسول اللہ ﷺ نے قریش کو مال غنیمت عطا فرما دیا اور ہمیں بالکل نظر انداز کر دیا جبکہ ہماری تلواروں پر اب بھی قریش کے خون کے قطرے موجود ہیں''۔

ایک نوجوان نے کہا:

''جب مصیبت اور مشکل کا مرحلہ آتا ہے تو ہم قربانیاں دیتے ہیں اور جب نوازنے کا موقع آیا ہے تو قریشیوں کو نوازا گیا ہے''۔

شدت جذبات سے ایک نوجوان نے یہ تک کہہ ڈالا:

''میں نے پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ اللہ کے رسول ہماری بجائے اپنے قبیلے کو ترجیح دیں گے''۔

نوجوانوں کی باتیں بڑھنے لگیں تو آقا علیہ السلام کے دیوانے اور شمع نبوت کے پروانے جان نثار انصاریوں نے نوجوانوں کو جھڑکا اور

Marfat.com

انہیں سخت تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''تمہیں شرم آنی چاہئے تم کس انداز میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس کے حوالے سے بات کر رہے ہو۔ اپنی زبانوں کو سنبھالو اور ہوش سے بات کرو''۔

انصاریوں کے قائد حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا ''میں خود جا کر حضور علیہ السلام سے بات کرتا ہوں۔

حضرت سعد خیمۂ مصطفیٰ میں داخل ہوئے اور ادب سے عرض کی ''یارسول اللہ! انصار کے قبیلوں کے لوگ دلی طور پر خوش نہیں ہیں۔ انہیں دلی رنج پہنچا ہے''۔

''وہ کس لئے ناراض ہیں؟'' میرے کریم آقا علیہ السلام نے دریافت فرمایا:

''وہ اس لئے ناراض ہیں کہ حضور نے اپنی قوم اور دوسرے عربوں کو تو فراخ دلی سے عطا فرمایا ہے اور انہیں کچھ نہیں دیا ہے''۔

''سعد! تم کیا کہتے ہو؟'' میرے آقا ﷺ کے پوچھنے پر حضرت سعد نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں، اور اس قوم کا ہی ایک فرد ہوں''

''اچھا آپ اپنی قوم کے لوگوں کو یہاں سائبان کے نیچے لے آؤ، میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں''

تھوڑی دیر بعد حضرت سعد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ سب لوگ سائبان کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ آپ تشریف لے آئیے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے انصار کے اجتماع میں اپنے خطاب کا آغاز اللہ رب العالمین کی حمد وثنا سے فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

''انصار کے قبیلوں سے تعلق رکھنے والے لوگو! میں تمہارے متعلق کیا باتیں سن رہا ہوں۔ تم اپنے دلوں میں مجھ سے کیوں ناراض ہو رہے ہو؟ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ جب میں تمہارے پاس آیا تو تم راہ حق چھوڑ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلے سے تمہیں ہدایت سے نوازا۔ تم مالی طور پر تنگ دستی کا شکار تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے سرفراز فرمایا تم ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا فرما دی۔ کیا یہ بات صحیح نہیں ہے؟''

آقا علیہ السلام کے فرمان کے ایک ایک حرف کو ایک ایک انصاری پوری توجہ اور دلجمعی سے سن رہا تھا، میرے آقا ان سے خطاب فرما رہے تھے اور حضور کے الفاظ ان کے دل و دماغ میں نقش ہو رہے تھے۔ انہوں نے اجتماعی طور پر جواب دیا:

''بالکل یہ بات حرف بحرف صحیح ہے۔ یارسول اللہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور آپ کی بہت عنایات اور فضل و کرم ہے'' اس کے بعد مجمع میں سکوت طاری ہو گیا۔ اب وہ سر ندامت سے جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ وہ جذباتی نوجوان جو کچھ دیر پہلے بے باکانہ لہجے میں باتیں کر رہے تھے وہ بھی خاموش تھے۔ آقا کریم علیہ السلام کے سوالات کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ لگتا تھا ان کے دل کے شکوے دور ہو گئے ہیں۔ شکوک و شبہات کا غبار دھل گیا ہے۔ سامعین میں سے کسی نے لب کشائی نہ کی تو میرے آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے ارشاد فرمایا:

''انصاریو! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

فرمان رسالتمآب سن کر انصاری بزرگوں نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! ہم کیا عرض کریں اور کس بات کا جواب دیں، ہمیں جو کچھ بھی ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ کی عطا ہے''۔

انصار کے نمائندہ افراد کا جواب سن کر سپہ سالار اعظم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اگر تم کہتے کہ آپ کو لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا ہم نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہ کرتا تھا۔ ہم نے دست تعاون پیش کیا۔ آپ نے جلاوطنی اختیار کی تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ کو مالی تعاون کی ضرورت تھی، ہم نے مالی طور پر تعاون کیا۔ اگر تم یہ جواب دیتے تو یہ سچا جواب ہوتا سب اس کو سچ مانتے اور اس میں کچھ بھی غلط نہ ہوتا۔ انصاریو! تم دنیا کے اس معمولی مال کی وجہ سے مجھ سے دل ہی دل میں خفا ہو گئے ہو۔ وہ دولت تو میں نے ان لوگوں کو اس لئے دی ہے کہ اسلام سے ان کا قلبی تعلق مضبوط ہو جائے اور تمہارے لئے تو اسلام کی دولت ہی کافی ہے۔ میں نے تمہیں اسلام عطا کیا ہے۔

اے انصاریو! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے ساتھ لے کر واپس اپنے گھروں میں پہنچو۔ مجھے اس رب کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے تم ان لوگوں سے بہتر نعمت اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہو۔ اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی تو پھر بھی اپنے آپ کو انصاریوں میں سے سمجھتا۔ اگر دوسرے لوگ ایک راستے سے چلتے اور انصاری کسی دوسرے راستے پر چلتے تو میں انصاریوں کا ساتھ دیتا۔

انصاریو! تم میری چادر کا وہ حصہ ہو جو میرے جسم سے لگا ہوا ہے دوسرے لوگ چادر کا بیرونی حصہ ہیں"۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے خطاب دلنواز کے آخر میں انصاریوں کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

"یا اللہ! انصار پر ان کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما"

اس خطاب کا فوری اثر یہ ہوا کہ دلوں کی رنجشیں دور ہو گئیں۔ حکیمانہ اور جذباتی بیان سے سامعین کے آنسو بہہ نکلے، حاضرین میں سے بعض کے آنسو رکنے میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ مسلسل روئے چلے جا رہے تھے۔ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں اور ان کے سر عقیدت ومحبت سے جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے معافی طلب کرتے ہوئے عرض کی:

"ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی تقسیم اور فیصلے پر مکمل طور پر راضی ہیں اور آپ کی صورت میں ہمیں جو حصہ ملا ہے اس پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں"

انصاری اپنے اپنے خیموں میں اطمینان قلب کی کیفیات کے ساتھ واپس چلے گئے۔ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک سلگتے ہوئے مسئلے کو اس خوبصورت انداز سے حل فرمایا تھا کہ وہ جو شکوہ کناں آئے تھے شاداں اور فرحاں ہو کر واپس گئے۔

اس دن ایک بدو شام تک اس امید پر بیٹھا رہا کہ اسے کچھ اور مال بھی ملے گا شام ڈھلے وہ خیمہ حبیب کبریا میں آیا اور کہنے لگا:

"میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیجئے"

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے مال و دولت کے طلب گار اس بدو سے فرمایا:

"میں تمہیں ایک اچھی خبر دیتا ہوں"

وہ تو مال کا خوگر تھا اس نے سمجھا شاید زیادہ مال عطا ہونے والا ہے۔ اس نے پوچھا "کیا زیادہ مال دے رہے ہیں؟"

آپ نے فرمایا: "تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں"

"آپ بار بار اچھی خبر کی بات کئے جا رہے ہیں۔ مجھے خوشخبری نہیں مال و دولت چاہئے" بدو نے بے رخی سے جواب دیا۔ اس جاہل شخص کی کم فہمی پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دکھ ہوا۔

ہمیشہ کی طرح رخ انور کے جذبات سے صحابہ کرام نے اندازہ لگایا کہ آقا کریم ﷺ کو اس بدو کا جواب پسند نہیں آیا لیکن آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے کچھ نہیں فرمایا آپ نے اس وقت حاضر خدمت حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت سیدنا بلال حبشی سے مخاطب ہو

Marfat.com

کر فرمایا:

"اس شخص نے خوشخبری لینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ خوشخبری تم حاصل کر لو" عاشقان رسالتمآب ﷺ کو اور کیا چاہئے تھا۔ آقا کا جو دو کرم کا دریا موجزن تھا۔ دونوں نے اسے اپنی سعادت سمجھا۔ حضور علیہ السلام نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا، اس پیالے میں سے پانی لے کر اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر چہرہ انور دھو کر آپ نے کلی فرمائی اور اس کا پانی پیالہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلال حبشی کو حکم دیا: "اس پیالے میں سے پانی پیو اور اس کے چھینٹے اپنے چہرے اور گردن پر بھی ڈالو۔ تمہیں خوشخبری ہو" مطلب یہ تھا کہ اس بابرکت پانی کی وجہ سے تمہیں دنیا اور آخرت میں ہر مرحلے پر خوشخبری ملے گی۔ فرمان رسالتمآب ﷺ سن کر دونوں خادموں نے حکم کی تعمیل کی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا خیمہ کے اندر بیٹھی یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ انہوں نے خیمے کے اندر سے آواز دی:

"اپنی ماں کے لئے بھی برکت والا یہ پانی بچانا"

لہٰذا پیالے میں تھوڑا سا پانی رہنے دیا گیا اور اسے ام المومنین کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ میرے آقا کریم کی زوجہ مطہرہ بھی اس بابرکت پانی سے فیض یاب ہونا چاہتی تھیں۔ وہ بدو مال و دولت کا طلب تھا۔ اسے شاید اور مال تو مل گیا ہو گا لیکن وہ رحمت دو عالم ﷺ کی اس خصوصی عطا سے فیض یاب نہ ہو سکا۔

ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبیلوں کو شکست ہو چکی تھی۔

ثقیف قبیلے کے کچھ لوگ طائف کے قلعے میں چھپے ہوئے تھے۔ دیگر تمام ملحقہ علاقوں کے قبائل مسلمان ہو چکے تھے۔ فتح مکہ کا حتمی اور منطقی نتیجہ تمام اہم قبائل کے قبول اسلام کی صورت میں سامنے آ چکا تھا "جعرانہ" کے مقام سے نبی اکرم ﷺ نے عمرہ کا احرام زیب تن فرمایا اور سوئے حرم کعبہ روانہ ہوئے۔ ہزاروں جانثار ہمراہ تھے۔ آپ نے مکۃ المکرمہ میں عمرہ ادا فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپسی کے سفر کا اعلان فرمایا۔ وہ تمام لوگ جو مکۃ المکرمہ اور اس کے مضافاتی علاقوں کے تھے رہیں رہ گئے اور میرے آقا ﷺ اپنے انصاری جانثاروں اور مہاجرین کے ہمراہ روانہ ہو کر 24 ذی القعدہ 8 ہجری کو مدینہ منورہ واپس تشریف لائے، دس رمضان المبارک کو شروع ہونے والا یہ تاریخ ساز سفر اڑھائی مہینے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ فتح مکہ ایک نمایاں کامیابی اور اسلامی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے، جس شہر سے آپ خاموشی سے روانہ ہوئے تھے وہاں فاتحانہ انداز میں داخل ہو کر بھی آپ نے انتقام نہ لینے کی ایسی اعلیٰ اور ارفع مثال قائم کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ فتح مکہ نے عالمگیر کامیابی کے دروازے کھول دیئے، اب ہر طرف پیغام اسلام سرعت سے پھیلنے لگا۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام قبول کرنے لگے اور پیغام حق کے راستے کی ساری رکاوٹیں ایک ایک کر کے دور ہوتی چلی گئیں جو قبیلے اسلام قبول کر چکے تھے ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ذمہ دار افراد کا تقرر کیا گیا۔ سرکار مدینہ ﷺ نے ان قبائل کے لئے نامزد کردہ خصوصی افراد روانہ فرمائے تاکہ وہ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو اسلامی مملکت کا شہری بننے کے قواعد و ضوابط کا پابند رہنے کا نظم و نسق عملی طور پر سمجھائیں۔

کچھ علاقوں کی طرف فوجی دستے روانہ کئے گئے کیونکہ ابھی بعض قبیلے ایسے تھے جو سرکشی اختیار کیے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اسلامی احکامات کی پاسداری سے روکتے تھے۔ ان میں سے ایک قبیلہ بنو تمیم تھا۔ صحرا میں جب بنو تمیم پر اسلامی دستے نے اچانک حملہ کیا تو وہ گھبرا گئے اور بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ ان کے گیارہ مردوں اور اکیس عورتوں کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا، اس کے بعد ان کے قبیلے کے دس سردار مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے قبائلی تفاخر اور نسبی احترام کی داستان سنانا شروع کی ان کے خطیب عطارد بن حاجب نے آقا علیہ السلام کی موجودگی میں اپنے قبیلے کی عزت و شرافت کے متعلق اظہار خیال کیا۔ اس کے جواب میں دربار رسالتمآب کے خطیب حضرت ثابت بن قیس نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان مبارک اس طرح بیان کی کہ سامعین کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ بنو تمیم کے شاعر زبرقان نے قبیلے

Marfat.com

کی عظمتوں کے اظہار کے لئے قصیدہ پڑھا تو میرے آقا نے شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ نعت مصطفیٰ ﷺ پڑھیں۔

حضرت ثابت کے خطاب اور حضرت حسان کی نعت نے وہ اثر دکھایا کہ بنو تمیم قبیلے کے سردار اقرع بن حابس نے اقرار کیا مدحت مصطفیٰ کی چاشنی سے لبریز خطاب اور عظمت مصطفیٰ کے اظہار سے معمور قصیدہ اتنا عمدہ ہے کہ اب ہمارے لئے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

قبول اسلام اور تسلیم و رضا کے جذبات کے ساتھ یہ قبائلی سردار واپس جانے لگے تو میرے آقا نے ان کے گرفتار شدہ مرد اور خواتین رہا کر دیئے اور انہیں تحائف عطا فرما کر رخصت کیا۔

نبی اکرم ﷺ جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی کہ جدہ کے ساحل کے قریب ایک سمندری جزیرہ پر چند حبشی موجود ہیں جو مکہ مکرمہ کی طرف جا کر لوٹ مار کرنے اور ڈاکے ڈالنے کا ادارہ رکھتے ہیں۔ سرکار مدینہ ﷺ نے ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے فوراً ایک فوجی دستہ روانہ فرمایا، جس کی آمد کی خبر سن کر یہ حبشی لٹیرے بھاگ گئے۔

عہد جاہلیت میں عربوں کا ایک مشہور قبائلی سردار حاتم طائی تھا۔ جس کی وجہ شہرت اس کی سخاوت تھی، اس نے اپنے علاقے میں ایک کلیسا بھی بنا رکھا تھا۔ جہاں بت پرستی کی جاتی تھی، فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف آوری کے چوتھے مہینے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک فوجی مہم روانہ فرمائی، سیدنا علی المرتضیٰ نے اتنی عمدگی سے اچانک حملہ کیا کہ حاتم طائی قبیلے کے اکثر افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان کی بھیڑ بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم نے راہ فرار اختیار کی۔ حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو گئی اسے دربار رسالتمآب ﷺ میں پیش کیا گیا۔ اس عمر رسیدہ خاتون نے کہا:

''اے اللہ کے رسول مجھ پر احسان کیجئے! والد فوت ہو گئے ہیں جس نے مجھے بچانا تھا وہ خود بھاگ گیا، میں بڑھیا ہوں، کچھ بھی نہیں کر سکتی، مجھے رہا کر دیجئے!''

''تمہیں کون بچا سکتا تھا، کون تمہارے لئے یہاں آتا؟''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے پوچھنے پر اس نے بتایا:

''میرا بھائی عدی بن حاتم''

''وہی عدی بن حاتم جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھر رہا ہے''

میرے آقا فرما کر آگے بڑھ گئے۔

دوسرے دن بوڑھی خاتون نے وہی درخواست پیش کی، آپ نے وہی فرمایا جو کل ارشاد فرمایا تھا۔ تیسرے دن اس کی درخواست سن کر آپ نے اسے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے اس کے لئے سواری کا انتظام کرنے کا بھی حکم دیا اور اسے باعزت طریقے سے روانہ فرمایا۔

عدی بن حاتم کو اس کی بہن شام میں جا کر ملی اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی کرم نوازی کی تفصیل بتائی تو عدی فوراً بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے انہیں یقین تھا کہ ان کو معاف کر دیا جائے گا۔ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر آقا علیہ السلام کی حکیمانہ گفتگو سن کر اسلام قبول کر لیا اور شرف صحابیت سے سرفراز ہوئے۔

عربوں کے تمام قابل ذکر قبائل اسلام قبول کر چکے تھے یا پھر اسلامی حکومت کی قوت کو تسلیم کر چکے تھے لیکن رومی سلطنت (رومن

Marfat.com

ایمپائر) کا ایک قابل اعتماد حلیف قبیلہ ''آل غسان'' ابھی تک اپنی شان وشوکت کے زعم میں مبتلا تھا، انہیں اس بات کا فخر تھا کہ رومی شہنشاہ ان قبیلے کو خصوصی اہمیت دیتا ہے اور ان کے ذریعے عربوں پر رعب اور دبدبہ مسلط رکھتا ہے۔ اگر چہ رومی سلطنت کی بالفعل حکومت جزیرہ نمائے عرب میں قائم نہ تھی لیکن رومی سلطنت کی سرحد کے قریب رہنے والے ''آل غسان'' کی معرفت رومی اپنا اثر ورسوخ قائم رکھے ہوئے تھے حضور نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں اسلامی افواج نے ہر طرف مسلسل کامیابیاں حاصل کرنا شروع کیں تو رومیوں کو بھی خدشات لاحق ہوگئے اور انہوں نے ''غسانیوں کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا، اس سازش کی خبریں مدینہ منورہ پہنچیں تو آقائے دوجہاں ﷺ نے غسانی لشکر کا انتظار کرنے کی بجائے ان کے علاقے کی طرف پیش قدمی کرنے اور حملہ کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ فتح مکہ اور معرکہ حنین کے بعد واپس مدینہ منورہ پہنچے ہوئے ابھی سات ماہ ہوئے تھے کہ اس اہم ترین جنگ کی تیاریوں کا مرحلہ درپیش آ گیا۔ جسے غزوہ ''تبوک'' کہا جاتا ہے۔ شدید گرمی کا موسم تھا، زرعی اجناس کی قلت تھی، لوگ قحط سالی کا شکار تھے، مسلمانوں کو ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہونا تھا۔ مال و اسباب کی بے حد کمی تھی لیکن ایک بہت بڑے خطرے کا سامنا تھا جس کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مدینہ کے لوگ اس قدر خوف وہراس میں مبتلا تھے کہ ہر وقت انہیں خدشہ لاحق رہتا کہ کہیں رومی اور غسانی مشترکہ فوج اچانک مدینہ منورہ پر حملہ نہ کردے۔ صحابہ کرام کو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کی خصوصی فکر تھی۔ شہر میں منافقوں کی سرگرمیاں اب ڈھکی چھپی نہیں رہی تھیں۔ مسلمانوں کا ڈھونگ رچانے والے ان نام نہاد مسلمانوں نے جن کی منافقت کا بھانڈا بالآخر پھوٹ گیا تھا، اپنی علیحدہ مسجد تک بناڈالی تھی اور چاہتے تھے کہ آقا علیہ السلام اس مسجد کا افتتاح فرمائیں اور وہاں جاکر نماز کی امامت فرمائیں۔ آپ نے ان پرخطر حالات میں منافقین کے عزائم کو بے نقاب کرنا مناسب نہ سمجھا اور جنگ سے واپسی تک ان کی مسجد میں نماز کی ادائیگی کو موخر فرمادیا۔

انہی دنوں میں منافقین نے بعض عورتوں کے ذریعے ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین کے کانوں میں یہ بات ڈالنا شروع کر دی کہ وہ اب گھریلو ضروریات اور آرائش کا حضور نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کریں کیونکہ اب مال ودولت کی کمی نہیں ہے اور مختلف علاقوں سے مال غنیمت کثیر تعداد میں آرہا ہے۔ بعض امہات المومنین نے دبے لفظوں اس کا ذکر آقا علیہ السلام نے فرمایا تو آپ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ میرے آقا کے لئے آپ کا ''فقر'' دراصل آپ کا ''فخر'' تھا۔ آپ رہتی دنیا کے لئے مثال ہیں اور آپ کا ''اسوہ حسنہ'' ایک کامل نمونہ بننا تھا۔ اس لئے آپ مال غنیمت کو کس طرح گھریلو آرائش اور ضروریات پر خرچ کرسکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ازدواج مطہرات کے مطالبات کے جواب میں خاموشی اختیار فرمالی اور ان سب سے ایک مہینہ کے لئے علیحدگی کا فیصلہ فرمالیا اور ایک بالاخانہ میں منتقل ہوگئے۔ ان دنوں کسی بھی زوجہ مطہرہ کے گھر تشریف نہ لے جاتے۔ شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ نے شاید اپنی ازدواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے حالانکہ ایسا نہ تھا۔ یہ صرف ''ایلاء'' تھا۔ یہ ایک طرح سے امت کی تربیت کے لئے ضروری تھا تاکہ جب بھی بیویاں امت کے شوہروں کو غیر لازمی ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے اکسانے لگیں اور اس طرح کے وسائل کی فراہمی کا مطالبہ کریں جو تعیشات کے ضمن میں آتے ہوں تو شوہروں کو ان سے کچھ عرصہ کے لئے علیحدہ ہوجانا چاہیے۔ یہ مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک ہوسکتی ہے۔

مدینہ منورہ میں یہ خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں کہ رومی اور غسانی مشترکہ فوج نے اپنے گھوڑوں کو نعل لگوانا شروع کردیا ہے۔ یعنی اب حملہ لازمی ہے اور کسی وقت بھی ہوسکتا تھا، شام جو اس وقت رومن ایمپائر کا مرکز تھا وہاں سے آنے والے تاجر بتاتے تھے کہ رومی افواج چالیس ہزار کی تعداد میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ان حالات میں سپہ سالار اعظم ﷺ نے جاں نثاروں کو اس عظیم مہم کے لئے جانی اور مالی طور پر ایثار کرنے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔ آپ نے ان دنوں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر خطبے ارشاد فرمائے اور صدقات کے اجر وثواب سے آگاہ فرمایا۔ صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی ایثار و قربانی کے مظاہرے کی انتہا کردی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے گھر سے سارا مال و اسباب پیش خدمت کر دیا۔ حضرت عمر فاروق نے آدھا مال پیش کیا، حضرت عثمان غنی نے تو کمال ہی کر دیا۔ انہوں نے نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے اس جنگ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے آقا علیہ السلام کے سامنے لاکر کھڑے کر دیئے، صرف یہی نہیں بلکہ تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونے کی اشرفیاں بارگاہ رسالتمآب میں لاکر ڈھیر کر دیں۔ میرے آقا کریم علیہ السلام ان اشرفیوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے جاتے اور بار بار فرماتے جاتے ''آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کریں انہیں خسارہ نہیں ہوگا''۔

دوسرے صحابہ کرام بھی عطیات دینے میں پیچھے نہیں رہے، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف مکہ مکرمہ میں کامیاب تاجر تھے۔ اسلام کی راہ میں تن تنہا ہجرت کی اور بغیر کسی اثاثے کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے نئے سرے سے پھر تجارت شروع کردی۔ اللہ رب العالمین نے انہیں پھر مال و دولت سے نوازا۔ انہوں نے غزوہ تبوک کے لئے دو سو اوقیہ چاندی (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) پیش کی۔

غذائی قلت کے اس دور میں جبکہ چند ایک کھجوریں بھی غنیمت تھیں۔ مدینہ منورہ کے کھجوروں کے ایک بہت بڑے تاجر حضرت عاصم بن عدی نے کھجوروں کا اتنا بڑا ذخیرہ پیش خدمت کیا کہ حاضرین محفل اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کھجوروں کا وزن ساڑھے تیرہ ٹن کے برابر تھا۔ غریب اور مفلوک الحال صحابہ کرام نے بھی اپنی استطاعت اور اپنے اپنے وسائل کے مطابق عطیات دیئے، وہ کھجوروں کی ٹوکریاں لاتے اور آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر دیتے۔ ان کے ایثار اور ان کا جذبہ ایمان دیکھ کر صحابہ کرام خوش ہوتے اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بزعم خویش مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے منافقین آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے اور اشارے کرتے اور مسجد سے باہر آکر طنزیہ انداز میں کہتے ''کھجوروں کی چند ٹوکریوں کی بنیاد پر یہ لوگ قیصر کی سلطنت کو فتح کرنے چلے ہیں''۔

عورتوں نے بھی اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خواتین اسلام نے مشکلات کے اس دور میں اپنے عطیات اپنے زیوروں کی صورت میں دیئے۔ عام طور پر خواتین کو اپنے زیور بہت پسند ہوتے ہیں لیکن جب میرے آقا علیہ السلام نے ''غزوہ تبوک'' کے لئے عطیات پیش کرنے کا اعلان فرمایا تو عورتوں نے بلا تأمل اپنے زیور اتار کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔

مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں کے مجاہدین جہاد کے لئے کمربستہ ہو چکے تھے اور تیس ہزار افراد پر مشتمل فوج ایمانی جذبے کے ساتھ رومی سلطنت کی فوج سے ٹکر لینے کے لئے تیار تھی۔ عام طور پر سپہ سالار اعظم ﷺ فوجی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اس خبر کو خفیہ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے بعض دفعہ مخالف سمت میں سفر کا آغاز فرماتے تھے تاکہ جس علاقے پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے ان کو اسلامی فوج کی روانگی اور حملہ کی خبر نہ پہنچ سکے اور ان پر اچانک حملہ کیا جائے لیکن غزوہ ''تبوک'' ایسا معرکہ تھا جس میں سب سے زیادہ تعداد میں مجاہدین اسلام شریک تھے۔ آپ نے شروع سے ہی اس کے عزائم کو واضح کر دیا تھا اور روانہ ہونے سے پہلے ہر کسی کو معلوم تھا کہ یہ فوج ''تبوک'' کی طرف رواں دواں ہے۔

رجب 9 ہجری کو مدینہ منورہ سے سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں اسلامی افواج روانہ ہوئیں۔ آپ کی قیادت میں اتنی بڑی فوج کبھی روانہ نہیں ہوئی تھی۔ تیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل یہ لشکر جس علاقے سے گزرتا اپنی دھاک بٹھا دیتا۔ یہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ کی آخری جنگ تھی اس کے بعد آپ نے کسی ''غزوہ'' کی سربراہی نہیں فرمائی۔ اگرچہ غذائی سامان، اونٹوں اور گھوڑوں کے عطیات وافر تعداد میں ملے تھے لیکن لشکر اتنا بڑا تھا کہ اس کے لئے غذائی سامان بہت قلیل تھا اور سواریاں ضرورت سے کم تھیں دس ہزار گھوڑے تھے یعنی ہر تین فوجیوں کے لئے ایک گھوڑا میسر تھا۔ سفر بہت دشوار تھا آگ اگلتے صحرا میں پندرہ دن کا یہ طویل سفر تھا پانی کی شدید قلت تھی سوار ہونے کے لئے سواریاں نہیں تھیں اور کھانے کے لئے غذا نہیں تھی۔ کھجوریں کب تک ساتھ رہتیں۔ جب یہ ختم ہوگئیں تو کبھی کبھی درختوں کی پتیاں چبا کر اور کھا کر گزارا

Marfat.com

کیا جاتا تھا، پیاس اور بھوک حد سے زیادہ بڑھ جاتی تو سواریوں کی قلت کے باوجود اونٹوں کو ذبح کیا جاتا تھا تاکہ ان کے معدے میں جمع شدہ پانی سے ہونٹ تر کیے جاسکیں اور ان کا گوشت کھانے کے کام آسکے۔

غزوہ تبوک پر روانہ ہونے سے پہلے سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو مدینہ منورہ کے معاملات کا نگران بنایا اور پہلی دفعہ حضرت علی المرتضٰی کو کسی جنگی مہم میں ساتھ لے جانے کی بجائے مدینہ منورہ میں رہ کر خاندان نبوت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی۔ منافقین کی ریشہ دوانیوں اور بعض دیگر دشمن قبائل کے ممکنہ حملوں کے خدشے کے پیش نظر میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواج مطہرات کی حفاظت اور نگرانی کے لئے سیدنا علی المرتضٰی شیر خدا جیسے جری بہادر اور دلیر شخص کو ذمہ داری دیکر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ حضرت علی المرتضٰی خود تو میدان جنگ میں باطل سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بے تاب تھے لیکن فرمان رسالتمآب ﷺ کے سامنے خاموش رہے۔ اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا تو یہود اور منافقین نے طعنے دینے شروع کر دیئے۔ یہودیوں اور منافقین کے طعنے اور گستاخانہ جملے سن کر سیدنا علی المرتضٰی سے رہا نہ گیا اور وہ مدینہ منورہ سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگی لباس زیب تن کر کے چل پڑے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ نے سیدنا علی المرتضٰی کو آتے ہوئے دیکھا تو حیران ہوئے، آپ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:

''یا رسول اللہ! میرے بارے میں منافقین اور یہود طرح طرح کے الزام لگا رہے ہیں، آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں بھی اس جنگ میں آپ کے ساتھ شریک ہونے کی سعادت حاصل کروں اور شجاعت کا مظاہرہ کروں''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''منافق جھوٹے ہیں، میں نے آپ کو مدینہ میں اس لئے رہنے کے لئے کہا ہے کہ آپ میرے خاندان کی حفاظت کریں اور پیچھے رہ جانے والے ضعیف مسلمانوں کا خیال رکھیں''

آقا کریم علیہ السلام نے محسوس کیا کہ حضرت علی المرتضٰی میدان جنگ میں جانے کے لئے بے تاب ہیں وہ ذوالفقار حیدری سے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے بے چین ہیں تو آپ نے محبت سے ارشاد فرمایا:

''یا علی! کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ تم میرے لئے اسی طرح بن جاؤ جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون تھے، صرف یہ فرق رہے گا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا''۔

حضور نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ پیار بھرے کلمات سن کر سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو قرار آ گیا اور پھر ولایت، جرأت، عزیمت، شجاعت کا پیکر واپس مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ ''تبوک'' کی طرف جانے والے اس صحرائی راستہ میں وادیٔ ''حجر'' کی چٹانیں بھی آئیں۔ اس کو وادیٔ ''ثمود'' کہا جاتا ہے قوم ''ثمود'' کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ ان کی قوم نے معجزہ طلب کیا تو ایک اونٹنی ظاہر ہوئی لیکن قوم ثمود نے بالآخر اس اونٹنی کو شہید کر دیا جس سے اس قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔

آقا علیہ السلام اس علاقے سے گزرے تو ارشاد فرمایا:

''اس علاقے سے پانی نہیں پینا، نہ ہی اس سے وضو کرنا، اس پانی سے اگر آٹا گوندھ لیا ہے تو وہ اونٹوں کو کھلایا جائے، خود نہ کھایا جائے۔ رات کو اگر کسی کو باہر جانے کی ضرورت ہو تو اکیلے باہر نہ جائے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ لے جائے'' آقا علیہ السلام نے کپڑے سے اپنا سر مبارک ڈھانک لیا اور تیزی سے اس وادی کو عبور کر لیا رات کو دو شخص اکیلے اکیلے باہر نکلے ایک کا کسی نے گلا دبا دیا جس سے وہ حواس باختہ ہو گیا اور دوسرے کو آندھی اڑا کر دور دراز کے علاقے میں قبیلہ ''طے'' کی بستی تک لے گئی۔

جب بارگاہ نبوت میں ان واقعات کے متعلق بتایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''کیا میں نے پہلے سے منع نہیں کیا تھا کہ کوئی بھی شخص اکیلے نہ نکلے''

آپ نے حواس باختہ شخص کے لئے دعا فرمائی تو وہ صحت یاب ہو گیا اور دوسرے کو قبیلہ طے کے لوگ اپنے ساتھ لے آئے۔

ایک دن دوران سفر دور سے ایک تیز رفتار گھڑ سوار آتا ہوا دکھائی دیا تو میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ ابوخثیمہ ہو گا''۔

گردوغبار چھٹا تو سب نے دیکھا کہ واقعی یہ ابوخثیمہ ہی تھے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے ابوخثیمہ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

''ابوخثیمہ خوش آمدید، تمہارا آنا مبارک ہو''۔

ابوخثیمہ اپنی کہانی سنانے کے لئے بے تاب تھے، وہ بتانا چاہتے تھے کہ کس طرح وہ اپنے باغیچے میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے اپنے ٹھنڈے سائبانوں میں ان کے لئے عمدہ پلنگ اور لذیذ کھانے تیار کر رکھے تھے۔ لیکن وہ دونوں میں سے کسی کے پاس بھی نہ گئے اور وہیں رک کر کہنے لگے:

''رسول اللہ اس وقت دھوپ اور شدید گرمی کی لو میں سفر فرما رہے ہیں اور ابوخثیمہ ٹھنڈے ماحول میں ٹھنڈا پانی پیئے اور خوبرو بیوی کے ساتھ بیٹھ کر لذیز کھانا کھائے یہ ہو نہیں سکتا'' لہٰذا وہ حضور علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی داستان سناتے اور ساری تفصیلات بتاتے، آقا کریم علیہ السلام نے انہیں خود ہی سب کچھ بتا دیا۔ ابوخثیمہ خاموشی سے سر جھکا کر ساری تفصیلات سن رہے تھے اور اپنی قسمت پر رشک کر رہے تھے کہ کیسا بے مثال آقا ہے جو سینکڑوں میل دور گھروں میں موجود اپنے غلاموں کے احوال پر بھی نظر رکھتا ہے اور ان کی آمد کے لئے منتظر رہتا ہے۔ جس طرح صحابہ کرام اپنے جسم و جاں کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے اسی طرح آقا علیہ السلام بھی اپنے غلاموں کے لمحے لمحے اور پل پل کی خبر رکھتے تھے۔

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

تبوک کی طرف سفر جاری تھا ایک طویل وعریض صحرا کا سفر درپیش تھا۔ پندرہ دن کا طویل سفر جہاں پانی ملنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے، پیاس کی شدت سے زبانیں خشک ہو گئی تھیں اور ہونٹوں پر ورم آ گئے تھے۔ مجاہدین بار بار آسماں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے۔ شاید بادل ہی امڈ آئیں اور برسات ہو جائے لیکن آسمان تو جیسے گرمی کی آگ اگل رہا تھا۔ برسات کے کوئی آثار نہیں تھے، پیاس کی شدت حد سے زیادہ بڑھی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارش کی دعا کے لئے بارگاہ نبوت میں عرض کیا، اس غزوہ میں روانہ ہونے سے پہلے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سب سے بڑا پرچم عطا فرمایا تھا۔ وہ چونکہ علمبردار تھے اس لئے ان کی ذمہ داری بھی تھی کہ وہ لشکر کی طرف سے دعا کی درخواست کریں فوج نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ! آپ کی دعائیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ قبول فرماتا ہے اگر اب بھی آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا فرمائیں تو ضرور قبول ہو گی۔ آپ کو مایوس نہیں کیا جائے گا''

''ابوبکر کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں بارش کے لئے دعا کروں؟''

''جی ہاں یارسول اللہ، میں چاہتا ہوں آپ دعا فرمائیں''

آقا علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر کی خواہش پر اسی وقت دعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر دیئے۔ ابھی وہ ہاتھ واپس چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں آئے تھے کہ اچانک بادل آسمان پر چھا گئے اور چند ہی لمحوں بعد بارش شروع ہو گئی۔ ایسی تیز بارش کہ جس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ لوگ حیرت سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ موسلادھار بارش کے پانی کی بوندیں خشک ہونٹوں

Marfat.com

پر پڑیں تو جان میں جان آ گئی۔ مسافران راہ حق نے اپنے برتن اس پانی سے بھرے مشکیزے دوبارہ پانی سے لبریز ہو گئے۔ پانی فوجیوں نے خود بھی جی بھر کر پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ یہاں سے فوج جب اپنے سفر کے اگلے مرحلے کے لئے روانہ ہوئی تو دیکھا کہ صحرا کا باقی علاقہ اسی طرح خشک پڑا ہے۔ بارش برسنے کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ یہ بارش صرف ان تیس ہزار مجاہدین اسلام کے لئے برسائی گئی تھی جو سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں سوئے ''تبوک'' روانہ تھے۔ ورنہ صحرا کا باقی حصہ بارش سے محروم رہا تھا اور بارش صرف قافلۂ مصطفیٰ کا مقدر بنی تھی۔

اگلے کئی دن کے سفر کے بعد پانی کی کمی کے آثار پھر نظر آنے لگے تو ایک جگہ پر میرے آقا ﷺ نے بعض صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا ''آپ پانی کی تلاش میں جائیں اور جب مل جائے تو یہاں لے آئیں''۔

ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ پانی کی تلاش میں نکلے ہوئے صحابہ کرام کو صحرا میں ایک تنہا عورت نظر آئی۔ وہ اپنے اونٹ پر پانی کی دو مشکیں لاد کر اپنے گھر جا رہی تھی۔ صحابہ کرام نے اس خاتون سے پوچھا:

''پانی کہاں سے ملے گا؟''

''پانی کا چشمہ بہت زیادہ دور ہے، تم شاید وہاں تک نہ پہنچ سکو''

''کتنا دور ہے؟''

''یہاں سے ایک دن اور ایک رات کا سفر ہے'' عورت نے جواب دیا۔

''تمہیں ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلنا ہوگا''۔

''کون رسول اللہ؟'' عورت نے حیرانی سے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور سوال کرتی صحابہ کرام اسے پکڑ کر اپنے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گئے۔ وہ عورت ڈری ہوئی اور سہمی ہوئی تھی، اس نے تیس ہزار کے لشکر کو دیکھا تو گھبرا گئی۔ اس نے سوچا کہ شاید اسے جاسوسہ سمجھ کر قتل کر دیا جائے گا۔

اس نے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گڑگڑا کر درخواست کی:

''مجھے چھوڑ دیا جائے، میرے بچے یتیم ہیں''۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا اس کے اونٹ کو بٹھا دیا جائے اور پانی کے مشکیزوں کا منہ کھول دیا جائے لہٰذا حکم کی تعمیل کی گئی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں مشکوں سے پانی سے لے کر اپنے مقدس منہ میں کلی کی اور کلی کا پانی واپس ان مشکوں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ نے اس اونٹ کو کھڑا کرنے کا حکم دیا اور ہر کسی کو ان مشکوں سے پانی پینے کی اجازت دی۔ عورت حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ ہزاروں افراد قطار باندھے باری باری اپنی پیاس بجھا رہے ہیں ان دونوں مشکوں سے پانی پی رہے ہیں، اپنے برتن بھر رہے ہیں، اپنے چہرے دھو رہے ہیں، ایک نے غسل بھی کیا، یہ پانی صرف ایک گھرانے کی چند دنوں کی ضرورت کے لئے کافی تھا اس عورت کا خیال تھا کہ جلدی یہ پانی ختم ہو جائے گا لیکن اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب اس نے دیکھا کہ ہزاروں لوگ ان مشکوں سے پانی پی بھی رہے ہیں اور ساتھ بھی لے کر جا رہے ہیں لیکن پانی ختم ہونے میں نہیں آ رہا وہ سمجھ گئی یہ شخصیت معمولی شخصیت نہیں جن کی مقدس کلی کے پانی سے مشکوں میں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا ہے اور مشکوں کا پانی اسی طرح بھرا ہوا ہے بلکہ لگتا تھا کہ پانی مشکوں میں اس قدر زیادہ ہے کہ یہ پانی کی کثرت سے پھٹ جائیں گی۔

جب ہر کسی نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی پی لیا اور برتنوں میں جمع کر لیا تو قریب موجود صحابہ سے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

''جو کچھ کھانے کے لئے تمہارے پاس ہے اس عورت کے لئے لے آؤ''۔

کھانے کا انتظام تھا ہی کہاں؟ یہ تو عسرت غربت تنگدستی اور مفلسی کی انتہائی کیفیت میں ہونے والا سفر تھا، اس لئے اسے ''جیش العسرۃ'' کہا جاتا ہے جاں نثاران مصطفیٰ نے روٹی کے چند ٹکڑے اور کچھ کھجوریں جمع کر کے ایک تھیلی میں باندھ دیں اور حضور علیہ السلام کو یہ تھیلی پیش کر دی آپ نے اسے خاتون کے حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اب تم جا سکتی ہو، یہ اپنے گھر والوں کو کھلانا ہم نے تمہارے پانی میں کچھ بھی کمی نہیں کی، تم خود ہی دیکھ سکتی ہو''

اس خاتون نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ قلبی طور پر اسی وقت کر لیا تھا۔ خاتون ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئی اور گھر پہنچ کر اس نے اپنے بچوں اور بستی کے لوگوں کو آقا علیہ السلام کا یہ معجزہ سنایا وہ عورت اور اس کی وجہ سے پوری بستی کے لوگ اس اعجاز نبوت کی بدولت مسلمان ہو گئے۔

دوران سفر ایک رات سپہ سالار اعظم ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ کچھ لوگوں نے سمجھا کہیں بھاگ گئی ہے صبح ہوئی اور جب وہ نظر نہ آئی تو سب کو تشویش لاحق ہو گئی کچھ منافقین بھی اس سفر میں ساتھ تھے انہوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں ان میں سے زید بن لصیت نے جو در حقیقت یہودی تھا اور سازشی ذہن کا آدمی تھا کہنا شروع کر دیا

''آپ آسمان کی خبریں تو بتاتے ہیں لیکن پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ اگر معلوم ہوتا تو بتا نہ دیتے؟''

صحابہ کرام آقا علیہ السلام کی اونٹنی کو ادھر ادھر تلاش کر رہے تھے جب منافقوں نے آپ ﷺ کے علم پر اعتراض کیا تو آپ نے اونٹنی کی تلاش میں مصروف صحابہ کرام کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا:

''ایک منافق نے میرے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ آسمانوں کی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اپنی اونٹنی کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ واللہ! میں صرف وہی جانتا ہوں جس سے میرا رب مجھے آگاہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے میری اونٹنی وادی کے ایک گوشہ میں موجود ہے اس کی نکیل نے ایک درخت سے الجھنے کی وجہ سے اسے روک رکھا ہے جاؤ اسے لے آؤ''۔

صحابہ کرام آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے بتائے ہوئے علاقے میں گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی نکیل ایک درخت سے الجھی ہوئی تھی وہ اسے چھڑوا کر اپنے ساتھ لے آئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ صبح کے وقت نماز فجر سے پہلے آپ قضائے حاجت کے لئے لشکر سے بہت دور تشریف لے جاتے، اس دن خدمت کے لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ آقا علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ آپ کے لئے لوٹا پکڑ کر آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جس جگہ آپ ﷺ نے حکم دیا مغیرہ نے وہ لوٹا آپ کے حوالے کیا اور ایک طرف جا کر کھڑے ہو گئے، معمول سے کافی دیر ہو گئی۔ حتیٰ کہ صبح کا اجالا پھیلنے لگا جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ آقا علیہ السلام ابھی تشریف نہیں لائے اور سورج طلوع ہونے کے قریب آ رہا ہے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے گزارش کی کہ وہ جماعت کی امامت کرائیں، صحابہ کرام کے اصرار پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے نماز فجر پڑھانا شروع کر دی۔ اس اثناء میں حضور علیہ السلام بھی تشریف لے آئے۔ حضرت مغیرہ نے وضو کے لئے پانی پیش کیا اور آپ کو وضو کرانے لگے، مغیرہ بن شعبہ کو اس صبح کا وضو کبھی نہیں بھولا۔ اس دن آقا علیہ السلام نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا، جب بازو مبارک دھونے لگے اور جبے کی آستین اوپر چڑھانے کا ارادہ فرمایا تو محسوس فرمایا یہ تنگ ہے لہٰذا آپ نے اپنے بازو آستین کے نیچے سے نکال کر دھوئے، مغیرہ مقدس پاؤں دھلانے کے لئے آپ کے جوتے اتارنے کے لئے جھکے تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

Marfat.com

''مغیرہ! رہنے دیجئے! میں نے پاؤں پر پاکیزہ حالت میں چمڑے کی جرابیں پہنی ہیں''۔ یہ فرما کہ آپ نے پاؤں پر مسح فرمایا۔ حضور علیہ السلام لشکر میں واپس تشریف لائے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف امامت فرما رہے تھے۔ ایک رکعت مکمل ہو چکی تھی جیسے ہی جانثاروں نے آقا علیہ السلام کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ انہوں نے اونچی آواز میں ''سبحان اللہ'' کہنا شروع کر دیا وہ حضرت عبدالرحمٰن کو آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ حضور بنفس نفیس تشریف لے آئے ہیں، ''سبحان اللہ'' کی گونج سن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا لیکن آقا علیہ السلام نے انہیں رکنے کا اشارہ فرمایا اور ان کے پیچھے ایک رکعت نماز ادا فرمائی اور جیسے انہوں نے نماز پڑھائی آپ ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی۔

جاں نثاران مصطفیٰ صفوں میں ادب سے بیٹھے رہے۔ آقا علیہ السلام نے نماز کی ادائیگی کے بعد اپنا چہرہ انور ان کی طرف پھیرا، سب اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ کہیں نماز پڑھنے میں جلدی کرنے سے کوئی گستاخی تو نہیں ہو گئی۔ ہم بے ادبی کے مرتکب تو نہیں ہو گئے؟ صحابہ کبار ادب دربار رسالت ﷺ کے تقاضوں کو ہر لحہ ملحوظ رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے کہ کہیں بھی چھوٹی سے چھوٹی بے ادبی اور معمولی سے معمولی گستاخی بھی غیر دانستہ طور پر بھی نہ ہونے پائے۔ وہ سب خاموشی سے بیٹھے آقا علیہ السلام کا فرمان سننے کے منتظر تھے۔ میرے حضور نے اپنا چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف پھیرا اور ارشاد فرمایا۔

''تم نے اچھا کیا کہ نماز پڑھ لی۔ میں اس بات سے خوش ہوا ہوں کہ تم نے صحیح وقت پر نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس وقت تک اس دنیا سے نہیں جاتا جب تک اس کی امت کا ایک نیک آدمی اس کی امامت نہ کرائے''۔

میرے آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی سن کر صحابہ کرام کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ پتھریلے علاقوں اور صحرا میں جاری رہنے والا یہ طویل سفر بہت تھکا دینے والا تھا دن کی گرمی میں یہ اور بھی دشوار ہو جاتا تھا۔ دن چڑھتے ہی سورج کی تمازت اور تپش جسموں کو جھلسانے لگتی تھی، جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ اپنے چہرے چادروں سے ڈھانپ لیتے، چادروں اور سروں پر عمامے ہونے کی وجہ سے گرمی کا اثر سر اور چہرے پر فوری طور تو نہ ہوتا لیکن جیسے جیسے سورج بلند ہوتا گرمی کی شدت بڑھ جاتی، پیاس سے زبانیں سوکھنے لگتیں اور وہ مشکوں کو کھول کر پانی کے گھونٹ لینے لگتے۔ وہ احتیاط سے پانی استعمال کرتے پتہ نہیں پانی اب کہاں ملے گا؟ وہ بار بار دربار رسالتمآب میں پانی کی کمی کی شکایت کرنے سے گریز کرتے تھے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ دوپہر کو کسی چٹان کسی ٹیلے یا صحرائی درختوں کے قریب ستانے اور کچھ دیر آرام کرنے کا حکم دیتے، تاکہ نصف النہار کے سورج کی تمازت سے محفوظ رہا جا سکے۔ جتنے خیمے ساتھ تھے وہ ایستادہ کئے جاتے اور لشکر کے افراد دن کو کچھ دیر کے لئے آرام کر کے تازہ دم ہو جاتے اور شام کو سفر پھر شروع ہو جاتا اور رات گئے تک جاری رہتا، ایک شام جب لشکر دن کے آرام کے بعد روانگی کے لئے تیار تھا آقا کریم علیہ السلام نے جاں نثاروں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''آج شام اور مکمل رات سفر جاری رکھا جائے گا، ان شاء اللہ کل پانی میسر ہو جائے گا''۔

پانی کے متعلق خوشخبری سن کر سب کو تسلی ہو گئی اور انہوں نے اطمینان سے بچا کھچا پانی پینا شروع کر دیا اونٹوں کے کجاوے اور گھوڑوں کی زینیں کس کر سفر کے لئے پھر روانہ ہو گئے۔

ان دنوں آقا علیہ السلام کی اقتداء میں دو دو نمازیں اکٹھی پڑھی جا رہی تھیں کبھی ظہر کے وقت ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جاتی تھیں، کبھی عصر کے وقت دونوں نمازیں جمع کی جاتیں، اس طرح کبھی مغرب کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کی جاتیں اور کبھی عشاء کے وقت مغرب اور عشاء ساتھ پڑھی جاتیں۔ خصوصی حالات تھے اس لئے نمازوں کے لئے بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا۔

اس رات نمازیں پڑھ کر لشکر روانہ ہوا تو آدھی شب تک سب سواریاں تیزی سے آگے بڑھتی رہیں۔ آدھی رات کے بعد سوار بھی نیند

Marfat.com

کے غلبہ کے زیر اثر تھے اور سواریاں بھی قدم آہستہ آہستہ اٹھا رہی تھیں۔ حضرت ابوقتادہ انصاری کی سواری اس رات آقا علیہ السلام کی سواری کے قریب قریب چل رہی تھی وہ دانستہ طور پر حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے تا کہ آقا علیہ السلام کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ حاضر خدمت رہیں۔ انہوں نے آدھی رات کے بعد دیکھا کہ آقا علیہ السلام کو اپنی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی ہے جس سے آپ اپنی اونٹنی پر ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔ ابوقتادہ نے آقا علیہ السلام کو جگانا بے ادبی سمجھا، وہ فوراً اپنی سواری سے نیچے اترے اور آپ کے جسم اطہر کو ادب و احترام سے چھوا تو آپ نیند سے بیدار نہ ہوئے ابوقتادہ نے سہارا دیا تو آپ دوبارہ سیدھے بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد ابوقتادہ نے دیکھا کہ آقا کا جسم اطہر پھر ایک طرف کو جھک گیا ہے وہ فوراً نیچے اترے اور آپ کو جگائے بغیر آپ کی نشست سیدھی کر دی۔ وہ ساری رات آقا علیہ السلام پر نگاہیں جمائے رہے۔ انہیں اپنے آرام اور تھکاوٹ کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ آقا علیہ السلام کے بارے میں متفکر تھے، صبح سحری کے وقت ہوا کے ٹھنڈے جھونکے آنا شروع ہو گئے تھے۔ آقا علیہ السلام پر نیند کا غلبہ زیادہ ہو گیا تھا۔ ابوقتادہ آقا علیہ السلام کی سواری کے ساتھ ساتھ اس انداز سے چل رہے تھے کہ جیسے ہی آپ کا جسم اطہر ایک طرف ڈھلکتا ابوقتادہ فوراً آپ کے جسم اطہر کو سہارا دیتے۔ بالآخر آقا علیہ السلام نے سر اقدس اٹھایا اور دریافت فرمایا:

''کون ہے؟''

''ابوقتادہ''

''تم کتنی دیر سے اس طرح میرے ساتھ ساتھ چل رہے ہو؟''

''یارسول اللہ! پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا ہوں'' ابوقتادہ نے جواب دیا۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کا خیال رکھا''۔

لشکر تیزی سے سفر کرتا ہوا آگے چلا گیا تھا، ان کی سواریاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اس وقت صرف سات جاں نثاروں نے آقا علیہ السلام کی سواری کے ساتھ ساتھ سفر جاری رکھا ہوا تھا۔ میرے آقا ﷺ نے ابوقتادہ سے دریافت فرمایا۔

''کتنے ساتھی اس وقت تمہیں نظر آتے ہیں''

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ گننے لگے اور عرض کی: ''سات ہیں''۔ آپ نے سفر روکنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے اس وقت سواری سے اتر کر آرام کرنے کا فیصلہ فرمایا، سونے سے پہلے آپ نے حضرت بلال حبشی کو طلب فرمایا، وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا:

''بلال! ہماری نماز فجر کا خیال رکھنا، ہمیں جگا دینا''

حضرت بلال نے عرض کی: ''جی یارسول اللہ! میں خیال رکھوں گا''

یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کا سہارا لے کر بیٹھ گئے تا کہ سو جانے کی وجہ سے وہ غفلت کے مرتکب نہ ہوں۔ تھکاوٹ اتنی تھی کہ جیسے ہی وہ اونٹ کا سہارا لے کر بیٹھے چند لمحوں بعد گہری نیند میں چلے گئے اگلی صبح حضور نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھلی تو سورج نکل آیا تھا، آپ نے دیکھا کہ تمام خدام گہری نیند سو رہے ہیں۔ آپ نے جگایا تو سب ہی گھبرا کر اٹھ بیٹھے، آپ نے حضرت بلال سے دریافت فرمایا:

''بلال! آپ کو فجر کی نماز کا خیال رکھنے کے لئے نہیں کہا تھا؟''

حضرت بلال نے عرض کی: ''یارسول اللہ بے شک آپ نے فرمایا تھا لیکن نیند کے غلبے کی وجہ سے میں سو گیا، یارسول اللہ! اس میں میرا قصور نہیں ہے جس طرح آپ سو گئے میں بھی اسی طرح سو گیا''۔

''ٹھیک ہے، اب سب سواریوں پر بیٹھ جاؤ''

Marfat.com

سب خادمین آقا ﷺ کے حکم کے مطابق اسی وقت اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ کر آپ کی قیادت میں روانہ ہو گئے۔ جب سورج کافی اونچا ہو گیا تو آپ نے سواریاں روکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت ابوقتادہ سے لوٹا طلب فرمایا: اس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا، آپ نے اس تھوڑے سے پانی سے وضو فرمایا بلکہ اس میں سے بھی کچھ پانی بچ گیا۔ آپ نے ابوقتادہ سے فرمایا:

''یہ لوٹا سنبھال کر رکھنا، اس سے بڑی شان کا ظہور ہوگا''

پھر حضرت بلال حبشی نے اذان دی، آقا علیہ السلام نے حسب معمول فجر کی دو سنتیں پڑھیں اور پھر نماز فجر کی امامت فرمائی۔ نماز اور معمول کے اذکار کے بعد آپ نے سفر کا دوبارہ آغاز فرمایا۔ صحابہ کرام نماز فجر اپنے وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ انہوں نے خدشات ظاہر کرنے شروع کر دیئے کہ شاید اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ میرے آقا علیہ السلام نے اپنے خادمین کی گفتگو سنی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے لئے میری مثال کافی نہیں ہے؟ اچھی طرح سن لو نیند کی وجہ سے نماز میں تاخیر کوتاہی نہیں ہوتی، دوسری نماز کا وقت شروع ہونے تک جو نماز نہ پڑھے وہ غفلت کا مرتکب ہوتا ہے مگر نیند سے جب کوئی جاگے تو قضا نماز پڑھ لے، پھر دوسرے دن اپنے وقت پر نماز ادا کرے''۔

سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے خادمین کے ساتھ تبوک کی طرف رواں دواں تھے لیکن ابھی تک لشکر کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ لگتا تھا وہ بہت دور نکل گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جنگی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے لشکر کے ساتھ ساتھ تھے، آقا علیہ السلام نے اپنے ہمراہ سفر کرنے والے سات خادمین سے دریافت فرمایا:

''تمہارا کیا خیال ہے کہ آگے چلنے والے لوگوں نے کیا کیا ہوگا؟''

خادمین نے وہی جواب دیا جو وہ عام طور پر دیا کرتے تھے۔

''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں''

آقا علیہ السلام نے اس سوال کا جواب خود دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''علی الصبح جب انہوں نے اپنے نبی کو اپنے درمیان موجود نہ پایا تو ابوبکر و عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا رسول اللہ پیچھے رک گئے ہیں ہر گز وہ تمہیں چھوڑ کر آگے نہیں گئے ہوں گے کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں رسول اللہ اس جگہ سے آگے جا چکے ہیں۔ اب اگر انہوں نے ابوبکر اور عمر کی رائے مان لی تو یہ صحیح فیصلہ ہوگا''۔

وہی ہوا جو زبان رسالتمآب نے فرمایا تھا، لشکر اپنی جگہ پر رکا ہوا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے انہیں روک رکھا تھا۔ یہ حضرات سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ سپہ سالار اعظم ﷺ لشکر کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے آگے تشریف لے جائیں گے۔ اس لئے جو لوگ آگے جانے کا مشورہ دے رہے تھے ان کی بات نہ مانی گئی، جب لشکر اسلام نے آقا علیہ السلام کو خادمین کے جھرمٹ میں آتا ہوا دیکھا تو ان کے دلوں کو راحت نصیب ہوئی۔ اب انہیں پیاس نے پھر ستانا شروع کر دیا تھا، پانی ختم ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے گزشتہ کل ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں کل پانی ملے گا، اس لئے سب اس امید پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آقا علیہ السلام انہیں پانی سے سیراب کریں، سپہ سالار اعظم ﷺ لشکر کے قریب پہنچے تو کچھ لوگوں نے بے تابی سے کہا:

''یا رسول اللہ ہم ہلاک ہو گئے، پانی ختم ہو گیا، ہم پیاسے ہیں''۔

''نہیں تم ہلاک نہیں ہو گے'' آقا کے ایک فقرے نے سب کو مطمئن کر دیا، آپ نے ابوقتادہ سے پیالہ اور لوٹا طلب فرمایا۔ حضرت ابو قتادہ نے آقا علیہ السلام کے حکم کے مطابق لوٹے میں صبح کا بچا ہوا پانی سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ ابوقتادہ نے لوٹا پیش کیا تو آقا علیہ السلام نے اس

Marfat.com

میں سے پانی پیالے میں انڈیلنا شروع فرمایا اور ابوقتادہ کو حکم دیا کہ اس پیالے سے لوگوں کو پلانا شروع کر دو۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک پیالہ ہے تو پیاس کی شدت سے اس پر ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے یہ صورتحال دیکھ کر ارشاد فرمایا:

''آپس میں الجھو نہیں، ایک دوسرے سے اچھے طریقے سے برتاؤ کرو سب کو تسلی بخش پانی ملے گا'' فرمانِ رسالتمآب سن کر سب ادب سے قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضور علیہ السلام اپنے لوٹے میں سے پانی پیالے میں انڈیلتے رہے اور ابوقتادہ پیالے سے لوگوں کو پلاتے رہے یہاں تک کہ سب نے جی بھر کر پی لیا۔ پھر آپ نے ابوقتادہ کے لئے پیالے میں پانی انڈیلا اور فرمایا:

''اب تم بھی پیو''

''یارسول اللہ آپ پیجئے! جب تک آپ نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا''

''ساقی سب سے آخر میں پیا کرتا ہے'' حضور نے یہ فرما کر پیالہ ابوقتادہ کے ہاتھ میں تھما دیا جب حضرت ابوقتادہ نے پی لیا تو سب سے آخر میں ساقی کوثر ﷺ نے خود پانی نوش فرمایا۔

تبوک کی طرف لشکر اسلام سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں ایک دفعہ پھر روانہ ہوا۔ روانہ ہونے سے پہلے آقا کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کل تم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے جو لوگ بھی وہاں مجھ سے پہلے پہنچ جائیں اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں، میری آمد کا انتظار کریں''۔

حضور علیہ السلام نے اس ہدایت کے متعلق لشکر میں منادی بھی کرا دی، منادی کرنے والے نے واضح طور پر اعلان کیا حضور نبی کریم ﷺ کی تبوک تشریف آوری سے پہلے کوئی بھی چشمہ میں سے پانی نہ پیئے۔

دوسرے دن آقا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق لشکر اس چشمے پر پہنچا تو دو شخص پہلے ہی اس چشمہ پر پہنچ چکے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا:

''کیا تم نے اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟''

''جی ہاں!'' آپ نے یہ سنا تو بہت ناراض ہوئے اور ان کو یاد دلایا کہ انہیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا تھا، اس کے بعد آپ نے چشمہ کا پانی مشک میں بھرنے کا حکم دیا۔ چشمہ میں سے پانی آہستہ آہستہ آ رہا تھا چشمہ سے پانی مشک میں ڈال کر حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا، اسے چلو بھر کر مشک میں ڈالا گیا تھا اور اس کی مقدار بہت ہی کم تھی۔ اس پانی سے آقا کریم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ اور اپنا چہرہ اقدس کو دھویا اور پھر کلی فرما کر پانی چشمہ کی طرف پھینکا جس سے چشمہ سے پانی تیزی سے بہنا شروع ہو گیا، چند لمحے پہلے جس چشمہ سے پانی کے چند قطرے رس رہے تھے اب گویا وہاں سے آبشار بہنے لگا، ایسے لگتا تھا کہ پتھروں کا سینہ پھٹ پڑا ہے اور وہ پوری قوت سے پانی کی فراہمی کے لئے بے تاب ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل اس وقت آقا علیہ السلام کے قریب کھڑے تھے اور فرط عقیدت ومحبت اور حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

آقا کریم علیہ السلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''معاذ! اگر تمہیں لمبی زندگی ملی تو تم اس جگہ کو باغات سے سرسبز دیکھو گے''۔

اور ایسا ہی ہوا، یہ جگہ آج تک سرسبز ہے، یہ چشمہ آج بھی فوارے کی طرح رواں دواں ہے۔ اور لوگ اس کے پانی سے سیراب اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ یہ سب میرے آقا کریم علیہ السلام کی کرم نوازی کا اظہار ہے اور آپ کا عطائے الٰہی کے ''قاسم'' ہونے کا ثبوت اور معجزہ ہے۔

Marfat.com

نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ تبوک کے علاقے میں آمد کے بعد لشکر اسلام نے سپہ سالار اعظم ﷺ کی امامت میں نماز ظہر ادا کی۔

نماز ظہر کے بعد آپ نے تیس ہزار افراد کے سامنے جو آپ کا ارشاد سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھے ایک فصیح اور جامع خطبہ دیا، آپ نے اپنے خطاب میں نہ ہی جنگ کی صورت حال کا تذکرہ کیا نہ ہی لڑائی کے متعلق ہدایات دیں نہ دشمن کے عزائم کے متعلق کچھ فرمایا، کیونکہ نگاہ نبوت نے دیکھ لیا تھا کہ یہاں جنگ نہیں ہونے والی۔ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے ہیں، وہ مقابلہ پر نہیں آئیں گے اس لئے آپ نے جنگی صورتحال کی بجائے انسان کے اندر کے احوال کے متعلق ارشاد فرمایا لڑائی کے متعلق ہدایات دینے کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات سے مقابلہ کرنے کے لئے ہدایات دیں۔ آپ کے خطبے کا اصل موضوع یہ تھا کہ انسان کا اصل دشمن اس کے اندر موجود ہے۔ اگر اس کو شکست دے دی تو پھر ساری دنیا تم فتح کر لو گے۔ آپ کی نصیحتوں کو لشکر نے غور اور توجہ سے سنا۔ اتنے بڑے اجتماع میں لازمی طور پر دشمن کے بعض جاسوسوں کو موجود ہونا بھی یقینی ہے۔ عام طور پر لشکر کے سپہ سالار فوج کو حملے پر اکساتے ہیں، دشمن کی املاک پر قبضہ کرنے اور اس کا غرور خاک میں ملا دینے کا حکم دیتے ہیں، دشمن کی تباہی کا عزم ظاہر کرتے ہیں لیکن تبوک کے لوگوں نے اس دن دنیا کے سب سے بڑے فاتح سپہ سالار اعظم ﷺ کو جنگجوؤں سے خطاب کرتے ہوئے سنا ہو گا تو حیران رہ گئے ہوں گے میرے آقا علیہ السلام نے جو بنیادی نکات اصلاح کے لئے ارشاد فرمائے تھے وہ یہ تھے:

☆......دنیا میں سب سے زیادہ سچ اللہ کی کتاب میں ہے۔

☆......قابل اعتماد سہارا وہ کلمہ ہے جس میں خشیت الٰہی ہو۔

☆......ملت ابراہیم سب سے بہتر ملت ہے اور محمدی راستہ سب سے بہتر راستہ ہے۔

☆......قابل تعظیم بات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

☆......سب سے خوبصورت قصہ قرآن ہے۔

☆......عزم و ہمت سے کئے جانے والے کام سب سے بہتر ہیں۔

☆......بدترین کام یہ ہے کہ نئے فتنے شروع کر دیئے جائیں۔

☆......حسین ترین راہ انبیاء کی راہ ہے۔

☆......شہداء کا قتل عزت والی موت ہے۔

☆......ہدایت حاصل ہونے کے بعد گمراہ ہونا بدترین اندھا پن ہے۔

☆......بہترین عمل وہ ہے جو فائدہ مند ہو۔

☆......سب سے اچھی ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔

☆......دل کا اندھا پن سب سے خطرناک اندھا پن ہے۔

☆......اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے افضل ہے۔

☆......غفلت میں ڈالنے والی زیادہ اشیا سے وہ تھوڑی سی اشیا جو ضروریات پوری کر دیں بہتر ہیں۔

☆......وہ معذرت جو موت کے وقت کی جائے سب سے بری معذرت ہے۔

☆......قیامت کے دن ہونے والی ندامت سب سے بری ندامت ہے۔

☆......جو لوگ جمعہ کو تاخیر سے آتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ اللہ کا ذکر بے دلی سے کرتے ہیں۔

Marfat.com

☆......سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ زبان کا جھوٹ ہے۔

☆......سب سے بہترین دولت دل کی دولت ہے۔

☆......سب سے بہترین زادسفر تقویٰ ہے۔

☆......حکمت ودانائی کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔

☆......سب سے بہتر اطمینان قلب یقین ہے۔

☆......شکوک وشبہات کفر کی علامت ہے۔

☆......میتوں کے نوحہ گر جاہلیت پر عمل پیرا ہیں۔

☆......خیانت جہنم کی آگ میں جلائے گی اور نشہ کرنا آتش جہنم سے داغ دار کر دے گا۔

☆......برے اشعار کے خیالات ابلیس کی طرف سے آتے ہیں۔

☆......شراب تمام برائیوں کا مجموعہ ہے۔

☆......یتیم کا مال کھانا سب سے بری خوراک ہے۔

☆......خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

☆......بدقسمت وہ ہے جس کی بدقسمتی اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دی گئی ہو۔

☆......ہر ایک کو چار ہاتھ لمبائی کے گڑھے میں جانا ہوگا اور فیصلہ روز محشر ہوگا۔

☆......عمل کا انحصار اختتام پر ہوتا ہے۔

☆......جھوٹے خواب بیان کرنا بہت بڑی برائی ہے۔

☆......جن چیزوں نے آنا ہے وہ قریب ہیں۔

☆......مومن کو گالی دینا اللہ کی نافرمانی ہے اس کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کی غیبت کرنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

☆......مومن کے مال کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اس کی جان کی حفاظت کرو۔

☆......جو اللہ کی جھوٹی قسم کھائے گا اسے جھٹلا دیا جائے گا۔

☆......جو دوسروں کی کوتاہیوں سے درگزر کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

☆......دوسروں کو معاف کرنے والے کو اللہ معاف کر دے گا۔

☆......غصہ پر قابو پانے والے کو اللہ اجر دے گا۔

☆......مشکلات میں صبر کرنے والے کو اللہ بہتر صلہ دے گا۔

☆......جو غیر تصدیق شدہ باتیں پھیلائے گا اللہ اس کو بے عزت کر دے گا۔

☆......جو صبر کرنے کا بہانہ بنائے گا اللہ اس کی تکلیف میں اضافہ کر دے گا۔

☆......جو اللہ کا نافرمان ہوگا وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔

اس مختصر مگر پراثر خطبہ کے آخر میں آپ نے تین دفعہ استغفار پڑھا اس کے بعد لشکر نے اس میدان میں خیمے نصب کرنے شروع کر دیئے۔

Marfat.com

سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے خیمے میں تشریف لائے۔ بعض قبائل کے نمائندہ افراد بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے خادم خاص سیدنا بلال حبشی سے ارشاد فرمایا: ''بلال ہمیں کھانا کھلائیے!''

آقا علیہ السلام کا حکم سن کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دستر خوان بچھا دیا چمڑے کے بنے ہوئے اس دستر خوان پر انہوں نے گھی میں بنا ہوا کھجوروں کا حلوہ رکھنا شروع کر دیا وہ اپنی ہتھیلیوں سے اس حلوہ کے حصے بنا بنا کر دستر خوان پر رکھتے جاتے تھے۔ بظاہر یہ لگتا تھا کہ یہ حلوہ مقدار میں اس قدر نہیں ہے کہ سب حاضرین محفل کے لئے کافی ہو سکے لیکن جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو یہ حلوہ اس قدر کافی ہو گیا کہ سب حاضرین نے پیٹ بھر کر کھایا۔ قبیلہ بنوسعد بن ہزیم کے ایک شخص نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا۔

''یا رسول اللہ! یہ حلوہ تو میرے لئے بھی کافی نہیں تھا لیکن ہم سب نے خوب تسلی سے اسے کھایا ہے''۔

میرے کریم آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کافر کھانا سات آنتوں میں ڈالتا ہے پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوتی لیکن مومن کی ایک آنت میں کھانا پہنچ جائے تو اس کے لئے اطمینان بخش ہوتا ہے''۔

دوسرے دن پھر آقا کریم علیہ السلام کا دستر خوان بچھایا گیا تو قبیلہ بنوسعد بن ہزیم کا وہ شخص اطمینان قلب کے لئے ایک دفعہ پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تاکہ کل والا منظر پھر سے دیکھ سکے۔ آج بھی دستر خوان پر حضرت بلال تھیلی سے کھجوریں نکال نکال رکھتے جاتے تھے، آقا علیہ السلام کے ارد گرد دس آدمی باادب بیٹھے تھے، بظاہر تھیلی میں کھجوریں کم نظر آتی تھیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت بلال سے ارشاد فرمایا:

''آپ اور کھجوریں نکالئے! اس بات سے مت گھبرائیے کہ یہ کم ہو جائیں گی، عرش بریں کا رب انہیں کم نہیں ہونے دے گا''۔

حضرت بلال آقا علیہ السلام کا فرمان سن کر اور کھجوریں بھی لے آئے اور انہیں بھی دستر خوان پر بچھا دیا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ کھجوروں پر رکھا اور پھر ارشاد فرمایا:

''بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیجئے!''

سب کھا چکے تو تب بھی دستر خوان پر اتنی ہی کھجوریں موجود تھیں جتنی کھانے سے پہلے موجود تھیں، ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں ہاتھ تک نہیں لگایا، وہ تیسرے دن بھی آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس دن بھی پہلے دو دنوں کی طرح کھانے کے وقت معجزہ مصطفیٰ ظاہر ہوا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں تیس ہزار افراد پر مشتمل فوج نے بیس دن تک تبوک میں پڑاؤ کیا، ان بیس دنوں میں رومی اور غسانی افواج کو ہمت نہ پڑی تو وہ مقابلہ پر آتے، بلکہ اس کا اثر یہ ہوا کہ مختلف قبائل کو بھی اندازہ ہو گیا کہ مسلمان ایک عظیم قوت ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت رومی سلطنت اور ان کی حامی غسانی افواج میں بھی نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت اور ان کی فوجی قوت کی ہیبت میں اس قدر اضافہ ہو رہا تھا کہ وہ غیر مسلم قبائل جو ابھی تک شش و پنج میں پڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اسلامی قوت کو تسلیم کرنے کا ابھی تک فیصلہ نہیں کیا تھا وہ بھی یکسو ہو گئے اور مختلف وفود بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی حمایت اور وفاداری کا اظہار کرنے لگے اور جزیہ ادا کرنے کی یقین دہانیاں کرائیں، سپہ سالار اعظم ﷺ نے ان غیر مسلم قبائل کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت کے لئے تحریری دستاویزات ان کے حوالے فرمائیں۔

دومتہ الجندل کے علاقے کا قبائلی سردار اکیدر ایک ایسا قبائلی سردار تھا جو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اپنے قلعہ میں محفوظ سمجھ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے اور وہاں اپنی وفاداری کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

Marfat.com

سپہ سالار اعظم ﷺ نے اسے گرفتار کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چار سو بیس مجاہدوں کا دستہ روانہ فرمایا۔
میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خالد بن ولید کو پہلے سے ہی بتا دیا کہ اسے گرفتار کرنے کے لئے اس کے قلعے کے اندر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ نیل گائے کا شکار کر رہا ہو گا۔ حضرت خالد اُکیدر کے قلعے بالکل قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اچانک ایک نیل گائے نمودار ہوئی اور قلعہ کے دروازے پر اس نے اپنے سینگ رگڑنے شروع کر دیئے۔ اُکیدر کو اپنے قلعے سے باہر نکالنے کے لئے یہ نصرت الٰہی کا اظہار تھا۔ چاندنی رات کی روشنی میں نیل گائے کو اپنے قلعے کے باہر موجود پایا تو اکیدر باہر نکلا، اتنے میں مجاہدین کے دستہ نے اچانک حملہ کر کے اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اسے سپہ سالار اعظم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ اس نے اسلامی حکومت کو تسلیم کرنے اور سرکار مدینہ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور جزیہ دینے کا اقرار کیا تو آقائے دو جہاں ﷺ نے اس کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ اس نے معاہدہ کیا کہ وہ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں، چار سو نیزے بھجوائے گا۔
سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس بنیاد پر اس کے زیر اثر قبائل کے تحفظ کی ضمانت عطا فرمائی۔
تبوک کے بیس روزہ قیام کے دوران دومۃ الجندل کے علاوہ تبوک، جیرباء، اذرح ایلہ اور تیما کے قبائلی سرداروں اور بعض دیگر علاقوں کے باشندوں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر وفاداری کا اعلان کیا اور امان طلب کی۔ جزیہ ادا کرنے کی شرط پر انہیں تحفظ فراہم کرنے کا فیصلہ فرمایا گیا اور ان کو تحریری طور پر صلح کی ضمانت دی گئی۔
تبوک سے سپہ سالار اعظم ﷺ نے سلطنت روم کے سربراہ ہرقل کے نام ایک مکتوب گرامی روانہ فرمایا، اس خط کو لے جانے کی ذمہ داری لینے والے شخص کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا:
''جو کوئی بھی میرا یہ خط قیصر کے پاس لے جائے گا وہ جنت میں جائے گا''
''اگر قیصر نے اسلام قبول نہ کیا پھر بھی؟'' محفل میں موجود حضرت دحیہ کلبی نے سوال کیا۔
''پھر بھی اسے جنت نصیب ہوگی'' آقا علیہ السلام کی طرف سے خوشخبری سن کر حضرت دحیہ کلبی نے وہ خط لیا اور حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ قیصر روم ان دنوں شام کے شہر ''حمص'' میں موجود تھا، جب اس کے پاس سرکار دو عالم ﷺ کا مکتوب گرامی پہنچا تو اس نے عزت و احترام سے اسے وصول کیا اور پڑھ کر قاصد پیغام رسالت حضرت دحیہ کلبی سے کہا ''میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں مجھے پیغمبر السلام ﷺ کا عقیدت مند سمجھئے! لیکن حکومتی مجبوریوں کی وجہ سے اور شہنشاہی نظام کے تقاضوں کے وجہ سے اسلام قبول کرنے کے لئے علی الاعلان اقرار نہیں کر سکتا'' اس نے ہدیہ کے طور پر اپنی سلطنت کی کرنسی کے سونے کے سکے ''دینار'' کافی مقدار میں حضرت دحیہ کلبی کے ذریعے بھجوائے۔
حمص سے قیصر روم کا جواب سن کر جب حضرت دحیہ کلبی واپس پہنچے اور تفصیلات بتائیں تو سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''وہ جھوٹ بولتا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے وہ مسلمان نہیں نصرانی ہے'' آپ نے اس کے بھجوائے ہوئے دینار تقسیم فرما دیئے۔
سلطنت روم (رومن ایمپائر) کے اس شہنشاہ نے وزراء سلطنت اور مذہبی رہنماؤں کے مخالفانہ طرز عمل کی وجہ سے انہیں یقین دہانی کرا دی تھی کہ وہ ہرگز اسلام قبول نہیں کرے گا لیکن سفیر رسول گرامی کو پیغام دیتے ہوئے اس نے ''ڈپلومیسی'' سے کام لیا اور بظاہر اچھے جذبات اور نیک خواہشات کا تذکرہ کیا لیکن دراصل وہ اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہا تھا۔ زبان رسالتمآب ﷺ نے اس کے جھوٹ کا پردہ چاک کر دیا۔ قیصر روم نے اپنے طور پر بھی اپنے ایک قاصد کے ذریعے ایک خط بھجوایا جسے قبیلہ تنوخ کا ایک عیسائی عربی بارگاہ نبوت میں لایا تھا۔ قیصر نے اس قاصد سے خاص طور پر کہا تھا ''تم ان کی پشت کو غور سے دیکھنا، کیا وہاں کوئی خصوصی نشان موجود ہے جس سے انسان اپنی نظریں چرا

Marfat.com

نہ سکے اور جو فوراً مرکز نگاہ بن جائے''۔

قیصر کا یہ سفیر بارگاہ نبوت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور اسے بھی اسلام کی دعوت دی لیکن اسلام قبول کرنا اس کے نصیب میں نہیں تھا۔ میرے آقا علیہ السلام نے قیصر روم کا خط سن کر اس کے بہتر رویے کے لئے پسندیدگی کا اظہار فرمایا:

''میں نے ایک خط کسریٰ کو روانہ کیا تھا، اسے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اللہ نے اس کی حکومت کو ریزہ ریزہ کر دیا، میں نے نجاشی کو بھی خط روانہ کیا تھا، پھر تمہارے حکمران قیصر کو خط بھیجا، اس کو اس نے احترام سے پڑھا، اس احترام کی برکت سے اس کی سلطنت کے لوگ اس کا احترام کرتے رہیں گے اور اس کا رعب و دبدبہ قائم کے رہے گا۔

آپ ﷺ نے اس قاصد سے مزید فرمایا:

''قاصدوں کو انعام دینا ان کا حق ہوتا ہے لیکن اس وقت ہم سفر کی حالت میں ہیں ہمارے پاس اس وقت مالی وسائل نہیں ہیں ورنہ میں تمہیں انعامات دے کر بھیجتا''۔

اس وقت خدمت اقدس میں حاضر ایک صحابی نے اس قاصد کو اپنی طرف سے ایک قیمتی لباس تحفہ میں دیا۔ قیصر کا یہ نمائندہ اٹھ کر جانے لگا تو میرے آقا کریم علیہ السلام نے اسے اپنے قریب بلایا اور ارشاد فرمایا:

''تم میری پشت کی جانب سے گزرو اور وہ دیکھو جسے دیکھنے کے لئے تمہیں کہا گیا تھا''

وہ رحمت دو عالم ﷺ کی پشت مبارک کی جانب بڑھا تو آقا علیہ السلام نے اپنے مقدس کرتے کا بند کھولا اور اسے مہر نبوت دیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ سفیر نے خاتم النبیین کی نبوت کی اس واضح علامت کو دیکھا جس کا تذکرہ سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود تھا تو وہ دیکھتا ہی رہ گیا، وہ قیصر کے پاس واپس پہنچا تو دربار نبوت اور مہر ختم نبوت کا احوال سنایا تو قیصر بھی ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا، اس نے ایک دفعہ پھر عیسائی مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کا اجلاس طلب کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں، ہمیں ان کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آنا چاہئے لیکن تمام عمائدین سلطنت کے جذبات دیکھ کر اس نے کہنا شروع کر دیا:

''میں تو تمہیں آزما رہا تھا کہ کہیں تمہارا یقین ڈگمگا تو نہیں گیا، ورنہ میں اپنا آبائی مذہب کس طرح چھوڑ سکتا ہوں، یہ ممکن ہی نہیں ہے''۔

اس دن عیسائی، سیاسی اور مذہبی رہنماؤں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر قیصر روم نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا باضابطہ اعلان کر دیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اعلیٰ فوجی افسر بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے اور وہ اپنے مذہبی رہنماؤں کے حکم کے منتظر تھے لیکن اس اجلاس میں قیصر کے واضح موقف کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی۔

تبوک کے قیام کے دوران ایک صحابی حضرت عبداللہ ذوالبجادین وصال فرما گئے۔ انہوں نے یہاں آتے ہوئے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ راہ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں گزارش کی تھی: ''یا رسول اللہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لئے شہادت کی سعادت حاصل ہونے کی دعا فرمائیں''۔ آپ ﷺ نے انہیں بیری کے درخت کا چھلکا لانے کے لئے کہا اور یہ چھلکا ان کے بازو پر باندھتے ہوئے آقا علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

''کسی بھی کافر کے لئے تجھے قتل کرنا حرام کر دیا گیا ہے''۔

جب انہوں نے یہ سنا کہ وہ شہید نہیں ہوں گے تو افسردہ ہو گئے اور عرض کی:

''یا رسول اللہ میں نے شہادت کی تمنا کی تھی، اس دنیا میں زندہ رہنے کی گزارش تو نہیں کی تھی'' شہادت کے حصول کے طلب گار صحابی سے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

Marfat.com

''عبداللہ! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے ارادے سے جا رہے ہو، اس سفر میں اگر تم بخار کی وجہ سے فوت ہو گئے تو پھر بھی تمہیں شہادت کا رتبہ نصیب ہوگا''۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین کو اسی دن یقین ہو گیا تھا کہ ان کی موت اس سفر میں ہونے والی ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ''اگر'' کے صیغے کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا لیکن صحابہ کرام جانتے تھے کہ آپ کا ''اگر'' فرمانا بھی یقینی اور حتمی ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ وہ بار ہا کر چکے تھے۔

اس رات جب حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا وصال ہوا تو انہیں رات کو ہی دفن کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اندھیری رات میں قبر کھودی گئی۔ آقا علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی، قبر تیار ہو گئی تو رحمت اللعالمین ﷺ بذات خود ان کی قبر کے اندر تشریف لے گئے۔ خادم خاص سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ قبر کے قریب مشعل تھامے کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نعش کو تھام کر قبر میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے کیا، میرے آقا کریم علیہ السلام نے ان کی نعش کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اپنے بھائی کو میرے قریب لے آؤ'' پھر آپ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے اپنے محبّ جانباز شہید کو ان کا منہ دائیں طرف کر کے لٹا دیا پھر فرمایا: ''یا الٰہی! آج شام تک میں اس سے راضی تھا تو بھی اسے اپنی رضا کی نعمت عطا فرما''۔

آقا علیہ السلام کا لوٹا، جوتا مبارک اور تکیہ اٹھانے کی سعادت حاصل کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود ساتھ ہی کھڑے تھے آقا کریم کے محبت بھرے الفاظ سن کر وہ بے ساختہ کہہ اٹھے:

''کاش میں یہاں اس قبر میں دفن ہوتا''۔

سفر تبوک کے دوران ایک صبح نماز تہجد ادا فرمانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے آج رات ایسی پانچ نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں جو اس سے پہلے کسی اور کو عطا نہیں کی گئیں۔ ان خصوصیات مصطفوی ﷺ کی تفصیلات جو آپ نے وہاں ارشاد فرمائیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

☆..... تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے تشریف لاتے تھے آپ کو پوری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما بنایا گیا۔

☆..... پوری زمین کو حضور علیہ السلام کے وسیلے سے آپ کی امت کے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنا دیا گیا تا کہ کوئی بھی کسی بھی جگہ پر قبلہ رو ہو کر اپنے رب کے حضور سر بسجود ہو سکے ورنہ اس سے پہلے سابقہ امتیں صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی عبادت کر سکتی تھیں۔

☆..... پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں مٹی سے تیمم کرنے کی اجازت عطا کی گئی۔

☆..... حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا۔

☆..... حضور نبی اکرم ﷺ کو ہر کلمہ گو مسلمان کی شفاعت کرنے کا اختیار عطا کیا گیا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں تیس ہزار مجاہدین کے طویل قیام سے تمام مطلوبہ فوائد حاصل ہو چکے تھے۔ رومن ایمپائر کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ کی جو دھمکیاں سننے کو مل رہی تھیں ان کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اب حملہ کرنے کی بجائے قیصر روم کو اپنی سلطنت کے تحفظ کا مسئلہ درپیش ہو گیا تھا۔ اس نے دینار اور خط بھیج کر درحقیقت اپنی شکست اور سرکار مدینہ ﷺ کی طاقت تسلیم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اردگرد کے تمام عرب قبائل حکومت مدینہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حضور علیہ السلام سے رومی سلطنت کی سرحدوں کے قریب رہنے والے علاقائی طور پر خود مختار قبائلی سرداروں نے صلح نامے حاصل کر لئے تھے اور اس طرح انہیں اسلامی حکومت کا تحفظ حاصل ہو گیا تھا۔ یوں حکومت مدینہ کی سرحدیں اب وسعت پذیر ہو کر رومی سلطنت کی سرحد تک آپہنچی تھیں۔ کل تک دھمکیاں دینے والوں کے دروازے پر اسلامی حکومت کی طاقت اور شوکت دستک دے رہی تھی۔

Marfat.com

ان حالات میں سپہ سالار اعظم ﷺ نے مشاورت کے لئے اجلاس طلب فرمایا اور ممتاز صحابہ کرام سے دمشق پر حملہ کرنے یا واپس چلے جانے کے سلسلے میں مشورہ طلب فرمایا۔

''ہمیں دمشق کی طرف بڑھنا چاہئے یا مدینہ واپس چلے جائیں آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟''

حضور علیہ السلام کے استفسار کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! یہ تو آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر آپ کو دمشق کی طرف حملہ کرنے کا حکم ہوا ہے تو پھر ضرور جانا چاہئے''۔

''اگر مجھے اس سلسلے میں بارگاہ الٰہی سے حکم دیا جاتا تو میں تمہیں مشورہ کے لئے نہ بلاتا، مجھے تمہارا مشورہ چاہئے''۔

آقا علیہ السلام کا فرمان سن کر حضرت عمر فاروق نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ رومی سلطنت کے پاس بہت بڑی فوج ہے۔ وہاں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت مختصر ہے اگرچہ ہم قیصر روم کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں اور اس کے لئے ہمارا یہاں تک آجانا بہت بڑی پریشانی کا سبب ہے لیکن ہم ابھی واپس چلے جائیں تو پھر تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر کوئی فیصلہ کرنے کے قابل ہوں گے یا پھر اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ایسے حالات پیدا فرمادے گا جس میں ہمارے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی''۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور مدینہ منورہ واپس روانگی کا حکم جاری فرمادیا۔ لشکر میں واپس جانے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ گھوڑوں کی زینیں کسی جانے لگیں اور اونٹوں پر کجاوے باندھے جانے لگے۔ پانی کی مشکیں اور مشکیزے بھرے جانے لگے کیونکہ آنے والے پندرہ دنوں تک پھر اس صحرائی اور اس کے بعد پتھریلے راستوں کے سفر کا سامنا تھا جہاں سے وہ آئے تھے۔

قبیلہ سعد بن ہزیم کے لوگ اس سفر میں بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضری کے بعد اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ اب انہیں واپس اپنے صحرائی قبیلے کی طرف جانا تھا اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سنبھالنا تھا، اس پیغام کو وہاں پھیلانا تھا۔ ان کا قبیلہ ایک صحرائی کنویں کے قریب آباد تھا جہاں پانی بہت کم رہ گیا تھا۔ دوسرے قبائل کے لوگ ابھی اس کنویں کے اردگرد آکر آباد ہوگئے تھے۔ کنویں میں پانی کی سطح دن بدن نیچے جارہی تھی اور اندیشہ تھا کہ وہاں سے جانا نہ پڑ جائے یا پھر پانی کے مسئلے پر لڑائی نہ ہو جائے اور دوسرے قبائل کے لوگ اس کنویں پر قبضہ نہ کرلیں، عرب بدوؤں کی پانی کی لڑائیاں صدیوں تک جاری رہتی تھیں۔

یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی:

''یارسول اللہ! ہم اپنے اہل و عیال کو ایک کنویں کے قریب چھوڑ کر آئے ہیں۔ وہاں پانی کی شدید قلت ہے، ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس کنویں کا پانی سوکھ گیا تو ہمیں کہیں اور جانا پڑے گا اور صحرائی رہزن ہمیں مال و اسباب سے محروم کر دیں گے۔ ہم وہاں کمزور ہیں کیونکہ اس علاقے میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العالمین ہمارے کنویں کے پانی میں برکت عطا فرما دے اگر پانی ہمیں فراوانی سے دستیاب رہا تو پھر اس علاقے میں نہ تو کوئی ہم سے زیادہ طاقتور ہوگا اور نہ ہم کسی کافر کو وہاں سے گزرنے دیں گے''۔

رحمت اللعالمین ﷺ نے ان کی درخواست سن کر ان سے فرمایا:

''چند پتھریلی کنکریاں میرے پاس لے آؤ''

وہ تین کنکریاں لے آئے اور حضور علیہ السلام کو پیش کر دیں۔ آپ نے انہیں کچھ دیر اپنی مٹھی میں بند رکھا اور پھر انہیں واپس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''ان کنکریوں کو ایک ایک کر کے اس کنویں میں پھینک دینا، ہر کنکری پھینکتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لینا''۔

دست مصطفیٰ ﷺ میں چند لمحے رہنے والی ان کنکریوں کے پھینکنے سے اس کنویں کا پانی فوارے کی طرح بلند ہوا اور پھر اس کنویں کا پانی کبھی خشک نہ ہوا۔ اس معجزہ نبوی کی برکت اور مشاہدے سے دیگر غیر مسلم قبائل بھی مسلمان ہو گئے۔

تبوک سے واپسی کے سفر میں ایک مرحلے پر بعض صحابہ کرام نے غذائی قلت کا حال سنایا۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے جانور ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ آقا کریم علیہ السلام نے اجازت عطا فرما دی۔ جب وہ واپس آ رہے تھے تو ان کی ملاقات حضرت عمر فاروق سے ہو گئی۔ ان کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اس درخواست کی مخالفت کی اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر گزارش کی: ''یا رسول اللہ آپ جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت نہ دیں تا کہ واپسی کے سفر میں ہمارے پاس سواری کے جانوروں کی قلت نہ ہو جائے۔ یا رسول اللہ! آپ ان سے فرمائیں کہ یہ اپنی بچی کھچی خوراک یہاں لے آئیں تا کہ آپ ان کی خوراک کے لئے برکت کی دعا فرمائیں کہ وہ خوراک پورے لشکر کے لئے کافی ہو جائے جس طرح آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر دعا فرمائی تھی اور خوراک میں برکت ہو گئی تھی''۔

آقا علیہ السلام نے اس تجویز کو پسند فرمایا جب خوراک کا ذخیرہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے تازہ وضو فرما کر دو رکعت نفل پڑھے اور پھر اس طعام میں برکت کے لئے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں اس خوراک کے ذخیرے میں اتنی برکت ہو گئی کہ تمام ضرورت مندوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے خوراک حاصل کی۔ تمام بوریاں تھیلے اور قمیصوں کے دامن خوراک سے بھر گئے۔ تمام برتن لبریز ہو گئے لیکن آقا علیہ السلام کی دعا کی برکت سے خوراک کم نہ ہوئی۔ سب نے جی بھر کر کھایا بھی اور اگلے کئی دنوں کے لئے جمع بھی کر لیا تا کہ صحرائی سفر میں کام آ سکے۔

مدینہ منورہ قریب آنے لگا تو منافقین کو اس لشکر کی واپسی کی خبریں آنے لگیں۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ لشکر اسلام کامیابی کے جھنڈے گاڑ کر واپس آ رہا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ رومن ایمپائر کی فوج اس مختصر سے لشکر کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے گی۔ ان کی خواہش تھی کہ مسلمان ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹیں۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اسلامی لشکر یا تو شدید قسم کی مشکلات کا شکار ہو جائے گا یا پھر ناکام ہو کر بھاگ آئے گا لیکن سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں جب انہیں اس لشکر کی فاتحانہ واپسی کی خبریں ملنا شروع ہوئیں تو ان کا حسد اور اسلام دشمنی کے جذبات اپنے عروج پر پہنچ گئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا۔

سپہ سالار اعظم ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تھے آپ کی اونٹنی کی نکیل حضرت عمار تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے، حضرت حذیفہ بن یمان اونٹنی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے اور اسے نشیبی علاقے سے جلدی سے نکال کر لے جانے کے لئے اسے ہانک رہے تھے تا کہ آقا کریم علیہ السلام بحفاظت اس جگہ سے کھلے میدانی علاقے میں پہنچ سکیں کیونکہ اس بات کا خطرہ تھا کہ اردگرد کی پہاڑی گھاٹیوں سے کوئی دشمن اچانک حملہ نہ کر دے، اس وقت دیگر صحابہ کرام اور اسلامی لشکر کافی فاصلے پر تھے۔ سپہ سالار اعظم ﷺ کے ہمراہ چلنے والے ان دونوں صحابہ نے پیچھے سے اچانک حملہ آور ہونے والے منافقین کے قدموں کی آہٹ سنی جو اپنے چہروں کو کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے اور آقا علیہ السلام کی طرف تیزی سے آ رہے تھے اس سے پہلے کہ وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچیں میرے آقا علیہ السلام نے حضرت حذیفہ نے ان کے ارادوں سے باخبر کیا اور انہیں روکنے کا حکم دیا۔ حضرت حذیفہ نے بجلی کی تیزی سے لپک کر ان پر حملہ کر دیا۔ منافقین گھبرا کر فوراً بھاگ نکلے اور پیچھے آنے والے لشکر کی بھیڑ میں گم ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حذیفہ کو ان کے ناموں سے آگاہ فرمایا۔ اگرچہ ان منافقین نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے لیکن اللہ رب العالمین کی طرف سے عطا کردہ خصوصی علم کی وجہ سے آقا علیہ السلام ان سے اچھی طرح باخبر تھے۔

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد مدینہ منورہ کے در و دیوار نظر آنے لگے۔ آقا علیہ السلام ایک طویل اور تھکا دینے والے سفر اور ایک عظیم الشان معرکہ کامیابی سے طے کرنے کے بعد تشریف لا رہے تھے۔ اپنے وقت کی سب سے بڑی سلطنت، سلطنت روما (رومن ایمپائر) کے حکمران کے دل پر خوف اور رعب مسلط کر کے اسلامی لشکر کی مدینہ منورہ واپسی کی خبر پہنچی تو شہر کے مختلف علاقوں کی عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں، بچیاں اور بچے مدینہ منورہ کی گلیوں میں نکل آئے اور حضور علیہ السلام کے استقبال کے لئے وہی استقبالیہ گیت گانے لگے جو انہوں نے اس دن گایا تھا جب سرور دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ فضائے مدینہ اسی نغمے سے گونج رہی تھی۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجبت شکر علینا مادعا للہ داع

ہر چہرے پر خوشی تھی، ہر کوئی مسکرا رہا تھا اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا استقبال کرنے کے لئے آپ کا چہرہ انور دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ جونہی میرے آقا کی نظر مدینہ منورہ پر پڑی آپ نے ارشاد فرمایا:

''پاکیزہ شہر آ گیا، احد بھی نظر آ رہا ہے، یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں''۔

اس ظاہری حیات طیبہ میں یہ کسی بھی غزوہ میں آپ کی آخری شرکت تھی اور کسی فوجی مہم سے مدینہ منورہ کی طرف یہ آپ کی آخری واپسی تھی۔

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا آپ ﷺ پچاس دنوں بعد مدینۃ المنورۃ واپس تشریف لا رہے تھے۔ تیس دن آمد و رفت کے سفر میں گزر گئے تھے جبکہ بیس دن آپ نے رومن ایمپائر کی سرحد کے قریب انتہائی اہم اور حساس علاقے میں گزارے تھے جہاں سے آپ ﷺ نے شہنشاہ وقت قیصر روم کو خط بھی بھیجا اور دیگر علاقائی سرداروں سے اطاعت کے حلف کی بنیاد پر صلح نامے بھی منظور فرمائے اور کسی جنگ و جدال کے بغیر کامیاب و کامران واپس تشریف لائے۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر آپ گھر تشریف لے جانے کی بجائے مسجد نبوی میں دو رکعت شکرانے کے نفل ادا فرماتے، پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اس دن آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں نفل ادا فرمائے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ میں نے آپ کی شان میں کچھ اشعار لکھے ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے اشعار کی صورت میں مدح سرائی کر دوں۔ آپ کی اجازت ہو تو عرض کروں؟''

اپنے چچا کی محبت بھری گزارش سن کر آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کی زبان بابرکت فرمائے، کہیے!''

زبان رسالتمآب سے اجازت ملنے کے بعد عربی زبان کے اس قادر الکلام شاعر نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام کی موجودگی میں آقا علیہ السلام کی نعت پڑھنا شروع کی۔

حضرت عباس نے ان نعتیہ اشعار میں سرور دو جہاں ﷺ کی شب ولادت کے تذکرے سے آغاز کیا۔ اس کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

آپ کی آمد کی برکت سے زمیں روشن ہوئی
آپ کے نور مبارک سے ہوا یہ آسمان بھی فیض یاب
یہ ہے وہ نور مقدس جس کی روشن کرنوں سے
ہم چلے ہیں راہ حق پر اور رہیں گے کامیاب

Marfat.com

حضرت ابراہیم میں تھا آپ کا نور مبیں
اس وجہ سے آگ نے ان کو جلانے سے کیا تھا اجتناب

آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام توجہ سے حضرت عباس کے نعتیہ اشعار سماعت فرماتے رہے چہرہ اقدس پر خوشی اور پسندیدگی کا اظہار واضح تھا اس کے بعد مدینہ منورہ پیچھے جانے والے ان منافقین نے محفل میں آکر جھوٹے عذر اور بہانے تراشنے شروع کر دیئے جو در حقیقت اپنے خبث باطنی کی وجہ سے ساتھ نہ گئے تھے۔ اب وہ طرح طرح کی حیلہ سازی سے کام لے رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ منافق ہیں اور جھوٹ کہہ رہے ہیں ان کا راز افشانہ فرمایا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی اور ان کی خفیہ نیتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

تین صحابہ کرام حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع، حضرت ہلال بن امیہ نے علی الاعلان اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ کسی ضروری عذر اور وجہ کے بغیر ساتھ جانے کی سعادت سے محروم رہے تھے اور اب وہ اس کی سزا کے لئے تیار تھے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمایا:

''ان تینوں سے کوئی بھی بات نہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ کا واضح حکم نہ آجائے'' کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ ان پاکیزہ شخصیات کی معافی کا اعلان وحی الٰہی کی صورت میں آئے اور ان کے دامن سے نافرمانی اور غیر حاضری کا داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دھل جائے۔

جب تک ان تینوں صحابہ کرام کی معافی کے متعلق آیت نازل نہ ہوگئی ان کے اہل خانہ، عزیز و اقارب دوستوں اور تمام صحابہ کرام نے ان سے بول چال بند رکھی جب ان کی معافی کی تصدیق ہوگئی تو ہر کسی نے اپنے تعلقات بحال کر لئے۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام بعض مجبوریوں کی وجہ سے پیچھے رہ جانے صحابہ کرام کی قلبی کیفیات اور ان کے اندرونی احساسات سے بخوبی آگاہ تھے۔ ایسے ضعیف اور مریض و نادار و غریب لوگوں کی معافی کا اعلان قرآن مبارک میں بعد میں نازل ہوا لیکن واپس تشریف لاتے ہی نبی اکرم رحمت دو عالم ﷺ نے پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا۔

''ایسے لوگ بھی مدینہ میں تھے جو اگرچہ تمہارے ساتھ شریک سفر نہ تھے لیکن تم جہاں بھی گئے جس وادی میں پہنچے وہ تمہارے ساتھ ساتھ تھے وہ کسی مجبوری کی وجہ سے جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہ جا سکے''۔

کچھ لوگوں نے سوال کیا:

''یارسول اللہ وہ مدینہ میں رہ کر بھی ہمارے شریک سفر تھے؟''

''بالکل! وہ مدینہ میں رہ کر بھی ہمارے ساتھ تھے''

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم سے لوگوں کے قلبی احساسات کی خبر رکھنے والے رسول کریم ﷺ نے جواب دیا۔ آپ کے اس جواب سے ان پر خلوص جانثاران مصطفےٰ ﷺ کی تسلی ہوگئی۔

مدینہ منورہ میں رہ جانے والے کچھ ایسے صحابہ کرام بھی تھے جنہوں نے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اپنی غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے لکڑی کے ستونوں سے باندھ دیا اور تہیہ کر لیا کہ یہ اس وقت تک اپنے جسموں کو رسیوں سے آزاد نہیں کریں گے جب تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام انہیں خود اپنے مقدس ہاتھوں سے نہیں کھولیں گے۔

حضرت ابولبابہ اور ان کے چھ دیگر ساتھیوں کو مسجد کے ستونوں سے رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا: آپ کو بتایا گیا کہ ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک آپ انہیں کھول کر آزاد نہیں فرمائیں گے یہ اپنے

Marfat.com

آپ کو اسی طرح باندھے رکھیں گے۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''واللہ! نہ میں انہیں کھولوں گا نہ ان کا بہانہ قبول کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کا حکم جاری نہ فرمادے''۔

لہٰذا حضرت ابولبابہ اور ان کے ساتھی اسی طرح ستونوں سے اس وقت تک بندھے رہے، یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کی آیات کی صورت میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان آیات مبارکہ کے نزول کے بعد ایک شخص کو ان کی رسیاں کھولنے کے لئے بھیجا تو حضرت ابولبابہ نے اسے سختی سے منع کردیا۔

''مجھے صرف رسول اللہ ﷺ ہی آزاد فرمائیں گے کسی اور کو اجازت نہیں دوں گا''۔

ان کی گزارش پر آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے ان کی رسیاں کھول کر انہیں آزاد فرمایا اور گھر جانے کی خوشخبری دی۔ حضرت ابولبابہ اور ان کے دیگر ساتھی گھر جاتے ہی ساری جمع پونجی مال اسباب ساتھ لے کر واپس مسجد نبوی آگئے اور یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں ڈھیر کردیا اور عرض کی:

''یارسول اللہ! اسے ہماری طرف سے صدقہ کردیجئے! اور ہماری بخشش کے لئے دعا فرمائیں''۔

حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

''تمہارے مال کو اس وقت تک قبول نہیں کرسکتا جب تک اس کا حکم نہ آجائے'' غلامان مصطفیٰ ﷺ بے تابی سے جبرئیل امین کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب آقا کریم علیہ السلام نے انہیں خوشخبری سنائی کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے تمہارے اموال قبول کرنے کی وحی آگئی ہے اس سلسلے میں نازل ہونے والی سورہ توبہ کی اس آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہے:

''آپ ان کے اموال کا صدقہ لے لیجئے۔ انہیں پاک کردیجئے اور اس صدقہ کے وسیلے سے ان کا باطن روشن فرمادیجئے اور ان کے لئے دعا فرمایئے، بے شک آپ کی دعا ان کے لئے اطمینان وسکون کا سبب بن جائے گی''۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکم الٰہی کے نزول کے بعد ان کے صدقات کو قبول فرما کر ان کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائی اور ان کا تزکیہ نفس بھی فرمادیا سیدنا مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف سے کئے جانے والے تزکیہ نفس کا کیا کہنا؟ اور جسے میرے آقا کریم جیسا ''مزکی'' مل جائے اس کی خوش قسمتی کا بھی کیا کہنا؟

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا ان کا
خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

وہ تینوں صحابہ کرام جنہوں نے بغیر کسی عذر کے اپنی غلطی تسلیم کرلی تھی پچاس دنوں تک اس لمحہ کا انتظار کرتے رہے جب ان کی معافی کی صراحتاً قبولیت کا اعلان ہوجائے ان تینوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھا تو نہیں تھا لیکن غم سے ان کی روحیں جکڑی ہوئی تھیں، ان کے جسم گویا بے جان ہوچکے تھے اور ان کی آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں۔

وہ پاکیزہ صفت مقدس لوگ جن کی قسمت پر آسمان کے فرشتے بھی رشک کریں اور جن کی پاکیزگی کا اعلان وحی الٰہی کی صورت میں ہوا اس لئے غمناک رہتے تھے کہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اللہ رب العالمین اپنے حبیب پاک ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی توبہ قبول نہ کرنے کا حکم جاری نہ فرمادیں۔ ان کے دل صاف وشفاف تھے۔ یہ اطاعت الٰہی اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ومعمور تھے لیکن پھر بھی خوف اور امید کی درمیانی کیفیت میں سے گزر رہے تھے، شہر نبی کے مکین ان کے لئے اجنبی بن گئے تھے، کوئی ان لوگوں سے بات نہ کرتا تھا کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ تو اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے، انہیں لوگوں کا سامنا کرنا کا

Marfat.com

حوصلہ نہیں تھا وہ تنہائی میں روتے رہتے اور اپنی غلطی کی معافی کی دعائیں مانگتے رہتے۔ رونے کے علاوہ انہیں کوئی کام ہی نہیں تھا۔ حضرت کعب بن مالک ان تینوں میں سے نوجوان اور حوصلہ مند تھے، وہ مسجد نبوی میں آجاتے اور کوشش کرتے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب جا کر بیٹھیں۔ آپ جہاں نماز پڑھ رہے ہوں وہاں نماز پڑھیں تاکہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نظروں میں رہیں۔ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ادب سے سلام عرض کرتے اور حسرت سے چہرہ انور کو دیکھتے رہتے کہ پتہ نہیں کب لب ہائے مبارک سے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ ابھی ان کی تسکین کے لئے یہی کافی تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں مسجد میں آنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ ان دنوں ان کے نماز پڑھنے کا انداز بھی عجیب اور نرالا تھا۔ وہ نماز پڑھتے پڑھتے کن اکھیوں سے ایک نظر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھ لیتے کہ کہیں حضور کی چشم کرم ان کی طرف تو نہیں ہے۔ ایک دن تو ان کی قسمت کا ستارہ جیسے چمک اٹھا۔ انہوں نے دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھ رہے تھے حضور علیہ السلام نے لمحہ بھر کے لئے انہیں دیکھا اور جیسے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو احساس ہوا کہ کعب حالت نماز میں نماز سے غافل ہو کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دید کی خوشی میں سرشار ہو رہے ہیں تو حضور نے چہرہ اقدس پھیر لیا۔ اس کے بعد بار ہا کعب کو اس خوشگوار اور دل نواز تجربے سے سرشار ہونا پڑا جب وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام انہیں دیکھتے اور جیسے ہی وہ حضور کی طرف دیکھنا شروع کرتے آپ ﷺ اپنا رخ انور دوسری طرف کر لیتے، امید کی ایک کرن تھی جو کعب اور ان کے ساتھیوں میں مسلسل روشن تھی۔ لیکن خوف بھی دامن گیر تھا، وہ ایک ایک لمحہ ایک ایک پل گن گن کر گزار رہے تھے، آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو تبوک کے سفر سے واپس آئے ہوئے پچاس راتیں ہو چکی تھیں جب اس بابرکت رات کے آخری حصے میں حضور رحمت اللعالمین ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں صحابہ کرام کی توبہ کی قبولیت کی آیات نازل فرمائیں۔ آپ اپنے حجرہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خدمت اقدس میں عرض کی،

''یارسول اللہ! کیا یہ خوشخبری ابھی کعب بن مالک تک بھجوادوں؟'' حضور نے ارشاد فرمایا:

''اگر لوگوں کو ابھی اس کی اطلاع ہوگئی تو ہجوم اکٹھا ہو جائے گا اور رات کا باقی حصہ تم سو نہیں سکو گی''۔

صبح ہوئی تو پورے مدینہ منورہ میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ اللہ رب العالمین نے ان تینوں کی توبہ کو شرف قبولیت عطا فرما دیا ہے۔ یہ کتنے خوش قسمت تین افراد تھے جن کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں اس انداز سے آیا ہے۔

''اور وہ تینوں جن کا فیصلہ ہونا ابھی باقی تھا ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ ان کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ زمین کی وسعت ان کے لئے تنگ ہو گئی تھی اور ان کی جانیں ان پر بوجھ بن گئی تھیں اور انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ کی بارگاہ کی پناہ کے بغیر اور کہیں جائے پناہ نہیں ہے۔ ان کے اس احساس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تاکہ وہ اس کے رسول مکرم کے روبرو توبہ کی تجدید کر لیں۔ یقیناً اللہ ہی ''التواب'' اور ''الرحیم'' ہے۔ (مفہوم آیت 118، سورۃ التوبہ)

اطلاع ملتے ہی حضرت کعب خوشی خوشی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ میرے آقا ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا، حضور نے حضرت کعب کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

''تمہیں مبارک ہو! جب سے تم پیدا ہوئے ہو اس سے بہتر دن تمہاری زندگی میں کبھی نہیں آیا''

حضرت کعب فرمان رسالتمآب ﷺ سن کر خوشی سے جھوم اٹھے اور مسرت سے پوچھا: ''یارسول اللہ یہ آپ فرما رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔

''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تم نے سچ بات کہہ دی تھی۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے تمہاری سچائی کی تصدیق ہو گئی ہے''

حضرت کعب اتنے خوش ہوئے کہ فوراً عرض کی:

Marfat.com

''اس خوشی کے موقع پر میں اپنی ساری جائیداد صدقہ میں دیتا ہوں''

''بہتر ہے کہ کچھ تم اپنے لئے بھی رکھو''

''یارسول اللہ! آدھا مال صدقہ کر دوں؟''

''نہیں''

''تیسرا حصہ ٹھیک ہے؟''

''ہاں یہ صحیح ہے''

''یارسول اللہ! غزوہ خیبر میں مجھے جو حصہ ملا تھا وہ میں رکھ لیتا ہوں باقی سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کے لئے پیش کرتا ہوں''۔

باقی دونوں حضرات ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کے لئے بھی وہ دن سب سے زیادہ مسرت آمیز تھا جب سے آقا کریم ﷺ ان سے ناراض ہوئے تھے دنیا ان کے لئے ویران ہوگئی تھی۔ اب جبکہ رب العالمین نے انہیں ان کی توبہ کی قبولیت کی خلعت فاخرہ سے نواز دیا تھا۔ حضور رحمت العالمین ﷺ نے بھی اپنے ان غلاموں کو اپنی بے مثال اور لازوال مسکراہٹ سے نئی زندگی عطا فرمادی حضرت کعب نے فرط محبت وعقیدت میں آگے بڑھ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں کو چوم لیا۔

غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے منافقین کی قائم کردہ مسجد کو منہدم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اس کے انہدام کا فیصلہ آپ تبوک کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے فرما چکے تھے لیکن اس وقت جنگی صورتحال کی وجہ سے اس کو فوری طور پر گرا دینا حکمت کے خلاف تھا تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو بلا کر حکم دیا کہ وہ قبا کے علاقے میں قائم ہونے والی منافقین کی اس مسجد کو ملیامیٹ کر دیں اور اس کے ملبہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں لہٰذا آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی گئی اس مسجد کی عمارت کو جلانے کے بعد حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت اس جگہ کو شہر کی گندگی اور غلاظت کے ڈھیر یہاں لگانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

کچھ عرصے بعد منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی مر گیا۔ رحمت دوعالم ﷺ نے منافقین کے اس سرغنہ پر کرم نوازی فرماتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی لیکن اللہ رب العالمین کی شان قہاری نے گوارا نہ کیا کہ اس کے حبیب کریم ﷺ کا دشمن دعائے مصطفوی سے نوازا جائے۔ لہٰذا اللہ رب العالمین نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا حکم جاری فرما دیا۔

اسی سال نبی کریم ﷺ پر غائبانہ ایمان لانے والا حبشی حکمران نجاشی فوت ہو گیا۔ میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے غائبانہ محبت کرنے والے اس بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

ذی الحج کے مہینے میں ہادئ عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا اور چند دنوں بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین سو صحابہ کرام پر مشتمل قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو اس دوران اللہ رب العالمین نے سورۃ براءت نازل فرمائی جس میں حج کے متعلق خصوصی احکامات تھے۔ رب کعبہ نے مشرکین کے لئے آئندہ حرم کعبہ میں آنے سے منع کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اس اعلان کو حج کے دوران پڑھ کر سنانا ضروری تھا۔ اس لئے سید الاولین والآخرین ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ میدان عرفات میں سب لوگوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت کریں اور رب العالمین کے احکامات کا اعلان فرمائیں۔ اس اعلان میں سابقہ معاہدات کی منسوخی کا حکم بھی تھا، اس لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس اعلان کے لئے اور کوئی

Marfat.com

موزوں شخصیت نہیں ہو سکتی تھی۔ عربوں کے دستور کے مطابق اس طرح کا اعلان خاندان کا کوئی شخص ہی کر سکتا تھا۔ میرے آقا کریم علیہ السلام نے حضرت علی کو اپنی اونٹنی پر سوار ہونے کا اعزاز بخشا۔ حضور علیہ السلام کی اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت علی المرتضیٰ روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا قافلہ پہلے روانہ ہو چکا تھا۔ دوران سفر صبح کی نماز کے وقت حضور ابوبکر فجر کی نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑے تھے کہ انہیں اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنائی دی۔ محبِ صادق نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آقا علیہ السلام کی اونٹنی کی آواز ہے۔ وہ نماز پڑھانا بھول گئے۔ فوراً کے اوراس جانب دیکھنے لگے جہاں سے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنائی دی تھی۔ ان کی خوشی دیکھنے والی تھی، وہ سمجھے کہ خود حضور علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں اور اب ان کی امامت میں نماز فجر پڑھنے کی سعادت نصیب ہو گی۔ اونٹنی اب قریب آ رہی تھی۔ ہر کوئی اس سمت دیکھ رہا تھا اور آقا علیہ السلام کی تشریف آوری کے تصور سے شاداں و فرحاں تھا۔ جب اونٹنی وہاں پہنچی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس پر سوار نظر آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے خوشی سے ان کا استقبال کیا۔ جیسے ہی وہ تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے دریافت فرمایا:

"کیا آپ قافلہ حج کے رہنما بن کر تشریف لائے ہیں؟"

"نہیں، میں آپ کی رہنمائی میں حج ادا کروں گا۔ آپ ہی امیر ہیں"

حضرت ابوبکر کی امامت میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد قافلہ حضرت ابوبکر کی رہنمائی میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایام حج کے دوران روزانہ حضرت ابوبکر صدیق مناسک حج کے متعلق اہم معاملات کے حوالے سے خطاب فرماتے اور حضرت علی المرتضیٰ سورۃ براءت کی تلاوت فرماتے اور اس سے متعلق خصوصی احکامات سے آگاہ فرماتے اور اعلان کرتے کہ آئندہ سال سے کسی مشرک کی حرم کی سرزمین پر آنے اور حج ادا کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ یعنی اب بت پرستوں کا داخلہ حدود حرم میں نہیں ہو سکے گا۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد عرب کے مختلف علاقوں کے وفود سید الاولین والآخرین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے مسلسل آتے رہے۔ سن 9 ہجری مختلف وفود کی آمد کی وجہ سے "عام الوفود" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے لیکن تبوک سے آپ کی تشریف آوری کے بعد ان وفود کی آمد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اب جزیرۃ العرب میں ہر قابل ذکر قبیلہ اور علاقہ سرکار مدینہ ﷺ کی قیادت اور سیادت کے تحت تھا۔ اس کے علاوہ ان کے لئے اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ اللہ رب العالمین نے ان کے دلوں پر ہیبت اور رعب مسلط کر دیا تھا۔ وہ جان چکے تھے کہ جس طاقت کے سامنے رومی سلطنت کی افواج کو آنے کی جراُت نہیں ہے اس کا کوئی اور کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ مختلف قبیلوں اور علاقوں کے ایسے سعادت مند اور خوش قسمت انسان بھی تھے۔ جن کی فطرت سلیمہ انہیں پیغام اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرتی تھی لیکن اپنے ظالم قبائلی سرداروں کے ظلم و ستم کے خوف اور حالات کے جبر کی وجہ سے وہ اسلام کو قبول کرنے کا علی الاعلان اظہار نہ کر سکتے تھے۔ غزوہ تبوک کی حیران کن کامیابی کے بعد تمام قبائلی سرداروں کا غرور خاک میں مل گیا تھا اور ان کی گردنیں سید الاولین والآخرین ﷺ کے سامنے جھک گئی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر تبوک سے واپسی پر ماہ رمضان المبارک میں بنو ثقیف کے وفد نے مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ دس مہینے پہلے ذیقعدہ 8 ہجری میں دوران سفر طائف سے واپسی پر اس قبیلے کے سردار عروہ بن مسعود نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے قبیلے میں جا کر تبلیغ اسلام کرنے کی تلقین فرمائی تھی۔ وہ اپنے قبیلے میں ایک ہر دلعزیز اور محبوب ترین شخصیت تھا لیکن جیسے ہی اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس کے جوشیلے جنگجو قبیلے کے افراد نے اس پر تیر برسا کر جسم چھلنی کر دیا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل بھی اسلام کی طرف راغب کر دیئے اور انہوں نے بارگاہ نبوی میں وفد بھیج کر سفیر رسول کے قتل پر ندامت کا اظہار کیا۔

قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کی عزت و اکرام کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں خصوصی اہتمام فرمایا اور ان کے لئے ایک کونے

Marfat.com

میں خیمہ لگوایا تا کہ وہ آرام وسکون سے یہاں رہ سکیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ وفد کے ارکان بھی ابھی تک اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ وہ غور سے مسلمانوں کا مشاہدہ کرتے رہتے۔

انہیں نماز پڑھتے ہوئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس کی حاضری کے آداب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی ہر بات ہر نصیحت پوری توجہ اور یکسوئی سے سننے کا مشاہدہ کرتے رہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مہمانوں کو آرام پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا تھا۔ وہ دن بدن آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ کے گرویدہ ہو رہے تھے۔ میرے آقا ﷺ ہر روز ان کو خصوصی وقت عطا فرماتے، ان سے گفتگو فرماتے، ان کو قرآن مجید کی تلاوت سناتے، ان کو نصیحتیں فرماتے، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضور علیہ السلام کا پیغمبرانہ اعجاز اثر پذیر نہ ہوتا اور آپ کی دلکش اور جامع گفتگو ان کے دلوں پر اثر نہ کرتی۔ اسلام کی طرف تو وہ پہلے ہی مائل ہو چکے تھے۔ صرف حضور علیہ السلام کے اعجاز آفریں بیان کی ضرورت تھی وہ بھی پوری ہو گئی تھی۔ ان کے بعض افراد نے بدکار عورتوں سے تعلق رکھنے، شراب پینے اور سود کے نظام سے تعلق نہ توڑنے پر اصرار جاری رکھا لیکن میرے آقا ﷺ نے ان کی اس خواہشوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے انہیں اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کی تلقین فرمائی۔ بالآخر انہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے جھوٹے خدا ''لات'' کے بت کو نہ توڑنے کی درخواست کی۔

میرے آقا ﷺ نے ان کی اس درخواست کو قبول فرمالیا اور اس مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا اہتمام فرمایا کہ قبیلہ بنو ثقیف کی بجائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقرر کردہ شخص ہی اس بت کو پاش پاش کرنے پر مامور کیا جائے گا۔ اس وفد میں ایک سعادت مند شخصیت ایسی بھی تھی جسے حضور علیہ السلام کے ارشادات ہر وقت سنتے رہنا اچھا لگتا تھا، اس کا دل کرتا تھا کہ حضور فرماتے رہیں اور وہ سنتا رہے۔ وفد کے دیگر ارکان جب آرام کرنے یا کھانا وغیرہ کھانے کے لئے خیمہ کے اندر چلے جاتے وفد کے رکن حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی میرے آقا کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عثمان کی خواہش پر انہیں قرآنی آیات کی تعلیم دیتے اور ان کے سوالوں کے جوابات عطا فرماتے۔ وفد کے نزدیک عثمان بن ابی العاص کی زیادہ اہمیت نہیں تھی اس لئے وفد کے ارکان جب حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور آپ سے گفتگو کرنے کے لئے جاتے تو وہ عثمان بن ابی العاص کو پیچھے چھوڑ جاتے تا کہ وہ سامان کی حفاظت کر سکیں۔ وفد کے ارکان جب خیمہ میں آ کر لیٹ جاتے تو حضرت عثمان چپکے سے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ جاتے جس شخص کی وفد کے ارکان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی سید الاولین والآخرین ﷺ کے لئے وہی شخص وفد کے ارکان میں سے سب سے زیادہ اہم اور معتبر تھا۔ جب وفد کے ارکان نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو بنو ثقیف کے مسلمانوں کا امیر مقرر فرما دیا۔

میرے آقا کریم علیہ السلام کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ یہی عثمان وہ شخص ہوگا جو اپنے قبیلے کے لوگوں کو مرتد بننے سے روکنے میں اہم کردار ادا کرے گا کیونکہ 9 ہجری کے رمضان المبارک میں مدینہ منورہ آنے والے اس وفد کی آمد کے ڈیڑھ سال بعد جب تاجدار مدینہ ﷺ کی روح مبارک نے اپنے ''رفیق اعلیٰ'' کے پاس جانا تھا تو آپ کے وصال مبارک کے بعد بنو ثقیف کی اکثریت نے مرتد ہونے اور اسلام چھوڑ دینے کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس وقت انہی عثمان بن العاص نے اپنی قوم کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا تھی اور انہیں یاد دلانا تھا ''اے قبیلہ ثقیف! تم اسلام قبول کرنے میں سب سے آخر میں تھے۔ اب مرتد بننے میں پہل نہ کرو''۔ حضرت عثمان بن ابی العاص نے اپنی قوم کی اصلاح کا جو عظیم فریضہ سرانجام دینا تھا اس کے پیش نظر میرے آقا کریم علیہ السلام نے انہیں قائد بنانے کا اعلان فرمایا۔ وفد کے

Marfat.com

ارکان واپس اپنے قبیلے میں پہنچے اور اس انداز سے اسلام کا پیغام اپنے قبیلے کے بقایا افراد کو سنایا کہ بالآخر وہ بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور اجتماعی طور پر اسلام قبول کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے بنو ثقیف سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا بت ''لات'' ڈھانے کے لئے وہ کسی شخص کو مدینہ منورہ سے روانہ کریں گے۔ اس وعدہ کی پاسداری کرتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں ایک وفد روانہ فرمایا۔ وفد کے رکن حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اس انداز سے بت کے مجسمہ کو توڑا کہ اس کی بنیادیں بھی اکھیڑ ڈالیں۔ لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھتے رہے، ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔

حضرت مغیرہ کے مزاج میں حسن ظرافت کا رنگ خوب جھلکتا تھا۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے پہلے پہل تو ایسے ظاہر کیا جس سے لوگ یہ سمجھے کہ شاید دیوی کے بت گرانے سے انہیں کچھ ہو گیا ہے۔ حضرت مغیرہ نے جیسے ہی کدال ''لات'' کے بت پر ماری فوراً ہی زمین پر گر پڑے اور تڑپنے لگے۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا دیکھ لیا دیوی کے بت کی بے حرمتی کا انجام! یہ سننا تھا کہ حضرت مغیرہ ایک جست لگا کر اچانک کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمہیں پتھر اور مٹی کی اس مورتی کا تماشہ دکھاتا ہوں اس کے بعد کئی وار کر کے اس مجسمہ کو منہدم کر دیا۔ فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر سے گونج اٹھی۔ بنو ثقیف کے لوگوں کے دلوں میں اب عظمت اسلام گھر کر چکی تھی۔ حضرت خالد بن ولید ان تمام زیوروں اور دیگر سامان کو جو دیوی کے چرنوں میں چڑھاوے کے لئے دیئے جاتے تھے ساتھ لیا اور مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں واپس پہنچے۔ آپ نے ان تمام اموال کو مستحقین میں تقسیم فرما دیا۔

بنو ہمدان قبیلے کا ایک وفد بھی آقا علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی تبوک واپسی کے بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس قبیلے کے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کے لئے آپ نے حضرت مالک بن نمط کو امیر مقرر فرمایا اور حضرت خالد بن ولید کو ان کے علاقے میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت خالد چھ مہینے تک تبلیغی کوششیں کرتے رہے لیکن خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ہادیٔ اعظم ﷺ نے پھر حضرت علی المرتضیٰ کو اس علاقے میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت خالد کے لئے حکم بھیجا کہ وہ واپس آ جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے پورا علاقہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے آقا علیہ السلام کی خدمت میں خوشخبری کا خط بھیجا تو یہ خط سن کر آپ سربسجود ہو گئے اور ہمدان کی سلامتی کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

مدینہ منورہ آنے والے وفد میں ایک وفد بنی فزارہ کا تھا جو اپنے علاقے میں ہونے والی قحط سالی کی شکایت لے کر آئے تھے ان کے علاقے میں کافی عرصے سے بارش نہیں ہوئی تھی جس سے کھیتی باڑی نہیں ہو سکی تھی جانور کمزور ہو چکے تھے۔ لوگ پریشان حال تھے، رحمت دو عالم ﷺ نے اس وفد کی درخواست سن کر منبر پر تشریف لے جا کر ان کے لئے حصول بارش کے لئے دعا فرمائی۔ اس دعا میں جامعیت اور ہمہ گیریت تھی۔

''یا اللہ! اپنی زمین اور اپنی مخلوق جانوروں کو اپنی رحمت کی وسعت سے سیراب فرما، مردہ علاقے کو زندہ فرما دے۔ یا اللہ۔ اس علاقے میں ایسی بارش عطا فرما جو ہماری ضرورتوں کو پورا کر دے۔ ہمارے لئے راحت اور مسرت کا سبب بن جائے۔ ایسی موسلا دھار بارش کو جلد عطا فرما جو ہمارے لئے فائدہ مند ہو تکلیف نہ پہنچائے، یا اللہ باران رحمت عطا فرما، عذاب کی بارش سے محفوظ فرما، تباہی پھیلانے والی آبادیوں کو ڈوبنے اور برباد کرنے والی بارش سے بچانا۔ یا اللہ اس علاقے کو بارش سے سیراب فرما دے اور دشمنان اسلام کے خلاف ہمیں نصرت عطا فرما''۔

بنو فزارہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آقا کریم علیہ السلام کی اس دعا کا فوری اثر ہوا۔ اللہ رب العالمین اس دعا کو کیسے شرف قبولیت عطا نہ فرماتے جو اس کے حبیب کریم کی زبان مقدس سے ادا ہوئی تھی۔

Marfat.com

بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے والے بیرونی وفود میں ایک اہم وفد نجران کے علاقے سے 9 ہجری میں مدینہ منورہ آیا۔ نجران مکہ مکرمہ سے یمن کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے میں اس علاقے میں عیسائی رہتے تھے اور ان کا اثر ورسوخ بھی کافی تھا۔ مدینہ منورہ آنے والے وفود میں ان کا وفد سب سے بڑا تھا۔ ساٹھ افراد پر مشتمل اس وفد میں نجران کی تین سرکردہ اہم شخصیات بھی موجود تھیں۔ یہ افراد نجران کے علاقے کے ایک لاکھ افراد کے سیاسی اور مذہبی نمائندے تھے عبدالمسیح انتظامی امور اور شرجیل ثقافتی امور کا سربراہ تھا جبکہ ابوحارثہ بن علقمہ نجران کے عیسائی عبادت گاہوں کا سب سے بڑا پادری تھا جیسا کہ آج کے دور میں انگلستان میں آرچ بشپ آف کنٹربری ہوتا ہے۔ حضور رحمت دو عالم ﷺ کو جیسے اس وفد کی آمد کی اطلاع پہنچی آپ نے اس کی رہائش وغیرہ کے انتظامات فرمائے اور انہیں مسجد نبوی میں ان کے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس عیسائی وفد نے حضور علیہ السلام سے تفصیلی مذاکرات کئے اور آپ سے اسلام کے متعلق اہم سوالات پوچھے جس کے آپ نے مکمل جوابات ارشاد فرمائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی وفد کے ارکان سے کچھ سوالات دریافت فرمائے اور عیسائیت میں کی جانے والی تبدیلیوں کے بارے میں استفسار فرمایا لیکن خاتم النبیین ﷺ کو وہ بھلا کیسے تسلی بخش جواب دے سکتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن ان کے حصے میں یہ سعادت نہیں تھی۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسلامی نکتہ نظر معلوم کرنا چاہا۔ آپ نے وحی الٰہی کا انتظار فرمایا۔ جلد ہی اللہ رب العالمین نے جامع اور حکمت آفریں جواب ارشاد فرمایا، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کے جواب کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی تا کہ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ سچے ہیں تو پھر اس کی تباہی و بربادی کے لئے دعا کریں جو جھوٹا ہو۔ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کی مثال آدم (علیہ السلام) کی تخلیق کی طرح ہے جیسے حضرت آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے تخلیق فرمایا گیا پھر رب تعالیٰ نے جیسے فرمایا وہ ویسے ہی بن گئے۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے پیغام حق آ گیا ہے۔ اب یہ لوگ شک میں نہ پڑیں۔ اے حبیب! آپ کے علم کا انکار کرتے ہوئے اگر کوئی آپ سے عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق بحث مباحثہ کرے تو آپ فرما دیجئے آؤ اب فیصلہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹوں اور اپنی خواتین کو بلاتے ہیں اور خود بھی ان کے ساتھ آتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔ (مفہوم آیات سورۃ آل عمران 3:61-59)

دوسرے دن علی الصبح سید الاولین والآخرین ﷺ نے قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام مرتبہ اور اسلامی نقطہ نظر سے عیسائی وفد کو آگاہ فرمایا اور انہیں اس معاملے میں سوچنے کے لئے کچھ وقت دیا لیکن عیسائی وفد کے ارکان نے آقا کریم علیہ الصلوۃ و السلام کی زبان مبارک سے وضاحت سے بیان ہونے والے اس قرآنی عقیدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا آپ نے اگلے دن ان سے مباہلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ مباہلہ کا دن آیا تو حضور نبی کریم علیہ السلام اپنے جگر گوشوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ آپ کے پیچھے پیچھے سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی تھیں۔ جب عیسائی وفد کے ارکان نے دیکھا کہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام فیصلہ کن مباہلہ کے لئے تیار ہیں تو ان کے دل ہیبت اور رعب مصطفوی سے دہل گئے۔ انہوں نے علیحدگی میں مشورہ کیا۔ وفد کے ارکان نے اپنی اپنی رائے پیش کی نجران کی حکومت کے عاقب (سربراہ) عبدالمسیح اور اس کے سیاسی اور ثقافتی مشیر شرجیل کی رائے یہ تھی کہ ہمیں مباہلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کے دل میں یہ خوف طاری ہو گیا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے اگر ان پر لعنت بھیج دی گئی تو پھر یہ اور ان کی آنے والی نسلیں بھی تباہ و برباد ہو جائیں گی اور پوری دنیا میں انہیں کہیں بھی نہ پناہ ملے گی اور نہ کوئی انہیں بچا سکے گا لہٰذا انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سرکار مدینہ کی حکومت کا ایک پر امن شہری بننے کا اعلان کیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ حضور علیہ السلام ان کے متعلق جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ انہیں قبول ہو گا۔ میرے آقا کریم علیہ السلام نے انہیں جزیہ ادا کرنے کا

Marfat.com

حکم دیا اور انہیں مال و دولت کی اس مقدار سے آگاہ فرمایا جو انہیں سال میں دو مرتبہ ادا کرنا تھی۔ انہوں نے اس حکم کو تسلیم کر لیا۔

اس سلسلے میں ایک باضابطہ تحریری معاہدہ ہوا۔ اس معاہدہ کے مطابق نجران کے عیسائیوں کو اپنے عقائد کے مطابق تبلیغ کرنے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی تھی آپ نے وفد کی گزارش پر ان کے علاقہ نجران سے جزیہ اور مال و دولت وصول کرنے کے لئے امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کرنے کا فوری طور پر فائدہ یہ ہوا کہ اگرچہ انہیں اپنے علاقے میں عیسائی تعلیمات کے مطابق تبلیغ کی اجازت دی گئی تھی لیکن عملاً انہوں نے سرکار مدینہ ﷺ کی سیادت و قیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس لئے اب اسلامی مبلغین کے لئے وہاں جا کر تبلیغی مہم چلانا ممکن اور آسان ہو گیا تھا۔ اس معاہدہ کے چند ماہ بعد میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ماہ ربیع الاول 10 ہجری میں نجران کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں چار سو مجاہد مبلغین کو روانہ فرمایا۔ آپ نے حضرت خالد کو خصوصی احکامات دے کر روانہ فرمایا۔ سید الاولین والآخرین ﷺ نے حضرت خالد کو فرمایا کہ نجران کے علاقہ کے لوگوں پر حملہ نہیں کرنا انہیں تبلیغ کرنا ہے۔ آپ نے اس علاقے کے ایک قبیلے بنو الحارث بن کعب کو پیغام اسلام دینے کی ہدایات ارشاد فرمائیں۔ انہیں قرآن حکیم اور سنت نبوی سے روشناس کرانے کی تلقین فرمائی۔ اگر وہ کسی طرح سے بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر ان مخصوص قبائل کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی گئی۔

حضرت خالد بن ولید نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ہدایات کے پیش نظر اسے جنگی مہم بنانے کی بجائے تبلیغی مہم بنایا۔ آپ نے اپنے ہمراہ چار سو صحابہ کرام کی مختلف ٹیمیں تیار کیں اور انہیں مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجتے رہے۔ یہ مبلغین صحابہ کرام گاؤں گاؤں، بستی بستی جا کر وہاں کے باشندوں کو قرآن پاک کی آیات سناتے، آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی احادیث مبارکہ سے آگاہ کرتے۔ اسلام کے بنیادی عقائد سے روشناس کراتے اور اپنے دلنشیں انداز میں ان قبائلی لوگوں کو پیغام رسالتمآب ﷺ کا گرویدہ بنا دیتے۔ یہ قبائلی بھی حیران تھے۔ اس سے پہلے تو جو بھی ان علاقوں پر حملہ آور ہوتا تھا وہ مال و دولت لوٹ کر چلا جاتا تھا۔ یہ کیسے لوگ آ گئے تھے کہ وہ ان کے دلوں کو دولت اسلام سے مالا مال کرنے آئے تھے۔ وہ ان سے کچھ چھیننے نہیں آتے تھے بلکہ انہیں دنیوی اور آخرت کے خزانوں سے آشنا کرنے آئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید ان تبلیغی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے تھے اور جائزہ لیتے رہتے تھے۔

چند مہینوں بعد تبلیغی مہم کے اثرات واضح ہونا شروع ہو گئے۔ قبائلی لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید نے سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں اپنی کارگزاری پیش کرنے کے لئے خط روانہ کیا۔ مدینہ منورۃ حضرت خالد کا خط پہنچا تو آقائے دو جہاں ﷺ حضرت خالد کی تبلیغی مساعی کی کارگزاری سن کر بہت مسرور اور خوش ہوئے۔ آپ نے اس خط کا جواب تحریر کرایا۔ جس میں نجران کے قبائلی لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ ان نئے مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے فیض یاب ہونے کی خوشخبری سنائیں اور اللہ رب العالمین کے احکامات کی نافرمانی سے بچے رہنے کی تلقین کریں۔ اس خط میں یہ حکم بھی تھا کہ مدینہ منورہ آتے ہوئے اس علاقے کے قبائلی لوگوں کا ایک نمائندہ وفد بھی ہمراہ لائیں۔ حضرت خالد بن ولید احکام رسالتمآب ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس علاقے سے واپس آتے ہوئے ایک وفد ساتھ لائے، اس نمائندہ وفد سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے گفتگو فرمائی اور پھر ان کے علاقے کے لئے ایک اسلامی امیر مقرر فرما دیا۔

ایک اور وفد جو 9 ہجری میں مدینہ منورہ آیا وہ بنی حنیفہ کا وفد تھا۔ اس وفد میں وہ جھوٹا اور مکار آدمی بھی تھا جسے تاریخ مسیلمہ کذاب کے نام سے جانتی ہے۔ اس وفد کے سترہ ارکان تھے، وفد کے دیگر تمام ارکان نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے

Marfat.com

میں تھوڑی سی تاخیر بھی نہ کی۔ انہوں نے چہرہ مبارک دیکھ کر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرلیا۔ البتہ مسیلمہ کذاب اپنے میزبان انصاری صحابی کے گھر پڑا رہا اور اسے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کی توفیق نہ ہوئی۔

مسیلمہ کذاب ایک ضدی، خود پرست، جھگڑالو اور متکبر شخص تھا۔ اسے اس کے تکبر و نخوت نے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں نہ آنے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں آپ ﷺ کی رسالت سے انکار کیا ان میں نخوت غرور اور تکبر ایک مشترکہ علامت تھی۔ آج بھی جو مقام رسالت اور عظمت نبوت سے انکار کرتا ہے اس کے اندر بھی یہی علامات دیکھی جاسکتی ہیں۔

میرے آقا خاتم النبین ﷺ کو معلوم تھا کہ مسیلمہ کذاب اپنے میزبان کے گھر ٹھہرا ہوا ہے اور اسے اس کا غرور دربار رسالت ﷺ میں حاضری دینے سے روک رہا ہے۔ وہ اس انصاری صحابی کے گھر میں بھی ایسی ایسی بے ہودہ اور لغو باتیں کرتا تھا کہ جسے کوئی بھی صحابی برداشت نہیں کرسکتا تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میزبان نے اس سے اچھا برتاؤ کیا۔ میرے آقا کریم ﷺ چاہتے تھے کہ حسن اخلاق سے اس کے اندر کے شیطان کا قلع قمع کیا جائے لیکن ہدایت ربانی اس کے نصیب میں نہیں تھی۔ وہ یہ کہتا تھا کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد حکومت کے معاملات میرے سپرد کرنے کا وعدہ کرلیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا جب اس شخص کی اس طرح کی لغو اور بے ہودہ باتیں عام ہونے لگیں تو حضور نبی کریم ﷺ اس سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس تھے۔ میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دست مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھامے ہوئے تھے۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھ آنے والے وفد کے ارکان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تکبر کی وجہ سے بیٹھا رہا اور حضور ﷺ کے احترام میں کھڑا نہ ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قریب جا کر اس کے مطالبہ کے سلسلے میں استفسار فرمایا، مسیلمہ کذاب نے جواب دیا:

''اگر آپ کی خواہش ہے تو پھر حکومت کے معاملات ابھی آپ ہی چلائیں لیکن آپ کے بعد اسے ہمارے حوالے کرنے کا اعلان کریں''۔

حضور خاتم النبین ﷺ کے مقدس ہاتھ میں کھجور کی جو شاخ تھی آپ نے اس شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اگر تم مجھ سے یہ شاخ بھی لینا چاہو گے تو تمہیں یہ بھی نہیں ملے گی، تم اللہ رب العالمین کے طے شدہ فیصلے سے انحراف کرنے کے متعلق سوچنا بھی نہیں کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو یاد رکھو کہ اللہ تجھے توڑ ڈالے گا۔ واللہ! تو وہی شخص ہے جس کے بارے میں مجھے دکھلا دیا گیا ہے''۔

اس کے بعد میرے آقا کریم علیہ السلام وہاں سے واپس تشریف لے آئے اور آتے ہوئے وفد کے ارکان کو ارشاد فرمایا:

''ثابت بن قیس یہاں رکیں گے اور جو بھی بات ہوگی یہ میری طرف سے جواب دیں گے''۔

وفد کے دیگر ارکان تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے البتہ مسیلمہ کذاب اپنی ضد پر اڑا رہا اور حکومت کے معاملات میں شریک کرنے کا مطالبہ کرتا رہا۔ بالآخر وہ واپس چلا گیا، یمامہ جا کر اس نے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور خاتم النبین ﷺ کو خط لکھا کہ آدھی حکومت ہماری اور آدھی حکومت قریش کی۔ ہم اس طرح مشترکہ حکومت چلائیں گے۔ میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گستاخی کو جواب میں قرآن مقدس کی ایک آیت مبارکہ لکھوا کر بھجوا دی جس کا مفہوم یہ ہے:

''زمین کا اصل مالک اللہ ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا اس کا وارث بنا دیتا ہے لیکن انجام کار وہی کامیاب رہتے ہیں جو متقین میں سے ہوتے ہیں''۔

مسیلمہ کذاب کا خط لے کر جو دو شخص مدینہ منورہ آئے تھے ان سے حضور نبی کریم ﷺ نے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''اگر کسی سفیر کو میں قتل کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا''

مسیلمہ کذاب اپنی جھوٹی نبوت کے دو سال بعد حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں اسی وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔

9 ہجری میں متعدد وفود نے بارگاہ رسالتمآب میں حاضری دی حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان بیرونی مہمانوں کی رہائش اور خیانت کا خصوصی خیال رکھتے اور صحابہ کرام کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرماتے۔ وفد کے ارکان کو ملاقات کے لئے تسلی بخش وقت دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ وفد میں شریک افراد سے اس بے تکلفی اور دلنشیں انداز میں گفتگو فرماتے کہ وہ فوراً آپ کے حسن خلق کے گرویدہ ہو جاتے۔ قبیلہ طے کا ایک شہسوار زید بہت نامور شخصیت تھا، اس کی جواں مردی اور عمدہ شہسواری کی وجہ سے اس کا نام ''زید الخیل'' یعنی گھڑ سوار زید پڑ گیا تھا۔ آپ سے ملاقات کے لئے ایک وفد کے ہمراہ جب وہ مدینہ منورہ آیا تو اس سے گفتگو کے دوران میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''جب میرے پاس کوئی بھی ایسا شخص آیا جس کی خوبی مجھ سے بیان کی گئی تھی تو میں نے اس کی شہرت سے اسے کم تر درجے کا پایا مگر زید کی شہرت ان کی خوبیوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکی''۔

اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''یہ زید الخیل'' نہیں ''زید الخیر'' ہے۔

مدینہ منورہ میں آنے والے وفود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان اقدس سے اسلام کی حقانیت کا درس سنتے تو اسلام قبول کر لیتے۔ حضور ﷺ کی صحبت اور معیت چند دنوں میں ان کی دنیا بدل کر رکھ دیتی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام دعائے خلیل اور بشارت خداوندی کے مطابق تزکیہ بھی فرماتے ہیں۔ آپ ''مزکی'' ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ حضور ان کا تزکیہ فرماتے رہتے۔ ان کی تربیت جاری رہتی لیکن جو دور دراز سے وفود آتے میرے آقا علیہ السلام چند دنوں میں ان کا بنیادی تزکیہ فرما دیتے۔ انہیں کسی معلم کسی رہنما کی ضرورت ہوتی تھی تاکہ وہ اس کی رہنمائی میں اپنے اپنے علاقے میں تبلیغ اسلام اور سنن نبوی ﷺ کی ترویج کے لئے کام کر سکیں۔ اس لئے ہادیٔ اعظم ﷺ نے تبلیغ واصلاح و تربیت و تزکیہ کے لئے صحابہ کرام کی چیدہ چیدہ شخصیات کو مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمایا اور ذمہ داریاں تفویض فرمائیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے تبلیغی مشن کے سفیر بن کر جانے والوں میں سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل نمایاں شخصیات ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو یمن کے علاقے عدن کا والی بنا کر روانہ فرمایا۔ وہ انصار کے اس اولین قافلے میں شامل تھے جنہوں عقبہ کی گھاٹی میں اسلام قبول کیا تھا۔ جس وقت انہیں یمن کی ذمہ داری دی گئی وہ اٹھائیس سال کے نوجوان تھے۔

حضرت معاذ بن جبل کو میرے آقا کریم ﷺ نے تبلیغ کے علاوہ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے یمن روانہ فرمایا اور انہیں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنے کی تلقین فرمائی، جس دن حضرت معاذ بن جبل نے یمن روانہ ہونا تھا وہ آقائے دو جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جانے کی اجازت طلب کی۔ میرے آقا کریم انہیں الوداع کہنے کے لئے خود ان کے ساتھ چل پڑے پھر انہیں فرمایا کہ وہ سوار ہو جائیں۔ حضرت معاذ ہچکچائے وہ کس طرح آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی موجودگی میں سواری پر بیٹھ جاتے لیکن آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا تھی، یہ ایک عجیب منظر تھا۔ غلام سوار تھا اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام ان کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے اس وقت آپ حضرت معاذ کو نصیحتیں فرما رہے تھے اور ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی ہدایات دے رہے تھے۔ حضرت معاذ آقا کریم علیہ السلام کا ایک ایک لفظ جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا تھا پوری یکسوئی اور توجہ سے سن رہے تھے۔ نصیحتیں ارشاد فرمانے کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت

Marfat.com

معاذ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"معاذ! شاید اس ملاقات کے بعد تم مجھ سے اس دنیا میں ملاقات نہ کر سکو اور تمہیں میری قبر پر حاضری دینا پڑے"۔

حضرت معاذ رمز شناس زبان رسالتمآب تھے، وہ جانتے تھے کہ شاید کا لفظ در حقیقت یقیناً ہے۔ ان پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگے، ان کو یوں شدت سے روتا ہوا دیکھا تو حضور علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور خاموش ہونے کی تلقین کی اور قیامت میں ملنے کی بشارت دی۔ محبّ صادق نے اسی وقت خاموشی اختیار کرلی۔ لب سی لئے اور آنسوؤں کو ضبط کرلیا۔ وہ کیسے آقا علیہ السلام کے فرمان کی اتباع نہ کرتے، عاشق کا کام محبوب کی خواہش کا احترام کرنا ہوتا ہے۔ اپنے جذبات کا اظہار مقصود نہیں ہوتا۔

حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ اللہ عنہ کو یمن کے دیگر قبائل کی طرف اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے تین سو مبلغین مجاہدین کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تبلیغی مہم نے جن قبائل نے مخالفت کی آپ نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ جب مزاحمت کرنے والے ان قبائل کے افراد بھاگ گئے تو حضرت علی المرتضیٰ نے ان کا پیچھا نہیں کیا اور اپنی تبلیغی مہم جاری رکھی۔ آپ کی اس تبلیغی مہم کے نتیجے میں قبائلی علاقوں کے لوگ اجتماعی طور پر مسلمان ہوتے رہے۔ حضرت علی ان کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ فرماتے اور حرام کاموں سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ عوام الناس کے ساتھ ساتھ قبائلی سرداروں نے بھی بارگاہ مرتضوی میں حاضر ہو کر ان کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ حضرت علی المرتضیٰ یمن میں تبلیغی مہم میں مصروف تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ حج ادا کرنے کے لئے مکۃ المکرمہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت علی نے یمن سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام حج ادا فرمائیں اور حضرت علی یمن میں تشریف فرما رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے سفر حج کی خبر جہاں جہاں پہنچی عشاقان مصطفےٰ ﷺ کشاں کشاں سوئے حرم کعبہ چل پڑے۔

ہادیٔ اعظم خاتم النبیین ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جس عالمی قیادت و سیادت کی بشارت کا آغاز فرمایا تھا اور پورے جزیرۃ العرب میں اسلام کی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے اب اس دین اسلام کی تکمیل کا وقت قریب آ رہا تھا۔

میرے آقا تکمیل دین کے اعلان کے لئے جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔

Marfat.com

انیسواں منظر

یہ مسجد نبوی ہے۔ مسجد نبوی شریف اور اس کے ارد گرد عشاقان رسالتمآب ہر طرف ہجوم ہی ہجوم ہے، جدھر نظر جاتی ہے لوگوں کا جم غفیر نظر آتا ہے۔ دیوانہ وار اپنے آقا ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ نماز ظہر کا وقت ہو چکا ہے، حضور خاتم النبیین ﷺ اپنے حجرہ اقدس سے باہر تشریف لاتے ہیں۔

حجرہ مبارک سے باہر تشریف لانے سے قبل آپ نے بالوں میں کنگھی کی سر اقدس اور داڑھی شریف میں تیل لگایا۔ حسب معمول چادر شریف اوڑھی اور باہر آ کر قربانی کے لئے کھڑے ہوئے جانوروں کو مخصوص نشان قلادہ پہنایا۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد ہزاروں صحابہ کرام کا قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف میرے آقا کریم ﷺ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ پہلے یہ قافلہ ذوالحلیفہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مدینہ منورہ اس کے مضافات، سرزمین حجاز اور دوسرے علاقوں سے صحابہ کرام کی کثیر تعداد اس سفر حج میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہم سفر تھی۔ جیسے جیسے لوگوں کو اطلاع ملتی گئی کہ اس سال آقا علیہ السلام خود حج کے قافلے کی قیادت فرمائیں گے اور آپ کی اقتداء میں مناسک حج ادا کیے جائیں گے ہر کسی کے اندر یہ خواہش بیدار ہوگئی کہ وہ حضور علیہ السلام کی قیادت میں حج ادا کرے، ہفتہ پچیس ذیقعدہ کو بعد نماز ظہر مدینہ منورہ سے روانہ ہونے والا یہ قافلہ عصر کی نماز سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گیا چونکہ سفر کا آغاز ہو چکا تھا اس لئے یہاں عصر کی دو رکعتیں پڑھی گئیں۔

ذوالحلیفہ میں ہادیٔ اعظم ﷺ نے قیام کا فیصلہ فرمایا ہے اس لئے سب صحابہ کرام یہاں رات کے قیام کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ میرے آقا علیہ السلام کے لئے آپ کا مخصوص خیمہ، چرمی قبہ لگا دیا گیا ہے، ازدواج مطہرات کے لئے بھی مخصوص خیمے لگا دیئے گئے ہیں۔ عام طور پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کسی ایک زوجہ مطہرہ کو ساتھ لے آنے کا شرف بخشتے ہیں لیکن یہ ایک خاص سفر ہے، اس کی مخصوص اہمیت ہے۔ آپ ﷺ نے تمام امہات المومنین کو ساتھ چلنے کی خوشخبری دی۔ امت مسلمہ کی سب مائیں، میرے آقا علیہ السلام کی تمام ازدواج مطہرات اس سفر میں ساتھ ہیں۔ میرے آقا علیہ السلام کی اقتداء میں صحابہ کرام نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں اور پھر اپنی انفرادی عبادات واذکار میں مصروف ہو گئے۔

دوسرے دن نماز فجر کی ادائیگی کے بعد دوسرے مختلف علاقوں سے آنے والے قافلے بھی یہاں آ رہے ہیں۔ ہر کسی کی خواہش ہے کہ وہ اس سفر حج میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ جانے کی سعادت حاصل کرے۔ نماز ظہر کا وقت ہونے والا ہے۔ آقا علیہ السلام احرام کے لئے غسل فرما رہے ہیں۔ غسل فرمانے کے بعد آپ نے بالوں میں کنگھی فرمائی ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے جسم اطہر اور سر مبارک میں اپنے ہاتھ سے آپ کا پسندیدہ عطر لگا رہی ہیں۔ اس عطر کی چمک آپ کی زلفوں اور داڑھی شریف میں نظر آ رہی ہے۔ تہبند تو آپ ہمیشہ ہی استعمال فرماتے تھے۔ آج آپ نے تہبند کے اوپر ایک اور چادر اوڑھ لی ہے۔ یہی احرام کا لباس ہے۔ آپ کی اقتداء میں نماز ظہر کی دو رکعتیں ادا کی گئیں۔ نماز ادا فرما کر آپ ﷺ نے احرام کی نیت فرمائی اور بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مقدس سے ادا ہونے والے تلبیہ کے الفاظ دہرا رہے ہیں۔ پوری وادی ذوالحلیفہ تلبیہ کی صداؤں سے گونج رہی ہے۔ اب آپ کی اونٹنی "قصواء" آپ کے لئے لائی جا رہی ہے۔ جیسے وہ آ کر بیٹھتی ہے میرے آقا اس پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اب ہر کوئی اپنے آقا ﷺ کا دیدار کر رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی کا رخ مکہ شریف کی طرف کر رہے ہیں۔ صحابہ کرام بھی اپنی اپنی

Marfat.com

سواریوں پر سوار ہو رہے ہیں جس کے پاس سواری نہیں ہے وہ پیدل ہی اس قافلہ مصطفوی میں عشق و مستی کی کیفیت میں جھومتا ہوا اور "لبیک اللھم لبیک" کی صدائیں لگاتا ہوا ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ یہ قافلہ نبوی جہاں جہاں سے گزرتا ہے وہاں کی وادیاں، چٹانیں، پہاڑ میدان عشاقان رسالتمآب کے نعروں سے گونج رہے ہیں بلکہ ایسا لگتا ہے کہ یہ میدان پہاڑ چٹانیں اور وادیاں بھی ان کے ساتھ نعرہ زن ہیں جہاں جہاں کسی پہاڑی وادی کی چڑھائی آتی ہے تو ہادیٔ اعظم ﷺ تین بار اللہ اکبر ارشاد فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام بھی آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ اترائی کے وقت بھی یہی عمل دہرایا جاتا ہے۔ ایک ہفتہ جاری رہنے والا یہ سفر اب آخری مرحلوں میں یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے نواح میں "ذی طوی" کے علاقہ میں پہنچ چکا ہے اور ہر کوئی آقا علیہ السلام کے حکم کے تحت یہاں رات کے قیام کی تیاری کر رہا ہے، کل یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچے گا۔

Marfat.com

آخری حج
عالمگیر پیغام

پچیس ذیقعدہ کو مدینہ منورہ اور چھبیس ذیقعدہ کو ذوالحلیفہ سے روانہ ہونے والا حجۃ الوداع کے لئے قافلہ مصطفوی بروز اتوار چار ذی الحجہ کو مکۃ المکرمہ میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف فرمایا پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ نے حج اور عمرہ کی ایک ساتھ نیت فرمائی تھی اور قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ طواف اور سعی کے بعد آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ آپ کے لئے حجون کے علاقے میں رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

شہر امن، مکۃ المکرمہ جہاں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی اور جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجۃ الوداع ادا فرمانے کے لئے تشریف لائے تھے اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام آپ کے ہمراہ حج ادا کرنے کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ الحمدللہ اسی شہر میں آج میں موجود ہوں اور اس وقت جبکہ نماز عشاء کی اذان کی آواز دلنواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے میں بیت اللہ شریف کی مسجد الحرام کے اندر موجود ہوں اور یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ سیرت مطہرہ کی یہ کتاب لکھنے پر اللہ رب العالمین اور میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خصوصی لطف و کرم اس فقیر پر رہا ہے کہ گزشتہ تین سالوں سے یہاں حاضری ہو رہی ہے۔ 2007ء میں جب مکہ مکرمہ میں حاضر تھا تو غزوہ احد سے متعلق صفحات لکھ رہا تھا۔ 2008ء میں حرم کعبہ سے ہی فتح مکہ کے باب کو لکھنے کا آغاز کیا تھا اور اب 2009ء کے شعبان المعظم میں حجۃ الوداع سے متعلق لکھنے کی سعادت بھی مسجد الحرام میں نصیب ہو رہی ہے۔ الحمدللہ علی ذلک

حضور نبی اکرم ﷺ چار سے لے کر آٹھ ذی الحجہ تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران آپ حرم کعبہ میں نماز کی امامت کے لئے تشریف لاتے۔ عشاقان دید کو ملاقات کا وقت دیتے۔ ان سے گفتگو فرماتے، ان کے مسائل سنتے اور جوابات مرحمت فرماتے۔ اس دوران آپ ﷺ نے اور کوئی طواف نہیں فرمایا۔

آٹھ ذی الحجہ کو آپ کی قیادت میں صحابہ کرام منیٰ پہنچ گئے، اگلے دن صبح سورج طلوع ہونے تک وہیں قیام ہوا۔ نو ذی الحجہ کو علی الصبح عرفات کے لئے روانگی ہوئی۔ خادمان رسالتمآب ﷺ آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا مخصوص خیمہ لے کر پہلے ہی عرفات پہنچ چکے تھے۔ میرے آقا کریم علیہ السلام عرفات میں وادیٔ نمرہ میں نصب شدہ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور وہیں پر اذکار میں مشغول رہے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعاؤں اور مناجات کا سلسلہ جاری رہا۔ جب سورج نصف النہار سے ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصوا طلب فرمائی۔ میرے آقا علیہ السلام اس پر سوار ہو کر وادیٔ عرفات کے اس درمیانی حصے میں تشریف لائے جہاں بے پناہ ہجوم خیمہ زن تھا اور سب ہی آپ کے دیدار کے مشتاق تھے، جیسے جیسے آپ کی اونٹنی آگے بڑھنے لگی ہزاروں جاں نثار اس کے ارد گرد اکٹھے ہونے لگے۔ ہادیٔ اعظم خاتم النبیین ﷺ نے ایک جگہ اپنی اونٹنی کو روک کر خطاب فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ جیسے ہی وادیٔ عرفات میں موجود ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ آقا علیہ السلام خطبہ ارشاد فرمانے والے ہیں سب ہی اس طرف چل پڑے جہاں آپ کی اونٹنی تھی اور جس کے اوپر آپ جلوہ گر تھے۔ بلاشبہ یہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ ہر طرف انسانوں کے سر نظر آ رہے تھے جو آقا علیہ السلام کی طرف بے تابی سے دیکھ رہے تھے اور آپ کے ارشادات گرامی سننے کے لئے منتظر تھے۔ جیسے ہی حضور علیہ السلام کے لب ہائے مبارک سے الفاظ ادا ہونے شروع ہوئے مجمع پر ایسا سکوت طاری ہو گیا ایسی خاموشی چھا گئی کہ جیسے وہ سانسیں لینا بھول گئے ہوں۔ انسان تو کیا، کائنات کی ہر مخلوق اور آسمان کے

Marfat.com

فرشتے بھی ہمہ تن گوش ہو کر پوری توجہ سے ہادیٔ اعظم ﷺ کا یہ انقلابی اور تاریخ ساز خطبہ سن رہے تھے حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلف آپ کے ارشادات کو باآواز بلند دہرا رہے تھے۔

میرے آقا علیہ السلام نے حسب معمول اللہ رب العالمین کی حمد وثناء سے اپنے خطبہ کا آغاز فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

''حاضرین! میری باتیں اچھی طرح سے سن لو، شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر تم لوگوں سے ملاقات نہ ہو سکے۔

حاضرین! اچھی طرح جان لیجئے کہ جس طرح آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرمت والا ہے اسی طرح مسلمانوں کا خون اور مال کی بھی حرمت ہے۔ ایک دوسرے کا خون کرنا اور مال غصب کر لینا حرام ہے۔ دور جہالت کی ہر چیز میرے پاؤں کی ٹھوکر سے چکنا چور ہو چکی ہے، دور جاہلیت میں ہونے والے قتل کے انتقام کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے قتل کو معاف کرتا ہوں اس بچے کو اس وقت قبیلہ ہذیل نے قتل کیا تھا جب وہ قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار بچہ تھا۔ جاہلیت کے دور کا سود بھی ختم کر دیا گیا ہے اپنے خاندان میں سے میں عباس بن المطلب کو ادا ہونے والا سود ختم کر رہا ہوں۔ اب کسی کو بھی یہ سود ادا نہیں کرنا پڑے گا۔

حاضرین! عورتوں کے حقوق کے بارے میں خیال رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے احتساب سے ڈرتے رہنا کیونکہ عورتوں کو اللہ نے تمہاری امانت میں دیا۔ اور اللہ کے کلمے کی وجہ سے یہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں۔ یہ تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں، اگر وہ ایسے لوگوں کو گھروں میں بلانے پر اصرار کریں تو تم اپنی بیویوں کو سزا دے سکتے ہو لیکن انہیں سختی سے نہ مارنا اور انہیں اپنے وسائل اور حالات کے مطابق کھانے اور پہننے کے لئے دیتے رہا کرو۔

حاضرین! میں تم لوگوں کی ہدایت کے لئے ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم نے اس کے احکامات کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور ان پر عمل کیا تو تم کبھی بھی سیدھی راہ سے نہیں بھٹکو گے اور وہ ہے کتاب اللہ!

اچھی طرح یاد رکھنا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ اپنے رب کی عبادت، پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی، رمضان کے روزے رکھنے اور برضا ورغبت زکوٰۃ کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج کرنے اور ان کاموں کی تلقین کرنے والے حکمرانوں کی اطاعت کا ہمیشہ خیال رکھنا اور کوتاہی نہ کرنا۔ اگر ان نیک کاموں کو کرتے رہو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

حاضرین! تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ بتاؤ تم لوگ میرے متعلق کیا کہتے ہو؟ اور کیا گواہی دو گے؟

آقا علیہ السلام اپنے خطبہ میں یہاں تک پہنچے تو مجمع میں سے آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ ہر ایک نے آقا علیہ السلام کے سامنے یک زبان ہو کر گواہی دی:

''یارسول اللہ! آپ نے تبلیغ رسالت فرما دی ہے۔ ہمیں اللہ رب العالمین کا پیغام پہنچا کر اس کی امانت ہم تک پہنچا دی ہے۔ آپ نے ہماری بھلائی کے لئے پیغام الٰہی کا حق ادا فرما دیا''۔

جیسے ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع نے میرے آقا کے پیغام رسالت سن لینے اور سمجھ لینے کا اقرار کر لیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''یا اللہ! تو گواہ رہنا''

ہادیٔ اعظم خاتم النبین ﷺ نے جیسے ہی اپنا خطبہ مکمل فرمایا، سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین اسی وقت حاضر خدمت ہو گئے اور اللہ رب العالمین کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی۔

''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا''

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزاج شناس قرآن تھے۔ انہوں نے جیسے ہی قرآن مجید کی یہ آخری آیت سنی تو ان پر رقت طاری ہوگئی۔ انہیں روتا ہوا دیکھ کر بعض لوگ حیران ہوئے اور پوچھنے لگے۔

''یا عمر! خوشی کے اس موقع پر رونے کا کیا مقام ہے! یہ تو خوشی کا پیغام ہے دین اسلام کے احکامات مکمل ہو گئے اور اسلامی ضابطے مزید نازل نہیں ہوں گے۔

حضرت عمر نے جواب دیا:

''اگر اسلام مکمل ہو گیا ہے تو یہ عروج ہے، اور ہر عروج کے بعد زوال آتا ہے''

لگتا ہے کہ حضرت عمر کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت بلال کو طلب فرمایا اور انہیں اذان پڑھنے کا حکم دیا۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اذان کے بعد اقامت کہی گئی ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام نے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز ظہر کے بعد حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت حضرت بلال نے پھر اقامت کہی اور حضور علیہ السلام نے نماز عصر کی امامت فرمائی۔ جیسے ہی نماز ختم ہوئی میرے آقا کریم نے اپنی اونٹنی طلب فرمائی اور اس پر سوار ہو کر اپنے خیمے کی طرف اونٹنی کا رخ موڑ دیا۔ ہر وقت ساتھ رہنے والے خدام ساتھ ساتھ تھے۔ اپنے خیمے کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے اترے اور کعبہ کی طرف رخ انور کر کے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعاؤں اور مناجات میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ کرام آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعاؤں میں انہماک دیکھ رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغرب تک ایک لمحہ کے لئے بھی دعاؤں کا سلسلہ ختم نہیں فرمایا۔ عبد خاص اپنے معبود کے سامنے دست بدعا تھا۔ اللہ کا حبیب اپنے مالک و خالق سے کبھی بلند آواز میں دعا فرما رہا تھا کبھی خاموشی میں راز و نیاز کی گفتگو ہو رہی تھی۔ حتیٰ کہ سورج کی سرخی زردی میں ڈھلنے لگی، آہستہ آہستہ سورج غروب ہو رہا تھا۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل رب تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے رحمت اور بخشش کی درخواست فرما رہے تھے۔ اپنی دعاؤں میں آقا علیہ السلام رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار فرما رہے تھے اور اپنی امت کے لئے مہربانی اور مغفرت کی گزارش اپنے مخصوص انداز میں فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں یہ فرمایا کہ یا اللہ میں ایک مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ ایک عاجز کی طرح دعا کرتا ہوں جو تیری بارگاہ میں اپنی ناک خاک آلود کر رہا ہے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ان دعاؤں کو غور سے سن رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اپنے حبیب کریم کی ان مسلسل دعاؤں اور التجاؤں کے جواب میں اللہ رب العالمین نے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل فرمائی جس میں حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی بشارت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھجوایا:

''اے حبیب! آپ کی دعا قبول ہوئی لیکن جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم کریں گے ان کی مغفرت نہیں ہوگی۔ ظالم کو مظلوم کا حق دینا پڑے گا۔ وہ گناہ جو میرے حقوق کے بارے میں ہیں انہیں بخش دیا ہے''

رؤف رحیم آقا علیہ السلام نے اس کے بعد دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا اور مغفرت طلب فرماتے رہے۔

اب سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہر کوئی آقا علیہ السلام کی سواری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آقا علیہ السلام کی روانگی سے پہلے کوئی کیسے جانے کی جسارت کرتا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ کی طرف سواری کا رخ موڑ دیا نوجوان اسامہ لوگوں کو صبر اور سکون کی تلقین کر رہے تھے ہر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

آپ کی سواری کے روانہ ہوتے ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام نے بھی اپنی سواریاں تیار کیں اور مزدلفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو

Marfat.com

پیدل تھے وہ پیدل چل پڑے، مزدلفہ پہنچتے ہی حضور علیہ السلام نے اذان کا حکم دیا، اس کے بعد آپ نے مغرب اور پھر عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔

مزدلفہ میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عازمین حج سید الاولین والآخرین ﷺ کی قیادت میں منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادیٔ اشعر حرام میں پہنچے تو یہاں رک گئے اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں رحمت اور مغفرت طلب فرمانے لگے، دعا ختم ہوتے ہی آپ ﷺ کے چہرے پر ایسی دلکش و حسین مسکراہٹ نمودار ہوئی کہ رفیق خاص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق آقا علیہ السلام سے اس کا سبب پوچھے بغیر نہ رہ سکے۔

''آقا آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو مسکراتا رکھے، آپ اس طرح کے موقعوں پر مسکراتے نہیں ہیں اب مسکرا رہے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟''

آقا کریم ﷺ نے اپنے ان دیرینہ جاں نثاروں کو جواب میں ارشاد فرمایا:

''جیسے ہی دشمن خدا ابلیس کو معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کی مغفرت کے لئے میری دعا قبول فرمالی ہے تو وہ اپنے سر میں خاک ڈال رہا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے میں ہلاک اور برباد ہو گیا۔ اس کے اس چیخنے سے مجھے ہنسی آ گئی ہے''۔

ہادیٔ اعظم ﷺ نے اشعر حرام سے منیٰ کا سفر شروع فرمایا تو اونٹنی پر اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس کو بٹھایا۔ حضرت عباس کے جواں سال بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس نے آقا علیہ السلام کے لئے وہاں سے جمرات کو مارنے کے لئے کنکریاں چنیں، جیسے ہی حضور علیہ السلام کی سواری اس وادی میں پہنچی جہاں ابرہہ کے لشکر پر اللہ رب العالمین کا عذاب نازل ہوا تھا تو آپ نے اونٹنی کی رفتار تیز فرمادی اور جلدی سے وہاں سے تشریف لے گئے۔

منیٰ پہنچ کر آپ نے جمرہ اولیٰ پر شیطان کو کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر تشریف فرما تھے اور ہر کنکری مارنے کے ساتھ ساتھ تکبیر کے کلمات بھی ارشاد فرما رہے تھے۔ سات کنکریاں مارنے کے بعد آپ منیٰ کی وادی میں تشریف لے آئے اور یہاں ''یوم النحر'' قربانی کے دن کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے خطبہ کو باآواز بلند دہرا رہے تھے۔ آپ نے ابتدائی کلمات ارشاد فرمانے اور حج کے مہینوں کی حرمت بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

''سامعین! یہ کون سا مہینہ ہے!''

سب نے جواب دیا: ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں''

پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟''

''جی ہاں کیوں نہیں''

''یہ کون سا شہر ہے؟''

''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' پھر سب کا وہی جواب تھا۔

''کیا یہ مکہ نہیں ہے؟''

''کیوں نہیں! یہ مکہ ہے'' آقا کے فرمانے پر سب نے جواب دیا''

''یہ کون سا دن ہے؟''

''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' عاشقان رسالتمآب کا ایک ہی جواب تھا۔

Marfat.com

"کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں! یہ قربانی کا ہی دن ہے"

"تو پھر اچھی طرح سن لو کہ تمہارے خون، تمہاری جائیدادیں تماری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اس شہر اور اس مہینے میں کچھ چیزیں تم پر حرام ہو گئی ہیں"۔

"اس بات کو کبھی مت بھولنا کہ تم عنقریب اب رب کے حضور پیش ہو جاؤ گے اور وہ تم سے اس دنیا میں کیئے جانے والے کاموں کے بارے میں دریافت فرمائے گا میری باتوں کو یاد رکھنا اور میرے بعد گمراہی کی طرف نہ لوٹ جانا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے نہ لگ جانا"

"سامعین! اچھی طرح سن لیجئے، آپ لوگ جو یہاں موجود ہیں میرا یہ پیغام یہاں پر نہ آسکنے والے لوگوں تک ضرور پہنچا دیں ممکن ہے تم جن لوگوں کو یہ پیغام پہنچاؤ وہ ان باتوں کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکیں"۔

خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا: "کیا میں نے تمہیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا!"

سب نے پیغام رسالت کی تصدیق کی تو آپ نے فرمایا: "یا اللہ تو گواہ رہنا"

اس کے بعد قربانی کے جانور ذبح ہونے والی جگہ پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اپنے ہمراہ قربانی کے لئے سو اونٹ لائے تھے۔ ان میں سے تریسٹھ اونٹ آپ نے اس انداز سے ذبح فرمائے کہ پانچ پانچ اونٹ اکٹھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیئے جاتے رہے، یہ اونٹ محبت اور عقیدت سے اپنے سر حضور کے سامنے جھکا دیتے اور حضور اپنے مقدس ہاتھوں سے انہیں ذبح فرماتے رہے، لگتا تھا کہ یہ اونٹ بھی اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہے ہیں کہ خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھوں ذبح ہونے کی انہیں سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

جب آپ تریسٹھ اونٹ ذبح فرما چکے تو بقایا سینتیس اونٹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کے لئے فرمایا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی، سب جانور ذبح ہو چکے تو آپ نے حکم دیا کہ ان سو اونٹوں میں سے ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے جب سالن تیار ہو گیا تو اس میں سے آپ ﷺ نے اور حضرت علی نے کچھ گوشت تناول فرمایا۔

قربانی کرنے کے بعد سید الاولین والآخرین ﷺ نے حجامت کرائی۔ وہ حجام جسے آقا علیہ السلام کے سر اقدس کے بال حلق کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کا نام معمر بن عبداللہ بن نضلہ تھا۔ جونہی معمر نے حضور علیہ السلام کے بال اتارنے شروع کئے صحابہ کرام کا ایک ہجوم حضور علیہ السلام کے اردگرد اس انتظار میں کھڑا تھا کہ آقا علیہ السلام کے کچھ بال مبارک شاید انہیں بھی نصیب ہو جائیں حجام دائیں جانب کے بال حلق کر چکا تھا تو ان مقدس بالوں کو اردگرد کھڑے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا۔ پھر بائیں طرف کے بالوں کو عشاقان رسالتمآب میں بانٹ دیا گیا۔ ان بالوں کو تقسیم کرنے کا حکم میرے آقا کریم علیہ السلام نے حضرت ابوطلحہ کو دیا تھا۔ ان کی زوجہ حضرت ام سلیم نے بھی کچھ بال تبرکاً اپنے پاس محفوظ کر لئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے جنہیں آنے والے سالوں میں اسلامی فتوحات کے عظیم الشان معرکے سرانجام دینے تھے پیشانی مبارک کے بال حاصل کرنے کی خواہش کی۔ حجام نے انہیں ان کے مطلوبہ بال مبارک دے دیئے جنہیں خالد بن ولید نے بعد ازاں ایک ٹوپی میں سی کر رکھ لیا اور اس ٹوپی کو پہن کر میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری کامیابیوں کا بنیادی سبب نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی برکت کا صدقہ ہے اور اسی وجہ سے اللہ رب العالمین مجھے فتح و کامرانی نصیب فرماتا ہے۔

بال حلق کرانے کے بعد آقا علیہ السلام نے تین مرتبہ بال حلق کرانے والوں کے لئے دعا فرمائی اور ایک مرتبہ بال ترشوانے والوں کے لئے۔ پھر میرے آقا علیہ السلام نے قمیص پہنی جسم اطہر اور کپڑوں پر خوشبو لگائی اور اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ بیت اللہ کا طواف زیارت فرمایا پھر زمزم کے چشمے کی طرف تشریف لائے زمزم پیا۔ خاندان عبدالمطلب کے افراد زائرین حرم کو پانی

Marfat.com

پلانے کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کا دل چاہا کہ آپ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو کر لوگوں کو پانی پلائیں اور زمزم کے کنویں سے پانی نکالنے میں ان کی معاونت اور مدد فرمائیں لیکن رک گئے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر آپ نے کنویں سے پانی کھینچا اور لوگوں کو پلانا شروع کر دیا تو صحابہ کرام اسے آپ کی سنت سمجھتے ہوئے خود بھی یہ عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح بنو عبدالمطلب سے یہ سعادت چھن جانے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''عبدالمطلب کے خاندان کے لوگو، زمزم کا پانی کھینچ کر پلاتے رہو، اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پانی پلانے کی خدمت سے محروم کر دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر زمزم کا پانی کھینچتا اور لوگوں کو پلاتا۔

مکۃ المکرمہ میں نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد آپ منیٰ واپس تشریف لائے اور اپنے خیمے میں قیام فرمایا، گیارہ ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ میں عضبہ کے مقام پر وہ بے مثال خطبہ ارشاد فرمایا جو عالمی انسانی حقوق کے لئے مینارہ نور ہے۔ آپ نے فرمایا ''سامعین! اچھی طرح سن لیجئے آپ کا رب ایک ہے۔ بے شک تمہارا والد ایک ہے اس لئے جان لیجئے کہ عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے اور نہ ہی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل ہے۔ نہ کالی رنگت والے کو سرخ رنگت والے پر اور نہ سرخ رنگت والے کو کالی رنگت والے شخص پر کوئی برتری حاصل ہے۔ ہاں برتری کا معیار صرف ایک ہے اور وہ ہے تقویٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت و تکریم والا وہی ہے جو تقویٰ کے بلند ترین معیار پر ہے۔

خطبہ کے آخر میں ہادیٔ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اب شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ اس سرزمین پر اس کی پرستش کی جائے گی لیکن وہ تمہیں چھوٹے چھوٹے گناہوں میں الجھا کر خوش رہے گا۔ یاد رکھنا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ ساری امت مسلمہ ایک برادری ہے، ہر مسلمان کی جان و مال کا احترام کرنا ضروری ہے۔ جب تک کوئی اپنی مرضی سے نہ دے دے، کسی کے مال پر ناجائز قبضہ نہ کرنا، مجھے اللہ رب العالمین کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہیں میں ان سے جنگ کرتا رہوں گا، جب وہ یہ کلمہ کہہ دیں گے تو ان کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی''۔

منیٰ میں ہادیٔ اعظم خاتم النبیین ﷺ نے تیرہ ذی الحجہ تک قیام فرمایا، لوگ آپ کے پاس آتے رہے اور آپ ان کی تربیت فرماتے رہے۔

آخری دن نماز عشا کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور پھر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور نماز فجر سے پہلے بیت اللہ کا طواف وداع فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص بیمار ہو گئے تھے۔ آپ نے ان کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے ان کی خیریت دریافت کی، انہیں نصیحتیں کیں، بشارتیں دیں اور پھر مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے سفر کا آغاز فرما دیا۔

دوران سفر غدیر خم کے مقام پر ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ کو آپ نے صحابہ کرام کے مجمع میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اعلان فرمایا:

''جس کا میں مولا ہوں یقیناً علی بھی اس کے لئے مولا ہیں۔ اے اللہ جو علی سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو علی سے دشمنی رکھتا ہے تو بھی اس سے دشمنی کا اظہار فرما''۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واضح کے بیان کے بعد یمن کے حوالے سے بعض لوگوں کی حضرت علی المرتضیٰ سے متعلق شکایتوں کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے دلوں میں محبت علی جاگزیں ہو گئی۔

پچیس ذی الحجہ 10 ہجری مارچ 632 کو نبی اکرم ﷺ مدینۃ المنورۃ ایک ماہ کے سفر کے بعد واپس تشریف لے آئے یہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ کا آخری اہم سفر تھا۔ آپ نے صفر 11 ہجری میں نوجوان اسامہ بن زید کی سربراہی میں ایک بڑے لشکر کو روانہ کرنے کا حکم

Marfat.com

صادر فرمایا تا کہ حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سربراہی میں لڑی جانے والی جنگ کو منطقی انجام تک پہنچایا جا سکے اور رومی سلطنت کے حامی سرداروں کو قوت کی زبان سے جواب دیا جائے کیونکہ سابقہ جنگ میں تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے تھے اور مسلمانوں کو واپس آنا پڑا تھا۔

سید الاولین والآخرین ہادیٔ اعظم خاتم النبیین سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ نے عرفات اور منیٰ کے اجتماعات میں اپنے تفصیلی اور ہمہ جہتی خطبات سے امت مسلمہ کو وحدت، اخوت اور عزیمت کا پیغام دینے کے ساتھ یہ اشارہ بھی دے دیا تھا کہ حضور علیہ السلام اب اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر خصوصی طور پر آپ ﷺ نے ایک دن مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے سفر آخرت کی نشاندہی فرما دی۔

''میں اب آگے جانے والا ہوں، میں تمہارے ایمان کی گواہی دوں گا اب ہماری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی، میں یہاں بیٹھ کر وہ حوض دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے لیکن مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ تم حصول دنیا کی دوڑ میں لگ جاؤ گے اور اسی طرح برباد ہو جاؤ گے جس طرح پچھلی قومیں برباد ہو گئی تھیں''۔

Marfat.com

بیسواں منظر

یہ مدینۃ المنورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے۔ ہجرت کا گیارھواں سال ہے۔ صفر کے مہینے کی انتیس تاریخ ہے۔
حضور نبی کریم ﷺ اپنے ایک صحابی کی تدفین کے لئے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے سامنے اس جاں نثار کو قبر میں اتارا گیا ہے۔ حضور اس صحابی کی مغفرت کے لئے دعائیں فرماتے ہوئے واپس تشریف لا رہے ہیں کہ اچانک راستے میں آپ کو سر درد شروع ہو جاتا ہے۔

یہ درد اتنا شدید ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کو بخار ہو گیا ہے۔ آپ گھر تشریف لاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ آپ کو شدید بخار کی کیفیت میں دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہیں۔ جسم میں اس قدر زیادہ حرارت ہے کہ عمامہ شریف پر ہاتھ رکھنے سے بھی جسم کی تپش اور حرارت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ بھی بیمار ہیں اور بخار کی شدت سے کراہ رہی ہیں اور فرما رہی ہیں میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے حضور علیہ السلام حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں بخدا تم سے زیادہ مجھے شدت سے درد ہو رہا ہے اور سر دکھ رہا ہے۔

حضرت عائشہ کو اپنی تکلیف بھول گئی ہے۔ وہ فوراً حضور کے لئے فکر مند ہو جاتی ہیں۔ مدینہ منورہ میں جہاں جہاں یہ خبر پہنچتی ہے صحابہ کرام آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ آقا علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر ہر وقت دلنواز مسکراہٹ دیکھنے والے آپ کو درد کی شدت میں مبتلا دیکھ کر مغموم اور افسردہ ہیں۔

میرے آقا حضور نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی حسب معمول تشریف لاتے ہیں نمازوں کی امامت فرماتے ہیں لیکن آپ پر کمزوری اور نقاہت کی کیفیت دیکھ کر صحابہ کرام کے دل ڈوبے جا رہے ہیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے جاتے ہیں کیونکہ پیغمبر اعظم دعادل ہر زوجہ مطہرہ کو برابر برابر وقت دیتے ہیں اور آج حضرت میمونہ کی باری ہے۔ نقاہت اور علالت کے باوجود میرے آقا کریم علیہ السلام ہر روز امہات المومنین کے حجروں میں ان کی باری کے مطابق تشریف لے جا رہے ہیں۔ لیکن مزاج شناسان رسالتمآب امہات المومنین جانتی ہیں کہ آپ ان دنوں حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں رہنا پسند فرمائیں گے۔ آپ ہر زوجہ مطہرہ سے روزانہ دریافت فرماتے ہیں کل میں نے کہاں رہنا ہے؟ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ ایک دن تمام ازواج مطہرات مشترکہ طور پر فیصلہ فرماتی ہیں کہ آپ سے گزارش کی جائے کہ بیماری کے ان ایام میں آپ حجرہ عائشہ میں آرام فرمائیں۔ ہم تمام اس پر خوش اور راضی ہیں۔ جیسے ہی آپ کی ازواج مطہرات اس کی اجازت دیتی ہیں آپ حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ کے سہارے چلتے ہوئے حجرہ عائشہ کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے۔ صبح قیامت تک یہاں قیام فرمانے کے لئے۔

Marfat.com

وصال مبارک ...... قیادت کا تسلسل

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی علالت کے ایام میں بھی مسجد نبوی تشریف لاتے رہے اور نمازوں کی امامت فرماتے رہے۔ کمزوری اور نقاہت دن بدن بڑھ رہی تھیں لیکن آپ بظاہر جسمانی کمزوری کے دنوں میں بھی جب تک ممکن ہو سکا مسجد شریف میں تشریف لاتے رہے تاکہ مریضوں کے لئے بھی اسوہ حسنہ کا یہ پہلو پیش نظر رہے۔

بیماری کے ایام میں اس ظاہری حیات طیبہ کے آخری ہفتہ میں بخار کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔ بروز بدھ سات ربیع الاول کو نقاہت کی وجہ سے غشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے حکم دیا کہ مدینہ منورہ کے سات کنوؤں کا پانی بھر کر لایا جائے تاکہ آپ اس سے غسل فرمائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے غسل فرمایا اور پھر مسجد نبوی تشریف لے گئے۔ اس وقت سر اقدس میں اس قدر شدید درد تھا کہ آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام کو منبر پر بیٹھ کر نصیحتیں فرمائیں اور اپنی قبر انور کی بتوں کی طرح پوجا کرنے سے منع فرمایا۔ آپ نے مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام کے سامنے اپنے آپ کو بدلہ ادا کرنے کے لئے پیش فرمایا۔

''میں نے کسی کی پشت پر کوڑا برسایا ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ کسی کی بے عزتی کی ہو تو وہ بھی اپنی بے عزتی کا بدلہ لے لے۔ میں بدلہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ کسی کا مال لے لیا ہو تو وہ اپنا مال مجھ سے لے لے۔ میں کسی کی بات کا برا نہیں مناؤں گا۔ یہ میرا مزاج ہی نہیں ہے''۔

صحابہ کرام سر جھکائے آقا علیہ السلام کا فرمان اور عملی زندگی سے متعلق انسانی حقوق کے درس کا حسین انداز سماعت کرتے رہے۔

اب نماز ظہر کا وقت ہونے والا تھا۔ آپ نے اپنے چچازاد حضرت فضل بن عباس سے فرمایا:

''اعلان کر دو کہ نماز کے بعد خطبہ ہو گا سب لوگ جمع ہو جائیں''۔

حضرت فضل بن عباس نے بلند آواز سے کہا: ''آج اجتماعی نماز ہو گی'' تمام لوگ سمجھ گئے کہ حضور علیہ السلام خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ کیونکہ اجتماعی نماز کے اعلان کا یہی مفہوم تھا۔

نماز ظہر کے بعد ہادئ اعظم ﷺ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنا خطبہ جاری رکھا۔ اس خطبہ میں بھی بدلہ لینے سے متعلق پھر ارشاد فرمایا اور لوگوں سے فرمایا کہ جسمانی تشدد، عزت و آبرو اور مالی نقصان سے متعلق کسی کو بھی مجھ سے شکایت ہو تو ابھی بیان کر دے میں بدلہ دینے کے لئے یہاں موجود ہوں۔ آپ نے وضاحت سے اس پہلو پر گفتگو فرمائی۔

''مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے ذمے کسی کا بھی کوئی حق باقی ہے تو وہ ابھی اس کا اظہار کر دے تاکہ اس کی تلافی کر دی جائے یا پھر وہ مجھے معاف کر دے کیونکہ جب میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں اور اس سے ملاقات کروں تو میرے ذمے کسی بھی شخص کے حق کی ادائیگی باقی نہ ہو''۔

آقا علیہ السلام کے اصرار پر ایک شخص نے عرض کی:

''یا رسول اللہ! آپ نے میرے تین درہم دینے ہیں''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''میں کسی کے مطالبہ کو نہ تو غلط کہوں گا اور نہ ہی اسے قسم اٹھانے کو کہوں گا''۔

پھر مطالبہ کرنے والے شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا:

''مجھے آپ یہ بتا دیجئے کہ یہ تین درہم آپ سے کس وجہ سے لئے تھے؟''

''یارسول اللہ! ایک شخص نے آپ سے کچھ مانگا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اسے میں اسے تین درہم دے دوں لہٰذا میں نے اسے ادا کر دیئے تھے''۔

جیسے ہی اس شخص نے وضاحت کی میرے آقا کریم علیہ السلام نے حضرت فضل بن عباس سے فرمایا:

''فضل! آپ اس کے تین درہم اسے دے دیں''۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نے جنگ کی فتح سے حاصل ہونے والے مال میں سے اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہے تو وہ بھی واپس کر دے''۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: ''یارسول اللہ! مال غنیمت کے تین درہم میرے ذمہ ہیں۔ میں انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں''۔

''تم نے یہ درہم کیوں وصول کیے تھے''۔

''یارسول اللہ اس وقت میں غریب اور پریشان حال تھا اس لئے لے لئے تھے''۔

اس شخص کی وضاحت پر آقا کریم علیہ السلام نے حضرت فضل بن عباس کو حکم دیا:

''آپ اس سے تین درہم لے کر حکومتی خزانے میں جمع کرا دیں''۔

آقا کریم علیہ السلام کا خطبہ جاری تھا آپ نے اپنے خطبہ کا رخ انصار کی طرف موڑتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں اب تمہیں انصار مدینہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں ان کا خیال رکھنا وہ میرے دل کا ٹکڑا ہیں، میرا جگر ہیں، انصار نے اپنی ذمہ داری خوبصورت انداز سے پوری کر دی ہے لیکن اب ان کے حقوق کی ادائیگی تمہارے ذمہ ہے۔ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنا ہیں۔ ان کے نیک لوگوں کی عزت کرنا اور ان کے بعض لوگوں سے کوتاہی بھی ہو جائے تو انہیں تکلیف نہ پہنچانا اور ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دینا۔ وقت آئے گا کہ مدینہ میں دوسرے لوگوں کی آبادی بڑھ جائے گی اور انصار کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس شہر میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کی طرح رہ جائے گی لہٰذا ایک بار پھر میں یہ وصیت کر رہا ہوں کہ جو شخص نفع اور نقصان پہنچانے کی قوت رکھتا ہو اور اسے یہ ذمہ داری دی گئی ہو تو وہ انصار کے لوگوں میں سے نیک لوگوں سے حسن سلوک کرے اور خطا کاروں کی خطاؤں کو نظر انداز کر دے''۔

جیسے جیسے آقا علیہ السلام اپنی وصیتیں اور نصیحتیں ارشاد فرما رہے تھے صحابہ کرام ایک ایک لفظ کو دل کی تختی پر لکھ رہے تھے۔ ان کے دل مغموم تھے، ان کی آنکھیں اشکبار تھیں، انہیں پتہ لگ گیا تھا کہ آقا کریم علیہ السلام بہت جلد اس دنیا سے پردہ فرمانے والے ہیں لیکن انہیں بڑی خاموشی ادب اور احترام سے آقا کریم کے فرمودات کو سننا تھا اور آنے والی نسلوں تک اس پیغام ہدایت کو پہنچانے کے لئے اسے قلب و ذہن میں محفوظ کر لینا تھا۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اس معاملے میں با اختیار بنا دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس دنیا کی آرائش اور نعمتوں میں سے جو چاہے مانگ لے اور اللہ تعالیٰ اسے وہ سب کچھ عطا کر دے یا پھر وہ بندہ اس چیز کو حاصل کرے جو کچھ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس بندے نے اللہ کی خاص چیز کو لینے کا فیصلہ کر لیا ہے''۔

Marfat.com

جب حضور علیہ السلام اس فقرے پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر چھلک پڑا۔ آپ کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور آپ نے اشکبار آنکھوں سے باآواز بلند فرمایا:

''ہم اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یارسول اللہ''

محفل میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو حضور علیہ السلام کی اس گفتگو کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے اشکبار ہونے اور اپنے آپ اور ماں باپ کو حضور پر قربان کرنے کے الفاظ پر حیران ہوئے لیکن چند دنوں بعد ان پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق پر اس وقت گریہ کی وہ کیفیت کیوں طاری ہوگئی تھی۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کا سب سے پہلے احساس حضرت ابوبکر صدیق کو ہوا تھا۔ حضور نے اپنے خطبے میں حضرت ابوبکر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میرا ساتھ نبھانے اور مجھ پر مال و دولت خرچ کرنے کے حوالے سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کے ہیں۔ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو لازماً ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔ ابوبکر کے ساتھ میرا تعلق اسلامی اخوت کے علاوہ محبت کا بھی ہے۔ مسجد نبوی سے ملانے والے اردگرد کے جتنے دروازے ہیں ان سب کو بند کر دیا جائے لیکن ابوبکر کے دروازے کو باقی رہنے دیا جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ اس خطبے کے بعد واپس حجرہ سیدہ عائشہ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے دن یوم الخمیس تھا۔ آپ نے اسامہ بن زید کی سربراہی میں اسلامی لشکر کی روانگی کا حکم پہلے سے دے رکھا تھا۔ آج اس لشکر کے قائد کی باضابطہ روانگی کا دن تھا۔

اگرچہ جسم اطہر پر شدید بخار اور نقاہت کی کیفیت طاری تھی پھر بھی آپ نے مسجد نبوی میں تشریف لا کر حضرت اسامہ بن زید کو اسلامی لشکر کی سربراہی کا علامتی اعزاز خصوصی جھنڈا عطا فرمایا اور ان کو حکم دیا: ''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو مٹانے کے لئے نکل پڑو''۔

حضرت اسامہ بن زید آقا علیہ السلام کی نصیحتیں سن کر مدینہ منورہ سے باہر آ کر جوف کے علاقہ میں خیمہ زن ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت وہ مدینہ منورہ کی حدود سے باہر آ گئے تھے لیکن انہیں حضور کی بیماری کی شدت کا احساس تھا اور ہر روز تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں اس لئے انہوں نے لشکر کے تمام افراد کی خواہش کے مطابق وہیں رکے رہنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ سرکار دوجہاں کے آخری دیدار سے محروم نہ رہ سکیں۔

۸ ربیع الاول جمعرات کی مغرب تک آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں بیماری کے باوجود نمازوں کی امامت فرمائی۔ اس دن بیماری میں اور اضافہ ہوگیا اور تکلیف بڑھ گئی اس دن آپ گھر میں آرام فرما رہے تھے اور معتمد ترین صحابہ کرام آپ کے حجرہ میں موجود تھے۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا:

''کاغذ قلم لے آؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھواتا ہوں اسے یاد رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے''۔

حجرہ اقدس میں جو اصحاب موجود تھے ان میں اس امر میں اختلاف ہوگیا کہ کاغذ قلم لایا جائے یا نہیں، حضرت عمر نے مشورہ دیا ''ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کافی ہے''۔

صحابہ کرام میں اس بات پر اختلاف رائے ہونے لگا کہ کاغذ قلم کی ضرورت ہے یا آپ کو آرام کرنے دیا جائے جب گفتگو میں ذرا تیزی آنے لگی آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''اب آپ لوگ یہاں سے تشریف لے جائیں''۔

Marfat.com

اس دن جب آپ سے صحابہ کرام نے کچھ نصیحت فرمانے کے متعلق عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں اور عیسائیوں اور بت پرستوں کو جزیرۃ العرب سے نکل جانے کا حکم دینا۔ ملاقات کے لئے آنے والے بیرونی وفود کی اس طرح عزت و تکریم کرنا جس طرح میں کیا کرتا تھا۔ کتاب اللہ اور میری سنت کی اتباع کو مضبوطی سے تھامے رکھنا''۔

اب نماز عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نماز کی اذان دے چکے تھے اور حسب معمول حجرہ کے باہر حاضر تھے تا کہ آپ کو ساتھ لے کر مسجد نبوی میں پہنچیں اور آپ امامت فرمائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ آپ پر غشی کی کیفیت ختم ہوئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ سے پوچھا:

''کیا لوگوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟''

''مسجد نبوی میں سب لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں''۔

حضرت عائشہ نے آقا علیہ السلام کو بتایا تو آپ نے انہیں ارشاد فرمایا: ''میرے لئے برتن میں پانی رکھو'' آقا علیہ السلام نے بستر سے اٹھ کر غسل فرمایا، غسل فرمانے کے بعد مسجد کی طرف جانے لگے تھے کہ غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ لیٹ گئے، تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو نماز کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت عائشہ نے بتایا ''لوگ انتظار کر رہے ہیں'' آپ نے دوبارہ غسل کے لئے پانی طلب فرمایا اور پھر غسل فرما کر جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن غشی کی کیفیت ایک بار پھر طاری ہو گئی۔ تیسری دفعہ آپ نے وہی سوال پوچھا اور غسل کا پانی برتن میں رکھنے کا حکم دیا۔ جب آپ تیسری مرتبہ غسل کرنے کے بعد مسجد نبوی میں جانے کا ارادہ فرما رہے تھے تو جسم اطہر میں اتنی نقاہت پیدا ہو گئی کہ بستر پر لیٹ گئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا:

''ابوبکر سے کہو کہ وہ مسجد میں لوگوں کی نماز میں امامت کرائیں''۔

''یارسول اللہ میرے والد نرم دل کے مالک ہیں، جب وہ نماز کی امامت کے لئے آپ کے مصلی پر کھڑے ہوں گے تو صحیح طریقے سے قرآن کی قرأت نہیں کر سکیں گے اس لئے میری گزارش ہے کہ بہتر ہو گا کہ آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمائیں''۔

حضرت عائشہ کی درخواست سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''ابوبکر ہی نماز پڑھائیں گے انہیں کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائیں''۔

حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ بھی حضور علیہ السلام سے گزارش کریں کہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت عمر کو نماز کی امامت کے لئے حکم دیا جائے۔ حضرت حفصہ نے حضور علیہ السلام سے اس سلسلے میں گزارش کی اور حضرت عائشہ کے موقف کی تائید کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم حضرت یوسف کے بارے میں بحث کرنے والی خواتین کی طرح باتیں کر رہی ہو ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں''۔

حضور علیہ السلام کی طرف سے جیسے حضرت بلال کو یہ حکم ملا کہ اب حضرت ابوبکر صدیق نماز کی امامت کرائیں گے وہ مسجد نبوی پہنچے۔ انہوں نے روتے ہوئے کہا،

''کاش میں آج زندہ نہ ہوتا اور آقا علیہ السلام کی نقاہت کو نہ دیکھتا''۔

حضرت بلال مسلسل روتے جا رہے تھے وہ اپنے غمزدہ دل کے جذبات کو اشعار میں بیان کر رہے تھے۔ فرمان رسالتماب کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت بلال نے حضرت ابوبکر سے گزارش کی:

''آپ نماز پڑھایئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے حکم کے مطابق نماز پڑھائی، صحابہ

Marfat.com

کرام نے رسول اللہ ﷺ کے مصلے پر آپ کو موجود نہ پایا تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔

اگلا دن جمعہ کا تھا۔ دور و نزدیک سے صحابہ کرام اس امید پر مسجد نبوی میں حاضر تھے کہ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے لیکن میرے آقا اپنی علالت اور نقاہت کی وجہ سے خطبہ ارشاد فرمانے اور جماعت کی امامت کرانے حجرہ اقدس سے باہر تشریف نہ لا سکے۔

اس وقت صحابہ کرام کی افسردگی، بے چینی اور حزن و ملال کی جو کیفیت ہو گی اس کا چشم تصور سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اس وقت جب میں سطور لکھ رہا ہوں مسجد نبوی شریف کے اندر بیٹھا ہوں اور گنبد خضریٰ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ آج بھی مسجد نبوی کی پرانی عمارت جسے ترکی عثمانی سلطنت کے دور میں تعمیر کیا گیا تھا، اس میں ستونوں پر لکھ کر نشاندہی کر دی گئی ہے کہ آقا علیہ السلام کے دور باسعادت میں مسجد نبوی کا حدود اربعہ کیا تھا، میں ان ستونوں کو دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ مدینہ منورہ میں جو جمعۃ المبارک آقا علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ میں موجودگی اور حجرہ اقدس میں تشریف فرما ہونے کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق نے پڑھایا ہو گا تو اس وقت صحابہ کرام کے قلب حزیں کی کیفیت کیا ہو گی، شاید اس میں یہ حکمت تھی کہ روزانہ کی پانچ نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز کی امامت بھی حضرت ابو بکر کرائیں اور زیادہ سے زیادہ صحابہ کرام ان کی امامت میں نماز ادا کریں۔

بروز ہفتہ 10 ربیع الاول کو نماز ظہر کے وقت حضرت ابو بکر صدیق امامت کے مصلے کی طرف نماز پڑھانے کے لئے بڑھے تو شدت غم سے گر پڑے۔ دیگر صحابہ کرام بھی رونے لگے، ان کی آہوں اور سسکیوں کی آواز حجرہ سیدہ عائشہ تک پہنچی تو میرے آقا کریم علیہ السلام نے اپنی لخت جگر سے جو اس وقت وہاں موجود تھیں، دریافت فرمایا:

''فاطمہ! یہ رونے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں؟''

''یا رسول اللہ، مسجد میں صحابہ آپ کو نہ دیکھ کر رو رہے ہیں''۔

حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فضل ابن عباس کو بلایا جائے۔ یہ دونوں حضرات تشریف لے آئے تو حضور علیہ السلام نے مسجد نبوی تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے آپ مسجد نبوی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق نماز کی امامت کرا رہے تھے۔ صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کی آمد کی خبر آپ کے جسم اطہر سے آنے والی خوشبو سے ہو گئی۔ پھر انہوں نے حضور کو مسجد نبوی میں آتے ہوئے دیکھا تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ حضرت ابو بکر کو بھی حضور علیہ السلام کی آمد کا احساس ہوا تو وہ مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے لیکن حضور علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں اپنی جگہ کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام حضور کو دیکھ رہے تھے حضرت ابو بکر آقا علیہ السلام سے ہدایات وصول کر رہے تھے لیکن نماز جاری تھی۔ یہ مناظر محبت کی عکاس نماز تھی، جس میں کبھی خلل پڑنے کا امکان ہی نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کے حکم کے تحت حضرت ابو بکر مصلے پر کھڑے رہے میرے آقا کریم علیہ السلام نے حضرت علی اور حضرت ابن عباس کو حکم دیا کہ وہ آپ کو حضرت ابو بکر کے قریب ان کے پہلو میں بٹھا دیں۔ آپ کو حضرت ابو بکر کے بائیں جانب بٹھا دیا گیا اور حضور علیہ السلام کی امامت میں حضرت ابو بکر نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ آقا علیہ السلام تکبیر ادا فرماتے اور اس تکبیر کو حضرت ابو بکر باآواز بلند پڑھتے۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق حضور علیہ السلام کی اقتداء میں اور دیگر صحابہ کرام حضرت ابو بکر کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اس دن حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں روانہ ہونے والے لشکر کے افراد بھی مسجد نبوی آئے ہوئے تھے تا کہ حضور علیہ السلام کو الوداعی سلام پیش کر سکیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں دعائیں دے کر رخصت فرمایا اور وہ لوگ لشکر کے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آقا کریم علیہ السلام سے گفتگو کرنا چاہتے تھے آپ کے ارشادات سننا چاہتے تھے لیکن آپ کے جسم

Marfat.com

اطہر میں اس قدر نقاہت تھی کہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھنے کی بجائے گھر واپس تشریف لے گئے۔ حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہنچ کر آپ نے چیدہ چیدہ صحابہ کرام کو اندر بلایا، جب شمع نبوت کے یہ تابندہ ستارے حاضرت خدمت ہو گئے تو میرے آقا کریم علیہ السلام نے محبت بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔ فرط محبت اور وفور جذبات سے حضور علیہ السلام کی آنکھیں بھر آئیں اور آنسو بہنے لگے اور پھر صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''جدائی کے لمحات قریب آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ و سلامت رکھے تمہیں ہدایت سے نوازے، تمہیں ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور فائدہ عطا فرمائے تمہیں صحیح راستے پر چلائے اور تمہیں ہر نقصان اور پریشانی سے محفوظ فرمائے، تمہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے اور وہ تمہارے اچھے اعمال کو قبول فرمائے۔ میری تم لوگوں کو یہی وصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہاری نگہبانی فرمائے، وہی تمہارے لئے میرا خلیفہ ہے۔ میں تمہیں واضح انداز سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا رہا ہوں اور اب بھی تمہیں اس کے عذاب سے بچنے کی تلقین کر رہا ہوں۔ یاد رکھنا کہ اللہ کے بندوں سے اس کے شہروں میں اپنی بڑائی نہ جتانا اور نہ غرور کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں یہ فرمایا ہے کہ آخرت کا گھر زمین پر تکبر نہ کرنے والوں اور فساد نہ پھیلانے والوں کو عطا کیا جائے گا اور رب تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے نیک انجام کی خوشخبری ہے''۔

ہادیٔ اعظم ﷺ نے اپنی نصیحت آمیز گفتگو ختم فرمائی تو میرے آقا کے ان معتمد ترین ساتھیوں نے چند اہم سوالات کیے جن کا تعلق حضور علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس دن کی حجرہ عائشہ میں حضور علیہ السلام سے ممتاز صحابہ کرام کی ملاقات ہمیشہ یاد رہی۔

حضور علیہ السلام سے صحابہ کرام نے دریافت فرمایا:

''یارسول اللہ آپ کب ہمیں چھوڑ کر جانے والے ہیں؟''

حضور علیہ السلام نے جواب دیا، ''مقررہ وقت قریب آ گیا ہے میں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں اور میری منزل سدرۃ المنتہیٰ ہوگی''۔

''یارسول اللہ آپ کے جسد اطہر کو غسل دینے کی سعادت کون حاصل کرے گا''

صحابہ کرام کے اس سوال کے جواب میں آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''میرے اہل بیت میں سے مرد افراد اور قریبی رشتہ دار غسل دیں گے ان کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی تعداد فرشتوں کی موجود ہوگی وہ تمہیں دیکھیں گے لیکن تم ان فرشتوں کو نہیں دیکھ سکو گے''۔

''یارسول اللہ! آپ کو کن کپڑوں کا کفن پہنایا جائے؟''

''اگر تم چاہو تو جو لباس اس وقت میں نے پہنا ہوا ہے اسے میرے کفن کے طور پر استعمال کریں یا پھر یمن کی چادروں یا مصر سے آنے والی سفید چادروں کا کفن پہنا دینا'' کفن کے سوال کے بعد نماز جنازہ کا سوال پوچھا گیا۔

''یارسول اللہ! آپ کی نماز جنازہ کسے پڑھانے کی اجازت ہوگی''۔

یہ سوال سن کر آقا علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے آپ کو اشکبار دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے، آقا علیہ السلام نے ان کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، تم نے اپنے نبی کے ساتھ جس طرح جاں نثاری کا مظاہرہ کیا ہے اور اخلاص کے ساتھ، ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، تم نے نماز جنازہ کے متعلق پوچھا ہے تو جب تم غسل دے چکو اور کفن پہنا کر خوشبو لگا دو تو میری قبر کے کنارے پر مجھے رکھ دینا اور پھر کچھ دیر کے لئے باہر چلے جانا، سب سے پہلے میرے دو دوست اور ہم نشین فرشتے یعنی جبرئیل اور میکائیل نماز

Marfat.com

جنازہ پڑھیں گے اس کے بعد اسرافیل اور عزرائیل ملائکہ کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ آ کر جنازہ پڑھیں گے اس کے بعد میرے اہل بیت کے مرد جنازہ پڑھیں گے پھر اہل بیت کی خواتین کو اس کی اجازت دی جائے جب اہل بیت نماز پڑھ چکیں تو دوسرے لوگ مختلف ٹولیوں کی صورت میں آ کر میری نماز جنازہ پڑھیں۔ یاد رکھنا کوئی رونے چلانے والی نوحہ خواں عورت مجھے تکلیف نہ پہنچائے''۔

پھر آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''میرے صحابہ میں سے جو یہاں موجود نہیں ہیں انہیں میرا اسلام کہنا تم اس بات کے گواہ رہنا کہ میرا اسلام ہر اس شخص کے لئے ہے جو روز قیامت تک اسلام میں داخل ہو کر دین کے معاملات میں میری سنت کی پیروی کرے گا''۔

آخر میں کسی نے سوال کیا:

''یا رسول اللہ، آپ کی قبر مبارک میں آپ کے جسد اطہر کو کون داخل کرنے کی سعادت حاصل کرے گا؟''

میرے آقا کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''میرے اہل بیت کے مرد میرے جسم کو قبر تک پہنچائیں گے۔ اہل بیت میں سے جو جتنا قریب ہے اسے اتنا زیادہ یہ حق حاصل ہوگا۔ ان کے علاوہ بے شمار فرشتے ہوں گے وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکو گے''۔

ہادیٔ اعظم حضور اکرم ﷺ ظاہری حیات طیبہ کے آخری دنوں میں جس حجرہ سیدہ عائشہ میں یہ کلمات وصیت ادا فرما رہے تھے، بحمد للہ تعالیٰ وہ حجرہ مبارک اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس وقت بفضلہ تعالیٰ مسجد نبوی شریف کے اندر مواجہہ شریف کے بالکل سامنے بیٹھا ہوں۔ تہجد کی اذان ہو چکی ہے، تھوڑی دیر بعد نماز فجر کی اذان ہونے والی ہے۔ میں دیوار سے ٹیک لگائے یہ سطور بھی لکھ رہا ہوں اور بار بار مواجہہ شریف کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک بھی پہنچا رہا ہوں۔ میرے بالکل سامنے آقا کریم علیہ السلام کی قبر انور کی نشاندہی کرنے والا گول سنہری دائرہ جالیوں کے درمیان نظر آ رہا ہے۔ ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے مزارات کے دائرے بھی نظر آ رہے ہیں۔ میں چشم تصور سے وہ منظر دیکھ رہا ہوں جب اس حجرہ مبارک کے اندر جید صحابہ کرام کی موجودگی میں آقا کریم علیہ السلام اپنے سفر آخرت کے متعلق تفصیلی ہدایات دے رہے تھے، حضور علیہ السلام آج بھی اپنی امت کو مختلف ذرائع سے ہدایات اور نصیحتیں فرما رہے ہیں اور فیض کا سلسلہ جاری ہے لیکن ان ہدایات اور نصیحتوں کو سننے کے لئے باطنی کان چاہئیں۔ آپ کا فرمان سننے کے ساتھ ساتھ آپ کو ہدایات دیتے ہوئے دیکھنے کے لئے قلبی اور باطنی آنکھ چاہئے۔ اس وقت موذن نے نماز فجر کی اذان دینا شروع کی ہے۔ اشھدان لاالہ الا اللہ اور اشھدان محمد رسول اللہ کی دل نواز صدا مسجد نبوی میں گونج رہی ہے اور ذہن صدیاں پیچھے اس اذان کی طرف چلا گیا ہے جب حضرت بلال حبشی آقا علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ میں آقا علیہ السلام کے مسجد میں تشریف نہ لا سکنے کی وجہ سے مغموم انداز سے دکھ بھری آواز میں اذان دیا کرتے ہوں گے۔

وصال مبارک سے ایک دن پہلے اتوار 11 ربیع الاول کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ سے فرمایا:

''عائشہ! گھر میں کچھ دینار رکھے تھے وہ کہاں ہیں؟''

سیدہ عائشہ اٹھیں اور آٹھ دینار لے آئیں اور آپ کو پیش کر دیئے، میرے آقا ان دیناروں کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے رہے اور پھر ارشاد فرمایا:

''عائشہ! اگر یہ دولت اپنے گھر میں چھوڑ کر رب تعالیٰ سے ملاقات کروں گا تو اللہ رب العالمین شاید یہ فرمائیں کہ کیا اس کے بندے کو

Marfat.com

اس پر بھروسہ نہیں تھا''۔

حضرت عائشہ نے یہ آٹھ دینار میرے آقا علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق اسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم فرمادیئے۔ گھر میں جو کچھ تھا اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے ہتھیار مسلمانوں کے لئے ہبہ فرمادیئے تاکہ حضور اقدس کا یہ تحفہ مسلمان استعمال کر سکیں۔ آپ کی زرہ ایک یہودی تاجر کے پاس تھی کیونکہ آپ نے اس سے غریبوں کو دینے کے لئے پچھتر سیر گندم کے جو منگوائے تھے چونکہ آپ کے پاس اس وقت نقدی موجود نہیں تھی اس لئے اپنی زرہ کو بطور رہن رکھوادیا۔ اس دن جبکہ آپ نے اپنا مال واسباب اللہ کی راہ میں صدقہ اور ہبہ فرمادیا تھا شام کو گھر میں روشنی کرنے کے لئے گھر کے چراغ میں تیل نہیں تھا۔ سیدہ عائشہ نے چراغ کے لئے تیل ایک پڑوسن خاتون سے منگوایا تاکہ حضور اقدس نور مجسم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کی آخری رات گھر میں روشنی کا انتظام کیا جا سکے۔ حضرت اسامہ کا لشکر ابھی مدینہ منورہ کے باہر تھا، وہ روانہ نہیں ہوا تھا، حضرت اسامہ حضور علیہ السلام کے گھر کے فرد تھے۔ وہ حضرت زید بن حارثہ کے صاحبزادے تھے جنہیں حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا اور جن کا لڑکپن اور جوانی حضور کے گھر میں گزری تھی۔ اسامہ اسی زید کے بیٹے تھے، وہ آخری سلام عرض کرنے اتوار کو کاشانہ اقدس پہنچے تو حضور علیہ السلام پر کمزوری اور غشی کی کیفیت طاری تھی۔ سترہ سالہ نوجوان اسامہ نے جسے حضور نے اپنے نواسوں کی طرح محبت سے پالا تھا جھک کر آپ کے سر اقدس کو بوسہ دیا۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں کھولیں۔ آپ نے دیکھا کہ اسامہ سامنے کھڑے ہیں۔ آپ نے بے حد کمزوری اور نقاہت کی اس حالت میں دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمادیئے پھر اپنے مقدس ہاتھوں کو اسامہ کی طرف بڑھایا اور ان کے سر پر پھیرا، اسامہ نے اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا تاکہ حضور کے دست شفقت کی برکتیں حاصل ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی علالت اب شدید ہو چکی تھی، آپ کے چچا حضرت عباس نے آپ کا چہرہ اقدس دیکھ کر فرمایا:

''میں عبدالمطلب کے خاندان کے افراد کے آخری لمحات کے چہروں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جلد ہی وصال فرما جائیں گے'' حضرت عباس نے حضرت علی المرتضیٰ کو تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

''ابوالحسن! میرا خیال ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس چل کر ان سے دریافت کریں کہ ان کے بعد ذمہ داریاں کون ادا کرے گا۔ اگر ہمیں آپ نے ذمہ داریاں تفویض کر دیں تو ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا۔ اگر آپ یہ ذمہ داری کسی اور کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تو اس سے فرمادیں گے وہ اس وجہ سے ہمارا خیال رکھا کرے گا''۔

حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عباس کی یہ تجویز قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ سے کچھ بھی دریافت نہیں فرمایا، حضرت علی المرتضیٰ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے مصلے پر امامت کرانے والا ہی جانشین رسول ہوگا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کو خوش دلی اور عقیدت واحترام سے تسلیم کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ظاہری حیات طیبہ میں بھی اور وصال شریف کے بعد بھی۔

سوموار 12 ربیع الاول 11 ہجری وہ دن آ ہی گیا جس دن سرور کائنات ﷺ نے اس جہان فانی کو الوداع کہنا تھا اور اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس ابدی اور ہمیشہ کی زندگی کے لئے تشریف لے جانا تھا۔ فجر کی نماز کا وقت تھا، مسجد نبوی میں صبح کی نماز کے لئے صفیں سیدھی ہو چکی تھیں، لوگ نماز پڑھنے کے لئے تیار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کے حکم کے تحت نماز پڑھانے کے لئے مصلائے رسول پر تشریف لے آئے۔ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ میں یہ ان کی سترھویں نماز تھی جس کی وہ امامت فرما رہے تھے۔ جیسے ہی حضرت ابوبکر نے نماز کی امامت شروع کی حضور علیہ السلام نے اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد کی طرف کھلنے والی کھڑکی کا رخ فرمایا اور اس کے قریب جا کر پردہ سرکایا۔

Marfat.com

جیسے ہی حضور کا چہرہ انور کھڑکی سے ظاہر ہوا صحابہ کرام اپنی نماز بھول گئے اور چہرہ مصطفیٰ کی زیارت کرنے لگے، وہ پہلے اگرچہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے تھے لیکن اب ان کے چہرے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف تھے اور وہ بے تابی سے حضور کو دیکھے چلے جا رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ حضرت ابوبکر بھی یہ سمجھے کہ شاید رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کی طرف ہٹنے لگے تاکہ حضور علیہ السلام کے لئے مصلے خالی کر دیں۔ میرے آقا کریم علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر مسکراہٹ پھیل گئی، آپ نے ہاتھ سے رک جانے کا اشارہ فرمایا اور حکم دیا ''اپنی نماز مکمل کرو''۔ یہ فرما کر آپ نے پردہ گرا دیا اور واپس بستر پر جا کر لیٹ گئے۔ یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام سے آخری رابطہ اور انہیں عطا کیا جانے والا آخری دیدار تھا۔

اب دن چڑھ چکا تھا، سورج کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی تھی۔ آج کائنات میں اللہ تعالیٰ کا ''سراج منیر'' پردہ فرمانے والا تھا۔ حضور علیہ السلام کو الوداعی سلام کہنے کے لئے آپ کی ازدواج مطہرات حجرہ سیدہ عائشہ میں تشریف لائیں۔ حضور علیہ السلام نے سب کو محبت سے سلام کا جواب دیا۔ انہیں پاس بٹھا کر نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی تشریف لے آئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھتے ہی محبت سے فرمایا: ''خوش آمدید میری بیٹی''۔

آپ نے سیدہ فاطمہ کو قریب بیٹھنے کا حکم دیا پھر حضرت فاطمہ کے کان میں آہستہ سے فرمایا:

''اسی مرض کی حالت میں میرا وصال ہونے والا ہے، میں جانے والا ہوں''۔

حضور علیہ السلام نے یہ بات اتنی آہستہ فرمائی کہ ساتھ بیٹھی ہوئی سیدہ عائشہ صدیقہ بھی اسے سن نہ سکیں، حضور علیہ السلام کے وصال کی اطلاع سن کر حضرت فاطمۃ الزہرا رو پڑیں۔ آپ کے آنسو تھے کہ بہتے چلے جا رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ میرے آقا کریم علیہ السلام نے انہیں یوں مسلسل روتے ہوئے دیکھا تو پھر ان کو قریب بلا کر ان سے سرگوشی کے انداز میں فرمایا:

''میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے میرے پیچھے آؤ گی اور مجھے آ کر ملو گی'' یہ سننا تھا کہ حضرت فاطمہ مسکرا پڑیں۔ آپ نے سیدہ فاطمہ سے یہ بات بھی اتنی آہستہ فرمائی تھی کہ کسی اور کو سنائی نہیں دی۔

حضور نے حضرت فاطمہ سے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ تم کائنات کی عورتوں کی سردار ہو۔ حضرت فاطمہ کو پہلے زارو قطار روتے ہوئے اور پھر انہیں مسکراتے ہوئے دیکھ کر حضرت عائشہ حیران ہوئیں لیکن انہیں اس وقت اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی کہ وہ روئی کیوں تھیں اور مسکرانے کی وجہ کیا تھی۔ حضرت فاطمہ نے حضرت عائشہ کو یہ باتیں وصال کے بعد میں بتائی تھیں۔

میرے آقا کریم علیہ السلام نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''میرے بھائی علی کو بلاؤ!''

فوراً حضرت علی المرتضیٰ حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے بستر پر بیٹھ کر آپ کے چہرے کو اپنی گود میں رکھا۔ حضور علیہ السلام نے لیٹے لیٹے حضرت علی مرتضیٰ کو وصیتیں فرمانا شروع کیں۔

''علی! میں نے اسامہ کے لشکر کے اخراجات پورے کرنے کے لئے یہودی سے قرضہ لیا ہے۔ تم میرے اس قرض کو اتار دینا، دیکھنا کہیں بھول نہ جانا''۔

حضرت علی محبت و عقیدت سے آقا علیہ السلام کے چہرہ اقدس کو دیکھے چلے جا رہے تھے۔ حضرت علی اپنی عظیم المرتبت مومنانہ فراست سے جان چکے تھے کہ یہ حضور علیہ السلام کی آخری وصیت ہے اور آپ کے آخری دلنواز کلمات ہیں۔ آقا علیہ السلام نے حضرت علی کی گود میں سر رکھے ہوئے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ آپ نے حضرت علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''علی! حوضِ کوثر پر روزِ قیامت سب سے پہلے تم میرے پاس پہنچو گے''

حضرت علی آقا علیہ السلام کا ایک ایک لفظ دل کی تختی پر لکھ رہے تھے۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا:

''علی! کاغذ قلم لے آؤ تا کہ تمہارے لئے وصیت تحریر کرا دوں''۔

حضرت علی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ حضور علیہ السلام کے آخری لمحات ہیں اس لئے وہ اس لمحے حضور کی صحبت اور جسمانی قرب کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے آقا علیہ السلام سے گزارش کی:

''یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں، میں آپ کے ارشادات کو یاد رکھوں گا کبھی نہیں بھولوں گا''۔

آقا کریم علیہ السلام نے اپنی وصیت کے آخر میں فرمایا:

''نماز کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں'' حضرت علی ہمہ تن گوش ہو کر آقا کی وصیت سماعت فرما رہے تھے۔

''میں تمہیں نماز کے علاوہ زکوٰۃ اور ان لوگوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جن کی ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر ہے''۔

اب جسمِ اطہر پر نقاہت اور کمزوری کے اثرات اور بڑھ رہے تھے آپ کو تکلیف کی اس حالت میں دیکھ کر سیدہ فاطمۃ الزہرا بے ساختہ کہہ اٹھیں، ''بابا جان! آپ کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی''

اپنی لختِ جگر کو غمزدہ دیکھ کر رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے بابا کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی''

پھر آپ نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا:

''حسن اور حسین کو میرے پاس لے آؤ'' حضرت فاطمہ اپنے صاحبزادوں کو لے کر حجرہ سیدہ عائشہ پہنچیں تو میرے آقا نے اپنے ان پیارے نواسوں کو قریب بلا کر انہیں سینے سے لگایا اور ان کو چوما۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''میرے ان بیٹوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کا احترام کرنا''۔

ننھے حسن اور حسین نے جن کی عمریں اس وقت آٹھ اور سات سال تھیں اپنے پیارے نانا جان کو تکلیف کی حالت میں دیکھا تو بے اختیار رو پڑے۔

ان ننھے معصوم بچوں کو روتا ہوا دیکھ کر سب گھر والے رو پڑے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں، ام المومنین حضرت ام سلمہ نے آقا علیہ السلام کے قریب پہنچ کر آپ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا اور عرض کی:

''یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ میں اس رونے کی وجہ پوچھ سکتی ہوں''۔ آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو اپنے رونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں صرف اپنے اہلِ خانہ کے لئے نہیں بلکہ پوری امت کے لئے رو رہا ہوں، میں یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا''۔

نزع کی کیفیت شروع ہوئی تو سیدہ الاولین والآخرین ہادیٔ اعظم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عائشہ کو بلایا اور انہیں اپنی ٹیک لگا کر بستر پر لٹانے کے لئے فرمایا: حضرت عائشہ الصدیقہ نے حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس کو اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ گئیں اور حضور سے پوچھا کہ اس وقت آپ کیا محسوس فرما رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عائشہ! خیبر میں مجھے جو زہریلا کھانا دیا گیا تھا اس کا درد ہمیشہ مجھے محسوس ہوتا تھا، اب اس زہر کے اثر سے مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری شہ رگ کٹ رہی ہے'' حضرت عائشہ اپنا ہاتھ حضور کے جسم پر پھیرنے لگیں۔

Marfat.com

حجرہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تشریف لے آئے انہوں نے اپنے ہاتھ میں مسواک پکڑی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تو سیدہ عائشہ کو احساس ہوا کہ حضور ان کے بھائی کے مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ نے آقا علیہ السلام سے پوچھا:

''میں یہ مسواک آپ کے لئے اپنے بھائی سے لے لوں؟''

آپ نے اثبات میں سر مبارک ہلایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر آقا علیہ السلام کو دی۔ آپ نے اسے استعمال کیا چہرہ اقدس کے تاثرات سے سیدہ عائشہ کو محسوس ہوا کہ مسواک کڑوی اور سخت ہے۔ انہوں نے حضور سے گزارش کی:

''کیا میں یہ مسواک آپ کے لئے نرم کر دوں؟''

حضور نے پھر سر اقدس ہلایا، سیدہ عائشہ نے مسواک کو ہاتھ میں لے کر اچھی طرح چبایا۔ سامنے پانی کا کٹورہ بھرا ہوا رکھا تھا جس میں اپنے مقدس ہاتھ ڈال کر حضور اکرم اپنا چہرہ بار بار گیلا فرما رہے تھے۔ حضرت عائشہ نے اس پانی سے مسواک کو دھونا چاہا کیونکہ ابھی ابھی انہوں نے اس مسواک کو نرم کرنے کے لئے اپنے دانتوں سے چبایا تھا۔ میرے آقا علیہ السلام نے اسے دھونے سے انہیں منع فرما دیا اور وہی مسواک لے کر استعمال فرمانا شروع کر دیا وہ لمحہ سیدہ عائشہ کے لئے پوری زندگی کا حاصل بن گیا کیونکہ یہ اعزاز ان کے لئے کچھ کم نہیں تھا کہ ان آخری لمحات میں ان کا اور حضور علیہ السلام کا لعاب دہن یکجا ہو گیا۔

آخری لمحات میں حضور اقدس ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور سیدہ عائشہ دعائیہ کلمات پڑھ رہی تھیں۔

''یا اللہ! اس تکلیف کو دور کر دے، اے شفا دینے والے شفایاب فرما دے تیرے علاوہ کوئی شفا نہیں دے سکتا۔ ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا مکمل خاتمہ کرے''۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یارسول اللہ! موت کا فرشتہ آپ کے حجرے کے دروازے پر کھڑا ہے اور حجرے کے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ یارسول اللہ، موت کے فرشتے نے کسی کے پاس آتے ہوئے کبھی اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی اس طرح آپ کے بعد کسی اور شخص سے اجازت مانگے گا''۔

حضرت جبرئیل کی گزارش سن کر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''موت کے فرشتے کو اندر آنے کی اجازت ہے''۔

حضرت عزرائیل اجازت ملتے ہی حجرہ اقدس کے اندر داخل ہوئے اور حضور علیہ السلام کے سامنے ہاتھ باندھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضور حضرت عزرائیل کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے مجھے بارگاہ الٰہی سے یہ حکم ملا ہے کہ میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں اگر آپ مجھے اپنی روح قبض کرنے کی اجازت دیں گے تو میں آپ کے فرمان کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو میں آپ کی روح مقدس کو آپ کے جسم اطہر میں ہمیشہ کے لئے رہنے کے لئے چھوڑ کر چلا جاؤں گا، اب یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ آپ ہمیشہ کی زندگی کو پسند فرماتے ہیں یا اپنے رب کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ میں آپ کے ہر حکم پر عمل کروں گا''۔

''کیا تم واقعی ایسا کرو گے جیسا تم کہہ رہے ہو؟''

''یارسول اللہ! مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی خواہش اور حکم کے تحت اپنی خدمات بجا لاؤں''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے ادب سے عرض کی:

Marfat.com

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے لئے بہت اشتیاق کا اظہار فرمارہا ہے''۔

اس وقت حضرت عائشہ دعائیہ کلمات پڑھتے پڑھتے حضور ﷺ کے مقدس ہاتھ کو لے کر آپ کے جسم اطہر پر پھیر رہی تھیں۔ سیدہ عائشہ کا یہ معمول تھا کہ بیماری کے دنوں میں وہ حضور کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں حضور کے جسم پر پھیرتی تھیں تاکہ آپ کے ہاتھوں کی برکت سے شفا نصیب ہو۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملاقات کے اشتیاق کی خبر دی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ سیدہ عائشہ کے ہاتھ سے چھڑالیا اور حضرت جبرئیل کی طرف سے رب تعالیٰ کے اشتیاق کی اطلاع کے جواب میں ارشاد فرمایا:

میں اللہ کے پاس رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

پھر آپ نے دعا فرمائی:

''یا اللہ مجھے انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ملادے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے''

پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عزرائیل کو حکم دیا

''مجھے رفیق اعلیٰ سے ملوادو''

آخری کلمات جو آپ کی زبان اقدس سے ادا ہوئے وہ یہ تھے۔

''یا اللہ! اے رفیق اعلیٰ'' یہ فقرہ آپ نے تین مرتبہ ادا فرمایا اور سر مبارک ڈھلک گیا، حضرت عزرائیل علیہ السلام بصد ادب واحترام آپ کی روح اطہر کو لاتعداد فرشتوں کی معیت میں لے کر اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور یوں روح محمدی ''رفیق اعلیٰ'' سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئی۔ اس وقت حجرہ مبارک میں ایسی خوشبو پھیل گئی جو بے مثال تھی۔

مدینہ منورہ کے گلی کوچوں، بازاروں، گردونواح کے دیہات میں جیسے جیسے آپ کی روح پرواز کر جانے کی خبر پہنچی، مسلمانوں پر جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، غم سے ہر سینہ چھلنی ہو چکا تھا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے ہر طرف غم کے بادل امڈ کر آ گئے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایسا غمگین دن نہ پہلے کبھی آیا تھا اور نہ پھر کبھی آ سکا۔

وصال مبارک کے وقت حضرت ابوبکر صدیق مدینہ منورہ کے مضافات میں واقع اپنے گھر میں تھے۔ وہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد تشریف لے گئے تھے۔ انہیں جیسے ہی اطلاع ملی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے آتے ہی سیدہ حجرہ مبارک میں داخل ہوئے ہادیٔ اعظم خاتم النبین ﷺ کا جسد اطہر دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر نے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی۔ رخ انور کو چوما، پیار بھرے کلمات کہے اور باہر تشریف لے گئے تاکہ مسجد نبوی میں جمع ہونے والے لوگوں کو دلاسہ دے سکیں انہیں تسلی دے سکیں انہیں دین اسلام پر ڈٹے رہنے کا درس دے سکیں۔ بحمد اللہ مسجد نبوی کے صحن کے قریب بیٹھ کر یہ سطور نماز فجر کے بعد لکھی جارہی ہیں۔ میرے سامنے عجیب منظر ہے۔ آج 16 اگست 2009ء بمطابق 25 شعبان 1430ھ بروز اتوار سبز گنبد کو غسل دیا جارہا ہے۔ اسے خدام عقیدت واحترام دھو رہے ہیں۔ سبز گنبد کی سبز رنگت اور نکھر کر سامنے آرہی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں جس طرح سبز گنبد کو دھویا جارہا ہے اور اس کی رنگت کو نکھارا جارہا ہے جس سے روحوں کو اطمینان وفرحت نصیب ہو رہی ہے اسی طرح ہم اگر اپنی زندگیوں سنت نبوی ﷺ سے نکھارلیں اپنی گندی روحوں کو توبہ سے غسل دے کر انہیں پھر سے پاکیزہ اور شفاف بنالیں تو اس سے حضور نبی اکرم نور مجسم، رحمت دوعالم، شفیع الامم ﷺ کو حقیقی راحت ملے گی اور سبز گنبد سے نکلنے والی نورانی شعاعیں اور فیض وبرکات کی روحانی سوغات سے ہم سب کے قلوب صاف وشفاف ہو جائیں گے یہ اس قابل ہو جائیں گے کہ انہیں ہم بارگاہ نبوی میں پیش کر سکیں تاکہ وہ ان میں معرفت الٰہی کا نور بھر دیں تاکہ وہ ہمیں خشیت الٰہی سے آشنا کر دیں تاکہ

Marfat.com

ہمارے قلوب کو توبہ کی لذت سے سرشار کر دیا جائے تاکہ ہماری روحوں کو روزِ اول کی طرح پاکیزہ اور اپنے رب کی بے شمار نعمتوں کا شکر گزار بنا دیا جائے لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب اللہ رب العالمین کی ''نعمت عظمیٰ'' ذات پاک سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی معرفت نصیب ہوگی یہ معرفت آپ کے طریقے پر چلنے سے آپ کی سنتوں پر عمل کرنے سے، آپ کے رنگ میں رنگ جانے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کائنات کے لئے رحمت ہیں۔

آپ رحمت اللعالمین تھے آپ رحمۃ اللعالمین ہیں آپ ہمیشہ رحمۃ اللعالمین رہیں گے اور روزِ محشر بھی آپ کی شان رحمت اللعالمینی کا اظہار ہوگا لیکن کیا ہم آپ کی شان رحمت اللعالمینی کا فیض حاصل کرنے کا جذبہ، شعور اور آگہی رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی شان رسالت تو پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی جلوہ گر ہے۔ ان کے جسد اطہر نے ہم سے پردہ فرمایا ہے ان کی روح اطہر تو آج بھی بے شمار لوگوں کو فیض یاب کر رہی ہے کرتی رہے گی، یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم آج کے دور میں نور نبوی سے روح مصطفوی سے کیسے اپنے آپ کو فیض یاب کریں صرف روحانی انقلاب سے ہی ممکن ہوگا۔

Marfat.com

پیغام ﷺ رسالتمآب اور عصر حاضر

زمانہ اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ وقت کے سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی لگام میں کون تھام سکا ہے۔ دن راتوں میں اور راتیں دنوں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہیں آج جو حال ہے آنے والے کل تک ماضی کا حصہ بن جائے گا، اور کل جو ابھی مستقبل ہے حال میں بدل جائے گا۔ ماضی قریب رفتہ رفتہ ماضی بعید بن جاتا ہے اور تاریخ کا موضوع بن جاتا ہے، زندگی اسی طرح اپنا سفر جاری رکھتی ہے افراد دس دنیائے رنگ دبو میں آتے ہیں اپنی زندگی گزارتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ گردش زمانہ جاری رہتی ہے۔ طوفان آئے آندھیاں چلیں، سمندری طوفانوں سے انسانی بستیاں اجڑ جائیں یا خوفناک زلزلوں سے زمین کھنڈر بن جائے لیکن زندگی اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ اسے انسان اپنی آسانی کے لئے سلسلہ روز وشب سے ناپتا ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ ایک ایسا مسلسل عمل ہے جسے پیمانہ امروز وفردا سے نہیں ناپا جا سکتا۔

تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

انسان اپنی حقیقت کے پیش نظر سلیم الفطرت ہے پھر اسے اس کے والدین اس کا ماحول، اس کی پرورش کا انداز اپنے مخصوص سانچے میں ڈھال دیتا ہے، وہ کچھ عادتیں کچھ خصلتیں اپنا لیتا ہے جو آہستہ آہستہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ اچھی عادتیں اچھی خصلتیں اسے معاشرہ کا ایک بہترین فرد اور ایک عمدہ انسان بنا دیتی ہیں۔ وہ کارگہ حیات میں ایک مفید فرد قرار پاتا ہے۔ اگر اس کی انسانیت پر اس کی حیوانیت غالب آ جائے تو پھر وہ حرص، طمع لالچ، ہوس، نام ونمود، تکبر، غلبہ، اقتدار طاقت کے اظہار جیسی لاحاصل اور لامحدود خواہشیں پال کر ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے کہ وہ انسان کے عظیم المرتبت مقام ''احسن تقویم'' سے گر کر ''اسفل السافلین'' کی پستیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔

ابتدائے آدمیت سے دنیا میں طرح طرح کے انسان آئے مگر تاریخ صرف نامور لوگوں کے تذکرہ سے بھری پڑی ہے۔ ان میں فاتح بھی تھے اور جنگجو بھی، عادل حکمران بھی تھے اور ظالم وسفاک بھی۔ علماء وحکماء بھی تھے اور دنیا کو اپنی تحقیقات وانکشافات وایجادات سے چونکا دینے والے بھی۔ نامور رؤسا بھی اپنی جاہ وحشمت کے نقوش چھوڑ گئے اور ادیب وشعرا اپنی خداداد صلاحیتوں کو کتابوں کی زینت بنا گئے جو کہ ادب کے شہ پارے قرار پائے۔

حکمرانوں، بادشاہوں، امیروں، عالموں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں نے وہی کچھ کیا وہی کچھ سوچا وہی کچھ لکھا جو ان کی سوچ وفکر کے محدود دائرے کے اندر تھا۔ ان کے محدود مقاصد تھے اور محدود افکار ونظریات، اس وسیع وعریض کائنات کے مالک وخالق اللہ رب العالمین نے جب آدمیت کو تمام مخلوقات کی سربراہی کے تاج اور شرف وعزت سے سرفراز فرمایا تو انسانوں کے طبعی مزاج کے پیش نظر ان کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسل عظام کو مبعوث فرمایا: پیغمبران کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پاکیزہ اور مقدس جماعت کے افراد تاریخ کے فیصلہ کن لمحات میں آتے رہے اور انسانیت کو سیدھا راستہ، صراط مستقیم دکھاتے رہے۔ کائنات ارضی وسماوی کی تفصیلات اور حیات بعد الممات کی کیفیات کا علم انسانی محدود ذہن کے لئے ممکن ہی نہیں۔ انسان جلد باز ہے۔ ہر کام عجلت میں کرنا چاہتا ہے۔ تمام نتائج اسی زندگی میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن خالق کائنات ہر عمل کا حتمی نتیجہ محدود زندگی میں نہیں لامحدود زندگی میں دکھانا چاہتا ہے۔ انسان اپنی پسند اور خواہشات کے مطابق نتائج مرتب ہوتا ہوا نہ دیکھے تو فوراً ناشکری پر اتر آتا ہے لیکن اس کا خالق ومالک جو احکم الحاکمین ہے ہمیشہ شکر کا سلیقہ اختیار کرنے کا درس دیتا ہے۔ انسان کی

Marfat.com

جبلت اسے جھگڑالو بنا دیتی ہے وہ بات بات پر لوگوں سے لڑتا جھگڑتا ہے وہ اپنی طاقت کا اظہار کبھی انفرادی طاقت کے بل بوتے پر کسی ایک فرد کو زیر کر کے کرتا ہے اور کبھی ریاستی اور حکومتی طاقت سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو تباہ و برباد اور ہلاک کر کے کرتا ہے اور اپنی حیوانی خواہشات کی تسکین کا سامان پیدا کرتا ہے۔ وہ رحمان و رحیم اللہ جس نے ارادہ ''کن'' سے اس کائنات کو تخلیق کیا اور تخلیق کا عمل مسلسل جاری ہے اسے انسان نما وحشی لوگوں کے ہاتھوں تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا۔ لوگ اپنی طاقت کے بل بوتے پر محدود علاقوں میں تباہی و بربادی پھیلا سکتے ہیں لیکن اس کائنات کا نظام حتمی طور پر اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک اللہ رب العالمین اس نظام کائنات کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔ جب تک یہ دنیا ہے سلسلہ روز و شب جاری ہے خیر اور شر کا معرکہ جاری رہے گا۔ خیر و کامیابی کا راستہ انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کا راستہ ہے۔ شر اور تباہی کا راستہ شیطان اور اس کے پیروکاروں کا راستہ ہے۔ سید الاولین والآخرین آقائے دو جہاں سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ آپ کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب کوئی اس قصر نبوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اب میرے آقا علیہ السلام کے مسند نشین ہونے کے بعد کوئی منصب رسالت و نبوت سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو آسمانوں پر زندہ ہیں واپس تشریف لانا ہے اور اس زمین پر نیکی اور برائی کے درمیان فیصلہ کن معرکے میں اہم کردار ادا کرنا ہے لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر نہیں حضور نبی کائنات ﷺ کی امت کے ایک فرد بن کر واپس آئیں گے۔ یہ خصوصیت میرے آقا علیہ السلام کی ہے کہ آپ کا نور سب سے پہلے تخلیق کیا گیا اور آپ کی نبوت و رسالت سب سے آخر میں ہے تا کہ دنیا جب تک قائم ہے اس وقت تک آپ کی رسالت کا پیغام انسانیت کو پہنچتا رہے اور روز قیامت بھی آپ کی قیادت اور سیادت ہو گی تمام انبیاء علیہم السلام اور امتوں کی درخواست آپ کے وسیلہ سے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں پیش ہو گی آپ ہی رحمۃ اللعالمین ہیں اور آپ ہی شفیع المذنبین ہیں۔

اللہ رب العالمین نے جب کائنات تخلیق فرمانے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کے نور کے ظہور کا فیصلہ فرمایا، نور محمدی کی تخلیق کے بعد عرش و کرسی لوح و قلم کو آپ کے نور سے پیدا فرمایا۔

فرشتے بھی آپ ﷺ کے نور مبارک سے فیض یاب ہوئے پھر انسانی ارواح کو تخلیق فرمایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام تو نامعلوم کتنا عرصہ بعد لباس بشری میں بنائے گئے لیکن روحوں کی دنیا میں سیدنا آدم اور ان کی اولاد بنی آدم کو اکٹھے پیدا کیا گیا اور ان سب سے عہد لیا گیا۔ روحوں سے رب تعالیٰ نے اس بات کا عہد لیا کہ وہ اللہ رب العالمین کو اپنا خالق و مالک اپنا رب تسلیم کریں گے اور اس کی رضا اور حکم کے آگے ہمیشہ سر جھکائیں گے سب نے اقرار کیا جب انسان حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلے سے اس زمین پر بسائے گئے تو انہیں آزادئ فکر و خیال کے ساتھ اپنا راستہ خود چننے کی آزادی دی گئی چاہیں تو اچھائی کا راستہ اختیار کریں، چاہیں تو برائی کے راستے پر چل پڑیں، لیکن انہیں ہر دور میں اللہ رب العالمین نے اپنے خاص نمائندوں، اپنے پیغمبروں کے ذریعے یہ بتا دیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی دشمن تھا اور ان کی اولاد کا بھی دشمن ہے۔ برائی کے راستے پر چلو گے تو اسی طرح تباہ و برباد ہو کر رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاؤ گے جس طرح شیطان لعین ہو گیا ہے۔ فرشتے جو پاکیزگی کا مجسمہ ہیں اور ان سے گناہ اس لئے سرزد نہیں ہو سکتا کہ گناہوں کی خواہش ان کے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ انسانوں کی عزت و تکریم اور انہیں سب سے اونچا مقام عطا ہونے کی غرض و غایت اور وجہ سمجھ گئے اگرچہ انہوں نے شروع شروع میں انسانوں کو زمین پر مکمل آزادی کے ساتھ رہنے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا اور ان کے خون خرابہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔ بالآخر انہیں معلوم ہو گیا کہ انسان کو زمین پر بسانے کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کے رہنما سید الوجود ﷺ کو زمین پر مبعوث فرمانا تھا کیونکہ آپ ہی در اصل باعث تخلیق کائنات ہیں اس لئے آپ کی خاطر بزم کائنات کو آراستہ کیا گیا اور زمین پر انسانوں کو بسایا گیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے نعتیہ کلام میں بڑی خوبصورتی سے اس حقیقت کی نشاندہی کی۔

Marfat.com

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

نبی اکرم نور مجسم رہبر دو عالم سیدنا محمد الرسول ﷺ نے اللہ رب العالمین کے حکم کے تحت جب مکہ المکرمہ کی سرزمین سے پیغام حق دیا تو آپ کی مخالفت کی گئی۔ آپ کو تکالیف دی گئیں آپ سے اسی طرح استہزاء کیا گیا جس طرح دیگر انبیاء و رسل کے ساتھ کیا گیا تھا، آپ کا معاشرتی مقاطع کیا گیا، طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، لیکن آپ ﷺ ثابت قدمی سے جمے رہے اور صبر و استقامت سے اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور اسی طرح صبر کیا جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔ آپ کی اتباع میں آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی جانثاری کی وہ داستانیں رقم کیں کہ رہتی دنیا تک گردنیں ان کے احسان کے سامنے خم رہیں گی، وہ پیغام رسالتمآب ﷺ جوام القری مکۃ المکرمہ سے شروع ہوا تھا گیارہ سال بعد اس کے اثرات وادیٔ یثرب میں ظاہر ہونے لگے پھر اس کے دو سال بعد یعنی مکۃ المکرمہ میں اعلان نبوت کے تیرہ سال بعد ہادیٔ اعظم ﷺ نے یثرب تشریف لے جا کر اسے مدینۃ الرسول کا نیا نام عطا فرمایا اور اسے حرم کعبہ کی طرح حرم نبوی کا اعزاز بخشا اور مقدس سرزمین بنا دیا۔ یہاں پر قیام کے دوران اپنی ظاہری حیات طیبہ کے دس سالوں میں مختلف داخلی اور خارجی دباؤ سازشوں اور حملوں کے باوجود پیغام رسالت پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ دفاعی اور حفاظتی تدابیر کے لئے لڑی جانے والی جنگوں میں حصہ لیا۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے مذموم مقاصد اور سازشوں کا مقابلہ کیا۔ منافقین کی نشاندہی کی یہودی قبائل کی فتنہ سازیوں کے نتیجے میں انہیں مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔ کبھی بدر کی وادی میں دشمنوں کے عزائم ناکام بنائے تو کبھی احد خندق اور خیبر میں دشمنان اسلام کو پسپائی پر مجبور کیا۔ ان تمام معرکوں ان تمام سازشوں، ان تمام تکلیفوں کے باوجود ہادیٔ اعظم ﷺ نے اپنے زیر تربیت افراد کی تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ایک ایسی بے مثال جماعت کے قائد تھے جس کے افراد کا سب سے بڑا سرمایہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سے والہانہ عشق اور محبت کا جذبہ تھا، وہ ہر وقت حضور ﷺ کے ارد گرد رہے، ان جاں نثاروں اور وفا شعاروں کا گروہ تھا جسے قرآن حکیم "السابقون الاولون" کا خطاب دلنواز دیتا ہے اور کبھی رب تعالیٰ "والذین معہٗ" ارشاد فرما کر انہیں معیت مصطفیٰ کی امتیازی شان عطا فرماتا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کا تعلق اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کس طرح کی عقیدت و محبت پر مبنی تھا اس کی ایک جھلک علامہ محمد اقبال کے اس تاثر میں دیکھیے جو علامہ نے موذن مسجد نبوی سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

حضور خاتم الانبیاء المرسلین ﷺ نے تیئس سال دنیا والوں کو پیغام رسالت دینے کے بعد اپنے "رفیق اعلیٰ" کے پاس جانے کا فیصلہ فرمایا تو سوا لاکھ سے زیادہ وہ خوش قسمت انسان موجود تھے جنہوں نے حالت ایمان میں اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے چہرہ انور حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا تھا اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں ممتاز بن گئے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس کثیر تعداد میں سے وہ لوگ سب سے زیادہ خوش نصیب تھے جنہوں نے بدر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ ان میں سے وہ جید صحابہ کرام صحبت مصطفوی سے زیادہ فیض یاب ہوئے جو صبح و شام حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ ان کے لئے گھر میں رات کو سونے کے لئے جانا بڑا دشوار ہوتا تھا، وہ اس امید پر رات کو کروٹیں بدلتے رہتے کہ صبح کی اذان کی آواز کان میں پڑے اور وہ

Marfat.com

دیوانہ وار مسجد نبوی شریف پہنچ جائیں تا کہ وہاں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا دیدار نصیب ہو سکے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک ساعت حضور کے لئے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے اپنی عمر کا باقی حصہ حضور علیہ السلام کے نام کر دیا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو صحابہ کرام اور بالخصوص ''السابقون الاولون'' نے پیغام رسالتمآب ﷺ کی تبلیغ واشاعت کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھالی، وہ پیغام نبوت ورسالت جو زبان نبوت ورسالت سے ادا ہوتا تھا اس کی مثال تو کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا تھا۔ جب ذات کی مثال ممکن نہیں تو پیغام بیان کرنے کی مثال کہاں سے آتی۔ البتہ صحابہ کرام کی وہ جماعت جو خصوصی طور پر تربیت یافتہ تھی فنافی الرسول ﷺ کی منزل تک پہنچ چکی تھی اور ان کے گفتار و کردار میں مصطفوی رنگ جھلکتا تھا۔ ان کے لباس ان کے چال ان کی گفتار میں اپنے آقا کی حیات طیبہ کا عکس تھا۔ مدینہ طیبہ آمد سے قبل جب قباء میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ قبا میں ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ انہیں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ان دونوں میں سے کون سی شخصیت رسول خدا کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حالات کی نزاکت کا اندازہ لگاتے ہوئے فوراً کھڑے ہو کر حضور علیہ السلام کے سرانور پر اپنی چادر تان دی تا کہ سب کو معلوم ہو سکے کہ آقا کون ہے اور غلام کون؟ دراصل حضرت ابوبکر کی شخصیت اور گفتار میں مصطفوی رنگ اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ نئے آنے والوں کے لئے پہچاننا اور فرق کرنا مشکل ہو جاتا، صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے جو تزکیہ نفس سیکھا اس میں محبت رسول اور ادب کا عنصر سب سے اہم اور نمایاں تھا۔ کیونکہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں، وہ بارگاہ نبوت میں اس طرح خاموش اور باادب ہو کر بیٹھتے تھے کہ لگتا تھا کہ پرندے ان کے کاندھوں پر بیٹھے ہیں اگر ذرا بھی ہلے تو گویا وہ اڑ جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد وہ لوگ جو حضور کے دیدار سے تو محروم رہے لیکن دور دراز سے چل کر آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھنے کے لئے آتے تھے تو انہیں معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا انداز گفتگو کیا تھا اور معمولات مبارکہ کیا تھے؟ کیونکہ صحابہ کرام آقا کریم ﷺ کے معمولات زندگی کا عکس جمیل تھے۔

مدینہ منورہ آنے والے تابعین صحابہ کرام کو دیکھ کر نماز پڑھنے کے طریقے کے بارے میں تسلی حاصل کرتے۔ وہ حج زکوۃ فرائض و اجبات حتیٰ کہ زندگی کے تمام معاملات میں صحابہ کرام سے رہنمائی حاصل کرتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا کوئی عمل حضور علیہ السلام کے حکم اور آپ کے طرز عمل کے مخالف اور منافی نہیں ہوگا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے نفوس قدسیہ کے دور میں اسلام سیاسی طور پر بھی وسعت پذیر رہا مملکت مدینہ منورہ کی سرحدیں پھیلتی رہیں لیکن جو بنیادی کام اس دور میں ہوا وہ اسلامی تعلیمات کی اس وقت کی معلوم دنیا میں اشاعت اور تبلیغ کا تھا، عام طور پر مورخین کی نظریں مملکت کی حدود کی وسعت اور فتوحات کی اہمیت پر رہتی ہیں لیکن درحقیقت ہادیٔ اعظم ﷺ کے تربیت یافتہ اور آپ کے فیض صحبت سے تزکیہ نفس کے اعلیٰ مراحل طے کرنے والے ان صحابہ کرام نے جو فی الواقع بہت اونچے درجے کے صالحین اور اولیاء اللہ تھے اپنی پوری توجہ آنے والی نسلوں کی روحانی تربیت پر دی۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تابعین میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے نامور علمائے امت کی ہے جنہوں نے فن حدیث تفسیر اور فقہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آج تک امت مسلمہ ان کے مقام کا اعتراف کرتی ہے اور ان کی علمی وفکری کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ ان تابعین نے جو علمی اور فکری تحقیقات پیش کیں اسے انہوں نے صحابہ کرام کی محافل سے حاصل ہونے والی معلومات سے اخذ کیا تھا لیکن صحابہ کرام نے کسی باقاعدہ کورس کے تحت یہ علوم حاصل نہیں کئے تھے۔ ان کے علم و حکمت کا مرکز منبع اور مصدر حضور اکرم نور مجسم ﷺ تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے جو کچھ سنا جو کچھ دیکھا اسے سینے میں محفوظ کر لیا اسے ہمیشہ کے لئے آنکھوں میں سجالیا اور حرز جاں بنالیا۔ تابعین نے ان کی محفلوں میں بیٹھ کر ان کی گفتگو سن کر

Marfat.com

ایسے ایسے علوم متعارف کرائے ایسے ایسے علمی نکات پیش کئے، ایسے ایسے عظیم استدلال سامنے لائے کہ دنیا آج بھی ان کی علمی اور فکری قابلیت اور ثقاہت کی معترف ہے۔

نبوامیہ کے دور میں اگرچہ کربلا جیسا المناک واقعہ ہوا جس کو تاریخ اسلام میں نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی نے ایک نئی جہت دے دی ہے۔ اسی دور میں تعلیمات اسلامی کے حوالے سے دو اہم کام ہوئے ایک قرآن مجید پر اعراب لگا کر زیر زبر پیش کی سہولت کے وجہ سے اسے دنیائے عجم میں آسانی سے پڑھنے کے قابل بنا دیا گیا اور دنیائے عرب میں اسے ایک طرح کی قرأت پر قائم رہنے کی بنیاد کو مضبوط کر دیا گیا۔ بنوامیہ کے دور میں علم حدیث کو ایک باقاعدہ فن کی شکل دی گئی اور احادیث کو بڑے پیمانے پر مرتب کرنے اور انہیں منضبط کرنے کا آغاز ہوا۔

نبوعباس کا دور ایک طویل دورانیہ پر مشتمل ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی کے وسط تک عباسی خاندان حکمران رہا۔ اگرچہ آخری دور میں ان کی خلافت مخصوص علاقوں تک محدود ہوگئی تھی اور مملکت کے وسیع تر علاقہ پر دیگر بااثر خاندانوں اور جنگجو قبائلی سرداروں (وارلارڈز) کی حکمرانی اور تسلط قائم ہو چکا تھا تاہم اسی دور میں علم و حکمت کے حوالے سے اور بالخصوص اسلامی تعلیمات کے فروغ اور ترویج کے شعبے میں جو ترقی ہوئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اسی دور میں امام الائمہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے قابل فخر تلامذہ نے اپنی علمی وجاہت سے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی اور حکمران ان سے خائف رہنے لگے۔ اسی دور میں امام ابوحامد محمد الغزالی نے فلسفہ اور منطق کی روشنی میں اسلامی علوم کی تشریح کی اور پھر تصوف کے عملی میدان میں ایسا قدم رکھا کہ اپنے دور کے علماء اور بعد میں آنے والے ہر دور کے علماء ربانیین کے لئے روشن مثال بن گئے۔

اسی دور میں غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے بغداد میں وہ فکری اور روحانی تبلیغی تربیتی مرکز اور مدرسہ قائم کیا جس کے اثرات صدیوں تک جاری رہے اور آج بھی عالم اسلام سیدنا عبدالقادر الجیلانی کی علمی اور روحانی عظمتوں کا بصد ادب و احترام اعتراف کرتا ہے۔ اسی دور میں مغرب اور شمالی افریقہ میں سیدنا عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ علیہ نے پہاڑ کی چوٹی پر ایسی بے مثال خانقاہ قائم کی جہاں سے سیدنا ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اپنے دور کے عظیم المرتبت عالم دین نے فیض حاصل کیا اور پھر دنیائے عرب و عجم میں شریعت و طریقت کا پیغام پھیلایا۔ ان کا سلسلہ دعوت و ارشاد آج تک قائم ہے۔ اسی دور میں سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کے سہروردی سلسلے کا آغاز کیا جسے ہندوستان کے اندر ملتان میں حضرت بہاؤالدین ذکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عام کیا حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان آمد سے قبل حضرت سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا چکے تھے اور اپنے روحانی اثرات قائم کر چکے تھے لیکن حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کام کا وہیں سے آغاز کیا جہاں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پہنچایا تھا۔ اس لئے وہ مزار علی ہجویری پر حاضر ہوئے اور وہیں چالیس دن چلہ کش ہو کر روحانی طور پر ان سے فیوضات و برکات حاصل کئے اور صاحب مزار کی اجازت سے سرزمین ہند میں تبلیغ دین کا آغاز کیا۔

ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کا آغاز کرنے والا شہاب الدین محمد غوری تھا اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ وہ متعدد بار ہندوستان پر ناکام حملے کر چکا تھا اور اسے فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے اپنی آمد کے بعد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایسا حسین روحانی انداز اپنایا کہ ہندو عوام کی کثیر تعداد اسلام قبول کرنے لگی جس سے گھبرا کر پرتھوی راج نے خواجہ معین الدین چشتی کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا کیونکہ اسے اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا۔ اس اثناء میں حضرت خواجہ صاحب نے اپنے روحانی رابطے کے ذریعے خواب میں شہاب الدین محمد غوری کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور اس دفعہ وہ کامیاب ہوا۔ اس طرح ہندوستان میں

Marfat.com

مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ایک روحانی مدد کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ اگر آپ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمیشہ سیاسی اقتدار تسلط اور غلبہ روحانی مدد سے ممکن ہوا ہے۔ قرن اول میں عہد رسالتمآب ﷺ میں اللہ رب العالمین کی مدد اور نصرت مشکل اور نازک مرحلوں میں ظاہر ہوتی رہی جس کا تذکرہ غزوہ بدر اور حنین کے ضمن میں قرآن مقدس میں آیا ہے۔ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی روحانی اثرات سے کامیابی کے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کا بحرین تک پہنچنے کے لئے اپنے شہ سواروں کے گھوڑے سمندر میں ڈال دینے کا فیصلہ اور پھر بخیریت سمندر پار کر جانے کا ایمان افروز واقعہ نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں خطبہ کے دوران سینکڑوں میل دور ایران کے محاذ پر لڑائی میں مشغول سپہ سالار ساریہ کو اپنے روحانی مشاہدے کی بنیاد پر ''یا ساریۃ الجبل'' (ساریہ پہاڑ کی طرف دھیان کرو) کا حکم اور جس کے نتیجے میں جنگ کے نازک اور فیصلہ کن معرکے میں مسلمانوں کے حق میں پانسہ پلٹ جانے کا یہ لمحہ روحانی امداد کے حوالے سے اہم ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق کا مصر میں دریائے نیل کے کنارے نوجوان دوشیزہ کو قتل کیئے جانے کی عہد جاہلیت کی رسم کے خاتمے کے لئے دریائے نیل کو خط لکھنا اور اسے بغیر کسی لڑکی کا خون بہائے فقط اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہنے اور اپنے پانی سے کھیتوں اور زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنے کی تلقین کرنا ان کے روحانی کمالات کی ایک مثال ہے۔ تاریخ اسلام اس طرح کے کئی واقعات سے بھری پڑی ہے۔ حتیٰ کہ مستشرقین اور اسلام کے خلاف لکھنے والے غیر مسلم دانشور اور مصنف بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب کبھی سیاسی طور پر اسلام کمزور ہونے لگا ہے روحانی لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہنچائی ہے اور اس طرح اسلام صفحہ ہستی سے مٹایا نہیں جا سکا۔

دشمنان اسلام اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے کیوں مٹایا نہیں جا سکتا۔ یہ اسلام دشمن طاقتوں کے چاہنے کے باوجود کبھی ممکن نہ ہو سکا کبھی ممکن نہیں ہو سکے گا خواہ کفر اور شرک کی قوتیں کتنا ہی زور لگا لیں ان کو کتنی ہی تکلیف اور کراہت ہو (ولو کرہ الکافرون، ولو کرہ المشرکون) کیونکہ خالق کائنات اللہ رب العالمین نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیغام ہدایت دے کر بھیجا ہے اور آپ دین حق کا پیغام دے کر ظاہری دنیا سے تو ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن واللہ باللہ ثم تاللہ آج بھی جس طرح اپنے اعلیٰ اور ارفع ترین مقام نبوت و رسالت پر سرفراز ہیں اسی طرح آج بھی اپنی امت کے احوال کا مشاہدہ بھی فرما رہے ہیں اور مختلف ذرائع سے ہدایات بھی جاری فرما رہے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

(امام احمد رضا خاں بریلوی)

میرے آقا کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت صبح قیامت تک ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز بھی آپ کی نبوت و رسالت کی شان کے عروج اور اظہار کا دن ہے۔ اس لئے آپ کی نبوت اور رسالت جس طرح زندہ و جاوید ہے اسی طرح ذات مصطفوی ﷺ کی حیات برزخی بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ یہ ہماری نظروں، ہماری بصارت کی کمزوری ہے کہ ہم آپ کی ذات پاک کو نہیں دیکھ سکتے لیکن آپ ﷺ اپنی امت بلکہ تمام کائنات کے امور کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں اور احکامات جاری فرما رہے ہیں۔ ستر ہزار فرشتے مزار اقدس کے اردگرد ہر وقت حاضر ہیں، درود و سلام عرض کر رہے ہیں اور بے شمار فرشتے اور اہل اللہ انسانوں اور جنات میں آپ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں اور آپ کے ہر حکم کو فوراً بجا لاتے ہیں کیونکہ جس طرح آپ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں رسول کائنات اور رحمۃ اللعالمین تھے اسی طرح آج بھی پوری کائنات کے لئے رب تعالیٰ کا پیغام ہدایت دینے والے اور دونوں

Marfat.com

جہانوں کی رحمت ہیں۔آپ کی نبوت و رسالت بھی جاری ہے اور آپ کی شان رحمۃ اللعالمینی کا فیضان بھی۔جس طرح کلمہ طیبہ کا انکاری مسلمان نہیں ہوسکتا اسی طرح میرے کریم آقا سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کی جاری نبوت و رسالت کا انکاری اور کچھ تو ہوسکتا ہے لیکن مسلمان ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت اور رسالت کا تسلسل کلمہ طیبہ سے ثابت ہے۔

اللہ کے علاوہ اور کوئی آلہ نہیں ہے اور محمد ﷺ رسول اللہ ہیں، یعنی جس طرح وہ اپنی ظاہر یحیات طیبہ میں رسول اللہ تھے اسی طرح آج بھی رسول اللہ ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

میرے آقا ﷺ رحمت اللعالمین تھے رحمۃ اللعالمین ہیں اور رحمۃ اللعالمین رہیں گے اور رحمت اللعالمین ہونے کی شان کا عظیم الشان اظہار روز محشر ہونے والا ہے۔

فقط اتنا سب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

جب یہ واضح اور قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ آپ کی نبوت اور رسالت جاری ہے تو اس بات میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں رہ جانا چاہئے کہ جس طرح ظاہری حیات طیبہ میں آپ کی نبوت اور رسالت عالمین کے لئے تھی یعنی لامحدود تھی اسی طرح آپ کی رسالت و نبوت کی حدود آج بھی لامحدود ہیں کیونکہ انسان تو صرف زمین پر بستے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹا سا سیارہ جسے زمین کہتے ہیں نظام شمسی کا حصہ ہے اور نظام شمسی کی طرح کئی دوسرے نامعلوم نظام کام کر رہے ہیں اور یہ سب نظامہائے کائنات سائنسی تحقیقات کے مطابق کسی کہکشاں (Milky Way) کا حصہ ہیں اور نامعلوم کتنی کہکشائیں موجود ہیں، جب ہم اس عالم موجودات کی مکمل حقیقت معلوم نہیں اور یہ اس وقت کی صورتحال ہے جب دنیا بھر کے دانشور اس اکیسویں صدی کو انسانی تہذیب اور تمدن کے ارتقاء (Peak of civilization) کا دور کہہ رہے ہیں تو پھر ہم کیسے اس ان دیکھے جہان کی حقیقت اور ماہیت کے متعلق صرف اپنے گمان اور تحقیق کی بنیاد پر بتا سکتے ہیں جس کا ادراک صرف نور نبوت ہی کر سکتا ہے۔آپ دونوں جہانوں کے لئے رحمت بھی ہیں اور رسول بھی، یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اکرم اور احسان ہے کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کو اس دنیا میں ہماری زمین پر مبعوث فرمایا جس طرح سابقہ سارے انبیاء و رسل حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تشریف لاتے رہے لیکن وہ تمام سابقہ انبیاء و رسل مخصوص علاقوں کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے اس لئے ان کی نبوت و رسالت کی حدود بھی متعین تھیں۔میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام عالمین کے لئے رحمت اور ہر مخلوق کے لئے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں یعنی اب آپ کے بعد کوئی کسی بھی طرح کی نبوت کا دعوی کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے مرتد ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔حضور نبی اکرم نور مجسم رحمت دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب کسی اور رسول اور نبی کی آمد کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی کیونکہ آپ ﷺ کی امت کے علماء، صلحاء اور اولیا واللہ آپ ﷺ کے پیغام نبوت و رسالت کے وارث ہیں اور علوم نبوت کی خیرات تقسیم کر رہے ہیں۔ان علما اور صلحاء اور اولیاء اللہ میں سے کچھ ایسے خوش نصیب ہر زمانے میں رہے ہیں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ براہ راست رابطہ فرماتے ہیں۔ایسے پاکیزہ اور خوش قسمت افراد میں سب سے پہلے تو صحابہ کرام اور ان کے بعد ان مخصوص تابعین کے اسمائے گرامی آتے ہیں، جو حضوری کی کیفیت حاصل کر چکے تھے، یوں تو ہر کلمہ گو مسلمان ذہنی، روحانی اور قلبی طور پر دن اور رات کی تمام نمازوں میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے۔کوئی بھی مسلمان جب تشہد میں السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و بر کاتہ کے کلمات کہتا ہے تو اپنے آپ کو بارگاہ نبوت

Marfat.com

میں حاضر سمجھتا ہے۔ یہ اس کی حاضری ہوتی ہے۔ پھر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ جو نماز کا لازمی حصہ ہے اس سے بھی حاضری ہوتی ہے میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اپنے ہر امتی کا درود و سلام سماعت بھی فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور اس درود و سلام کی برکتیں درود و سلام بھیجنے والوں پر قیامت کے روز ظاہر ہوں گی۔ یہ تو واضح ہو گیا کہ کوئی بھی مسلمان حاضری کی کیفیت سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن وہ خوش نصیب کوئی کوئی ہوتا ہے جسے حاضری کے ساتھ ساتھ حضوری کی کیفیت بھی نصیب ہوتی ہے۔ یہ بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت کے حامل ہوتے ہیں ان کی ظاہری چشم بینا کے ساتھ قلبی نظر بھی روشن ہوتی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر نابینا ہوں لیکن دل کی آنکھ روشن ہو اور ان کی کیفیت کچھ یوں ہو جاتی ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یہ صاحب مشاہدہ اور کشف لوگ ہوتے ہیں۔ یہ چھپی ہوئی حقیقتوں کے آشنا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو کبھی خواب میں دیدار کے ذریعے کبھی جاگتی حالت میں اپنی گفتار کے ذریعے حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ ہدایات عطا فرماتے ہیں اور امت کے معاملات میں رہنمائی فرماتے ہیں، صورتحال ہے کے مطابق میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کسی بھی عام امتی کو دیدار عطا فرما سکتے ہیں۔ یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ ﷺ جس کے لئے مناسب سمجھیں براہ راست ہدایات دیتے ہیں۔ تنبیہ فرماتے ہیں، تلقین فرماتے ہیں۔ تجویز فرماتے ہیں، یہ اس شخص کی صورتحال کے مطابق ہوتا ہے جس کی اصلاح مقصود ہو یہ کرم نوازی ہر کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ جسے آپ ﷺ چاہیں دیدار عطا فرماتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے خاص اور چنیدہ ہوتے ہیں جو ہر وقت حضوری میں رہتے ہیں، ان کی روح ہر وقت بارگاہ رسالت کی حاضری اور حضوری سے فیض یاب ہوتی ہے۔ یہ سیدنا عبدالقادر الجیلانی، سیدنا ابوالحسن شاذلی سیدنا معین الدین اجمیری، سیدنا شہاب الدین سہروردی سیدنا بہاؤالدین نقشبند سیدنا عبدالعزیز دباغ رحم اللہ علیہم اجمعین جیسی پاکیزہ شخصیات ہوتی ہیں، مشائخ طریق محمدیہ میں سے ایک نامور شیخ ابو العباس المرسی نے تو لوگوں کے اصرار پر راز ہی فاش کر دیا جب آپ نے یہ فرمایا کہ میں ایک پلک جھپکنے کی مدت بھی اگر دیدار مصطفیٰ ﷺ سے محروم رہوں تو اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھوں گا، مطلب یہ کہ ایسی شخصیات کی روح اور ان کا جسم ہر وقت حضوری کی لذتوں سے سرشار رہتے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ تصوف جسے قرآنی اصطلاح میں تزکیہ کہا گیا ہے اور حدیث پاک میں اسے زہد کے حوالے سے بیان فرمایا گیا ہے یہ اسلامی کتب کا اہم اور قدیم ترین موضوع ہے، جس میں مختلف دور کے صلحاء اور اولیاء اللہ اپنے اور شیوخ طریقت کے معاملات، مجاہدات اور مکاشفات کے متعلق تفصیلی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ آج کے دور کے عام مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم نور مجسم رحمت دو عالم ﷺ جب خواب یا مشاہدے اور مراقبے میں کسی سے گفتگو فرماتے ہیں تو کس زبان کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں کس زبان میں ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ تو اکثر و بیشتر مسلمان جانتے ہیں کہ اہل جنت کی زبان عربی ہو گی، خواہ وہ عربی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں جنت میں پہنچتے ہی جنتی لوگ عربی زبان بولنے لگیں گے سمجھنے لگیں گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ خواب مراقبے اور مشاہدے میں کسی کو نصیحت اور ہدایت ارشاد فرماتے ہوئے عربی زبان میں ہی گفتگو فرمائیں۔ یہ آپ ﷺ کی مرضی اور منشا پر منحصر ہے کہ آپ جس زبان میں چاہیں ارشاد فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آپ کی نبوت اور رسالت زندہ و جاوید ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کی کوئی حدیں متعین نہیں ہیں اس لئے آپ جب اور جسے چاہیں براہ راست نصیحت اور ہدایت فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید اس بات پر گواہ ہے کہ ہر دور کا رسول اپنی قوم کی زبان کو ذریعہ اظہار بناتا ہے۔

(وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه)

Marfat.com

جب ہر دور کے رسول گرامی اپنی مخصوص قوم کی زبان میں اظہار خیال فرماتے رہے ہیں کیونکہ وہ کسی ایک مخصوص قوم کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے تو یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اکرم ہادیٔ اعظم ﷺ قیامت تک آنے والی ہر قوم کی زبان جانتے ہیں اور اس میں جس زبان میں چاہیں اظہار خیال فرماتے ہیں کیونکہ اب کسی ایک قوم کے لئے مبعوث نہیں فرمائے گئے جب آپ کی رسالت کی حدود متعین نہیں ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے لئے رسول اور نبی ہیں تو یہ طے ہے کہ آپ نہ صرف تمام انسانوں اور جنات کی زبانوں سے آگاہ ہیں بلکہ تمام جانوروں اور حشرات الارض کی زبانیں بھی جانتے ہیں، یہ حقیقت تو قرآن مجید کی سورۃ النحل سے آشکارا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کی زبان جانتے تھے بلکہ میلوں کی مسافت سے چیونٹیوں کی سربراہ کی گفتگو سن کر تبسم فرمایا، مسکرانے لگے۔ احادیث مبارکہ میں ایسے واقعات موجود ہیں جب آپ نے جانوروں سے گفتگو فرمائی اور جانوروں نے آپ کی بارگاہ کے ادب کا خیال رکھا اور پورے احترام سے میرے آقا کریم ﷺ کی ہدایات کو سنا۔ صرف انسان اور جنات اور جانوروں پر ہی کیا موقوف۔ حضور اکرم ﷺ تو جمادات اور اشجار کی زبان سمجھتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان پتھروں کو جانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتے تھے۔ درخت کا آپ کی خدمت میں اپنی جڑوں سمیت چل کر آنا اور سجدہ ریز ہو جانا بھی ثابت ہے۔ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے

جاء ت لدعوته الا شجار ساجدة

تمشى اليه علىٰ ساق بلا قدم

یہ بات اب واضح ہوگئی کہ جس طرح آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت جاری ہے اسی طرح آپ کے کمالات نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی جاری ہے، اس لئے اگر پاکستان و ہندوستان کا کوئی مسلمان یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے گفتگو کے لئے اردو کو ذریعہ اظہار بنایا ہے یا انگلستان کا کوئی مسلمان اپنے خواب یا مکاشفہ میں آقائے دو جہاں ﷺ کو انگریزی زبان میں ارشاد فرماتے ہوئے سنتا ہے تو اس سے حیران نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ جس کسی کے خواب میں تشریف لاتے ہیں اس میں جھوٹ نہیں ہوتا جو آپ ﷺ کو دیکھتا ہے وہ درحقیقت آپ ہی کا دیدار کرتا ہے۔ شیطان کو آپ کی تمثیل کی جرأت و طاقت ہی نہیں ہے۔ آپ چونکہ رسول اعظم نبی کائنات اور رحمۃ اللعالمین ہیں اور ہر رسول اپنی قوم کی زبان کو ذریعہ اظہار بناتا ہے اس لئے دنیا جہان کی بلکہ عالمین کی تمام زبانوں پر آپ ﷺ کو عبور حاصل ہے اور کیوں نہ ہو آپ کو علوم کا خزانہ کسی اور سے نہیں اللہ رب العالمین کی طرف سے عطا ہوا ہے اور علوم کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فضل عظیم قرار دیا ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیما

چونکہ میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم علوم الٰہی کے امین ہیں بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا مقدس سینہ علوم و معرفت کا گنجینہ ہے۔ یہ آپ ﷺ پر منحصر ہے کہ آپ کس سے کس زبان میں گفتگو فرماتے ہیں لیکن میرے آقا ﷺ مسلسل رابطہ کس سے فرماتے ہیں، کس سے کلام فرماتے ہیں، کس کو شرف باریابی عطا فرماتے ہیں، کس کو دیدار کی برکتوں سے فیض یاب فرماتے ہیں، کس کو اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ جان لینا چاہئے کہ دربار رسالتمآب ﷺ کی طرف کوئی پردہ نہیں سارے پردے ہم نے ڈال رکھے ہیں۔ سب رکاوٹیں ہماری طرف سے ہیں، ادھر سے فیض عام جاری ہے، محرومی کی وجوہات ہماری طرف سے ہیں، اس بارگاہ کی طرف سے تو عطا ہی عطا ہے، ہر لحظہ بحر جود و سخا کی موجیں بلند ہو رہی ہیں۔

اگر کسی نے روشنی میں آنکھیں ہی بند کر رکھی ہوں تو اسے تو اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دے گا۔ اگر کسی نے دن کے اجالے میں سورج کی

Marfat.com

شعاعوں کو کمرے میں آنے سے روکنے کے لئے دبیز پردے لٹکا رکھے ہوں تو اس سے سورج کی روشنی کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا کچھ یہی حال ہماری اکثریت کا ہے ہم نے اپنے اردگرد اندھیرے جمع کر رکھے ہیں۔ اندھیروں میں رہتے ہیں اندھیروں میں رہنا چاہتے ہیں اندھیروں سے محبت کرتے ہیں۔ روشنی اندر آنے کے تمام راستے مسدود اور بند کرتے ہیں اور پھر روشنی نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں، کیا ایسا شکوہ بجا ہے؟ کیا کسی ہوشمند کو ایسا شکوہ کرنے کا حق ہے؟؟ کیا روشنی کا راستہ روکنے والے کو روشنی کا انتظار کرنے اور روشنی نہ ہونے کی شکایت کرنے پر کوئی صحیح الدماغ کہے گا؟؟؟

یہ اندھیرے کیا ہیں جو ہم نے اپنے اردگرد پھیلا رکھے ہیں؟

یہ اندھیرے ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں، یہ ظلمات کیا ہیں؟ اللہ رب العالمین ان ظلمات سے نکال کر ہمیں نورِ رسالت کی نورانی کرنوں سے فیض یاب کرنا چاہتا ہے۔

(الله ولی الذین امنو یخرجهم من الظلمات الی النور)

لیکن ہم شیطان کے بہکاوے میں آکر اس کے پیچھے پڑے ہیں حالانکہ اللہ رب العالمین نے واضح طور پر بتادیا ہے کہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہ چلنا (ولا تتبعوا خطوات الشیطن) لیکن ہم اپنے اس کھلے ہوئے دشمن کے جال میں پھنس چکے ہیں اور اس نے ہمیں اندھیروں میں دھکیل دیا ہے کیونکہ شیطان اور اس کے مددگار روشنی سے اندھیروں کی جانب ہی لے آتے ہیں۔

(یخرجونهم من النور الی الظلمات)

کیا ہم اپنے اردگرد پھیلے ہوئے ان اندھیروں کو پہچانتے ہیں؟ انہیں جانتے ہیں، جان لیجئے یہ اندھیرے یہ ظلمات گناہوں کے اندھیرے ہیں۔

ہم اپنی جانوں پر بہت ظلم کر چکے، یہ جسم پاکیزہ روح کے ساتھ اللہ رب العالمین نے ہمیں عطا فرمایا تھا ہم اس دنیا میں ساٹھ ستر سال کی زندگی کے لئے آئے تھے تاکہ یہاں رہ کر ہم ثابت کرسکیں کہ ہم برے کام کی آزادی کے باوجود اچھے کام کریں گے۔ عمل صالح کریں گے اور آزمائش میں اور اپنے امتحان میں کامیاب ہوں گے۔ یہ دنیا ہمارا مستقل ٹھکانہ تو نہیں ہے۔ میرے آقا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ تو ایک مسلسل جاری سفر کے درمیان ایک سایہ دار درخت کے نیچے چند لمحے رکنے اور ستانے کا نام ہے۔ سفر تو جاری ہے، آخرت کی طرف سفر، حیات ابدی کا سفر لیکن ہم نے اس دنیا کو ہی سب کچھ جانا جو دل میں آیا کیا، وحی الٰہی کے نور کو پس پشت ڈال دیا۔ حضور علیہ السلام کے فرامین ہدایات اور آپ کی سنتوں کو فراموش کر دیا اور شیطان کے پھیلائے ہوئے پھندے میں پھنس کر اس کے گرویدہ ہوگئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم شیطان اور اس کی ذریت کے منصوبے اور ایجنڈے کے مطابق کام کرنے لگے اور روشنی کی بجائے اندھیرے کا سفر شروع کر دیا۔ نور کی بجائے ظلمات کے گرویدہ ہوگئے پھر ان ظلمات نے ہمارے اردگرد جال بن دیا، یہ اندھیرے گمراہی کے اندھیرے ہیں، اپنے والدین، اپنے بیوی بچوں اپنے اہل خانہ، اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنے کے اندھیرے، لوگوں کا مال ہڑپ کرنے اور کمزور لوگوں کی جائیدادیں ہڑپ کرنے کے اندھیرے، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور حرام خوری کے اندھیرے، رشوت کھانے اور خلق خدا کو تنگ کرنے کے اندھیرے، دنیا کی ہوس کے اندھیرے حرام طریقوں سے دولت کے انبار لگانے کے اندھیرے، زنا کاری اور شراب نوشی کے اندھیرے، لوگوں کی عزتوں سے کھیلنے اور انہیں رسوا کرنے کے اندھیرے، غریبوں کا حق کھا جانے کے اندھیرے، مزدور اور محنت کش کو انسان نہ سمجھنے اور ان سے بدترین سلوک کرنے کے اندھیرے، خود کو فرعون سمجھ کر بے بس لوگوں کو اپنے چند روزہ و عارضی اقتدار و اختیار کے غلط استعمال سے تباہ و برباد اور مفلوک الحال کرنے کے اندھیرے، اپنی دولت کو قارون کی طرح صرف اپنی عیاشیات پر خرچ کرنے اور مستحق لوگوں کو محروم کرنے

Marfat.com

کے اندھیرے ملکی وسائل پر سانپ بن کر بیٹھ جانے اور بے سہارا لوگوں کو استفادہ کے مواقع نہ دینے کے اندھیرے، اپنے سے طاقتور کے سامنے جھک جانے اور اپنے سے کمزور لوگوں کو جبر اور تشدد سے دبا دینے کے اندھیرے، جھوٹ غیبت بے ایمانی بے ضمیری اور بے حسی کے اندھیرے، اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے اندھیرے، اپنی نیکی اور پارسائی کا صلہ اللہ رب العالمین کی بجائے لوگوں سے لینے کی خواہش کے اندھیرے، دنیاوی نمود و نمائش اور خوشامدی کلمات سننے کی عادت اپنا لینے کے اندھیرے، جائز ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے کے اندھیرے، محفلوں میں لوگوں کو بے عزت کرنے اور ان کو بدنام کرنے کے اندھیرے، دولت کے بدلے اپنا ایمان بیچ دینے کے اندھیرے، عورتوں کو حقیر سمجھنے کے اندھیرے، لالچ میں آ کر عدل وانصاف کا سودا کر لینے کے اندھیرے، حرام کی آمدنی سے حاصل ہونے والے مالی مفاد کو جائز سمجھنے کے اندھیرے، اس حرام آمدنی کو بعض خود ساختہ مذہبی لبادہ اوڑھنے والوں کو دے کر آخرت کے عذاب سے جان چھڑا لینے کے غلط تصور کے اندھیرے، اندھیرے ہی اندھیرے۔

ان اندھیروں کو جب تک نور میں نہ بدلا جائے گا جب تک اپنے والدین اپنے بیوی بچوں، اپنے اہل خانہ، اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق ادا نہیں کئے جائیں گے جب تک لوگوں کا ہڑپ کیا ہوا مال اور ان کی جائیدادیں واپس نہیں کی جائیں گی۔ ذخیرہ اندوزی ملاوٹ اور حرام خوری سے توبہ کر کے اپنی زندگی کا رخ بدلا نہیں جائے گا جب تک رشوت کو سانپ اور بچھو کی طرح ہلاکت خیز اور دنیا کی ہوس کو تباہی کا راستہ نہیں سمجھا جائے گا جب تک فحاشی عریانی کو لعنت سمجھ کر اس سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا جائے گا جب تک غریبوں، مزدوروں اور محنت کشوں کو انسان سمجھ کر ان کو ان کا حق نہ دیا جائے گا، جب تک خود کو فرعون سمجھنے والے حکمران اور قارون سمجھنے والے ذخیرہ اندوز اپنا چلن نہ بدلیں گے جب تک معاشرہ سے دھونس دھاندلی، جھوٹ غیبت بے ضمیری اور بے حسی کو برائی سمجھ کر اس سے مکمل اجتناب نہیں کیا جائے گا جب تک غریب اور بے سہارا لوگوں کی عزت و حرمت کا تحفظ نہیں کیا جائے گا، جب تک ناجائز طریقے سے دولت کے انبار لگانے والے اپنا محاسبہ نہیں کریں گے، جب تک لوگوں کو وراثت سے محروم کرنے والوں اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے والے ہاتھ نہیں روکے جائیں گے جب تک عدل کے ایوان میں بیٹھنے والے سارے منصف حقیقی عدل وانصاف قائم نہیں کریں گے جب تک مذہبی طبقہ مظلوموں کا ساتھ دینے کے لئے ظالموں کے خلاف کلمہ حق باآواز بلند نہیں کہے گا جب تک معاشرہ کے خوشحال طبقات کمزور اور پسماندہ طبقات کو انسان سمجھتے ہوئے انہیں ان کا جائز حق فراہم نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمارے اردگرد اندھیرے اس طرح پھیلتے جائیں گے بڑھتے جائیں گے، ہمیں اپنی گرفت میں لیتے جائیں گے اور پھر بالآخر وہ وقت آ جائے گا جب سب کچھ ختم ہو جائے گا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ سب ہی یہیں پر رہ جائے گا، توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا لوگ اس دن کا انتظار کرتے ہیں جب ساری انسانیت کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہر انسان کے لئے تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جب اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ یہ لمحہ کب آنے والا ہے کسی کو معلوم نہیں لیکن ایک بات طے ہے کہ یہ لمحہ ہم سب کی زندگی میں یہ آنا یقینی اور اٹل ہے، اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ یہ میرے رب کا حکم ہے، کل نفس ذائقۃ الموت، تو پھر کیوں نہ اس لمحے کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو بدلا جائے۔ اپنے احوال بدلے جائیں اپنی سوچ بدلی جائے، اپنے طور طریقے بدلے جائیں، اپنی زندگی کے معمولات بدلے جائیں، یہ کام پورے معاشرے کو کرنا ہو گا اب انفرادی سطح پر نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر توبہ سے ہی نجات ممکن ہے۔ سچی توبہ، اس لئے جب معاشرہ اجتماعی طور پر بے حسی اور بے ایمانی کا شکار ہو جائے تو اجتماعی پشیمانی اور ندامت کا اظہار ضروری ہے۔ ورنہ قومیں اور ملک تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ظلم کی بنیاد پر کوئی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اقبال اسی حقیقت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
نہیں کرتی مگر قوموں کے گناہوں کو معاف

Marfat.com

سچی اور دیرپا توبہ کا پہلا مرحلہ ندامت ہے۔ پشیمانی ہے، سب تک معصیت پر ندامت نہیں ہوگی توبہ کی طرف پہلا قدم نہیں بڑھے گا۔ جیسے جیسے امتی اپنے آپ کو ندامت کے آنسوؤں سے پاک کرنا شروع کرے گا اپنے روز و شب کے معمولات بدلے گا، فرائض پر کاربند رہے گا، محبوب کبریا کی سنتوں سے محبت کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا، حلال سے رغبت اور حرام سے اجتناب کرے گا، اپنے ذمہ حقوق ادا کرے گا اور دنیا کی لذات اور بے لگام خواہشات سے اپنا دامن چھڑا لے گا تو اندھیرے اس کے اردگرد سے چھٹنا شروع ہو جائیں گے۔ نور مصطفوی ﷺ کی سوغات تقسیم ہونا شروع ہو جائے گی۔ رحمت خداوندی کی برکات اس پر سایہ فگن ہو جائیں گی اس کا دل سکینت اور اطمینان کا مرکز بن جائے گا، وہ وسائل اور سہولیات کی کمی کے باوجود راحت اور لذت محسوس کرے گا، اسے ایک قلبی سکون ہوگا کہ وہ آقا کریم علیہ السلام کے قدموں کی دھول کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھ رہا ہے آپ کے طریقے اور آپ کی سنتوں کی پیروی اس کا اثاثہ بن چکا ہے۔ جوں جوں وہ آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعلیمات اور آپ کی سنتوں کی روشنی میں اپنا سفر شروع کرے گا وہ صراط مستقیم پر آ جائے گا۔ صراط مستقیم کیا ہے؟ یہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں چلنے کا نام ہے۔ یہی طریق محمدی ہے، یہ محمدی راستہ ہے یہ راہ نجات ہے، یہ ابدی کامیابی کی منزل کی طرف جانے والی شاہراہ ہے، اس راستہ پر چلنے والا جیسے جیسے آگے بڑھتا جائے گا نور محمدی ﷺ اس کی رہنمائی کرتا جائے گا۔ یہ نور براہ راست بھی عطا ہوتا ہے لیکن حضوری کی کیفیات اور عنایات صرف چنیدہ اور خاص لوگوں کو ہوتی ہیں، اس لئے کسی ایسے ولی اللہ کی صحبت اور محفل میں رہنا شروع کرنا چاہئے جو خود بھی طریق محمدی کا شناور ہو اور دوسروں کو بھی اس راستہ کا خوگر بنا دے۔ سونے کے نام پر مٹی کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے بہکاوے میں آ کر اپنے آپ کو دنیا اور آخرت میں خاک آلودہ کرنے کے سوا اور کیا ملے گا جب دنیا کی تلاش میں انسان دربدر کی خاک چھانتا پھرتا ہے تو پھر طریق محمدی پر چلانے والے کسی رہبر، شیخ طریقت کی تلاش میں تساہل اور سستی کیوں برتی جائے۔ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں سجدوں کے نذرانے پیش کئے جائیں اور اس احکم الحاکمین سے گزارش کی جائے کہ مجھے اس شخص سے ملا دے جو مجھے حضور علیہ السلام کے قدموں تک پہنچا دے۔ اگر وہاں تک پہنچنا میری استعداد اور بساط سے بڑھ کر ہے تو پھر مجھے آپ ﷺ کے نقش کف پا تک رسائی کا راستہ ہی دکھا دے۔ ''صلوۃ الحاجت'' کے عنوان سے ادا کئے جانے والے نوافل کے بعد کی جانے والی کوئی بھی جائز دعا جو کوئی بھی پیش کرتا ہے رد نہیں کی جاتی، قبول کی جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف کی کثرت کی جائے، صرف دعا ہی میں کیوں؟

درود پاک کی کثرت تو ہر فارغ وقت پر فارغ لمحے میں ہونی چاہئے پھر ایسا مرحلہ آ جائے کہ مصروفیت میں بھی ہاتھ کام کاج میں مصروف ہوں اور دل محبوب رب العالمین ﷺ کی ذات اقدس پر درود و سلام پڑھنے میں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، ایسا شخص ہی ''شاغلین'' کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ مقرب خاص بن سکتا ہے، اللہ رب العالمین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

رجال لاتلهيم تجارة ولابيع عن ذكر الله

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت انہیں اللہ کے ذکر سے نہیں روک سکتی۔

اس طرح کے شاغلین کے متعلق سرائیکی زبان کے عارفانہ کلام کی ایک رباعی کا مطلب کچھ یوں ہے۔

''ایسے لوگ اگرچہ لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن وہ دنیا کی ہوس اور لذتوں سے بالکل فارغ ہو چکے ہوتے ہیں بلکہ وہ ہر لحظہ خدا اور محبوب خدا ﷺ کے خیال میں غرق رہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی کیفیت میں سوتے ہیں اسی کیفیت میں اٹھتے ہیں۔

رل وسدے لوگاں نال ہن
پر اصلوں فارغ بال ہن

Marfat.com

ہر آن غرق خیال ہن
شاغل سہن شاغل اٹھن

پھر وہ مرحلہ آتا ہے کہ ایسے شاغلین کو ہر لمحہ حضوری کی کیفیت نصیب ہوتی ہے حاضری حضوری میں بدل جاتی ہے۔ وہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ کی حضوری سے فیض یاب رہتے ہیں ان لمحات کی کیفیت روہی چولستان کے عظیم صوفی راہنما اور شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

خلقت کوں جیندی گولھ ہے
ہر دم فرید دے کولھ ہے

خلق خدا جس محبوب رب العالمین کی تلاش میں ہے وہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضور نبی اکرم نور مجسم رحمت دو عالم سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے مقاصد میں سے ایک مقصد تزکیہ تھا، یعنی اندرونی صفائی، دلوں کی تطہیر، دل سیاہ ہو جائے اس پر گمراہی اور گناہوں کے دھبے پڑ جائیں تو اس کی صفائی ضروری ہو جاتی ہے۔ یہی تزکیہ نفس ہوتا ہے، قرآن مجید سے اس کا ذکر بار بار کیا ہے۔

میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نبوت و رسالت جس طرح اپنی پوری شان کے ساتھ جاری ہے اسی طرح آپ ﷺ کے کمالات اور روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ان فیوض و برکات کو حاصل کرنے کے لئے ایک رہبر، ایک مرشد کی ضرورت ہوتی ہے جو آپ کو انوار و تجلیات نبوی سے آشنا کر دے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا کہ جب تک آپ کے رہبر و مرشد کا اپنا تعلق بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے محبت عقیدت اور اتباع کے حوالے پختہ تر نہ ہو جب تک طریق محمدی ﷺ کی طرف آپ کے سفر کا آغاز کرانے والا خود حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کا پیکر اور مظہر نہ ہو، ایسا شخص مدینہ طیبہ کی طرف جانے والی ہوا سے محبت کرتا ہے اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی طرح اسے پیغام دیتا ہے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن ز احوالم محمد را خبر کن

اے نسیم صبح اگر تیرا گذر شہر مدینہ کی طرف ہو تو محمد مصطفیٰ ﷺ کو میرا حال دل سنانا، پھر وہاں سے بھی پیغام آتے ہیں، محبت کے جھونکے آتے ہیں، اقبال اسے نسیم حجاز کہتا ہے۔

نسیم از حجاز آید کہ نہ آید سرور رفتہ باز آید کہ نہ آید

اقبال اپنی قوم کی زبوں حالی سے دل برداشتہ تھے، اس لئے وہ یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے کہ نامعلوم کہ سرزمین رسول گرامی ﷺ سے وہ علم و عرفان کی ٹھنڈی ہوا یہاں آئے گی یا نہیں آئے گی اور لوگ اس عہد رفتہ کی برکتوں سے فیض یاب ہوں گے کہ نہیں ہوں گے وہ کسی اور دانائے راز کی آمد سے متعلق بھی یہی سوچتے ہیں کہ نامعلوم وہ شاید آئے کہ نہ آئے۔ اقبال اپنی سوچ اور اس وقت کے مخصوص حالات کی وجہ سے واقعی افسردہ اور رنجیدہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ابر کرم ہر وقت برسنے کے لئے ہمارے سروں پر سایہ فگن رہتا ہے لیکن کوئی اس ابر کرم کی پھوار حاصل کرنے کی تمنا تو کرے، کوئی اس نورانی برسات کی دعا تو کرے، کوئی ان کے دامن رحمت میں آنے کی جستجو تو کرے، سیرت رسول اکرم ﷺ کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ امت مصطفوی ﷺ کبھی اللہ رب العالمین کی عنایت اور سرکار دو عالم ﷺ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہ ہو۔ یہ زندہ و جاوید رسول کریم ﷺ کی تا ابد رسالت و نبوت پر ایمان لانے والی سب سے بہترین امت ہے۔ جس کے لئے میرے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم یہ نصیحت اور یہ وصیت فرما گئے ہیں

Marfat.com

''میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری سنت، اگر ان دونوں کو تھام لو گے تو گمراہ نہیں ہو گے''

یہی پیغام سیرت طیبہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کی اتباع، کامیابی اور کامرانی کا صرف یہی راستہ ہے، یہی طریق محمدیہ ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بو لہبیست

(اقبال)

میرے آقا آج بھی آپ کا فیضان نبوت جاری ہے مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ غار حرا سے تشریف لا رہے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، میرے لئے آپ آج بھی چالیس سال کے ہیں

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

Marfat.com

کتابیات

القرآن الکریم

البدایہ والنہایہ — اسماعیل بن کثیر الدمشقی

السیرۃ الحلبیہ — ابن برہان الدین

السیرۃ النبویہ — عبدالملک ابن ہشام

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ — قاضی عیاض

الطبقات الکبریٰ — محمد بن سعد

المواہب اللدنیہ — القسطلانی

الرحیق المختوم — صفی الرحمٰن مبارک پوری

تاریخ اسلام — اکبر شاہ خان نجیب آبادی

تاریخ الامم والملوک — ابن جریر الطبری

رحمۃ للعالمین — محمد سلیمان منصور پوری

پیغمبر انقلاب — وحید الدین خان

سیرت رسول عربی ﷺ — نور بخش توکلی، پروفیسر

سیرت سرور عالم ﷺ — ابو الاعلیٰ مودودی، سید

صحیح البخاری — محمد بن اسمٰعیل البخاری

ضیاء النبی ﷺ — محمد کرم شاہ الازہری، پیر

فقہ السیرۃ — محمد الغزالی

فی ظلال القرآن — محمد قطب

معجم البلدان — یاقوت الحموی

مقالات کاظمی — احمد سعید کاظمی سید

منہج انقلاب نبوی — اسرار احمد ڈاکٹر

موطا الامام مالک — مالک بن انس، الامام

Marfat.com

زیرِ نظر کتاب ''الرسول ﷺ'' برطانیہ میں مقیم صاحب طرز ادیب، مخصوص اسلوب کے خطیب، جدید و قدیم علوم کے حسین امتزاج پیرزادہ سردار احمد قادری صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ہے۔ واقعات کی حقیقت سے ذرہ برابر صرفِ نظر کئے بغیر مصنف محترم نے ''منظر'' کے عنوان سے ایسی منظر کشی کی ہے کہ قاری کے دل و جان کو سرکار علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم میں لا کر بٹھا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ تصنیف واقعات سیرت پر بھی مشتمل ہے اور دروس سیرت طیبہ کی خصوصیات کی بھی حامل ہے۔ یہ کتاب قاری کو جسطرح کیف و مستی کے بحرِ بیکراں کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جاتی ہے بعینہٖ عمل کے لئے مہمیز کی تاثیر بھی رکھتی ہے اور یہی رب العالمین کا تقاضا ہے کہ میرے محبوب ﷺ سے محبت بھی کرو اور آپ ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کو چوم کر اپنی حیات مستعار کا رخ بھی متعین کرو۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن
صدر شعبہ سیرت ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ایسی عظیم شخصیت پر قادری صاحب نے اپنے دلنشیں اسلوب اور انداز میں جو زیرِ نظر تصنیف پیش کی ہے وہ کتب سیرت میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ قادری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زبان و ادب سے جو گہرا شغف عطا فرمایا ہے اسکی چاشنی قارئین کو کتاب پڑھتے وقت یقیناً محسوس ہوگی اور وہ انکے منفرد اسلوب بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (برطانیہ)
سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

کتاب محل دربار مارکیٹ لاہور 0321-8836932